اسلام علیکم !

اگر آپ میں لکھنے کی صلاحیت ہے اور آپ اپنا لکھا ہوا دنیا

تک پہنچانا چاہتے ہیں تو زوبی ناولز زون

https://www.zubinovelszone.com

https://www.zubinovelszone.in

https://www.znzlibrary.com/

آن لائن ویب سائٹ آپکو پلیٹ فارم فراہم کر رہا ہے اگر آپ ہماری ویب سائٹ پر اپنا ناول، افسانہ، کالم آرٹیکل یا شاعری پوسٹ کروانا چاہتے ہیں تو ابھی ای میل کریں۔

ZUBINOVELSZONE@GMAIL.COM

آپ ہمارے فیس بک پیج اور ای میل اور وٹس ایپ کے ذریعہ رابطہ کر سکتے ہیں

وہاٹسپپ پر رابطہ کرنے کے لئے نیچے لنک پر کلک کرے

0344 4499420

https://www.facebook.com/Zubi.Novels.Zone.10

انتباہ! اس ناول کے تمام جملہ حقوق زوبی ناولز زون کے پاس محفوظ ہیں کسی بھی طرح کاپی کرنے سے گریز کیا جائے۔

https://www.facebook.com/groups/Z.Novel.Zone

WhatsApp Channel Link

Channel Join Now

باکس میں موجود ناولز یا کیٹیگری والے ناولز پڑھنے کے لئے ناول نام یا کیٹیگری نام پر کلک کریں

Famous Youtube Novels

Novel Name : Yaar E Sitamgar

Lams E Junoon By Zoya Ali Shah

Dedar E Yaar By Gumnam Larki

Shehr E Dil Novel By Kitab Chehra

Wajib E Ishq Novel By Gumnam Larki

Dastane Rooh E Basil By Saleha Iqbal

Yaar Yaaron Se Ho Na Juda Novel Season 3

Qarar E Mann Romantic Novel By Zara Hayat

Atish E Ishq An American Monster By Saleha Iqbal

Novels Categories

Web Special

Short Novels

Long Novels

Digest Novels

Romantic Novels

Facebook Novels

Ebook Novels PDF

Youtube Novels PDF

مکمل ناول

حنا وے

(نفرت کی داستان)

نور راجپوت

Zubi Novels Zone

کس کا خیال کونسی منزل نظر میں ہے

صدیاں گزر گئی ہیں، زمانہ سفر میں ہے۔۔

چہرے پر برہمی ہے، تبسم نظر میں ہے

اب کیا کمی تباہی قلب و جگر میں ہے۔۔

تسلیم حسن دوست معصومیاں مگر

شامل تو کوئی ی فتنہ شام وسحر میں ہے۔۔

یارب! وفائے عُذر محبت کی خیر ہو

نازک سا اعتراف آج بھی اس نظر میں ہے۔۔

سمجھے تھے دور تجھ سے نکل جائیں گے کہیں

دیکھا تو ہر مقام تیری راہ گزر میں ہے۔۔

کاریگزان شعر سے پوچھے کوئی ی جگر

سب کچھ تو ہے، مگر یہ کمی کیوں اثر میں ہے۔۔!!

پورے کمرے میں سگریٹ کا دھواں پھیلا تھا۔۔وہ اندھیرا کئی ے آرام ده کرسی پر بیٹھے کسی گہری سوچ میں ڈوبا تھا_ ذہن، دل ودماغ پر آج بھی ایک نام چھایا تھا۔۔وہ وقفے وقفے سے سگریٹ کے کش لگا کر دھواں فضامیں اُچھال رہا تھا۔۔

اچانک دروازے پر دستک ہوئی ی۔

آجاؤ۔۔" گھمبیر آواز میں کہا گیا۔"

"چھوٹے ملک۔۔۔"

خان نے اندر آکر ہاتھ ادب سے باندھ کر اسے مخاطب کیا۔

ہمم۔۔بولو۔۔" وہ کھوئے کھوئے سے لہجے میں بولا تھا۔"

"وہ لوٹ آئی ی ہے چھوٹے ملک۔۔"

خان نے سر جھکائے کہا۔

کون۔۔؟؟وہ بے زاری سے پوچھ رہا تھا۔خان اسکا خاص ملازم تھا جسے اسکے کمرے میں کسی بھی وقت آنے کی اجازت تھی۔

وہی چھوٹے ملک۔۔جسکا نام زبان پر لانے سے آپ نے منع کیا"

"_____ ہے

خان نے بتایا۔

جھولتی کرسی ایک دم تھمی۔۔وہ حیرت سے خان کو دیکھ رہا تھا۔جو اندھیرے میں اسے کھڑا تو نظر آرہا تھا لیکن اسکے تاثرات وہ نہیں دیکھ سکتا تھا۔

"وہ قہر بن کر لوٹی ہے چھوٹے ملک۔۔قہر۔۔"

سگریٹ نے اسکی انگلی کو جلایا تو وہ چونکا۔

جاؤ تم۔۔"سادہ سے لہجے میں کہا گیا۔۔"

خان واپس چلا گیا۔۔۔وہ سگریٹ ایش ٹرے میں پھینک چکا تھا۔۔آرام دہ کرسی ایک بار پھر سے جھولنے لگی۔۔

اب وہ اُسکی فون کال کا انتظار کر رہا تھا۔۔اسے پورا یقین تھا وہ اسے فون ضرور کرے گی۔

ZNZ Zubi Novels Zone

--

اسکا یقین درست تھا۔۔ایک گھنٹے بعد اسکے موبائل پر بیل ہوئی ی۔

سامنے میز پر رکھا موبائل اس نے اٹھایا اور بنا نمبر دیکھے کال ریسیو کر کے اسے کان سے لگایا۔چہرے پر دلفریب سی مسکراہٹ ابھری۔۔

"کیسی ہو جان۔۔؟؟"

محبت بھرے لہجے میں اس نے پوچھا۔

دوسری طرف گہری خاموشی چھائی ی تھی۔۔

پچھلے ساڑھے پانچ سالوں سے میں نے نا ایک بار بھی نمبر نہیں بدلا۔۔ایک پل کیل ئی ے نمبر بند نہیں ہونے دیا۔مجھے یقین تھا تم مجھے فون ضرور کرو گی۔۔"

"میں نے ہر ایک پل دعا کی ہے تم زندہ رہو۔۔جب تک میں چاہوں تب تک!!۔۔میں نے دعا کی تھی کی تمہیں کچھ نہ مسٹر ملک۔۔"

نفرت سے بھری آواز ابھری۔۔مگر اسے آج بھی اُسکی آواز میں وہی سحر محسوس ہوا تھا۔۔ایک سکون سا اندر اتر گیا تھا۔

تمہاری نفرت میرے عشق سے جیت نہیں سکتی۔۔میں بس تمہارا انتظار کر رہا تھا۔۔۔میں جانتا تھا تم لوٹ آؤ گی۔۔میں بہت خوش ہو حن۔۔"

ششش۔۔میرا نام مت لینا اپنی زبان سے۔۔کوشش بھی مت کرنا۔۔"

وہ دھاڑی۔۔

"ھاھاھا۔۔دل پر چھپا ہے۔۔کیسے مٹاؤ گی۔۔"

وہ اسکی بات سے محظوظ ہوا تھا۔

کچھ دیر تک خاموشی چھائی ی رہی اور پھر کال ڈراپ کر دی گ ئی ی۔وہ مسکرا کر فون کو دیکھتا رہا۔۔اور پھر اس نام کو جو سکرین پر چمک رہا تھا۔

ــ

شام کی سرخی نے گاؤں کو مزید خوبصورت بنایا تو پرندوں نے اپنے اپنے گھر کا رخ کیا۔۔

گاڑی گاؤں کی طرف جانے والے راستے پر تیز رفتار سے بھاگ رہی تھی۔

کاٹن کے کف لگے سوٹ میں اندر بیٹھا شخص اضطراب کی کیفیت میں موبائل پر انگلیاں چلا رہا تھا۔۔

اسکے چہرے پر پریشانی پھیلی تھی۔

اچانک گاڑی ایک جھٹکے سے رکی۔۔

کیا ہوا شیر دل۔۔؟؟اُس نے پوچھا۔

" صاحب وہ۔۔"

شیر دل نے کچھ کہنا چاہا تبھی اسکی نظر سامنے کھڑی گاڑی پر پڑی۔

وہ اس گاڑی کو پہچان گیا تھا اور پھر ایک جھٹکے سے نیچے اترا۔۔

سامنے والی گاڑی میں سے وہ اُتری۔۔#خانم_بیگم۔۔اپنے پُر وقار سراپے کے ساتھ۔۔ سر پر ڈوپٹہ جمائے اور کندھوں پر بکھری شال۔۔وہ قدم قدم چلتی اُسکی طرف بڑھ رہی تھی۔۔

Zubi Novels Zone

گاڑیوں کے چلنے کی وجہ سے اڑنے والی دھول اب کافی حد تک کم ہو چکی تھی۔

خانم بیگم کی چال میں غرور تھا۔۔فتح تھی۔۔

کیسالگ رہاہے ہار کر #رانا_خیام_صاحب۔۔۔وہ بھی وزیر اعلی سندھ کے "

"عہدے سے۔۔؟؟

وہ اسکے قریب آکر پوچھ رہی تھی۔۔لہجے میں طنز تھا۔۔

خیام رانا کی نظریں جھکی تھیں۔وہ برسوں بعد بھی ویسی کی ویسی تھی۔۔وہی

نخوت،وہی غرور،وہی وقار۔۔۔

"ظلم کے سر پر جیتنے والے کو فاتح نہیں کہا جاتا خانم بیگم۔۔"

خیام رانا نے جواب دیا۔

اور جو بیچ راہ میں چھوڑ جائیں انہیں کیا کہا جاتا ہے۔۔ظالم،بے وفا یا پھر بد "

"ذات۔۔؟؟

خانم بیگم نے انتہائی غصے سے کہا۔۔البتہ لہجے میں کہیں اذیت گھلی تھی۔۔

Click On The Link Above To Read More Novels / / 0344 4499420
https://www.zubinovelszone.com/

"بس۔۔۔!!!"

وہ دایاں ہاتھ اٹھ کر دھاڑا تھا۔۔خیام رانا کی دھاڑ گاؤں کے کچے پکے راستوں پر گونج کر رہ گئی تھی۔۔جھکی گردن ایک دم اٹھی تھی۔۔ آنکھوں میں سرخی پھیلی تھی۔

"آپ جاسکتی ہیں۔۔"

خیام رانا نے کہا اور ڈرائیور کو اشارہ کیا۔۔ڈرائیور نے گاڑی پکی سڑک سے کچے راستے پر اتار لی۔۔سڑک چھوٹی تھی۔۔ایک وقت میں ایک ہی گاڑی گزر سکتی تھی۔۔اور خیام رانا نے پہلے اسے گزرنے کیلئے راستہ دے دیا تھا۔

یہ مین روڈ تھا اس سے آگے دو راستے نکلتے تھے ایک ملکوں کے گاؤں کی طرف تو دوسرا راجپوتوں کے گاؤں کی طرف۔

دونوں خاندانوں کا تعلق سیاست سے تھا۔۔دونوں میں برسوں سے دشمنی چلی آرہی تھی۔۔وجہ جانے کیا تھی۔ مگر اب یہ دشمنی انکی دوسری پیڑی سے گزر کر تیسری میں منتقل ہونے جارہی تھی۔

"کہیں کسی روز یوں بھی ہوتا
ہماری حالت تمہاری ہوتی
جو رات ہم نے گزاری مر کے
وہ رات تم نے گزاری ہوتی۔۔!!"

خانم بیگم نے لہجے میں پھیلے درد کو سمیٹتے ہوئے کہا اور واپس پلٹ گ ئی یں۔۔

خیام رانا کا جھکا سر مزید جھک گیا تھا۔۔وہ اپنی گاڑی میں بیٹھ کر وہاں سے گزر چکی تھی۔ جبکہ خیام رانا کا ذہن خانم بیگم کے کہے گہے الفاظ میں اٹک گیا تھا۔۔

"ایس پی صاحب سمجھنے کی کوشش کریں۔۔ہم امن ملک پر یوں ہاتھ نہیں ڈال سکتے جب تک ہمارے پاس کوئی ی ٹھوس ثبوت نہ ہو۔۔"

کمشنر نے اپنے سامنے بیٹھے اپنے سب سے چہیتے آفیسر سے کہا۔

"پر سر اس پر قتل کا مقدمہ ہے۔۔میں اسے کسی حال میں نہیں چھوڑ سکتا۔۔"

وہ شدید غصے میں تھا۔

"رانا صاحب۔۔میں جانتا ہوں۔۔لیکن ایک وزیر اعلیٰ کے پوتے پر ہاتھ ڈالنا۔۔اسکو گرفتار کرنا اتنا آسان نہیں ہے۔۔"کمشنر نے اب کی بار اسے پیار سے سمجھایا۔۔

"سر اسکے جرائم میں دن بدن اضافہ ہو رہا ہے۔۔اور یہ مجھ سے برداشت نہیں ہوتا۔۔"

"جانتا ہوں لیکن ہم قانون کو اپنے ہاتھ میں نہیں لے سکتے۔۔جو لوگ آج اسکے خلاف رپورٹ درج کروا کے گئے ہیں اور گواہی دینے کو تیار ہیں اسکی ایک نظر پر سب کچھ الٹ جائے گا۔۔اور ہمیں ذلت اٹھانی پڑے گی۔۔۔"

کمشنر نے اسے سمجھایا۔

"سر قانون کو تو اس نے ہاتھ میں لیا ہوا ہے۔۔میں پہلے بتا رہا ہوں۔۔اس شخص کا کسی دن ان کاؤنٹر ہو جائے گا میرے ہاتھوں۔۔"

ایس پی خضر حیات رانا نے انتہائی غصے سے کہا۔

اور کمشنر اسکی بات سن کر مسکرا دیا۔

"اچھا کرتے ہیں کچھ۔۔تم اپنا غصہ ٹھنڈا کرو۔۔"کمشنر نے اسے پر سکون کرنے کی کوشش کی۔۔

مزید باتیں کرنے کے آدھے گھنٹے بعد وہ کمشنر کے آفس سے باہر آیا تھا۔

"سُنا ہے آج رانا ہاؤس میں ماتم کی صف بچھی ہے۔۔بھئی خیام رانا ہار جو گیا ہے۔۔"

ایک سپاہی نے دوسرے سے کہا۔۔لہجہ دھیمہ تھا مگر وہ صاف سن سکتا ہے۔۔

"اور ہمارے ایس پی کو بھی شاید اسی بات کا غصہ ہے کہ اسکے نانا ہار گئے ہیں۔۔اسی لئے وہ مسٹر امن ملک کو گرفتار کر کے بدلا لینا چاہتے ہیں۔۔"

دوسرے کی بات سن کر ایس پی خضر کا دماغ بھک سے اُڑا۔۔اس سے پہلے کہ وہ ان تک پہنچتا۔۔موبائل پر آنے والی کال نے اسے اپنی طرف متوجہ کیا اور وہ سر جھٹک کر کال ریسیو کرتے ہوئے آگے بڑھ گیا۔

ان دونوں سے وہ بعد میں حساب برابر کرنے کا سوچ رہا تھا۔۔کیونکہ وہ جانتا تھا کہ وہ دونوں ملکوں کے چمچے تھے۔

--

"میں چاہتی ہوں امن کہ اب تم شادی کرلو۔۔اب تمہاری شادی کی عمر ہوگئی ہے۔۔"

مسزملک نے اپنے اکلوتے بیٹے کے بالوں کو سہلاتے ہوں کہا جو اپنی تمام تر وجاہت کے ساتھ اپنی ماں کی گود میں سر رکھ کر لیٹا تھا۔

"اووریلی مام۔۔؟" وہ حیرت سے کہتا اٹھ بیٹھا۔"

کتنی شادیاں کریں گی آپ میری۔۔کیونکہ آپ جانتی ہیں کہ ایک رات" گزارنے کے بعد دوسرے دن میرا اسی لڑکی کو دیکھنے کو نا تو میرا دل کرتا ہے اور نامیں دیکھتا ہوں۔۔پھر تو ہر روز آپکو میری ایک نئی شادی کرنی ہوگی"۔۔

اس نے اپنی ہی بات پر آخر میں چھت پھاڑ قہقہہ لگایا تھا۔۔

اور مسز ملک اپنے بیٹے کے منہ اس طرح کی بات سن کر سرخ ہوگئی تھیں۔۔

ZNZ
Zubi Novels Zone

وہ افسوس کر رہی تھیں کہ انکی طبیعت میں کہاں کمی رہ گئی تھی۔۔

"بیٹا۔۔بیویاں بدلنے کیلئے نہیں ساتھ نبھانے کیلئے ہوتی ہیں۔۔!!ان سے زندگی کی رونق بڑھتی ہے۔۔"

انہوں نے اپنے کھڑ دماغ بیٹے کو ایک بار پھر سمجھانا چاہا۔

"اوومام کام آن۔۔بند کریں یہ ٹاپک۔۔میں اچھی طرح سے جانتا ہوں
لڑکیوں کو کہ وہ کتنا ساتھ نبھاتی ہیں۔۔ایک رات میرے ساتھ گزارنے کے
بعد وہ کسی اور کے ساتھ ہوتی ہیں۔۔"

اور مسز ملک میں اپنے بیٹے کے منہ سے اس طرح کی باتیں سننے کی مزید ہمت
نہیں تھی۔وہ بنا کچھ کہے آرام سے اٹھ کر اسکے کمرے سے چلی گ ئی یں۔

"امن ملک کو بھا جائے شاید وہ لڑکی ابھی بنی ہی نہیں۔۔اور امن ملک
لڑکیوں کو اپنے جوتے کی نوک پر رکھتا ہے۔۔"
اس نے سگریٹ جلا کر دھواں فضا میں اچھالتے ہوئے کہا۔

"!!خان۔۔۔"

پورے رعب سے خان کو پکارا گیا۔

"جی چھوٹے ملک۔۔"

خان کسی بوتل کے جن کی طرح حاضر ہوا۔۔

ڈرنک بناؤ۔۔۔اس نے خان کی طرف بنا دیکھے کہا اور موبائل نکال کر اس پر انگلیاں چلانے لگا۔۔

یا اللہ جی آج مجھے بچا لینا۔۔آج آپ میری عزت رکھ لینا۔۔پکا پرامس" آئی ندہ چوری گھر سے باہر نہیں نکلوں گی۔۔

ہائے آج تو میرا رزلٹ بھی پتا نہیں کیا بنا ہو گا۔۔بس اللہ پاک آپ اتنا سا رحم کر دیں کہ رانا ہاؤس کی بیگمات کو پتا نا چلے کہ میں گھر سے غائب ہوں۔۔

"خاص طور پر میری مما اور شاہ ویز بھیا کو۔۔

وہ سائیکل کے پیڈل پر تیز تیز پاؤں چلاتے شاہ بلوط کے جنگل میں سے گزر رہی تھی۔۔

ڈوپٹہ چہرے پر اچھی طرح سے لپیٹا تھا کہ اسے دیکھ کر بھی کوئی نا پہچانے۔۔وہ ایسے لگ رہی تھی جیسے بینک لوٹ کے آئی ہو۔۔

یہ سب تم لوگوں کی وجہ سے ہوا ہے۔۔اگر تم سب جلدی میرے ہاتھ"
"آجاتیں تو آج مجھے دیر نا ہوتی۔۔

اس نے سائیکل کے آگے لگی ٹوکری میں رکھی مچھلیوں سے کہا جو شاپر میں لپٹی تھیں اور جنہیں وہ جنگل کے دوسرے کنارے پر بہتی ندی سے پکڑ کر لائی تھی۔

سائیکل کے ٹائر کے نیچے ایک پتھر آیا۔۔اسکی سائیکل لڑکھی اور وہ سائیکل سمیت نیچے گری۔۔

اسکی چیخ جنگل میں گونج کر رہ گئی۔ہمت کر کے اٹھی تو دیکھا پوری بازو پتھر سے ٹکرانے کے باعث چھل گئی تھی۔۔وہ چوٹ کو نظر انداز کرتی ہوئی سائیکل کی طرف بڑھی جسکی چین اتر گئی تھی۔

"یہ ساری مصیبتیں مجھ پر کیوں آتی ہیں۔۔"

اس نے آنکھوں میں آئی نمی کو صاف کرتے ہوئے کہا اور چین چڑھانے کی ناکام کوشش کی۔۔

کیونکہ تم خود ایک بہت بڑی مصیبت ہو#حناوے_رانا۔۔"

"اسکے پیچھے سے آواز ابھری۔۔

اور حناوے حیرت سے اچھلی۔

پیچھے دیکھا تو وہ اسے ہی گھور رہا تھا۔

امن میرے پیارے بھائی ی تم آگ ئی ے۔۔ جلدی سے میری مدد کر دو"
دیکھو مجھے چوٹ لگ گ ئی ی ہے۔۔"حناوے نے اپنے سے تین سال
چھوٹے بھائی ی کی منت کی۔

ہر گز نہیں۔۔"امن نے دو ٹوک جواب دیا۔"

پلیز پلیز پلیز۔۔"اب وہ منتوں پر اتر آئی ی تھی۔"

"پھر جو میں مانگوں گا وہ تمہیں مجھے دینا ہو گا۔۔"

امن نے شرط رکھی۔

"ہاں ٹھیک ہے۔۔اب جلدی سے چین چڑھاؤ۔۔"

حناوے نے اسے ٹالنے کے انداز میں کہا۔

"ایسے نہیں۔۔پہلے وعدہ کرو۔۔تم کب بدل جاؤ پتا نہیں چلتا۔۔"

امن بھی کم نہیں تھا۔

تمہیں اپنی بہن پر یقین نہیں ہے کیا۔۔؟؟" حناوے نے معصومیت سے"

پوچھا۔

"مجھے حناوے پر بالکل بھی یقین نہیں۔۔"

امن نے جواب دیا۔

اس سے پہلے کہ حناوے کچھ کہتی اچانک ایک طرف بھونکنے کی آواز آئی ی۔۔ جیسے دو کتے آپس میں لڑ رہے ہوں۔۔

اور حناوے کا رنگ فق ہوا۔۔اس نے خوفزدہ نظروں سے امن کو دیکھا۔

امن خود ڈر گیا تھا۔۔اس نے فٹافٹ جھک کر سائیکل کی چین چڑھائی ی۔۔اور سائیکل پر بیٹھنے کے بعد حناوے کو اشارہ کیا۔۔وہ اپنی مچھلیاں چھوڑ کر جو نیچے گر چکی تھیں جھٹ سے سائیکل پر بیٹھی اور امن نے سائیکل بڑھادی۔۔ مگر انکی بدقسمتی کہ ایک کتا انکے پیچھے لگ چکا تھا۔۔

حناوے نے تو چیخ چیخ کر جنگل کے سارے جانوروں کو ڈرا کر رکھ دیا تھا۔۔

"امن تیز چلاؤ۔۔"

وہ چیخ رہی تھی اور امن اپنی پوری قوت سے سائیکل بھگانے میں مگن تھا۔

مگر جو کتا انکے پیچھے لگا تھا وہ انتہائی ڈھیٹ تھا شاید۔۔ تبھی پیچھا نہیں چھوڑ رہا تھا۔۔

"امن۔۔امن۔۔"

مجال ہے جو حناوے کی چیخیں بند ہوئی ہوں۔

وہ مین روڈ کے پاس پہنچ گئے تھے جب کتے نے پیچھے کی طرف اڑتا حناوے کا ڈوپٹہ پکڑ کر کھینچا اور وہ دھڑام سے نیچے گری۔۔

اس سے پہلے کہ کتا اس پر حملہ کرتا ایک فائر کی آواز گونجی اور کتا ڈر کر پیچھے ہوا۔۔

امن نے حواس باختہ ہو کر سائیکل روکی۔

اور پیچھے مڑ کر دیکھا۔۔حناوے بیچاری ایک بار پھر نیچے پڑی زمین کو اپنا دیدار کروا رہی تھی۔

دوسرے فائر پر کتا غراتا ہوا واپس بھاگ گیا۔امن نے فائر کرنے والے کی طرف دیکھا وہ خضر تھا۔۔انکی پھوپھو کا بیٹا جو پولیس کے یونیفارم میں سڑک پر ہاتھ میں پسٹل لیے کھڑا تھا۔

حناوے۔۔امن اسے پکارتا ہوا اسکی طرف بڑھا۔

خضر بھیا جلدی آئیں امن نے خضر کو پکارہ اور دوبارہ حناوے کی طرف متوجہ ہوا۔

♥♥♥♥♥♥♥

خضر نے ایک نظر نیچے گری حناوے کو دیکھا۔۔اور پھر اسکے چہرے پر واضح ناگواری ابھری۔۔

رانا ہاؤس کی یہ وہ واحد لڑکی تھی جس سے اسے بہت چڑ ہوتی تھی۔۔وجہ اسکی حرکتیں تھیں۔۔

''خضر بھیا آئی یں نا۔۔دیکھیں آپی سے اٹھا نہیں جا رہا۔۔''

امن نے ایک بار پھر اسے پکارہ۔

نیچے گرنے کے باعث حناوے کے سر پر چوٹ لگی تھی۔وہ اٹھنے کی ناکام کوشش کر رہی تھی۔

خضر نے ایک گہری سانس لی اور پھر اسکی طرف بڑھا۔

یہ مصیبت بھی ابھی گلے پڑنی تھی۔۔"وہ بڑبڑا رہا تھا۔"

حناوے کو سہارا دینے کے بعد وہ اسے جیپ تک لایا تھا۔

"بیٹھ جاؤ۔۔"

خضر نے بامشکل اپنا غصہ ضبط کرتے ہوئے کہا۔۔

اور حناوے شریفوں کی طرح گاڑی میں بیٹھ گئی تھی۔ویسے بھی اسکی خضر سے پرانی دشمنی تھی۔اور اس وقت وہ اسکے رحم و کرم پر تھی۔اس لئے کوئی پنگا نہیں چاہتی تھی۔

ملکوں کی حویلی کو دُلہن کی طرح سجایا گیا تھا۔ بہرام ملک نے اپنے جیتنے کی خوشی میں ایک بہت بڑی دعوت کا اہتمام کیا تھا۔۔

مہمانوں کی آمد زور و شور سے جاری تھی۔

حویلی کے سارے مرد مہمانوں کے ساتھ مصروف تھے۔۔ ایک وہ تھا جو بے زار سا بیٹھا تھا۔۔ اسے حویلی میں منعقد کی گ ئی ی کوئی ی تقریب پسند نہیں آتی تھی۔ وہ تو حیدر آباد کم کم ہی آتا تھا۔۔

اسکا زیادہ تر وقت اسلام آباد میں گزرتا تھا۔۔

تم یہاں بیٹھے ہو اور دادا ابو تمہارا باہر انتظار کر رہے ہیں۔۔

ارحم ملک نے اسے ڈرائی نگ روم میں بیٹھے تو کہا۔

ارحم ملک اور امن ملک دونوں کزنز تھے۔۔

"مجھے یہاں کی رونقیں بالکل متاثر نہیں کرتیں۔۔"

امن نے جواب دیا۔

کیوں یہاں کس چیز کی کمی ہے۔۔؟؟"ارحم نے پوچھا۔"

دنیا کی سب سے خوبصورت چیز کی۔۔"امن نے ایک آنکھ دبا کر کہا۔"

اسکا اشارہ لڑکیوں کی طرف تھا۔

باہر جا کر دیکھو۔۔سارا حسن جیسے حویلی میں جمع ہو گیا ہے۔۔"ارحم نے"

اسے خبر دی۔

کیا واقعی۔۔؟؟"

"دادا ابو کب سے لڑکیوں کو اپنی دعوت پر بلانے لگے۔۔

امن کو حیرت ہوئی ی۔

لڑکیوں کو نہیں انکے والدین کو بلایا جاتا ہے۔۔اور والدین جانتے ہیں کہ" ملک خاندان میں جوان لڑکے موجود ہیں۔۔اس ل ئی ے وہ اپنی بیٹیوں کو ساتھ لاتے ہیں تا کہ خوش قسمتی کوئی ی لڑکی ہمیں پسند آجائے اور پھر۔۔۔
"

ارحم نے بات ادھوری چھوڑ دی۔۔ جس پر دونوں کا قہقہہ ابھرا۔

"بے وقوف لوگ۔۔"

امن نے زیر لب کہا۔

"اچھا اب تم جلدی آجاؤ باہر۔۔میں ذرا حسن کا نظارہ کرلوں۔۔"

ارحم کہتے ہوئے چلا گیا۔۔ جبکہ امن دوبارہ سے موبائل کی طرف متوجہ ہو گیا تھا۔

فیس بک کو اوپر نیچے کرتے ہوئے اچانک اسکی نظر ایک پروفائل پر پڑی۔۔وہ چونکا۔۔

#حِناوے_رانا

زیرلب اس نے نام دہرایا۔۔

حناوے۔۔۔"اس نے پھر زیرلب دہرایا۔۔"

عجیب و غریب اور بہت ہی انوکھا سا نام تھا۔لیکن اسے اچھا لگا۔۔

امن نے پروفائل پر لگی تصویر چیک کی۔وہ بھی بہت عجیب تھی۔۔کچھ پُراسرار سی۔۔

وہ منظر کسی جنگل کا تھا۔۔دھند میں لپٹے شاہ بلوط کے اونچے اونچے درخت اس منظر کو پراسرار بنا رہے تھے۔۔

ایک لڑکی شال لپیٹے کیمرے کے دوسری طرف رخ کر کے کھڑی تھی۔۔

Click On The Link Above To Read More Novels / ✆ / ✉ 0344 4499420
https://www.zubinovelszone.com/

وہ ابھی اس تصویر پر غور کر ہی رہا تھا جب اسکے دوستوں کی آواز ابھری۔۔

"ہیلو امن۔۔"

اسکا گروپ اسلام آباد سے حیدرآباد پہنچ گیا تھا۔۔اور امن نے موبائل بند کر کے سائیڈ پر رکھ دیا۔۔اب وہ مکمل طور پر اپنے دوستوں کی طرف متوجہ ہو چکا تھا جس میں لڑکے اور لڑکیاں دونوں تھے۔۔

Zubi Novels Zone

"پلیز خضر بھیا گاڑی یہیں روک لیں۔۔"

امن نے گاڑی چلاتے خضر سے کہا جسکے چہرے پر سنجیدگی چھائی ی تھی۔

رانا ہاؤس کے ساتھ ہی حیات ہاؤس تھا جو رانا ہاؤس محل جیسا تو نہیں تھا مگر کم بھی نہیں تھا۔

دونوں گھر ایک دوسرے کے سامنے تھے۔۔امن نے گاڑی حیات ہاؤس کے سامنے روکنے کا کہا۔

مگر کیوں۔۔۔؟"خضر حیران ہوا۔"

وہ نا آج آپی لوگوں کا رزلٹ آیا ہے۔۔منال آپی اور ھدی آپی کی سہیلیاں آئی ی ہیں۔۔گھر میں بیگمات نے عدالت لگائی ہوئی ی ہے۔۔اور ھدی اور منال آپی کی بے عزتی زور و شور سے جاری ہے۔۔

امن کی بات سن کر خضر کو نا چاہتے ہوئے بھی ہنسی آ گ ئی ی تھی جسے وہ چھپا گیا تھا۔

تو۔۔؟؟"اس نے پوچھا۔"

"تو یہ کہ اگر حناوے آپی اس حالت میں گھر جائے گی تو بیگمات کا پارہ مزید ہائی ہی ہو گا۔۔آپ کے گھر چلتے ہیں نا پھوپھو آپی کی مرہم پٹی کر دیں گی۔۔"

بیشک امن اور حناوے کی ہرگز نہیں بنتی تھی لیکن اس وقت امن کو حناوے پر بہت ترس آرہا تھا کیونکہ وہ بہت معصوم بن کر بیٹھی تھی۔۔جیسے ہو ہی نا۔۔

"ٹھیک ہے۔۔"

خضر نے ناچاہتے ہوئے بھی جیپ اپنے گھر کے سامنے روک دی۔۔اور امن چھلانگ لگا کر باہر نکلا اور حناوے کی طرف بڑھا۔

ناشرم نام کی کوئی ی چیز بچی ہے تم لوگوں کے پاس۔۔؟؟ایک یہی کمی رہ
گئی ی تھی وہ اب پوری ہو گئی ی۔۔"

منال اور ھدی سر جھکائے کھڑی تھیں۔۔دونوں کی سپلیاں تھیں۔۔
جبکہ سماب ایک طرف صوفے پر بیٹھی ہمیشہ کی طرح کھانے میں مگن
تھی۔۔البتہ وقفے وقفے سے وہ ایک نگاہ ان دونوں پر ڈال لیتی تھی جنکی آنن
لائن بے عزتی کی جارہی تھی۔۔

شہناز تائی ی کی توپوں کا رخ اپنی سب سے چھوٹی بیٹی ھدی کی طرف تھا جو
انتہا کی نکمی نکلی تھی۔

سارے بہن بھائی اتنے لائق فائق۔۔اللہ جانے تم کس پر چلی گئی ہو۔۔"

آپ پر مما۔۔"ھدی نے دل میں سوچا مگر کہا نہیں۔۔"

"نمل نے مجھے پہلے کم تنگ کیا ہوا جو رہی سہی کثر تم پوری کر رہی ہو۔۔" ماریہ چچی نے اب اپنی بیٹی منال سے کہا۔

نمل سے یاد آیا حناوے کہاں ہے۔۔؟"فاریہ بیگم کو اب اپنی بیٹی کا خیال" آیا تھا۔

اور حناوے کے نام پر بریانی کھاتی سماب کو اچھو لگا۔۔۔اس نے بریانی کی پلیٹ سائیڈ پر رکھی اور دبے قدموں ڈرائنگ روم سے نکل گئی۔۔

ہاں البتہ منال اور ھدی کی بے عزتی بنا کسی وقفے کے جاری تھی۔

"تم اس وقت وہ بھی اکیلے جنگل میں کیا لینے گئی تھی حناوے۔۔" رخسار پھوپھو جو کہ خضر رانا کی ماں بھی حناوے کی چھلی ہوئی کہنی پر مرہم لگاتے پوچھ رہی تھی۔

Click On The Link Above To Read More Novels / ✆ / ✉ 0344 4499420
https://www.zubinovelszone.com/

"مچھلیاں پکڑنے گ ئی ی تھی پھوپھو۔۔"

حناوے نے رونی صورت بنا کر کہا۔

" مگر کیوں۔۔؟"

رخسار پھوپھو نے حیرانی سے پوچھا۔۔انہیں اپنے شہید بھائی ی اغوان رانا کی یہ بیٹی بہت عزیز تھی۔

"ایسے ہی۔۔میرا دل کر رہا تھا۔"حناوے نے جواب دیا۔

"اس وقت گھر سے اکیلے نہیں نکلا کرتے بیٹا۔۔اگر کچھ ہو جاتا تو۔۔"

رخسار پھوپھو کو پریشانی ہوئی ی۔

ارے پھو پھو جانی۔۔آج جو سین میں نے دیکھا نا قسم سے آپ دیکھتی تو"

"مزہ آجاتا۔۔دو بار آپی نیچے گری تھی۔۔

امن اپنی جون میں واپس لوٹ آیا تھا اور اب وہ حناوے کا مذاق اڑا رہا تھا۔

تم چپ کرو ورنہ میں تمہارا خون پی جاؤں گی۔۔"حناوے نے غراتے"

ہوئے کہا۔

" ہونہہ۔۔رسی جل گئی پر بل نہیں گئے۔۔"

خضر جو اپنی فائل اٹھانے کمرے میں آیا تھا حناوے کی بات سن کر چپ نا رہ

سکا۔۔اور طنز دے مارا۔

" تم تو چپ ہی رہا کرو مسٹر سڑیل۔۔"

حناوے نے سوچا مگر کہہ نا سکی۔۔کیونکہ مقابل ایس پی خضر حیات رانا تھا۔۔

!!جسکا نام ہی اگلے بندے کو چپ کروانے کیل ئی ے کافی ہوتا تھا۔۔

ــ

ـ

"کیا ہوا پریشان ہیں آپ رانا صاحب۔۔؟"

قدسیہ بانو نے اپنے ہمسفر خیام رانا کو سر پکڑے لیٹے دیکھا تو پوچھا۔۔

"ہار جیت تو ہوتی رہتی ہے۔۔ پچھلے دس سالوں آپ وزیراعلی کے عہدے پر قائم تھا۔۔ بہت دفعہ بہرام ملک کو شکست اٹھانی پڑی۔۔اور اس بار وہ جیت گیا۔"

قدسیہ بانو نے درست کہا تھا۔

"بات ہار جیت کی نہیں ہے۔۔ بات یہ ہے کہ وہ ظلم کے سر پر جیتا ہے۔۔ جانے لوگوں نے میری دس سال کی محنت کو اتنی آسانی سے بھلا کر اسے ووٹ کیسے دے دیے۔۔"

خیام رانا نے جواب دیا۔

"کبھی کبھی ہو جاتا ہے۔۔ برائی زور پکڑ جاتی ہے۔۔ فتح حاصل کر لیتی ہے۔۔ مگر یاد رکھیں ایک نا ایک دن اچھائی ہی غالب آتی ہے۔۔"

قدسیہ بانو ایک جہاندیدہ خاتون تھیں۔۔وہ دونوں اب دادا دادی بن گئے تھے۔۔مگر آج بھی ایک دوسرے کا ساتھ پوری ایمانداری سے نبھاتے تھے۔۔

"حسن بیٹے کا کتنی بار فون آچکا ہے۔اس سے بات کر لیں آپ۔۔میں کھانا لگواتی ہوں۔۔"

وہ کہہ کر اٹھ گئیں۔۔

لوگوں کی باتوں سے بچنے کیلئے وہ اپنی حویلی میں آگیا تھا۔۔فون آف کر دیا تھا۔۔مگر پریشانی پیچھا نہیں چھوڑ رہی تھی۔

--

"سب کچھ ریڈی ہے میم۔۔ان شاءاللہ اگلے ہفتے ہم حیدر آباد کا چکر لگائیں گے۔میں نے فائل تیار کرلی ہے کہ ہم نے وہاں کے دیہاتوں میں کیا کیا نوٹ کرنا ہے۔۔"

نمل نے فائل ذلیخہ میم کے سامنے میز پر رکھتے ہوئے کہا۔

"شکریہ بیٹا۔۔اللہ تمہیں ہمیشہ خوش رکھے تم اس NGO کو اپنا اتنا قیمتی وقت دیتی ہو۔۔"

ذلیخہ میم نے مسکرا کر کہا۔۔اسے اپنے سٹاف کی یہ ورکر بہت پسند تھی جو بے غرض ہو کر کام کرتی تھی۔

"شکریہ کی ضرورت نہیں ہے میم۔۔یہ میرا فرض اور شوق دونوں ہیں۔۔"

نمل نے اطمینان سے جواب دیا۔۔اس نے صحافت کی پڑھائی کی تھی مگر وہ اپنی مرضی اور شوق سے اب ایک این جی او میں کام کر رہی تھی۔

اچھا اب تم جاؤ۔۔کافی رات ہوگئی ہے۔گھر پر سب تمہارا انتظار کر رہے ہونگے۔۔"

اور میم آپ۔۔"ذلیخہ میم کی بات پر اس نے پوچھا۔"

میں بھی چلی جاؤں گی۔۔ڈرائیور لینے آتا ہی ہوگا مجھے۔۔بلکہ تم ایسا کرو ابھی مت جاؤ ہم تمہیں ڈراپ کر دیں گے۔۔

نہیں میم اٹس اوکے۔۔میں چلی جاؤں گی۔۔میرا گھر یہاں سے زیادہ دور نہیں ہے۔۔"

نمل نے جواب دیا اور اپنا بیگ اٹھایا۔

شب بخیر میم۔۔" وہ مسکرا کر کہتی آفس سے باہر نکل گ ئی ی۔۔اور ذلیخہ" میم سوچ رہی تھی کہ اس لڑکی سے انہیں اپنی اپنی سی مہک کیوں آتی ہے۔۔؟؟

کافی رات ہو چکی تھی۔ نمل نے اللہ کا نام لے کر گھر کی طرف چلنا شروع کیا کیونکہ کوئی ی ٹیکسی اسے اس وقت نظر نہیں آرہی تھی۔وہ کسی سے لفٹ نہیں لے سکتی تھی۔اور گھر کال کر کے کسی کو پریشان نہیں کرنا چاہتی تھی۔ وہ تھی ہی ایسی نرم مزاج سی۔۔سب کا خیال رکھنے والی۔

وہ ابھی کچھ دور تک ہی گ ئی ی جب ایک گاڑی جھٹکے سے اسکے پاس آ کر رکی۔۔اور اسکا دروازہ ایک جھٹکے سے کھلا۔۔

گاڑی سے نکلنے والے شخص کو وہ پہچان چکی تھی۔

وہ شاہ ویز رانا تھا۔۔بڑے تایا(حسن رانا)کا بیٹا۔۔

اور نمل کا منگیتر۔۔اسے دیکھ کر ایک لمحے کیل ئی ے نمل کا رنگ فق ہوا تھا۔۔

Zubi Novels Zone

۔

''کہہ دو یہ جھوٹ ہے کہ آج جنگل میں حناوے رانا کے ساتھ ایک کتے نے

''کتوں والی کی ہے۔۔

ھدی ہنس ہنس کر لوٹ پوٹ ہو رہی تھی۔وہ چاروں اس وقت حناوے کے کمرے میں تھیں۔۔حناوے بیڈ پر لیٹی تھی۔۔پاؤں میں چوٹ لگنے کی وجہ سے وہ چلنے پھرنے سے قاصر تھی۔

اور میں نے سنا ہے کہ ھدی رانا اور منال رانا کے ساتھ آج رانا ہاؤس" والوں نے کتوں سے بھی گ ئی ی گزری کی ہے۔۔حناوے کی بات پر تینوں کی ہنسی کو بریک لگی تھی۔

بھ ئی ی چوٹ اسکے سر،پاؤں اور بازو پر لگی تھی زبان پر تھوڑی نا جو وہ بند رہتی۔۔ویسے بھی وہ کسی کا ادھار رکھنے کی قائل نہیں تھی۔

اب ایسی بھی بات نہیں ہے۔۔اتنی تو ہم سب کی روٹین وائز ہوتی رہتی" ہے۔۔"

منال نے کمزور سے لہجے میں اپنا بچاؤ کرنا چاہا۔

جانتی ہوں میں سب۔۔"حناوے نے کہا۔"

اچھا چھوڑو تم لوگ۔۔یہ دیکھو آج میں نے حناوے والے واقعے کے"
بارے میں فیس بک پیج پر پوسٹ کی تھی۔۔لوگ ہنس ہنس کر پاگل
ہو گئے ہیں۔۔"
سماب نے لیپ ٹاپ حناوے کے سامنے کرتے ہوئے کہا۔
"دیکھو کتنی لائکس ملی ہیں۔"

مر جاؤ تم ڈوب کر سماب۔۔دن میں تم کتنی بار ٹھونستی ہو یہ بھی اپنے فینز"
کو بتایا کرو۔۔"

حناوے کو اسکی بات پر انتہا کا غصہ آیا تھا۔بندہ اب سماب سے پوچھے کہ جنگل میں جو بھی ہوا یہ پوسٹ پیج پر کرنے والی تھی کیا۔۔؟

مگر سماب بھی نا جب تک ساری کر توتیں اپنے فینز کو نہیں بتا دیتی تھی اسے کھانا ہضم نہیں ہوتا تھا۔۔

"ایچ رانا سے ایک دنیا ملنا چاہتی ہے۔۔"
ھدی نے لیپ ٹاپ سماب کے ہاتھ سے لیتے ہو کہا۔

♥♥♥♥♥♥♥

مر جاؤ تم ڈوب کر سماب۔۔دن میں تم کتنی بار ٹھونستی ہو یہ بھی اپنے فینز" "کو بتایا کرو۔۔

حناوے کو اسکی بات پر انتہا کا غصہ آیا تھا۔بندہ اب سماب سے پوچھے کہ جنگل میں جو بھی ہوا یہ پوسٹ پیج پر کرنے والی تھی کیا۔۔؟

مگر سماب بھی نا جب تک ساری کرتو تیں اپنے فینز کو نہیں بتا دیتی تھی اسے کھانا ہضم نہیں ہوتا تھا۔۔

"ایچ رانا سے ایک دنیا ملنا چاہتی ہے۔۔"

ھدی نے لیپ ٹاپ سماب کے ہاتھ سے لیتے ہو کہا۔اور لیپ ٹاپ کو حناوے کے سامنے کیا۔

"یہ صرف تمہاری وجہ سے ہے سماب۔۔لوگ مجھے پتا نہیں مجھے کیا سمجھتے ہیں۔۔"

حناوے سماب کو گھور رہی تھی۔

ارے۔۔تم میرا شکریہ ادا کرو۔۔میری وجہ سے لوگ تمہیں جانتے "
"ہیں۔۔حناوے بدمعاش کو۔۔
سماب نے آخر میں اپنی ہنسی چھپائی تھی۔

"ہاں میں بدمعاش اور تینوں میرے ساتھ کی گنڈیاں۔۔"
وہ کب پیچھے ہٹنے والی تھی۔
تینوں نے ایک جھٹکے سے حناوے کو دیکھا۔۔کچھ پل خاموشی چھائی رہی
اور پھر اسکے بعد کمرے میں چاروں کے قہقہوں کی آواز گونج گئی تھی۔

"تم یہاں کیا کر رہی ہو اس وقت؟؟"

شاویز حسن نے اپنے سامنے کھڑی نمل سے پوچھا تھا جو اپنی گھبراہٹ چھپانے کی کوشش کر رہی تھی۔

"میں آفس سے آ رہی ہوں۔۔"

نمل نے نظریں چراتے ہوئے کہا تھا۔اسکا جواب سن کر شاہ ویز کے چہرے کے تاثرات تن گئے تھے۔

اپنی نہیں تو کم از کم ہمارے خاندان کی عزت کا خیال کر لو۔۔رانا خاندان کی" "لڑکیاں اتنی رات کو یوں اکیلے آوارہ گردی نہیں کرتیں۔۔

وہ بے رحم ہوا تھا۔

Zubi Novels Zone

سردیوں کی آمد آمد تھی۔وہ سفید رنگ کے کلف لگے شلوار قمیض میں کندھوں پر سیاہ چادر پھیلائے غضب ڈھا رہا تھا۔

لیکن اسکی سحر انگیز شخصیت نمل کو متاثر نہیں کر پاتی تھی وجہ اسکا بات کرنے کا لہجہ تھا۔

وہ خیام رانا کے سب سے بڑے بیٹے حسن رانا کے سب سے بڑے سپوت ہونے کا شرف حاصل رکھتا تھا۔

وہ سیاست میں دلچسپی رکھتا تھا اور انکے ساتھ ساتھ ہوتا تھا۔

اسکا انداز روایتی سیاسی وڈیروں جیسا تھا۔

رانا ہاؤس میں سب اس سے ڈرتے تھے۔

"چلو اب یہاں سے۔۔۔"

اس سے پہلے نمل کچھ کہتی وہ گاڑی کی طرف بڑھ گیا تھا۔اسے یوں رات کے وقت سڑک پر کھڑے ہو کر بات کرنا اچھا نہیں لگ رہا تھا۔

Click On The Link Above To Read More Novels / ✆ / ✉ 0344 4499420
https://www.zubinovelszone.com/

نمل اس بے رحم وڈیرے کو جاتا دیکھ رہی تھی جسے بد قسمتی سے اسکی قسمت میں بچپن سے لکھ دیا گیا تھا۔

"چلو اب یاں تمہیں گود میں اٹھانا پڑے گا؟؟"

اسی وہیں پر کھڑا دیکھ کر شاہ ویز گاڑی کا دروازہ کھولتے ہوئے بولا۔

اسکی بات سن کر نمل سٹپٹائی ی،ایک گہرا سانس لیا اور پھر قدم گاڑی کی طرف بڑھا دی ئی ے۔

اسکے گاڑی میں بیٹھنے کے بعد شاہ ویز نے گاڑی آگے بڑھا دی تھی۔ نمل اسکی طرف دیکھنے سے گریز کر رہی تھی۔

وہ رخ گاڑی کے شیشے کی طرف کئے بیٹھی تھی۔ٹھنڈی ہوا اسے سکون بخش رہی تھی۔وہ سوچ رہی تھی کہ گھر سے حیدر آباد جانے کی اجازت کیسے لی جائے____

"آخر تم یہ سب چھوڑ کیوں نہیں دیتی؟؟"
شاہ ویز کی بھاری، گھمبیر آواز گاڑی میں گونجی تھی۔

"کیا چھوڑ دوں؟؟"
نمل نے بنا اسکی طرف دیکھے پوچھا۔

یہی جاب کرنا۔۔یہ سب مجھے نہیں پسند۔۔آخر کس چیز کی کمی ہے رانا" ہاؤس میں جو تم چند ہزار کی نوکری کیلئے رات گئے تک دھکے "کھاتی ہو۔۔

میں پیسوں کیلئے نہیں کرتی یہ سب۔۔لوگوں کی خدمت کرنا مجھے"
"اچھا لگتا ہے۔۔

"!!لیکن میں کہہ رہا ہوں نا چھوڑ دو یہ سب۔۔"
وہ حکمیہ انداز میں بولا تھا۔دونوں کو اپنے رشتے کی نسبت بچپن سے معلوم تھی
اور اسی نسبت کی وجہ سے شاہ ویز نمل پر زیادہ حق جتاتا تھا۔

"میں کہتی ہوں آپ سیاست چھوڑ دیں۔۔کیا آپ چھوڑ دینگے؟؟"
اب کی بار وہ رخ شاہ ویز کی جانب کئے، گہری نظریں اسکے چہرے پر
جمائے پوچھ رہی تھی۔

"تمہارا دماغ خراب ہے۔۔تمہیں اندازہ بھی ہے تم کیا کہہ رہی ہو؟؟"

شاہ ویز کا دماغ بھک سے اڑا۔پہلے ہی وہ خیام رانا کے الیکشن ہارنے کی وجہ سے ___اچھا خاصا پریشان تھا اور نمل کی حرکتیں اور اسکی باتیں

نمل کو سیاست نہیں پسند تھی۔وہ امن پسند لڑکی تھی جو ایک پر سکون زندگی گزارنا چاہتی تھی لیکن شاہ ویز کے ہوتے ہوئے ایسا ممکن نہیں تھا۔

"جی بالکل میرا دماغ خراب نہیں ہے اس لئے میں نہیں چھوڑ سکتی۔۔ اور آپ مجھے مجبور نہیں کر سکتے کیونکہ دادا جان مجھے اسکی اجازت دے چکے ہیں"۔۔

نمل پختہ لہجے میں کہا۔

شاہ ویز کے چہرے پر واضح ناگواری ابھری تھی۔

"ٹھیک ہے پھر کچھ دن ہیں تمہارے پاس جی لو اپنی مرضی سے ___پھر میں دیکھتا ہوں تم کس کی اجازت سے چلتی ہو"۔۔

وہ ایک ایک لفظ چباتے ہوئے بولا تھا۔

اس سے پہلے نمل کچھ کہتی گاڑی ایک جھٹکے سے رکی تھی۔ وہ لوگ رانا ہاؤس کے سامنے تھے۔

کچھ ہی پلوں میں گیٹ کھلا تھا اور گاڑی گھر کے اندر داخل ہو گئی تھی۔

نمل نے خاموش رہنے میں عافیت جانی تھی۔ وہ جانتی تھی اگر شاہ ویز اپنی ضد پر آ جاتا تو یقیناً اگلی صبح اسکے جملہ حقوق اپنے نام لکھوا کر گھر میں قید کر دیتا۔

اور وہ فی الوقت ایسا کچھ نہیں چاہتی تھی۔

ملک حویلی میں ارحم ملک کے کچھ دوست آئے ہوئے تھے۔دن میں وہ لوگ شکار پر نکلے ہوئے تھے۔کچھ دیر پہلے مہمان خانہ سے انہیں رخصت کرنے کے بعد وہ جیسے ہی حویلی کی رہائش گاہ میں داخل ہوا اسے خانم بیگم لاؤنج کے صوفے پر بیٹھی نظر آئی یں۔

"اَلسَلامُ عَلَیکُم خانم بی۔۔"

ارحم نے ادب سے انہیں سلام کیا تھا۔

Zubi Novels Zone

"وعلیکم السلام۔۔"

خانم بیگم نے، جنہیں ملک خاندان میں سب خانم بی کہتے تھے، سر ہلا کر جواب دیا۔

"چلے گئے تمہارے دوست؟؟"

وہ پوچھ رہی تھیں۔

"جی۔۔"

ارحم نے مسکرا کر جواب دیا تھا۔خانم بی نے ہولے سے اثبات میں سر کو ہلایا۔

ملک خاندان کا یہ واحد لڑکا تھا جو انہیں سب سے زیادہ عزت دیتا تھا ویسے تو سب ہی خانم بی کی عزت کرتے تھے۔انکی شخصیت ہی ایسی تھی کہ ہر شخص ادب کرنے پر مجبور ہو جاتا تھا۔لیکن ارحم وہ اپنی اچھی تربیت کے باعث کچھ زیادہ ہی اچھا تھا۔

"تم نے پوچھا تمہاری ماں کب واپس آرہی ہے حویلی۔۔"

انکی بات سن کر ارحم کے اپنے کمرے کی جانب بڑھتے قدم رک گئے۔

"___میری ان سے بات ہوئی ہے وہ کچھ دنوں تک آجائیں گی"

ارحم نے سنجیدہ لہجے میں جواب دیا تھا۔

چھوڑ NGO تمہیں اب اپنی ماں کو سمجھانا چاہیئے کہ وہ
دے___سوشل ورک کر کے اسے کیا مل جائے گا___اور کیا ملا ہے اتنے
سالوں سے وہ یہ سب کر رہی ہے"___"
خانم بی کے لہجے میں ارحم کی ماں کیلئے ناپسندیدگی واضح تھی۔
ارحم کی کشادہ پیشانی پر لکیریں ابھریں۔

"یہ تو وہی لوگ بتا سکتے ہیں جنکے لئے وہ کام کر رہی ہیں___اور انکا
"___لوگوں کی خدمت کرنا مجھے اچھا لگتا ہے

آج تمہیں ماں کا یہ کام پسند ہے کل کو تم اپنے ل ئی ے ایسی ہی لڑکی ڈھونڈ" لوگے جو سوشل ورک کرتی ہو___پتا ہے لوگ کتنی باتیں بناتے ہیں تمہاری ماں کا گاؤں گاؤں پھرنا ہمیں شرمندگی میں مبتلا کرتا ہے___!!"

اس میں شرمندگی والی کیا بات ہے خانم بی۔۔بلکہ میری ماں کے سوشل" ورک سے سیاسی طور پر آپ لوگوں کو فائدہ ہی ہوا ہے___کوئی ی نقصان نہیں___اور ہاں اگر کل کو میری بیوی یہ کام کرنا چاہے تو مجھے کوئی ی اعتراض نہیں ہوگا___!!"

وہ سنجیدہ سے لہجے میں کہتا اپنے کمرے کی جانب بڑھ گیا تھا۔خانم بی کا جواب سننے کیل ئی ے رکا نہیں تھا۔

خانم بی کی نظروں نے دور تک اسکا پیچھا کیا تھا۔بیشک وہ ٹھیک کہہ کر گیا تھا۔ بہرام ملک کو اس کام سے کافی فائدہ ہوا تھا۔

لیکن خانم بی اس عورت کو مطمئن اور پر سکون دیکھنا نہیں چاہتی تھیں۔وجہ انکی ذلیخہ ملک (ارحم کی ماں) سے ذاتی دشمنی تھی ___ جو برسوں سے چلی آرہی تھی۔

آیت وصل پڑھی اور پ———لا یا پانی
اب محبت میں خسارہ نہیں ہونے والا

تھوڑا تھوڑا ہی میسر رہ———ے، کافی ھے مجھے
وہ شخص میرا سارے کا سارا نہیں ہون———ے والا

رات کی خاموشی میں گھنگھروؤں کی چھنکار نے فضا میں عجیب سا ارتعاش پیدا کیا ہوا تھا۔

وہ حسن کہ ملکہ مہندی لگے پاؤں اور ہاتھوں کو سازندوں کے بجائی ے گ ئی ے موسیقی کے آلات پر، جن سے دھنیں ابھر رہی تھیں ہلا کر

___خوبصورت رقص کر رہی تھی

واہ واہ۔۔اور ہائی ے لوٹ لیا کی آوازیں چاروں طرف سے ابھر رہی تھیں۔

امن ملک اپنے دوستوں کے ساتھ نگار بیگم کے کوٹھے پر موجود تھا جو شہر کا مشہور کوٹھا کہلاتا تھا۔

ہاتھ میں جلتے مہنگے سگار کو ہونٹوں سے لگاتے اور دھواں فضا میں اچھالتے وہ خمار آلود نظروں سے رقص کرتی حسینہ کو دیکھ رہا تھا۔

اسے رقص کرتی لڑکیاں بہت پسند تھیں۔اور خاص طور پر حسینہ۔۔وہ رقص میں ماہر ہونے کے ساتھ ساتھ خوبصورت بھی تھی

امن ملک اسے پسند کرتا تھااور حسنیہ۔۔وہ تو دل و جان سے امن ملک پر مر مٹی تھی

امن ہفتے میں دو بار صرف حسینہ کا رقص دیکھنے آتا تھا
نگار بیگم اس سے منہ مانگی قیمت وصول کرتی تھیں۔

کچھ دیر بعد رقص ختم ہوا تو وہ حسنیہ کے ساتھ ہی اسکے کمرے میں آگیا تھا۔

وہ پچیس سالا کڑیل جوان تھا۔ شخصیت سحر انگیز تھی جسکی وجہ قیمتی لباس تھا اوراس سے بھی قیمتی خوشبو جو وہ لگاتا تھا پاس سے گزرنے والے کو شخص کو بھی پاگل کر دیتی تھی۔

کیسا جادو کیا آپ نے ہم پر ملک صاحب___ہم آپکے علاوہ کسی اور کو دیکھ "
ہی نہیں پاتے___"

وہ امن کے سینے پر سر ٹکائے اک ادا سے کہہ رہی تھی۔

جادو تو تم بھی کرتی ہو حسینہ بیگم_ایسا جادو کہ امن ملک کو تمہارا دیکھنے "
کیل ئے آنا ہی پڑتا ہے___"

آپ پر ہمارا سب کچھ قربان ملک صاحب اور آپ رقص کی بات کرتے "
ہیں___"

اسکی بات سن کر وہ ہولے سے مسکرا دیا تھا۔جانتا تھا وہ ایسی باتیں کرنا ان طوائفوں کی رگ رگ میں شامل تھا۔

جب تک میں ہوں کوئی ی اور نہیں آئی ے گا اور نا ہی تم کسی اور دیکھ پاؤ گی۔۔"

وہ مغرور لہجے میں بول رہا تھا۔

"اور آپ کب تک رہیں گے ملک صاحب۔۔۔؟؟"
وہ اب مہندی سے سجی ہتھیلی کو ٹھوڑی کے نیچے جمائی ے آنکھوں میں بے چینی ل ئی ے پوچھ رہی تھی۔

کمرے میں ونڈ چارم کی چھن چھن گونج رہی تھی۔

"جب تک میرا دل نہیں بھر جاتا۔۔"

وہ صاف گو تھا۔

"ہم آپکا دل کبھی بھرنے نہیں دینگے ملک صاحب۔۔"

حسینہ کا دل ہلکا سا کانپا تھا لیکن وہ خود کو سنبھال کر اک ادا سے بولی تھی۔

دیکھتے ہیں۔۔۔ لیکن ابھی تک ایسی عورت نہیں آئی ی میری زندگی میں جو "

"امن ملک کو باندھ کر رکھ سکے۔۔

وہ بھی مسکرادیا۔

اسکی مسکراہٹ پر حسینہ کو اپنی جان ہوا ہوتے محسوس ہوئی ی تھی۔ گہری مونچھوں تلے دبے عنابی لب___اور خمار آلود آنکھیں___حسینہ امن ملک کی وجاہت پر اپنا آپ مکمل طور پر ہار گ ئی ی تھی۔

کل کی کس کو خبر تھی حسینہ کیل ئی ے اتنا ہی کافی تھا وہ اس وقت اسکے پاس تھا صرف اسکا تھا۔

منحوسوں نے مجھے بھیج دیا چائی ے بنانے خود پتا نہیں میرے پیچھے کیا"

"پلاننگ کر رہی ہو نگی۔۔

منال ٹرے میں چائی ے کے کپ رکھتے ہوئی ے بڑ بڑائی ی تھی۔

آج چائی ے بنانے کی باری اسکی تھی۔رات کو حناوے کے کمرے میں انکی محفل لگتی تھی اور پھر دیر تک جاری رہتی۔

صبح کمرے کا حشر نشر براہوا ہوتا تھا۔ وہ چاروں دنیا جہاں کے موضوعات پر باتیں کرتیں سوشل، میڈیا کو کھنگالتیں ___ نت نئے کپڑوں کے ___ ڈیزائن دیکھتیں اور پھر آنلائن شاپنگ کرتیں اکثر شرطیں لگائی جاتی تھیں۔۔۔ الٹے کام کرنے کی شروعات یہیں سے ہوتی تھی۔

جیسے ہی منال ٹرے اٹھا کر کچن سے باہر نکلی تو لاؤنج کا دروازہ کھلا اور شاہ ویز اور نمل آگے پیچھے گھر میں داخل ہوئے۔

دونوں کے چہروں پر سرد و جامد تاثرات تھے۔ منال جانتی تھی جب بھی وہ ساتھ ہوتے تھے ان دونوں کے درمیان کچھ ٹھیک نہیں ہوتا تھا۔

"لیٹ ہوگئی آج آپی۔۔"

منال نے نمل سے پوچھا جو اس سے تین سال بڑی تھی۔

"ہاں بس کام زیادہ تھا۔۔"

نمل جواب دیتی اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئی تھی جبکہ شاہ ویز فون پر آنے والی کال سن رہا تھا۔

منال غور سے اسے دیکھ رہی تھی۔اسے سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ وہ جائے یا نہیں۔

ٹرے کو اس نے صوفوں کے درمیان پڑی میز پر رکھا اور شاہ ویز کے فون بند کرنے کا انتظار کرنے لگی۔

کچھ سیکنڈز بعد فون کال بند کر کے شاہ ویز نے ابرو اچکا کر منال کو دیکھا۔

"تم یہاں کیوں کھڑی ہو۔۔؟"

وہ اب پوچھ رہا تھا۔

"وہ آپ۔۔ کھانا کھائیں گے۔۔؟؟"

منال نے خشک ہو چکے ہونٹوں پر زبان پھیرتے ہوئے پوچھا۔

"نہیں۔۔اور یہ چائے لے جاؤ ٹھنڈی ہو جائے گی۔۔"

وہ سنجیدہ لہجے میں آگے بڑھ گیا تھا۔

"شاہ ویز۔۔۔بھائی۔۔آپ چائے لے لیں پھر۔۔"

منال نے پیچھے سے آواز دی تھی۔

جانے اسے شاہ ویز کی اتنی فکر کیوں ہو رہی تھی۔

شاہ ویز نے حیرت سے پلٹ کر اسے دیکھا جو نروس سی کھڑی تھی۔

مجھے کچھ چاہیئے ہو گا تو میں ملازمہ سے کہہ دونگا تمہیں فکر کرنے کی "

"ضرورت نہیں ہے بچے۔۔

وہ تھوڑا نرم پڑا تھا۔منال اس سے دس سال چھوٹی تھی۔شاہویز کیلئے وہ بچی ہی تھی لیکن اس وقت وہ اسکی فکر کر رہی تھی تو شاہویز کو اسے ڈانٹنا اچھا نہیں لگا۔

وہ اسکے لئے بالکل ھدی (شاہویز کی بہن) جیسی ہی تھی۔

وہ اب کی بار کہہ کر رکا نہیں تھا۔اور منال کو اسکے نرم لہجے میں بات کرنا اچھا لگا تھا۔وہ اسے کمرے تک جاتا دیکھ رہی تھی۔اسکی آنکھوں میں عجیب سا تاثر تھا۔

زوال دُوری، کمال جِینا، محال سہنا، وَبال کہنا"

"وُہ تلخ لمحے، زہر لہو میں تریاق چاہیں تیرا تصَور

دیکھو سماب تم نے کہا تھا کہ اگر تم پاس ہو جاؤ گی تو ہم سب کو ٹریٹ دو
گی۔۔"

وہ چاروں سے سفید یونیفارم میں ملبوس تھیں۔بڑی سی پراڈو سیاہ رنگ کی
گاڑی تیزی سے سڑک بھاگ رہی تھی۔

"ہاں تم نے کہا تھا۔۔اب تم پاس ہو گئی ہو تو ٹریٹ بنتی ہے۔۔"

حناوے نے بھی ھدی اور منال کا ساتھ دیا۔ان چاروں کا تھرڈ ائیر کا
رزلٹ اچھا آیا تھا۔حناوے پڑھائی میں اچھی تھی۔وہ تھوڑا بہت پڑھ کر
بھی اچھے گریڈز لے آتی تھی لیکن باقی تینوں کو تھوڑی محنت کرنی پڑتی تھی۔

ھدی اور منال دونوں کی سپلی آئی ی تھی۔ لیکن سماب خلاف توقع پاس ہو گ ئی ی تھی اور اب وہ تینوں سماب کو اسکی کہی گ ئی ی بات یاد دلا رہی تھیں۔

انکی بات سن کر سماب کے چہرے پر ناگواری ابھری۔

"ہاں تو میں اپنی محنت سے پاس ہوئی ی ہوں۔۔"

سماب نے گردن اکڑا کر کہا۔

تم محنت سے پاس ہوئی ی ہو یا نقل کر کے جو بھی ہے ٹریٹ تو دینی پڑے "گی۔۔

"ڈرائیور انکل یہ کونے والے ریسٹورینٹ کے سامنے گاڑی روک دیں۔۔

حناوے نے کریم بخش کو، جو رانا ہاؤس کا پرانا اور قابل اعتبار ڈرائیور تھا، ہوٹل کے سامنے گاڑی روکنے کا کہا۔

"نہیں بیٹا رانا صاحب کا حکم ہے گاڑی نہیں روکنی کہیں بھی اور نا ہی آپ لوگوں کو گاڑی سے باہر نکلنے کی اجازت ہے۔۔"

"بخش بابا پلیز۔۔۔دیکھیں ہم کچھ غلط نہیں کرینگے اور جلدی واپس آجائیں گے۔۔"

حناوے نے منت کی تھی۔سماب خاموش بیٹھی تھی وہ دل میں دعا کر رہی تھی گاڑی آج نہ رکے اور اسکے پیسے بچ جائیں۔لیکن حناوے کے ہوتے ہوئے یہ ممکن نہیں تھا۔

بالآخر دو تین منٹ منتیں کرنے کے بعد ڈرائیور کو ان پر ترس آگیا اور اس نے گاڑی ہوٹل کے سامنے روکی۔

سب سے پہلے حناوے باہر نکلی تھی۔

Click On The Link Above To Read More Novels / ✆ / ✉ 0344 4499420
https://www.zubinovelszone.com/

سفید یونیفارم پہنے وہ شکل سے کافی معصوم لگ رہی تھی۔

نکل آؤ موٹی بھینس۔۔ باقی کے پیسوں سے کھانا ہو تو فٹافٹ نکلتی ہو گاڑی "
"سے۔۔اب کیا پھنس گئی ہو۔۔

ھدی اور منال نے سماب کو کھینچ کر گاڑی سے نکالا تھا۔

وہ برا سے منہ بناتی انکے پیچھے ہی ہوٹل میں داخل ہوئی تھی۔

موسم خوشگوار تھا۔اور حنا وے ایسی آؤٹنگ کیلئے ہمیشہ تیار رہتی
تھی۔

اپنی چادروں کو اچھے سے درست کرتے وہ ایک ٹیبل کی طرف بڑھی تھیں۔

ڈر بھی تھا کہ کہیں کوئی اپنا دیکھ نہ لے_____اور سب سے زیادہ ڈر شاہ ویز
کا تھا۔

تھوڑی دیر بعد بیرا آڈر لینے آیا تو سماب کی اتری ہوئی ی شکل دیکھ کر حناوے نے ہاتھ ہلکا رکھا۔

وہ چاروں مکمل طور پر کھانے میں مگن تھیں۔ کریم بخش باہر دروازے کے پاس کھڑا انکا انتظار کر رہا تھا۔

پانچ منٹ گزرے تھے کہ ھدی کو تھوڑا عجیب سا محسوس ہوا۔

انکے سامنے والی میز پر لڑکوں کا ایک گروپ بیٹھا تھا جنکی نظریں ان چاروں پر تھیں۔

"لگتا ہے کالج سے کلاس بنک کر کے آئی ہیں۔۔"
ایک لڑکے نے ھدی کو دیکھتے ہوئے کہا تھا۔

حناوے کی انکی طرف پشت تھی۔

"ویسے آئی ٹم کمال کی ہیں۔۔۔"
سماب کو دیکھتے ہوئے ہولے سے سیٹی بجائی گئی تھی۔

یار اتنے بڑے ریسٹورینٹ میں ایسے چھچھورے لوگ کہاں سے آجاتے ہیں۔۔؟؟"
منال کو کوفت ہوئی تھی۔ان دونوں میزوں کے درمیان فاصلہ زیادہ نہیں تھا۔
وہ لڑکے کیا باتیں کر رہے تھے ان چاروں کو سنائی تو نہیں دے رہی تھیں لیکن انکے دیکھنے اور بیہودہ اشاروں سے وہ کافی کچھ سمجھ گئی تھیں۔

"ادھر مت دیکھو یار۔۔ تمہیں نہیں پتا انکا تعلق کس خاندان سے ہے۔۔"

ایک لڑکے نے اپنے دوستوں کو باز رکھنے کی کوشش کی تھی۔

جس بھی خاندان سے ہیں ہمیں کیا لینا۔۔۔مجھے تو بس ہیلو ہائے کرنی ہے۔۔"

وہ لڑکا کافی چھچھورا تھا۔

"نہ کریار ان میں سے ایک ایس پی خضر حیات کی منگیتر ہے___اور باقی تینوں اسکی ماموں کی بیٹیاں___رانا ہاؤس سے تعلق ہے انکا۔۔میں کافی اچھے سے جانتا ہوں۔۔اگر یہاں کوئی ی تماشہ ہوا نا تو ایس پی چھوڑے گا نہیں۔۔۔"

وہ لڑکا کافی ڈرا ہوا لگ رہا تھا۔۔شاید یہ ڈر ایس پی خضر حیات کا تھا۔

واہ یار۔۔ بڑی معلومات رکھی ہیں تم نے۔۔ یہ بتا ایس پی منگیتر کونسی "

" ہے۔۔ پہلے اس سے حال چال پوچھتا ہوں۔۔

وہ لڑکا کہتے ہوئے اپنی کرسی سے اٹھا۔

مجھے کچھ ٹھیک نہیں لگ رہا حناوے۔۔ وہ لڑکا ہماری طرف ہی آ رہا "

" ہے۔۔

منال نے جھک کر حناوے کے کان میں سرگوشی کی۔۔ جس نے پلٹ کر بھی نہیں دیکھا تھا۔

اب وہ لڑکا متوازن قدم اٹھاتا انکی میز کی طرف بڑھ رہا ہے۔

یا اللہ یہ تو ادھر ہی آ رہا ہے۔ اگر یہاں کچھ ہو گیا تو ہمارا پکڑا جانا لازمی ہے "

" اور پھر ہماری خیر نہیں۔۔

ھدی کے ذہن میں غصے سے بھرے شاہ ویز کا چہرہ ابھرا۔

اسکی بات پر حناوے نے اپنی پلیٹ سے نظریں اٹھائی یں اور سامنے دیوار میں لگے آئی ینے کو دیکھا جس میں اسکا عکس ابھر رہا تھا۔اور پیچھے اس لڑکے کا جو انکی طرف بڑھ رہا تھا۔

"پیسے نکالو جلدی سے۔۔"
حناوے نے سماب سے کہا جو پیسوں کے نام پر ہونک بنی اسے دیکھ رہی تھی۔

"تم سے کہہ رہی ہوں پندرہ سو ہے بس۔۔بل ادا کرنا ہے۔۔"
حناوے نے سماب کے اس طرح دیکھنے پر دوبارہ کہا۔

وہ لڑکا اب انکی میز کے کافی قریب پہنچ چکا تھا۔

Click On The Link Above To Read More Novels / ✆ / ✉ 0344 4499420
https://www.zubinovelszone.com/

وہ عین حناوے کے پیچھے تھا۔حناوے نے آئینے میں دیکھا۔اسکے ہاتھ میں بھاری سٹیل کا کانٹا(چمچ) تھا۔

جب چار پانچ قدموں کی دوری پر تھا تو حناوے نے ہاتھ اٹھایا۔۔غور سے آئینے میں دیکھتے ہوئے چمچ پیچھے کی جانب پوری قوت سے اچھالا۔ نشانہ چوکا نہیں تھا۔ چمچ لڑکے کی پیشانی پر لگا تھا۔وہ کراہ کر رہ گیا تھا۔

حناوے کی اس حرکت پر ان تینوں کا منہ حیرت سے کھل گیا تھا۔

"پپ۔۔پیسے نہیں ہیں میرے پاس۔۔"
سماب نے اٹکتے ہوئے بتایا۔
حناوے نے کھا جانے والی نظروں سے اسے دیکھا اور پھر اپنے بیگ سے پیسے نکال کر میز پر رکھے۔

وہ چاروں اٹھ کھڑی ہوئی ی تھیں۔وہ لڑکا ابھی تک کراہ رہا تھا۔اسکی پیشانی سے خون نکل آیا تھا۔

اسکے دوست اسکی جانب لپکے تھے۔کسی کو سمجھ نہیں آرہا تھا کہ ہوا کیا تھا۔

"نکلو اب یہاں سے۔۔"

حناوے باہر کی جانب بھاگی تھی۔اور اسکے پیچھے وہ تینوں بھی۔۔

یہ تم نے کیا کیا حناوے۔۔اگر کسی کو پتا چل گیا تو۔۔؟؟"

منال کے چہرے کی رنگت پھیکی چکی تھی۔

"نکلو اب یہاں سے۔۔

حناوے باہر کی جانب بھاگی تھی۔اور اسکے پیچھے وہ تینوں بھی۔۔

یہ تم نے کیا کیا حناوے۔۔اگر کسی کو پتا چل گیا تو۔۔؟؟"
منال کے چہرے کی رنگت پھیکی پڑ چکی تھی۔

وہ تیز تیز قدم اٹھاتی ہوٹل سے باہر نکلیں اور بھاگنے کے انداز میں کار کی طرف بڑھیں تھی۔
ڈرائیور نے چونک کر انہیں دیکھا اور پھر وہ بھی سر جھٹک کر گاڑی کی طرف بڑھ چکا تھا۔گاڑی ایک بار پھر سے تیز رفتاری کے ساتھ پتھریلی سڑک پر گھر کی جانب رواں تھی۔

Zubi Novels Zone

میں مرنا نہیں چاہتی____لیکن میں جینے کے قابل نہیں ہوں___میں" نے سب کچھ خاک میں ملادیا اور میری محبت نے مجھے راکھ بنا کر اڑادیا____ اپنے خاندان کے نام پر کالک ملنے سے بہتر ہے میں مر جاؤں___اور میری موت کا ذمہدار وہ ایک شخص بس وہ ایک شخص جس نے محبت کے نام پر دھوکا دیا____خدا اس سے میرے ہر درد کا بدلہ لے اور مجھے معاف کردے
"!!____آمین

لمبے گھنے بال پشت پر بکھرے تھے۔وہ کمرے کی کھڑکی میں کھڑی باہر خالی آسمان کو تک رہی تھی جس پر شفق کی لالی پھیلی تھی۔
سورج مشرق سے مغرب تک کا سفر طے کر کے اب ڈوبنے کو تیار تھا۔
آسمان کو تکتے اسکی آنکھوں میں عجیب سا تاثر ابھرا تھا جب خالی آسمان پر یہ اسے الفاظ لکھے نظر آنے لگے تھے۔

اور دیکھتے ہی دیکھتے اسکی آنکھیں جلنے لگیں۔یہ الفاظ اسکا پیچھا نہیں چھوڑتے تھے___

اور اب وہ لوٹ آئی ی تھی ہر حساب برابر کرنے___سارے بدلے لینے___

"حناوے۔۔"

نسوانی آواز پر وہ چونکی تھی۔ہاتھ بڑھا کر فٹافٹ نم آنکھوں کو صاف کیا اور پلٹ کر دیکھا۔
ثناء بھابھی کمرے کے دروازے میں کھڑی تھیں۔

"جی بھابھی۔۔"

متوازن آواز میں کہا گیا تھا لیکن اسکا نم لہجہ ثناء بھابھی کو اسکے رونے کی جھلک دکھلا گیا تھا۔

"تم ٹھیک تو ہو نا؟؟"

وہ اب فکر مندی سے پوچھ رہی تھیں۔

"جی میں ٹھیک ہوں۔۔"

وہ زبردستی مسکرائی ی۔

"آجاؤ پھر کھانا تیار ہے۔۔تمہارے بھائی ی تمہارا انتظار کر رہے ہیں۔۔"

ثناء بھابھی نے مسکرا کر کہا تھا۔

وہ غور سے حناوے کو دیکھ رہی تھیں۔وہ گزرے کچھ سالوں میں بہت بدل گئی ی تھی۔بال لمبے ہو گئی ے تھے پہلے سے بھی۔۔حسن مزید نکھر گیا تھا___سوگوار حسن___لیکن اسکے چہرے کی رونق اور ہنسی کہیں کھو گئی ی تھی۔

"جی آپ چلیں بس میں آتی ہوں۔۔"

حناوے نے مسکرا کر کہا تو ثناء بھابھی اثبات میں سر ہلا کر چلی گ ئی یں۔

حناوے نے ہاتھ میں تھامے موبائل کو دیکھا تھا سکرین پر اس شخص کا نمبر تھا جسے اس نے کچھ دیر پہلے کال کی تھی۔

"!!___میں تمہیں بخشنے والی نہیں امن ملک___یاد رکھنا"

اسکا حوصلہ چٹان کی مانند پختہ و بلند تھا___اور آنکھوں سے اب چنگاریاں نکل رہی تھیں۔

کبھی سراسر مہر کبھی قہر ہی قہر"

!!____میں لڑکی کے روپ میں کچھ امرت ہوں اور کچھ زہر

وہ قہر ہی تو بن کر لوٹی تھی___ وہ زہر جو اپنے اندر برسوں سے لئے پھر رہی تھی جو اسے نہ جینے دیتا تھا اور نہ مرنے___ وہ زہر وہ اب امن ملک کی رگوں میں اتارنے آئی تھی___!!

___

Zubi Novels Zone

"میں چھوڑوں گا نہیں کسی کو بھی۔۔ میں تمہارا ریسٹورینٹ بند کروا دوں گا۔۔ مجھ پر یہاں جان لیوا حملہ ہوا ہے۔۔ یہ سیکیورٹی ہے تم لوگوں کی۔۔۔؟؟"

عادل شبیر اپنی پیشانی کو رومال کی مدد سے تھامے چلا رہا تھا۔

"میرے ڈیڈ کو کال ملاؤ انکا یہ ریسٹورینٹ ابھی بند ہو جائے گا۔۔"

اس نے اپنے دوست سے کہا تھا۔

ان چاروں کے جانے کے بعد عادل شبیر جسکی پیشانی پر کانٹا لگا تھا اس نے پورے ریسٹورینٹ کو سر پر اٹھالیا تھا۔

سر پلیز۔۔ ہم آپ سے معافی مانگتے ہیں جس نے بھی یہ حرکت کی ہے وہ" کیمرہ سے CCTV بچے گا نہیں بس آپ پر سکون ہو جائیں ہم ابھی ریکارڈنگ چیک کر لیتے ہیں___ لیکن اس سے پہلے آپ پر سکون ہو جائیں۔۔۔!!"

ہوٹل کے مینیجر کے ہاتھ پاؤں پھول چکے تھے۔وہ عادل شبیر اور اسکے خاندان سے باخوبی واقف تھا۔اور شبیر صاحب واقعی یہ ہوٹل ہمیشہ کیلئے بند کروا سکتے تھے۔

"پرسکون۔۔مائی ے فٹ۔۔پولیس کو کال کی جائی ے۔۔"

عادل شبیر کو غصہ اس بات کا تھا ایک تو وہ ان لڑکیوں کو ٹھیک سے دیکھ نہیں پایا تھا۔

اور دوسرا وہ لڑکی اسکو چوٹ پہنچا کر چلی گ ئی ی تھی اور جب تک اسکا دوست باہر گیا انکے پیچھے وہ چاروں غائب ہو گ ئی ی تھیں۔

مینیجر مرتا کیا نہیں کرتا۔۔اس نے پولیس کو کال کر دی تھی تاکہ وہ آئیں اور عادل شبیر پر حملہ کرنے والے کو ڈھونڈ سکیں۔

—

ہلکی ہلکی بوندا باندی نے مری کو اپنی لپیٹ میں لیا تھا۔ تیز رفتار جیپ ایک دم پولیس اسٹیشن کے سامنے آ کر رکی تھی۔

وہ پولیس کی وردی میں جیپ سے باہر نکلا تھا۔ وردی کے اوپر پہنی جیکٹ بارش کی وجہ سے کچھ کچھ بھیگ چکی تھی۔

خضر نے قدم اندر کی جانب بڑھائے۔

"سلام سر۔"

وردی میں ملبوس ایس پی خضر حیات کو سپاہیوں نے سلیوٹ کیا تھا۔

وہ سب کو جواب دیتا ہوا اپنے آفس روم کی جانب بڑھا تھا۔ جیکٹ اس نے اتار کر کرسی کے پیچھے لٹکائی اور آرام سے اپنی کرسی پر بیٹھ چکا تھا۔

پانچ منٹ بعد انسپکٹر حمزہ اسکے کمرے میں موجود تھا۔

سر شبیر صاحب کا کہنا ہے کہ کسی نے جان بوجھ کر انکے بیٹے پر حملہ کیا"

تھا___عادل شبیر کی پیشانی پر دو ٹانکے لگے ہیں___زخم کافی گہرا لگا تھا___

!! ہوٹل کے کیمروں سے جو ہمیں ریکارڈنگ ملی ہے وہ یہ ہے سر۔۔

حمزہ نے کہتے ہوئے لیپ ٹاپ کا رخ خضر کے سامنے کیا تھا جو غور سے

ویڈیو دیکھ رہا تھا۔

___اور پھر یک لخت اسکے چہرے کے تاثرات بدلے

حناوے، ھدی، منال اور سماب چاروں کالج کے یونیفارم میں ہوٹل میں

موجود تھیں۔

عادل شبیر کے انکی میز کی جانب بڑھنے اور پھر حناوے کے کانٹا مارنے کو وہ

بخوبی دیکھ رہا تھا۔

لیکن حناوے کا چہرہ واضح نہیں تھا۔وہ چادر میں تھی اور کیمرہ بالکل اسکے سر کے اوپر لگا تھا۔

البتہ سماب اور منال نظر آرہی تھیں۔لیکن وہ حناوے کو وہ اچھی طرح سے پہچانتا تھا۔

"سر۔۔اب کیا کرنا چاہیئے؟؟"

انسپکٹر حمزہ اور خضر کی دوستی بھی تھی۔وہ دونوں ساتھ پڑھے اور حمزہ رانا ہاؤس کے ہر فرد سے واقف تھا۔اس نے بھی ان چاروں کو پہچان لیا تھا۔

خضر کے چہرے پر غصہ واضح جھلک رہا تھا۔

"ویسے ویڈیو میں یہ بھی نظر آرہا ہے لڑکوں کا یہ گروپ دوسری میز پر بیٹھی لڑکیوں کو تنگ کررہا تھا___یہ لوگ اشارے کررہے تھے___اور عادل

شبیر یہ بہت ہی لوفر اور آوارہ قسم کا لڑکا ہے___ یہ ضرور انکی میز کی طرف کسی برے ارادے سے گیا تھا___ تب ہی آپکی میجر اغوان رانا کی بیٹی نے وہ کانٹا پیچھے کی جانب اچھال کر اسے باز رکھنے کی کوشش کی___ لیکن نشانہ کچھ زیادہ ہی پکا تھا___ جو عادل شبیر کو گہرا زخم دے گیا___!!

انسپکٹر حمزہ نے بھی حناوے کو پہچان لیا تھا شاید تبھی وہ واضح الفاظ میں میجر اغوان رانا یعنی حناوے کے بابا کا نام لے رہا تھا۔

خضر گہری سوچ کا شکار نظر آرہا تھا۔

"سر عادل شبیر نے اس حادثے کو اپنی انا کا مسئلہ بنالیا ہے۔۔اسکا کہنا ہے کہ ان لڑکیوں کو ڈھونڈا جائے خاص طور پر اس لڑکی کو اور پھر اسکے سامنے لایا جائے___ مقصد آپ جانتے ہیں وہ کیا کرے گا___!!

اانسپکٹر حمزہ نے ڈھکے چھپے الفاظ میں خضر کو عادل شبیر کے ارادے سے آگاہ کیا تھا۔

ایس پی خضر حیات کے جبڑے بھینچ گئے تھے۔وہ نہیں چاہتا تھا کہ حناوے کی بیوقوفی کی وجہ سے رانا خاندان کو کسی پریشانی کا سامنا کرنے پڑے۔اور جو بھی وہ اسکی کزن تھی اور کسی بھی حال میں عادل شبیر کو اس تک نہیں پہنچنے دینا چاہتا تھا۔

پتا کرو عادل شبیر کے نام پر کس کس پولیس اسٹیشن میں کتنے کیس درج ہوئے ہیں۔۔"

خضر نے سوچتے ہوئے کہا تھا وہ اس مسئلے کو اپنی طریقے سے حل کرنے والا تھا۔

"ٹھیک ہے سر۔۔بے فکر رہیں کام ہو جائے گا۔۔"

انسپکٹر حمزہ اسکی بات کی گہرائی سمجھ کر مسکرادیا تھااور پھر لیپ ٹاپ اٹھا کر باہر نکل گیا۔ جبکہ خضر نے فون اٹھا کر راناہاؤس میں موجود ایک شخص کا نمبر ملایا تھاجو قابل اعتبار تھا۔

"یہ سب تم تینوں کی وجہ سے ہوا ہے اگر تم تینوں ٹریٹ نہ ٹھونستی تو یہ سب نہیں ہوتا۔۔!!"

سماب ان تینوں پر الزام ڈال کر خود بری ہو گئی تھی۔

"موٹی تم سب سے پہلے میرے پندرہ سو نکالو باقی بکواس بعد میں کرنا پہلے ہی میرا موڈ بگڑ چکا ہے۔۔!"

حناوے نے انتہائی منہ پھٹ انداز میں کہا تھا۔

وہ چاروں حناوے کے کمرے میں تھیں۔حناوے یونیفارم بدل چکی تھی جبکہ وہ تینوں کافی پریشان سی تھیں۔

' "بس اللہ جو ہو گیا وہ کسی کو پتا نہ چلے اور شاہ ویز بھائی ی کو تو بالکل بھی نہیں"۔۔
ھدی دعائیں مانگ رہی تھی۔

"ویسے حناوے تمہیں ضرورت ہی کیا تھی اس طرح سے مارنے کی؟؟"
منال نے سنجیدگی سے کہا۔

اور کس طرح سے مارتی؟؟ تم لوگوں نے کہا تھا وہ قابل اعتراض اشارے"
کر رہے ہیں ہمیں ڈر لگ رہا ہے۔۔اب کیا ہوا؟؟
کیا اچھا ہوتا اگر وہ ہمارے پاس آجاتا اور ہم میں سے کسی کا ہاتھ پکڑ لیتا پھر
"عزت رہ جاتی۔۔؟؟

حناوے پر جوش لہجے میں کہہ رہی تھیں۔انداز تقریر کرنے والا تھا۔وہ تینوں
اسے ہی دیکھ رہی تھیں۔

دیکھو جو ہوا اسے بھول جاؤ اور کچھ غلط نہیں ہو گا۔۔جو ہوا اچھا ہوا۔۔اب"
"کبھی اگر وہ ہمیں مل بھی گیا تو ایسی حرکت نہیں کرے گا۔۔

حناوے نے بات کے اختتام پر تینوں کو دیکھا جو کافی حد تک قائل نظر آرہی
تھیں۔

"ہاں تم ٹھیک کہہ رہی ہو۔۔جو ہوا اسے بھول جانا چاہئے۔۔"

بالآخر ھدی نے کہا تھا۔

"گڈ۔۔اب نکلو میرے کمرے سے مجھے شدید نیند آرہی ہے۔۔"
حناوے نے بیڈ پر لیٹ کر کمبل اوڑھتے ہوئے کہا۔

وہ تینوں ایک ساتھ اٹھی تھیں۔سماب کو بھوک لگی تھی جبکہ ھدی اور منال کو بھی نیند آئی ی تھی وہ رات دیر تک جاگتی رہی تھیں۔

"اور تم موٹی میرے پیسے شام تک تیار رکھنا ورنہ اچھا نہیں ہوگا۔۔"
حناوے نے کمبل کے اندر سے ہی سماب کو دھمکی دی تھی جو برا سے منہ بنا کر کمرے سے نکل گ ئی ی تھی۔

—

وہ اسٹڈی روم میں بیٹھا پڑھنے میں مصروف تھا جب اچانک لکڑی کے شاندار میز پر رکھا اسکا فون تھر تھرایا۔۔

حیدر نے فون اٹھا کر دیکھا تو خضر کی کال تھی۔

"خضر کی کال وہ بھی اس وقت۔۔؟؟"

حیدر نے ریسیو کرنے کے بعد فون کان سے لگایا۔

"ہیلو حیدر تم گھر ہی ہو نا؟؟"

خضر کی سنجیدہ سی آواز ابھری تھی۔

"جی گھر ہی ہوں خیریت ؟؟"

حیدر کے وجیہہ چہرے پر پریشانی پھیلی۔

"ہاں ایک مس ئی لہ ہو گیا ہے۔۔"

کیسا مس ئی لہ۔۔سب ٹھیک ہے نا؟؟"

حیدر نے کتاب بند کرتے ہوئے پوچھا۔

"وہ آفتیں گھر ہی ہیں ؟؟"

خضر نے کوفت زدہ لہجے میں پوچھا۔

اور آفتوں کے نام پر حیدر کے چہرے پر مسکراہٹ پھیل گ ئی ی۔

جی تین گھنٹے پہلے کسی آندھی طوفان کی طرح راناہاؤس میں گھسی تھیں اور ” اب کافی خاموشی ہے ہر طرف لگتا ہے یا سو چکی ہیں یا باہر لان میں ہیں!!“۔۔

ان چاروں کو لے کر اور خاص طور پر حناوے کو حیات ہاؤس پہنچو میں ابھی ” “آتاہوں

“اب کیا کردیا انہوں نے؟؟”

“بتاتا ہوں تم آفتوں کی سردار کو لے کر آؤ ذرا۔۔”

وہ سنجیدہ لہجے میں کہتا فون بند کر چکا تھا جبکہ حیدر کی پیشانی پر لکیریں ابھریں۔ یقیناً انہوں نے کچھ غلط کیا ہو گا۔ حیدر کو یقین تھا۔

حیدر سب سے پہلے سماب کے کمرے میں آیا تھا جو اسکی اکلوتی بہن تھی۔وہ کمبل تان کر سوئی ی ہوئی ی تھی۔

"سماب۔۔سماب اٹھو۔۔"

حیدر نے اسے اٹھانے کی کوشش کی۔

"اٹھ جاؤ سماب ایک ضروری بات کرنی ہے۔۔"

حیدر نے اسکے پاس بیٹھ کر چہرے سے کمبل اتارتے ہوئے کہا تھا۔اسے سماب بہت عزیز تھی۔

"کیا ہے بھائی سونے دیں نیند آئی ہے۔۔"

سماب کی نیند سے بوجھل آواز ابھری تھی۔وہ ہلکا سا کسمسائی تھی۔

ہاں بالکل۔تاکہ رات بھر تم چاروں جاگ کر پھر کچھ نیا پلان کریں اور"

"نئی مصیبت کھڑی کریں ہے نا؟؟

حیدر کی بات کا سماب پر کوئی اثر نہیں ہوا تھا۔

"اٹھ جاؤ سماب دیکھو میں پیزا لے کر آیا ہوں۔۔"

اور حیدر کا تیز نشانے پر لگا تھا۔سماب ایک جھٹکے سے اٹھ بیٹھی تھی۔وہ فاسٹ فوڈ کافی شوق سے کھاتی تھی۔

"کہاں ہے۔۔کہاں ہے پیزا۔۔؟؟"

بکھرے بال لئے، موندھی آنکھوں سے وہ چاروں طرف دیکھ رہی تھی۔

پیزا کھا کر تم نے خود ایک دن زنگر برگر بن جانا ہے۔۔ خضر کا فون آیا"
"ہے۔۔ جلدی چلو وہ اپنے گھر بلا رہا ہے۔۔
حیدر نے گویا دھماکہ کیا تھا۔سماب کے پیروں تلے سے زمین سرک گئی تھی۔

"ن۔۔ نہیں بھائی میں نے کچھ نہیں کیا جو کیا ہے حناوے نے کیا۔۔"
سماب نے اپنی صفائی دی تھی۔

تو ٹھیک ہے پھر چلو حناوے کے کمرے میں اسے اٹھاؤ۔۔ ورنہ حضر کے"
"ہاتھوں تم سب کی خیر نہیں۔۔

حیدر کے چہرے پر سنجیدگی دیکھ کر سماب ایک جھٹکے سے بیڈ سے نیچے اتری تھی۔

ہاتھوں سے بالوں کو سیدھا کیا اور حیدر کے پیچھے ہی کمرے سے باہر نکل گ ئی ی۔

اب وہ حناوے کے کمرے کے سامنے تھے۔سماب اندر چلی گ ئی ی تھی جبکہ حیدر باہر ہی کھڑا تھا۔اسے سماب کے علاوہ راناہاؤس کی کسی اور لڑکی کے کمرے میں یوں جانا اچھا نہیں لگتا تھا۔اسی ل ئے پہلے وہ سماب کو اٹھا کر لایا تھا وہ اسکی بہن تھی اس ل ئے وہ مطمئن تھا۔

''حناوے اٹھ جاؤ مس ئلہ ہو گیا ہے۔۔اور وہ بھی تمہاری وجہ سے۔۔''
سماب حناوے کو اٹھا رہی تھی جو نیند کی بہت پکی تھی۔سوتی تھی تو گھنٹوں اٹھتی ہی نہیں تھی۔

"خضر بھائی ی بلا رہے ہیں۔۔"

سماب نے اسے ڈرانہ چاہا۔

"مجھے نہیں جانا کہیں بھی اور تم مجھے تنگ نہ کرو جاؤ یہاں سے۔۔"

حناوے نے دوٹوک جواب دیا تھا۔

"حیدر بھائی ی اندر آجائیں یہ نہیں اٹھ رہی۔۔"

سماب نے حیدر کو بلایا تھا اور وہ سماب کی موجودگی میں اندر آگیا تھا۔

"حناوے۔۔"

حیدر کی میٹھی سی آواز ابھری تھی۔ حناوے نے پٹ سے آنکھیں کھولی۔

چہرے سے کمبل اتار کر دیکھا کہ واقعی وہ ہے یا نہیں۔۔

اور وہ اسکے سامنے ہی کھڑا تھا۔

رانا خاندان کا یہ واحد لڑکا جو حناوے کو تھوڑا بہت پسند تھا۔وجہ حیدر کا دھیمہ لہجہ اور اپنے کام سے کام رکھنا تھا۔وہ کافی پڑھا کو واقع ہوا تھا اسی وجہ سے سی ایس ایس کے پیپر دے چکا تھا اسکا رزلٹ آنے والا تھا۔
وہ کبھی ان چاروں کو انکی غلطیوں پر نہیں ڈانٹتا تھا بلکہ ہمیشہ پیار سے سمجھاتا تھا۔اسکے چہرے پر ہر وقت مسکراہٹ رہتی۔

"آپ۔۔آپ یہاں۔۔۔"
حناوے اٹھ بیٹھی۔

"خضر بلا رہا ہے چلو میرے ساتھ۔۔"
وہ کافی سنجیدہ لگ رہا تھا۔

"جی میں آتی ہوں۔۔"

حناوے بات مان گ ئی ی تھی۔

"میں نیچے انتظار کر رہا ہوں جلدی آنا۔۔"

وہ اس آفت کی پڑیا سے کہہ کر چلا گیا تھا۔

"کیا ہوا ہے ؟؟"

حناوے نے سماب سے پوچھا۔

"وہی جو ہمیشہ ہوتا ہے۔۔ ہمارا ہر غلط کام کا علم سب سے پہلے خضر بھائی ی کو ہوتا ہے۔۔"

خضر کا نام سن کر حناوے کے چہرے پر نا گواری ابھری۔

اگراس دنیا صرف یہ ایس پی خضر حیات نہیں ہوتا تو میری زندگی گلزار "ہوتی"۔۔

حناوے براسامنہ بناتے کہتے بیڈ سے نیچے اتری تھی۔

وہ جانتی تھی یہ خبر خضر تک ضرور جائی ے گی۔ لیکن اتنی جلدی پہنچ جائی ے گی اسے اندازہ نہیں تھا۔

"کہاں جارہے ہو تم سب لوگ؟؟"

فاریہ بیگم نے ان چاروں کو حیدر کے ساتھ باہر کی جانب جاتے دیکھ تو پوچھا۔

"وہ امی پھوپھو نے بلایا ہے۔۔"

حناوے نے جھوٹ بولا۔

"لیکن کیوں۔۔؟؟"

فاریہ بیگم کو حیرت ہوئی ی۔

وہ دراصل موسم کافی اچھا ہے نا آج۔۔تو انہوں نے پکوڑ بنائی ے ہیں اسی "

"ل ئی ے جا رہے ہیں۔۔

ھدی نے جواب دیا۔

جب حیدر انکے یوں جھوٹ بولنے پر حیران رہ گیا تھا۔

فاریہ بیگم مشکوک نظروں سے انہیں دیکھ رہی تھیں۔

"جائی یں ہم۔۔؟؟"

انکے یوں دیکھنے پر حناوے نے پوچھا تو انہوں نے ہولے سے سر ہلا دیا اور وہ چاروں لاؤنج کے داخلی دروازے کی طرف بڑھ گئے۔

"کیا تم نے دنیا میں سبھی غلط کام کرنے کا ٹھیکہ لے رکھا ہے؟؟"

خضر ایک ایک لفظ چبا چبا کر کہہ رہا تھا۔

حناوے لیپ ٹاپ پر نظریں جمائے بیٹھی تھی جہاں ویڈیوں ریکارڈنگ چل رہی تھی۔

"اور تم لوگ کالج پڑھنے جاتی ہو یا آوارہ گردی کرنے؟؟"

وہ اب ان تینوں کو دیکھ رہا تھا جو صوفے پر نظریں جھکائے بیٹھی تھیں۔

جبکہ حیدر چائے کے ساتھ ساتھ انکی عزت افزائی سے بھرپور لطف اندوز ہو رہا تھا۔

"یہ جان بوجھ کر نہیں کیا میں نے۔۔بس ہو گیا۔۔"

حناوے نے صفائی دی۔

"کیا واقعی جان بوجھ کر نہیں کیا؟؟"

وہ یونیفارم پہلے خالص پولیس افسر کے انداز میں تفشیش کر رہا تھا۔

"خضر بھائی وہ ہمیں تنگ کر رہے تھے۔۔اور اشارے بھی۔۔آپ دیکھ لیں۔۔"

منال نے کچھ کہنے کی جرات کی تھی۔

"سب دِکھ رہا ہے مجھے۔۔۔"

وہ غصہ ضبط کرتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

"بس کردو خضر بچیوں کی جان لوگے اب کیا؟؟"

رخسار پھوپھو نے اسکے یوں ڈانٹنے پر اسے ٹوکا تھا۔

"بچیاں۔۔۔؟؟اماں یہ بچیاں ہیں؟؟اور یہ بچیوں کے کام ہیں؟؟"

سیٹھ شبیر پرچہ کٹوا چکا ہے۔۔اور آپ انہیں بچیاں کہہ رہی ہیں۔۔کمال ہے۔۔!!

وہ کچھ زیادہ ہی غصے میں تھا۔حناوے منہ پھلائے بیٹھی تھی۔اسکی کٹے ہوئے بال پیشانی پر بکھرے تھے۔

وہ صرف خضر کو سخت سخت جواب دینا چاہتی تھی لیکن حیدر اور پھوپھو کی وجہ سے چپ تھی۔وہ دونوں کے سامنے اپنا امیج خراب نہیں کرنا چاہتی تھی۔
اچانک خضر کی نظر حیدر پر پڑی تھی جو پکوڑے کھانے میں مصروف تھا اور ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیلی تھی۔

"تم کیوں ہنس رہے ہو۔۔لطیفے سنا رہا ہوں میں؟؟"
خضر نے جل کر حیدر سے کہا جو انہیں سمجھانے کی بجائے پر سکون بیٹھا تھا۔اور اوپر سے مسکرا رہا تھا۔
خضر اور حیدر کی اچھی خاصی دوستی تھی۔

"میں اس لئے ہنس رہا ہوں کہ ہمارے خاندان کی لڑکیاں کم از کم بھولی بھالی نہیں ہیں جنہیں کوئی یوں تنگ کر سکے۔۔۔بلکہ یہ حشر نشر کرنے والی ہیں۔۔"

حیدر کی بات سن کر حناوے کا سیروں خون بڑھا تھا۔

اور میں پر سکون اس لئے ہوں کہ کیونکہ میں جانتا ہوں سیٹھ شبیر" "____ جیسے لوگوں سے نمٹنا تمہارا بائیں ہاتھ کا کام ہے

حیدر نے بالکل ٹھیک کہا تھا۔ خضر کے تنے ہوئے کندھے ڈھیلے پڑے۔

اور میں انہیں ڈانٹ اس لئے نہیں رہا کہ وہ کام تم باخوبی پورا کر رہے" ہو۔۔

اگر ڈانٹ ختم ہو گئی ہو تو آجاؤ چائے پی لو ٹھنڈی ہو جائے گی۔۔"

حیدر نے اسے پر سکون کرنے کی کوشش کی۔

نہیں مجھے پولیس اسٹیشن واپس جانا ہے۔۔ تم چاروں خیال رکھنا وہ لوگ" کہیں بھی ملیں تو پہچاننا مت۔۔

اور تم۔۔ مس حناوے رانا۔۔ میں نے ٹھیکہ نہیں لے رکھا تمہیں ہر مصیبت سے بچانے کا اس لئے آئندہ سوچ سمجھ کر کچھ کرنا ورنہ نتیجہ رانا ہاؤس والے خود بگتیں گے۔۔!!

وہ واضح دھمکی دیتا اپنی کیپ اٹھا کر گھر سے باہر نکل گیا تھا۔

اب کچھ دن پہلے ہی تو ہوائی فائر کر کے حناوے کو کتے بچایا تھا۔۔ اور آج وہ مزید انسانی جانور کو پیچھے لگوا آئی تھی۔

"کیا یار پھوپھو۔۔ شاہ ویز اور یہ خضر۔۔ یہ دونوں کیا کھاتے ہیں جو ہر وقت مرچیں چباتے رہتے ہیں۔۔؟؟"

اسکے جانے کے بعد حیدر نے گرم ماحول کو بہتر کرنے کی کوشش کی۔

"یہ تو میں خود بھی نہیں جانتی۔۔"

رخسار پھوپھو مسکرا دیں۔

جی نہیں شاہ ویز بھائی ہی زیادہ غصے والے ہیں۔۔ جبکہ خضر تو بہت کیئرنگ "

ہیں۔۔"

ھدی کے منہ سے بے اختیار پھسلا تھا۔

حناوے نے مسکراہٹ ضبط کرتے ہوئے اسے دیکھا جو جھینپ گئی

تھی۔

آئندہ تم لوگ اکیلے کہیں جاؤ گی۔۔ کہیں بھی جانا ہو مجھے کہہ دینا میں "

لے جاؤں گا۔۔ تم لوگوں کی وجہ سے کریم بخش (ڈرائیور) کی نوکری بھی

رسک میں پڑ گئی ہے۔ اگر شاہ ویز کو پتا چلا تو وہ انہیں نکالنے میں دیر

"نہیں لگائے گا اور یہ اچھا نہیں ہو گا۔۔ سمجھ آئی؟؟

Zubi Novels Zone

حیدر انہیں پیار سے سمجھانے کی کوشش کر رہا تھا۔

"جی سمجھ گئی ے۔۔۔"

حنا وے چہکی تھی۔وہ ڈھیٹ مٹی سے بنی تھی۔ابھی کچھ دیر پہلے کیا ہوا تھا وہ سب بھول بھال کر چائے اور پکوڑوں پر ہاتھ صاف کر رہی تھی۔

—

"میرے مزاج میں حُرسی وفائیں شامل ہیں"

"تیرے وجود میں بستا ہے، جابہ جا'کُوفہ

وہ نک سک سا تیار ہو کر آئی ینے کے سامنے کھڑا تھا۔پرفیوم کا اسپرے خود پر کرتے ہوئے وہ خود کی شاندار شخصیت کو دیکھ رہا جس پر اسے بہت غرور تھا۔

اچانک اسکے موبائل پر بپ ہوئی تھی۔آگے بڑھ کر اس نے موبائل اٹھایا تو اسے واضح لفظوں میں بے وفا کہا گیا تھا۔
اسکے لبوں پر مسکراہٹ بکھر گئی۔۔وفا کرنا اور وفادار کہلانا اسے ویسے بھی پسند نہیں تھا۔

"میں آپکو بہت مس کر رہی امن۔۔"
جذبات سے بھرپور الفاظ سکریں پر چمکے تھے۔وہ کل سے اسے اگنور کر رہا تھا۔وہ لڑکی جسے وہ جانتا تک نہیں تھا اس پر مر مٹی تھی۔
___اور امن وہ اب کبھی توجہ دیتا تو کبھی اگنور کر دیتا تھا

Zubi Novels Zone

وہ خوبصورت تھی۔۔اور خوبصورتی امن ملک کی کمزوری تھی۔

"میں آرہا ہوں تم سے ملنے۔۔"

اس نے میسج ٹائپ کر کے سینڈ کیا تھا۔

"سچ۔۔۔؟؟"

وہ حیران ہوئی تھی۔

Zubi Novels Zone

ہاں تم ملنا چاہتی ہو نا مجھ سے۔۔ چلو آج تمہاری خواہش پوری کر دیتے"

"ہیں!!۔۔

وہ جیسے سنّی ہوا تھا۔

"مجھے بتائیں کہاں آنا ہے۔۔میں خود پہنچ جاتی ہوں۔۔"

اسکی بات کے جواب میں امن نے ایک مشہور ریسٹورینٹ کا نام بتایا اور موبائل بند کر واپس رکھ دیا۔

اور پھر سیٹی پر کوئی ی دھن گنگناتا آئی ینے میں خود کو دیکھ کر مسکرا دیا تھا۔

سیٹھ صاحب آپ ایک بار ریکارڈنگ ویڈیو غور سے دیکھ لیں ___ اس نے لڑکی نے وہ کانٹا جان بوجھ کر نہیں مارا تھا۔۔وہ ہاتھ ہلا رہی تھی وہ اسکے "چھوٹے کر پیچھے کہ جانب گر گیا۔۔

خضر فون پر سیٹھ شبیر سے بات کر رہا تھا۔جبکہ اسکے سامنے بیٹھا عادل غصے سے اسے گھور رہا تھا۔

اور آپ نے شاید دیکھا نہیں سیٹھ شبیر انڈسٹریز کا اکلوتا وارث اتنے بڑے" ریسٹورینٹ میں بیٹھ کر لوفروں کے انداز میں اشاروں کنایوں میں لڑکیوں کو چھیڑ رہا ہے اسکے بارے میں آپ کیا کہیں گے ؟؟

خضر نے زہر خند نظروں سے عادل شبیر کو گھورتے ہوئے فون میں سیٹھ شبیر کو سنایا تھا۔

"آج کل کے جوان خون ہے ایس پی صاحب اتنا تو کر ہی سکتے ہیں۔۔"

سیٹھ شبیر نے زبردستی مسکرا کر بات بدلنے کی کوشش کی تھی۔

جی جانتا ہوں یہ جوان خون آج سر سے نکلا ہے نا آئندہ کیلئے سبق" ہو گا۔۔۔اور آپکے بیٹے پر ہراسمینٹ کے بہت سے کیس ہیں انکا کیا کروں "میں ؟؟

شاید سیٹھ شبیر بھول گیا تھا اس نے کس کو فون کیا تھا۔ایس پی خضر حیات ہاتھ آنے والوں میں سے ہی نہیں تھا۔

"یہ سب جھوٹ ہے ایسا کچھ نہیں ہے۔۔"

"میرے سامنے فائی ل پڑی ہیں۔۔میں چاہوں تو ابھی آپکے بیٹے کو گرفتار کر سکتا ہوں۔۔"

خضر نے دوٹوک لہجے میں کہا تھا۔

"میرے بیٹے سے بات کروائیں۔۔"

سیٹھ شبیر کی آواز ابھری تھی اور خضر نے مسکراہٹ ضبط کرتے ہوئے فون عادل شبیر کی طرف بڑھایا تھا۔

میں نے تم سے کہا تھا یہ اتنی بڑی بات نہیں۔۔وہ حادثہ تھا بس ایک۔۔"

"چھوڑو سب اور واپس آجاؤ۔۔

"لیکن ڈیڈ۔۔"

عادل میں نے کہا نا واپس آجاؤ۔۔ورنہ ہم الٹا مصیبت میں پڑ سکتے"

"ہیں۔۔

اسپیکر سے ابھرتی آواز خضر باقاعدہ سن سکتا تھا۔

عادل شبیر کا چہرہ غصے کی وجہ سے سرخ ہو چکا تھا۔

وہ ایک جھٹکے سے اٹھا اور کھا جانے والی نظروں سے خضر کو گھورتے ہوئے

واپس چلا گیا۔اسکے ساتھ اسکے دوست بھی تھے۔

پانچ منٹ بعد خضر کا موبائل پھر سے بجا تھا۔اس نے دیکھا تو انجان نمبر تھا کوئی ی۔

"ہیلو۔۔ایس پی خضر حیات از اسپیکنگ۔۔"

خضر نے فون کان سے لگاتے ہوئے کہا۔

وہ اب آفس سے باہر نکل آیا تھا۔رات ہو گ ئی ی تھی۔اسکی ڈیوٹی کا وقت ختم ہو چکا تھا۔

"میں اچھی طرح سے جانتا ہوں ایس پی صاحب۔۔وہ لڑکی حناوے تمہاری کزن ہے اسی ل ئی ے تم نے بچایا اسے۔۔یاد رکھنا میں اسے چھوڑوں گا نہیں۔۔۔"

عادل شبیر پھنکارا تھا۔

ایس پی خضر حیات رانا کے ہوتے ہوئے تم حناوے رانا تک نہیں پہنچ "
سکتے ___ '

اور آئندہ مجھے فون کر کے دھمکی دینے کی یا الٹی سیدھی بکواس کرنے کی کوشش کی تو آٹھ دس کیس اور ڈال کر تمہیں اندر کر دوں گا۔۔اور میرے "!! ل ئی ے یہ مشکل نہیں تم اچھے سے جانتے ہو۔۔

خضر اسکی سنی گم کرتا فون بند کر چکا تھا۔اپنی جیپ میں بیٹھنے کے بعد اس نے گاڑی کا رخ گھر کی جانب کر دیا تھا۔بنا یہ سوچے کے اسکی باتیں عادل شبیر کو اندر تک سلگا گ ئی ی تھیں۔

ایس پی خضر حیات رانا کے ہوتے ہوئے تم حناوے رانا تک نہیں پہنچ "
سکتے ___ '

اور آئندہ مجھے فون کر کے دھمکی دینے کی یا الٹی سیدھی بکواس کرنے کی کوشش کی تو آٹھ دس کیس اور ڈال کر تمہیں اندر کر دوں گا۔۔اور میرے "!!ال ئی ے یہ مشکل نہیں تم اچھے سے جانتے ہو۔۔

خضر اسکی سٹی گم کرتا فون بند کر چکا تھا۔اپنی جیپ میں بیٹھنے کے بعد اس نے گاڑی کا رخ گھر کی جانب کر دیا تھا۔بنا یہ سوچے کے اسکی باتیں عادل شبیر کو اندر تک سلگا گ ئی ی تھیں۔

جبکہ خضر کا دماغ بری طرح گھوما ہوا تھا اسے سمجھ نہیں آتا تھا کہ وہ کیسے اُن پاگل لڑکیوں کو منع کرے جنکی وجہ سے ایک نا ایک دن رانا ہاؤس کو بڑی مصیبت کا سامنا کرنا پڑ سکتا تھا۔

"یار حناوے دیکھو نا یہ بندہ کتنا ڈیشنگ ہے۔۔!!"سماب نے جو لیپ ٹاپ کھولے فیس بک پر لڑکوں کی پروفائی لز چیک کر رہی تھی حناوے سے کہا۔

"سچی۔۔مجھے بھی دکھاؤ کون ہے۔۔؟؟"ھُدیٰ جو منال کا ہئی راسٹائی ل بنا رہی تھی اس نے بالوں کو ایک دم چھوڑ کر لیپ ٹاپ پر جھکتے ہوئے کہا۔

"امن_ملک۔۔نائس نیم۔۔"ھدی کے منہ سے پھسلا۔

" حناوے تم بھی دیکھو نا۔۔"
سماب نے حناوے کو پکارہ جو وہ ٹی وی پر نظریں جمائے کوئی ی مشہور شو دیکھنے میں مگن تھی۔

مجھے فضول لوگوں میں بالکل دلچسپی نہیں۔""۔

حناوے نے سنجیدگی سے جواب دیا۔

ہائی یں۔۔یہ حادثہ کب ہوا؟؟ان تینوں نے گھور کر حناوے کو دیکھا۔

"ویسے یہ جو بھی خضر حیات رانا سے زیادہ پروقار نہیں ہے۔۔"

ھدی نے ناک چڑا کر کہا۔

آئے ہائے۔۔کیا بات ہے۔۔"اب کی بار حناوے نے پلٹ کر دیکھا۔اسکے چہرے پر شرارت تھی۔ھدی جھینپ گ ئ ی۔

"میرا ہی ئ راسٹائی ل تو مکمل کردو۔۔"

منال نے جو بت بنی بیٹھی تھی ایک دم چلا کر کہا۔

اچھا بناتی ہوں۔۔" ھدی دوبارہ منال کی طرف متوجہ ہوئی ی۔۔ تبھی" کمرے میں وہ داخل ہوا۔۔آفت کا پرکالا۔

حناوے کا چھوٹا بھائی ی۔۔اس نے گہری نظروں سے چاروں کا جائزہ لیا اور پھر کرسی کھینچ کر منال کے سامنے بیٹھ گیا۔۔

ایک بات کہوں ھدی آپی۔۔" وہ پوچھ رہا تھا۔"

"ہاں بولو۔۔"

" آج آپکے پاس موقع ہے۔۔اپنے سارے بدلے لے لیں۔۔"

کیسا موقع۔۔؟؟" ھدی نے ہاتھ روک کر اس سے پوچھا۔"

منال آپی کے بال آپکے ہاتھ میں ہیں۔۔انکو زور سے پھاڑ کر آپ اپنے" سارے بدلے لے سکتی ہیں۔۔اِس طرف ماریں انکا سر دیوار میں اور پھر اُس طرف۔۔منال آپی کے طوطے اڑا دیں۔۔قسم سے مزہ آجائے گا۔۔"

اسکی بات پر حناوے، سماب اور ھدی کا فلک شگاف قہقہہ بلند ہوا تھا۔۔

"کمینے۔۔ٹھہرو میں بتاتی ہوں تمہیں۔۔"منال ایک جھٹکے سے کرسی سے اٹھ کر اسکے پیچھے بھاگی۔۔جبکہ وہ پہلے ہی سپیڈ مار چکا تھا۔

منال اسکے پیچھے تھی جبکہ وہ قہقہے لگاتا تیزی سے سیڑھیاں اتر رہا تھا۔

"تمہیں آج میں چھوڑوں گی نہیں۔۔"

منال اپنے بکھرے بال، جو کچھ پنوں میں مقید تھے اور کچھ کندھے پر بکھرے تھے، عجیب و غریب سی حالت میں سرخ چہرہ لئے امن کے پیچھے لگی ہوئی تھی۔

جیسے ہی وہ سیڑھیاں اتر کر امن کے پیچھے اسکے کمرے کی طرف بھاگی اچانک دوسرے کمرے سے نکلتے وجود سے ٹکرا گئی۔
ایک پل کو منال کو لگا تھا کہ وہ کسی دیوار سے ٹکرائی ہے۔
وہ کراہ کر رہ گئی تھی۔

"کیا ہو رہا ہے یہ۔۔ نظر نہیں آتا تمہیں؟؟"
منال نے اپنے چہرے پر آئے بالوں کو پیچھے کر کے دیکھنے کی کوشش کی کہ وہ کس چیز سے ٹکرائی تھی تو سامنے کھڑے شخص کو دیکھ کر گنگ رہ گئی۔

شاہویز غصے سے اسے گھور رہا تھا۔

پاگلوں کی طرح کیوں بھاگ رہی ہو۔۔۔تم لوگوں کی ہڈی کو سکون کیوں "
"نہیں ؟؟
منال کی سٹی گم ہوئی ی۔۔اسکا وجود لرز رہا تھا سمجھ نہیں آرہا تھا کیا جواب دے۔

"وہ۔۔وہ شاہویز۔۔۔بھا۔۔بھائی ی۔۔۔وہ امن۔۔"
منال کچھ کہنا چاہتی تھی لیکن الفاظ دم توڑ گ ئے۔

"اور یہ کیا حالت بنا رکھی ہے۔۔؟؟"

شاہ ویز نے اسکے چہرے کو غور سے دیکھتے ہوئے پوچھا جس پر گہرے میک اپ کا لیپ موجود تھا۔

ابھی کچھ دیر پہلے ھدی اسکے چہرے پر اپنا ہنر آزما رہی تھی۔

اگر اس وقت منال اپنا چہرہ دیکھتی تو یقیناً ڈر جاتی۔۔

شاہ ویز کی بات سن کر وہ شدید شرمندہ ہوئی۔

"کیا ہوا شاہ ویز بیٹا۔۔ کیا کیا منال نے۔۔؟؟"

شاہ ویز کی آواز سن کر سکینہ بیگم (منال کی امی) نے، جو کہ کچن میں ملازمہ کے سر پر کھڑیں دوپہر کے کھانے کی تیاری کروا رہی تھیں، پریشانی سے پوچھا۔

اس گھر میں سب ہی پاگل ہیں چچی۔۔ منال کا چہرہ دیکھیں ذرا۔۔ سمجھدار"

"لڑکیوں والے گھن ان سب کو چھو کر نہیں گزرے۔۔

وہ سخت سے لہجے میں کہتا باہر کی جانب قدم بڑھا چکا تھا۔۔ جبکہ منال نے آنکھوں میں آئی ی نمی کو اندر کی جانب کھینچا تھا۔

کتنا سمجھاتی ہوں تم لوگوں کو کہ تھوڑی عقل استعمال کر لیا کرو۔۔ ہر وقت "
"بچیاں بنی رہتی ہو۔۔ جاؤ اب جا کر چہرہ صاف کرو۔۔
سکینہ بیگم غصہ ضبط کرتے منال سے کہا جو سر جھکا کر سیڑھیوں کی طرف قدم بڑھا چکی تھی۔

"اللہ جانے کیا بنے گا ان لڑکیوں کا۔۔"
پیچھے سکینہ بیگم بس سوچ کر رہ گ ئی ی تھیں۔

کہتے ہیں وقت انسان کا سب سے بڑا دوست بھی ہے اور دشمن بھی ___ اگر ہم اس وقت کا صحیح استعمال کریں اور وقت ہمارا ساتھ پوری ایمان داری سے دے ___ تو ہمارے کارناموں کو ہمیشہ سنہری الفاظ میں یاد رکھا جاتا ہے

اور اگر اسی وقت کے کسی پل کے ہزارویں حصے میں ہم کوئی ی غلطی کر دیں، یا وقت ہمیں دھوکا دے جائی ے تو وقت ایسا دشمن بنتا ہے یہ ہماری غلطی اور گناہ کو صدیوں تک زندہ رکھتا ہے ___

___ اور سب سے بڑی غلطی ہم سے "محبت" کرواتی ہے
اور کہتے ہیں ذلیخہ نے بھی محبت میں غلطی کی تھی اور یہ غلطی پھر دہرائی ی گ ئی ی۔۔
___ اُس ذلیخہ کو معافی مل گ ئی ی تھی

لیکن آج کے دور میں کوئی ی ذلیخہ غلطی کر بیٹھے تو اسے معافی نہیں ملتی ___ اسکے مقدر میں سزائی یں لکھ دی جاتی ہیں __!!

حویلی کے پچھلے حصے میں جہاں تالاب بنایا گیا تھا اس میں بطخیں تیر رہی تھیں، _ اور آس پاس رکھے لوہے کے پنجروں میں رنگ برنگے پرندے قید تھے انکی چہچہاہٹ نے فضا میں عجیب سا ارتعاش پیدا کیا ہوا تھا۔

قدسیہ بانو ایک پرانی سی تصویر ہاتھ میں ل ئی ے اپنے کمرے کی کھڑی میں رکھی آرام دہ کرسی پر بیٹھی تھیں ___ جس سے تالاب کا منظر واضح نظر آ رہا تھا۔

کمرے میں پرانی طرز کا لکڑی کا سامان تھا لیکن وہ شاندار تھا۔

وہ خیام رانا کی برسوں کی ساتھی تھیں۔ہر قدم پر ساتھ نبھانے والیں___وفا شعار بیوی___انہوں نے اپنے بچوں کی پرورش میں کوئی ی کمی نہیں چھوڑی تھی لیکن پھر بھی کہیں نا کہیں کچھ ناکچھ چھوٹ جاتا ہے___!!

ہاتھ میں ل ئی ے تصویر کو دیکھتے انکی آنکھیں نم ہوئی ی تھیں۔
تصویر میں ایک خوبصورت لڑکی نظر آرہی تھی جو چہرے سے ہی شوخ و چنچل لگ رہی تھی۔
لیکن ناجانے وہ اب کہاں تھی۔

"کاش تم نے مجھے سب بتادیا ہوتا___تم ایسا نہیں کرتی میرے ﷺ ذِلے___تمہاری ایک غلطی کی سزا تمہارے ساتھ ساتھ میں خود بھگت رہی ہوں___تم جہاں بھی ہو میں ہمیشہ تمہارے خوش رہنے کی دعا کرتی ہوں___اللہ تمہیں خوش رکھے آمین___!"

قدسیہ بانو نے تصویر کو لبوں سے لگایا تھا۔انکی آنکھوں سے گرم سیال بہہ رہا تھا۔

وہ ماں تھیں۔انکا دل جتنا بھی سخت سہی لیکن اپنی اولاد کی ہر بڑی سے بڑی غلطی معاف کرنے کی استطاعت رکھتا ہے۔

اور انہوں نے ذلے کی غلطی کو سالوں پہلے ہی معاف کر دیا تھا۔

ZNZ
Zubi Novels Zone

نمل پورے دھیان سے الماری سے کپڑے نکال کر بیگ میں رکھ رہی تھی۔

اسے حیدر آباد جانا تھا اپنی ٹیم کے ساتھ۔

وہ پیکنگ میں مصروف تھی جب اچانک اسکا فون بجا۔

نمل نے دیکھا تو اسکے کولیگ صائمہ کا فون تھا۔

"ہیلو نمل تیاری کرلی تم نے ؟؟ بس دو گھنٹے تک نکلنا ہے ہم نے۔۔"
نمل کے فون اٹھانے پر صائمہ کی آواز ابھری تھی۔

"ہاں۔۔ میں پیکنگ ہی کر رہی ہوں۔۔"
نمل نے جواب دیا۔

تم نے شاہ ویز سے پوچھ لیا؟ یہ نہ ہو کہ وہ عین وقت پر تمہارے لئے"
"مسئلہ پیدا کرے۔۔
صائمہ کے لہجے میں پریشانی تھی۔

شاہ ویز میرا شوہر نہیں ہے جس سے مجھے اجازت درکار ہو گی۔۔میں نے"

" بابا اور رحمن بھائی ی سے پوچھ لیا ہے۔۔

نمل نے مضبوط لہجے میں بتایا تھا۔

وہ سب تو ٹھیک ہے لیکن شاہ ویز کی زیادہ چلتی ہے تمہارے خاندان میں"

"اس ل ئی ے کہہ رہا ہوں۔۔

"تم فکر مت کرو۔۔میں حیدر آباد ضرور جاؤ ں گی۔۔"

"نمل۔۔"

آواز پر نمل نے چونک کر پیچھے دیکھا۔

"میں تم سے بعد میں بات کرتی ہوں صائ م۔۔۔"

نمل نے سکینہ بیگم کو کمرے کے دروازے میں کھڑے دیکھ کر صائم سے کہا اور فون بند کر دیا۔

"یہ کہاں جا رہی ہو تم۔۔؟؟"

نمل کا بیگ دیکھ کر سکینہ بیگم کی پیشانی پر لکیریں ابھریں۔

"حیدر آباد۔۔"

نمل نے ایک لفظی جواب دیا۔

لیکن کیوں۔۔؟؟"

وہ حیران ہوئی یں۔

Zubi Novels Zone

آپکو بتایا تھا امی۔۔ ہماری پوری ٹیم جارہی ہے این جی او کی طرف سے۔۔"

"اور میں اپنی ٹیم کی ہیڈ ہوں۔۔ اور جانا لازمی ہے۔۔

"تم نے اجازت لی کسی سے۔۔؟؟"

نمل "کسی" کا مطلب اچھے سے سمجھتی تھی۔

میں نے بابا اور رحمن بھائی سے اجازت لے لی ہے۔۔ دادا جی یہاں پر"

"ہیں نہیں باقی کون بچتا ہے۔۔؟؟

نمل نے معصوم بنتے پوچھا۔

"تم اچھی طرح جانتی ہو میں کس کی بات کر رہی ہوں۔۔"

امی مجھے شاہ ویز سے اجازت کی ضرورت ہر گز نہیں ہے آپ کیوں نہیں" سمجھتیں۔۔؟؟میں اسکی غلام نہیں ہوں۔۔اور نہ میرا اس سے نکاح ہوا ہے۔۔پھر سانس لینے میں بھی اسکی اجازت کیوں لوں؟؟

نمل کو غصہ آگیا تھا۔وہ شاہ ویز شاہ ویز سن کر اکتا چکی تھی۔وہ شخص اسکے سانس لینے پر بھی پابندی لگا دینا چاہتا تھا۔

نمل تم بھی سمجھنے کی کوشش کرو۔۔تم اسکی ہونے والی بیوی ہو۔۔اسکا حق" ہے تم پر۔۔اور پھر حیدر آباد میں گاؤں گاؤں گھومو گی۔۔وہ مری نہیں ہے۔۔وہاں بہت گرمی ہوتی ہے۔۔پہلے تم اپنی رنگت کا خیال نہیں رکھتی۔۔دھوپ کی وجہ سے مزید کملا ہو جائی ے گی اور شاہ ویز جیسا شخص جسکے ل ئی ے بڑے بڑے گھرانوں سے رشتے آتے ہیں اگر اس نے ہی تم "سے شادی سے انکار کر دیا پھر؟؟

سکینہ بیگم نے اپنا خدشہ بیان کیا۔

امی کچھ نہیں ہوتا۔۔یہ رنگ روپ سب وقتی ہے اور ہو گا وہی جو بہتر "

"ہے۔۔آپ پریشان نہ ہوں۔۔

نمل نے سکینہ بیگم کو دلاسہ دیا تھا۔

جو ٹھنڈی آہ بھر کر رہ گئی تھیں کیونکہ وہ جانتی تھیں نمل نے اپنی مرضی ہی کرنی تھی۔اسے شاہ ویز کے غصے اور ناراضگی سے کوئی فرق نہیں پڑتا تھا۔

رانا خاندان کا تعارف___خیام رانا اور قدسیہ بانو کے چار بیٹے اور تین (بیٹیاں تھیں___

سب سے بڑا بیٹا حسن رانا اور اسکی بیوی شہناز بیگم تھیں جنکے چار بچے تھے ___ سب سے بڑا شاہ ویز پھر ہادیہ آپی جسکی شادی ہو چکی تھی پھر زین اور سب سے چھوٹی ھدی ___

دوسرے نمبر پر عثمان رانا اور اسکی بیوی سکینہ بیگم تھیں۔جنکے تین بچے تھے عبدالرحمن جو شادی شدہ اور اپنی بیوی کے ساتھ اسلام آباد میں رہتا تھا۔پیشے کے لحاظ سے وہ وکیل تھا۔اسکی چھوٹی نمل اور پھر منال تھی ___

تیسرے نمبر پر میجر اغوان رانا تھا جو شہید ہو چکا تھا۔اسکی بیوی فاریہ بیگم تھیں اور تین بچے۔۔سب سے بڑا شاہ بخت جو اپنے باپ کی طرح آرمی میں گیا تھا اور اب کیپٹن تھا۔۔اس سے چھوٹی حناوے اور اس سے چھوٹا امن۔۔۔

چھوتے نمبر پر حسین رانا تھا جسکی بیوی سمعیہ کی وفات ہو چکی تھی۔۔دو ہی بچے تھے۔۔حیدر رانا اور سماب ___

بیٹیوں میں سب سے بڑی شاہینہ پھوپھو تھی جو اپنی فیملی کے ساتھ کراچی رہتی تھیں۔

ان سے چھوٹی رخسار پھوپھو۔۔جنکا شوہر حیات رانا تھا۔۔جنکی وفات ہو گئی تھی اور وہ اپنے اکلوتے بیٹے کے ساتھ رانا ہاؤس کے بالکل سامنے حیات ہاؤس میں رہتی تھیں۔

(اور سب سے چھوٹی اور لاڈلی ذلے تھی۔۔جو سالوں سے لاپتہ تھی۔

رانا ہاؤس میں کافی خاموشی تھی۔نمل حیدر آباد چلی گئی تھی۔جبکہ منال اور سماب گھر کے آدھے لوگوں کے ساتھ اسلام آباد چلی گئی تھیں۔

رحمن بھائی کو اللہ نے بیٹے سے نوازا تھا۔سب بہت خوش تھے۔

خاص طور پر منال وہ اپنے بھتیجے کو دیکھنے کیلئے بہت بے چین تھیں۔

"آج کافی بور دن گزر رہا ہے۔۔کچھ نیا کریں۔۔"

حناوے نے ھدی سے کہا تھا۔

"میں تو خضر کا انتظار کر رہی ہوں۔۔اور اس انتظار کا اپنا ہی الگ مزہ ہے۔۔"

ھدی نے جواب دیا تھا۔

ویسے حیرت کی بات ہے تمہیں دنیا میں صرف ایس پی خضر حیات رانا ہی"
ملا تھا پسند کرنے کیل ئی ے۔۔باقی رانا ہاؤ س کے لڑکے مر گ ئی ے کیا
"محبت کرنے کیل ئی ے____؟؟

حناوے نے جل کر پوچھا۔

ہاں ایسا ہی سمجھ لو۔۔تم نے دیکھا نہیں وہ کتنا خیال رکھنے والا ہے۔۔مجھے"
"بہت اچھا لگتا ہے۔۔اور اسکی دھاک بھی تو الگ ہے۔۔

ھدی نے سرخ ہوتے ہوئے چہرے کے ساتھ کہا تھا۔

"اللہ تم پر رحم کرے۔۔"
ھدی کی حالت دیکھ کر حناوے نے ٹھنڈی آہ بھرتے ہوئے کہا تھا۔اور کمرے کی کھڑکی سے پردہ ہٹا دیا۔

"!!___لو آگیا تمہارا پولیس والا ہیرو___ رشوت خور ہونہہ"
حناوے نے اپنے کمرے کی کھڑکی سے نیچے جھانکتے ہوئے کہا تھا۔گھر سے باہر پتھریلی سڑک پر خضر کی جیپ آکر رکی تھی۔

"کیا واقعی؟؟؟"
ھدی ایک جھٹکے سے بیڈ سے نیچے اتری تھی۔

پھوپھو نے کہا تھا جب خضرات کو آئی ے تو اسے کھانا گرم کر کے دے "

دینا۔۔اب تم تو یقیناً نہیں جانے والی تو میں نے سوچا یہ فریضہ میں سرانجام

دے دوں۔۔"

وہ اپنی خوشی چھپاتے ہوئی ے پرجوش سی بول رہی تھی۔رخسار پھوپھو بھی

سکینہ بیگم اور فاریہ بیگم کے ساتھ اسلام آباد گ ئی ی تھیں۔

بھوکے نہیں آئی ے موصوف ___ تمہیں نہیں پتا یہ پولیس والے کتنا "

"!! ___ کھاتے ہیں ___ اور وہ بھی حرام کا

حناوے نے ایک ایک لفظ چباتے ہوئی ے کہا تھا۔اسے وہ سارے واقعات

یاد تھے جب جب خضرحیات اسکی بے عزتی کا باعث بنا تھا۔

تم بلاوجہ ہی بدگمان رہتی ہو حناوے ___ خیر میں تم سے بعد میں بات "

" ___ کرونگی ___ ابھی میں ذرا حال چال پوچھ آؤں

ھدی مسکرا کر کہتی کمرے سے باہر نکل گ ئ ی تھی۔

میں ہوتی تو زہر ڈال دیتی کھانے میں ___ مجرموں کی جان بھی بچ"
"___ جاتی

حناوے نے آخری نظر خضر پر ڈالتے ہوئے کہا تھا جواب اپنے گھر کے لان میں داخل ہو چکا تھا۔

اسکی چال میں ایک پختگی تھی۔ وہ دو دن بعد گھر آیا تھا لیکن کہیں سے بھی تھکا ہوا نہیں لگ رہا تھا۔

سر جھٹک کر وہ کھڑکی سے ہٹ گ ئ ی اور فون اٹھا کر علیزے کا نمبر ملانے لگی۔ لیکن اس سے پہلے ہی رخسار پھوپھو کی کال آگ ئ ی تھی۔

"حناوے بیٹا خضر گھر آگیا؟؟ تم نے اسے کھانا دیا؟؟"

حناوے کے سلام کا جواب دینے کے بعد انہوں نے فوراً پوچھا تھا۔

حناوے نے ایک گہرا سانس لیا۔وہ جتنی بھی بدتمیز سہی لیکن رخسار پھوپھو کی لہجے کی نرمی اور انکی محبت حناوے کو تمیز سے بات کرنے پر مجبور کر دیتی تھی۔

جی پھوپھو وہ ابھی آئی ے ہیں ھدی انہیں کھانا دینے گ ئی ی"

"!!___ہے

حناوے نے عام سے لہجے میں جواب دیا۔

"بیٹا میں نے تم سے کہا تھا___چلو اچھی بات ہے ھدی کھانے دینے گ ئی ی ہے لیکن تم بھی ایک بار چیک کر لو___میرے دل کو تسلی ہو جائی ے گی___!!

رخسار پھوپھو کی بات سن کر حناوے کو عجیب سا لگا تھا۔ وہ بہت غیر ذمہدار تھی اسکی خود کی ماں اس پر بھروسہ نہیں کرتی تھیں اور ایک رخسار پھوپھو تھیں جو نا جانے کیوں اسے سمجھدار سمجھتی تھیں۔

"جی اچھا میں دیکھتی ہوں۔۔"

وہ نا چاہتے ہوئے بھی اٹھی اور کمرے سے باہر نکل گئی۔

اکثر ایسا ہو جاتا تھا رخسار پھوپھو گھر سے باہر ہوتیں تو وہ خضر کے کھانے کی ذمہداری اس پر ڈال جاتی تھیں جس سے حناوے کو سخت کوفت ہوتی تھی۔

ہونہہ رانا ہاؤس میں آتے ہوئے کیا موت پڑتی ہے موصوف کو۔۔اپنی "اکڑ میں رہتا ہے۔۔"

اسکا تصور ایک بار پھر حناوے کے چہرے کے زاویے بگاڑ گیا تھا۔

وہ کشادہ سیڑھیوں سے جن پر بیش قیمتی کارپٹ بچھا تھا خود سے باتیں کرتے نیچے اتر رہی تھی۔

امی آپکو پتا ہے پھوپھو گھر نہیں میں خضر بھا۔۔بھا۔۔ئی کو کھانے دینے" "جارہی ہوں۔۔

نیچے لاؤنج میں ھدی شہناز تائی سے کہہ رہی تھی۔بھائی کہتے ہوئے اسکی زبان لڑکھڑائی تھی۔

میں جانتی ہوں۔۔کھانا ملازمہ دے آئے گی۔۔تم میرے ساتھ چلو" "مجھے ضروری بات کرنی ہے۔۔

شہناز تائی نے اسکا ہاتھ پکڑتے ہوئے کہا۔اچانک انکی نظر سیڑھیوں کے آخر میں کھڑی حناوے پر پڑی۔

"___بلکہ حناوے دے آئی ے گی۔۔ چلو تم میرے ساتھ"

وہ حناوے کو اونچی آواز میں سناتیں ھدی کا ہاتھ پکڑ کر اپنے کمرے کی طرف بڑھ گ ئی ی تھیں۔

ھدی نے پلٹ کر حناوے کو دیکھا___ دونوں کا موڈ بگڑ چکا تھا۔

وہ بے دلی سے چلتے ہوئ ے کچن تک آئی ی جہاں ملازمہ صفائی کر رہی تھی۔

"رجو ایک ٹرے میں کھانا گرم کر کے ڈال دو۔۔"

حناوے نے حکم دیا تھا اور پھر کچن میں رکھا سٹول کھینچ کر اس پر بیٹھ گ ئی ی۔۔ آنکھیں اور انگلیاں ہاتھ میں پکڑے موبائل پر پھسل رہی تھیں۔

بڑی بڑی آنکھوں میں چمک ابھری اور پھر وہ قہقہہ لگا کر ہنس دی۔۔ ملازمہ نے پلٹ کر اسے دیکھا تھا۔

عجیب لڑکی تھی وہ___ گھنے بالوں کو جنہیں زبردستی فولڈ کیا گیا تھا کچھ لٹیں نکل کر چہرے کے دونوں طرف جھول رہی تھیں۔

وہ جتنی خوبصورت تھی اتنی ہی منہ پھٹ اور بدتمیز بھی تھی___ اس لئے رجو بس اسکے حکم کو خاموشی سے بنا سوال کئے پورا کر دیتی تھی۔

"کھانا لگ گیا ہے بی بی جی۔۔"

دس منٹ بعد رجو کی آواز گونجی۔

حناوے نے موبائل سے نظریں اٹھا کر ٹرے کی طرف دیکھا اور پھر اٹھ کھڑی ہوئی ی۔

"" "اسے اٹھاؤ رخسار پھوپھو کے گھر لے کر جانا ہے۔۔

حناوے نے اٹھتے ہوئی ے کہا۔

"بلکہ ایک منٹ۔۔ تم رہنے دو۔۔ تم جاؤ میں خود ہی لے جاؤ ں گی۔۔"

کچھ یاد آنے پر حناوے نے رجو سے کہا جو سر جھکا کر کچن سے نکل گ ئ ی تھی۔

اسے یاد آگیا تھا پچھلی بار وہ رجو کے ساتھ کھانا لے کر گ ئ ی تھی۔۔ کھانے کی ٹرے رجو کے ہاتھ میں تھی جسے دیکھ کر ایس پی خضر حیات نے اسکی اچھی خاصی بے عزتی کی تھی۔

"تمہارے ہاتھ نہیں ہیں۔۔ یا کام نہیں کرتے جو تم ایک چھوٹی سی ٹرے اٹھا کر نہیں لا سکتی۔۔ بلکہ اسکے ل ئ ے بھی ملازمہ ساتھ لائ ی ہو۔۔"

حناوے تو اسکی بات سن کر دھک سے رہ گ ئ ی تھی۔

"مفت میں کھانے کو ملتا ہے تم لوگوں کو ہڈ حرام ہوئ ے پڑے ہو۔۔"

حناوے نے جھر جھری سی لی تھی۔ کیسا کاٹ دار لہجہ تھا اس شخص تھا۔

گلے سے ڈوپٹہ نکال کر اسے سر پھیلایا اور ٹرے اٹھا کر کچن سے باہر نکل گ ئی ی۔

"اب یہ دروازہ کیسے کھولوں۔۔؟؟"

پانچ منٹ بعد وہ رخسار پھوپھو کے گھر میں موجود تھی۔

دروازہ بند کردیا تھا خضر نے شاید وہ جان گیا تھا کہ ان آفتوں میں سے کوئی ی نا کوئی ی ضرور آئی ے گی۔

اس نے ٹانگ کی مدد سے دروازہ کھولنا چاہا لیکن بے سود۔۔

کچھ سوچ کر اس نے ٹرے نیچے رکھی اور گھنٹی کا بٹن دبایا۔ بلکہ دباتی رہی۔۔انگلی کو اٹھایا ہی نہیں۔۔

ایک منٹ بعد جھٹکے سے دروازہ کھلا تھا۔

وہ سامنے ہی کھڑا تھا سرد سے تاثرات ل ئی ے۔

"یہ کیا بدتمیزی ہے۔۔کوئی ایسے بیل بجاتا ہے کسی کی۔۔میں بہرہ نہیں ہوں سن سکتا ہوں۔۔"

حناوے کو دیکھ کر مقابل کے جذبات بھی حناوے سے کچھ الگ نہیں تھے۔

"وہ میں کھانا لائی تھی۔۔۔"

حناوے نے نیچے جھک کر ٹرے اٹھائی۔

"مجھے نہیں کھانا لے جاؤ۔۔"

وہ سخت ہوا۔

"کک۔۔کیا مطلب لے جاؤ۔۔"

میں اتنی مشکل سے اپنے گھر سے لائی ہوں۔ نہیں کھانا تھا تو پہلے

بتادیتے۔۔"

حناوے کا میٹر گھوما۔

خضر نے ایک نظر سامنے ایستادہ رانا ہاؤس پر ڈالی۔۔دنوں گھروں میں

صرف ایک سڑک کا فاصلہ تھا۔

"تم میری بیوی ہو جو میں تمہیں فون کر کے بتاتا آج مجھے ڈنر کرنا ہے یا نہیں

کرنا___"

وہ دونوں ہاتھ سینے پر باندھ کر سپاٹ لہجے میں پوچھ رہا تھا۔

اسکی بات سن کر حناوے کا دماغ بھک سے اڑا۔

اس نے گھور کر خضر کو دیکھا اور پھر اندر کی جانب قدم بڑھائے۔

مجھے کوئی شوق نہیں تمہیں کھانے دینے کا۔۔میں صرف پھوپھو کے ”

“کہنے پر آئی ہوں۔۔

وہ اسکے پاس سے گزرتی اندر جاچکی تھی۔خضر نے مڑ کر اسے دیکھا جواب ٹرے میز پر رکھ رہی تھی۔اسکی کسی بات کا اس آفت کی پرکالہ پر اثر نہیں ہوتا تھا۔

کھانا ہو تو کھا لینا گا نہیں کھانا تو تمہاری مرضی۔۔ویسے بھی پولیس والوں کا” پیٹ بھرا ہی رہتا ہے___اور جتنا بھرا ہوتا ہے اتنی زیادہ انہیں بھوک لگتی “!!___ہے

دوسرا جملہ اس نے آہستہ سے کہا تھا لیکن خضر حیات جو واقعی بہرہ نہیں تھا اسکی بات سن چکا تھا اور اب جبڑے بھینچے خود پر کنٹرول کر رہا تھا۔

“تمہیں کسی نے تمیز نہیں سکھائی۔۔؟؟”

Click On The Link Above To Read More Novels / ✆ / ✉ 0344 4499420
https://www.zubinovelszone.com/

پاس سے گزرتی حناوے کا بازو دبوچنے کے بعد وہ غصے سے پوچھ رہا تھا۔

حناوے ایک دم ڈر گئی تھی۔ وہ نہیں جانتی تھی رشوت خور کا لفظ خضر کو کسی گالی کی طرح لگتا تھا۔۔اور وہ اچھی طرح سے جانتا تھا حناوے اسے اس لقب سے نواز چکی تھی۔

میرے بات کان کھول کر سن لو۔۔اگر تم نے آئندہ فضول میں زبان چلائی یا میرے سامنے بدتمیزی کی یا اس طرح کی گندی سوچ والی باتیں کی تو میں تمہیں بخشوں گا نہیں___!!"

وہ اسکی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے غرایا تھا۔

حناوے ایک پل کیلئے سہم گئی تھی۔اسے اندازہ نہیں تھا اسکی بات خضر کو اتنی بری لگے گی۔

"اب دفع ہو جاؤ یہاں سے۔۔"

خضر نے ایک جھٹکے سے اسکا بازو چھوڑا تھا۔

پچھلے چار سالوں سے وہ اپنا فرض پوری ایمانداری سے نبھا رہا تھا۔اور اس نے بہت جلدی ترقی کی تھی۔

اسکا باپ حیات رانا بھی پولیس کے شعبہ سے منسلک رہا تھا۔اور اس پر رشوت خوری اور بہت سی دوسرے غلط کاموں کے الزامات لگائی ے گ ئی ے تھے۔تنگ آکر حیات نے خودکشی کر لی تھی۔

خضر کو یہ باتیں سکون لینے نہیں دیتی تھیں۔البتہ حناوے کو ان سب باتوں کا زیادہ علم نہیں تھا۔وہ اپنی لاپرواہی اور انجانے پن میں خضر کو کتنی تکلیف دے گ ئ ی تھی وہ خود نہیں جانتی تھی۔

حناوے نے تیز دھڑکتے دل کے ساتھ ایک نظر خضر کو دیکھا جو وہاں سے جا چکا تھا اور پھر خشک ہوچکے لبوں زبان پھیرتی واپس بھاگ آئ ی تھی۔

خزاں کا دور تیری بے رُخی کو کہتے ہیں"

"!! ______بہار تیری توجہ کا نام ھے جاناں

وہ بے یقنی سے اپنے سامنے بیٹھے شخص کو دیکھ رہی تھی جو ہر طرح سے شاندار نظر آرہا تھا۔

کتنی منتوں کے بعد اسکے ملنے کی خواہش پوری ہوئی تھی۔

"امن۔۔"

سرگوشی نما آواز میں اسکا نام پکارا گیا تھا۔

امن نے چونک کر اپنے سامنے بیٹھی لڑکی کو دیکھا تھا جو معصوم تھی خوبصورت اور کم سن تھی۔ جو اسکی وجاہت پر مر مٹی تھی۔

حسن عشق کا پہلا زینہ ہوتا ہے۔۔ کبھی کبھی یوں بھی ہوتا ہے ایک پہلی نظر ___ دل کے سبھی تار چھیڑ کر انسان کو ان دیکھی زنجیروں میں جکڑ لیتی ہے

کچھ ایسا ہی ہوا تھا اس لڑکی کے ساتھ بھی ___ لیکن وہ نہیں جانتی تھی جس شخص کے نام وہ اپنی ساری وفائی یں اور اپنا آپ کرنے جا رہی تھی اس نے وفا نہیں سیکھی تھی۔

وہ اسکی ایک پکار پر پاگلوں کی طرح بھاگتی چلی آئی ی تھی۔۔اور ایسی اندھی ___ محبت عورت کیل ئی ے ہمیشہ نقصان دہ ہوتی ہے

اسکے امن پکارنے پر امن ملک اسے سوالیہ نظروں سے دیکھ رہا تھا۔

"میں آپ سے بہت محبت کرتی ہوں۔۔کیا ہم شادی کرینگے۔۔؟؟"

وہ معصومیت بھرا سوال لئے پوچھ رہی تھی۔

اور امن کا دل کیا وہ قہقہہ لگا کر ہنسے۔۔اسے شادی کی کیا ضرورت تھی___

اسے ان چاہی بیڑیوں میں بندھنے کا کوئی ی شوق نہیں تھا۔

"اتنی جلدی کیا ہے شادی کی؟اور ان سب باتوں کو مت سوچو۔۔اس وقت سے لطف اٹھاؤ۔۔"

امن نے اپنے سامنے میز پر رکھی کافی کا کپ اٹھاتے ہوئے کہا تھا۔

اس سے پہلے وہ کچھ اسکے موبائل پر بیل ہوئی ی تھی۔اس نے دیکھا تو

حِناوے از کالنگ اسکی سکرین پر چمک رہا تھا۔

ناچاہتے ہوئے بھی اس نے فون اٹھالیا۔ جبکہ امن کافی پیتے ہوئے دوسری جانب دیکھ رہا تھا۔

"علیزے کہاں ہو تم ؟؟ میں کب سے تمہیں فون کر رہی ہوں۔۔ اتنے دن ہو گئے تم سے بات نہیں ہوئی۔۔ اور دو دنوں سے تم کالج بھی نہیں آئی سب ٹھیک ہے نا؟؟"

علیزے کے فون اٹھانے پر حناوے کی آواز ابھری
وہ پریشانی سے پوچھ رہی تھی۔

"ہاں میں ٹھیک ہوں۔۔ تم سے کچھ دیر بعد بات کرتی ہوں ابھی مصروف ہوں۔۔"

علیزے نے بنااسکا جواب سنے فون بند کر دیا تھا۔وہ اب پوری طرح سے امن کی طرف متوجہ تھی۔یہ اسکی زندگی کا پہلا موقع تھا۔جب وہ کسی سے ملنے آئی تھی۔

جسم میں ہلکی سی لرزش تھی۔۔

اور اوپر سے امن کا اسے اسکی طرح توجہ نہ دینا___علیزے کی جان نکال رہا تھا۔

"امن آپکو برا تو نہیں لگا؟؟"

علیزے نے جھجھکتے ہوئے پوچھا تھا۔

"بالکل بھی نہیں۔۔"

وہ خوشدلی سے کہہ رہا تھا۔۔جبکہ اسے علیزے کی محبت سے کوئی ی مطلب نہیں تھا۔۔اسے اپنے مطلب سے سروکار تھا جو اسے آج کی ملاقات میں پورا ہوتا نظر نہیں آرہا تھا۔

شاہ ویز گھر میں داخل ہوا تو کافی خاموشی چھائی ی تھی۔اسے شہناز بیگم نے نمل کے حیدرآباد جانے کا بتایا تھا۔تب سے اسے شدید قسم کا غصہ آیا ہوا تھا۔

اس نے نمل کو فون کیا تھا لیکن اس نے ایک بار بھی بات کرنے کی زحمت نہیں کی تھی۔

وہ لاؤنج میں داخل ہوا تھا تو سامنے ٹی وی آن تھا۔اور ھدی صوفے پر بیٹھی تھی۔

ٹی وی پر کوئی انڈین گانا چل رہا تھا جسکی ویڈیو قابل اعتراض تھی۔

یہ دیکھ کر شاہ ویز کا دماغ گھوما۔

تھوڑا آگے آیا تو ھدی صوفے پر ڈھیر سارے رسالے بکھرائے بیٹھی تھی۔

اور گھٹنوں پر ڈائری رکھے اس پر جھکے کچھ لکھنے میں مصروف تھی۔

"کیا ہو رہا ہے یہ ؟؟"

شاہ ویز کی دھاڑ پر ھدی ایک دم اچھلی۔

شاہ ویز نے میز پر رکھا ریموٹ اٹھا کر ٹی وی بند کیا اور اب ھدی کی طرف دیکھا جسکی روح فنا ہو چکی تھی۔

اور یہ سب رسالے۔۔ یہ پڑھتی ہو تم؟ کورس کی کتابیں تم سے پڑھی نہیں جاتیں ہر سال فیل ہو جاتی ہو اور انہیں لے کر بیٹھی ہو۔۔"

شاہ ویز نے جھٹکے سے ڈائری اسکے ہاتھ سے چھینی۔

اب کے صحیح معنوں میں ھدی کا دل بند ہوا تھا۔

"اٹھاؤ یہ سب یہاں سے اور جلا دو انہیں۔۔ آئندہ مجھے تم کورس کی کتابیں پڑھتی نظر آؤ۔۔ سمجھ آئی۔۔"

وہ غصے سے پھنکارتا اسکی ڈائری ہاتھ میں پکڑے اپنے کمرے کی طرف بڑھ گیا تھا۔ جبکہ ھدی کانپتی ٹانگوں سے صوفے پر ڈھے گئی تھی۔

شاہ ویز کے جانے کے بعد حنا وے کچن سے نکلی اور ڈرائی فروٹ کی پلیٹ لیے ھدی کی جانب بڑھی۔۔

ہائی ے۔۔ عشق کے قصے لگ گ ئی ے بھائی ی کے ہاتھ۔"

"ھدی ٹھاکر تو تو گیو۔۔

حناوے کا قہقہہ گونجا تھا۔

"میرا دل بند ہو جائی ے گا حناوے۔۔ہائی ے میری ڈائری۔۔"

ھدی گہرے صدمے میں تھی۔۔وہ جلدی سارے بکھرے رسالوں کو اکٹھا کر رہی تھی کہ کہیں وہ پھر نہ آ جائی ے۔

Zubi Novels Zone

"مزہ آئی ے گا۔۔"

حناوے اسکی حالت سے محظوظ ہو رہی تھی۔

میں نے ہر شعر کے نیچے خضر کا نام لکھا ہے۔۔اگر بھائی ی نے پڑھ لی"

"تو۔۔

ھدی کو اپنی موت صاف دکھائی دے رہی تھی۔

"میرا دل بند ہو جائے گا حناوے۔۔ہائے میری ڈائری۔۔"

ھدی گہرے صدمے میں تھی۔۔وہ جلدی سارے بکھرے رسالوں کو اکٹھا کر رہی تھی کہ کہیں وہ پھر نہ آجائے۔

"مزہ آئے گا۔۔"

حناوے اسکی حالت سے محظوظ ہو رہی تھی۔

میں نے ہر شعر کے نیچے خضر کا نام لکھا ہے۔۔اگر بھائی نے پڑھ لی"

"تو۔۔

ھدی کو اپنی موت صاف دکھائی دے رہی تھی۔

"تم سے کس نے کہا تھا کہ عشق کے قصے ڈائری میں لکھو؟؟"

حناوے چڑ کر بولی۔اسے تو ویسے بھی خضر نہیں پسند تھا۔اور ھدی کا ہر وقت خضر کے گیت گانا اسے زہر لگنے لگا تھا۔

ہائے اب نہیں بچو گی تم۔۔رانا ہاؤس کی دیوار و مری کی بہار و یاد رکھنا"

ایک سچی عاشق نے جان دی تھی___عشق میں جان دے گئی ھدی

"___حسن رانا

حناوے سیڑھیاں چڑھتے ہوئے دبی دبی میں آواز میں اعلان کر رہی تھی

جبکہ ھدی کا صدمے سے برا حال تھا۔

—

ملک فارم ہاؤس میں امن اپنے دوستوں کے ساتھ موجود تھا۔ فضا میں عجیب ساخوف پھیلا تھا۔ وہ کرسی کی پشت سے ٹیک لگائے اپنے سامنے کھڑی لڑکی اور لڑکے کو دیکھ رہا تھا۔

لڑکی کم سن تھی خوبصورت تھی۔ لڑکا حلیے سے شریف خاندان کا لگتا تھا۔

میں نے اسے ہزار دفعہ کہا امن کہ راحیلہ مان جاؤ ___ میں تمہیں چاہتا "ہوں"۔۔ لیکن نہیں یہ سالی اس چشمش کے عشق میں گرفتار رہی۔۔

امن کا دوست قدیر اس لڑکی راحیلہ اور لڑکے کے ارد گرد گھومتے ہوئے بتا رہا تھا۔

ہوا کچھ یوں تھا کہ امن ملک کے دوست قدیر، جو کہ ایک انتہائی جاہل قسم کا آدمی تھا اسے راحیلہ پسند آگئی تھی۔

وہ اس سے ہر طرح کا تعلق قائم کرنا چاہتا تھا۔

جب راحیلہ نے اسے گھاس نہیں ڈالی اور اسکی پیشکش کو ٹھکرا دیا تو قدیر امن کا سہارا لے کر دونوں کو اغوا کروالیا۔

اس وقت وہ دونوں امن کے فارم ہاؤس میں موجود تھے۔ جہاں صرف امن اور اسکے دوست ہی آجا سکتے تھے۔ ارحم بھی وہاں کم ہی آتا تھا۔

"کیوں بھئی چشمش۔۔ محبوبہ پیاری یا جان؟؟"

امن نے کرسی سے ٹیک لگائے ہاتھ میں پکڑی گن سے کنپٹی کو سہلاتے ہوئے پوچھا۔

اس وقت وہ امن ملک کہیں سے نہیں لگ رہا تھا جسکی شخصیت پر لڑکیاں مر مٹتی تھیں۔ بلکہ وہ اس وقت اپنے خالص ظالم وڈیرے والے روپ میں تھا جنکا کام ہی دوسروں کی خوشیاں چھیننا تھا۔

کلف لگے سوٹ میں سیاہ چادر کو کندھوں پر پھیلائے، ٹانگ پر ٹانگ جما کر کرسی کی پشت سے ٹیک لگائے وہ فنا کر دینے والی حد تک رعب دار لگ رہا تھا۔ آنکھوں میں عجیب سی سرد مہری تھی۔

اسکے دیکھنے کے انداز سے راحیلہ اور اویس دونوں کی جان تھر تھر کانپ رہی تھی۔

راحیلہ ملکوں کے گاؤں سے ہی تعلق رکھتی تھی۔اور وہ امن ملک کو اچھے سے جانتی تھی۔ان ملکوں نے رحم کرنا نہیں سیکھا تھا۔

راحیلہ کا تعلق غریب گھرانے سے تھا۔محنت اور مشکلوں سے وہ کالج تک پہنچ پائی ی تھی جہاں اسے اویس مل گیا تھا۔

لیکن اسکی بد قسمتی کہ قدیر کی نظر اس پر پڑ گ ئی ی۔

اور قدیر امن کا خاص دوست تھا۔امن اسکے ل ئے کسی کی بھی جان لے سکتا تھا۔

اویس تمہیں کچھ نہیں ہو گا۔۔ہم دونوں ایک ساتھ ہیں تمہیں ان" "ظالموں سے ڈرنے کی ضرورت نہیں ہے۔۔

راحیلہ نے اویس کا ہاتھ تھامتے ہوئے کہا تھا۔کچھ دن بعد دونوں کی منگنی تھی۔اویس راحیلہ کو لے کر شہر اسکی پسند کی انگوٹھی خریدنے آیا تھا لیکن وہ نہیں جانتے تھے کہ کوئی ی ان پر نظر رکھے ہوئے تھا۔

امن چاہتا تو انہیں حیدر آباد ہی ڈیرے پر لے جاتا لیکن اس سے بھی محفوظ جگہ اسکا یہ اسلام آباد والا فارم ہاؤس تھا۔

راحیلہ کے اویس کا ہاتھ پکڑنے پر قدیر نے غصے سے راحیلہ کی طرف دیکھا اور پھر امن کو۔۔

"ہاتھ چھوڑو۔۔"

امن نے قدیر کی حالت سمجھتے ہوئے راحیلہ سے کہا جو کافی دلیر نظر آرہی تھی۔آخر گاؤں سے تھی۔

"تم سے کہہ رہا ہوں چشمش ہاتھ چھوڑ اسکا۔۔۔"

امن کی بات کا جب راحیلہ پر اثر نہیں ہوا تو وہ اویس پر دھاڑا۔

اسکی دھاڑ پر وہاں موجود گارڈ اور اسکے دوست ڈر گئے تھے۔اویس نے ڈر کر اپنا ہاتھ چھڑانا چاہا لیکن راحیلہ نے نہیں چھوڑا۔

امن کو اپنا خون کھولتا محسوس ہوا۔وہ نرمی کا برتاؤ کر رہا تھا اور اسکی نرمی ناجائز فائدہ اٹھایا جا رہا تھا۔

اس سے پہلے کوئی کچھ کہتا فائر کی آواز گونجی تھی اور اسکے ساتھ ہی راحیلہ کی چیخ بلند ہوئی۔

"اثر نہیں ہوتا نا تم لوگوں کو۔۔"

امن ایک جھٹکے سے سیدھا ہو کر بیٹھا۔

گولی اویس کی اس بازو میں لگی تھی جسکا ہاتھ راحیلہ نے پکڑ رکھا تھا۔

اویس ایک جھٹکے سے پیچھے ہوا اور پھر نیچے گر گیا۔

"اویس۔۔"

اسکے بازو سے خون نکلتا دیکھ کر راحیلہ کے اوسان خطا ہوئے تھا۔اسے اپنی جان نکلتی محسوس ہوئی تھی۔

وہ بے اختیار ہی اویس کی طرف بڑھی۔ لیکن قدیر نے آگے بڑھ کر اسے بازو سے دبوچ لیا۔

لے جاؤ اسے یہ اس قابل نہیں قدیر کہ تم اس سے شادی کرو۔۔ عیش" "!!کرو۔۔ جاؤ۔۔

امن نے زہر خند لہجے میں کہا تھا۔

"نن۔۔ نہیں۔۔"

اویس جو گھاس پر پڑا کراہ رہا تھا امن ملک کی بات سن کر ایک جھٹکے سے اٹھنے کی کوشش کی۔

"چیخو مت۔۔مجھے شور نہیں پسند۔۔"

ایک اور فائر کی آواز گونجی اور گولی اویس کے دوسرے کندھے پر لگی تھی۔

راحیلہ کو اپنا دل بند ہوتا محسوس ہوا تھا۔اسکی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئی تھیں۔

قدیر اسے بازو سے دبوچے اندر کی جانب بڑھ رہا تھا۔

"اللہ تم لوگوں کو پوچھے گا۔۔ظالمو اللہ تم لوگوں نہیں چھوڑے گا۔۔"

راحیلہ اب بری طرح چلا رہی تھی۔

"اسکا منہ بند کرواؤ قدیر۔۔"

امن غصے سے چلایا تھا۔اور قدیر نے چیختی چلاتی راحیلہ کے منہ پر ہاتھ رکھ دیا تھا۔

نیچے پڑا اویس بری طرح سے تڑپ رہا تھا۔خون ابل ابل کر نکل رہا تھا اسکی ساری آسمانی رنگ کی شرٹ خون سے تر ہو چکی تھی۔

اسکے سامنے قدیر اسکی محبوبہ کو لے کر جا رہا تھا۔اس سے زیادہ اذیت ناک بات کیا ہو سکتی تھی۔ جسم میں پھیلی تکلیف نے اویس کو چلانے پر مجبور کر دیا تھا۔

"مجھے شور نہیں پسند۔۔"

ایک اور فائر کی آواز گونجی اور گولی اویس کی گردن میں لگی تھی۔ہر طرف خاموشی چھا گئی۔

امن اب اپنی جگہ پر کھڑا پستول سے دوبارہ اپنی کنپٹی سہلا رہا تھا۔اسکی آنکھوں سے سرد پن چھلک رہا تھا۔

"لے جاؤ اسے اور پھینک دو کہیں۔۔"

کچھ دیر بعد امن نے آس پاس کھڑے گارڈز سے کہا تھا جو امن کی بات پر دم توڑتے اویس کی جانب بڑھے تھے۔

جبکہ امن پستول کو ہاتھ میں تھامے اپنی چادر درست کرتے پورچ میں کھڑی اپنی گاڑی کی جانب بڑھا تھا۔وہ پرسکون تھا اس نے اپنے دوست کی خواہش پوری کردی تھی۔

اسکے دل میں ملال تک نہیں تھا کہ اس نے کسی معصوم کی جان لے تھی اور کسی معصوم کی زندگی تباہ کرنے کا ذمہدار تھا۔

اندر کمرے میں پھیلی راحیلہ کی سسکیوں اور آہوں نے کسی مسیحا کو پکارا تھا لیکن ابھی کوئی ی مسیحا آتا دکھائی ی نہیں دے رہا جو انہیں ظالمو کے ظلم سے بچاپاتا۔

اس ظالم کا دل نہیں کانپا تھا
کسی کی زندگی چھینتے
کسی کا گھر اُجاڑتے
کسی کی اُمیدیں توڑتے
وہ ظالم بے رحم ہوا تھا،
محبتوں کو مارتے
خواہشوں کو زندہ دفناتے
اُس ظالم کا دل نہیں کانپا تھا
ایک لڑکی کی آبرو کو روندتے

Click On The Link Above To Read More Novels / ✆ / ✉ 0344 4499420
https://www.zubinovelszone.com/

اس ظالم کا دل نہیں کانپا تھا

سسکیوں کو سنتے،

آہوں کو نظر انداز کرتے

وہ ظالم آج سبھی حدیں

توڑ گیا تھا___

—

"حناوے۔۔حناوے آپی۔۔"

امن کی آواز سن کر حناوے نے ہاتھ میں پکڑا چاکیلٹ کا ڈبہ تکیے کے نیچے چھپایا تھا۔

ھدی ابھی تک اپنی ڈائری کے صدمے میں بیٹھی آہ وبکا کر رہی تھی جبکہ منال اور سماب دونوں ھدی کے غم میں برابر کی شریک ہونے کی اداکاری کر رہی تھیں۔

ٹھاہ سے حناوے کے کمرے کا دروازہ کھلا تھا اور امن اندر داخل ہوا۔اسکا چہرہ غصے سے سرخ تھا۔

"کیا ہے۔۔کیوں چیخ رہے ہو؟؟"

حناوے نے ابرو اچکا کر پوچھا۔

امن نے ایک نظر پریشان ھدی کو دیکھا اور پھر حناوے کو۔

"میری چاکلیٹس کا ڈبہ کس نے چرایا ہے؟؟"

Click On The Link Above To Read More Novels / ✆ / ✉ 0344 4499420
https://www.zubinovelszone.com/

وہ تیکھی نظروں سے حناوے کو جانچتے ہوئے پوچھ رہا تھا۔

”کونسی چاکلیٹس ؟؟میں نے آج تک چاکلیٹس دیکھی بھی نہیں۔۔“

حناوے صاف مکر گئی۔ابھی دو دن پہلے امن کی سالگرہ تھی۔خضر نے اسے اسکی فرمائش پر چاکلیٹس گفٹ کی تھیں۔جن پر اب حناوے نے ہاتھ صاف کر لیا تھا۔

امن نے دو دن اپنے گفٹ کھولتے اور پھر خوشی سے انہیں دیکھتے گزارے تھے۔

چاکلیٹس اس نے بعد میں کھانے کیلئے رکھی تھیں۔

لیکن اسکی بد قسمتی شاید وہ بھول گیا تھا کہ اسکی بہن کچھ نہیں چھوڑتی تھی۔

شرافت سے میری چاکلیٹس دے دو۔۔مجھے خضر بھائی نے دی تھیں۔۔۔“

امن روہانسی صورت لئے بول رہا تھا۔

"لڑکیوں کا کمرہ ہے۔۔اور ھدی کتنی پریشان ہے۔۔جاؤ یہاں سے۔۔ دی ہو نگی۔۔ لیکن میں نے نہیں دیکھی۔۔اور تمہیں نظر نہیں آرہا یہ"

حناوے نے اسے ڈپٹا۔

امن نے کھا جانے والی نظروں سے حناوے کو دیکھا تھا جو اس سے چار سال بڑی تھی لیکن کبھی کبھی امن کا دل کرتا تھا کہ وہ اسے قتل کر دے۔

"میں خضر بھائی کو بتاؤں گا اور تمہارے سارے کارنامے بھی۔۔"

امن اسے دھمکی دیتا واپس جا چکا تھا۔

اسکے جانے کے بعد حناوے نے وہ ڈبہ واپس نکالا اور قہقہہ لگا کر ہنس دی۔

"لو ھدی میڈم چاکلیٹس کھاؤ۔۔اور ڈائری کا غم بعد میں منا لینا۔۔"

حناوے نے برسوں بعد بڑے دل کا مظاہرہ کرتے ہوئے ھدی کو چاکلیٹ کی پیشکش کی جسے سوں سوں کرتی ھدی نے بنا کسی نخرے کے تھام لیا تھا۔

امن حناوے کے کمرے سے سیدھا خضر کے گھر آیا تھا۔

"خضر بھائی ی۔۔۔"

اس نے صدمے سے دو چار آواز میں خضر کو پکارا جو ابھی کھانا کھانے بیٹھا تھا۔

"ارے امن۔۔آؤ۔۔"

خضر اسے دیکھ کر مسکرایا۔امن راناہاؤس میں سب سے چھوٹا تھا اسی لئے خضر کو وہ عزیز تھا۔

"خضر بھائی مجھے ایک رپورٹ درج کروانی ہے۔۔"

امن غم سے نڈھال بولا تھا۔اسکی بات پر خضر کے لبوں پر مسکراہٹ بکھری۔

وہ اچھی طرح جانتا تھا کہ رپورٹ کس کے خلاف درج ہونی تھی لیکن وہ وجہ نہیں جانتا تھا۔

"رپورٹ لیکن کیوں کس کے خلاف؟؟"

خضر نے نارمل لہجے میں پوچھا۔

رانا ہاؤس میں ایک ڈائن ہے۔۔جو معصوم لوگوں کے بچے کھاتی ہے۔۔"

"اور آج میری بہت قیمتی چیز چرا کر کھا گئی۔۔

امن نے خضر کے پاس والی کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔آج خضر کی چھٹی تھی وہ گھر ہی تھا۔

"اور وہ ڈائن حناوے رانا ہے۔۔ہے نا؟؟"

خضر نے خود پر ضبط کرتے ہوئے تصدیق چاہی۔وہ حناوے کے کارناموں سے ناک ناک اکتا چکا تھا۔

"بس ایسا کیس کریں کہ اس ڈائن سے میری جان چھوٹ جائے۔۔"

امن ابھی تک صدمے کے زیر اثر تھا۔

"کیا تم دونوں ہر وقت حناوے کے پیچھے پڑے رہتے ہو؟؟"

رخسار پھوپھو نے کچن سے نکلتے ہوئے کہا۔

"تم فکر نہ کرو امن ایک دن میں اس حناوے رانا عرف ڈائن کو ایسا قابو کرونگا نا پھر وہ کسی کو تنگ نہیں کرے گی۔۔تب تک تم تھوڑا برداشت کر لو اسے۔۔"

خضر نے امن کا کندھا تھپتھپا کر اسے تسلی دی تھی۔

اور امن اسکی بات سن کر بہل بھی گیا تھا۔

Zubi Novels Zone

"___ٹھیک ہے پھر جلد ملاقات ہو گی"

جہانزیب نے ڈیرے سے باہر نکلنے کے بعد کہا تھا۔اسکی گاڑی باہر کھڑی تھی۔

ہمارے دو گاؤں کے درمیان زیادہ فاصلہ نہیں ہے ارحم۔۔جب بھی"
"حیدر آباد چکر لگا لیا کرو۔۔
جہانزیب نے ارحم سے بغل گیر ہوتے ہوئے کہا۔

"ان شاءاللہ اگلی بار میں ضرور آؤں گا۔۔"
ارحم نے زیب کو یقین دلایا تھا جو اسکا بچپن کا دوست تھا۔

Zubi Novels Zone

بالکل نہیں تم کافی دنوں سے حیدر آباد میں ہی ہو لیکن تم نے ایک بار پھر ملنے
"کی زحمت نہیں کی وہ تو میں خود ہی آگیا ورنہ تم سے ملاقات کہاں ہوتی۔۔
جہانزیب شکوہ کر رہا تھا۔

"اچھا یار معاف کر دو اب۔۔اگلی بار میں آؤں گا پہلے۔۔"

ارحم نے خوشدلی سے معذرت کی تھی جسے جہانزیب نے قبول بھی کر لیا تھا۔

اچانک جہانزیب کی نظر ڈیرے سے دوسری طرف جانے والے راستے پر پڑی تھی جہاں ایک گاڑ کھڑی تھی۔ جس میں تین لڑکیاں اور ایک لڑ کا تھا۔ حلیے سے وہ چاروں شہر کے لگتے تھے۔

"صائم اور کتنی دیر لگے گی؟؟ دادو ہمارا انتظار کر رہی ہیں۔۔
نمل نے اکتا کر صائم سے پوچھا جو گاڑ کے انجن پر جھکا تھا۔
انہیں حیدر آباد آئے ہوئے ایک ہفتہ ہو گیا تھا۔ جس گاؤں کا انہیں ٹاسک ملا تھا وہاں پر اس ایک ہفتے میں ان چاروں کی ٹیم نے اچھا خاصا کام کیا تھا۔

نمل کو حیرت تھی کہ یہ سارے علاقہ ملک بہرام کا تھا لیکن ابھی تک کافی گاؤں ایسے تھے جہاں سکول تو دور کوئی ڈاکٹر بھی نہیں تھا۔

آج ہی انکا کام ختم ہوا تھا اور نمل انہیں لے کر اپنے آبائی گاؤں جا رہی تھی۔

یہ ایک مختصر راستہ تھا جو ملکوں کے گاؤں سے ہوتا ہوا راجپوتوں کے گاؤں جاتا تھا۔

صائم نے اسی طرف سے جانے کا فیصلہ کیا تھا لیکن انکی گاڑی میں کچھ مسئلہ ہو گیا تھا۔

"انجن کافی گرم ہو چکا ہے میں پانی لے کر آتا ہوں۔۔"

صائم نے گاڑی سے خالی بوتل نکالتے ہوئے کہا اب اسکا رخ ڈیرے کی طرف تھا جہاں جہانزیب اور ارحم کھڑے تھے۔

جہانزیب نے نمل کو پہچان لیا تھا۔اس نے اسے ایک بار خیام رانا کی گاڑی میں انکے ساتھ بیٹھے دیکھا تھا۔

"السلام علیکم! مجھے پانی چاہیے تھا"

صائم نے ان دونوں کے قریب آکر کہا تھا۔

"وعلیکم السلام! بشیرے صاحب کو پانی دو۔"

ارحم نے سلام کا جواب دینے کے بعد ڈیرے میں کام کرتے ملازموں میں سے ایک کو آواز دی تھی جو بھاگتا ہوا آیا تھا اور پھر صائم کو لے کر اندر کی جانب بڑھ گیا۔

"جانتے ہو وہ لڑکی کون ہے۔۔۔؟؟"

صائم کے جانے کے بعد زیب نے ارحم سے کہا۔

"کون لڑکی؟؟"

ارحم نے اچنبھے سے پوچھا۔

"وہ جو فون پر بات کر رہی ہے۔۔"

زیب نے نمل کی طرف اشارہ کیا تھا۔

"نہیں میں نہیں جانتا۔۔لیکن تم کیوں پوچھ رہے ہو؟؟"

کمال ہے ملکوں اور راجپوتوں میں صلح کب سے ہو گ ئی ی؟؟راجپوتوں" کی ہے جن سے تمہارے خاندان کی پرانی دشمنی ہے۔۔مجھے حیرت ہو رہی ہے کہ وہ کتنے آرام سے ملکوں کے گاؤ ں میں گھوم رہی ہے۔۔"

زیب کی بات سن کر ارحم پیشانی پر لکیریں ابھریں۔ازلی خاندانی غصہ عود آیا تھا۔اسے اتنا بتایا گیا تھا کہ راجپوت خاندان والوں سے انکی پرانی دشمنی تھی کیونکہ خیام رانا نے اسکے دادا بہرام ملک کو دھوکا دیا تھا۔

اب وہ دھوکا کیا تھا کوئی ی نہیں جانتا تھا۔

"ٹھیک ہے میں چلتا ہوں۔۔پھر ملاقات ہو گی۔۔"

زیب آگ لگانے کا کام کرکے اپنی گاڑی میں بیٹھ کر دوسرے راستے سے واپس جا چکا تھا۔

جبکہ ارحم جبڑے بھینچے نمل کی طرف بڑھا۔

"کون ہو تم لوگ اور یہاں کیا کر رہے ہو؟؟"

ارحم نے لڑکیوں کے پاس جا کر پوچھا تھا لہجے کو نارمل رکھنے کی کوشش کی تھی لیکن اس سے پھر غصے کی آمیزش جھلک رہی تھی۔

وہ دراصل ہماری گاڑی خراب ہو گئی تھی اس لئے۔۔ ہمارا"
"دوست پانی لینے گیا ہے اندر ابھی آتا ہو گا۔۔
نوین نے جواب دیا تھا جو نمل کی دوست ہونے کے ساتھ صائم کی منگیتر بھی تھی۔

ارحم کی سرد نگاہیں نمل کا جائزہ لے رہی تھیں۔وہ اس وقت نیلے رنگ کی جینز میں گھٹنوں تک آتی شرٹ پہنے ہوئے تھی۔
بالوں کو فولڈ کر کے جوڑا بنایا گیا تھا۔ڈوپٹہ سر پر رکھنے کی کوشش کی گئی لیکن وہ سنبھل نہیں رہا تھا شائد اسے لینے کی عادت نہیں تھی۔
پاؤں جو گرز میں قید تھے۔وہ حلیے سے کسی راجپوتوں کے گاؤں کی بھی نہیں لگتی تھی۔ارحم نے محسوس کیا وہ کافی پر کشش تھی۔

"تم لوگ جانتے ہو یہ کس کا گاؤں ہے؟؟"

ارحم نے اب کی بار نمل کو سنانے کی کوشش کی جو موبائل میں مصروف تھی۔

اسکی لہجے میں چھپی عجیب سی آنچ محسوس کر کے نمل نے چونک کر ارحم کو دیکھا۔

کیا مطلب کس کا گاؤں ہے؟؟ ہمیں گاؤں سے کیا لینا؟؟ اور یہاں کیا"

"ایلین بستے ہیں جو آپ اس طرح سے بی ہیو کر رہے ہیں۔۔

نمل کے آگے بڑھ کر طنزیہ لہجے میں پوچھا تھا۔

اسکی بات سن کر ارحم کی پیشانی پر لکیریں مزید گہری ہوئی یں۔

"یہ ملکوں کا گاؤں ہے اور آپ۔۔"

ارحم نے کچھ سخت الفاظ کہنے سے خود کو روکا۔

"ملک انسان نہیں ہوتے کیا۔۔یا آپکو ہم انسان نہیں لگ رہے۔۔؟؟"

نمل کو پہلے ہی غصہ آیا ہوا تھا۔حویلی میں سب انکا انتظار کر رہے تھے۔دادو بار بار فون کر رہی تھیں۔جب سے انہیں پتا چلا تھا کہ وہ ملکوں کے علاقہ میں ہے رحمن بھائی ی بھی اسے دو بار فون کر چکے تھے اور جلد حویلی پہنچنے کی تلقین کی تھی۔

جبکہ نمل کا ایک بار پھر ملکوں کا نام سن کر دماغ گھوما۔

Zubi Novels Zone

محترمہ آپ جانتی نہیں شاید کہ ہم میں کیا دشمنی۔۔"

دیکھیں ہمیں کچھ نہیں جاننا۔۔اور بہتر ہو گا آپ ہماری پریشانی میں اضافہ " مت کریں___ ہم یہاں مسافر ہیں یہاں رہنے نہیں آئی ے۔۔ہمارا ساتھی آتا ہی ہو گا ہم ابھی چلیں جائیں گے۔۔"

نمل نے اسکی بات کاٹ کر دوٹوک لہجے میں جواب دیا تھا۔

ارحم کا دماغ بھک سے اڑا۔اسکا دل تو سامنے کھڑی لڑکی کو شوٹ کرنے کا کر رہا تھا لیکن اسے اسکی ماں نے یہ سب نے نہیں سکھایا تھا۔

اس لئے خود پر کنٹرول کرتا نمل کو سرد نگاہ سے گھورتا واپس ڈیرے کی طرف بڑھ گیا تھا۔

اسکی اس نگاہ میں جو سرد پن تھا اس نے نمل کو ٹھٹھکنے پر مجبور کر دیا تھا۔

شاہ ویز ہوتا تو اسکی اتنی زبان چلانے پر زبان کاٹ دیتا ارحم تو پھر بس گھور کر چلا گیا تھا۔

جیسے ہی ارحم ڈیرے میں داخل ہوا صائم باہر نکلا۔۔وہ بنا کچھ کہے اپنی گاڑی کی طرف بڑھ گیا۔

Click On The Link Above To Read More Novels / ✆ / ✉ 0344 4499420
https://www.zubinovelszone.com/

ملک صاحب یہ ہمارے دشمنوں کے مہمان ہیں انکا تعلق بھی راجپوتوں "

"سے ہے۔۔ملک صاحب آپ حکم دیں تو یہی دفنا دوں انہیں۔۔

انور نے ارحم کے پاس آکر سر جھکا کر کہا تھا۔

وہ ملکوں کا پرانا وفادار تھا۔

نہیں انور۔۔اور خبردار آئی ندہ میرے سامنے ایسی بات کی۔۔جاؤ اپنا کام "

"کرو۔۔

ارحم نے غصے سے کہا تو انور سر جھکا کر چلا گیا۔

چھوٹے ملک ہوتے تو آج راجپوتوں کی حویلی میں ماتم کی صف بچھتی اور "

"ملکوں کی حویلی میں جشن ہوتا لیکن یہ بڑے ملک تو بس۔۔

انور نے امن کو یاد کر کے دل ہی دل میں سوچا۔

Click On The Link Above To Read More Novels / ✆ / ✉ 0344 4499420
https://www.zubinovelszone.com/

کچھ دیر بعد گاڑی چلنے کی آواز آئی ی تھی اور وہ چاروں وہاں سے روانہ ہو چکے تھے۔ جبکہ ارحم گہری سوچا کا چکار ہو چکا تھا۔

"شکر ہے بیٹا تم لوگ سلامتی سے یہاں پہنچ گ ئ ے ورنہ مجھے تو ڈر ہی لگا ہوا تھا۔۔"

قدسیہ بانو نے نمل کی پیشانی پر پیار کرتے ہوئے کہا تھا۔

"بس دادو گاڑی میں کچھ مس ئ لہ ہو گیا تھا ورنہ ہم جلدی پہنچ جاتے___ اور ہم نے شارٹ کٹ لیا تھا۔۔ جو پاس ملکوں کا گاؤ ں وہاں سے جو راستہ گزرتا ادھر سے ہی آئ ے ہیں۔۔"

نمل کھانے کھاتے ہوئے آرام سے بتارہی تھی۔ جبکہ قدسیہ بانو ک دل ایک پل کیل ئے رک سا گیا تھا۔

انہوں نے دہل کر نمل کو دیکھا جواب سادہ سے شلوار قمیض میں ملبوس تھی۔ اسکی یہی اچھی عادت تھی وہ جیسے بھی کپڑے پہنتی تھی حویلی آکر فوراً شلوار قمیض زیب تن کر لیتی تھی۔

حویلی میں سارا دن گاؤں کی عورتوں کا آنا جانا لگا رہتا تھا اور نمل نے کبھی انہیں بات کرنے کا موقع نہیں دیا تھا۔

Zubi Novels Zone

"لیکن تم لوگ وہاں سے کیوں آئی ہے۔۔ سیدھے راستے سے آجاتے۔۔"

قدسیہ بانو نے خود پر قابو پاتے ہوئے کہا۔

"دادو سب مجھے فون کر کے کہہ رہے تھے کہ جلدی حویلی پہنچو۔۔ بس اسی"

"ل ئے۔۔

"کوئی ی مس ئی لہ تو نہیں ہوا۔۔؟؟"

دادو نے گھبرا کر پوچھا۔

نہیں بس ایک اکھڑ قسم کے آدمی سے ملاقات ہوئی ی۔۔اور تو کچھ نہیں "ہوا۔۔

نوین اور انعم جو نمل کی ٹیم میمبر تھیں خاموشی سے دادی پوتی کی باتیں سن رہی تھیں۔

جبکہ صائم کو مہمان خانہ میں ٹھہرایا گیا تھا۔

غیر مردوں کو حویلی کے زنانہ حصے کی طرف آنے کی اجازت نہیں تھی۔

"چلو اللہ کا شکر ہے۔۔"

قدسیہ بانو نے دل ہی دل میں اللہ کا شکر ادا کیا تھا۔

کیپٹن بخت رانا نہیں آئی ے نا آپ۔۔ایک ہفتہ پہلے دو دن بعد آنے کا کہا"
"تھا اور ابھی تک نہیں آئی ے۔۔؟؟

حناوے اب خفگی ل ئی ے اپنے بڑے بھائی ی سے پوچھ رہی تھی جس نے
جلد آنے کا وعدہ کیا تھا۔جب بھی بخت رانا ہاؤس آتا تھا حناوے کی زندگی
میں ایڈوانچرز مزید بڑھ جاتے تھے۔

شاہ بخت خود ایک شوخ طبیعت کا مالک تھا۔آرمی میں ہونے کے باوجود وہ
سنجیدہ کم ہی نظر آتا تھا۔

وہ تینوں بہن بھائی ی ایسے ہی تھے۔

"تمہیں نہیں پتا ہم قوم کے بیٹے ہیں ہمیں چھٹی نہیں ملتی۔۔"

بخت کی سنجیدہ سی آواز ابھری تھی۔حناوے اسکے لہجے میں چھپی شرارت بھانپ گ ئ ی تھی۔

ہاں ہاں ساری قوم کو آپ نے ہی بچایا ہوا ہے۔۔خبر دار مجھے آئ ندہ فون "کیا مجھے کوئ ی بات نہیں کرنی۔۔

وہ غصے سے کہتی فون بند کر چکی تھی جبکہ بخت کا قہقہہ بلند ہوا تھا۔

Zubi Novels Zone

حیدر کا رزلٹ آگیا تھا۔اس نے اچھی پوزیشن سے سی ایس ایس کر لیا تھا۔

آج رانا ہاؤ س میں اسی خوشی میں فنکشن رکھا گیا تھا۔

نمل بھی شام کو واپس آگ ئ ی تھی۔رحمن بھائ ی اپنی بیوی اور بیٹے کے ساتھ آئ ے ہوئ ے تھے۔

ہادیہ آپی کو بھی بلایا گیا تھا۔کچھ اور مہمان بھی آنے تھے۔

ایک نہیں تھا تو بخت نہیں تھا۔حناوے عجیب سے احساسات سے دوچار تھی۔

اسکے بابا تو کب کے دنیا چھوڑ کر جا چکے تھے۔

میجر اغوان رانا شہید کا رتبہ پا چکے تھے۔

امن چھوٹا تھا۔۔اتنے سارے لوگوں کے درمیان حناوے کو اپنا آپ بے مول محسوس ہوا تھا۔اسے آج احساس ہوا تھا بڑا بھائی باپ کی جگہ ہوتا ہے۔

اسکی بخت سے چاہے جتنی بھی دشمنی تھی لیکن آج وہ اسے بہت مس کر رہی تھی۔

"کیا ہوا حناوے تم نے تیار نہیں ہونا؟؟"

ھدی نے اسے یوں خاموش بیٹھے دیکھا تو پوچھا۔ورنہ وہ ایسے موقعوں پر سب سے زیادہ شور مچاتی تھی۔

"ہو جاؤں گی۔۔ابھی کافی وقت ہے۔۔"

"ہاں بھئی۔۔سب سے آخر میں تیار ہو کر آئیے گی نیچے تاکہ سب بس حناوے رانا کو ہی دیکھیں۔۔"

منال نے چوٹ کی تھی۔

"ہاں اور تم سب جلتے ہی رہنا۔۔"

وہ ایک جھٹکے سے اٹھی تھی۔منال کو جواب دیتی اپنی جون میں واپس لوٹ چکی تھی۔

ہیں تم بن ہم ویران پیا"

جیسے کھنڈر کوئی سنسان پیا

تجھے کھو کر کچھ بھی پاس نہیں

ہوا بہت میرا نقصان پیا

بن تیرے کچھ منظور نہیں

تو ہے میرا کل جہان پیا

میری اپنی ذات بے معنی ہے

اب تو میری پہچان پیا

Zubi Novels Zone

دو قدم بھی چلنا مشکل ہے

تیرے ہجر کیا ہلکان پیا

تیرے عشق میں گھٹ گھٹ جیتے ہیں

"کر و مرنا تو آسان پیا

منال سب سے پہلے تیار ہو کر نیچے پہنچی تھی۔دو دن ہو گئے تھے شاہ ویز کو دیکھے ہوئے۔اور اسے خبر ملی تھی کہ وہ نیچے موجود تھا۔سب کے ساتھ___

گھبراتے دل پر قابو پاتے اس نے سیڑھیوں کی جانب قدم بڑھائے۔

"ماشاءاللہ آج تو لوگ خوب بچ رہے ہیں۔۔"

وہ ابھی سیڑھیاں اتر رہی تھی جب زیان نے اسے آگھیرا۔

"کیا مسئلہ ہے؟؟"

منال نے گھورتے ہوئے پوچھا۔اسکے چہرے پر ناراضی تھی۔

زیان کی نظروں نے اوپر سے نیچے تک منال کا جائزہ لیا تھا۔

"شرم نہیں آتی اپنے ہی گھر کی لڑکیوں کو ایسے تاڑتے ہوئے؟؟"

منال نے اس خود کو گھورتا پا کر ڈپٹا۔

"ھاھا۔۔"

زیان کا قہقہہ بلند ہوا۔

"لڑکیوں کو نہیں میں تو بس منال کو تاڑ رہا ہوں۔۔"

وہ آنکھوں میں شرارت لئے کہہ رہا تھا۔

"ابھی کچھ دیر میں حناوے آجائے گی اسے تاڑنا۔۔"

منال نے آگے بڑھتے ہوئے کہا۔

توبہ توبہ۔۔ حناوے رانا۔۔۔ وہ میری اوقات سے باہر کی چیز ہے۔۔ ہاں"

"البتہ تم اچھی لگ رہی ہو بہت۔۔"

زیان نے تعریف کی۔ وہ چاکلیٹ رنگ کے لباس میں نک سک سا تیار ہوئی پیاری لگ رہی تھی۔

"شکریہ۔۔"

منال نے بنا پلٹے کا کہا تھا۔

"سنو۔۔ڈوپٹہ لے لو سر پر۔۔آپکے ہونے والے بہنوئی یعنی میرے بڑے بھائی۔۔۔یعنی راناہاؤس کے کھڑوس شاہ ویز اس وقت اپنی سرد لہجے اور عقابی نظروں کے ساتھ نیچے موجود ہیں___"

زیان نے پیچھے سے ہانک لگائی تھی۔

شاہ ویز کے نام منال کا دل دھڑکا تھا۔اور پھر وہ سیڑھیاں اتر کر لاؤنج کی طرف بڑھ گئی۔ہاں ڈوپٹہ لینا نہیں بھولی تھی۔

"کیا واقعی شاہ ویز بھائی نے میری ڈائری نہیں پڑھی؟؟"

ھدی کو یقین نہیں آرہا تھا۔

"اگر پڑھ لی ہوتی نا تو یقین کرو تم یہاں مری کے جنگلات میں دفن ہو چکی ہوتی۔۔"

حناوے نے جواب دیا تھا۔

"میں کیسی لگ رہی ہوں؟؟"

سماب نے گھوم گھوم کر خود کا آئینے میں جائزہ لیتے ہوئے پوچھا تھا۔

"اچھی لگ رہی ہو موٹی۔۔"

حناوے آج بھی باز نہیں آئی تھی۔

موٹی۔۔کہا مجھے میں حیدر بھائی کو بتاؤں گی۔۔ویسے بھی وہ آج کے اس "
،،فنکشن کے خصوصی مہمان ہیں۔۔
سماب نے جیسے دھمکی لگائی تھی۔

،،نہیں تم اچھی لگ رہی ہو۔۔اور موٹی تو بالکل بھی نہیں"
حیدر کا نام سن کر حناوے نے زبردستی تعریف کی۔
سماب دانتوں کی نمائش کرتی کمرے سے نکل گئی تھی۔

Zubi Novels Zone

اسکے جانے کے بعد حناوے نے خود کا آئینے میں جائزہ لیا تھا۔

سیاہ رنگ کی زمین کو چھوتی گاؤن نما میکسی پہنے جس پر پیچ رنگ کا نفاست
سے کام کیا گیا تھا وہ خوبصورت لگ رہی تھی۔ میکسی کا گلہ بند تھا۔اور بازو فل
تھے۔

کانوں میں جھمکے پہنے۔ بالوں کا اونچا جوڑا بنائے جس سے کچھ لٹیں نکل کر چہرے کے دونوں جانب گالوں کو چھو رہی تھیں۔

وہ بلاشبہ باقی سب سے الگ لگ رہی تھی۔

ایک بار پھر بخت کے خیال نے اسکی آنکھوں کو گلابی کیا۔

خود کو سنبھالتی وہ ھدی کی آواز پر کمرے سے باہر نکل گ ئ ی۔

یہ دل نایاب ہے ملتا نہیں ہے"

یہ تیرے کان کا جھمکا نہیں ہے

بچالوں دے کے سر دستار اپنی
یہ سودا اس قدر مہنگا نہیں ہے

مجھے اب آئینہ کہتا ہے ہر پل
ترا چہرہ ترا چہرہ نہیں ہے

کسی نے بے ثمر پیڑوں پہ شاید
کبھی پتھر کوئی پھینکا نہیں ہے"

حناوے ھدی کے ساتھ کسی بات پر ہنستی سیڑھیاں اتر رہی تھی۔شاہ ویز جو کسی کام حیدر کے ساتھ اندر آیا تھا حناوے پر نظر پڑنے پر وہ ٹھٹکا۔ دل ایک پل کیلئے عجیب سے احساسات سے دوچار ہوا تھا۔

وہ ایک پل کیل ئی ے رک گیا___اور پھر ھدی کو اسکے ساتھ دیکھ کر خود کو ڈپٹا۔

وہ اسکی بہن جیسی تھی اور ہمیشہ شاہ ویز نے نمل کے علاوہ رانا ہاؤس کی سبھی لڑکیوں کو اپنی بہنیں ہی سمجھا تھا۔

لیکن یہ اچانک کیا ہوا تھا۔پہلا پتھر پڑا تھا شاید۔

وہ سر جھٹکتا دوبارہ حیدر کی طرف متوجہ ہو چکا تھا۔

مہمانوں کا انتظام باہر لان میں کیا گیا تھا جسے خوبصورتی سے سجایا گیا تھا۔

حیدرآباد میں جہاں گرمی پڑ رہی تھی مری میں سردی کا آغاز ہوا تھا لیکن ابھی شدت کم تھی۔

باقی لڑکیاں اور خواتین لاؤنج میں جمع تھیں۔

حناوے نے جیسے ہی لاؤنج میں قدم رکھا وہ حیرت سے دنگ رہ گئی تھی۔

سامنے صوفے پر خضر کے ساتھ آرمی یونیفارم پہنے بخت مسکرا مسکرا کر باتیں کررہا تھا۔

حناوے کو دیکھ کر وہیں سے ہاتھ ہلا کر ہائے کیا تھا۔

حناوے بے اختیار ہی بخت کی جانب بڑھی تھی۔

حناوے نے جیسے ہی لاؤنج میں قدم رکھا وہ حیرت سے دنگ رہ گئی تھی۔

سامنے صوفے پر خضر کے ساتھ اپنا آرمی یونیفارم پہنے بخت مسکرا مسکرا کر باتیں کررہا تھا۔

حناوے کو دیکھ کر وہیں سے ہاتھ ہلا کر ہائے کیا تھا۔

حناوے بے اختیار ہی بخت کی جانب بڑھی تھی۔

بخت اسے اپنی جانب آتے دیکھ کر کھڑا ہو گیا تھا۔

"بہت برے ہیں آپ مسٹر شاہ بخت۔۔"

حناوے نے بخت کے سامنے کھڑے ہوتے ہوئے کہا تھا۔

"جانتا ہوں لیکن میری بہن بہت اچھی ہے۔۔"

بخت نے اسکے سر پر ہاتھ رکھا اسے اپنے ساتھ لگایا تھا۔

حناوے جذباتی ہو گئی تھی۔بخت کو اپنے سامنے دیکھ کر وہ کیا محسوس کر رہی بتا نہیں سکتی تھی۔

"میں نے بہت مس کیا آپکو۔۔"

حناوے نے نم آنکھوں سے کہا۔لاؤنج میں موجود سبھی افراد دونوں بہن بھائیوں کا پیار دیکھ رہے تھے۔

Click On The Link Above To Read More Novels / ✆ / ✉ 0344 4499420
https://www.zubinovelszone.com/

"ڈرامے شروع۔۔"

خضر ہلکا سا بڑبڑایا تھا۔

لیکن تمہارا میک اپ خراب ہو رہا ہے حناوے۔۔دیکھو سارا کاجل پھیل گیا۔۔"

بخت نے اسکی سیاہ ہوتی آنکھوں کو دیکھ کر شرارت سے کہا۔اسے حناوے کا یوں جذباتی ہونا پاگل پن لگا تھا۔

فاریہ بیگم خاموشی سے صوفے پر بیٹھیں اپنے بچوں کو دیکھ رہی تھیں۔میجر اغوان رانا کو یاد کر کے انکی آنکھیں بھی ہلکی سی نم ہوئی تھیں۔لیکن پھر بخت کو انہی کے روپ میں دیکھ کر دل فخر سے بھر گیا تھا۔

"یہ کاجل نہیں مسکارہ ہے۔۔"

حناوے نے روتے ہوئے چوٹ کی اور پھر میز پر رکھے ڈبے سے ٹشو نکال کر آنکھیں صاف کرنے کی کوشش کی۔

دونوں بہن بھائیوں کے سین نے سب کو جذباتی کر دیا تھا۔

"یہ رہا چور۔۔ حضر بھائی۔۔ یہ حناوے رانا چور۔۔اس نے میری چاکلیٹس چرائی ہیں۔۔ یہ دیکھیں یہ ڈبہ انکی الماری سے ملا۔۔ آدھی کھا گئی یہ اور آدھی بچی ہیں۔۔"

امن کسی طوفان کی طرح لاؤنج میں داخل ہوا تھا اور پھر خضر کو دیکھ کر اسے بولنے والی چابی لگی۔

"اسے گرفتار کر لیا جائے۔۔"

وہ کافی غصے میں تھا۔ حناوے یوں سب کے سامنے اپنی چوری پکڑی جانے پر کافی شرمندہ ہوئی اور خضر کے گھورکے دیکھنے پر گڑبڑا گئی تھی۔

"جلدی سے گرفتار کرلیں بس اسے۔۔"

امن نروٹھے پن سے بولا تھا وہ خضر کے ساتھ چپک کر بیٹھ گیا تھا۔

رحمن بھائی ی میرے وکیل ہیں اور آپ ایس پی یعنی پولیس والے، چور"

"سارے ثبوتوں کے ساتھ موجود ہے۔۔بس آج اسے سزا ملنی چاہیے۔

امن ابھی تک اپنی چاکلیٹس کے صدمے میں تھا۔

اسکی باتوں نے سب کے چہرے پر مسکراہٹ پھیلا دی تھی۔

جب تک میں ہوں میری بہن کو کوئی ی ایس پی خضر حیات رانا گرفتار"

"نہیں کر سکتا اور نا کوئی ی ایڈووکیٹ رحمن رانا اس پر کیس کر سکتا ہے۔۔

بخت نے بازو حناوے کے گرد پھیلا کر کہا تھا جو شرمندہ سی بیٹھی تھی۔وہ

اسکی شکوے دور کرنا چاہتا تھا۔

"بھائی آپ اسکا ساتھ مت دیں یہ ڈائن ہے آپکو نہیں پتا۔۔"

امن بے بسی سے چلایا تھا۔اسے بخت کا حناوے کا ساتھ دینا اچھا نہیں لگا تھا۔

امن کی بات پر حناوے نے منہ چڑا کر اسے مزید جلایا تھا۔

امن بیٹا تم فکر نہیں کرو بس کچھ وقت اور پھر حناوے سے تمہاری جان "

"چھوٹ جائے گی ہم اسے ہمیشہ کیلئے گرفتار کرلیں گے۔۔

رخسار پھوپھو نے پراسرار سے لہجے میں کہا تھا۔

انکی بات پر حناوے نے توجہ نہیں دی تھی وہ بخت کی طرف متوجہ تھی جبکہ

انکی بات سن کر خضر نے چونک کر انہیں دیکھا تھا۔

جسکے چہرے پر حیرانگی تھی۔۔اور ایسی ہی حیرت ھدی کے چہرے پر بھی

تھی۔

جو کبھی رخسار پھوپھو کبھی حناوے تو کبھی خضر کو دیکھ رہی تھی۔

رخسار پھوپھو کی بات پر اسکا دل ڈوب کر ابھرا تھا۔جبکہ انکی بات کا کچھ مطلب سمجھ کر خضر کی پیشانی پر لکیریں ابھریں۔

"بخت تم جلدی سے چینج کرکے آجاؤ باہر ہال میں سب ہمارا انتظار کررہے ہیں۔۔"

شاہ ویز اور حیدر دوبارہ لاؤنج میں واپس آگئے تھے۔حناوے نے ایک نظر حیدر کو دیکھا تھا جسکے چہرے پر فتح کی خوشی تھی۔اسکی سب سے بڑی خواہش پوری ہوچکی تھی۔وہ کافی خوش تھا اور اچھا بھی لگ رہا تھا۔

"میں ابھی آتا ہوں۔۔"

بخت حناوے کو دلاسہ دیتا اٹھ کھڑا ہوا تھا۔

شاہ ویز کی نظر لاؤنج کے دوسرے حصے میں گ ئ ی تھی جہاں اسکے بابا،
نمل کے بابا نمل اور قدسیہ بانو یعنی دادو بیٹھی تھیں۔

نمل کو دیکھ کر شاہ ویز کی تیوری چڑھی۔

وہ سرخ اور سیاہ رنگ کے لباس میں، کندھوں پر بال بکھرائے سنجیدہ سی
رحمن بھائی ی سے گفتگو میں مگن تھی۔اسکی ذات میں ایک وقار تھا جو اسے
رانا ہاؤس کی باقی لڑکیوں سے الگ بناتا تھا۔

خیام رانا کی ساری فیملی اس وقت رانا ہاؤس میں موجود تھی۔

صرف دو لوگ نہیں تھے حناوے کے بابا اور سماب کی ماں۔۔جو دونوں اس
دنیا میں نہیں رہے تھے۔

انکے اپنے خاندان میں اتنے افراد تھے کہ باہر سے کسی اور آنے کی ضرورت
ہی نہیں پڑتی تھی۔

آپ لوگ یہاں ہیں۔۔ باہر دادا جی بلا رہے ہیں آجائیں سبھی مہمان " آچکے ہیں۔۔"

شاہ ویز نے بڑوں کے درمیان جا کر کہا تھا۔ نمل کو اس نے دیکھنے سے گریز کیا تھا۔

اسکی بات سن کر سارے مرد لاؤنج سے باہر نکل گئے تھے۔

بخت کے آنے سے حناوے کا مزاج خوشگوار ہو گیا تھا۔اب وہ منال کی گود میں کھیلتے رحمن بھائی کے بیٹے کو دیکھ دیکھ کر ہنس رہی تھی۔

کہتے ہیں بیٹی گھر سے بھاگ جائے یا غائب ہو جائے تو ماں باپ کو مر جانا چاہیے بلکہ وہ تو جیتے جی مر جاتے ہیں۔

پورے گھر میں موت جیسی خاموشی چھائی ی تھی۔البتہ آس پاس کے گھروں بھنبھناتی سرگوشیاں جاری تھی۔

دودن ہوگ ئی ے تھے راحیلہ گھر نہیں آئی ی تھی۔راحیلہ کی اماں کی آنکھیں رورو کر سوجن کا شکار ہو چکی تھیں۔

کچے پکے صحن میں وہ چارپائی ی پر بیٹھیں اسے کوس رہی تھیں۔راحیلہ کے ابا کے کندھے جھکے ہوئ ے تھے۔

اس ل ئی ے کہتا تھا میں کہ اسے شہر مت بھیجو پڑھنے کیل ئی ے لیکن"

"نہیں اب دیکھ لیا نتیجہ۔۔پورا گاؤں کیسی کیسی باتیں کر رہا ہے۔۔

"نہ میرا دل نہیں مانتا۔۔میری رحیلہ دھی ایسی نہیں ہے۔۔"

راحیلہ کے ابا نم لہجے کے ساتھ مشکل سے بول پائ ے تھے۔

اس سے پہلے راحیلہ کا بھائی ی مزید کچھ کہتا صحن کا دروازہ بجا تھا۔

راحیلہ کا بھائی ی دروازے کی طرف بڑھ گیا۔

باہر گاؤں کے کچھ بچے کھڑے تھے۔جنکے چہرے پر ہوائیاں اڑی ہوئی ی تھیں۔

"کیا ہوا؟؟"

اس نے غصے سے پوچھا۔

ZNZ
Zubi Novels Zone

"وو۔۔وہ جی۔۔وہاں راحیلہ باجی۔۔"

ایک لڑکے نے مشکل سے لفظ ادا کیے تھے۔اسکے چہرے پر خوف پھیلا تھا۔

راحیلہ کا نام سن کر اسکا باپ اور بھائی ی گاؤں میں آنے جانے والے راستے کی طرف بھاگے۔

اگر کسی خاندان کیلئے قیامت کا آنا اسے کہتے ہیں تو واقعی قیامت آگئی تھی۔

گاؤں کے آدھے کچے آدھے پکے راستے پر راحیلہ پھٹے کپڑوں میں بے ہوش پڑی تھی۔اسکی حالت دیکھنے والی نہیں تھی۔

"راحیلہ پتر۔۔"

راحیلہ کا باپ تڑپ کر اسکی جانب بھاگا تھا۔

اسکی سانسیں چل رہی تھیں لیکن حالت بہت خراب تھی۔

پورا گاؤں وہاں اکٹھا ہو گیا تھا۔راحیلہ کے باپ نے اپنے کندھے پر رکھا کپڑا اتار کر اپنی بیٹی کے اوپر ڈالا تھا۔

شام کی سنہری روشنی آسمان پر پھیلی تھی۔

راحیلہ کا بھائی بہن کی یہ حالت دیکھ کر پتھر کا ہو گیا تھا۔

بچوں کا کہنا تھا کہ ایک بڑی سی گاڑی آئی ی تھی اور اس میں موجود لوگ راحیلہ کو ادھر پھینک کر چلے گ ئ ے۔راحیلہ کی ماں سمیت محلے کی عورتیں راحیلہ کی حالت دیکھ کر منہ پر کپڑا رکھ کر رو دی تھیں۔

سورج غروب ہوا، شام دھیرے دھیرے رات میں بدلی اور راحیلہ کی زندگی میں ہمیشہ کیل ئ ے اندھیرہ چھا گیا۔

Zubi Novels Zone

ڈھلی جو شام نظر سے اتر گیا سورج
ہوا کسی نے اڑا دی کہ مر گیا سورج

سحر ہوئی نہیں کب سے گزشتہ شام کے بعد
غروب ہو کہ نہ جانے کدھر گیا سورج

سجی ہوئی ہے ستاروں کی انجمن اے دل
کہ پارہ پارہ فلک پر بکھر گیا سورج

لگا کہ کھینچ لی اس نے زمین پیروں سے
لگا کہ تلووں کو چھو کر گزر گیا سورج

یہ کیسا جلوہ کے بینائی لٹ گئی میری
کہ میری آنکھ کے اندر اتر گیا سورج

چھپا تھا مصلحتاً شام سے سمیٹ کے نور
مہیب رات یہ سمجھی کہ ڈر گیا سورج

شفق تمام لہو رنگ ہو گیا لیکن

ہجوم غم سے بہت پر جگر گیا سورج

ہمیشہ تاج کا اقبال یوں بلند رہا

جدھر جدھر نظر آیا ادھر گیا سورج

وقت کا کام تھا گزرنا وقت دھیرے دھیرے گزر رہا تھا۔رانا ہاؤس کی لڑکیوں کی زندگی میں کوئی ی خاص تبدیلی نہیں آئی ی تھی۔

شاویز اور نمل کے درمیان سرد جنگ جاری تھی۔

دونوں ایک دوسرے کو دیکھ کر انجان بن جاتے تھے۔

وہ چاروں حناوے کے کمرے میں لحافوں میں دبکی پاکستانی فلم ماہِ میر دیکھ رہی تھیں۔

یہ ایمان علی طوائف کے روپ میں کتنی خوبصورت لگ رہی ہے"

"نا۔۔۔؟؟

حناوے نے غور سے ہیروئن کو دیکھتے ہوئے کہا تھا۔

"کاش مجھے بھی ڈانس آتا۔۔"

اب کی بار حناوے کے لہجے میں حسرت تھی۔اسے ایمان علی کا یہ کردار بہت پسند آیا تھا۔اور اسکے دل میں ایسا حلیہ اپنانے کی خواہش ابھری تھی۔

وہ سب تو ٹھیک ہے۔۔آج چائے بنانے کی باری تمہاری ہے۔۔جاؤ بنا"

"کر لاؤ۔۔

ھدی نے اسے یاد دلایا۔ حناوے کا موڈ بگڑا۔

"میں نہیں جا رہی بہت ٹھنڈ ہے۔۔"

حناوے نے صاف انکار کیا۔

جانا تو پڑے گا تمہیں یا ہم سمجھ لیں کہ تم اپنا کام بالکل نہیں کر سکتی اور نا ہی" وعدہ نبھا سکتی ہو۔۔ کیونکہ ہم نے پہلے ہی وعدہ کیا تھا کہ سب اپنی اپنی باری پر "بنا کسی چوں چراں کے چائے بنا کر لائیں گی۔۔

منال نے یاد دہانی کرنا لازمی سمجھا۔

"جا رہی ہوں۔۔ میں اپنی بات سے مکرتی نہیں۔۔"

حناوے نے پھاڑ کھانے والے انداز میں کہا تھا اور غصے سے بیڈ سے نیچے اتری۔

Click On The Link Above To Read More Novels / ✆ / ✉ 0344 4499420
https://www.zubinovelszone.com/

دھیان سے جانا آج شاہ ویز بھائی ی گھر پر ہی ہیں۔۔یہ نا ہو کلاس لگ "جائی ے۔۔"

سماب کو یاد آیا تھا۔

"ڈرتی نہیں میں اس دجال سے۔۔"

حناوے نے شاہ ویز کا نام دجال رکھا ہوا تھا۔

وہ گرم چادر کو اچھی طرح خود کے گرد لپیٹتی کمرے سے باہر نکلی تھی۔دبے پاؤں وہ سیڑھیوں کی طرف بڑھی۔

سیڑھیوں کے نیچے ہی شاہ ویز کا کمرہ تھا جو سب سے بڑا تھا۔

وہ دل ہی دل میں دعائیں مانگتی کچن کی جانب بڑھ گ ئ ی تھی۔

مری کی سردی کی شدت میں اچانک ہی اضافہ ہوا تھا۔

دل ہی دل میں ان تینوں کو گالیاں نکالتی وہ چائے بنانے لگی۔

اس وقت ملازمہ کو اٹھانا یعنی اپنے پاؤں پر کلہاڑی مارنے کے مترادف تھا۔

اور ان چاروں کا رات کو ٹھونسے بنا گزارا نہیں تھا۔اس لئے ناچاہتے خود ہی کچھ ناکچھ بنالیتی تھیں۔

"واہ رات بارہ بجے بھی پارٹی کی جارہی ہے۔۔؟؟"

کچھ دیر بعد حناوے چائے کپ میں انڈیل رہی تھی جب اچانک ابھرنے والی آواز پر وہ اچھلی۔

پیچھے مڑ کر دیکھا تو خضر کچن کے دروازے میں کھڑا تھا۔

"تت۔۔تم یہاں کیا کر رہے ہو؟؟"

اسے دیکھ کر حناوے کا رنگ پھیکا پڑا۔

"کیوں میں یہاں نہیں آسکتا؟؟"

وہ عام سے لہجے میں پوچھتا کچن کے اندر آیا۔

زمینوں کے سلسلے خضر شاہ ویز سے ملنے آیا تھا۔انکی حیدر آباد والی زمین کا کچھ مس ئی لہ چل رہا تھا۔

کافی دیر وہ دونوں اس مس ئی لے کو ڈسکس کرتے رہے تھے۔

خضر کو پانی کی طلب ہوئی تو وہ خود ہی لینے آ گیا لیکن کچن میں آفت کو دیکھ کر اسکی تیوری چڑھی۔

"حیات ہاؤ س چھوٹا پڑ گیا جو یہاں آگ ئی ے۔۔؟؟یا پھر وہاں مجرم قید ہیں؟؟"

حناوے بھی چوٹ کرنے سے باز نہیں آئی ی تھی۔

کچھ خطرناک مجرموں کی تاک میں ہوں وہ پکڑے جائیں بس۔۔ایسی" جیل میں ڈالوں گا کہ ساری عمر ایڑیاں رگڑتے رہیں گے لیکن باہر نہیں نکل پائیں گے۔۔"

خضر حیات کونسا کم تھا۔

اچھا سنو۔۔یہ دو کپ چائے شاہ ویز کے کمرے میں پہنچا دو۔۔ہم" ضروری کام کر رہے ہیں۔۔تم نے بنا ہی لی ہے تو ہمارا ابھی فائدہ ہو جائے گا۔۔"

اس سے پہلے وہ کچھ کہتی خضر حکم دیتا چلا گیا جبکہ حناوے غصے سے لال پیلی ہو گئی تھی۔

چائے دینے جانا یعنی ایک تو شاہ ویز کی ڈانٹ سننا اور اوپر سے دوبارہ چائے بنانا۔۔

حناوے کا دل کیا کہ وہ کپ اٹھا کر خضر کے سر میں مارے۔۔

کچھ دیر بعد وہ خود پر ضبط کرتی شاہ ویز کے کمرے میں چائے دینے گئی تھی۔

خضر سر جھکائے ایک نقشہ سامنے پھیلائے بیٹھا تھا۔وہ اچھے سے جانتا تھا کہ حناوے کی اس وقت کیا حالت ہو رہی تھی۔

"تم سوئی نہیں ابھی تک؟؟"

حناوے کو دیکھ کر شاہ ویز نے پوچھا۔

نن۔۔۔ نہیں وہ خضر بھا۔۔بھائی نے مجھے چائے بنانے کا کہا اس"

"لئے۔۔

حناوے نے خود پر قابو پاتے ہوئے کہا تھا۔شاہ ویز گہری نظروں سے حناوے کو دیکھا تھا۔

"ٹھیک ہے جاؤ۔۔"

شاہ ویز کے کہنے پر وہ فوراً کمرے سے باہر نکلی تھی جبکہ خضر نے مشکل سے اپنی مسکراہٹ پر ضبط کیا تھا۔

میں بتا رہی ہوں یہ رشوت خور ایس پی مر جائی ے گا کسی دن حناوے رانا"
"کے ہاتھوں۔۔

حناوے کا پارہ آسمان کو چھو رہا تھا۔وہ غصے میں کمرے میں ٹہل رہی تھی۔

"ہائی ے خضر آئی ے ہوئی ے تھے۔۔تم بھلا مجھے بلا لیتی۔۔"

ھدی نے دل پر ہاتھ رکھتے ہوئی ے کہا تھا۔حناوے کی تیوری مزید چڑھی۔

اگر اتنا پیارا ہے تو پلو میں چھپا لو اسے۔۔میرے ہاتھ کی چائی ے پیتا"
ہے۔۔اب دیکھنا میں اسے ایسی چائی ے پلاؤں گی۔۔۔ساری عمر یاد رکھے
"گا۔۔

حناوے کی آنکھوں میں شرارت چمکی۔اور چہرے پر پراسرار مسکراہٹ
پھیل گئی ی۔

تم جو بھی کر لو۔۔خضر تمہارے عتاب کا شکار ہونے والوں میں سے"

"نہیں۔۔

ھدی نے بے نیازی سے کہا۔

"اب تم دیکھنا بس۔۔"

حناوے پر عزم لہجے میں کہتی بیڈ پر بیٹھی تھی۔

"چھوڑو نا یار کیا موڈ خراب کرنا۔۔"

منال نے اسے پر سکون کرنے کی کوشش کی۔

ہر گز نہیں۔۔اس نے جان بوجھ کر مجھے شاہ ویز بھائی کے سامنے حاضر"

کیا تاکہ مجھے ڈانٹ پڑے۔۔وہ تو شکر انہوں نے ڈانٹا نہیں۔۔لیکن میں اسے

"نہیں بخشنے والی۔۔

وہ حناوے ہی کیا جو مان جائے۔

اور اگر تم اپنے پلان میں کامیاب نہیں ہوئی تو۔۔؟؟"

ھدی نے ابرو اچکا کر پوچھا۔

"تو جو تم لوگ کہو گے حناوے وہی کرے گی۔۔"

حناوے نے بات کو اپنی انا کا مسئلہ بنالیا تھا۔

"سوچ لو۔۔"

ھدی نے وارننگ دینے والے لہجے میں کہا۔

جو کچھ کرنے سے پہلے سوچے وہ حناوے رانا نہیں۔۔اب جاؤ مجھے سونا"

"ہے۔۔

Click On The Link Above To Read More Novels / ✆ / ✉ 0344 4499420
https://www.zubinovelszone.com/

حناوے کا موڈ کافی بگڑ چکا تھا۔

وہ تینوں اسکے بیڈ سے اٹھیں۔ھدی جانتی تھی کہ اگر حناوے آفت تھی تو خضر آسانی سے اس آفت کے ہاتھ نہیں آنے والا تھا۔
وہ دیکھنا چاہتی تھی کہ کیا ہونے والا تھا۔

ان تینوں کے جانے کے بعد حناوے نے صبح چھ بجے کا الارم لگایا اور خضر کو کوستے ہوئے سو گئی۔

صبح پہلی الارم رنگ پر حناوے کی آنکھیں پٹ سے کھلی تھیں۔وہ جلدی بیڈ سے نیچے اتری۔

فریش ہونے کے بعد وہ اپنا سویٹر پہن کر اور گرم شال لپیٹ کر کمرے سے باہر نکلی تھی۔

سیدھا فاریہ بیگم یعنی اپنی ماں کے کمرے میں گ ئی ی جو کچن میں امن کیل ئی ے ناشتہ بنا رہی تھیں۔اسکے سکول جانے میں تھوڑا ہی وقت تھا۔

کچھ دیر ڈھونڈنے کے بعد ایک دراز سے اسے مطلوبہ چیز مل گ ئی ی تھی۔

وہ اسے چادر کے نیچے چھپاتی باہر نکلی اور باہر کی طرف قدم بڑھائے۔

آنکھوں میں ابھی تک نیند تھی۔اسے اتنی صبح اٹھنے کی عادت نہیں تھی۔

Zubi Novels Zone

"حناوے۔۔کہاں جا رہی ہو تم۔۔؟؟"

لاؤنج سے گزرتی حناوے پر فاریہ بیگم کی نظر پڑی تھی۔وہ حناوے کے اتنی صبح اٹھنے پر حیران رہ گ ئی ی تھیں۔

"وہ امی میں واک کرنے جا رہی ہوں۔۔"

حناوے نے ذہن میں آنے والا پہلا جھوٹ بولا۔

"واک۔۔اور تم۔۔؟؟"

تمہاری طبیعت ٹھیک ہے نا؟؟

جی جی۔۔میں ٹھیک ہوں بس ایسے ہی کھلی ہوا میں واک کرنے کا دل کر رہا تھا۔۔"

حناوے جواب دیتی لاؤنج کا دروازہ پار کر چکی تھی۔

"یااللہ اس لڑکی کو ہدایات دے۔۔"

فاریہ بیگم نے دل سے دعا مانگی تھی۔

ابھی حناوے میں لان میں پہنچی تھی جب اسے گیٹ کھول کر حیدر اندر آتا دکھائی دیا۔وہ جاگنگ سے واپس آیا تھا۔

"اوئی ے آفت۔۔ تم اتنی صبح صبح۔۔ لگتا مری کی خیر نہیں۔۔"
اس نے حناوے کو چھیڑا۔

"میں نے سوچا میں بھی تھوڑا کھلی فضا میں سانس لے لوں۔۔"
حناوے نے حتی المقدور لہجے کو نرم رکھنے کی کوشش کی تھی۔
کم از کم وہ حیدر کے سامنے نارمل رہنا چاہتی تھی۔

"مجھے کہہ دیتی میں لے جاتا صبح پانچ بجے۔۔"
حیدر نے شرارت سے کہا وہ جانتا تھا کہ حناوے کو واک میں کوئی ی دلچسپی نہیں تھی اور نا ہی صبح سویرے اٹھنے میں۔۔

یقیناً اسکے ذہن میں کچھ چل رہا تھا۔

"کل سے۔۔۔"

حناوے زبردستی چہرے پر مسکراہٹ سجاتی آگے بڑھ گئ ی تھی۔

"اللہ خیر کرے آج تو۔۔"

حیدر نے اسے جاتے دیکھ کر دل میں سوچا تھا۔

اسے حناوے بالکل پاگل لگتی تھی۔

گیٹ سے باہر نکل کر سڑک پار کرنے کے بعد وہ حیات ہاؤس میں داخل ہوئی ی تھی اور پھر تیز تیز قدم اٹھاتی اندر کی جانب بڑھی۔

"ارے حناوے تم۔۔؟؟"

رخسار پھوپھو صبح صبح اسے اپنے گھر میں دیکھ کر خوشگوار حیرت میں مبتلا ہوئی تھیں۔

"جی پھوپھو۔۔وہ میں واک کرنے گئی تھی سوچا واپسی پر آپ سے مل لوں۔۔"

حناوے نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"ماشاءاللہ بہت سمجھدار ہوگئی ہو کو صبح صبح اٹھنے لگی ہو۔۔"

رخسار پھوپھو نے اسے اپنے ساتھ لگایا تھا۔

"ناشتہ بنالیا۔۔؟؟"

حناوے نے سوال کیا۔

"نہیں بنا رہی ہوں۔۔آؤ تم بھی ناشتہ کر کے جانا۔۔"

رخسار پھوپھو اسے ساتھ لئے کچن کی جانب بڑھیں۔

"پھوپھو چائے میں بناؤں؟؟"

آج تو وہ حیران کیا جا رہی تھی۔

"ہاں ہاں۔۔ جیسا تمہارا دل کرے۔۔"

رخسار پھوپھو اسے یوں دیکھ کر حیران ہو رہی تھیں۔

حناوے پوری سنجیدگی سے چائے بنانے لگ گئی۔

"اماں جان۔۔"

اچانک حضر کی آواز ابھری تھی اور حناوے چونکی ہوئی۔

وہ سیدھا کچن میں آیا تھا۔اور پھر حناوے کو دیکھ کر اسکی آنکھیں پھیلیں۔

حناوے رانا۔۔اسکے گھر میں۔۔اسکے کچن میں۔۔

یعنی پکا گڑ بڑ تھی۔

"خیریت آج بڑے لوگ یہاں کیا کر رہے ہیں وہ بھی صبح صبح۔۔؟؟"

وہ پوچھے بنا نہیں رہ سکا تھا۔دماغ تیزی سے کام کر رہا تھا۔وہ جانتا تھا حناوے نا تو اتنی اچھی تھی اور نا ہی اتنی معصوم جتنی وہ بن رہی تھی۔

"ہاں بس دیکھ لو۔۔میری بیٹی سمجھدار ہو گئی ہے۔۔"

رخسار پھوپھو نے جواب دیا تھا۔جبکہ حناوے نے خاموش رہنا بہتر جانا۔

"ناشتہ لگا دیں میں تیار ہو کر آرہا ہوں مجھے جلدی جانا ہے۔۔"

خضر اسے جانچتی نگاہوں سے دیکھتا کہہ کر جا چکا تھا۔

Click On The Link Above To Read More Novels / ✆ / ✉ 0344 4499420
https://www.zubinovelszone.com/

حناوے جانتی تھی پولیس والے کی نظریں کتنی تیز تھیں۔وہ اپنے دھڑکتے دل پر قابو پانے کی کوشش کر رہی تھی۔

بیس منٹ بعد خضر اپنے یونیفارم میں ملبوس کھانے کی ٹیبل پر موجود تھا۔

وہ اب سنجیدگی سے ناشتہ کر رہا تھا۔

کبھی کبھی ایک اچٹتی سی نگاہ حناوے پر ڈال لیتا تھا جو خاموشی سی ناشتہ کر رہی تھی۔

"میں چائے لے کر آتی ہوں۔۔"

ناشتے کے بعد رخسار پھوپھو نے کہا تھا۔

"نہیں پھوپھو آپ بیٹھیں میں لے آتی ہوں۔۔"

حناوے ایک جھٹکے سے کھڑی ہوئی اور کچن کی جانب بڑھ گئی۔

سویٹر کی جیب سے ایک پیکٹ نکالا۔یہ نیند کی گولیاں تھیں جو کبھی کبھار نیند نہ آنے کے باعث اسکی امی لے لیتی تھیں۔

مسٹر رشوت خور۔۔سارا دن سوتے رہنا تمہیں پتا چل جائے گا کہ "

"حناوے کے ہاتھ کی چائے پینا کا کیا مزہ ہے۔۔

ساری گولیاں ایک پل میں ڈالنے کے بعد اچھے سے چمچ ہلا کر وہ پانچ منٹ بعد چائے لے کر آگئی تھی۔

ایک کپ رخسار پھوپھو اور پھر دوسرا خضر کے سامنے رکھا۔

خضر خاموشی سے اسکی ایک ایک حرکت پر غور کر رہا تھا۔

"پی ئیں۔۔"

خضر کو خاموش دیکھ کر حناوے نے زبردستی مسکرا کر کہا۔ خضر نے خاموشی سے کپ اٹھالیا۔

ایک گھونٹ بھرنے کے بعد اس نے کپ میز پر رکھا۔

"آج تو چینی کم ہے چائے میں۔۔"
وہ اچانک کی بولا تھا۔

نہیں تو۔۔ مجھے تو بالکل ٹھیک لگی۔۔ بلکہ حناوے نے بہت اچھی چائے "بنائی ی ہے۔۔"
پھوپھو نے اپنی بھتیجی کی تعریف کی۔

"لیکن امی مجھے لگ رہی ہے۔۔ میں چینی ڈال کر لاتا ہوں۔۔"

Zubi Novels Zone

وہ کھڑا ہوا۔

"خضر تم تو پھیکی چائے پیتے ہو نا۔۔؟؟"

رخسار پھوپھو کو حیرت ہو رہی تھی۔آج وہ دونوں ہی عجیب سی حرکتیں کر رہے تھے۔

"آج میرا دل کر رہا ہے۔۔"

وہ سنجیدگی سے گویا ہوا۔

"لائیں میں ڈال لاتی ہوں۔۔"

حناوے نے اٹھتے ہوئے کہا۔

Click On The Link Above To Read More Novels / ✆ / ✉ 0344 4499420
https://www.zubinovelszone.com/

نہیں تم بیٹھو۔۔مجھے پتا ہے مجھے کتنے چمچ ڈالنے ہیں۔۔تم چائے پیو اور"

"اس زحمت سے بچو۔۔

وہ طنزیہ مسکراہٹ اچھالتا کپ اٹھا کر کچن کی طرف بڑھ گیا تھا۔

"کہیں اسے شک تو نہیں ہو گیا؟؟"

حناوے کا دل ڈوب کر ابھرا۔

خضر نے چائے سنک میں پھینک دی تھی۔وہ نہیں جانتا تھا کہ حناوے نے کیا ملایا تھا لیکن اسے پورا یقین تھا کچھ نا کچھ ضرور ملایا تھا اس نے۔

پتیلی سے دوسری چائے ڈال کر وہ واپس آ گیا تھا۔

چائے پینے کے پانچ منٹ بعد وہ پولیس اسٹیشن جانے کیلئے اٹھ کھڑا ہوا تھا۔

رخسار پھوپھو نے اسکی پیشانی پر پیار کیا تھا۔

"Have a Good day!"

حناوے اسے دیکھ کر مسکرائی تھی۔

اور پھر وہ چلا گیا۔کچھ دیر بیٹھنے کے بعد حناوے جب حیات ہاؤس سے باہر آئی تو سڑک پر جیپ سے ٹیک لگائے خضر کو کھڑا پایا۔

حناوے کو دیکھ کر وہ سیدھا ہوا۔

"آئیے حناوے رانا آپ ہی کا انتظار تھا۔۔چائے اچھی بنی تھی۔۔"

وہ آنکھوں میں شرارت لئے کہہ رہا تھا۔

حناوے اسے یوں کھڑا دیکھ کر ٹھٹھکی تھی۔

پلان اچھا لیکن معذرت کہ وہ فیل ہو گیا۔۔شاید تم بھول گ ئی ی ہو میں "
ایس پی خضر حیات ہوں۔۔مجر موں کے پلان کو ناکامیاب بنانا ہی میرا کام
ہے۔۔اور آج تم بھی فیل ہو گ ئی ی۔۔تو آئی ندہ احتیاط کرنا ____"
اب کی بار اسکے لہجے میں سنجید گی اور سرد پن تھا۔

"بچگانی حرکتیں کرنا بند کرو۔۔نہیں تو اچھا نہیں ہو گا۔۔"
حناوے کی سنے بناوہ اسے وارن کرتا اپنی جیپ کی طرف بڑھ گیا تھا۔اور پھر
کچھ دیر بعد اسکی جیپ نظروں سے او جھل ہو گ ئی ی تھی۔

حناوے کو سمجھ نہیں آرہا تھا کہ وہ کیا کرے۔۔ضبط کے باعث اسکا چہرہ سرخ ہوا تھا۔پہلی بار کوئی ی پلان ناکام ہوا تھا۔اس نے سر اٹھا کر راناہاؤس کی طرف دیکھا جسکے چاروں کی طرف چار فٹ کی پتھروں کی خوبصورت دیوار تھی۔اور دیوار کے پار لان میں ھدی اسے ہاتھ ہلاتی نظر نہیں آئی ی تھی۔ حناوے غصے سے پیر پٹختی گیٹ کی جانب بڑھی جہاں گارڈ بیٹھا تھا۔

"کیاہوا حناوے رانا پلان فیل ہو گیا؟؟"

ھدی کے لہجے میں چھپا طنز وہ اچھی برح بھانپ گ ئی ی تھی۔

"کہا تھا وہ پولیس والا تمہارے ہاتھ نہیں آنے والا۔۔"

ھدی قہقہہ لگا کر ہنسی تھی۔

"ایسے ہی تو ھدی رانا کا دل نہیں آیا خضر حیات پر۔۔۔"

اب کی بار ھدی کے چہرے پر سرخی ابھری۔

"دفع ہو جاؤ منحوس۔۔میرا دماغ خراب مت کرو۔۔"
حناوے غصے سے پھنکاری تھی۔

"اب اپنی سزا کیلئے تیار ہو جاؤ۔۔"
ھدی مسکرا کر کہتی اندر کی جانب بڑھ گئی تھی جبکہ حناوے جل کڑھ کر رہ گئی تھی۔

حیدر آباد میں بھی ٹھنڈ نے اپنے پر پھیلائی ے تھے۔گاڑی تیزی سے گاؤں گی سڑک پر آگے کی جانب بھاگ رہی تھی۔

امن پر سکون سا پیچھے بیٹھا تھا۔بڑی سی گاڑی میں تین لوگ تھے۔ایک امن ایک اسکا ڈرائیور اور اسکا ذاتی باڈی گارڈ اور اسکا ذاتی ملازم خان۔۔

اچانک گاڑی ایک جھٹکے سے رکی۔

"کیاہوا خان؟؟"

امن نے چونک کر پوچھا۔

"ملک صاحب درگاہ آگ ئی ی ہے۔۔میں حاضری دے آؤں۔۔؟؟"

خان نے ادب سے پوچھا تھا۔وہ جب بھی اس راستے سے گزرتا لازمی درگاہ پر حاضری لگاتا تھا۔

امن نے اپنی جانب کا شیشہ نیچے کر کے، آنکھوں سے سیاہ چشمہ اتار کر اس درگاہ کو دیکھا تھا جو چھوٹے سے کمرے پر مشتمل تھی۔

ایک بڑا سا برگد کا درخت تھا جس پر پرندے چہچہا رہے تھے۔

پورے درخت پر پرندوں کے گھونسلے بنے ہوئے تھے۔ایک نلکا لگا ہوا تھا۔اور ایک فقیر درگاہ کے باہر درخت سے ٹیک لگائے بیٹھا تھا۔

یہ درگاہ۔۔یہاں حاضری دینے سے کیا ہو گا؟؟"

امن نے استہزائیہ ہنسی ہنستے ہوئے پوچھا۔

اسکا انداز مذاق اڑانے والا تھا۔

"یہ اماں ذلیخہ کی درگاہ ہے ملک صاحب۔۔"

خان نے جواب دیا تھا۔

"اور وہ کون تھی؟؟"

امن نے بے اختیار ہی پوچھ لیا۔

"کہتے ہیں سالوں پہلے جب اس علاقے پر چوہدریوں کا راج تھا ذلیخہ انکی اکلوتی بیٹی تھی۔۔پانچ بھائیوں کی بہن ___ بہت خوبصورت تھی لیکن نصیب مارے (کم تر) نکلے۔

گاؤں کے کمیوں کا لڑکا تھا جی ___ بڑا سوہنا گاتا تھا اور شکل صورت بھی اچھی تھی ___ اسکی آواز پر ذلیخہ دل ہار بیٹھی ___ آگ ایک طرف لگی تو تپش دوسری طرف بھی گ ئی ی ___ دونوں ایک دوسرے کے عشق میں ___ گرفتار ہو گ ئ ے تھے

___ جب ذلیخہ کے گھر والوں کو پتا چلے تو انھوں نے اسے حویلی میں قید کر دیا

ایک دن موقع دیکھ کر دونوں بھاگ نکلے لیکن عشق میں ملن نہیں لکھا جی ___ ذلیخہ کے گھر والوں نے دونوں کو مار دیا ___ ذلیخہ کو یہاں دفنا دیا گیا تا کہ آنے والی سات نسلیں یاد رکھیں اور گاؤں میں کبھی کوئی ی عشق نہ کرے ___

کہتے ہیں یہ خالی جگہ تھی یہاں یہ ایک قبر تھی ایک دن کسی اللہ والے نے یہاں پودہ لگا دیا جو اب تناور درخت بن چکا ہے۔

"اور نا جانے کتنے سال پرانا ہے۔

خان ایک پل کو سانس لینے کو رکا۔اسکی آنکھوں میں عجیب سی نمی تھی۔

پھر کچھ سال گزرنے کے بعد ایک جوڑا آیا تھا جو اس درخت کے سائے میں کچھ دیر آرام کرنے کو رکا تھا۔

کہتے ہیں انہوں نے اس درخت کے نیچے بیٹھ کر دعا مانگی تھی کہ وہ اپنی محبت میں کامیاب ہو جائیں اور انکی دعا پوری ہو گئی ی ___

پھر لوگ آنے لگے اور یہاں درخت کے نیچے سائے میں دعا مانگنے لگے

___مسافروں کی ویسے بھی دعا قبول ہوتی ہے

پھر ایک دن کسی نے قبر پر نظر ڈالی تو انہیں احساس ہوا شاید کوئی اللہ کا نیک

بندہ دفن ہے۔

ابا بتاتے ہیں کہ یہاں پر کسی نے قبر کے گرد کمرہ بنوا دیا۔

اور پھر یوں یہ ایک درگاہ کی شکل اختیار کر گیا۔

یہ کوئی بڑی درگاہ نہیں اور نا ہی مشہور ہے۔۔ لیکن اماں ذلیخہ کے نام سے

جانی جاتی ہے اور جو جانتے ہیں وہ ضرور سلام کرنے آتے ہیں___!!

"کمال ہے۔۔ایسا بھی ہوتا ہے۔۔ خان تم بھی پاگل ہی ہو۔۔"

امن نے قہقہہ لگایا۔

"بس جی۔۔عقیدت سی ہے اماں ذلیخہ سے۔۔"

"اور اسکے گھر والے کہاں گ ئی ے؟؟"

وہ جی کہتے ہیں انکی حویلی اور خاندان پر آفت ٹوٹ پڑی تھی۔۔بچے بیمار ہونے لگے بڑے مرنے لگے اور انکی زمینیں بنجر ہو گ ئی یں۔۔مویشی ختم ہو گ ئی ے__ آخر تھک ہار کر اور ڈر کر وہ لوگ اپنی بچی کھچی چیزیں لے کر یہاں سے چلے گ ئی ے__!!"

"اب تمہارا کیا ارادہ ہے؟؟"

امن نے خان سے پوچھا۔

"میں بس ابھی آیا فاتحہ پڑھ کر۔۔"

خان نے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے جاؤ۔۔"

امن نے کہا اور سگریٹ سلگا کر دھواں گاڑی کے شیشے سے باہر پھینکنے لگا۔

"نہیں بچے گا۔۔ نہیں بچے گا۔۔"

امن نے ایک پل کو چہرہ دوسری جانب کیا تھا اور اچانک ایک عورت گاڑی کے ادھ کھلے شیشے پر جھپٹی۔

امن اس اچانک افتاد پر اچھلا تھا۔

"کون ہو تم۔۔؟؟"

امن نے غصے سے عورت سے پوچھا جو حلیے سے پاگل لگ رہی تھی۔

___اسکا مٹی سے اٹا چہرہ___گندے بال اور کپڑے

ناجانے وہ کون تھی۔

نہیں بچے گا تو بھی۔۔ عشق ہو گا۔۔پاگل بھی ہو گا۔۔ عشق نہیں چھوڑے "
گا۔۔"

وہ بے ربط سی بول رہی تھی۔

امن نے گاڑی کا شیشہ اوپر کیا۔

"اسکو دفع کرو یہاں سے کون ہے یہ۔۔؟؟"

امن نے ڈرائیور سے کہا جو ایک جھٹکے سے گاڑی سے باہر نکلا۔

گاڑی کے شیشے پر اب اس پاگل عورت نے تھپڑوں کی بارش کر دی تھی۔

اسکی آنکھوں میں عجیب سی وحشت تھی۔امن کے پورے جسم میں ایک سنسنی خیز لہر دوڑ گئی تھی۔

ڈرائیور اب اسے گاڑی سے دور کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔

تبھی خان درگاہ سے باہر آیا اور اس نے گاڑی کے پاس لگے تماشے کو دیکھ کر سویٹر کے اندر سے پستول نکال کر ہوائی فائر کیا تھا۔

فائر کی آواز سے پرندے برگد کے درخت سے اُڑے تھے۔اور وہ پاگل عورت جو شاید کبھی خوبصورت لڑکی تھی لیکن حلیے سے پہچانی نہیں جا رہی تھی یک لخت ساکت ہوئی تھی۔

اسکی آنکھوں میں درد کی گہری لہر نمی کی صورت میں ابھری تھی۔

"مار ڈالا۔۔اسے مار ڈالا۔۔"

وہ روتی کرلاتی درگاہ کی جانب بڑھی تھی۔اور خان نے تاسف سے اسے دیکھتے ہوئے قدم گاڑی کی طرف بڑھا دیئے۔

درخت کے نیچے بیٹھے فقیر نے فائی ر کی آواز پر آنکھیں کھول کر دیکھا تھا۔ اسکی سرخ آنکھوں میں عجیب سا تاثر تھا۔۔اس نے گہری نظروں سے گاڑی کو دیکھا۔۔اسکے لبوں پر مسکراہٹ ابھری اور پر اس نے دوبارہ درخت سے ٹیک لگا کر آنکھیں موندلیں۔

"کون تھی یہ پاگل۔۔۔؟؟"

خان کے گاڑی میں بیٹھنے کے بعد امن نے پوچھا تھا۔

"ملک صاحب۔۔وہ۔۔"

"وہ کیا۔۔؟؟"

امن کے چہرے پر کوفت پھیلی تھی۔

یہ وہی لڑکی ہے جسکے منگیتر کو آپ نے مار دیا تھا۔۔یہ راحیلہ ہے۔۔اسکی" موت کے بعد پاگل ہو گ ئی ی ہے جی___سارا دن گلیوں میں بھاگتی رہتی ہے___ایک ٹوٹا سا چشمہ ہاتھ میں ہوتا ہے___بہکی بہکی باتیں کرتی ہے جی۔۔"

خان بتا رہا تھا جبکہ امن نے جھٹکے سے سیاہ چشمہ اتار کر شیشے سے باہر دیکھا تھا۔ وہ اب درگاہ سے ٹیک لگائ ے ہاتھ میں ٹوٹے ہوئ ے چشمے کا فریم ل ئ ے ہنس ہنس کر اس سے باتیں کر رہی تھی۔
امن کا دل زور سے دھڑکا تھا۔گاڑی ایک جھٹکے سے آگے بڑھی تھی۔
امن کی نظریں ابھی تک اس پر ہی جمی تھیں۔پاگل راحیلہ نے آنکھیں اٹھا کر امن کی جانب دیکھا اسکی گاڑی لمحہ بہ لمحہ دور ہو رہی تھی۔لیکن اسکی نم آنکھوں سے عجیب سی صدائ یں ابھر رہی تھیں۔

Click On The Link Above To Read More Novels / ✆ / ✉ 0344 4499420
https://www.zubinovelszone.com/

جنہیں برگد کے درخت پر موجود پرندے جو واپس آگ ئی ے تھے بخوبی سن سکتے تھے۔انکی چہچہاہٹ میں بھی ایک ہی پکار تھی کہ،

تجھے عشق ہو خدا کرے
کوئی تجھ کو اس سے جدا کرے

تیرے ہونٹ ہنسنا بھول جائیں
تیری آنکھ پر نم رہا کرے

تو اس کی باتیں کیا کرے
تو اس کی باتیں سنا کرے

اُسے دیکھ کر تو رک پڑے

وہ نظر جھکا کر چلا کرے

تجھے ہجر کی وہ جھڑی لگے
تو ملن کی ہر پل دعا کرے

تیرے خواب بکھریں ٹوٹ کر
تو کرچی کرچی چنا کرے

تو نگر نگر پھرا کرے
تو گلی گلی صدا کرے

تجھے عشق ہو پھر یقین ھو
اُسے تسبیحوں پر پڑھا کرے

Zubi Novels Zone

میں کہوں ''عشق ڈھونگ'' ہے
تو نہیں نہیں کہا کرے۔

تو نگر نگر پھرا کرے
تو گلی گلی صدا کرے

تو نگر نگر پھرا کرے
تو گلی گلی صدا کرے

پاگل راحیلہ کی آنکھوں اور دل سے دیر تک صدائیں ابھرتی رہی تھیں۔

کیاہوا علیزے تم آج کل کافی بدلی بدلی سی لگتی ہو سب ٹھیک ہے"

"نا۔۔۔؟؟

حناوے جو کب سے علیزے کو خضر والا قصہ سنا رہی تھی اسے ذہنی طور پر غیر حاضر دیکھ کر پوچھا۔

"نہیں تو سب ٹھیک ہے۔۔"

علیزے زبردستی مسکرائی ی۔

ZNZ
Zubi Novels Zone

کچھ دن پہلے تک تم بہت خوش تھی۔۔ عجیب سی خوشی تھی تمہارے"

"چہرے اور اب کچھ دنوں سے تم عجیب طرح سے پیش آ رہی ہو۔۔

حناوے نے اپنی واحد دوست سے پوچھا جو اسے اچھے سے جانتی تھی اور حناوے کے قصوں کو خوب انجوائے کرتی تھی۔۔ لیکن اب اسکے چہرے پر اداسی پھیلنے لگی تھی۔ حناوے اسکے یوں بدلتے روپ دیکھ کر پریشان تھی۔

"نہیں بس طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔۔"

علیزے نے کوفت زدہ لہجہ میں کہا تھا۔اور حناوے بس اسے دیکھ کر رہ گ ئی ی تھی کچھ تو غلط تھا۔

جو علیزے اسے نہیں بتا رہی تھی۔

"اچھا چلو یہ سب چھوڑو چلو کینٹین چلتے ہیں۔۔"

حناوے نے اٹھتے ہوئے کہا۔وہ دونوں سفید یونیفارم میں ملبوس تھیں۔

"نہیں تم جاؤ میرا دل نہیں ہے۔۔۔"

علیزے نے صاف انکار کر دیا۔

مجھے آنٹی سے بات کرنی پڑے گی کہ وہ تمہارا خیال نہیں رکھتیں۔۔"

تمہاری رنگت پیلی پڑ چکی ہے۔۔وہ تمہارا چیک اپ کیوں نہیں

"کرواتیں۔۔ تمہاری طبیعت ٹھیک نہیں ہے اور انہیں پرواہ نہیں کیا۔۔؟؟

حناوے نے خفگی سے کہا تھا۔

"نن۔۔ نہیں۔۔ میں ٹھیک ہوں۔۔ چلو چلتے ہیں۔۔"

حناوے کی بات پر علیزے ایک جھٹکے سے کھڑی ہوئی تھی وہ نہیں چاہتی

تھی کہ حناوے سچ میں اسکی ماما سے بات کرے۔

"اب آئی نا لائن پر۔۔ چلو۔۔"

حناوے نے شرارت سے ایک آنکھ دباتے ہوئے کہا تھا علیزے بس مسکرا

رہ گئی تھی۔

مسز ملک اپنے آفس میں موجود فائل پر جھکیں کام اسے چیک کرنے میں مصروف تھیں جب اچانک انکا فون تھر تھرایا۔

انہوں نے ہاتھ بڑھا کر میز پر رکھا فون اوراٹھایا اور پھر کال کرنے والے کا نام دیکھ کر آنکھوں میں ایک گہری اذیت پھیل گئی۔

ایک گہرا سانس لے کر انہوں نے فون کان کو لگایا تھا۔

"!السلام علیکم"

لہجے کو حتی المقدور سادہ رکھنے کی کوشش کی گئی تھی۔

"کہاں ہو تم۔۔؟؟"

شہباز ملک پھنکارے۔

"میں کل مری آگ ئی ی تھی ارحم کے ساتھ۔۔"

مسز ملک نے اپنی گھبراہٹ پر قابو پاتے ہوئے جواب دیا۔

"کس کی اجازت سے۔۔؟؟"

وہ پھنکارے۔ مسز ملک لب بھینچ کر رہ گ ئی یں۔

تم سے پوچھ رہا ہوں کس کی اجازت سے تم حیدر آباد سے مری گ ئی ی"

"ہو؟؟

وہ زہر خند لہجے میں پوچھ رہے تھے۔

میں نے آپکو دو تین بار فون کیا تھا آپ نے اٹھایا نہیں تو۔۔"

"میں کراچی گیا تھا مرا نہیں تھا جو تم بنا اجازت وہاں سے چلی آئی ی۔۔"

وہ اسکی بات کاٹ کر دھاڑا تھا۔

"مجھے ارحم نے کہا تھا۔۔"

مسز ملک نے بوسیدہ سی صفائی ی پیش کی۔

ارحم کے بل بوتے پر اتنا مت اچھلو۔۔ صرف اسی کی وجہ سے تم یہ کام کر رہی ہو ورنہ۔۔۔"

اور میری ایک بات کان کھول کر سن لو آئندہ اگر ایسی حرکت کی نا تو تمہیں آزاد کر دوں گا پھر خود بھی کسی دارالامان میں رہ لینا گھر تو ویسے بھی تمہارا کوئی ی نہیں ہے۔۔"

شہباز ملک کے لہجے میں اپنی بیوی کیل ئی ے انتہا کی نفرت تھی۔اور انکے الفاظ مسز ملک کو اندر تک توڑ گ ئی ے تھے___ مسز ملک کی روح کو چھلنی کر گ ئی ے تھے۔

وہ اپنا زہر اگل کر فون بند کر چکا تھا جبکہ مسز ملک آنکھوں میں آئی ے آنسوؤں کو ضبط کرنے میں ناکام ہو گ ئی ی تھیں۔

اتنے سال ہو گ ئی ے تھے شہباز ملک کا رویہ آج بھی نہیں بدلہ تھا۔وہ بھی کھٹور شہباز ملک تھے۔

انکی زندگی کی سب سے بڑی غلطی شہباز ملک سے شادی کرنا تھی۔

اچھا نہیں کیا آپ نے شہباز ملک___ اور آج بھی اچھا نہیں کر رہے "آپ۔۔"

وہ نم آنکھیں ل ئی ے تصور میں ان سے مخاطب تھیں۔

"میں اندر آسکتی ہوں میم۔۔؟؟"

دروازے پر ہونے والی دستک نے مسز ملک جو چونکایا۔انہوں نے جلدی سے اپنی نم آنکھوں کو صاف کیا۔

"ارے نمل۔۔آؤ۔۔"

وہ زبردستی مسکرائی یں۔

"کیاہوا میم آپکی طبیعت توٹھیک ہے نا؟؟"

نمل انکے سامنے والی کرسی پر بیٹھنے کے بعد پوچھا۔وہ مسز ملک کو جانچنے والی نظروں سے دیکھ رہی تھی۔

"ہاں بس۔۔آنکھ میں کچھ چلا گیا۔۔"

مسز ملک پھیکی سی ہنسی ہنس دیں۔

"میم یہ ڈائی یلاگ کافی پرانا نہیں ہو چکا۔۔؟؟"

نمل نے شرارت سے کہا۔ تو مسز ملک دوبارہ مسکرا دیں۔

"خیر یہ کام مکمل ہو گیا ہے۔۔ یہ فائل آپ چیک کر لیجئے گا۔۔"

نمل نے فائل انکے سامنے رکھتے ہوئے کہا۔

ٹھیک ہے میں چیک کر لوں گی۔۔ آپ سنائیں کیسی ہیں گھر میں سب کیسے

ہیں؟؟"

مسز ملک نے ماحول پر چھائے بوجھل پن کو دور کرن چاہا۔

"جی اللہ کا شکر ہے سب ٹھیک ہیں۔۔"

نمل نے خوشدلی سے کہا۔پورے سٹاف میں سے نمل واحد لڑکی تھی جو مسز ملک کو بلاوجہ پیاری تھیں۔بیشک وہ اپنا کام ذمہداری سے کرتی تھی لیکن اسکی مسکراہٹ اور اسکا بات کرنا لوگوں کو جلد اپنا بنالیتا تھا۔

"گھر نہیں جانا آپ نے؟؟"

مسز ملک نے دوسرا سوال کیا۔

"جی میں نے ڈرائیور کو فون کردیا ہے وہ بس لینے آتا ہوگا۔۔"

"چلو اچھی بات ہے۔۔"

مسز ملک نے کہا اور تب ہی انکے موبائل پر دوبارہ تھرتھراہٹ ہوئی ی۔

اب کی بار نمبر دیکھنے پر مسز ملک کے چہرے پر پر سکون سی مسکراہٹ ابھری۔

"میرا بیٹا ارحم۔۔۔لینے آگیا ہے۔۔"

وہ نمل کو دیکھ چمکتی آنکھوں سے بتا رہی تھیں۔

مجھے جانا ہو گا۔۔ لیکن میں سوچ رہی ہوں جب تک آپکا ڈرائیور نہیں آجاتا"

"میں ادھر ہی رک جاؤں۔۔اکیلے نہیں چھوڑ سکتی آپکو۔۔

مسز ملک کے لہجے میں فکر مندی تھی۔

میم آپ پریشان نہیں ہوں۔۔آپ آرام سے جائیں۔۔ڈرائیور بس آتا"

"ہی ہو گا اور میں یہاں اکیلی نہیں۔۔صائم اور نوین یہی پر ہیں۔۔

نمل نے انکی پریشانی دور کرتے ہوئے کہا۔

"اچھا پھر ٹھیک ہے۔۔"

مسز ملک کے دل کا بوجھ ہلکا ہوا۔وہ اپنا بیگ اٹھا کر باہر کی جانب بڑھیں۔

نمل انکے ساتھ باہر تک آئی ی تھی۔باہر سڑک پر گاڑی کھڑی تھی جو ارحم کی تھی۔ارحم کی نظریں شیشے کے دروازے پر جمی تھیں جسکے باہر گارڈ کھڑا تھا۔

اور تھوڑی دیر بعد اسکی ماما یعنی مسز ملک باہر آئی ی تھیں۔

انکے ساتھ باتیں کرتی لڑکی کو دیکھ کر ارحم کی تیوری چڑھی۔

کیا مطلب کس کا گاؤں ہے؟؟ ہمیں گاؤں سے کیا لینا؟؟ اور یہاں کیا"

"ایلین بستے ہیں جو آپ اس طرح سے بی ہیو کر رہے ہیں۔۔

ایک ڈیڑھ ماہ پہلے ہوئے واقعہ کو یاد کر کے ارحم کے چہرے کے زاویے بگڑے۔وہ اسے پہچان گیا تھا۔

وہ گاڑی سے بخوبی نمل کو دیکھ سکتا تھا اور پہچان بھی لیا تھا جبکہ نمل کا دھیان گاڑی کی طرف نہیں تھا۔

"اچھااپناخیال رکھنا۔۔"

مسز ملک نے نمل کا گال تھپتھپایااور گاڑی کی طرف بڑھیں۔

جبکہ نمل مسکراتی اندر جاچکی تھی۔

"دیر تو نہیں ہوئی مجھے آنے میں۔۔؟؟"

گاڑی میں بیٹھنے کے بعد مسز ملک نے اپنے اکلوتے بیٹے سے پوچھا تھا۔

"نہیں ماما۔۔"

وہ مسکرایاالبتہ ذہن نمل میں الجھا تھا۔

"یہ لڑکی کون تھی ماما۔۔؟؟"

ارحم زیادہ دیر بات دل میں نہیں رکھ سکتا تھااسی لئے فوراًپوچھا۔

"کون لڑکی۔۔؟؟"

مسز ملک کے چہرے پر الجھن ابھری۔

"وہی جس سے اتنا پیار جتایا جارہا تھا۔۔"

ارحم نے خفگی سے کہا تو مسز ملک کے چہرے پر مسکراہٹ ابھری۔

یہ نمل ہے۔۔بہت اچھی بچی ہے۔۔پورے سٹاف میں میرا سب سے"
"زیادہ خیال رکھتی ہے۔۔اور بہت اچھی باتیں کرتی ہے۔۔

مسز ملک نے دل سے نمل کی تعریف کی۔جبکہ ارحم سامنے دیکھ گاڑی چلا رہا البتہ اسکا باتیں دھیان سے سن رہا تھا۔

"ملک انسان نہیں ہوتے کیا۔۔یا آپکو ہم انسان نہیں لگ رہے۔۔؟؟"

نمل کا طنزیہ لہجہ ارحم کو اچھی طرح سے یاد تھا۔

"کچھ زیادہ ہی اچھی باتیں کرتی ہے۔۔"

ارحم زیر لب بڑبڑایا تھا البتہ اسکا دماغ تیزی سے کام کر رہا تھا۔

"تو پھر حناوے رانا تیار ہو تم اپنی سزا کیلئے؟؟"

ھدی نے طنزیہ لہجے میں پوچھا تھا۔

"کونسی سزا؟؟"

حناوے نے انجان بنتے ہوئے کہا تھا۔اتنے دنوں سے وہ انتظار میں تھی کہ کب ھدی اس سے اس موضوع پر بات کرے گی۔۔وہ جانتی تھی ھدی اسکی جان نہیں چھوڑنے والی تھی۔

"منحوس بھولی نہیں۔۔"

حناوے نے دل ہی دل میں ھدی کو گالیاں نکالی۔

تم اپنا کہا پورا نہیں کر پائی ی۔۔یعنی تم فیل ہو گ ئی ی تھی۔۔اگر یاد ہو"

۔۔جو میں dare تو۔۔اب تمہیں سزا ملے گی۔۔اور وہ دو نگی۔۔۔ایک

"کہوں گی۔۔بلکہ ہم کہیں گے تمہیں وہی کرنا ہو گا۔۔

عرصے بعد تو حناوے انکے ہاتھ لگی تھی ھدی کافی پر جوش تھی۔

"بھونکو۔۔کیا کرنا ہو گا مجھے۔۔"

حناوے نے سلگتے لہجے میں پوچھا۔

"ڈانس۔۔"

ھدی نے گویا دھماکہ کیا۔

"کیا۔۔پھر سے کہنا۔۔"

حناوے کو یقین نہیں آیا تھا کہ اسکے کانوں نے جو سنا وہ سچ تھا۔ڈانس۔۔اسے الف ب نہیں تک نہیں معلوم تھی ڈانس کی۔

جی ہاں تمہیں ڈانس یعنی رقص کرنا ہوگا۔۔وہ بھی طوائف کا حلیہ اپنا"
"کر۔۔

Zubi Novels Zone

یہ کیا تھا ھدی نے دوسرا دھماکہ۔۔حناوے کو رانا ہاؤس کی چھت اپنے اوپر گرتی محسوس ہوئی ی۔

ہاں تمہیں ماہ میر کی ہیروئن کا کردار بہت پسند آیا تھا نا بس تمہیں وہی"
"کرنا ہوگا۔۔

سماب نے یاد دلانا ضروری سمجھا جبکہ حناوے کھا جانے والی نظروں سے دیکھ رہی۔اسکی ایک ہی کمزوری تھی جسکا اسکے سامنے بیٹھی ڈائی نوں نے بھرپور فائدہ اٹھایا تھا۔

''تمیں کیا لگتا ہے حناوے یہ کام کر پائی ے گی؟؟؟''

منال نے اپنے ساتھ چلتی ھدی سے پوچھا۔وہ دونوں اس وقت دبے قدموں راہداری سے گزرتے اپنے کمرے کی جانب بڑھ رہی تھیں۔ھدی نے بھاری اونی شال سے،جو کہ کمبل سے کم معلوم نہیں ہو رہی تھی،خود کو اچھی طرح لپیٹا ہوا تھا۔

وہ دونوں اس وقت حناوے کے کمرے سے آئی ی تھیں۔

"یہ Dare وہ شرط ہار گئی ہے اب تو اسے پورا کرنا ہوگا۔۔"

ھدی نے آہستہ سے کہا۔وہ دونوں دھیمی آواز میں بات کر رہی تھیں تاکہ گھر میں موجود باقی افراد کو انکے اس وقت جاگنے کی خبر نا ہو۔

"پھر بھی یار___اس ٹھنڈ میں اس اندھیرے خوفناک جنگل میں طوائف کا"

"روپ دھار کر ڈانس کرنا___یہ کچھ زیادہ نہیں ہو گیا؟؟"

منال نے کہتے ہوئے جھرجھری سی لی۔

"تو تم کیا چاہتی ہو ہم یہ ٹاسک نہیں دیں اسے؟؟"

ھدی نے رک کر منال کے چہرے کی طرف غور سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"ن ن۔۔ نہیں میرا یہ مطلب نہیں۔۔ لیکن یاد رکھواسکے ساتھ ہم بھی پھنسیں گے___!!"

منال نے یاد دہانی کروائی ی۔

"ہم کب نہیں پھنستے اور کب نہیں پکڑے جاتے؟؟"

ھدی نے چڑ کر پوچھا۔

"کون ہے یہاں اس وقت اور کیا ہو رہا ہے___؟؟"

بھاری بھرکم، سخت آواز پر دونوں کی سٹی گم ہوئی ی۔

"لو آگیا تمہارا دجال بھائی ی___اب نہیں بچیں گے ہم۔۔۔"

منال نے رونی صورت بناتے ہوئے کہا تھا۔ وہ دونوں اپنی جگہ پر کھڑی کانپ رہی تھیں۔

Click On The Link Above To Read More Novels / ✆ / ✉ 0344 4499420
https://www.zubinovelszone.com/

راہداری میں تھوڑا اندھیرا تھا۔ڈر کی وجہ سے دونوں کی گھگی بند گ ئی ی تھی۔بھاگنے کا تو ہوش نہیں رہا نہیں۔

چند ہی پل کے بعد پوری راہداری روشنی میں نہا گ ئی ی ____ شاہ ویز رانا سرد سے تاثرات چہرے پر جمائی ے، بھنویں اچکائی ے ان دو لڑکیوں کو دیکھ رہا تھا جو چہرہ دوسری جانب کیے کھڑی تھیں اور محسوس ہو رہا تھا جیسے اپنی جگہ پر جم گ ئی ی ہوں۔

وہ متوازن قدم اٹھاتا انکی جانب بڑھا۔

اللہ کرے کیڑے پڑیں ان تینوں کو ___ شاہ ویز بھیا کے ہاتھ لگ جائی یں"

"انکی ایسی درگت بنے کہ بس۔۔

ضبط کے باعث اسکا خوبصورت چہرہ سرخ ہو چکا تھا۔

حناوے نے بیڈ سے تکیہ اٹھا کر نیچے زور سے پھینکا۔اسے سمجھ نہیں آرہا تھا کہ اپنے غصے کو کیسے کم کرے۔

کون دیتا ہے کسی کو؟؟ Dare اتنا مشکل"

"!!__ماما ٹھیک ہی کہتی ہیں کسی پر بھروسہ نہیں کرنا چاہیے

وہ اب روہانسی ہو کر نیچے قالین پر بیٹھ گ ئ ی تھی۔کمرے میں ہیٹر کی گرمائ ش تھی۔

ڈانس۔۔ہائے کیسے کروں گی میں ڈانس مجھے تو پاؤ ں ہلانا بھی نہیں"

"آتا۔۔؟؟

وہ اس وقت شدید صدمے میں تھی۔

"اگر وہ رشوت خور پولیس والا نہیں رکتا اس دن تو ھدی کو نہیں پتا چلتا اور

میں شرط جیت جاتی___آج مجھے یہ ٹاسک نہیں ملتا___"

اسے رہ رہ کر تصور میں موجود شخص پر شدید غصہ آرہا تھا۔

"مسٹر رشوت خور___ایس پی خضر حیات رانا صاحب میں تمہیں نہیں

چھوڑوں گی___!!"

وہ دبی دبی آواز میں چلائی ی تھی۔اسکا بس نہیں چل رہا تھا کہ وہ خضر حیات

رانا کو جان سے مار ڈالے جو اسکی ہار کا سبب بنا تھا۔

"تم دونوں یہاں کیا کر رہی ہو؟؟"

شاہ ویز نے سر جھکائے کھڑیں ھدی اور منال سے پوچھا۔

"کک۔۔کچھ نہیں بھائی ی۔۔۔ہم بس اپنے کمرے میں جارہے تھے۔۔"

ھدی نے اٹکتے ہوئے جواب دیا تھا۔

"آتماؤں کی طرح کیوں بھٹکتی رہتی ہو تم سب۔۔ٹائم دیکھا ہے کیا۔۔جاؤ اور آئندہ میں تم لوگوں کا اتنی رات گئے تک گھر میں بھٹکتا نہ دیکھوں۔۔"

شاہ ویز نے حکم دیا تھا۔

دونوں نے اثبات میں سر ہلایا۔

منال اپنے تیز دھڑکتے دل کی آواز بخوبی سن سکتی تھی۔۔

دل کہہ رہا تھا کہ ایک بار نظریں اٹھا کر اپنے سامنے کھڑے اینگری مین کو دیکھ لے۔۔لیکن نگاہوں نے گستاخی کرنے سے منع کر دیا۔

وہ اپنی جگہ پر جیسے جم گئی ی تھی۔

Zubi Novels Zone

"چلو پاگل۔۔۔"
ھدی نے اسکا ہاتھ پکڑ کر کھینچا اور تیز تیز قدم اٹھاتی کمرے کی طرف بڑھ گ ئی ی۔

انکے جانے کے بعد شاہویز سیڑھیوں کی طرف بڑھا تھا۔سیڑھیاں اترنے کے بعد اب وہ نیچے شہناز بیگم یعنی اپنی امی کے کمرے کی طرف جارہا تھا۔

"شکر ہے تمہیں بھی ماں کی یاد آئی ی۔۔"
شاہویز کو دیکھ کر شہناز تائی ی نے شکوہ کیا۔

"آپکا خیال تو ہمیشہ رہتا ہے۔۔"

وہ بس ایک پل کیل ئی ے مسکرایا اگلے لمحے اسکے چہرے پر سنجید گی پھیل گ ئی ی۔

”مجھے سمجھ نہیں آتی یہ لڑکیاں اتنی رات گ ئی ے تک کیا کرتی رہتی ہیں“۔۔

کچھ دیر خیریت وحال چال دریافت کرنے کے بعد شاہ ویز نے کہا۔

”کچھ نہیں ہوتا بیٹا۔۔اتنی سختی نہیں کرنی چاہیے۔۔بچیاں ہیں تم پیار سے سمجھاؤ گے تو سمجھ جائیں گی“۔۔

شہناز تائی ی کو شاہ ویز کا ہر وقت غصے میں رہنا نہیں پسند تھا اور جب بھی وہ ھدی کو ڈانٹتا تھا وہ لازمی شہناز تائی ی کے پاس آکر روتی تھی۔اور اکثر کہتی تھی کہ شاہ ویز بھائی ی اس سے ذرا پیار نہیں کرتے ____

امی آپ جانتی ہیں لڑکیوں کو ڈھیل دی جائے تو کیا ہوتا ہے۔۔ بھول" گئی ہیں آپ سالوں پہلے کیا واقع ہوا تھا____ اور میں نہیں چاہتا ایسا کوئی "ناخوشگوار حادثہ پھر سے ہو۔۔ کم از کم میں تو برداشت نہیں کر پاؤں گا۔۔

شاہ ویز نے سپاٹ چہرے کے ساتھ کہا تھا۔

"اچھا تم پریشان مت ہو۔۔ میں سمجھاؤں گی انہیں۔۔"

شہناز تائی نے اپنے خوبرو جوان بیٹے کا غصہ ٹھنڈا کرنا چاہا تھا جو فی الوقت اتنا آسان نہیں تھا۔

جو دولت درد کی وہ دے گیا ہے"

اسے سنبھال کر رکھا ہوا ہے

ابھی آباد ہے گلشن جنوں کا

تری یادوں سے جو مہکا ہوا ہے

مجھے سجاد اس میں قید رکھو

محبت ہی مری ابدی سزا ہے___!!

علیزے جلے پیر کی بلی کی طرح کمرے میں اِدھر سے اُدھر چکر لگا رہی تھی۔ اسکے چہرے پر گہری پریشانی تھی۔وہ کب سے امن کو فون کر رہی تھی لیکن وہ اسکا فون نہیں اٹھا رہا تھا۔

"امن پلیز فون اٹھائیں ایک بار مجھے آپ سے ضروری بات کرنی ہے۔۔" علیزے نم لہجے کے ساتھ اسے وائس میسج کیا تھا۔وہ ڈھیروں میسجز کر چکی تھی لیکن امن نے ایک کا بھی جواب نہیں دیا تھا۔

علیزے کا چہرہ رونے کے باعث سرخ ہو چکا تھا اور اسکی آنکھیں سوجن کا شکار تھی۔۔ چہرے پر زردی سی گھل گئی تھی۔

ملازمہ اس دو بار کھانے کیلئے بلانے آچکی تھی لیکن اس نے "میرا دل نہیں مجھے بھوک نہیں" کہہ کر منع کر دیا تھا۔

اب وہ بیڈ پر بیٹھ گئی تھی۔ دل کر رہا تھا کہ دھاڑیں مار کر روئے۔۔ محبت نے اس سے کتنی بڑی غلطی کروادی تھی اسے اب احساس ہو رہا تھا۔

"امن پلیز ایک بار میری بات سن لیں۔۔"

اذیت اور بے بسی کی آخری حد پر آکر وہ امن کی منتیں کرنا شروع ہو گئی تھی۔

لیکن امن کی طرف سے کوئی جواب نہیں ملا تھا۔

سگریٹ کا دھواں کمرے میں پھیلا تھا۔میز پر رکھا امن کا فون جل بجھ رہا تھا۔
کمرے میں ایک طرف خان سر جھکائے کھڑا تھا۔
وہ کبھی نظریں اٹھا کر امن کو دیکھ لیتا جسکا وہ غلام تھا۔۔۔اور امن اسے ہر چیز سے زیادہ عزیز تھا تو کبھی جلتے بجھتے فون کو۔۔
لیکن وہ زبان سے کچھ نہیں بولا تھا۔

علیزے کے بار بار فون سے تنگ آ کر امن نے فون اٹھایا تھا۔

"کیا مصیبت ہے یار۔۔کیوں بار بار فون کر کے تنگ کر رہی ہو۔۔؟؟"
امن کے لہجے میں حد درجہ کی بیزاری تھی۔

"امن۔۔امن۔۔وہ میں۔۔"

اسے علیزے کا نم لہجہ سنائی دیا تھا۔

"بولو کیا ضروری بات کرنی ہے۔۔؟؟"

امن نے کوفت میں مبتلا ہوتے ہوئے کہا۔اس روتی اور وقت شکوے کرتی لڑکیاں نہیں پسند تھیں۔

"امن۔۔وہ میں۔۔"

"کیا میں میں لگا رکھی ہے۔۔جلدی بولو میں مصروف ہوں۔۔"

امن نے غصے سے کہا تھا۔

"میں پریگننٹ ہوں۔۔"

علیزے نے گویا دھماکہ کیا تھا۔یہ خبر دینے کے بعد وہ پھوٹ پھوٹ کر رو دی تھی۔

"تمہارا دماغ خراب ہے علیزے۔۔تم ہوش میں تو ہو کیا بول رہی ہو۔۔"

امن کا دماغ بھک سے اڑا تھا۔

"میں سچ کہہ رہی ہوں امن۔۔"

علیزے اب بری طرح سے رو رہی تھی۔امن نے بے ساختہ اپنی پیشانی مسلی۔

"تو میں کیا کروں اب۔۔؟؟"

امن نے سرد لہجے میں پوچھا۔

"کیا مطلب۔۔آپ کیا کرینگے۔۔؟؟ہمیں شادی کر لینی چاہیے۔۔"
علیزے نے اپنی طرف سے تجویز پیش کی تھی۔

"ھاھا۔۔شادی۔۔واؤ۔۔"
امن قہقہہ لگا کر ہنسا تھا۔

ہنسیں مت امن۔۔میں جانتی ہوں آپ ابھی شادی نہیں کرنا چاہتے۔۔"
"ہم چھپ کر نکاح کر لیتے ہیں۔۔آپ صحیح وقت پر سب کو بتا دیجئے گا۔۔
علیزے نے اسکی مشکل دور کرنا چاہی تھی۔

دیکھو علیزے مجھے اب کسی چیز میں دلچسپی نہیں ہے۔۔اور بات یہاں تک"
"پہنچی اس میں تمہاری غلطی ہے۔۔بہتر ہو گا اپنی غلطی کو خود سدھارو۔۔

Click On The Link Above To Read More Novels / ✆ / ✉ 0344 4499420
https://www.zubinovelszone.com/

امن نے دوٹوک لہجے میں کہا تھا۔

علیزے اپنی جگہ سن رہ گئی ی تھی۔

کیا صرف اسکی غلطی تھی؟؟امن سب کچھ سونپ دیا تھا۔۔پھر بھی اسکی ہی غلطی تھی۔

اور آئی ندہ مجھے فون مت کرنا۔۔مجھے تم میں بھی کوئی ی دلچسپی نہیں رہی۔۔"

امن کی بات سن کر علیزے کا سانس جیسا رک سا گیا تھا۔۔اس نے اپنے آپ کو گہری کھائی ی میں گرتے پایا تھا۔وہ امن کی محبت میں بری طرح سے ڈوب چکی تھی۔۔اس سے الگ ہونے کا تصور وہ خواب میں بھی نہیں کر سکتی تھی۔

"امن میں مر جاؤں گی۔۔"

علیزے نے بند ہوتی دھڑکن کے ساتھ کہا تھا۔

"تو مر جاؤ۔۔ لیکن آئندہ مجھے فضول کے ڈرامے کر کے تنگ مت کرنا۔۔"

وہ بے حسی کے سارے ریکارڈ توڑ کر بولا تھا۔

اور علیزے ہاتھ سے فون چھوٹ کر گود میں گر چکا تھا۔۔

وہ بے جان سی بیٹھی امن کی باتوں پر غور کر رہی تھی۔۔اسے یقین نہیں آرہا تھا کہ یہ سب اس سے امن نے کہا تھا۔۔

اسکا امن ملک۔۔ جسکے واسطے وہ سب لٹا چکی تھی۔

لیکن یہی سچ تھا۔۔ایک تلخ اور کڑوا سچ۔۔ جسے اب علیزے ازمیر کو ساری عمر جھیلنا تھا۔

"کیا بات ہے آج ڈائی ن بڑی خاموش اور اداس ہے۔۔کسی کا بچہ نہیں ملا کیا کھانے کیل ئی ے۔۔؟؟"

حناوے کو لاؤ نج میں بیٹھے دیکھ کر امن کی رگ شرارت پھڑ کی۔

"تم بچ جاؤ بس تمہیں نا جاؤ ں کہیں میں۔۔"

حناوے نے گھورتے ہوئی ے کہا۔

"خیریت تو ہے۔۔باقی تین چڑیلیں کہاں ہے۔۔لڑائی تو نہیں ہوئی ی۔۔؟؟"

امن نے گہری نظروں سے دیکھتے ہوئی ے پوچھا۔

"نہیں لڑائی ی نہیں ہوئی ی۔۔بلکہ۔۔"

حناوے نے کچھ کہنا چاہا تھا۔

"بلکہ ؟؟"

میں شرط ہار گ ئی ی ہوں اب مجھے جو سزا ملی ہے سمجھ نہیں آ رہا اسے کیسے "

"پورا کروں۔۔

حناوے کے چہرے پر پریشانی دیکھ کر امن سیدھا ہو کر بیٹھا۔جو بھی تھا وہ

ڈائی ن اسی کی بہن تھی اور اسکی اداسی امن سے نہیں دیکھی جاتی تھی۔

"مجھے ڈانس کرنا ہے جو بالکل نہیں آتا۔۔"

حناوے نے اسے سنجیدہ دیکھ کر بتایا۔

"بس۔۔اتنی سی بات۔۔"

"یہ اتنی سی بات نہیں ہے امن۔۔"

حناوے روہانسی ہو کر کہا۔

"حناوے رانا کیل ئی ے کچھ مشکل ہے کیا؟؟ نہیں نا۔۔تو پھر۔۔؟؟"

امن نے اسے سوالیہ نظروں سے دیکھتے ہوئی ے پوچھا۔

فکر نہ کرو ڈائی ن۔۔تمہارا بھائی ی ابھی زندہ ہے۔۔یاد کرلو ذرا مجھے ڈانس"

"آتا ہے۔۔چلو میں سکھاتا ہوں۔۔

امن نے اسکا استاد بنتے ہوئی ے کہا۔

"واقعی؟؟؟"

حناوے کو خوشگوار حیرت ہوئی ی۔

ہاں آجاؤ۔۔اب دیکھناوہ تینوں چڑیلیں تمہارا ڈانس دیکھ کر دنگ رہ"
"جائیں گی۔۔

امن نے ناک سے مکھی اڑائی ی۔۔جبکہ حناوے کی آنکھیں چمکی تھیں۔

پچھلے تین دنوں سے حناوے کمرہ بند کیا پورے دل ہ جان سے ڈانس سیکھنے
میں مگن تھی۔کالج سے آنے کے بعد وہ کمرے میں بند ہو جاتی تھی۔

ھدی، منال اور سماب اسکے کمرے کے باہر کان لگا کر کھڑی ہو جاتیں اور پھر کھی کھی کرتی تھیں۔

ھدی نے اچھا پھنسایا تھا حناوے کو۔

امن نے اسکی کافی مدد کی تھی۔

"ارے ڈائی ن ایسے نہیں۔۔ایسے ہو گا بازو۔۔"

امن نے اسکا بازو پکڑ کر تھوڑا سا ٹیڑھا کیا وہ کسی مہان گرو کی طرح حناوے کو اسکی غلطیاں بتا رہا تھا۔

"پہلے مجھے ڈائی ن کہنا بند کرو ورنہ۔۔"

حناوے نے پھاڑ کھانے والے انداز میں امن سے کہا تھا۔وہ تھک گ ئی ی تھی۔لیکن ہمت نہیں ہار سکتی تھی۔

"اپنی شکل دیکھو ذرا آئی یئنے میں۔۔ڈائن ہی لگ رہی ہو۔۔"

امن کونسا پیچھے رہنے والا تھا۔

"میں تھک گئی ہوں بس مجھ سے نہیں ہوتا۔۔"

حناوے نے بیڈ پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

پانچ سال چھوٹا ہوں میں ڈائن سے۔۔میں نہیں تھکا اور ڈائن تھک گئی۔۔"

اب کی بار امن نے جان بوجھ کر حناوے کو چھیڑا۔حناوے بس اسے گھور کر رہ گئی تھی۔

اسے کسی صورت اپنی ہار قبول نہیں تھی۔اور امن لڑکا کم ان چاروں کے درمیان رہ کر جیسے لڑکی زیادہ بن گیا تھا۔

اور حناوے بھی اسے اپنی چھوٹی بہن کی طرح ٹریٹ کرتی تھی۔

Click On The Link Above To Read More Novels / ✆ / ✉ 0344 4499420
https://www.zubinovelszone.com/

"میں کرلوں گی اب۔۔بس اتنا کافی ہے۔۔"

حناوے نے اپنے پاؤں کو ہاتھ سے دباتے ہوئے جن میں درد ہو رہا تھا۔ اتنی شدید ٹھنڈ میں بھی اسے پسینہ آ گیا تھا۔

"میں کھانے کو کچھ لاتا ہوں۔۔"

امن کی اسکی حالت سمجھتے ہوئے کمرے سے باہر نکل گیا جبکہ حناوے بیڈ پر گرنے کے انداز میں لیٹ گئی۔

کیا قصور تھا میرے بیٹے کا جو اسے اتنی بری سزا ملی۔۔کیا قصور تھا صاحب "اسکا۔۔"

ایک بوڑھی عورت ارحم کے سامنے بیٹھی رہ رہی تھی۔

یہ اویس کی ماں تھی۔

اویس کی کہانی سن کر ارحم کو اپنا سانس رکتا محسوس ہوا تھا۔اسے امن سے یہ امید نہیں تھی وہ اتنا ظالم کیسے ہو سکتا تھا۔

"وہ لڑکی جو میرے بیٹے کی محبت تھی وہ پاگل ہو گ ئی ی ہے۔۔میں اسے دیکھنے گ ئی ی تھی۔۔پورا گاؤں کہہ رہا تھا کہ وہ گاڑی ملکوں کی تھی۔۔"

عورت نے روتے ہوئے بتایا۔

"میں یہاں اس انسان کو بد دعائیں دینے آئی ی تھی۔۔پوچھنے آئی ی تھی کیوں کیا اس نے یہ سب۔۔؟؟میرا جوان بیٹا زندگی سے منہ موڑ گیا۔۔"

عورت ابھی بھی رو رہی تھی۔

وہ صبح صبح امن گھر کے باہر پہنچ گ ئی ی تھی۔اندر آنا چاہتی تھی لیکن گارڈ نے آنے نہیں دیا۔۔امن گھر نہیں تھا۔

ارحم رات ہی امن سے ملنے آیا تھا۔

اسے اندازہ نہیں تھا کہ امن یہ سب کر رہا تھا۔

میں حیران ہوں ایک ہی گھر میں دو اتنے مختلف لوگ کیسے ہو سکتے ہیں۔۔"

"اللہ پوچھے گا۔۔میری فریاد سنے گا۔۔وہ نہیں چھوڑے گا ظالم کو۔۔

وہ بوڑھی عورت جسکا سائی بان سر پر نہیں تھا وہ اکیلے بیٹے کا غم مناتی پھر رہی تھی۔

لوگوں سے پوچھتے اور ڈھونڈتے ڈھونڈتے وہ یہاں تک پہنچ گ ئی ی تھی۔

گیٹ سے باہر کھڑی وہ زار و قطار رو رہی تھی اور امن کو بد دعائیں دے رہی تھی۔

جب ارحم نے یہ سب دیکھا تو وہ اسے اندر لے آیا۔فائدہ یہ ہوا کہ امن گھر نہیں تھا۔اسے یقین نہیں آرہا تھا کہ ارحم جیسے نیک اور رحم دل انسان کا بھائی اتنا ظالم ہو سکتا تھا۔

اس عورت کی باتیں سن کر ارحم شل سا بیٹھا تھا۔غصے کی لہر اسکے پورے جسم میں پھیل گئی تھی۔

"دیکھو خضر بھائی اور شاہ ویز بھائی دونوں شام کو حیدر آباد کیلئے نکل رہے ہیں زمینوں کو دیکھنے ___ حیدر اسلام آباد گیا ہے اسکا انٹرویو ہے ___ بخت بھائی ویسے یہاں نہیں ہوتے ___ نمل آپی رات کو لیٹ آتی ہیں زیان بھی اپنے دوستوں کے ساتھ رات گئے تک وقت بیتاتا ہے اور لیٹ گھر آتا ہے۔۔عثمان چچا کی کل میٹنگ ہے شاید وہ رات دس گیارہ

بجے گھر آئی یں___ باقی بچا امن۔۔ ہم اسے جیسا کہیں گے وہ کر لے گا۔۔
کوئی ی مس ئی لہ ہی نہیں۔۔ یہ بہترین موقع ہے۔۔ یہ ایڈوانچر کرنے
"کیل ئی ے اس سے اچھا موقع نہیں ملے گا
ھدی نے ساری خبریں رکھی ہوئی ی تھیں۔

مجھے کوئی ی مس ئی لہ نہیں ہے۔۔ یہ سارے لوگ رانا ہاؤ س میں موجود"
"ہوتے تب بھی میں یہ کام بنا کسی ڈر کے کر لیتی۔۔ تم لوگ اپنا سوچ لو۔۔
حناوے نے بے نیازی سے کہا۔۔ اور پھر توجہ پلیٹ میں رکھیں گرم مونگ
پھلیوں کی طرف مرکوز کر دی۔

"ایک بار پھر سوچ تم دونوں اگر شاہ ویز کو پتا چل گیا ناتو۔۔"
منال کو شاہ ویز کی ناراضگی کی فکر تھی۔

"سوچنا ہم سب نے ہے۔۔کیونکہ ہم سب ساتھ ہیں۔۔ سمجھ آئی ی۔۔"

ھدی بگڑ کر بولی۔

"پندرہ سے بیس منٹ جنگل تک پہنچنے میں لگیں گے اور اتنے ہی واپس آنے میں۔۔اور پانچ سے دس منٹ حناوے کے وہاں ڈانس کرنے میں۔۔۔جسے ہم ریکارڈ کرینگے۔۔ہائے یہ تو فلم کے شاٹ کی طرح ہو گا۔۔"

ھدی کافی پرجوش تھی۔

"لیکن ہم جائیں گے کیسے ؟؟"

سماب نے پوچھا تھا۔

"میں بتاتی ہوں آؤ میرے ساتھ۔۔"

ھدی کمرے سے باہر نکلی تھی اور اسکے پیچھے وہ تینوں بھی۔

Zubi Novels Zone

وہ چاروں اپنی کم سنی اور پاگل حرکتوں کی وجہ سے کچھ سوچ نہیں پا رہی تھیں۔

انہیں معلوم نہیں تھا انکا یہ ایڈوانچر بہت مہنگا پڑنے والا تھا___ ایک ایسے طوفان کو آواز دینے جا رہا تھا جس کی زد میں سبھی آنے والے تھے۔

تیز کچے پکے راستے پر دوڑتی گاڑی ایک جھٹکے سے رکی تھی۔ خضر نے اچانک گاڑی کے سامنے آنے والے شخص کو بچانے کی کوشش کرتے ہوئے گاڑی کو بریک لگائی ی تھی۔ لیکن گاڑی پھر بھی اس شخص کو ہٹ کر گئی ی تھی۔

وہ ایک جھٹکے سے باہر نکلا تو ایک عورت سڑک پر پڑی تھی۔ مٹی سے اٹا چہرہ اور کپڑے___

"آپ ٹھیک ہیں آپکو لگی تو نہیں ؟؟"

خضر نے پریشانی سے پوچھا تھا۔

"مار دیا۔۔مار دیا۔۔"

وہ ہاتھ میں عینک کا ٹوٹا فریم لئے بڑبڑا رہی تھی۔ صد شکر اسے کوئی ی چوٹ نہیں آئی ی تھی۔

شاہ ویز گاڑی میں ہی بیٹھا تھا۔

"ارے صاحب یہ پاگل ہے۔۔اسکو چھوڑیں ایسے ہی بھاگتی رہتی ہے۔۔"

برگد کے درخت کے نیچے لگے نلکے پر ایک شخص ہاتھ میں دھو رہا تھا۔

Click On The Link Above To Read More Novels / ✆ / ✉ 0344 4499420
https://www.zubinovelszone.com/

خضر کو راحیلہ کے پاس بیٹھا دیکھا تو اس نے بتانا ضروری سمجھا۔

خضر نے پلٹ کر آواز کی سمت دیکھا جہاں ایک چھوٹی سی درگاہ تھی۔

"مار دیا۔۔مار دیا۔۔"

راحیلہ بس ایک ہی جملہ دہرا رہی تھی۔ خضر نے کندھوں سے پکڑ کر اسے نیچے سے اٹھایا۔

"مار دیا۔۔ میرے ویس کو مار دیا۔۔"

خضر کو ہمدردی جتاتے دیکھ کر وہ خضر کی طرف دیکھتے ہوئے بولی۔ اسکی آنکھوں میں نمی تھی۔

اس سے پہلے خضر کچھ کہتا راحیلہ ٹوٹی عینک کا فریم سینے سے لگائے درگاہ کی طرف بڑھ گئی۔

"کون ہے یہ لڑکی۔۔؟؟"

خضر نے اس آدمی سے پوچھا تھا۔

"وہ راستہ دیکھ رہے ہیں صاحب۔۔جو ملکوں کے گاؤں کی طرف جاتا ہے۔۔ ادھر ہی کسی ایک گاؤں سے ہے۔۔ملکوں کے بگڑے ہوئے سپوت نے یہ لڑکی کے ہونے والے شوہر کو مار دیا تھا۔۔اسکے ساتھ زیادتی کی گئی تھی۔۔بس تب سے اس لڑکی نے اپنی ذہنی توازن کھو دیا۔۔۔چچچ۔۔۔بہت براہوا بیچاری کے ساتھ۔۔"

آدمی نے افسوس کرتے ہوئے بتایا تھا۔

اسکی بات سن کر ضبط کی وجہ سے خضر کے جبڑے بھنچ گئے۔۔وہ اچھی طرح جانتا تھا کہ ملکوں کے کس سپوت کا یہ کام تھا۔

میں تمہیں چھوڑوں گا نہیں امن ملک۔۔ تمہارا ظلم حد سے آگے نکل گیا"
"!! ہے۔۔

خضر دل ہی دل میں امن ملک کے تصور سے گویا ہوا تھا اور پھر اپنی گاڑی کی طرف بڑھ گیا جس میں بیٹھا شاہ ویزا سکے یوں باہر نکلنے اور پھر لوگوں سے باتیں کرتے دیکھ کر کوفت میں مبتلا ہو چکا تھا۔

شش۔۔ شور مت کرو آہستہ آہستہ چلو۔۔ کسی کو پتا نہیں چلنا چاہیے۔۔"
"سبھی اپنے کام میں مصروف ہیں۔۔

وہ چاروں آگے پیچھے حناوے کے کمرے سے باہر نکلی تھیں انکا رخ اب نمل کے کمرے کی طرف تھا۔ شام ہو چکی تھی۔ اندھیرا پھیلنا شروع ہوا۔

نمل کے کمرے میں داخل ہونے کے بعد وہ کھڑکی کی جانب بڑھیں جو گھر کے پچھلے جانب کھلتی تھی۔

ھدی نے ہاتھ بڑھا کر کھڑکی کو کھولا۔اور نیچے جھانکا۔

جہاں امن تین سائیکلیں ل ئی ے کھڑا تھا۔اور لمبی لکڑی کی سیڑھی دیوار لگی تھی جو کھڑکی تک آرہی تھی۔

سب سے پہلے ھدی کھڑکی سے سیڑھی پر اتری اور آہستہ آہستہ نیچے اتر گ ئی ی۔

اسکے بعد وہ تینوں باری باری نیچے اتر چکی تھیں۔

حناوے اپنی سائیکل پر بیٹھ چکی تھی۔امن کے پیچھے سماب بیٹھی اور منال کے پیچھے ھدی۔۔

ان پانچوں کا دل دھڑک رہا تھا لیکن وہ سب کافی پر جوش تھے۔

Zubi Novels Zone

گھر کے پیچھے والا سارا حصہ خالی تھا۔جو ایک میدان کی شکل اختیار کر چکا تھا اور اس سے آگے دور جہاں تک نگاہ جاتی شاہ بلوط کے جنگلات نظر آتے تھے۔

ایک دوسرے کو اشارہ کرنے بعد تینوں نے اپنی سائیکلیں آگے بڑھا دی تھیں۔

"چھوڑو مجھے۔۔"

دو لڑکوں کے شکنجے میں پھنسی لڑکی چلانے کی کوشش کر رہی تھی۔

"منہ بند کرواسکا مجھے شور نہیں پسند۔۔"

امن نے چلا کر کہا تھا۔ پیچھے بیٹھے اسکے دوست نے لڑکی کے منہ پر ہاتھ رکھ کر اسکی چیخ کا گلا گھونٹا۔

اونچے نیچے پتھریلے راستے پر گاڑی گھنے جنگل سے گزر رہی تھی۔ گاڑی امن خود چلا رہا تھا۔

ہر الٹے کام میں امن سب سے آگے ہوتا تھا۔ ابھی بھی پتا نہیں اپنے دوست کی کس دشمنی کی بنا پر وہ ایک مشہور ایڈووکیٹ کی بیٹی کو اٹھا لائی اتھا۔ جنگل سے گزرنے والا یہ راستہ انہیں محفوظ لگا تھا اسی لئے گاڑی اب جنگل سے گزرتے ہوئے اپنی منزل کی طرف رواں تھی۔

Click On The Link Above To Read More Novels / ✆ / ✉ 0344 4499420
https://www.zubinovelszone.com/

امن کی زیرک نگاہیں سامنے راستے پر تھیں۔اچانک گاڑی ایک جھٹکے سے رکی___راستے پر سامنے ایک جگہ روشنی تھی۔۔اور وہاں ایک لڑکی تھی۔۔ غور کرنے پر امن کو محسوس ہوا کہ لڑکی رقص کر رہی تھی۔

"کیا ہوا امن۔۔؟؟"

اسکے ساتھ والی سیٹ پر بیٹھے قدیر نے پوچھا تھا۔

امن کچھ نہیں بولا۔وہ کسی ٹرانس کی کیفیت میں گاڑی سے باہر آیا تھا۔

___گاڑی کی ہیڈلائٹس کی روشنی میں لڑکی کا وجود مزید واضح ہوا تھا

سفید فراک پہنے،ہاتھ پاؤں پر مہندی لگی ہوئی ی۔۔گھنگروؤں کی چھنکار کی آواز امن جنگل کی ہولناک خاموشی میں صاف سن سکتا تھا۔۔۔

دھیمی آواز میں میوزک بج رہا تھا___صرف میوزک تھا کوئی ی گانا نہیں تھا___اور وہ بے خود سی کسی لچکدار ڈالی کی طرح،جو تیز ہوا کے باعث جھومتی ہے،رقص کر رہی تھی۔

اتنا خوبصورت رقص جس میں ایک جنون تھا۔۔ایک پاگل پن اور اتنا ہی خوبصورت چہرہ۔۔۔امن ملک کے ہوش اڑانے کیل ئے کافی تھا۔

کیا کہوں تم سے میں کہ کیا ہے عشق"
جان کا روگ ہے بلا ہے عشق

عشق ہی عشق ہے جہاں دیکھو
سارے عالم میں بھر رہا ہے عشق

عشق ہے طرز و طور عشق کے تیں
کہیں بندہ کہیں خدا ہے عشق

عشق معشوق عشق عاشق ہے
یعنی اپنا ہی مبتلا ہے عشق

گر پرستش خدا کی ثابت کی
کسو صورت میں ہو بھلا ہے عشق

دلکش ایسا کہاں ہے دشمن جاں
مدعی ہے پہ مدعا ہے عشق

ہے ہمارے بھی طور کا عاشق
جس کسی کو کہیں ہوا ہے عشق

کوئی خواہاں نہیں محبت کا

تو کہے جنس ناروا ہے عشق

میر جی زرد ہوتے جاتے ہو
کیا کہیں تم نے بھی کیا ہے عشق

کیا کہیں تم نے بھی کیا ہے عشق"کی صدائیں ایک عالم میں گونج" گئی تھیں اور امن ملک بت بنا کھڑا تھا۔

میر جی زرد ہوتے جاتے ہو
کیا کہیں تم نے بھی کیا ہے عشق

Click On The Link Above To Read More Novels / ✆ / ✉ 0344 4499420
https://www.zubinovelszone.com/

کیا کہیں تم نے بھی کیا ہے عشق "کی صدائیں ایک عالم میں گونج"
گ ئی ی تھیں اور امن ملک بت بنا کھڑا تھا۔

کہتے ہیں جو عشق وہ وار بہت کاری ہوتا ہے جو پہلی نظر میں گھائل کرے۔

انسان اپنی جگہ سے ہل بھی نہیں سکتا اور عشق اپنا کام کر جاتا ہے۔

اسکا خنجر انسان کے اندر تک اتر جاتا ہے ___ نس نس میں لہو کی جگہ عشق بہنا شروع کر دیتا ہے۔

اور محبتوں کا سودا کرنے والے کو عشق ہو جائے اس شخص کی اس سے بڑی بد نصیبی کیا ہو گی۔

اور آج سے امن ملک کا نام بد نصیبوں کی لسٹ میں سر فہرست لکھا جانے والا تھا۔

حناوے کیلئے یہ کام زیادہ آسان نہیں تھا۔شاہ بلوط کے جنگل میں جہاں زمین پتھریلی تھی انہیں کوئی ہموار جگہ نہیں مل رہی تھی۔

کچھ دیر ڈھونڈنے کے بعد انہیں جنگل سے گزرنے والا ایک راستہ ملا تھا جو ہموار تھا اور کچھ صاف بھی تھا۔

امن، ھدی، منال اور سماب چاروں درختوں کی اوٹ میں کھڑے تھے۔

ھدی کے موبائل میں میوزک بج رہا تھا۔اور حناوے نے دھڑکتے دل کے ساتھ پانچ منٹ کے اس میوزک پر بے خود ہو کر رقص کیا تھا۔

امن سمیت وہ تینوں ہونکوں کی طرح حناوے کو ہی دیکھ رہی تھیں۔

اور سماب اسکی ویڈیو بنا رہی تھی۔

"یہ حناوے رانا ہی ہے نا؟؟؟"

امن کی زبان پر کھجلی ہوئی ی تھی اوراس نے حیرت سے پاس کھڑی منال سے پوچھا تھا۔

"مجھے تو خود یقین نہیں ہو رہا۔۔"

منال نے حیرت سے جواب دیا تھا۔

وہ طوائف کے روپ میں غضب ڈھا رہی تھی۔بس اسکے رقص میں طوائفوں کی طرح دھیما پن نہیں تھا ایک جنون سا تھا۔

ابھی وہ چاروں یہی باتیں کر رہے تھے کہ اچانک گاڑی کی کی آواز ابھری تھی اور پھر ایک جھٹکے سے گاڑی حناوے سے کچھ فاصلے پر رکی تھی۔

گاڑی کی ہیڈلائٹس حناوے کے چہرے پر بھی پڑی تھیں لیکن وہ رک نہیں سکتی تھی۔اسے اپنا پانچ سے سات منٹ کا یہ رقص مکمل کرنا تھا۔

خوف کے باعث دل کانپ رہا تھا لیکن وہ حناوے رانا تھی اس نے رکنا نہیں سیکھا تھا۔

"یہ کون لوگ آگ ئی ے۔۔؟؟"

منال نے درخت کے پیچھے سے چھپ کر گاڑی کی طرف دیکھا تھا لیکن اسکی ہیڈلائی ٹس کی روشنی اتنی زیادہ تھی کہ وہ کچھ دیکھ ہی نہیں پائی ی۔

دو منٹ بعد میوزک بند ہوا تھا اور جیسا ایک سکتہ ٹوٹا تھا۔

حناوے کے قدم ساکت ہوئی ے۔اس نے دھڑکتے دل کے آنکھوں پر ہاتھ کا سایہ کر کے گاڑی کی طرف دیکھا لیکن تیز روشنی کے باعث کچھ نہیں دیکھ پائی ی۔

"حناوے جلدی آؤ اب ہمیں یہاں سے نکلنا ہے۔۔"

امن کی آواز ابھری تھی اور حناوے اپنا ڈوپٹہ درست کرتی انکی طرف بڑھ گ ئی ی۔

"سات بج چکے ہیں۔۔"

ھدی نے وقت دیکھا تھا۔اور سردی کا موسم کے ہونے کے باعث سات بجے ہی کافی اندھیرا چھا گیا تھا۔

وہ پانچوں تھوڑے فاصلے پر رکھیں اپنی سائیکلوں کی طرف بھاگے اور پھر دھڑکتے دل کے ساتھ واپسی کے راستے پر ہولئے۔

میوزک کب بند ہوا۔وہ لڑکی کب رکی۔۔اور کب وہاں سے گئی امن ملک کو کچھ ہوش نہیں تھا۔

"امن۔۔"

قدیر نے بالآخر گاڑی سے باہر نکلنے کے بعد امن کو کندھے سے پکڑ کر ہلایا۔

"امن کیا ہوا ہوش میں آؤ۔۔"

امن کو فق چہرے کے ساتھ کھڑے دیکھ کر قدیر دھیمی آواز میں چلایا۔

"ہا۔۔ہاں۔۔"

امن کا سکتہ ٹوٹا تھا۔اب وہ ہونق بنے قدیر کو دیکھ رہا تھا۔

"کیا ہوا۔۔؟؟"

قدیر نے پوچھا۔

امن نے جھٹکے سے دوبارہ اسی طرف دیکھا جہاں کچھ دیر پہلے حناوے رقص کر کے گ ئ ی تھی۔

"تم نے دیکھا وہ لڑکی۔۔"

مشکل سے الفاظ امن کی زبان سے ادا ہوئے تھے۔

"ہاں وہ تو جا چکی ہے۔۔"

قدیر نے عام سے لہجے میں کہا۔

جبکہ امن اب بھی اسی جگہ کو دیکھ رہا تھا۔اسے وہ اب بھی وہیں نظر آ رہی تھی۔

"چلو چلتے ہیں۔۔"

قدیر اسکا بازو تھامے گاڑی کی طرف بڑھا تھا۔وہ جان ہی نہیں سکا تھا کہ امن ملک کے ساتھ ہوا تھا۔

پچھلے چار پانچ منٹ میں وہ اندر تک ساکت ہو گیا تھا۔

"تم رہنے دو میں ڈرائیو کرتا ہوں گاڑی۔۔"

قدیر نے ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھتے ہوئے کہا اور امن کو دوسری جانب بٹھایا۔

امن کی حالت کو دیکھتے ہوئے پیچھے بیٹھے اسکے دوست کا لڑکی کے منہ پر رکھا ہاتھ ڈھیلا پڑا تھا۔

"جانے دو مجھے۔۔پلیز چھوڑ دو۔۔"

وہ بری طرح سے رو رہی تھی۔التجائیں کر رہی تھی۔

امن ایک دم چونکا تھا۔

اس نے پلٹ کر لڑکی کو دیکھا تھا۔

اور پھر حکمیہ انداز میں بولا تھا۔

"جانے دو اسے۔۔"

امن کی بات سن کر قدیر نے حیرت سے اسے دیکھا۔

"یہ تم کیا کہہ رہے ہو امن۔۔"

اسکے دوست حیران ہوئے تھا۔

"میں نے کہا جانے دو۔۔۔"

وہ دھاڑا تھا۔

اور پھر قدیر نے پیچھے بیٹھے لڑکے کو اشارہ کیا۔اس نے گاڑی سے اتر کر لڑکی کو باہر نکالا اور پھر اسے جانے دیا۔

لڑکی تو اس کرشمے پر حیرت سے دنگ رہ گئی ی تھی۔

Zubi Novels Zone

وہ بنا کچھ سوچے سمجھے پیچھے کی جانب بھاگی تھی۔اسکے نظروں سے اوجھل ہونے پر قدیر نے گاڑی آگے بڑھا دی۔

جبکہ امن نے گاڑی کی سیٹ سے ٹیک لگا لیا تھا۔اسکی آنکھیں بند تھیں اور چہرے پر عجیب سے تاثرات تھے۔

کوئی ی سمجھ نہیں پا رہا تھا کہ اچانک امن کو ہوا کیا تھا۔

گاڑی میں گہری خاموشی تھی جبکہ قدیر سپاٹ چہرے کے ساتھ گاڑی ڈرائیو کر رہا تھا۔

یہ عشق بھی کیا ہے؟اسے اپنائے کوئی اور"

چاہوں میں کسی اور کو یاد آئے کوئی اور

اس شخص کی محفل کبھی برپا ہو تو دیکھو
ہو ذکر کسی اور کا شرمائے کوئی اور

اے ضبط انا مجھ کو یہ منظر نا دکھانا
دامن ہو کسی اور کا پھیلائے کوئی اور

سر نوک سینا پر ہے بدن رزق زمین ہے
مقتل سے میرا الم اٹھا لائے کوئی اور

سینے میں عجب آگ ہے اک عمر سے پنہاں
خواہش ہے کے اس آگ کو دہکائے کوئی اور

مجھ پر نہیں کھلتا میرا سوچا ہوا اک لفظ

"مطلب مجھے اس لفظ کا سمجھائے کوئی اور

ایک عجیب سی آگ اسکے اندر دہک رہی تھی۔وہ بے سدھ کا بیڈ پر پڑا تھا۔

آنکھیں بند تھیں۔اور حناوے اسکی آنکھوں کے سامنے مجسم تھی۔

بڑی بڑی آنکھیں، گھنے بال جو جوڑے کی شکل میں بند تھے رقص کے

دوران کھل کر اسکی کمر پر بکھر گئے تھے۔

کلائیوں میں سرخ چوڑیاں،اور ہاتھوں پر لگی مہندی۔۔اور پاؤں میں

گھنگرو۔۔

اس نے آج تک اتنی خوبصورت طوائف نہیں دیکھی تھی۔یا وہ اسے بہت

خوبصورت لگی تھی۔

"ملک صاحب آپکی طبیعت تو ٹھیک ہے نا۔۔؟؟"

Click On The Link Above To Read More Novels / ✆ / ✉ 0344 4499420
https://www.zubinovelszone.com/

خان پریشانی کے عالم میں پوچھ رہا تھا۔جب سے وہ آیا تھایوں خاموش آنکھیں بند کیے لیٹا تھا۔

"خان۔۔۔"

امن کی گھمبیر آواز گونجی تھی۔

"جی ملک صاحب۔۔"

خان اپنی جان لئے حاضر تھا۔

"میں ٹھیک نہیں ہوں۔۔"

امن کی آواز میں عجیب سا سوز تھا۔عجیب سی آنچ تھی۔

"میں دیکھتا ہوں ملک صاحب۔۔"

خان نے آگے بڑھ کر ادب سے امن ملک کے ماتھے کو چھوا تھا۔

"آپکو تو بہت تیز بخار ہے ملک صاحب۔۔"

خان پریشانی کے عالم میں بولا تھا۔

"مجھے ٹھنڈا پانی دو خان۔۔ میرے اندر کچھ جل رہا ہے۔۔"

امن اب نیم بے ہوشی کی حالت میں بولا تھا۔

Zubi Novels Zone

"ابھی لایا ملک صاحب۔۔"

خان پھرتی سے کمرے سے باہر نکلا تھا۔

اور کچھ دیر بعد پانی کے ساتھ حاضر ہوا تھا۔

"ملک صاحب پانی پی لیں۔۔"

خان نے سہارا دے کر امن کو اٹھانا چاہا تھا۔

غنودگی کی حالت میں امن نے دو گھونٹ پانی پیا تھا۔

"میں ڈاکٹر کو کال کرتا ہوں۔۔"

خان نے اسے واپس لٹانے کے بعد ڈاکٹر کو فون کیا تھا۔وہ تشویش سے امن ملک کو دیکھ رہا تھا۔پہلے تو ایسا کبھی نہیں ہوا تھا۔

"جنگل سے گزر کر آئے ہیں ملک صاحب یقیناً کوئی برا سایہ آس پاس سے گزرا ہو گا۔۔"

خان کی اپنی منطق تھی۔وہ خود سے کہتا وضو کرنے چلا گیا تھا۔

اور کچھ دیر وہ امن کے بیڈ کے قریب اسکے سر پر کھڑا اسے سورہ رحمن پڑھ کر دم کر رہا تھا۔

"یااللہ کہاں چلی گئی ہیں یہ لڑکیاں۔۔؟؟"

فاریہ بیگم بوکھلائی بوکھلائی سی پورے راناہاؤس میں گھوم رہی تھیں۔

گھر میں عجیب سی خاموشی کو محسوس کرتے ہوئے انہوں نے حناوے اور

امن کو پکارا تھا لیکن کوئی جواب نہیں ملا۔

اب نیچے والا پورا پورشن چھان مارا تھا لیکن حناوے اور امن کے ساتھ ساتھ

ھدی، منال اور سماب بھی غائب تھیں۔

Zubi Novels Zone

"بی بی جی اوپر والے سارے کمرے چیک کر لئے لیکن وہ پانچوں گھر پر

نہیں ہیں۔۔"

ملازمہ نے آکر خبر دی تھی۔اب تو صحیح معنوں میں فاریہ بیگم کے ہوش

اڑے تھے۔

"تم نے اچھے سے دیکھا نا۔۔؟؟"

وہ پریشانی سے پوچھ رہی تھیں۔

"باہر جا کر پوچھو گارڈ سے اس نے ان پانچوں کو باہر جاتے تو نہیں دیکھا۔۔"

فاریہ بیگم نے ملازمہ کو حکم دیا تھا جو سر ہلا کر چلی گئی تھیں۔

"یااللہ بچوں کی حفاظت کرنا۔۔"

وہ دل ہی دل میں دعا مانگتی سیڑھیوں کی طرف بڑھ گئی تھیں۔اوپر آنے کے بعد سب سے پہلے حناوے کا کمرہ چیک کیا۔ لیکن وہ سائیں سائیں کر رہا تھا البتہ بیڈ پر میک اپ کا سامان۔۔ جیولری اور پتا نہیں کیا کیا بکھرا پڑا تھا۔

فاریہ بیگم دھک سے رہ گئی تھیں۔

اب انہوں نے باری باری سارے کمرے دیکھنے شروع کردیے تھے۔ جیسے جیسے وقت گزر رہا تھا فاریہ بیگم کے ہاتھ پاؤں پھول رہے تھے۔

"یہ سب حناوے کا کارنامہ ہوگا۔۔ وہی باقی لڑکیوں کو الٹی راہ پر لگاتی ہے۔۔"

شہناز تائی ی بری طرح تپی ہوئی ی تھیں۔ ملازمہ نے انہیں خبر کردی تھی۔ وقت کے ساتھ ساتھ انہیں حناوے سے چڑ ہونے لگی تھی۔

فاریہ بیگم خاموشی سے انکی باتیں سن رہی تھیں۔

صرف نمل کا کمرہ رہ گیا تھا۔ کچھ سوچتے ہوئے فاریہ بیگم نمل کے کمرے کی طرف بڑھیں۔

جیسے ہی انہوں نے کمرہ کھولا سامنے کا منظر دیکھ کر انکا سانس اٹک گیا۔اور پھر کچھ لمحوں بعد رکا ہوا سانس بحال ہوا تھا۔

"تم لوگ یہاں کیا کر رہے ہو؟؟"

وہ پانچوں نمل کے بیڈ پر بیٹھے تھے۔

"کچھ نہیں وہ ہم۔۔"

امن سے جواب نہیں بن پایا تھا۔

فاریہ بیگم پریشان چہرے کے ساتھ انہیں دیکھ رہی تھیں جنکے چہرے پر ہوائیاں اڑی ہوئی سی تھیں۔

"یہ تم نے کیا حالت بنا رکھی ہے حناوے۔۔؟؟"

حناوے کا حلیہ دیکھ فاریہ بیگم نے پوچھا تھا۔

"وہ ہم پریکٹس کر رہے میک اپ کی۔۔"

حناوے نے اپنی گھبراہٹ پر قابو پاتے ہوئے کہا تھا۔

وہ لوگ بس کچھ منٹ پہلے کھڑکی سے کمرے میں داخل ہوئے تھے۔

لیکن تم لوگ نمل کے کمرے میں کیا کر رہے ہو؟؟"

فاریہ بیگم کا شک کم نہیں ہوا تھا۔

ارے ماما یہ ڈائن مجھ سے چھپ رہی تھی لیکن آپکو پتا ہے مجھ سے چھپ نہیں سکتی۔۔ مجھ سے بچنے کیلئے یہ چاروں اس کمرے میں آئی تھیں لیکن میں نے ڈھونڈ لیا۔۔

"آئیں ہم چلتے ہیں۔۔

امن اپنی ماں کا ہاتھ پکڑ سیڑھیوں کی طرف بڑھ گیا تھا۔

وہ ابھی بچہ تھا۔اسکا ذہن بچوں والا تھا اسے ایڈوانچرز پسند تھے۔۔اسے صحیح غلط کی تمیز نہیں تھی ابھی۔۔

اسی لئے وہ ہر الٹے کام میں ان چاروں کا ساتھ دیتا تھا۔

فاریہ بیگم کے جانے کے بعد شہناز تائی نمل کے کمرے کی طرف بڑھیں۔

ان چاروں کی شکلیں دیکھ انہیں بھی کچھ غلط ہونے کا احساس ہوا تھا۔

Zubi Novels Zone

"ھدی میرے ساتھ چلو۔۔"

حناوے کو گھورتی ہوئیں وہ ھدی سے کہہ رہی تھیں۔

"آپ چلیں میں آتی ہوں۔۔"

ھدی نے لہجے کو ہموار بناتے ہوئے جواب دیا۔

"ابھی چلو۔۔"

شہناز تائی ی سپاٹ چہرے کے ساتھ کہہ رہی تھیں۔

ھدی نے انکی بات ماننے میں ہی عافیت جانی تھی۔

وہ ان تینوں کو پر سکون رہنے کا اشارہ کرتی کمرے سے باہر نکل گ ئ ی تھی۔دروازہ بند ہو گیا تھا۔

پیچھے ان تینوں کا بھی رکا ہوا سانس بحال ہوا تھا۔

دو دن بعد امن خان کے ساتھ اسی جنگل میں موجود تھا۔

"یہاں گاڑی رکی تھی یہاں تھی وہ۔۔"

امن عجیب سے لہجے میں کہہ رہا تھا۔اسکے چہرے پر وحشت سی چھائی ی تھی۔

ملک صاحب جب وہ لڑکی یہاں رقص کر رہی تھی آپ تب ہی اس سے "بات کرتے اور پوچھتے وہ کون تھی۔۔"

خان سر جھکائے ہاتھ باندھے کہہ رہا تھا۔

"مجھے ہوش نہیں رہا خان۔۔مجھے سمجھ نہیں آتا کیا ہوا تھا میرے ساتھ۔۔"

امن بے جان سے لہجے میں کہہ رہا تھا۔اسے اپنے جسم میں ابھی بھی کمزوری محسوس ہو رہی تھی۔دو دن وہ تیز بخار میں پھنکتا رہا تھا۔

اسے کبھی بچپن میں بخار ہوا تھا اور اب سالوں بعد۔۔

خان نے اسکی دل سے خدمت کی تھی۔امن کو کانٹا بھی چبھتا تھا تو درد خان کو ہوتا تھا۔خان کیلئے امن کی بہت اہمیت تھی۔وہ خود کو اسکا غلام مانتا تھا۔

"یہاں سے گئی تھی وہ۔۔یہاں غائب ہوگئی تھی۔۔"

امن نے آگے بڑھ کر درخت کی طرف اشارہ کیا جسکے پیچھے حناوے غائب ہوئی تھی۔

"میں اسے کہاں ڈھونڈوں۔۔میرا دل اسے دوبارہ دیکھنے کو مچل رہا ہے۔۔"

امن اپنی کیفیت بیان کر رہا تھا جبکہ خان خاموشی سے سن رہا تھا۔

مجھے ایسا لگ رہا ہے کہ اگر میں نے اسے دوبارہ نہیں دیکھا تو میری جان"

"بے جان ہو جائے گی پھر سے۔۔

ملک صاحب آپ بتا رہے وہ حلیے سے ایک طو۔۔طوائف لگ رہی"

"تھی۔۔اور آپ اچھے سے جانتے ہم اسے کہاں ڈھونڈ سکتے ہیں۔۔

خان نے کچھ بولنے کی جرأت کی تھی۔

امن اسکی بات پر چونکا تھا۔

"ٹھیک کہہ رہے ہو تم خان۔۔ہم اسے ڈھونڈ سکتے ہیں۔۔"

امن کو کچھ امید ملی تھی۔وہ تیزی سے گاڑی کی طرف بڑھا۔

خان نے آگے بڑھ کر دروازہ کھولا تو امن اندر بیٹھ گیا۔

خان گاڑی چلا رہا تھا اب انکا رخ شہر میں موجود ان جگہوں کی طرف تھا جہاں اسکے ہونے کے امکانات تھے۔

"قسم سے حناوے تم کمال لگ رہی تھی۔۔"

حناوے سماب کے ساتھ مل کر اپنے ہی رقص کی ویڈیو دیکھ رہی تھی۔

"مجھے بھی حیرت ہو رہی ہے کہ یہ میں ہی ہوں؟؟"

حناوے آنکھیں پھیلائے کہہ رہی تھی۔

"ویسے تم نے کمال کر دیا تھا۔"

سماب نے کھلے دل سے اسکی تعریف کی تھی۔

"کمال تو یہی ہوا کہ کسی کو کانوں کان خبر نہیں ہوئی ی اور ہم اتنا بڑا ایڈوانچر"

"کر آئے ہیں۔۔"

منال نے ہنستے ہوئے کہا۔

واقعی۔۔ورنہ میں تو ساری رات ڈرتی رہی تھی کہ اگر کسی کو پتا چل گیا"

"تو۔۔۔۔؟؟

حناوے نے جھرجھری سی لی تھی۔

"لیکن حناوے تمہیں ڈانس کرتے کسی نے دیکھا تھا۔۔"

سماب نے کچھ یاد کرتے ہوئے کہا۔

"کس نے۔۔؟؟"

حناوے ٹھٹھکی۔

"تم بھول گئی ایک گاڑی آکر رکی تھی۔۔ تم راستے میں ڈانس کر رہی تھی شاید اس لئے انہوں نے گاڑی روک لی۔۔ لیکن پتا نہیں چلا کہ وہ کس کی گاڑی تھی۔۔ کون تھا گاڑی میں۔۔"

سماب نے کچھ سوچتے ہوئے بتایا۔

"جو بھی تھا اس نے یہی سمجھا ہو گا کہ اتنی رات کو جنگل میں انسان تو ڈانس کرنے سے رہے۔۔ یقیناً کوئی چڑیل ہو گی۔۔"

منال کی بات پر وہ تینوں ہنس دی تھیں۔

"جو بھی تھا ہمیں کیا۔۔ ہمیں بس خوش ہونا چاہیے کہ یہ کام بنا کسی رکاوٹ کے ہو گیا اور ہمیں کوئی نقصان بھی نہیں ہوا۔۔"

حناوے اسی بات کو لے کر خوش تھی کہ شاہ ویز اور خضر کے عتاب سے بچ گئی تھی۔

باقی سب کی خیر تھی۔

لیکن وہ نہیں جانتی تھی کہ جس شخص کی اس پر نظر پڑ گئی تھی وہ شاہ ویز حسن اور خضر حیات سے بھی آگے کی چیز تھا۔۔اسکے عتاب سے کوئی نہیں بچ پایا تھا۔

تیری تلاش میں گم ہوگئے___سبھی رستے"
"میں ایسی راہ پہ ہوں جو کہیں نہیں جاتا

صبح سے رات ہو گئی تھی امن شہر کے تقریباً سبھی طوائفوں کے کوٹھے چھان آیا تھا لیکن حناوے اسے کہیں نہیں ملی تھی۔

وہ گاڑی کی سیٹ سے ٹیک لگائے بیٹھا تھا۔آنکھیں اب بھی بند تھیں۔

خان اسکی حالت سمجھ رہا تھا۔لیکن وہ کچھ نہیں کر پا رہا تھا۔

امن کے حلق میں کانٹے چبھ رہے تھے۔پیاس بڑھتی جا رہی تھی لیکن پانی کا نام و نشان نہیں تھا۔

"خان وہ مل جائے گی نا۔۔؟؟"

حسرت سے بھرپور لہجے میں پوچھا گیا تھا۔

آپ فکر نہیں کریں ملک صاحب۔۔خان اسے آپکے قدموں لا کر ڈال"

"دے گا۔۔

خان نے اسے یقین دلایا تھا۔

میں اسے دوبارہ دیکھنا چاہتا ہوں بس۔۔ محسوس کرنا چاہتا ہوں کہ واقعی وہ "ہے بھی یا نہیں۔۔"

خان کو پہلے پکا یقین تھا امن نے جس لڑکی کو رقص کرتے دیکھا تو وہ لڑکی نہیں یقیناً کوئی اور مخلوق تھی لیکن جب قدیر نے تصدیق کی وہاں واقعی لڑکی تھی تو خان سوچ میں پڑ گیا۔

ایک طوائف کا جنگل میں رقص کرنے کا کیا مطلب تھا۔۔ شہر کی رونق کو "چھوڑ کر وہ جنگل میں کیوں جائے گی۔۔؟؟"

سوال خان کے ذہن میں گردش کر رہے تھے لیکن اسکی ہمت نہیں تھی کہ وہ امن ملک سے سوال کرے۔

وہ خاموشی سے گاڑی چلا رہا تھا۔

Click On The Link Above To Read More Novels / ✆ / ✉ 0344 4499420
https://www.zubinovelszone.com/

کچھ پل ہی گزرے تھے جب گاڑی میں چھائی ی خاموشی کو امن کے فون پر ہونے والی رنگ نے توڑا تھا۔

امن چونک کر سیدھا ہوا۔موبائل دیکھا تو علیزے کی کال تھی۔

امن کے چہرے پر بے زاری پھیل گ ئی ی۔

اس نے کال کاٹنے کے بعد نمبر بلاک کیا اور فون بند کر دیا۔

اس وقت جب وہ پری پیکر اسکے خیالات پر سوار تھی وہ کسی اور کی مداخلت نہیں چاہتا تھا۔

"پلیز حناوے کر دو نا میرا کام۔۔صرف ایک تم ہی ہو جو کر سکتی ہو۔۔"

ھدی حناوے کو مکھن لگا رہی تھی۔

Click On The Link Above To Read More Novels / ✆ / ✉ 0344 4499420
https://www.zubinovelszone.com/

ڈائری تمہاری،اس میں موجود شاعری تمہاری اور عاشقی بھی تمہاری۔۔"

"جس نے ڈائری پکڑی وہ بھائی ی بھی تمہارا تو میں کیوں پھنسوں؟؟

حناوے نے طنزیہ لہجے میں کہا تھا۔

دیکھو پلیز شاہ ویز بھیا گھر نہیں ہیں۔۔تم ہی ہو جو انکے کمرے سے میری"

"ڈائری اٹھا کر لاسکتی ہو۔۔پلیز میرا کام کردو۔۔

ھدی اب منتیں کررہی تھی۔

"بالکل بھی نہیں۔۔بعد میں میرا جنازہ اٹھے گا۔۔"

حناوے نے گردن ناں میں ہلائی ی۔

"تم میرا اتنا سا کام نہیں کروگی۔۔"

ھدی نے رونے کا ڈرامہ کرتے ہوئے کہا۔

"بالکل بھی نہیں۔۔"

حناوے نے صاف انکار کیا۔

"پلیز۔۔۔"

ھدی نے ہاتھ جوڑے۔

"پیچھے ہٹو۔۔اور یہ ڈرامہ بند کرو۔۔"

حناوے ایک دم اچھلی۔

"مان جاؤ نا بات۔۔اگر شاہ ویز بھائی ی نے غلطی سے بھی ڈائری پڑھ لی ناتو"

"میں نہیں بچوں گی۔۔

ھدی نے روہانسی ہوتے ہوئے کہا تھا ایک یہی موقع تھا انکے پاس شاہ ویز کے کمرے سے ڈائری اٹھانے کا۔

"اچھا ٹھیک ہے کوشش کرتی ہوں۔۔"

حناوے نے سوچتے ہوئے جواب دیا۔

یہ لو۔۔یہ دوسری چابی ہے شاہ ویز بھائی کے کمرے کی۔۔انہوں نے اپنا"
"کمرہ لاک کیا ہوا ہے۔۔

ھدی نے فٹ سے چابی اسکی جانب بڑھائی۔

جسے حناوے نے کچھ توقف کے بعد تھام لیا تھا اور پھر اٹھ کر کمرے سے باہر نکل گئی۔

پیچھے ھدی اسکی کامیابی کی دعا مانگ رہی تھی۔

شاہ ویزاور خضر شام میں ہی حیدر آباد سے واپس آئی ے تھے۔شاہ ویزاپنے کمرے سے منسلک اسٹڈی روم میں تھا۔اسکی ایک اہم فائی ل نہیں مل رہی تھی۔کافی دیر ڈھونڈنے کے بعد بھی نہیں ملی تو وہ سوچ میں پڑ گیا تھا۔

ایسا کبھی نہیں ہوا تھا کہ اسکے جانے کے بعد اسکے کمرے کی کوئی ی چیز آگے پیچھے ہوئی ی ہو۔

یہ پہلی بار ہوا تھا۔

شاہ ویزنے غور سے اسٹڈی روم کو دیکھا اسے کچھ کتابیں اور شیلف میں رکھیں قیمتی چیزیں آگے پیچھے معلوم ہوئی ی تھی۔

اسکی زیرک نظروں نے تبدیلی محسوس کی تھی۔

کچھ سوچتے ہوئی ے وہ کونے میں میز پر رکھے کمپیوٹر کی طرف بڑھا۔

کچھ دیر بعد اس نے ایک ریکارڈنگ پر کلک کیا تھا۔

وہ ایک شاطر انسان تھا۔اس نے اپنے کمرے میں کیمرے نسب کئے

تھے۔

پچھلے چند دنوں کی ریکارڈنگ دیکھنا شروع کی لیکن کچھ نہیں ملا۔

پھر آج والی نکالی تو کچھ دیر ویڈیو چلنے کے بعد شاہ ویز کا منہ حیرت سے کھلا تھا۔

حناوے اسکے کمرے میں داخل ہوئی تھی۔اور پھر دبے قدموں ہر چیز کا

جائزہ لینے لگ گئی۔

Zubi Novels Zone

شاہ ویز بھنویں سکیڑے سرد و جامد تاثرات کے ساتھ وہ ویڈیو ریکارڈنگ دیکھ

رہا تھا۔

وہ کچھ ڈھونڈ رہی تھی۔جب اسے کمرے میں کچھ نہیں ملا تو وہ اسٹڈی روم کی

طرف بڑھی۔

اور دروازہ کھول کر اندر داخل ہوئی ی۔

یہاں بھی وہ ایک ایک چیز چیک کر رہی تھی۔

شاہ ویز حیرت سے اسکا اعتماد چیک کر رہا تھا۔کتنی آسانی سے وہ اسکی چیزوں کو چھو رہی تھی۔کچھ بڑبڑا رہی تھی لیکن شاہ ویز کو سمجھ نہیں آئی ی تھی۔

بالآخر اسے اپنی مطلوبہ چیز مل گ ئی ی تھی وہ سرخ کور والی ڈائری۔۔

جو ھدی کی تھی۔شاہ ویز کو یاد تھا اس نے ھدی سے چھینی تھی۔شاہ ویز نے یہ دیکھ کر اپنا اٹکا ہوا سانس بحال کیا تھا۔یعنی وہ اسکے کمرے میں صرف ڈائری لینے آئی ی تھی۔

لیکن شاہ ویز کو غصہ تو پھر بھی آیا تھا۔ڈائری کے ساتھ وہی فائ ل رکھی تھی جسکی شاہ ویز کو اس وقت ضرورت تھی۔ڈائری اٹھاتے وقت ہاتھ لگنے کے

باعث وہ فائل نیچے گر گئی تھی جسے حناوے نے پاؤں کے ساتھ شیلف کے نیچے کھسکا دیا تھا۔

اب کی بار شاہ ویز کا دماغ گھوما۔اسے حناوے سے اس درجہ بیوقوفی کی امید نہیں تھی۔

فائل نیچے گر گئی تھی تو اٹھا کر اوپر رکھ دیتی۔۔ہاتھوں کو زحمت نہیں دی۔۔بلکہ پاؤں سے ہی نیچے کھسکا دی۔

وہ ایک جھٹکے سے اٹھا اور کمرے سے باہر نکل گیا۔۔غصہ اسکی آنکھوں سے جھلک رہا تھا۔

"حناوے۔۔"

سیڑھیاں چڑھتے ہوئے وہ غصے سے چلایا تھا۔

مجھے اس کوٹھے کی ہر لڑکی دیکھنی ہے۔۔" وہ انتہائی سنجیدہ لہجے میں بولا" تھا۔

خیریت تو ہے چھوٹے ملک۔۔آپ آج یہاں۔۔اور یہ آپ کیا کہہ رہے" ہیں۔۔" نگار بیگم نے حیرت سے پوچھا۔
وہ پچھلے کافی دنوں سے کوٹھے پر نہیں آیا تھا۔

"جتنا کہا ہے اتنا کرو۔۔وہ دھاڑا۔۔"
نگار بیگم ڈر گئی ی۔

"جی اچھا۔۔میں بلاتی ہوں۔۔"

وہ زیورات سے لدی سر جھکائے ایک طرف چلی گ ئ ی۔۔ چھن چھن کی آواز دور تک گ ئ ی تھی۔

تم نے مجھے پاگل بنا دیا ہے۔۔۔ امن ملک کو۔۔اور میں تمہارا نام تک نہیں" جانتا۔۔"

وہ سرخ آنکھیں ل ئ ے ٹہل رہا تھا۔۔چہرے پر صدیوں کی تھکن واضح تھی۔آنکھوں میں جانے کس کا چہرہ بسا تھا۔

Zubi Novels Zone

کچھ دیر بعد کوٹھے کی ساری لڑکیاں اسکے سامنے کھڑی تھیں۔۔وہ شہر کے سارے ریڈ لائ ٹ ایریاز چھان آیا تھا۔۔ مگر اسے وہ لڑکی کہیں نہیں ملی تھی جسے اس نے طوائ ف کے روپ میں دیکھا تھا۔

امن ملک نے غور سے ایک ایک لڑکی کو دیکھا۔۔وہ ان میں نہیں تھی۔۔پھر اس نے غصے سے کمرے میں میز پر رکھی ایک بیش قیمتی مورتی اٹھا کر نیچے دے ماری۔۔

"کون ہو تم۔۔آخر کون ہو تم۔۔؟؟"

وہ اتنی زور سے دھاڑا تھا کہ ساری لڑکیاں ڈر کر پیچھے ہوئی یں۔۔انکے چہرے پر خوف واضح تھا۔

حسینہ بیگم جو دل و جان سے امن پر فدا تھی اور جسے امن بھی پسند کرتا تھا وہ حیرت سے پھٹی آنکھیں لئی ے امن کو دیکھ رہی تھی۔

اس نے امن کا یہ پاگل پن پہلی بار دیکھا تھا۔وہ تو اب تک امن کو اپنا مانتی آئی ی تھی۔

اور امن نے بھی کہا تھا جب تک کوئی ی اور اسکی زندگی میں نہیں آجاتی وہ حسینہ بیگم تھا۔

اور آج اسے محسوس ہوا تھا امن ملک کی زندگی میں ایک نیا موڑ آگیا تھا جو حسینہ بیگم کیلئے تو کیا خود امن ملک کیلئے بھی خوشگوار نہیں تھا۔

میں ہوں حناوے _رانا۔۔میجر اغوان رانا کی بیٹی۔اور یہ ہے ہمارا رانا"

"ہاؤس۔۔

وہ ہئیر ڈرائیر کا مائیک بنائے اسے ہاتھ میں پکڑے۔۔میز پر کھڑی ہو کر رپورٹر کا فریضہ سرانجام دے رہی تھی۔۔

سماب موبائل ہاتھ میں لئے اسکی ویڈیو بنارہی تھی۔

"حناوے کہاں ہو تم باہر نکلو۔۔؟"

شاویز کی غصے سے بھری آواز ابھری۔

Click On The Link Above To Read More Novels / ✆ / ✉ 0344 4499420
https://www.zubinovelszone.com/

"اووو شٹ۔۔دجال آگیا۔۔"

سماب موبائل لے کر بیڈ کے نیچے گھسی۔۔جبکہ حناوے کا ڈر کی وجہ سے میز پر سے پاؤں پھسلا۔۔اور وہ ہی ئی رڈرائی رکے ساتھ دھڑام سے نیچے گری۔

"حناوے کہاں ہو تم باہر نکلو۔۔؟"

شاوویز کی غصے سے بھری آواز ابھری۔

"اووو شٹ۔۔دجال آگیا۔۔"

سماب موبائل لے کر بیڈ کے نیچے گھسی۔۔ جبکہ حناوے کا ڈر کی وجہ سے میز پر سے پاؤں پھسلا۔۔اور وہ ہی ئی رڈرائی ر کے ساتھ دھڑام سے نیچے گری۔

پاؤں مڑنے لے باعث اسکی فلک شگاف چیخ ابھری تھی۔

شاہ ویز نے ایک جھٹکے سے حناوے کے کمرے کا دروازہ کھولا تھا اور اپنی نیچے پڑی حناوے کو دیکھ کر اسکی آنکھیں حیرت سے پھیلیں۔

وہ بے طرح سے رو رہی تھی۔

Zubi Novels Zone

"ہائے میرا پاؤں۔۔اماں۔۔میرا پاؤں۔۔"

حناوے کی چیخیں پورے گھر میں گونج رہی تھیں۔شاہ ویز ایک جھٹکے سے اسکی جانب بڑھا تھا۔جبکہ سماب کو تو کچھ سمجھ نہیں آیا تھا وہ ابھی تک بیڈ کے نیچے چھپی ہوئی ی تھی۔

"حناوے کیا ہوا؟؟؟"

اسے اس طرح چیختے دیکھ کر شاہ ویز کے لمحہ بھر کیل ئی ے اوسان خطا ہوئی ے تھے۔

"شاہ ویز بھائی ی میرا پاؤ ں۔۔"

حناوے نے روتے ہوئی ے بتایا تھا۔اسکی سرخ آنکھیں اور آنسوؤ ں سے تر چہرہ دیکھ کر شاہ ویز کا غصہ کم ہوا تھا۔

اس نے کندھے سے پکڑ کر حناوے کو نیچے سے اٹھایا اور بیڈ پر بٹھایا۔

حناوے کے پاؤ ں میں درد کی ٹھیسیں اٹھ رہی تھی۔

اسکی چیخوں کی آوازیں سن کر فاریہ بیگم،امن،منال اور ھدی سبھی وہاں پہنچ گ ئی ے تھے۔

"کیاہوا حناوے۔۔؟"

فاریہ بیگم اسے اس طرح روتے دیکھ کر گھبرا گئی تھیں۔

"میں ڈاکٹر کو کال کرتا ہوں مجھے لگتا ہے پاؤں میں موچ آگئی ہے۔"

شاہ ویز نے کمرے سے باہر نکلتے ہوئے کہا تھا۔ وہ اسے ڈانٹنے آیا تھا لیکن اس آفت نے نئی مصیبت میں پھنسا دیا تھا۔

"یہ لڑکی بھی نا۔۔ کبھی سکون سے نہیں رہ سکتی۔۔"

ڈاکٹر کا نمبر ملاتے ہوئے شاہ ویز بری طرح سے بڑبڑا رہا تھا۔ جبکہ حناوے کی چیخوں سے بچنے کیلئے اس نے کانوں پر ہاتھ رکھے تھے۔

حناوے کا پاؤں مڑنے کے باعث پاؤں میں موچ آگئی تھی۔ڈاکٹر نے پٹی کر دی تھی۔ لیکن اس سے سکون سے بیٹھا نہیں جاتا تھا۔ذرا سا پاؤں ہلتا وہ چیخنا شروع کر دیتی تھی۔اس نے پورے رانا ہاؤس کو سر پر اٹھا لیا تھا۔ شاہ ویز نے اسکی حالت دیکھتے ہوئے اسے ڈانٹنے کا خیال دل سے نکال دیا تھا۔وہ اسکی بے چین ہڈی کی وجہ سے اسکی موجود حالت پر بس افسوس ہی کر سکتا تھا۔

رخسار پھوپھو کچھ دیر پہلے اسکی عیادت کر کے آئی تھیں۔

Zubi Novels Zone

"اللہ کا کرم ہو گیا بچی جس طرح گری تھی کہیں اور بھی چوٹ لگ سکتی تھی"۔

انکے لہجے میں حناوے کیلئے فکر تھی۔

"ارے امی کیسی باتیں کر رہی ہیں آپ۔۔مری کی زمین نے اللہ کا شکر ادا کیا ہو گا کہ کچھ دنوں کیلئے حناوے کا بوجھ ہٹا۔اب وہ کچھ دن بیڈ پر بیٹھ کر گزارے گی۔۔"

خضر کا لہجہ مذاق اڑانے والا تھا۔

"خضر بری بات بیٹا۔۔ایسے نہیں کہتے۔۔مجھ سے اسکی حالت نہیں دیکھی جاتی۔۔جب درد ہوتا ہے تو روتی ہے بہت۔۔"

"یہ لو۔۔زمین کی جان چھوٹی تو فضا کی شامت آگئی اسکی چیخوں کی وجہ سے۔۔اس محترمہ کا کچھ نہیں ہو سکتا۔۔"

خضر نے تاسف سے کہا تھا۔البتہ وہ پر سکون تھا چار دنوں کیلئے ہی سہی حناوے اسکے گھر نہیں آنے والی تھی۔اور وہ کوئی نیا ڈرامہ بھی نہیں کر سکتی تھی۔

Zubi Novels Zone

!!.وہی اک شخص رہتا ہے عالم وجد مجھ میں محو"

"!!.اِدھر رقص اُدھر رقص یہاں عکس وہاں عکس

امن ملک کو سمجھ نہیں آرہا تھا کہ وہ کہاں ڈھونڈے اسے۔ آنکھیں بند کرتا تھا تو وہ قاتل سراپے کے ساتھ چھم سے اسکے تصور میں اتر آتی تھی۔

خان سے اسکی حالت نہیں دیکھی جارہی تھی۔ وہ صبح نکلتا اور شہر شہر ڈھونڈتا اسے لیکن شام کو مایوس لوٹ آتا تھا۔ دو ماہ گزر گئے تھے۔ لیکن وہ کہیں نہیں ملی تھی۔

مگر امن اسے ایک پل کیلئے بھی نہیں بھول پایا تھا۔

اسے یقین تھا ایک نا دن وہ اسے ضرور ڈھونڈ لے گا لیکن کب وہ خود بھی نہیں جانتا تھا۔

حیدر کی اسسٹنٹ کمشنر کے طور پر پہلی پوسٹنگ جامشورو میں ہوئی تھی۔

آج اسے وہاں پہنچنا تھا۔ جامشورو صوبہ سندھ کا ضلع تھا جو حیدر آباد سے پندرہ کلو میٹر کے فاصلے پر موجود تھا۔ کوٹری جامشورو کا سب سے بڑا شہر ہونے کا اعزاز رکھتا تھا۔

حیدر کافی پر جوش تھا۔ اسکے پاس طاقت تھی۔ وہ اپنے کام پوری ایمانداری سے سرانجام دینے کا عہد کر کے آیا تھا۔

وہ حیدر آباد سے جامشورو جا رہا تھا۔ اور حیدر آباد میں دادی ماں یعنی قدسیہ بیگم نے بھی اسے ایمانداری کی تلقین کی تھی۔

رہنے کیل ئی ے اسے سرکاری بنگلہ ملا تھا۔جہاں اسکا سامان پہلے ہی پہنچ چکا تھا۔

خضر اور شاہ ویز کی طرح حیدر کی شخصیت میں بھی بلا کی بے نیازی تھی اور کچھ غرور اسے اپنے خاندانی اثر ورسوخ کی وجہ سے حاصل ہو چکا تھا۔

دھول کے مرغولوں کو پیچھے چھوڑتی اسکی گاڑی تیزی سے آگے بڑھ رہی تھی۔اچانک سامنے بند راستہ دیکھ گاڑی جھٹکے سے رکی۔

"کیا ہوا ڈرائیور؟؟"

حیدر نے ٹھہرے ہوئے لہجے میں پوچھا تھا۔

"صاحب کچھ گاڑیاں اور لوگ کھڑے ہیں سڑک پر۔۔"

ڈرائیور نے تابعداری سے جواب دیا تھا۔

"میں دیکھتا ہوں صاحب۔۔"

ڈرائیور کہنے کے بعد گاڑی سے باہر نکلا تھا۔کچھ دیر بعد ڈرائیور واپس آیا تھا۔

"صاحب وہ لوگ آپکے استقبال کیل ئی ے کھڑے ہیں۔۔"

ڈرائیور نے خبر دی تھی۔حیدر کو تھوڑی حیرت ہوئی ی تھی۔وہ اپنی حیرت پر قابو پاتا باہر نکلا تھا۔تو دیکھا تین گاڑیاں آگے پیچھے کھڑی تھیں۔اور بہت سے گارڈز پستولیں تھامے کھڑے تھے۔

"آئی پے آئی پے اے سی صاحب۔۔"

حیدر کو دیکھ کر ایک پچاس سالہ شخص جو حلیہ سے کوئی ی عام آدمی معلوم نہیں ہوتا تھا وہ حیدر کی طرف بڑھا۔اسکے ہاتھ میں پھولوں کی مالا تھی۔

جو اس نے حیدر کو پہنائی ی اور ہاتھ ملایا۔

حیدر خاموش نظروں سے ساری کاروائی ی دیکھ رہا تھا۔

"السلام علیکم سر! میں عبدالقیوم ہوں آپکا پی اے۔۔"

ایک سلجھی ہوئی ی شخصیت کے مالک لڑکے نے تازہ پھولوں کا بکے حیدر کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا تھا جسے حیدر نے تھام لیا تھا۔وہ سوالیہ نظروں سے اس شخص کو دیکھ رہا تھا جس نے پھولوں کی مالا پہنائی ی تھی۔

"سر یہ میر ممتاز عالم ہیں اس علاقہ کے سب سے بڑے زمیندار۔۔۔"

قیوم کے جواب دینے پر حیدر نے اثبات میں سر ہلایا تھا۔اسے اب ممتاز عالم کے یہاں ہونے کی وجہ سمجھ میں آگ ئی ی تھی۔

علاقے میں نیا اے سی آیا تھا۔تین گاڑیوں اور سینکڑوں گارڈز کی صحبت میں یہاں حیدر سے پہلے پہنچ کر وہ اپنی دھاک بٹھانا چاہتا تھا۔

"ہمیں اب چلنا چاہیے۔۔ چلیں اے سی صاحب میری گاڑی میں چلتے ہیں۔۔"

میر ممتاز عالم نے مسکراتے ہوئے پیشکش کی تھی۔

"معذرت کے ساتھ لیکن میں اپنی گاڑی میں جانا پسند کروں گا۔۔"

حیدر نے اپنی ناگواری پر قابو پاتے ہوئے کہا تھا۔

"چلیں جی کوئی ی بات نہیں۔۔"

میر ممتاز عالم اپنی سبکی پر قابو پاتا اپنی گاڑی کی طرف بڑھ گیا تھا۔

جبکہ قیوم کو حیدر نے اپنے گاڑی میں آنے کا اشارہ کیا تھا۔

سب اپنی اپنی گاڑیوں میں بیٹھ چکے تھے اور ایک پھر گاڑیاں دھول اڑاتی اپنی منزل کی جانب رواں تھیں۔

"میرے یہاں آنے کی خبر ممتاز عالم کو کس نے دی؟؟"

حیدر نے ڈرائیور کے ساتھ والی سیٹ پر بیٹھے قیوم سے پوچھا تھا۔

"میں نہیں جانتا تھا سر لیکن یہ ممتاز عالم بڑی پہنچی ہوئی شے ہے۔ ہر چیز پر اسکی نظر ہوتی ہے۔۔یقیناً یہ آپکا سات پشتوں کا شجرہ نسب بھی جانتا ہوگا۔۔"

قیوم نے بتایا تھا۔

"ھمم۔۔"

حیدر نے گردن ہلانے پر اکتفا کیا تھا وہ کسی گہری سوچ کا شکار نظر آرہا تھا۔

نمل نوین کے ساتھ اپنے آفس میں لیپ ٹاپ کے سامنے بیٹھی کچھ ڈسکس کر رہی تھی۔اسکا پورا دھیان ان ئی ے ملنے والے پروجیکٹ کی طرف تھا۔

اچانک دروازے پر دستک ہوئی تھی۔

"آجائیں۔۔"

نمل نے انٹر کام پر چائے کا بولا تھا۔اسی لگا ملازم وہی دینے آیا ہو گا۔

اس نے بنا دروازے کی طرف دیکھتے ہوئے کہا تھا۔

دستک دوبارہ ہوئی تو نمل نے چونک کر دیکھا جو آفس کے دروازے میں موجود کھڑے شخص کو دیکھ کر وہ حیران ہوئی تھی۔

"تم۔۔"

وہ اب جھٹکے سے اٹھی۔

"تم یہاں کیا کر رہے ہو؟؟"

ارحم کو دیکھ کر نمل کے پیشانی پر لکیریں ابھریں۔

"نمل۔۔یہ۔۔"

نوین نے کچھ کہنا چاہا تھا۔

"تمہیں اندر کس نے آنے دیا؟"

وہ ارحم کی طرف بڑھی تھی۔لہجے سے غصہ چھلک رہا تھا۔

اسے ارحم کے ساتھ ہوئی گاؤں کی سڑک پر وہ ملاقات اچھی طرح یاد تھی۔

"تم جیسے لوگ اب شہر میں بھی آنے لگ گئے۔۔؟؟"

نمل بنا سوچے سمجھے بول رہی تھی۔اسے اچھی طرح یاد ارحم اسے اس دن کس طرح دھمکی دے رہا تھا۔

نمل کی بات سن کر اب کی بار ارحم ملک کے چہرے پر واضح ناگواری ابھری۔

مس نوین آپکی دوست کو کسی نے باس سے بات کرنے کی تمیز نہیں "
"سکھائی کیا۔۔؟؟

ارحم نے کاٹ دار لہجے میں نوین کی طرف دیکھتے ہوئے کہا تھا البتہ سنایا
نمل کو گیا تھا۔

"باس۔۔کونسا باس۔۔؟کیسا مذاق ہے یہ؟؟"
نمل کا دماغ گھوما۔

نمل یہ مسز ملک یعنی ہماری میم کے بیٹے ہیں۔۔میم کی ناساز طبیعت کی وجہ "
سے کچھ یہ انکی جگہ کام کرینگے۔۔یعنی اس پرائیویٹ این جی او کے مالک ان
"ڈائی ریکٹلی طور یہی ہیں۔۔مسٹر ارحم ملک۔۔۔

Zubi Novels Zone

نوین نے گویا دھماکہ کیا تھا۔ نمل نے جھٹکے سے ارحم کی طرف دیکھا جو آنکھوں میں عجیب سا تاثر لئے اسے ہی دیکھ رہا تھا۔

"اور کس گاؤں کی بات کر رہی ہیں آپ؟ کیا ہم پہلے کبھی ملے ہیں؟ میں تو آپکو نہیں جانتا۔۔ مس نوین لگتا ہے آپکی کولیگ دماغ سے تھوڑی ہلی ہوئی ہیں انکا علاج کروائیں۔۔"

وہ طنزیہ لہجے میں کہتا کمرے سے باہر نکل گیا تھا جبکہ نمل حیرت سے منہ کھولے گنگ کھڑی تھی۔

میر ممتاز عالم نے مشکل سے ہی حیدر کی جان بخشی تھی۔ وہ کچھ پہلے ہی گیا تھا اور حیدر کو اپنی حویلی میں کھانے کی دعوت دے کر گیا تھا۔

بنگلے میں اسکا سارا سامان جو پہلے پہنچ گیا تھا وہ قیوم نے پہلے ہی لگوا دیا تھا۔

سرکاری بنگلہ صاف ستھرا تھا جس میں دو تین ملازم موجود تھے۔

"سر کھانا لگواؤں؟؟"

ممتاز عالم کے جانے کے بعد قیوم نے پوچھا تھا۔

"ابھی نہیں۔۔مجھے کچھ آرام کرنا ہے۔۔تم بھی جاؤ آرام کرو۔۔"

حیدر نے نرم لہجے میں کہا تھا۔اسے قیوم پسند آیا تھا۔

اسکی بات سن کر قیوم سر جھکا کر چلا گیا تھا۔

حیدر کمرے میں داخل ہوا۔ابھی وہ کمرے کا جائزہ لے رہا تھا کہ اچانک اسکے موبائل پر رنگ ہوئی۔حیدر نے دیکھا تو سماب کا فون تھا۔اسکے چہرے پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

Click On The Link Above To Read More Novels / ✆ / ✉ 0344 4499420
https://www.zubinovelszone.com/

"کیسے ہیں حیدر بھائی آپ اور خیریت سے پہنچ گئے نا؟؟"

"ہاں میں بالکل ٹھیک ہوں اور خیریت سے پہنچ بھی گیا ہوں۔۔"

حیدر نے مسکراتے ہوئے جواب دیا تھا۔

"تم سناؤ رانا ہاؤس میں سب ٹھیک ہے نا؟؟ تم لوگوں نے کوئی ڈرامہ تو نہیں کیا؟؟"

حیدر شرارت سے پوچھ رہا تھا۔

"کچھ ٹھیک نہیں ہے۔۔ آپکو پتا ہے حناوے کے پاؤں میں موچ آگئی ہے۔۔ اور باقی سب کی شامت آئی ہے۔۔"

سماب نے برا سا منہ بناتے ہوئے بتایا تھا۔

حیدر اپنا بے اختیار امڈ آنے والا قہقہہ روک نہیں پایا تھا۔

چلو کوئی ی بات نہیں ٹھیک ہو جائی ے گی وہ جلد۔۔ویسے بھی ٹک کر ”
“بیٹھنے والی نہیں ہے۔۔

حیدر عام سے لہجے میں کہہ رہا تھا۔ تھوڑی دیر اِدھر اُدھر کی باتیں کرنے کے بعد سماب نے فون بند کر دیا تھا تو حیدر بھی سونے کی غرض سے لیٹ گیا تھا۔

ارحم مسز ملک کی کرسی پر بیٹھنے کے بعد نمل کی حالت کا تصور کر کے مسکرا دیا تھا۔ وہ اسے اچھا خاصا شاک دے کر آیا تھا۔

اور اپنا بدلہ بھی لے لیا تھا۔ مسز ملک کی طبعیت کافی دنوں سے ناساز تھیں۔ انہیں مسلز کا مس ئی لہ ہو گیا تھا۔ ارحم نے آفس جوائی ن کرنے کا کہا تھا

حالانکہ اسکے بابا ارباز ملک نے سینکڑوں دفعہ اسے اپنی کمپنی کو سنبھالنے کا کہا تھا مگر اس نے ایک کان سے سن کر دوسرے سے نکال دیا تھا۔

وہ کچھ ماہ پہلے ہی بیرون ملک اپنی بزنس کی پڑھائی ی مکمل کر کے لوٹا تھا۔

لیکن اسکا اپنے بابا کا بزنس سنبھالنے کا کوئی ی ارادہ نہیں تھا۔ وہ پہلے جاب کرنا چاہتا تھا تاکہ کچھ تجربہ حاصل ہوا۔

اسی سلسلے میں وہ ایک دو کمپنیوں میں انٹرویو بھی دے چکا تھا۔

جب تک اسے کسی کمپنی سے کال نہیں آجاتی اس نے یہ این جی او جوائن کرنے کا فیصلہ کیا تھا۔

کچھ سوچتے ہوئے ارحم نے خان کا نمبر ملایا تھا۔

"ہیلو خان کیسے ہو۔۔؟؟"

ارحم نے نرم لہجے میں پوچھا تھا۔

"سلام صاحب۔ میں ٹھیک آپ کیسے ہیں مالک۔۔"

خان کے لہجے میں عاجزی ہی عاجزی تھی۔

"وعلیکم السلام! یہ بتاؤ امن کیسا ہے؟؟"

ارحم نے اسی کے متعلق جاننے کیل ئے فون کیا تھا۔ جب سے اویس والا واقعہ ہوا تھا اور جس دن اویس کی ماں اسکے گھر کے پہنچ گ ئی ی تھی اس دن امن اور ارحم کا اچھا خاصا جھگڑا ہوا تھا۔ ارحم اسے ان سب سے باز آنے کا کہہ رہا تھا جبکہ امن نے "تم ہون ہوتے ہو مجھے روکنے والے" کہہ کر اس سے قطع تعلق کر لیا تھا۔

تب سے دونوں نے بات نہیں کی تھی۔ ارحم خان کو فون کر امن کی خریت پوچھتا رہتا تھا جبکہ امن نے کبھی فون کرنے یا معذرت کرنے کی زحمت نہیں کی تھی۔

قدیر صاحب آئی ے تھے.جی انکے ساتھ باہر گ ئی ے ہیں۔۔مجھے نہیں "

"لے کر گ ئی ے۔۔

خان نے سچ بولا تھا۔

ارحم نے ایک گہرا سانس لیا۔

"نظر رکھا کرو اس پر۔۔اور کچھ غلط مت کرنے دیا کرو۔۔"

ارحم نے تلقین کی تھی۔

"جی صاحب جیسا آپکا حکم۔۔"

خان تو حکم کا غلام تھا۔اس نے فوراً حامی بھری تھی۔

"یہ میر ممتاز عالم کیا بلا ہے؟؟"

رات کے وقت حیدر نے شاہ ویز فون کیا تھا۔وہ جانتا تھا حیدر آباد اور سندھ کے سارے سیاسی خاندانوں کی لسٹ شاہ ویز کے پاس ہوتی تھی۔وہ اچھے سے جانتا تھا۔

واہ میرے شیر۔۔ مگرمچھ کے علاقے میں اے سی بن کر چلے گئے ہو"

"اور مگرمچھ کا ہی نہیں پتا۔۔؟؟ کمال ہے۔۔

شاہ ویز نے جواب دیا تھا۔

"میں نہیں جانتا تم بتا دو۔۔"

حیدر نے کہا تھا۔

Click On The Link Above To Read More Novels / / 0344 4499420
https://www.zubinovelszone.com/

میر ممتاز عالم ضلع جامشورو کا ایک بہت بڑا زمیندار ہے۔۔اسکا تعلق بھی" سیاست رہا ہے۔۔پورے ضلعے پر سمجھو اسی کا قبضہ ہے___ ضلع میں آنے والے ہر نیا افسر اسکے ماتحت کام کرتا ہے۔۔اور وہ تمہیں بھی اپنے ماتحت کرنا "چاہے گا۔۔

شاہ ویز نے صاف صاف لفظوں میں بتایا تھا۔

"یہ بس ممتاز عالم کا خواب ہی رہ جائی ے گا کہ وہ حیدر رانا کو اپنے ماتحت کر سکے۔۔میں کسی کی چمچہ گیری کرنے نہیں آیا۔۔"

حیدر کے لہجے میں اکڑ تھی۔

"سنبھل کر حیدر۔۔اگر سمندر میں رہنا ہے تو مگر مچھ سے بیر نہیں باندھنا۔۔اس سے بنا کر و رکھو۔۔ورنہ دو دنوں میں وہ تمہاری پوسٹنگ کہیں اور کروا سکتا ہے۔۔"

شاہ ویز نے اسے آگاہ کیا تھا۔

"ایک بات اور۔۔خاندانی دشمنی ہے اسکی ہم سے۔۔یہ بھی خیال رکھنا کہ وہ تمہارے کوئی ی نقصان نہ پہنچا سکے۔۔"

"کیسی دشمنی۔۔؟؟"

حیدر نے اچنبھے سے پوچھا۔

"میر خاندان سالوں تک سندھ پر حکومت کرتا رہا ہے۔۔اور ہمارے خاندان نے پہلی بار میر خاندان سے حکومت چھیننے کی جرأت کی تھی۔ہمارے دادا جی یعنی خیام رانا نے میر ممتاز کے والد کو ہرا کر وزیر اعلی سندھ کا الیکشن جیتا تھا۔پچھلے دس سال ہمارا خاندان اس عہدے پر قابض رہا جو اب ملک بہرام کے پاس ہے۔۔لیکن سنا ہے میر ممتاز عالم جلد ہی اپنا کھویا ہوا مقام واپس

حاصل کرنے والا ہے۔۔اور اسکے لئے وہ کسی بھی حد تک جا سکتا

ہے__!!"

شاہ ویز نے اسے ماضی کی کہانی سنانا ضروری سمجھا تھا وہ نہیں چاہتا تھا کہ

دشمنوں کے درمیان رہ کر بھی حیدر بے خبر رہے۔

"دادا جی ایماندار آدمی ہیں۔۔انہوں نے ہمیشہ بہت محنت کی ہے۔۔پھر انکے

اتنے دشمن کیوں؟؟"

حیدر کو حیرت ہو رہی تھی۔

"تم بھی ایمانداری کا عہد کر کے گئے ہونا۔۔اب تم بھی جلد ہی جان

جاؤ گے کہ ایسے لوگوں کے دشمن کیوں بنتے ہیں۔۔بیٹا وقت سب سے بڑا

استاد ہے۔۔تمہیں سب سکھا دے گا۔۔"

شاہ ویز کے گھنی مونچھوں تلے دبے لبوں پر مسکراہٹ ابھری تھی۔

"خیر مجھے ان سب سے کیا لینا دینا۔۔مجھے اپنے کام سے مطلب ہے۔۔"

حیدر نے بے نیازی کا مظاہرہ کیا تھا۔

"سوچ سمجھ کر ہر چال چلنا حیدر۔۔تمہیں کسی کو ناراض نہیں کرنا اور اپنا کام بھی کرنا ہے۔۔ایک اسسٹنٹ کمشنر کی صلاحیت کا پتا یہیں سے چل جائے گا۔۔"

شاہ ویز نے ایک بار پھر اسے ہوشیار رہنے کی تلقین کی تھی جبکہ حیدر نے سمجھتے ہوئے اثبات میں سر ہلا دیا تھا۔

خضر ڈھیلے ڈھالے کپڑوں میں ملبوس بیڈ پر ایک پاؤں پر دوسرا پاؤں جمائے بیڈ کراؤن سے ٹیک لگائے بیٹھا تھا۔

سائیڈ ٹیبل پر چائے کا کپ پڑا تھا۔اسکے موبائل کی سکریم کب سے جل بجھ رہی تھی لیکن وہ سکون سے لیپ ٹاپ میں سکرین پر نظریں جمائے کسی کام میں مگن تھا۔

باہر برف باری نے مری کو اپنی لپیٹ میں کیا تھا۔ابھی بھی برف باری متواتر سے جاری تھی۔

Zubi Novels Zone

کچھ دیر بعد فون آنا بند ہو گیا تھا۔خضر نے سکون کا سانس لیا۔ابھی دس منٹ ہی گزرے تھے جب موبائل پر بپ کی آواز ابھری۔

خضر نے ناچاہتے ہوئے بھی موبائل اٹھا کر میسج دیکھا۔

"فون اٹھاؤ جوان۔۔"

کمشنر کا میسج تھا۔

خضر نے فوراً انہیں کال کی۔

"کبھی کبھی مجھے لگتا ہے تم کمشنر ہو اور میں ایس پی۔۔ تمہیں میرا نہیں بلکہ
مجھے تمہارا حکم ماننا ہے۔۔"

کمشنر کی خفگی بھری آواز ابھری تھی۔ خضر اور کمشنر فرقان لغاری میں کافی بے تکلفی تھی۔اور خضر اسکا خوب فائدہ اٹھاتا تھا۔

اب بھی کمشنر کی بات سن کر اسکا قہقہہ ابھرا تھا۔

"نہیں سر ایسی کوئی ی بات نہیں ہے آپ حکم کریں۔۔"

خضر نے مسکرا کر کہا تھا۔

"کس کو بند کیا ہوا ہے اب؟؟"

وہ پوچھ رہے تھے۔

"آپ کس کی بات کر رہے ہیں؟"

خضر نے الٹا سوال کیا۔

"سنا ہے ایڈووکیٹ صدیقی کے بیٹے کو تم نے بند کر دیا ہے اور اب وہ تمہیں"

"شام سے فون کر رہا ہے تم اسکا فون بھی نہیں اٹھا رہے۔۔

کمشنر کی آواز ابھری تھی۔

"میں نے تو ایک مجرم کو اندر کیا ہے۔۔"

خضر نے معصوم بنتے ہوئے جواب دیا تھا۔

"کیا جرم کیا ہے اس نے؟؟"

ایک تو اس نے بوڑھے آدمی کو گاڑی سے ٹکر ماری پھر گاڑی سے اتر کر"
اسے ہی مارنے لگ گیا۔۔میں نے شہر میں فساد برپا کرنے کے کیس میں اندر
ڈال دیا ہے۔۔پوری رات تھانے میں گزارے گا ناتو آئی ندہ گاڑی چلاتے
"اور کسی پر ہاتھ اٹھاتے سو بار سوچے گا۔

"ہاتھ ہولا رکھوا ایس پی صاحب۔۔"
کمشنر صاحب اسکی بات سن کر مسکرائی ے۔

ہولا ہی رکھا ہے سر ورنہ ایسے بگڑے لڑکوں پر دس بارہ کیس ڈال کر"
"ساری عمر کیل ئی ے بند کر دوں۔۔
وہ بیڈ سے نیچے اتر آیا تھا۔کھڑکی کے سامنے سے پردہ ہٹا کر راناہاؤس کی
طرف دیکھا تو نیچے لان میں اسے چاروں آفتیں امن کے ساتھ نظر آئی ی
تھیں۔

Click On The Link Above To Read More Novels / ✆ / ✉ 0344 4499420
https://www.zubinovelszone.com/

حناوے سے ابھی ٹھیک طرح سے چلا نہیں جاتا تھا۔وہ لنگڑا کر چلتی تھی لیکن اسکی جان کو سکون نہیں تھا۔وہ لان میں اسنو مین بنا رہی تھی۔

"اللہ جانے ان لڑکیوں کو سردی نہیں لگتی۔۔؟؟"

خضر نے حیرت سے سوچا تھا پھر پردہ واپس سرکا دیا۔اب وہ میز پر رکھے چائے کے کپ کی طرف بڑھ گیا تھا جو کافی دیر سے رکھا ہوا تھا۔لیکن وہ اپنے کام میں اتنا مگن تھا کہ دھیان ہی نہیں دیا۔

اچھا یہ بتاؤ کب تک چھوڑنے کا ارادہ ہے۔۔صدیقی صاحب کا کہنا ہے کہ" انکا بیٹا معافی مانگنے کیل ئی ے تیار ہے اس بوڑھے آدمی سے۔۔اگر وہ معاف کردے تو۔۔؟؟"

معاف تو وہ بیچارہ کر ہی دے گا سر۔۔ لیکن میں چاہتا ہوں یہ لڑکا ایک رات" تو گزارے ذرا اپنے سسرال میں تاکہ آئندہ ایسی حرکت نہ کرے۔۔اور آپ پریشان مت ہوں صدیقی صاحب کا فون آئے تو کہہ دینا کہ ایس پی "خضر حیات کا نمبر نہیں مل رہا باقی میں خود سنبھال لونگا۔۔

وہ مضبوط لہجے میں کہتا چائے کا کپ اٹھا کر کمرے سے باہر نکلا تھا۔اسکا رخ اب کچن کی طرف تھا۔وہ چائے گرم کرنے جا رہا تھا۔

کرنی تو تم نے اپنی مرضی ہی ہے۔۔اور میں جانتا ہوں تم نمٹ لو گے سب" "سے۔۔ٹھیک ہے پھر خیال رکھنا۔خدا حافظ

کمشنر صاحب فون بند کر چکے تھے۔

صدیقی صاحب کسی بھی بڑے آفیسر کی سفارش پر میں اپنے فرض سے" پیچھے ہٹنے والا نہیں۔۔ قانون تو آپ بھی جانتے ہیں اس لئے سکون سے بیٹھیں صبح تک آپکا صاحبزادہ رہا ہو جائے گا۔۔"

خضر تصور میں ایڈووکیٹ صدیقی سے مخاطب ہوا تھا۔اور پھر سر جھٹک کر چائے کی طرف متوجہ ہو چکا تھا۔

"تمہیں پتا ہے خضر کل آپا آ رہی ہیں کراچی سے اپنے بچوں سمیت۔۔"
رخسار پھوپھو نے ناشتے کی میز پر خضر اطلاع دی تھی۔

خالہ آ رہی ہیں یہ تو اچھی بات ہے۔۔یہیں ملاقات ہو جائے گی میں بھی" کافی سالوں سے نہیں ملا۔۔"

خضر نے خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہا تھا۔

ہاں بڑی بیٹی اور بیٹے کی شادی کر دی تھی۔ چھوٹے دور ہتے ہیں ایک بیٹی" اور بیٹا۔۔ کہہ رہی تھی وہ اب دونوں کی اپنوں میں شادی کرنا چاہتی ہیں اسی سلسلے میں آرہی ہیں تا کہ بچے ایک دوسرے کو پسند کر سکیں۔"

"اچھا۔۔۔"

خضر نے ایک لفظی جواب دیا تھا۔

میں نے تو کہہ دیا کہ حناوے تو میری ہے بھئی۔۔ باقی جسکو چاہو پسند" کر لینا لیکن اسکو نہیں۔۔ وہ تو میری خضر کی امانت ہے۔۔"
رخسار پھوپھو محبت بھرے لہجے میں کہہ رہی تھیں اور ناشتہ کرتے خضر کو اچھو لگا تھا۔

"کیا ہوا بیٹا۔۔یہ لو پانی پیو۔۔"

اسے بری طرح کھانستا دیکھ کر رخسار پھوپھو نے پانی کا گلاس اسکی جانب بڑھایا جسے خضر نے تھام لیا تھا۔

"کتنی بار کہا ہے آہستہ آہستہ کھایا کرو اتنی بھی کیا جلدی ہوتی ہے تمہیں۔۔۔"

وہ اب پیار سے ڈانٹ رہی تھیں۔

"آپ نے کیا کہا دوبارہ کہیں حنا وے کیا ہے میری؟؟"

خضر بے یقینی کے عالم میں پوچھ رہا تھا۔

"لو جب وہ پیدا ہوئی ی تھی میں نے اپنے فوجی بھائی ی سے تبھی اسے تمہارے ل ئی ے مانگ لیا تھا۔سارے بڑوں کو یہ بات پتا ہے۔۔بس ہم

نے تو اس ل ئ ے نہیں کی کہ حنا وے اپنی تعلیم مکمل کر لے پھر اس

"موضوع پر بات ہو گی۔۔

رخسار پھوپھو گویا دھماکے کر رہی تھیں اور خضر بے یقینی کے عالم میں انہیں

تک رہا تھا۔

اماں یہ پرانی بات ہو گ ئ ی نا اب بھول جائ یں اسے۔۔کیوں آفت کو"

"میرے گلے ڈالنا چاہتی ہیں۔۔

خضر صدمے کی کیفیت میں بولا تھا۔اسکا دل ناشتے سے اچانک اچاٹ ہو گیا

تھا۔

اماں یہ پرانی بات ہو گ ئ ی نا اب بھول جائ یں اسے۔۔کیوں آفت کو"

"میرے گلے ڈالنا چاہتی ہیں۔۔

خضر صدمے کی کیفیت میں بولا تھا۔اسکا دل ناشتے سے اچانک اچاٹ ہو گیا تھا۔

دیکھو خضر بات چاہے جتنی بھی پرانی ہے لیکن میرے لئے آج بھی" بہت اہمیت رکھتی ہے بلکہ میں تو انتظار میں ہوں کہ کب حناوے کی "پڑھائی مکمل ہو اور میں اسے دلہن بنا کر اس گھر میں لا سکوں۔۔ رخسار پھوپھو نے سخت لہجے میں خضر کو اپنے ارادے سے آگاہ کیا تھا۔

مجھے آپکے فیصلے پر اعتراض نہیں ہے امی جان میں تو یہ کہہ رہا ہوں کہ" حناوے میری ٹائپ کی لڑکی نہیں ہے۔۔ایڈوانچرز کرنے کے علاوہ اسکا دماغ کچھ اور سوچتا ہی نہیں۔۔اسے پتا ہی نہیں زندگی کیا ہے کیسی گزارنی ہے۔۔میرا گزارا نہیں ہو سکتا ایسی لڑکی کے ساتھ جو اتنی غیر سنجیدہ "ہے۔۔

خضر نے صاف لفظوں میں اپنی سوچ کا اظہار کیا تھا۔

ہاں تو ٹھیک ہے ناشوخ ہے چنچل ہے تمہارے جیسے کھڑوس اور سنجیدہ" شخص کی زندگی کو خوشگوار بنادے گی تمہیں اور کیا چاہیے۔۔اور رہی بات غیر سنجیدہ ہونے کی تو ابھی کم عمر ہے وقت کے ساتھ سنجیدگی آہی جائی ے "گی اور ایک بار شادی ہو گ ئی ی تو خود ہی سمجدار ہو جائی ے گی۔

رخسار پھوپھو اپنے موقف سے ہٹنے کیل ئی ے ہر گز تیار نہیں تھیں۔

اماں میں مجرموں کو پکڑوں گا یا اسکے ک ئی ے گ ئی ے کارناموں کو" "ہینڈل کروں گا؟؟

خضر بھی اتنی جلدی ہار ماننے والوں میں سے نہیں تھا۔

راناہاؤ س میں ایک ہی لڑکی ڈھنگ کی ہے اور وہ نمل ہے جسے عقل بھی" "ہے سمجھ بھی اور بات کرنے کی تمیز بھی۔۔

"مت بھولو وہ شاہ ویز کی منگیتر ہے۔۔"

رخسار پھوپھو نے آنکھیں دکھائی ہیں۔ خضر کا دل کیا وہ اپنا سر پیٹ لے۔

"میں جانتا ہوں اماں۔۔ میرا کہنے کا ہر گز یہ مطلب نہیں تھا کہ میں اسے پسند کرتا ہوں بلکہ میں یہ کہنا چاہ رہا تھا کہ اگر آپکی پسند کی گ ئی ی آفت نمل جیسی عقل اور سمجھ رکھتی تو مجھے کوئی ی مس ئ لہ نہیں تھا۔۔"

خضر نے کڑھ کر وضاحت دی تھی۔

"تم جو مرضی سمجھو یا کہو بہو تو میرے گھر میں بس حناوے رانا ہی بن کر آئے گی۔ اگر تم ایس پی ہو تو میں ایس پی کی ماں ہو۔۔ دیکھتی ہوں تم کیسے انکار کرتے ہو۔۔"

انہیں ٹون میں آتا دیکھ کر خضر بے ساختہ مسکرا دیا تھا۔ وہ کافی دنوں بعد اپنی کسی بات کیل ئ ے یوں ضد کر رہی تھیں۔ اور خضر کر بھی کیا سکتا تھا آخر

اسکی ماں کا تعلق بھی راناہاؤس سے ہی تھا اپنی بات منوانا انکے بھی خون میں شامل تھا۔

"اُفف اماں آپ بھی نا۔۔اب میں جاؤں مجھے دیر ہو رہی ہے۔۔؟؟"
خضر نے سر جھٹکتے ہوئے پوچھا وہ مزید بحث نہیں کرنا چاہتا تھا۔

ہاں جاؤ۔۔ لیکن ایک بات یاد رکھنا خبردار جو کسی اور لڑکی کے بارے میں "
"سوچا۔۔اب تمہیں پتا چل گیا نا کہ تم بچپن سے ہی منگنی شدہ ہو۔۔
رخسار پھوپھو تلقین کرنا نہیں بھولی تھیں۔
انکی بات سن کر خضر نے ایک گہرا سانس لیا تھا۔
وہ کیا جواب دیتا؟اب تک وہ کسی لڑکی سے تعلق نہیں بنا پایا تھا اب کیا خاک بناتا جب اسکے سر پر راناہاؤس کی تلوار لٹک رہی تھی۔

اماں آپ اچھے سے جانتی ہیں میرا آج تک کوئی ی چکر نہیں چل سکا۔۔"
کلاس فیلوز سے تھوڑی بہت دوستی رہی ہے۔۔آپ پھر بھی مجھ پر شک کر
رہی ہیں۔۔؟؟"

خضر کو گہرا صدمہ لگا تھا۔

"حناوے ٹھیک کہتی ہے پولیس والوں پر بھروسہ نہیں کیا جا سکتا۔۔"
رخسار پھوپھو نے اپنی مسکراہٹ چھپاتے ہوئے چہرے پر سنجیدگی طاری
کرتے ہوئے کہا تھا۔
انکی بات سن کر خضر کا دل کیا وہ اپنا سر دیوار سے دے مارے۔
ابھی وہ آفت اس گھر میں نہیں آئی ی تھی اور اسکی ماں اس آفت کی زبان
بولنا شروع ہو گئی ی تھیں۔جب وہ آجائے گی پتا نہیں کیا ہو گا۔

Click On The Link Above To Read More Novels / ✆ / ✉ 0344 4499420
https://www.zubinovelszone.com/

آپ جیسا کہیں گی ویسا ہی ہو گا لیکن پلیز آپ میری اماں بن کر رہیں جیسے " پہلے تھیں اس آفت کی زبان مت بولیں۔ آپ اسکی طرف داری کرینگی تو مجھ سے بالکل بھی برداشت نہیں ہو گا۔"

خضر التجائیہ لہجے میں کہتا اپنی کیپ اٹھا کر باہر کی جانب بڑھ گیا تھا جبکہ پیچھے رخسار پھوپھو دل سے مسکرا دی تھیں۔

حیدر صبح وقت پر آفس پہنچ گیا تھا۔ وہ نیا نیا تھا تو اسے ہر چیز کو دیکھنا تھا۔

"السلام علیکم سر!"

قیوم اس سے پہلے آفس میں موجود تھا۔

"وعلیکم السلام! کیسے ہو قیوم؟؟"

حیدر نے نرم لہجے میں پوچھا تھا۔ قیوم ایک تیس سالا سلجھی ہوئی سی شخصیت کا مالک تھا۔

اسے حیدر پسند آیا تھا۔ حیدر اس سے عمر میں چھوٹا سہی لیکن عہدے میں بڑا تھا۔ اس لئے اسکا رعب ہی الگ تھا۔

"آئیے آپکو آپکا آفس دکھاتا ہوں۔۔"

قیوم نے ہاتھ کے اشارے سے آگے چلنے کو کہا تھا۔

Zubi Novels Zone

"ہمم۔۔ ٹھیک ہے۔۔"

حیدر چاروں طرف نظریں دوڑاتا آگے بڑھ گیا۔

ابھی اسے آفس پہنچے کچھ ہی دیر گزرے تھی جب اسکے موبائل پر رنگ ہوئی۔

حیدر نے جب موبائل دیکھا تو نمبر دیکھ کر اسکے چہرے پر ناگواری ابھری۔

میر ممتاز عالم کا فون تھا۔

ناچاہتے ہوئے اسے فون اٹھانا پڑا۔

"کیسے ہو اے سی صاحب۔۔۔؟"

سلام دعا کے بعد میر ممتاز عالم پوچھ رہا تھا۔

"جی میں ٹھیک ہوں۔۔آپ سنائیں اتنی صبح صبح فون خیریت تو ہے نا؟؟"

حیدر نے جذبات سے عاری لہجے میں پوچھا تھا۔

جی آپ کو یاددہانی کروانی تھی اے سی صاحب۔۔بھولیے گا مت آج آپکی "

"دعوت ہے میری۔۔

میر ممتاز عالم نے اپنی بھاری بھر کم آواز کا رعب ڈالنا چاہا تھا۔

یہ یاددہانی کم بلکہ دھمکی زیادہ تھی کہ اگر نہ آئی ے تو اچھا نہیں ہو گا۔۔

جی مجھے یاد ممتاز صاحب۔۔ لیکن معذرت میں آج نہیں آسکوں گا۔ آج" پہلا دن ہے آفس میں۔۔ مجھے بہت سے کام دیکھنے ہیں۔۔ آپ چاہیں تو یہ "دعوت کسی اور دن رکھ لیں۔

حیدر نے بنا کسی لگی لپٹی کا کہا تھا۔ وہ اتنی جلدی میر ممتاز کے دباؤ میں آنے والا نہیں تھا۔

"سوچ لیجئے اے سی صاحب شاید وقت نکل ہی آئے۔۔"

میر ممتاز نے ذو معنی انداز میں کہا تھا۔

جی جی۔ میں نے سوچ سمجھ کر ہی جواب دیا ہے آپ پرسوں رکھ لیں" "دعوت۔۔ پھر ملتے ہیں ان شاءاللہ۔۔

ٹھیک ہے۔۔آپ ن ئی ے ہوا بھی اے سی صاحب آپکے نخرے اٹھانا"

"ہمارا فرض ہے۔

میر ممتاز نے جواب دیا تھا۔

بہت بہت شکریہ۔۔"

"میں ابھی کام کر لوں پھر ہوتی ہے آپ سے بات۔

حیدر اسکا جواب سنے بغیر فون بند کر چکا تھا۔

وہ مزید کوئی ی بات نہیں کرنا چاہتا تھا۔

فون کرنے کے بعد اس نے میز پر رکھی فائی ل کھولی تھی جس میں ضلع کے لوگوں کی درخواستیں رکھی تھیں۔وہ پوری توجہ سے انہیں پڑھنا شروع ہو گیا تھا۔

"May I come In Sir?"

نمل دل پر پتھر رکھ کر اسکے آفس میں آئی ی تھی۔ سامنے ہی میز کی دوسری جانب ارحم ملک لیپ ٹاپ کی سکریں پر نظریں جمائے بیٹھا تھا۔ اسکے چہرے کے تاثرات تنے ہوئے تھے۔

"جی آجائیں۔۔"

نمل کی آواز پر اس نے نظریں اٹھا کر دیکھنا گوارہ نہیں کیا تھا۔
نمل مضبوط قدم اٹھاتی میز کی جانب بڑھی تھی۔

"بیٹھ جائیں۔۔"

ارحم نے اسے کھڑے دیکھ کر کہا تھا۔ نمل خود پر ضبط کرتی بیٹھ چکی تھی۔ جب سے ارحم اس آفس میں آیا تھا وہ بلاوجہ ہی اسے زچ کرتا تھا۔ اسکی

بے عزتی کا کوئی ی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیتا تھا۔یہی وجہ سے نمل اس سے کتراتی تھی۔وہ کوشش کرتی تھی کہ اسکاارحم سے سامنا نہ ہو۔

"یہ آپ نے کیا کیا مس نمل عثمان؟؟"

ارحم نے اب کی بار لیپ ٹاپ سے نظریں اٹھا کر اسکی جانب دیکھا اور پھر لیپ کا رخ موڑ کر نمل کے سامنے کیا۔

"کیا سر۔۔؟؟"

نمل نے بھنویں اچکا کر پوچھا۔اسے کچھ غلط ہونے کا احساس ہوا تھا۔

"یہ ای میل آپ نے مجھے رات سینڈ کی تھی نا۔۔؟؟"

ارحم نے پوچھا تھا۔جبکہ نمل اب لیپ ٹاپ کی سکرین پر نظریں جمائے بیٹھی تھی۔

"جی۔۔"

نمل ایک لفظی جواب دیا تھا۔

کیا آپ توجہ سے کام نہیں کرتیں؟؟ آپکو ایک ٹاسک ملا تھا کہ اس"
دارلامان میں رہنے والی لڑکیوں کا مکمل بائیو ڈیٹا لکھیں۔۔ لیکن آپ نے کیا
"کیا ہے دیکھیں ذرا۔۔

ارحم دبی دبی آواز میں چلا رہا تھا۔

نمل پھٹی آنکھوں سے لیپ ٹاپ کی سکرین کو گھور رہی تھی۔اس نے کل
سارا دن مر کھپ کر اور دارلاامان جا کر ڈیٹا نکالا تھا اور پھر رات گ ئی ے
تک وہ گھر میں بھی کام کرتی رہی تھی۔۔

"سر یہ میں نے ٹھیک لکھا تھا۔"

نمل نے اپنی صفائی پیش کرنی چاہی تھی۔

"اچھاتو آپکے کہنے کا مطلب یہ ڈیٹا میں نے بدلا ہے؟؟"

ارحم نے مذاق اڑاتے لہجے میں کہا تھا۔

نمل نے نظریں اٹھا کر ارحم کو دیکھا تھا۔وہ ایک مضبوط اعصاب کی مالک لڑکی تھی لیکن پچھلے چند دنوں میں ارحم کی وجہ سے ہونے والی بے عزتی نے اسے بری طرح سے ہرٹ کیا تھا۔

آپ تو سٹاف کی لیڈر رہیں نا اگر آپکا رویہ اتنا غیر سنجیدہ ہو گا تو باقی کیا" "کرینگے۔۔؟؟

ارحم نے اسکی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا تھا۔

اسکا انداز نیچا دکھانے والا تھا۔

وہ دانت بھینچے ارحم کی باتیں سنتی رہی۔دیکھتے ہی دیکھتے نمل کی آنکھوں میں نمی ابھری تھی۔جسے اس نے پلکیں جھپکتے ہوئے اندر کھینچنا چاہا تھا۔ارحم اسکی آنکھوں میں پھیلی نمی کو دیکھ چکا تھا۔

"سوری سر۔۔میں دوبارہ لسٹ بنادیتی ہوں۔"

نمل نے اٹھتے ہوئے کہا تھا۔اب وہ نظریں چرا رہی تھی۔وہ جان گئی تھی اسکی میل میں گڑبڑ ارحم نے ہی کی تھی۔

اسکی نم آنکھیں دیکھ کر ارحم کو اپنی ماں یاد آئی تھی جسکی آنکھیں بھی اکثر نم ہی رہتی تھیں۔اسکا باپ شہباز ملک اسکی ماں کی بے عزتی کرنے کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیتا تھا۔

ایک پل کیل ئی ے ارحم کے دل کو کچھ ہوا تھا۔ وہ ایسا نہیں تھا۔ وہ جان بوجھ کر کسی کو زچ نہیں کرتا تھا۔ لیکن پچھلے کچھ دنوں میں اس نے نمل کو بہت تنگ کیا تھا۔

اسکا دل چاہا کہ وہ نمل کو روک کر اس سے معذرت کرے لیکن پھر خاندانی انا آڑے آگ ئی ی اور نمل اسکے آفس سے نکل چکی تھی۔

"یہ کچھ زیادہ نہیں ہو گیا ارحم۔۔؟؟"

وہ اپنے آپ سے پوچھ رہا تھا۔ نمل نے بالکل ٹھیک کام کیا تھا۔ اس نے ای میل کو ایڈٹ کر دیا تھا۔

پرسوں اس نے فائی ل بدل کر نمل کو ڈانٹا تھا۔ کل اس سے کافی بھی منگوائی ی تھی۔ یہ بات الگ تھی نمل نے نہایت بدذائقہ کافی بنا کر دی تھی۔

سارے آفس میں انکی آپس کی چپقلش کے متعلق باتیں ہو رہی تھیں۔ لیکن پرواہ کس کو تھی۔

آفس میں ہر طرف نمل نمل کی صدا ہوتی تھی گھر جاتا تھا تو اسکی ماں نمل کی تعریفیں کرتی تھیں۔ ارحم کے کان پک گئے نمل نام سن سن کر۔

اسی لئے وہ اب اسے زچ کر کے بدلے لے رہا تھا۔

لیکن اسکی آنکھوں میں نمی دیکھ کر اب اسکا اپنا دل اداس ہو گیا تھا۔

"اگر ماما کو پتا چلا تو میری خیر نہیں۔۔"

ارحم زیرِ لب بڑبڑایا تھا۔

"السلام علیکم خانم بی کیسی ہیں آپ؟؟"

سیرت پچھلے دس گھنٹوں سے مریضوں کا چیک اپ کر رہی تھی۔
درمیان میں آدھے گھنٹے کی بریک لی تھی۔اسکی گردن بری طرح اکڑ گ ئی ی تھی۔

"وعلیکم السلام! میں ٹھیک ہوں تم سناؤ واپس کب آنا ہے؟؟"
خانم بی پوچھ رہی تھیں۔

"بس خانم بی آج پہلا دن تھا جامشورو میں کچھ دن اور لگیں گے پھر جلد آجاؤں گی۔"
سیرت نے اپنے اگلے چند کے شیڈول سے انہیں آگاہ کیا تھا۔
"تمہارا ڈاکٹر ہونا ہمیں مہنگا پڑ رہا ہے۔۔"
خانم بی نے شکوہ کیا تھا۔انکی بات سن کر سیرت مسکرا دی تھی۔

"ارے خانم بی میں کوئی ی بچی تھوڑی ہوں۔ڈاکٹر سیرت ملک ہوں۔۔"
"اپنی حفاظت کرنا جانتی ہوں آپ پریشانی نہ ہوا کریں۔

سیرت نے مسکرا کر انہیں حوصلہ دیا تھا۔

"سیرت تم مجھے بہت عزیز ہو بیٹا۔۔ تمہارا یوں گاؤں گاؤں پھرنا اور کیمپ
لگانا اور پھر عجیب و غریب مریضوں کو چیک کرنا۔۔ کبھی کبھی میرا دل بہت
گھبراتا ہے۔۔"

خانم بی نے اپنے دل کی کیفیت بیان کی تھی۔

"میرا پیشہ ہی ایسا ہے خانم بی۔۔ میں ڈاکٹر اسی لئے بنی ہوں کہ لوگوں
کی خدمت کر سکوں۔۔"

سیرت نے جواب دیا تھا۔

وہ تو میں جانتی ہوں۔۔بس کبھی کبھی دل ڈر جاتا ہے۔تم جس علاقے میں "
"وہ تمہارے لئے نقصان دہ ہو سکتا ہے۔۔

"ارے خانم بی میں نے کہا نا کہ پریشان مت ہوں تو مطلب مت ہوں۔۔"
سیرت نے انکی بات پر توجہ نہیں دی تھی۔

"یہ بتاؤ کھانا کھالیا۔۔؟؟"
وہ فکر مندی سے پوچھ رہی تھیں۔

نہیں ابھی کچھ دیر پہلے آئے ہیں ہم گاؤں سے۔۔یہاں شہر میں ہوٹل "
"میں رکے ہیں۔۔اب فریش ہو کر کھانا کھانے چلیں گے سب۔۔
سیرت نے سچ بتایا تھا۔

"اچھا چلو ٹھیک ہے۔۔آرام کرو۔۔اور کھانا یاد سے کھا لینا۔۔"

خانم بی نے تلقین کی۔

"ٹھیک ہے۔۔ویسے بھی میں کھانا نہیں چھوڑنے والی مجھے خود بہت بھوک لگی ہے۔"

سیرت نے شرارتی لہجے میں جواب دیا تھا۔

"سلامت رہو میری بچی۔۔"

خانم بی اسے دعائیں دیتی فون بند کر چکی تھیں۔

سیرت نے موبائل کو بیڈ پر رکھنے کے بعد اپنا سفید کوٹ اتارا اور ہاتھوں کی مدد سے پیچھے گردن کو مسلتی الماری کی طرف بڑھ گئی۔ وہ واقعی بہت تھک چکی تھی۔

اور اسکا ارادہ کھانے کے بعد اچھی نیند لینے کا تھا۔

رانا ہاؤس میں کافی رونق لگی تھی۔شاہینہ پھوپھو اپنے دو بچوں سمیت کراچی سے تشریف لا چکی تھی۔

بیٹے کا نام ذیشان جنکہ بیٹی مدیحہ تھی جو نمل کی ہم عمر تھی۔

انکے آنے سے کافی رونق لگ چکی تھی۔بخت بھی آیا ہوا تھا۔حناوے کا پاؤں بھی ٹھیک ہو چکا تھا۔

اور اس وقت وہ اپنی امی یعنی فاریہ بیگم کے ساتھ اپنے کمرے میں تھا۔

شاہینہ باجی کا خیال ہے کہ وہ ھدی کا رشتہ مانگ لیں ذیشان کیلئے۔۔"

"وہ انہیں پسند آئی ہے۔۔

فاریہ بیگم عام سے لہجے میں بتا رہی تھیں۔اور بخت جوانکے بیڈ پر لیٹا موبائل کی سکرین پر نظریں جمائی ے انگوٹھے کی مدد سے کچھ ٹائی پ کر رہا تھا ایک پل کیل ئی ے اسکا ہاتھ کانپا تھا۔

"کیا۔۔؟؟"

وہ ایک جھٹکے سے اٹھ کر بیٹھا۔

فاریہ بیگم اسکے اس طرح رد عمل ظاہر کرنے پر حیران ہوئی ی تھیں۔

"کیا ہوا بھ ئی ی۔۔رشتے کی بات بتا رہی ہوں۔"

فاریہ بیگم نے بیڈ پر بکھرے باقی کپڑوں کو تہہ کرتے ہوئی ے کہا۔

"پھوپھو کو اور کوئی ی لڑکی نظر نہیں آئی ی کیا؟؟"

وہ زیر لب بڑبڑایا۔

ٹھوڑی میں بلاوجہ ہی عجیب سی جلن ہونا شروع ہوگئی تھی۔ہاتھ پاؤں گرم ہو رہے تھے۔

پیشانی پر لکیریں ابھریں تھیں۔

"میں سوچ رہی تھی کہ جب گھر میں یہ بات ہوگی تو سماب یا منال میں سے ایک کا تمہارے لئے رشتہ مانگ لوں۔۔"

فاریہ بیگم نے تہہ شدہ کپڑوں کو الماری میں رکھتے ہوئے کہا تھا۔بخت کو ایک اور جھٹکا لگا تھا۔

"مجھے منال زیادہ پسند ہے تم بتاؤ تمہیں کوئی اعتراض تو نہیں؟؟"

فاریہ بیگم نے اپنے خیال کا اظہار کیا تھا۔

بخت کو اپنا سانس رکتا ہوا محسوس ہوا تھا۔

"جی مجھے اعتراض ہے۔۔"

بالآخر اسکی آواز ابھری۔فاریہ بیگم نے چونک کر اسے دیکھا۔

"کیوں۔۔کیا اعتراض ہے۔۔؟؟اور کیا کمی منال میں؟؟"

وہ حیران ہوئی یں۔

"کوئی ی کمی نہیں ہے امی۔۔"

پھر کیا مس ئی لہ ہے؟؟اب تم یہ مت کہنا کہ مجھے گھر میں شادی نہیں" کرنی۔۔بلکہ خاندان سے باہر کرنی ہے۔۔وغیرہ وغیرہ۔۔ارے بھ ئی "جب گھر میں لڑکیاں موجود ہیں تو باہر جانے کی کیا ضرورت؟؟

"امی میں منال یا سماب۔۔یا کسی اور لڑکی سے شادی نہیں کرنا چاہتا۔۔"

بخت نے اپنے اندر اٹھتی بے چینی پر قابو پاتے کہا تھا۔اسکا موڈ بری طرح بگڑ چکا تھا۔

"ہائیں۔۔تو پھر کس سے کرنی ہے؟؟"

فاریہ بیگم نے گال پر انگلی رکھتے ہوئے پوچھا۔

"میں ھُدیٰ کو پسند کرتا ہوں۔۔"

اس نے گویا دھماکہ کیا تھا۔

"بخت بھائی۔۔"

حناوے جو ایک جھٹکے سے اسکے کمرے کا دروازہ کھول کر اندر داخل ہوئی تھی اسکی آخری بات سن کر ساکت رہ گئی تھی۔

بخت اور ھدی۔۔؟؟اس نے کبھی سوچا نہیں تھا۔

بخت ایک آرمی مین تھا۔ تین سال پہلے اس نے آرمی جوائن کی تھی۔

اب وہ کیپٹن تھا۔اپنے باپ کی طرح بہادر اور دلیر۔

حناوے کے ساتھ ساتھ اس نے ھدی کو بھی بہت تنگ کیا تھا۔ بچپن کی شرارتیں اور دوستی کب پسندیدگی میں بدلی وہ خود نہیں جانتا تھا۔

وہ نظم وضبط کا قائل اور غیرت مند تھا۔اسی لئے گھر میں ہی چکر چلانے کا خیال بھی اسے برالگتا تھا۔

اس نے سوچ رکھا تھا کہ درست وقت پر اپنی پسند کا اظہار کردے گا۔ لیکن اب۔۔

وہ ایک جھٹکے سے اٹھا اور کمرے سے باہر نکل گیا تھا۔

حناوے جو دروازے میں کھڑی تھی وہ اسکے چہرے کے تاثرات سے کوئی بھی اندازہ نہیں لگا پائی تھی۔

وہ اچھے سے جانتی تھی کہ ھدی خضر کو پسند کرتی تھی۔اور بخت کا ھدی کو پسند کرنا اسکے لئی ے تکلیف کا باعث تھا۔

اسکے خوبرو بھائی ی کا دل ٹوٹنے والا تھا یہ سوچ کر اس پر کپکپی سی طاری ہوگئی ی تھی۔

دل عشق میں بے پایاں، سودا ہو تو ایسا ہو"

دریا ہو تو ایسا ہو، صحرا ہو تو ایسا ہو

اس درد میں کیا کیا ہے، رسوائی بھی لذّت بھی

کانٹا ہو تو ایسا ہو، چھبتا ہو تو ایسا ہو ____!!"

ایسا بھی کیا ہے اس لڑکی میں صاحب۔۔جو آپ حسینہ کو بھول
گئے۔۔؟؟"

حسینہ بیگم کب سے امن کو دیکھ رہی تھی۔جو ہلکے سروں میں بجتی موسیقی کو سنتے ہوئے آنکھیں بند کیے دیوار سے ٹیک لگائے بیٹھا تھا۔

حسینہ کے سوال پر اس نے آنکھیں کھول کر اسے دیکھا جو حسرت سے اسے ہی تک رہی تھی۔

"تم نے کبھی چودھویں کے چاند کو دیکھا ہے۔۔جب آسمان پر ہلکے ہلکے بادل ہوں۔۔ گہرے گھنے جنگل سے بادلوں کے درمیان ہلکورے لیتا چاند جس سے تیز روشنی پھوٹ رہی ہو اور جو گھنے جنگل میں اجالہ کیے ہو۔۔؟؟

"___کچھ ایسی ہی تھی وہ بھی

تیز روشنی میں سفید فراک پہنے اسے رقص کرتی حناوے اپنے بالکل سامنے دکھائی دی تھی۔

"جب اسکے بالوں کی آبشار کھل کر کمر پر بکھری اور اسکے آدھے چہرے کو ڈھانپا تو ایسا لگا تھا جیسے گہرے سیاہ بادلوں نے روشن چاند پر اپنا سایہ کیا ہو۔۔"

وہ سرور کی کیفیت میں بتا رہا تھا۔ حسینہ بیگم کو آنکھیں واہ کئے اسکی باتیں سن رہی تھی۔

"اسکے ہاتھوں پر لگی مہندی کی خوشبو جیسے فضا میں بکھری تھی ___ اور پاؤں میں بندھے گھنگروؤں کی آواز نے پورے جنگل پر سحر طاری کر دیا تھا۔۔"

"وہ آپکو مل گئی تو آپ کیا کرینگے صاحب۔۔"

Zubi Novels Zone

حسینہ بیگم نے مہندی لگے ہاتھوں کو ٹھوڑی کے نیچے رکھتے ہوئے اشتیاق سے پوچھا تھا۔پورے کمرے میں چوڑیوں کی کھن کھن کی آواز گونج کر رہ گ ئی ی تھی۔

وہ خود صاف ستھرے ملائم فرش پر امن سے کچھ فاصلے پر بیٹھی تھی۔

امن نے چونک کر اسے دیکھا تھا۔اسکے ملنے کا سن کر امن کی آنکھوں میں قندیلیں روشن ہو گ ئی ی تھیں۔

"سوچتا ہوں کہ کیا کرونگا۔۔اسے صدیوں بیٹھ کر دیکھوں گا۔۔اور کبھی "

"کبھی لگتا ہے کہ اسے چھوؤں گا تو جل جاؤں گا۔۔

وہ دھیرے سے مسکرا دیا تھا۔

"آپ تو خود آگ ہیں صاحب آپکو کون جلا سکتا ہے۔۔؟؟"

حسینہ بیگم نے ایک ادا سے کہا تھا۔

آگ۔۔ نہیں مجھے لگتا ہے میں برف تھا۔۔ سرد و جامد۔۔اور وہ آگ" جیسی۔۔ میں دھیرے پگھل پگھل رہا ہوں۔۔اور جس دن وہ دوبارہ سامنے آئی تو پانی بن کر بہہ جاؤں گا۔۔"

امن کی آواز میں جادو سا تھا۔ وہ اپنی بے بسی بیان کر رہا تھا۔۔ جسے شاید حسینہ بیگم سمجھنے سے قاصر تھی۔۔ یا پھر سمجھ رہی تھی۔

محبت معجزہ ہے اور معجزے وقت کی قید سے آزاد ہوتے ہیں ___ اگر محبت" موسیقی ہے تو کوئی بھی آلہ موسیقی اسکی دھن بکھیرنے سے قاصر ___ ہے

اگر محبت ملاپ ہے تو مل کر ادھورا رہ جانا محبت کی فطرت میں شامل ہے ___ اور اگر محبت بچھڑ جانے کا نام ہے تو بچھڑ کر بقا پانا محبت کی خاصیت ___ ہے

یہ تب وجود میں آئی ی شاید جب کسی بھی چیز کا وجود نہیں تھا____اور اگر "!!____محبت وجود ہے تو یہ جسم کی قید سے آزاد ہے

اور امن ملک کی یہ محبت جسموں کی قید سے آگے جانے والی تھی یہ وہ خود بھی نہیں جانتا تھا۔

"یہ بات پہلے کیوں نہیں بتائی ی بھائی ی۔۔؟؟"

بخت اپنے کمرے سے ملحقہ بالکونی میں کھڑا تھا جب حناوے وہاں آئی ی۔ سارے گھر والے نیچے لاؤنج میں جمع تھے۔ جبکہ حناوے کو بخت کی فکر ہو رہی تھی۔ جیسے ہی وہ گھر واپس آیا تو حناوے کچھ دیر بعد اسکے کمرے میں حاضر ہو گئی ی تھی۔

"اپنی پسند کا چرچہ کر کے اسے بدنام کرنا مجھے نہیں پسند حناوے۔۔"

وہ سنجیدہ لہجے میں بتا رہا تھا۔

"لیکن مجھے تو بتا دیا ہوتا۔۔"

"اس سے کیا ہو جاتا؟؟"

"مجھے پتا تو چلتا۔۔شاید میں کچھ کر بھی لیتی۔۔"

"میں صحیح وقت کا انتظار کر رہا تھا۔۔"

"جو لوگ وقت کا انتظار کرتے ہیں وقت کبھی انکی لاج نہیں رکھتا۔۔"

حناوے نے منہ بنا کر جواب دیا۔بخت نے چونک کر اسے دیکھا۔

"آج خیر تو ہے؟ تمہیں بخار تو نہیں۔۔؟؟"

بخت نے اسکا ماتھا چھو کر دیکھا۔

اسکی اس حرکت پر حناوے نے آنکھیں پھیلائی یں۔

"نہیں کافی سمجھداری والی بات کی ہے۔۔مجھے تم سے اس بات کی امید نہیں تھی۔۔"

بخت نے شرارت سے کہا تھا۔وہ زیادہ دیر اداس نہیں رہ سکتا تھا۔اتنا تو وہ جانتا تھا کہ اگر اسکی چاہت سچی ہے تو ھدی اسے ضرور ملے گی۔

"ہاں تو ٹھیک ہے پھرتے رہو دل جلے بن کر۔۔"

حناوے خفگی سے کہتی وہاں سے پلٹ آئی ی تھی۔جبکہ بخت اسکی خفگی پر مسکرا دیا تھا۔

شام کا وقت تھا۔آسمان پر سنہری روشنی پھیلی ہوئی تھی جو دھیرے دھیرے مدہم ہوتی جا رہی تھی۔

کھیتوں کھلیانوں سے کسان اپنے گھروں کو لوٹ رہے تھے۔

کچے پکے راستے پر حیدر کی گاڑی دھول اڑاتی میر ممتاز عالم کی حویلی کی جانب بڑھ رہی تھی۔

مین سڑک سے انکی گاڑی اب دوسری سڑک پر مڑ گئی تھی یہ سڑک سیدھی حویلی کو جاتی تھی۔

کچھ دور تک گاڑی چلنے کے بعد رک گئی تھی۔

"سر آگے ایک گاڑی کھڑی ہے۔۔"

ڈرائیور نے اطلاع دی تھی۔

''میں خود دیکھتا ہوں۔۔''

حیدر جانے کس احساس کے تحت گاڑی سے نیچے اترا تھا۔ سامنے ہی اسے ایک بڑی سی گاڑی نظر آگ ئی ی تھی۔ حیدر یقین سے کہہ سکتا تھا کہ یہ گاڑی ضرور میر ممتاز عالم کے خاندان کے کسی فرد کی تھی۔

دو قدم آگے بڑھانے پر حیدر کی نظر گاڑی سے ایک منظر پر پڑی تھی۔

جہاں اسے ڈاکٹروں کا ایک عملہ نظر آیا تھا۔

جس میں ڈاکٹرز اور نرسیں نظر آرہی تھیں۔

ایک لڑکی جو حلیے سے ڈاکٹر لگ رہی تھی۔ سب سے آگے کھڑی تھی۔ اسکے پیچھے پورا عملہ تھا۔

اس لڑکی کے سامنے ایک مرد کھڑا نظر آیا تھا جسکی پشت حیدر کی طرف تھی اور وہ لڑکی سے کچھ کہہ رہا تھا۔

لڑکی نے کپڑوں پر سفید کوٹ پہنا ہوا تھا۔گلے میں اسٹھیتوسکوپ لٹکی نظر آرہی تھی۔

"میرے گاؤں آکر مجھے نخرے دکھاتی ہے۔۔"

لڑکی کے سامنے کھڑے لڑکے نے گالی دینے کے بعد انتہائی جاہلانا انداز میں کہا تھا۔وہ حلیہ سے ہی بدمعاش نظر آتا تھا۔

اسکی بات سن کر لڑکی کا ہاتھ اٹھا اور چٹاخ کی آواز کے ساتھ اس لڑکے کے گال پر نشان چھوڑ گیا تھا۔

Zubi Novels Zone

"ڈاکٹر سیرت ملک میں ہوں میں۔۔آئندہ زبان سنبھال کر بات کرنا سمجھ آئی ی"

وہ زہر خند لہجے میں چلائی ی تھی۔چہرہ غصے سے لال بھبھو کا ہو گیا تھا۔

"تیری اتنی ہمت۔۔۔"

لڑکے نے ہوش آنے پر چلا کر کہا اور مارنے کیلئے واپس ہاتھ اٹھایا۔

"کیا ہو رہا ہے یہاں پر۔۔۔؟؟"

حیدر گرج دار آواز میں دھاڑا تھا۔اور پھر تیز قدموں سے انکی جانب بڑھا۔

"ہیلو شاہ ویز کہاں ہو تم؟؟"

شاہ ویز گھر کی جانب جا رہا تھا جب اسے سب سے چھوٹے چاچو یعنی حسین رانا کا فون آیا تھا۔

"میں گھر جا رہا ہوں چاچو خیریت۔۔؟؟"

شاہ ویز نے الٹا سوال کیا۔

ہاں خیریت ہی ہے۔۔ تم ایک گھنٹے کیل ئی ے آفس آ سکتے ہو۔۔؟؟"

دراصل میں نے ن ئی ے ورکرز رکھے ہیں آج انکا انٹرویو ہے۔۔ مجھے ایک اہم میٹنگ میں جانا ہے۔ عثمان بھائی ی کی طبیعت نہیں ٹھیک تھی وہ نہیں "آئی ے۔۔ اگر تم آجاؤ اور انٹرویو لے لو۔۔

حسین چاچو نے بات ادھوری چھوڑی۔

"جی چاچو میں آجاتا ہوں۔۔ آپ پریشان نہیں ہوں۔۔"

شاہ ویز کا ڈائریکٹلی انکی کمپنی سے کوئی ی تعلق نہیں تھا لیکن چونکہ وہ اس فیلڈ سے تعلق رکھتا تھا اور بزنس کو اچھا خاصا جانتا تھا تو کبھی کبھار چکر لگا لیا کرتا تھا۔

شکریہ بیٹا مجھے تم سے یہی امید تھی۔تم نے میری پریشانی کو ختم کر دیا"

"ہے۔۔

حسین چاچو مسکرائے۔

"کوئی ی بات نہیں چاچو۔۔اور انٹرویو کا کام میں اچھے سے کر سکتا ہوں۔۔"

شاہ ویز نے سنجیدہ لہجے میں کہا تھا۔دوسری طرف سے مزید ایک دو باتیں کرنے کے بعد فون بند کر دیا گیا تھا۔

حسین چاچو جانتے تھے کہ لوگوں کو پرکھنے کے معاملے میں شاہ ویز کتنا زیرک آدمی تھا۔

اسکی شخصیت کو دیکھ کر اچھا خاصا پر اعتماد بندہ بھی لحظہ بھر کو گھبرا جاتا تھا۔

شاہ ویز نے یوٹرن سے گاڑی موڑ کر اسکا رخ کمپنی کی جانب کر لیا تھا۔

اب اسکی گاڑی تیزی سے آگے بڑھ رہی تھی۔

"ارے کھانا تو کھالو بیٹا۔۔"

مسز ملک نے ارحم سے کہا تھا۔

آ کر کھالوں گا مام آج میرا پہلا انٹرویو ہے بس آپ دعا کریں سب ٹھیک ہو۔۔مجھے امید ہے یہ جاب مجھے ضرور ملے گی۔۔"

ارحم کافی پرجوش نظر آ رہا تھا۔اسے آج ہی انٹرویو کی کال آئی تھی جہاں اس نے اپنی سی وی جمع کروائی تھی۔

"اللہ تمہیں ہر قدم پر کامیاب کرے میرے بیٹے۔۔"

مسز ملک نے ارحم کی پیشانی پر بوسہ دیتے ہوئے کہا تھا۔وہ انکی کل کائنات تھا۔

"آمین ثمہ آمین۔۔اوکے اللہ حافظ۔۔شام کو ملتے ہیں۔۔"

وہ مسز ملک کا ہاتھ چومتا پرجوش کا نک سک تیار ہو کر انٹرویو کیل ئ ے نکل چکا تھا۔

شاہ ویز فائ ل کھولے سامنے بیٹھے لڑکے کی سی وی چیک کر رہا تھا۔

"تو امریکہ سے پڑھ کر آئ ے ہیں آپ۔۔؟؟"

وہ سنجیدہ لہجے میں پوچھ رہا تھا۔

"جی سر۔۔"

لڑکے نے محتاط لہجے میں جواب دیا تھا۔وہ غور سے میز کے دوسری جانب بیٹھے باس کو دیکھ رہا تھا۔جو کلف لگے کپڑوں میں ملبوس تھا۔شاہ ویز ہمیشہ شلوار قمیض پہنتا تھا۔جس پر یا واسکیٹ ہوتی تھی یا بڑی سی چادر۔۔

اسکا انداز وڈیروں والا تھا۔رانا ہاؤس کا واحد لڑکا جسے ماڈرن کپڑے پہننے میں کوئی ی دلچسپی نہیں تھی۔اسکی شخصیت پر اسکے کلف لگے کپڑے جچتے تھے۔

اسکی ڈگری چیک کرتے ہوئے شاہ ویز کی نظر اسکے والد کے کھانے میں لکھے نام پر پڑی تھی۔

ارحم ملک۔۔والد شہباز ملک۔۔

شاہ ویز کی بھنویں سکڑیں۔

"تمہارے دادا کا کیا نام ہے۔۔؟؟"

سرد سے لہجے میں اس نے ارحم سے پوچھا تھا۔

"ملک بہرام۔۔۔"

ارحم نے انکشاف کیا تھا۔شاہ ویز نے جھٹکے سے اسکی جانب دیکھا تھا۔اسکے سامنے بیٹھا لڑکا یا تو انجان تھا، یا حدر درجہ بیو قوف یا پھر حدر درجہ پر اعتماد

"وزیراعلیٰ کا پوتا ایک معمولی سی نوکری کیل ئے ہماری کمپنی میں انٹرویو دینے آیا ہے اسے میں بیو قوفی سمجھوں یا۔۔؟؟"

شاہ ویز نے کاٹ دار لہجے میں کہا تھا۔

"میں صرف یہ جاب کرنا چاہتا ہوں تاکہ کچھ تجربہ مل سکے۔۔"

ارحم نے صاف اور پر اعتماد لہجے میں کہا تھا۔

"سوری مسٹر ارحم ملک۔۔ لیکن ہم آپکو یہ جاب نہیں دے سکتے۔۔"

شاہ ویز نے سرد لہجے میں کہتے ہوئے فائل ارحم کی جانب پھینکی تھی جو حیرت سے شاہ ویز کو دیکھ رہا تھا۔اس نے ارحم کی بات سننا بھی گوارا نہیں کی تھی۔

رانا ہاؤس کے لاؤنج میں اس وقت گھر کے سبھی بڑے بزرگ لوگ حاضر تھے۔جانے کس کا نصیب کس کے ساتھ جڑنے کا فیصلہ کیا جا رہا تھا۔

جیسا کہ سب کو پتا ہے نمل اور شاہ ویز کی منگنی بچپن میں ہی ہو گئی تھی"۔۔۔

قدسیہ بیگم نے بولنا شروع کیا تھا۔وہ آج صبح ہی شاہینہ پھوپھو کے بلانے پر حیدر آباد سے آئی تھیں۔

اوراب شاہینہ بھی رشتے کے سلسلے میں آئی ی ہے۔۔کچھ بچے اس قابل" ہو چکے ہیں کہ انکی چاہے آج ہی شادی کر دی جائی ے جبکہ کچھ بچوں میں ابھی بچپنا باقی ہے____

میں نے سوچ سمجھ کر فیصلہ کیا ہے کہ شاہینہ کے بیٹے ذیشان کا رشتہ منال سے "پکا کر دیا جائی ے۔۔تم لوگوں کو کوئی اعتراض تو نہیں۔۔؟؟

دادی جان نے منال کی امی ابو کی جانب دیکھ کر پوچھا تھا۔

"نہیں اماں جان ہمیں کوئی ی اعتراض نہیں جیسے آپکو ٹھیک لگے۔"

عثمان رانا نے اپنی ماں کے فیصلے کو اہمیت دیتے ہوئی ے کہا تھا۔

اور لاؤنج میں لگے پردوں کے پیچھے چھپی منال کا سانس بند ہوا تھا۔یہ خبر سن کر اسکی آنکھوں کے سامنے اندھیرہ چھا گیا تھا۔وہ لاؤنج میں سن گن لینے آئی ی تھی لیکن یہاں سب سے پہلی قربانی اسکی دی گ ئی ی تھی۔

"شاہینہ کی بیٹی مدیحہ کا حیدر سے اور ھدی کا بخت سے۔۔"

قدسیہ بیگم نے ایک اور فیصلہ سنایا۔

یہ خبر سن کر فاریہ بیگم کے چہرے پر خوشی کے تاثرات ابھرے۔۔اسکے بخت کی پسند آسانی سے اسے مل رہی تھی۔

باقی رہی بات حناوے کی اسے پیدا ہوتے ہی رخسار نے خضر کیل ئی ے" "مانگ لیا تھا۔۔جلد ہی انکی منگنی کر دی جائے گی۔

اب کی بار راناہاؤس کی چھت ھدی پر گری تھی جو منال کے پیچھے آکر ہی کھڑی ہوئی ی تھی۔وہ اپنے متعلق تو نہیں سن پائی ی تھی لیکن حناوے اور خضر کا سن کر اسکا دماغ چکرا گیا تھا۔

باقی رہی بات حناوے کی اسے پیدا ہوتے ہی رخسار نے خضر کیل ئی ے" "مانگ لیا تھا۔۔جلد ہی انکی منگنی کر دی جائے گی۔

اب کی بار راناہاؤس کی چھت ھدی پر گری تھی جو منال کے پیچھے آکر ہی کھڑی ہوئی ی تھی۔وہ اپنے متعلق تو نہیں سن پائی ی تھی لیکن حناوے اور خضر کا سن کر اسکا دماغ چکرا گیا تھا۔

"یہ کیا ہوا تھا؟"

ھدی کا دماغ سائیں سائیں کر رہا تھا۔

منال مردہ قدموں سے سیڑھیوں کی جانب بڑھ گئی تھی۔اس میں وہاں مزید کھڑے ہونے کی ہمت نہ نہیں تھی۔

شکراماں جان آپ نے حناوے اور خضر کی بات بھی کی میں تو کب سے" انتظار میں ہوں کہ کب حناوے کی پڑھائی مکمل ہو اور کب میں اسے اپنے گھر لے جاسکوں۔"

رخسار پھوپھو کے لہجے سے سرشاری سی چھلک رہی تھی۔ھدی پھٹی پھٹی آنکھوں سے لاؤنج کا منظر دیکھ رہی تھی جہاں انکی زندگی کا فیصلہ کر دیا گیا تھا۔

"حناوے اور خضر۔۔؟؟"

ان دونوں کا نام ایک ساتھ سن کر ھدی کے اندر کچھ جلنے لگا تھا۔

خضر کا چہرہ اسکی آنکھوں کے سامنے گھوما تھا اور پھر اس نے تصور میں ان دونوں کے ایک دوسرے کے سنگ مسکراتا دیکھا تھا اور پھر ھدی کی برداشت جواب دے گئی تھی۔

"تم مجھے اتنا بڑا دھوکا نہیں دے سکتی حناوے۔"

وہ دبی دبی آواز میں چلاتی سیڑھیوں کی طرف بڑھی تھی۔غصے کے باعث اسکا چہرہ سرخ ہو چکا تھا۔

"سوری مسٹر ارحم ملک۔۔ لیکن ہم آپکو یہ جاب نہیں دے سکتے۔۔"

شاہ ویز نے سرد لہجے میں کہتے ہوئے فائل ارحم کی جانب پھینکی تھی جو حیرت سے شاہ ویز کو دیکھ رہا تھا۔اس نے ارحم کی بات سننا بھی گوارا نہیں کی تھی۔

"لیکن سر کیوں؟"

ارحم کے منہ سے پھسلا تھا۔

شاہ ویز نے گہری نظروں سے ارحم کو دیکھا تھا جسکے چہرے پر رد کئے جانے کا رنج پھیلنا شروع ہو چکا تھا۔

"ہماری کمپنی صرف تجربہ کار لوگوں کو رکھتی ہے۔۔ "

شاہ ویز نے سرد سے لہجے میں جواب دیا تھا اور اسکے ساتھ ساتھ وہ ارحم کو جانچتی نگاہوں سے دیکھ رہا تھا یقیناً اسے دو خاندانوں کے درمیان چلنے والی

دشمنی کی خبر نہیں تھی ورنہ وہ ہر گز اس وقت رانا انڈسٹریز میں موجود نہیں ہوتا۔

لیکن آپ مجھے بنا انٹرویو کے ہی رد کر رہے ہیں کیا میں پوچھ سکتا ہوں اسکی" "وجہ کیا ہے۔؟

ارحم نے لہجے کو ہموار بناتے ہوئے پوچھا تھا۔

"کیا میں آپکو جواب دوں مسٹر ملک۔۔؟"

شاہ ویز نے کاٹ دار لہجے میں الٹا سوال کیا تھا۔

"نہیں سر لیکن۔۔"

ارحم نے کچھ کہنا چاہا تھا۔

مجھے باقی امیدواروں کے بھی انٹرویوز لینے ہیں اب آپ تشریف لے جا سکتے ہیں۔۔"

شاہویز نے اپنے غصے پر قابو پاتے ہوئے سپاٹ چہرے کے ساتھ کہا تھا۔

ارحم اتنی ہتک پر دنگ رہ گیا تھا۔وہ اپنی فائل اٹھا کر بنا کچھ کہے کمرے سے باہر نکل گیا تھا۔

"ڈاکٹر سیرت ملک میں ہوں میں۔۔آئندہ زبان سنبھال کر بات کرنا سمجھ آئی ی"

وہ زہر خند لہجے میں چلائی ی تھی۔چہرہ غصے سے لال بھبھوکا ہو گیا تھا۔

"تیری اتنی ہمت۔۔۔"

لڑکے نے ہوش آنے پر چلا کر کہا اور مارنے کیلئے واپس ہاتھ اٹھایا۔

"کیا ہو رہا ہے یہاں پر۔۔۔؟؟"

حیدر گرج دار آواز میں دھاڑا تھا۔اور پھر تیز قدموں سے انکی جانب بڑھا۔

حیدر کی آواز پر لڑکے کا اٹھا ہوا ہاتھ فضا میں ہی رک گیا تھا۔

اس نے پلٹ کر آواز کی سمت میں دیکھا تھا اور پھر حیدر رانا کو ایک پل کے اندر پہچان لیا تھا۔

"یہ آپ خواتین کو کیوں تنگ کر رہے ہیں؟"

حیدر نے سخت لہجے میں پوچھا تھا۔

"یہ اس علاقہ کے نئے اے سی ہیں۔۔"

سیرت کے پیچھے کھڑی ایک دوسری ڈاکٹر نے سیرت کے کان میں سرگوشی کی تھی۔

"یہ حال ہے آپکے علاقے کا اے سی صاحب جہاں دن دیہاڑے عورتوں کو تنگ کیا جارہا ہے۔۔"

اس سے پہلے وہ ل-ڑکا کچھ جواب دیتا سیرت نے طنزیہ لہجے میں کہا تھا۔

"اس بات کیلئے میں آپ لوگوں سے معذرت چاہتا ہوں آپ لوگ جائیں یہاں سے ان محترم کو میں خود دیکھ لوں گا۔"

حیدر نے بنا سیرت کی بات کا برا منائے عزت سے انہیں جانے کا کہا تھا۔

اسکے نرم لہجے پر سیرت کو حیرانگی ہوئی لیکن پھر وہ سر جھٹک کر اپنے عملے کے ساتھ آگے بڑھ گئی تھی۔

"یہ آپ نے اچھا نہیں کیا اے سی صاحب۔۔"

انہیں جاتا دیکھ کر وہ لڑکا تلملا کر حیدر سے بولا تھا۔

"کون ہو تم اور تمہیں شرم نہیں آتی عورتوں پر ہاتھ اٹھاتے ہوئے۔۔؟"

انکے جانے کے بعد حیدر اس لڑکے سے مخاطب ہوا تھا۔

"آپ جانتے نہیں اے سی صاحب کہ میں کون ہوں؟"

لڑکے نے اپنی گھنی مونچھوں کو تاؤ دیتے ہوئے کیا تھا۔

Zubi Novels Zone

تم جو بھی ہوا گر آئندہ مجھے کسی عورت سے بد تمیزی کرتے نظر آئے نا تو"

اچھا نہیں ہو گا۔۔"

حیدر اسے دھمکی دیتا اپنی گاڑی کی طرف بڑھ گیا تھا جبکہ پیچھے وہ لڑکا اسے

کھا جانے والی نظروں سے گھور رہا تھا۔

"کیا ہوا منال تمہاری طبیعت تو ٹھیک ہے نا؟"

منال اپنی زرد رنگت کے ساتھ حناوے کے کمرے میں داخل ہوئی تھی جو بیڈ پر لیٹی گھٹنوں پر لیپ ٹاپ سجائے سکرین پر چلتی فلم دیکھ رہی تھی۔ منال کو روتے دیکھا تو جھٹکے سے اٹھ بیٹھی۔

"تم رو کیوں رہی ہو؟"

منال کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔ وہ کسے بتاتی اور کیسے بتاتی کہ اپنے ہونے والے بہنوئی پر دل ہار بیٹھی تھی۔

محبت کے چھن جانے سے زیادہ رسوا ہونے کا ڈر تھا۔

"کچھ نہیں ہوا۔ میں ٹھیک ہوں۔"

منال نے بامشکل خود پر قابو پاتے ہوئے کہا تھا۔

اس سے پہلے حناوے کچھ کہتی اسکے کمرے کادروازہ ٹھاہ کی آواز سے کھلا تھا۔

"بہت بڑی دھوکے باز ہو تم حناوے۔۔"

ھدی آنکھوں سے شعلے برساتی اسے گھور رہی تھی۔

"میں نے کیا کیا؟"

حناوے نے ابرواچکا کرپوچھا۔

ہمیں کہتی ہو کہ مجھے وہ رشوت خور نہیں۔۔زہر لگتا ہے۔۔اور خود اسکے" "ساتھ زندگی گزارنے کے سپنے دیکھ رہی ہو۔۔

ھدی کو خود پتا نہیں چل رہا تھا کہ وہ کیا بول رہی تھی۔

"یہ تم کیسی باتیں کر رہی ہو ھدی اور یہ بتاؤ منال کیوں رو رہی ہے۔۔"

حناوے نے اسکی بات کو نظر انداز کرتے ہوئے کہا۔

"اگر تم دوسروں کی خوشیوں پر ڈاکے ڈالو گی تو ایسا ہی ہو گا نا۔۔"

ھدی کے لہجے میں بلا کی کاٹ تھی۔اسکے اندر الاؤ جل رہا تھا جس میں وہ حناوے کو جلا کر راکھ کر دینا چاہتی تھی۔

تبھی سماب کمرے میں داخل ہوئی تھی اس نے ھدی کی آخری بات سن لی تھی۔

ZNZ
Zubi Novels Zone

"تم دونوں مجھے بتاؤ گی کہ ہوا کیا ہے۔۔؟"

اس بار حناوے بھی غصہ آیا۔انکی آپس میں جتنی مرضی لڑائی ہو جاتی ھدی نے کبھی اس طریقے سے بات نہیں کی تھی۔

"میں بتاتی ہوں۔۔"

سماب نے جو باد یا تھا۔

نیچے دادی ماں نے گھر میں موجود سبھی لڑکے اور لڑکیوں کے رشتے پکے" کر دیا ہیں۔۔۔

"منال کا ذیشان سے۔۔ھدی کا بخت بھائی اور مدیحہ کا حیدر بھائی سے۔۔

سماب کی بات پر حناوے چونکی تھی۔ھدی کا بخت سے سن کر جہاں اسے ھدی کا غصہ سمجھ میں آیا تھا وہیں بخت کیلئے خوشی ہوئی تھی۔اور حیدر کا سن کر دل کو کچھ ہوا تھا۔

"اس میڈم کا بھی بتاؤنا جس نے میری خوشیوں پر ڈاکا ڈالا ہے۔۔"

ھدی کے لہجے میں اب نمی سی گھلی تھی۔

"میرا کیا۔۔؟"

حناوے نے چونک کر سماب کو دیکھا تھا۔

"تمہارا بچپن میں ہی خضر بھائی سے رشتہ طے ہو گیا تھا۔۔"

سماب نے آہستہ سے کہا تھا۔

"کیا۔۔؟"

حناوے کے گرد دھماکہ ہوا تھا۔

"ایسا نہیں ہو سکتا۔۔"

حناوے چلائی تھی۔

"زیادہ بھولی بننے کی ضرورت نہیں ہے۔۔ تمہیں سب پتا تھا نا۔۔ تم کھیل رہی تھی میرے جذبات سے۔۔"

ھدی کا دماغ ہل گیا تھا شاید۔ جبکہ حناوے کو تو کچھ سمجھ ہی نہیں آ رہا تھا۔

"دیکھو ھدی مجھے خضر میں کوئی دلچسپی نہیں ہے یہ بات تم اچھے سے جانتی ہو۔۔"

حناوے نے خود پر قابو پاتے ہوئے کہا تھا۔

"تو پھر یہ سب کیا ہے۔۔ رخسار پھوپھو اور جو دادی ماں کہہ رہی ہیں۔ وہ سب کیا ہے۔۔؟ ایسا نہیں ہو سکتا کہ تمہارا رشتہ بچپن سے طے ہو اور تمہیں پتا نہ ہو۔۔"

"تمہارا ابھی تو بخت بھائی سے طے ہوا نا تو کیا تم بھی خضر سے پسند کا ڈرامہ کر رہی تھی۔۔ تمہیں بھی پہلے سے کچھ تو خبر ہو گی نا۔۔؟"

حناوے نے کاٹ دار لہجے کہا تھا وہ مزید نہیں سن سکتی تھی۔۔

ایک پل کیلئے کمرے میں خاموشی چھا گئی تھی۔

Zubi Novels Zone

ھدیٰ حناوے کو جانچتی نظروں سے دیکھ رہی تھی۔

"تم دونوں لڑنا تو بند کرو۔۔"

سماب نے کمرے میں چھائی خاموشی کو توڑا تھا۔

ھدیٰ کے حلق میں کانٹے سے چبھ رہے تھے۔

حناوے ایک جھٹکے سے اٹھی اور کمرے سے باہر نکل گئی اب اسکا رخ فاریہ بیگم کے کمرے کی طرف تھا۔

بچپن میں لڑتے شرارتیں کرتے کرتے وہ سب کتنی بڑی ہوگئی تھیں کہ اب اپنی پسند کیلئے لڑ رہی تھیں۔

وقت کے ساتھ ساتھ سب بدل جاتا ہے جب جذبات بدلتے ہیں۔۔۔اور سماب یہ بات محسوس کر چکی تھی۔

ارحم جب سے واپس آیا تھا اپنے کمرے میں بند تھا اسے سمجھ نہیں آرہا تھا کہ اسکے ساتھ ایسا کیوں ہوا تھا۔پہلے ہی قدم پر ٹھوکر لگ چکی تھی۔

وہ تو کافی پرامید تھا لیکن رانا انڈسٹری کے اس خود پرست شخص نے بنا انٹرویو لیے اسے رد کر دیا تھا۔

"چھوڑو ارحم اتنے پریشان کیوں ہو رہے ہو۔۔یہ کوئی آخری موقع تھوڑی تھا۔۔ایسا تو ہوتا ہی ہے۔۔"

وہ خود کو پرسکون کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔

"نمل۔۔"

اچانک اسے نمل کا خیال آیا تھا۔وہ اس سے معافی مانگنا چاہتا تھا لیکن ہمت ہی نہیں ہوتی تھی۔

کچھ دیر سوچنے کے بعد اس نے موبائل اٹھایا اور نمل کا نمبر ملایا تھا۔بیل جا رہی تھی لیکن وہ کال ریسیو نہیں کر رہی تھی۔

Zubi Novels Zone

جیسا ہی حیدر میر ممتاز عالم کی حویلی پہنچا تھا گیٹ پر اسکے استقبال کیلئے ممتاز صاحب کے ملازمین کی فوج ہاتھ میں پھول تھامے کھڑی تھی۔

حیدر کے گاڑی سے نیچے اگرنے پر ایک ڈھول والے نے ڈھول بجانا شروع کر دیا تھا۔

"ویلکم جی ویلکم۔۔"

میر ممتاز عالم آگے بڑھا تھا اور حیدر سے بغل گیر ہوا تھا جو حیرت سے سارے ڈرامے کو دیکھ رہا تھا۔اسے لگ رہا تھا کہ جیسے وہ دعوت پر نہیں بلکہ اپنی بارات لے کر آیا ہو۔

Zubi Novels Zone

"یہ سب کرنے کی کیا ضرورت تھی ممتاز صاحب۔۔؟"

حیدر پوچھے بنا نہیں رہ سکا تھا۔اسکے لہجے میں ہلکی سی تلخی تھی۔

"آپ پہلی بار میرے گھر آئے ہیں اے سی صاحب اور میں اپنے مہمانوں کا ایسے ہی استقبال کرتا ہوں۔۔"

میر ممتاز نے سینا چوڑا کرتے ہوئے بتایا تھا۔

حیدر خاموشی رہا تھا۔

"چلیں جی اندر چلیں"

میر ممتاز کے کہنے پر ڈھول بجنا شروع ہو گیا تھا اور حیدر انکی قیادت میں آگے بڑھ گیا تھا۔

"یہ میں کیا سن رہی ہوں امی۔۔؟ مجھے خضر سے شادی وادی نہیں کرنی۔۔"
حناوے منہ پھلائے فاریہ بیگم کے سر پر چڑھی کھڑی تھی۔

شکر کرو خضر جیسا لڑکا مل رہا ہے تمہیں۔۔ورنہ جیسی تمہاری حرکتیں ہے نا"
"اس گھر کا کوئی شخص تمہیں قبول نہ کرے۔۔
فاریہ بیگم نے صاف لفظوں میں کہا تھا۔یہ سن کر حناوے کو تو جیسے آگ ہی
لگ گئی تھی۔

تو نہ کرے قبول میں کونسا مری جا رہی ہوں کسی کیلئے۔۔ لیکن میں صاف بتا"
"رہی ہوں میں اس رشوت خور سے شادی ہر گز نہیں کرونگی۔۔
حناوے نے نہایت بدتمیزی سے کہا تھا۔

بکواس بند کرو حناوے۔۔ تھوڑا سا تو لحاظ کر لیا کرو۔۔ تمہیں بڑوں کی "

"عزت کی ذرا پرواہ نہیں ہے۔

فاریہ بیگم نے غصے سے کہا تھا۔

"بڑوں نے ہم سے پوچھا کیا؟"

حناوے کو دکھ ہوا۔

اب تم لوگوں سے پوچھ کر ہم رشتے طے کرینگے کیا۔۔؟اور ویسے بھی "

"تمہیں رخسار باجی نے تمہارے پیدا ہونے پر ہی مانگ لیا تھا۔۔

ہاں ہاں۔۔اس رشوت خور بدتمیز شخص کیلئے مجھے ہی مانگا گیا۔۔میری ہی "

قسمت خراب تھی لیکن میں بتا رہی ہوں میں نہیں کرنے والی اس کھڑوس

"سے شادی۔۔

وہ سوں سوں روتی اپنی سنا کر چلی گئی تھی جبکہ فاریہ بیگم نے اپنا سر تھام لیا تھا۔

وہ جانتی تھیں حناوے کارد عمل ایسا ہی ہونے والا تھا۔۔ لیکن وہ تو کچھ زیادہ ہی ڈرامے باز نکلی تھی۔

"نمل فون اٹھاؤ۔۔"

ارحم نے کوئی چوتھی بار نمل کا نمبر ملایا تھا لیکن بیل جانے پر کوئی فون نہیں اٹھا رہا تھا۔

وہ دن سے آفس بھی نہیں آئی تھی۔

ارحم کے دو دن عجیب سے گزرے تھے شاید اسے نمل کو تنگ کرنے کی عادت ہو گئی تھی۔۔ بے چینی سی بے چینی تھی وہ خود بھی اپنی کیفیت سمجھنے سے قاصر تھا۔

ہنس کے کوئی شرما جائے تو

بے چینی کیوں ہوتی ہے

بے چینی کیوں ہوتی ہے

جب کوئی کرم برسانے لگے

اور ستم گھٹتا جائے تو

بے چینی کیوں ہوتی ہے

کیسی پیاس اُمڈتی ہے

یہ واضح کرنا مشکل ہے

زلف کوئی لہرا جائے تو

بے چینی کیوں ہوتی ہے

یاس کے دام میں اُلجھا ہو تو

دل کی بے چینی ہے بجا

کوئی آس جگا جائے تو

بے چینی کیوں ہوتی ہے

درد کی شدت کم کرنے کو

نئے پرانے زخموں پر

مرہم کوئی لگا جائے تو

بے چینی کیوں ہوتی ہے

مبہم سی باتوں میں آکر

ہو جائے دل راغب سا

بات سمجھ میں آجائے تو

"بے چینی کیوں ہوتی ہے

Zubi Novels Zone

نمل جیسے ہی شاور لے کر نکلی تو اسکا بیڈ پر رکھا فون رنگ کر رہا تھا۔وہ تیزی سے فون کی جانب بڑھی۔

"آٹھ مسڈ کال۔۔"

وہ حیران ہوئی۔

تین سے چار بات نوین نے اسے فون کیا تھا جبکہ چار بار کسی انجان نمبر سے فون آیا تھا۔

ابھی وہ نوین کو واپس فون کرنے کا سوچ ہی رہی تھی جب دوبارہ اسی انجان نمبر سے فون آنے لگا تھا۔

"ہیلو۔۔"

نمل نے فون کان سے لگاتے ہوئے کہا تھا۔

Click On The Link Above To Read More Novels / ✆ / ✉ 0344 4499420
https://www.zubinovelszone.com/

"ہیلو نمل۔۔"

کسی کی بے چین سی آواز ابھری تھی۔

"جی آپ کون۔۔؟"

نمل نے نا سمجھی کے عالم میں پوچھا۔

"آواز بھی بھول گئی دو دنوں کے اندر آپ میری۔۔"

جانے کیوں شکوہ اسکے لبوں سے پھسلا تھا۔

نمل خاموشی رہی۔۔وہ آواز پہچاننے کی کوشش کر رہی تھی۔

ارحم ملک بات کر رہا ہوں۔۔آپ دو دن سے آفس کیوں نہیں "

"آئیں۔۔؟

Click On The Link Above To Read More Novels / ✆ / ✉ 0344 4499420
https://www.zubinovelszone.com/

وہ خود پر قابو پاتے پوچھ رہا تھا۔آواز اب نارمل ہو گئی تھی۔نام سن کر نمل چونک گئی تھی۔

سر میں نے بتایا تھا گھر میں مجھے کچھ کام ہے اس لئے دو دن کی چھٹی لی تھی" "کل آجاؤں گی آفس۔۔

نمل نے جلدی سے صفائی دی۔اسے لگا تھا شاید ارحم نے پھر سے کچھ جلی کٹی سنانے کیلئے فون کیا تھا۔

"اچھا۔۔"

ارحم نے اپنا سر کھجایا تھا۔۔واقعی نمل نے چھٹی لی تھی لیکن شاید وہ بھول گیا تھا۔

" اور سنائیں کیسی ہیں آپ۔۔؟

اسکے نرم لہجے پر نمل کو جھٹکا لگا تھا۔

"جی میں ٹھیک ہوں۔۔"

نمل نے حیرانگی سے جواب دیا۔

وہ دراصل میں اپنے رویے کی معافی مانگنا چاہتا تھا۔اس دن جو بھی ہوا۔۔یا" اب تک جو آفس میں ہوا۔۔میں نے آپ سے جو بھی کہا۔۔ان سب کیلئے ایم

"رئیلی سوری۔۔

وہ نادم سے لہجے میں کہہ رہا تھا۔

اس بار نمل کو اچھا خاصا جھٹکا لگا تھا۔

"سر آپکو معذرت کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔۔ "

نمل نے ہموار لہجے میں کہا تھا۔

"نمل۔۔۔"

ارحم نے بے اختیار ہی پکارہ تھا۔انداز ایسا تھا کہ نمل کا دل ایک پل کو دھڑ کا تھا۔

"ج۔۔جی۔۔"

وہ مشکل سے بول پائی تھی۔

"اب تو مجھے سرمت کہو۔۔میں صرف ارحم بن کر بات کر رہا ہوں۔۔"

ارحم کے لہجے میں عجیب سی آنچ تھی جسے نمل بخوبی محسوس کر رہی تھی۔وہ بیڈ پر بیٹھ چکی تھی۔آج تو ارحم ملک اسے حیرت سے مارنے والا تھا۔

"جی ٹھیک ہے۔۔"

پر اعتماد نمل کو اعتماد لمحہ بھر کو اڑن چھو ہوا تھا۔

گہری خاموشی چھاگئی تھی۔ارحم کو سمجھ نہیں آرہا تھا کیا بولے۔۔

"مجھے ابھی کچھ کام ہے میں پھر بات کرونگی۔۔"

نمل۔بہانہ بنا کر فون بند کرچکی تھی۔اسکے کندھے پر بکھرے گیلے بالوں سے پانی کے قطرے ٹپک رہے تھے اور کچھ پانی لے قطرے اسکی نم۔پلکوں پر چمک رہے تھے۔

اسے سمجھ نہیں آرہی تھی کہ ارحم ملک کو ہوا کیا تھا۔

وہ کچھ دیر سوچتی رہی پھر سر جھٹک کر آئینے کی طرف بڑھ گئی۔

پچھلے دو دنوں سے ان چاروں کے درمیان ایک عجیب سی سرد جنگ چھڑ گئی تھی۔منال تو کالج سے آنے کے بعد کمرے سے باہر ہی نہیں نکلتی تھی۔

جبکہ ھدی حناوے سے بات نہیں کر رہی تھی۔سماب کو سمجھ نہیں آرہا تھا کہ کیا کرے وہ ایسا سب پہلے جیسا ہو جائے۔۔

منال اپنے کمرے میں موجود تھی۔ابھی وہ کالج سے واپس آئی تھی تو شاہ ویز کو لاؤنج میں بیٹھے دیکھا تھا۔۔اسکے دل سے ایک ہوک سی اٹھی تھی۔

وہ ابھی تک نمل کا نہیں ہوا تھا لیکن منال کو ذیشان کی بنانے کا کہا جا رہا تھا۔۔

آنسو رکتے ہی نہیں تھے۔۔خاموشی محبت نے گہرا اثر ڈالا تھا۔

سر درد سے تنگ آکر وہ کمرے سے باہر نکلی تھی اسکا رخ کچن کی طرف تھا وہ چائے بنانے کی غرض نیچے سے جا رہی تھی۔

"منال"

ابھی اس نے پہلی سیڑھی پر قدم رکھا تھا کہ اچانک ابھرنے والی آواز پر اسکے قدم ساکت ہوئے تھے۔

وہ پلٹی نہیں تھی بلکہ آواز سے پہچان گئی تھی وہ ذیشان تھا۔

کہاں گم ہو تم۔۔؟میں پچھلے دو دنوں سے ڈھونڈ رہا ہوں تمہیں نظر ہی "نہیں آتی ہو۔۔

وہ اسکے پاس کھڑے ہوتے پوچھ رہا تھا۔

"کالج چلی جاتی ہوں۔۔پھر پڑھنا ہوتا ہے وقت ہی نہیں ملتا۔۔"

منال نے نظریں جھکائے جواب دیا تھا۔

"کیا ہوا تمہاری طبیعت تو ٹھیک ہے نا۔۔؟"

رونے کی وجہ سے منال کی آواز بھاری ہو چکی تھی۔ذیشان نے فکرمندی سے پوچھا۔

"جی میں ٹھیک ہوں بس سر درد تھا تھوڑا۔۔"

منال نے جواب دیا۔

"مجھے کچھ کہنا تھا۔۔"

منال نے دوسری سیڑھی پر قدم رکھا تھا جب ذیشان دوبارہ کہا۔

"جی بولیں۔۔"

وہ نظریں جھکائے پوچھ رہی تھی۔ وہ نہیں چاہتی تھی کہ ذیشان اسکی سوجن کا شکار آنکھیں دیکھے اور پھر سوال اٹھائے۔

Zubi Novels Zone

مجھے تم بہت اچھی لگتی ہو منال۔۔ تمہارا کم بولنا اور سب کا خیال رکھنا۔۔"
"تمہیں باقیوں سے الگ بناتا ہے۔۔
ذیشان نے دھڑکتے دل کے ساتھ اپنی کیفیت بتائی تھی۔

ماما تو ھدی کو پسند کر چکی تھیں۔۔ لیکن مجھے تم پسند آئی تو میں نے اپنی پسند کا "اظہار کر دیا۔۔ شکر ہے نانو نے تمہیں میرا بنانے کا اعلان کر دیا ہے۔

وہ سرشاری سے مسکرایا تھا۔۔ اسکی مسکراہٹ کانٹے کی طرح چبھنے لگی تھی منال کو۔

"مجھے پوچھنا تھا کہ تمہیں کوئی اعتراض تو نہیں ہے نا۔۔؟"

وہ اب پوچھ رہا تھا۔ منال کا دل کر رہا تھا کہ وہ سب بول دے۔ وہ کہہ دے کہ مجھے تم پسند نہیں ہو۔۔ مجھے اس گھر کا سب سے سڑیل مزاج شخص پسند آچکا ہے۔۔۔

لیکن اسکے الفاظ اسکا ساتھ نہیں دے پائے تھے۔

"بولو منال۔۔"

اسے خاموش دیکھ کر ذیشان نے دوبارہ پوچھا تھا۔

"میرے سر میں شدید درد ہے۔۔میں اس وقت اس موضوع پر بات نہیں کرنا چاہتی۔۔مجھے امید ہے آپ سمجھیں گے۔۔"

وہ سپاٹ لہجے میں کہہ کر سیڑھیاں پھلانگتی نیچے کی جانب بڑھ گئی تھی۔

ذیشان کا جواب سننا اس نے ضروری نہیں سمجھا تھا۔

جبکہ ذیشان بس اسے جاتا دیکھ رہا تھا۔۔اسکے اندر عجیب سی بے چینی پھیل چکی تھی۔

جو مٹا ہے تیرے جمال پر وہ ہر ایک غم سے گزر گیا
ہوئیں جس پہ تیری نوازشیں وہ بہار بن کے سنور گیا

تری مست آنکھ نے اے صنم مجھے کیا نظر سے پلا دیا

کہ شراب خانے اجڑ گئے جو نشہ چڑھا تھا اتر گیا

ترا عشق ہے مری زندگی ترے حسن پہ میں نثار ہوں
ترا رنگ آنکھ میں بس گیا ترا نور دل میں اتر گیا

کہ خرد کی فتنہ گری وہی لٹے ہوش چھا گئی بے خودی
وہ نگاہ مست جہاں اٹھی مرا جام زندگی بھر گیا

در یار تو بھی عجیب ہے ہے عجیب تیرا خیال بھی
رہی خم جبین نیاز بھی مجھے بے نیاز بھی کر گیا

ترے دید سے اے صنم چمن آرزوں کا مہک اٹھا
ترے حسن کی جو ہوا چلی تو جنوں کا رنگ نکھر گیا

مجھے سب خبر ہے مرے صنم کہ رہ فنا میں حیات ہے
اسے مل گئی نئی زندگی ترے آستاں پہ جو مر گیا

"کیا ہو گیا کے تجھے امن۔۔ کیوں پاگل بنے اسے ڈھونڈ رہے ہو۔۔ ایسا کیا تھا اس لڑکی میں؟"

قدیر اسے بلانے آیا تھا ایک حسین شام میں امن ملک کو بلایا گیا تھا۔ لیکن وہ جانے انکاری تھا۔

"جب سے اسے دیکھا ہے نا۔۔ کچھ اور دکھتا ہی نہیں ہے۔۔"

امن نے مسکرا کر جواب دیا تھا۔

"اور رہی بات اس لڑکی تو آئندہ تمیز سے اسکا ذکر کرنا۔۔"

اسکا لہجہ یک لخت بدلا تھا۔قدیر بس اسے دیکھ کر رہ گیا تھا۔

"دیکھو امن اسے ملنا ہوا تو مل ہی جائے گی نا اور ویسے بھی تم اسے ڈھونڈ تو رہے تو پھر حسین شا میں چھوڑ دینے سے کیا ہو گا۔۔؟"

"کیا کروں کہیں جاتا ہوں تو کچھ بھاتا ہی نہیں ہے۔۔کوئی لڑکی خوبصورت نہیں لگتی۔۔ایک عجیب سی آگ ہر وقت اندر جلتی رہتی ہے۔۔"

امن نے گلاس کے کنارے پر شہادت کی انگلی پھیرتے ہوئے جواب دیا تھا۔

اسکا ذہن کہیں اور پہنچا ہوا تھا۔

"تم پاگل ہو گئے ہو امن۔۔"

قدیر نے تاسف سے کہا تھا۔

اس پاگل پن کا اپنا مزہ ہے۔۔آدھے دن اسے ڈھونڈنے میں گزر جاتا کے "

"تو آدھا یہ سوچنے میں کہ اگر وہ مل گئی تو کیا ہو گا۔۔؟

امن بے خودی کی حالت میں بول رہا تھا جبکہ قدیر سر تھام کر رہ گیا تھا۔

اسے حیرت ہو رہی تھی ایک بار دیکھنے سے امن کی یہ حالت ہو گئی تھی اگر وہ دوبارہ سامنے آجاتی تو کیا ہوتا؟

تری مست آنکھ نے اے صنم مجھے کیا نظر سے پلا دیا"

"کہ شراب خانے اجڑ گئے جو نشہ چڑھا تھا اتر گیا

امن کی حالت کچھ ایسی ہی تھی۔سارے نشے اتر گئے۔۔اسے بس ایک نشے کی طلب تھی اور وہ نشہ حناوے رانا تھی۔

شاہینہ پھوپھو کی واپس جانے کی تیاری ہو چکی تھی۔سب نیچے لاؤنج میں جمع تھے۔رخسار پھوپھو بھی ادھر ہی آئی ہوئی تھیں۔

حناوے نے کن انکھیوں سے سب کو دیکھا تھا۔اور پھر وہ چھپتی چھپاتی لاؤنج سے گزر کر باہر کی جانب بڑھ گئی تھی۔اب اسکا رخ حیات ہاؤس کی طرف تھا۔وہ خضر کو سبق سکھانے جارہی تھی۔

شام کا وقت تھا۔اس نے کچھ دیر پہلے خضر کی جیپ کو گھر میں داخل ہوتے دیکھا تھا۔وہ گھر آچکا تھا۔اور حناوے کو یہی بہترین موقع ملا تھا۔وہ خضر سے کہنے سے جارہی تھی کہ وہ خود ہی یہ رشتہ توڑ دے۔

"تم یہاں کیا کر رہی ہو؟"

اسے اپنے گھر کے لاؤنج میں دیکھ کر خضر چونکا ہوا تھا۔کھلے پائنچوں والا ٹراؤزر پہنے جس میں وہ رانا ہاؤس سے یہاں تک آتے ہوئے دس بار اٹکی تھی۔ گرم

شال کو خود کے گرد اچھے سے لپیٹا ہوا تھا۔ناک ٹھنڈ کے باعث سرخ ہو چکی تھی۔

وہ لاؤنج میں چاروں طرف نظریں دوڑا رہی تھی جب خضر نے سیڑھیوں سے اترتے ہوئے اونچی آواز میں سوال کیا۔

"مجھے تم سے بات کرنی ہے۔۔"

لٹھ مار انداز میں کہا گیا تھا۔"تم"وہ ایسے کہتی تھی جیسے خضر اس سے دس سال چھوٹا ہو۔

"بولو۔۔"

وہ سیڑھیاں اتر کر اب لاؤنج کے صوفے پر بیٹھ چکا تھا۔گھر میں ہیٹر کی گرمائش تھی۔

"میں تم سے شادی نہیں کرنا چاہتی۔۔"

کچھ دیر سوچنے کے بعد حناوے نے دھماکہ کیا تھا۔

ض

خضر نے چونک کر اسے دیکھا۔

"میں تو تم سے شادی کرنے کیلئے مرا جا رہا ہوں ہے نا۔۔؟"

خضر نے طنزیہ انداز میں کہا تھا۔

جو بھی ہے۔۔ لیکن مجھے تم سے شادی نہیں کرنی۔۔ تم خود پھوپھو کو منع کرو۔۔"

حناوے نے منہ پھولاتے ہوئے کہا تھا۔

"واہ واہ کیا کہنے محترمہ کے۔۔میرے کندھے پر بندوق رکھ کر چلانا چاہتی ہو۔۔"

خضر نے اسکی بات سے حظ اٹھاتے ہوئے کہا تھا۔

"تم بھی نہیں کرنا چاہتے ناشادی تو منع کر دو۔۔سمپل۔۔"

"تم خود کیوں نہیں کر دیتی۔۔بقول تمہارے تم تو سب کچھ کر سکتی ہو۔۔"

"میں نہیں کر سکتی انکار۔۔تم کر دو ہم دونوں کا فائدہ ہو گا۔۔"

حناوے کی آنکھیں چمکی تھیں۔

"میں بھی نہیں کر سکتا۔۔"

خضر نے غور سے اسکے چہرے کی طرف دیکھتے ہوئے کہا تھا۔اسکا دماغ تیزی سے کام کررہا تھا۔اسکے ہاتھ حناوے کی کمزوری آئی تھی وہ اسکا فائدہ اٹھا سکتا تھا۔

"کیوں نہیں کر سکتے۔۔؟"

حناوے دبی دبی آواز میں چلائی تھی۔

"کیونکہ مجھے تم سے شادی کرنے پر کوئی اعتراض نہیں ہے۔۔میں تو اپنی پسند سے شادی کرہی لونگا دوسری۔۔البتہ تم سے شادی کرکے میں امی کی خواہش پوری کرسکتا ہوں۔۔تم امی کے ساتھ رہنا گھر کا کام کاج کرنا۔۔اور میں اپنی من پسند بیوی کے ساتھ تمہارے سائے سے دور رہوں گا۔۔"

اسکا لہجے کا انداز اچانک ہی بدلا تھا۔حناوے آنکھیں پھاڑے اپنے سامنے کھڑے اس شخص کو دیکھ رہی تھی جو اسکی سوچ سے بھی زیادہ مطلب پرست تھا۔

"اور سنو اگر آئندہ تم نے مجھے "تم" کہا نا تو میں امی سے کہہ کر ایک ہفتے کے اندر تم سے نکاح کر کے یہاں لے آؤنگا۔۔پھر سڑتی رہنا یہاں پر۔۔

"تمہارے سارے ایڈوانچرز میں پورے کرونگا۔۔

وہ خطرناک لہجے میں کہہ رہا تھا۔حناوے کی ریڑھ کی ہڈی میں سنسناہٹ ہوئی تھی۔

"ویسے کمال ہے۔۔ابھی منگنی بھی نہیں ہوئی اور حناوے رانا کیلے میں اپنے ہونے والے شوہر سے ملنے پہنچ گئی۔۔اور اگر یہ خبر رانا ہاؤس میں پھیل گئی تو جانتی ہو کیا ہوگا۔۔؟؟"

وہ صوفے سے اٹھ کر حناوے کی جانب بڑھا تھا۔۔آنکھوں میں الوہی سی چمک تھی۔

حناوے ایک جھٹکے سے پیچھے ہوئی تھی۔

اسکے چہرے پر بے یقینی پھیلی تھی۔

آؤ ایک ساتھ چلتے ہیں سب کے سامنے ہاتھ پکڑ کر۔۔پھر سب خود ہی سمجھ "جائیں گے اور یقیناً ہماری شادی سب سے پہلے ہو جائے گی۔۔

خضر نے کہتے ہوئے ہاتھ حناوے کی جانب بڑھایا تھا جسکے چہرے پر خوف واضح تھا اس سے پہلے خضر مزید کچھ کہتا وہ جھٹکے سے پلٹی اور پھر سرپٹ بھاگی تھی وہاں سے۔۔

لاؤنج کے دروازے میں پہنچ کر اسکا ٹراؤزر پاؤں میں اٹکا تھا اور وہ دھڑام سے نیچے گری تھی۔

اور پھر جھٹکے سے اٹھ کر دوبارہ گیٹ کی جانب بھاگی۔۔

Click On The Link Above To Read More Novels / ✆ / ✉ 0344 4499420
https://www.zubinovelszone.com/

اُسکے چہرے پر ہوائیاں اڑی ہوئی تھی۔اسکی حالت دیکھ کر خضر کا بے ساختہ قہقہہ بلند ہوا تھا۔اتنا تو یقین ہو گیا تھا خضر کو کہ اب حناوے کبھی اسے تنگ کرنے نہیں آنے والی تھی۔

حناوے ہانپتی کانپتی رانا ہاؤس پہنچ گئی تھی۔لان میں گھر کے سارے افراد جمع تھے۔

Zubi Novels Zone

"ارے حناوے بیٹا تم تو ملی ہی نہیں ہمیں۔۔ہمیں الوداع تو کہہ دو۔۔" شاہینہ پھوپھو نے اسے چھیڑا تھا۔

"جی پھوپھو۔۔"

حناوے چہرے پر زبردستی مسکراہٹ سجائے انکی طرف بڑھی تھی۔ شاہینہ پھوپھو سے بغل گیر ہونے کے بعد وہ مدیحہ سے ملی تھی۔ ڈرائیور انکا سامان گاڑی میں رکھ رہا تھا۔

"ویسے تم اس وقت کہاں گئی تھی؟"

حناوے کے چہرے پر ہوائیاں اڑتے دیکھ کر ھدی نے سوال کیا تھا۔ وہ اسے ہی گہری نظروں سے دیکھ رہی تھی۔ حناوے خود پر کافی حد تک قابو پا چکی تھی لیکن ھدی کی جانچتی نگاہوں نے اسکی چوری پکڑ لی تھی۔

"میں وہ واک کرنے گئی تھی۔۔"

حناوے نے جواب دیا۔

"خیریت تو ہے پہلے کبھی شام کو واک پر نہیں گئی تم۔۔؟"

اب کی بار ھدی کے لہجے میں طنز ابھرا تھا۔

"چھوڑو ھدی کیسی باتیں لے کر بیٹھ گئی ہو۔۔آؤ ملو مجھ سے۔۔مجھے تم سب لوگوں کی بہت یاد آئے گی۔۔"

مدیحہ نے ھدی کا ہاتھ پکڑتے ہوئے کہا تھا۔ جبکہ ھدی اپنے اندر کی بے چینی کو کم نہیں کر پائی تھی اسے پکا یقین تھا کہ حناوے ضرور خضر سے ملنے گئی تھی۔

ذیشان کی بے چین نگاہیں منال کو ڈھونڈ رہی تھیں لیکن وہ اسے کہیں نظر نہیں آئی تھی۔ کچھ دیر انتظار کرنے کے بعد ذیشان نے موبائل نکالا اور منال کو میسج کیا تھا۔

"میں جا رہا ہوں مل تو لو مجھ سے۔۔"

لیکن منال کی طرف سے کوئی جواب نہیں آیا تھا۔اسے نہ آنا تھا اور نہ وہ آئی تھی۔

"ارے امن تم کیوں منہ پھلا کر کھڑے ہو ملو گے نہیں مجھ سے۔۔؟؟"

شاہینہ پھوپھو نے منہ پھلائے خاموش کھڑے امن سے کہا تھا جو سب کی باتیں سن رہا تھا اور خلاف توقع خاموش تھا۔

"مجھے بات نہیں کرنی کسی سے۔۔"

امن نے ہاتھ میں پکڑا افٹ بال سینے سے لگاتے ہوئے خفگی سے کہا۔

"لیکن کیوں۔۔؟؟"

سب اسکی بات سن کر حیران ہوئے تھے اور اسکی طرف متوجہ ہوئے۔

بس دادو نے سب کی شادیاں فکس کردی۔۔میرا کسی نے نام نہیں لیااور نہ "
"کسی نے میرا سوچا۔۔اور نہ میرے لئے لڑکی ڈھونڈی۔۔

امن نے منہ پھلاتے ہوئے شکوہ کیا تھا۔اسکی بات سن کرایک پل کیلئے
خاموشی چھاگئ اور پھر سب کا بے ساختہ قہقہہ بلند ہوا تھا۔

"امن تم پاگل ہو۔۔"

شاہینہ پھوپھو نے اسے بازو سے پکڑ کر اپنے ساتھ لگایا تھا۔اور اسکی پیشانی پر
پیار کیا۔

تم پریشان مت ہو۔۔اب میں اپنے امن کیلئے گڑیا جیسی لڑکی ڈھونڈوں گی "
"ٹھیک ہے۔۔؟؟

شاہینہ پھوپھو نے اسے بہلایا۔

"وعدہ کریں۔۔؟"

امن نے کن انکھیوں سے شاہینہ پھوپھو کی طرف دیکھتے ہوئے کہا تھا۔

"وعدہ۔۔"

شاہینہ پھوپھو مسکرادیں اور امن بھی خوش ہو گیا تھا۔

تبھی حناوے کو گیٹ سے خضر آتا دکھائی دیا تھا وہ پیر پٹختی اندر چلی گئی۔

کچھ دیر مزید رکنے کے بعد ذیشان منال کو دیکھنے کی حسرت لئے شاہینہ پھوپھو اور مدیحہ کے ساتھ واپس جاچکا تھا۔

راناہاؤس میں انکے آنے سے جو رونق لگی تھی وہ انکے جانے کے بعد مدھم پڑ گئی تھی۔

مجھے لگا تھا یہ خضر حیات صرف رشوت خور ہے لیکن یہ تو اسکے ساتھ ساتھ "
"بے شرم بھی نکلا۔۔

حناوے اپنے کمرے میں پہنچنے کے بعد خضر کے بارے میں اظہار خیال کر رہی تھی اور اپنے کمرے کو اسکی تعریفیں سنا رہی تھی۔ چہرہ غصے کہ وجہ سے سرخ تھا۔

نیچے گرنے کے باعث اسکے گھٹنے پر چوٹ لگ گئی تھی اور ٹھنڈ ہونے کی وجہ سے چوٹ کچھ زیادہ ہی اثر دکھا رہی تھی۔

"اللہ کرے تم رشوت لیتے ہوئے پکڑے جاؤ جن کہیں کے۔۔"

چادر اتار کر بیڈ پر رکھی تھی اور اب اپنا گھٹنا تھامے کو وہ خضر کو بددعائیں دے رہی تھی۔

اس سے پہلے وہ مزید کچھ بولتی ٹھاہ کی آواز سے دروازہ کھلا اور ھدی خطرناک تیوروں کے ساتھ کمرے میں داخل ہوئی تھی۔

"کہاں گئی تم؟ خضر سے ملنے گئی تھی نا۔۔؟"

ھدی ہیجانی کیفیت لئے پوچھ رہی تھی۔ حناوے نے تیوری چڑھا کر ھدی کو دیکھا تھا جو پچھلے چند دنوں میں کافی بدل گئی تھی۔

ہاں گئی تھی یہ کہنے کہ مجھے اس سے شادی نہیں کرنی وہ خود اس رشتے سے "انکار کر دے۔۔"

حناوے نے گھٹنے کی درد کو ضبط کرتے ہوئے بتایا تھا۔

"جھوٹ بول رہی ہو تم۔۔"

ھدی غصے سے دبی دبی آواز میں چلائی۔

"تو تم یہاں کیا لینے آئی ہو پھر۔۔؟"

اب کی بار حناوے کو بھی غصہ آیا تھا۔

"میں اتنا کہنا آئی ہو تم جانتی ہو مجھے خضر کتنا پسند ہے تو پلیز تم کسی بھی طرح اس سے کوئی رشتہ مت جوڑنا۔۔"

ھدی نے حتی المقدور لہجے کو نرم بناتے ہوئے کہا تھا۔

"میری بات کان کھول کر سن لو ھدی تم بھی جانتی ہو مجھے خضر میں ذرا دلچسپی نہیں۔۔میں ابھی یہی بات کرنے گئی تھی اس سے لیکن وہ میری سوچ سے بھی گھٹیا نکلا۔۔"

خضر کی باتیں یاد کر کے حناوے کے کانوں سے دھواں نکلنا شروع ہو گیا تھا۔

ھدی اب اسے جانچتی نگاہوں سے تک رہی تھی۔وہ سمجھنے کی کوشش کر رہی تھی کہ حناوے جو کہہ رہی تھی وہ سچ تھا یا جھوٹ۔۔؟

"گھٹنے پر کیا ہوا ہے۔۔؟"

حناوے کے چہرے پر کرب کے تاثرات دیکھ کر ھدی نے پوچھا تھا۔

حناوے نے چونک کر اسے دیکھا اس نے آج کافی دنوں بعد پہلے والے انداز میں کوئی بات کی تھی۔

"کچھ نہیں گر گئی تھی۔"

حناوے سے بیڈ سے اٹھتے ہوئے جواب دیا تھا۔اسے عجیب سا احساس ہو رہا تھا اور ایسا ہی کچھ حال ھدی کا تھا۔کتنے دن ہو گئے تھے وہ دل سے خوش نہیں ہو پائی تھی جو رشتہ ان چاروں میں پہلے تھا وہ اب کہیں کھو سا گیا تھا۔

ھدی کا ایک پل کو دل کیا تھا کہ سب پہلے جیسا ہو جائے لیکن پھر خضر کا خیال امڈ آیا تھا وہ چاہ کر بھی حناوے سے گرنے کی وجہ نہیں پوچھ پائی تھی۔کچھ دیر وہ کشمکش کی حالت میں کھڑی رہی اور پھر کمرے سے باہر نکل گئی۔

حناوے نے تاسف سے بند دروازے کو دیکھا تھا۔اسے خضر پر انتہا کا غصہ آیا تھا وہی انکے دوستی کے رشتے میں دراڑ کی وجہ بنا تھا۔

حیدر میر ممتاز عالم کی حویلی کا مہمان خانہ دیکھ کر حیران رہ گیا تھا۔ مہمان خانے میں فرنیچر عمدہ اور قیمتی تھا۔ دیواروں پر قیمتی مصوری کے شاہکار لگے تھے۔نیچے ایرانی قالین بچھا تھا۔

وہ دل ہی دل میں ممتاز عالم کے ذوق کی داد دیے بنا نہیں رہ سکا تھا۔

اور تو اور پینے پلانے کا انتظام بھی اچھے سے کرر کھا تھا۔

"تو کہیے اے سی صاحب کیسی لگی آپکو ہماری حویلی۔۔"

میر ممتاز عالم اپنی مونچھوں کو تاؤ دیتے ہوئے پوچھ رہا تھا۔

"ویسی ہی ہے جیسی ایک گاؤں کے چوہدری کی حویلی کو ہونا چاہیے۔۔"

حیدر نے بلا جھجکے کہا تھا۔اسکی بات سن کر ممتاز عالم کا قہقہہ بلند ہوا تھا۔

"باتیں اچھی کر لیتے ہیں آپ۔۔"

میر ممتاز عالم نے نرم و گداز صوفے پر بیٹھتے ہوئے کہا تھا اسکا بھاری وجود صوفے کے اندر دھنستا ہوا معلوم ہوا تھا۔

حیدر پر سوکون سا ایک طرف بیٹھ گیا تھا۔اور گہری نگاہوں سے ہر چیز کا جائزہ لے رہا تھا۔مہمان خانہ میں قیمتی صوفوں کے درمیان لمبی بڑی سی شیشے کی بنی میز رکھی تھی جس پر کچھ دیر بعد ملازمین چائے کے لوازمات رکھ کر چلے گئے تھے۔وہ پوری میز کو طرح طرح کی کھانے کی چیزوں سے بھر گئے تھے۔

"اتناسب کچھ کس لئے ممتاز صاحب۔۔؟"

حیدر نے لہجے کو ہموار بناتے ہوئے پوچھا۔

آپ ہمارے مہمان ہیں جی۔۔اور میز ممتاز اپنے مہمانوں کی خدمت اس"

"سے بھی اچھے ناداز میں کرتا ہے۔۔

ممتاز عالم نے اپنی شخصیت کا رعب ڈالتے ہوئے کہا تھا۔

"بسم اللہ کیجئے اے سی صاحب ابھی یہ تو کچھ بھی نہیں ہے۔۔"

ممتاز عالم کے کہنے پر حیدر نے چائے کا کپ اٹھالیا تھا۔ابھی وہ دو گھونٹ بھی نہیں لے پایا تھا کہ مہمان خانے میں ایک لڑکا داخل ہوا جسے دیکھ کر حیدر کے چہرے کے تاثرات بگڑے۔

وہ وہی لڑکا تھا جو باہر ڈاکٹری عملے کو تنگ کر رہا تھا۔

"آ میرا شیر پتر۔۔ جلدی آ۔۔"

ممتاز عالم نے لڑکے کو دیکھتے ہوئے کہا تھا۔

"اے سی صاحب یہ میرا چھوٹا صاحبزادہ ہے۔۔ میر مراد عالم۔۔"

ممتاز عالم نے اپنے بیٹے کا تعارف کروایا تھا جو سپاٹ چہرے اور سرد نگاہوں کے ساتھ حیدر کو گھور رہا تھا۔

"ملاقات ہو چکی ہے آپکے صاحبزادے سے۔۔"

حیدر نے مراد عالم سے ہاتھ ملاتے ہوئے کہا تھا۔ اسکے چہرے پر مسکراہٹ جبکہ لہجے میں طنز تھا۔ مراد عالم اسے گھور کر رہ گیا تھا۔ یہ پہلا اے سی تھا جو انکے گھر میں اتنے سکون سے بیٹھا تھا۔ مراد سے ملنے کیلئے کھڑا بھی نہیں ہوا تھا اور تو اور کچھ دیر پہلے اسکی اچھی خاصی بے عزتی کر چکا تھا۔ وہ تب سے مراد

عالم کی آنکھوں میں کھٹک رہا تھا اگر حیدر نہیں ہوتا تو آج وہ ڈاکٹر سیرت کا حشر نشر کر دیتا۔۔ لیکن اب وہ اپنے اندر جلتی آگ کو دبائے بیٹھا تھا۔

"کہاں جا رہی ہو تم۔۔؟"

منال نے نمل کو پیکنگ کرتے دیکھا تو پوچھا۔

"حیدر آباد۔۔"

نمل نے مصروف سے لہجے میں جواب دیا تھا۔

"لیکن کس لئے۔۔؟"

منال حیران ہوئی۔وہ کافی دنوں بعد خود تھوڑا بہت نارمل کر پائی تھی۔آج اتوار تھا وہ نمل کے کمرے میں آئی تو اسے پیکنگ کرتے دیکھ کر ٹھٹکی۔

"کچھ ماہ پہلے جو ہم نے وہاں کے مختلف گاؤں میں جو کام کیا تھا اب اسکی رپورٹ تیار کرنی ہے کہ سب ٹھیک چل رہا ہے یا نہیں۔۔؟"

نمل نے جواب دیا تھا۔

"نوین آپی ساتھ جائے گی۔۔؟"

"نہیں۔۔اس بار اکیلی جا رہی ہوں۔۔"

نمل نے بیگ بند کرتے ہوئے کہا تھا اور پھر اسے اٹھا کر الماری کی طرف بڑھ گئی۔اسکے بال پونی میں بند تھے۔اور چہرے پر سنجیدگی چھائی تھی۔

"اکیلے۔۔ڈر نہیں لگے گا۔۔؟"

منال نے حیرت سے پوچھا۔

"کس بات کا ڈر منال۔۔؟"

نمل کو حیرت ہوئی۔

"عورت کو اتنا مضبوط ہونا چاہیے کہ وہ خود کی حفاظت کر سکے۔۔"

منال اسکی باتیں غور سے سن رہی تھی۔

Zubi Novels Zone

"میں ساتھ چلوں۔۔؟"

اچانک اس نے سوال کیا تھا۔

"تم۔۔تم وہاں کیا کرو گی۔۔؟"

کچھ بھی کر لوں گی۔۔ تمہارے ساتھ گاؤں گھوم لونگی لیکن میں جانا چاہتی"

"ہوں کچھ دن کیلئے یہاں سے دور۔۔ میرا دل نہیں لگتا یہاں۔۔

منال نے عجیب سے لہجے میں بتایا تھا۔ نمل اسکی بات سن کر چونکی تھی۔

"کیا ہوا منال تم ٹھیک تو ہو۔۔؟"

نمل اب اسکے سامنے بیڈ پر بیٹھ کر اسکے گال کو سہلاتے ہوئے پوچھ رہی تھی۔

اسے کچھ دنوں سے منال بجھی بجھی لگ رہی تھی۔

Zubi Novels Zone

میں اپنا ذہن بدلنا چاہتی ہوں نمل۔۔ مجھ سے پوچھے بنا دادو نے میری"

"زندگی کا فیصلہ کر دیا۔۔اور ذیشان سے۔۔

منال ایک دم نمل کے گلے لگی تھی اور پھر کہنا شروع کیا تھا۔اسکے لہجے میں

نمی گھل گئی تھی۔وہ کیسے اپنے دل کی کیفیت کو بتاتی۔

نمل اسکے یوں جذباتی ہونے پر حیران رہ گئی تھی۔وہ کیا کہتی اسکی زندگی کا فیصلہ بھی بہت پہلے کر دیا گیا تھا۔

"کچھ نہیں ہوتا منال پر سکون ہو جاؤ۔۔اللہ پر بھروسہ رکھو سب ٹھیک ہو گا۔۔"

نمل نے اسکی پیٹھ کو سہلاتے ہوئے دلاسہ دیا تھا۔جبکہ منال ہونٹ بھینچے خود کو رونے سے روک رہی تھی۔

"تم چل سکتی ہو میرے ساتھ۔۔لیکن تمہارا کالج۔۔؟"

نمل نے پریشانی سے پوچھا۔

"میں دو دن کی چھٹی لے لونگی۔۔"

منال نے فوراً حل پیش کیا۔

اس سے پہلے نمل کوئی جواب دیتی کمرے کا دروازہ کھلا اور حناوے اندر داخل ہوئی۔

"ارے واہ بھئی دونوں بہنوں میں بڑا پیار ہو رہا ہے۔۔"
انہیں ایک دوسرے کے گلے لگے دیکھ کر حناوے چہکی۔

"ٹھیک ہے پھر تم بھی پیکنگ کر لو۔۔ کل صبح نکلنا ہے۔"
نمل نے اسے خود سے الگ کرتے ہوئے کہا اور اٹھ کھڑی ہوئی۔

"آؤ حناوے بیٹھو۔۔ تمہیں آج ہم جیسے غریب لوگوں کی یاد کیسے آئی۔۔؟"
نمل نے اب حناوے کو چھیڑا تھا۔

Click On The Link Above To Read More Novels / ✆ / ✉ 0344 4499420
https://www.zubinovelszone.com/

نمل آپی تم جانتی ہو پورے رانا ہاؤس میں مجھے بس تم اور حیدر ہی پسند "
ہو۔۔"

حناوے نے خفگی سے منہ بناتے ہوئے جواب دیا۔اسکی بات سن کر نمل مسکرادی۔

اور یہ کہاں جانے کی تیاری ہو رہی ہے۔۔؟؟"

حناوے ابرو اچکا کر پوچھا۔

"حیدر آباد۔۔اور منال میرے ساتھ جارہی ہے۔۔"

نمل نے بیڈ پر پڑے باقی کپڑے اٹھاتے ہوئے بتایا۔

"واؤ۔۔میں بھی جاؤنگی۔۔"

حناوے زور سے چلائی۔

"پاگل ہو گئی ہو اس گھر کے لوگ پہلے مجھ سے تنگ ہیں میں تم سب کو ساتھ لے جاؤنگی تو وہ شاہ ویز مجھے گھر سے ہی نکال دے گا۔۔"

نمل نے کانوں کو ہاتھ لگاتے ہوئے کہا۔

"پلیز پلیز پلیز نمل آپی۔۔مجھے بھی جانا ہے۔۔اور اگر شاہ ویز نے گھر سے نکال دیا تو ہم حیدر آباد میں رہ لینگے یا پھر اسلام آباد میں۔۔"

حناوے نے نمل نے گلے لگتے ہوئے کہا تھا نمل اسکی حرکت پر دنگ رہ گئی تھی۔

"بات منوانے کا اچھا طریقہ ہے۔۔"

نمل نے حناوے کے سر پر چت لگائی۔

"ہاں تو منال نے بھی ایسے ہی منایا ہو گا۔۔میں نے سوچا میں بھی کوشش کر لوں۔۔"

حناوے نے شرارت سے کہا تو نمل اسکی بات سن کر مسکرا دی۔

اب یہ تو طے تھا حناوے کے بغیر وہ جا نہیں سکتی تھی۔حناوے لازمی اسکے ساتھ جاتی۔

"ٹھیک ہے تم دونوں اپنی اپنی امیّوں سے اجازت لے لو پھر چلتے ہیں۔۔۔"

نمل نے کہا تو ان دونوں نے اثبات میں سر ہلا دیا۔اجازت ملنا مشکل تھا لیکن کوشش تو کی جا سکتی تھی۔منال اور حناوے یہ موقع گنوانا نہیں چاہتی تھیں۔

!!______

تمہارے ہاتھ بہت خوبصورت ہیں"

"!!____ تم تعویذ کیوں نہیں لکھتی

داؤد غور سے کمپیوٹر کے کی بورڈ پر پھسلتی اسکی مخروطی انگلیوں کو دیکھ رہا

تھا____

اسکی نگاہیں ہاتھوں سے نہیں ہٹ رہی تھیں وہ چہرہ کیا دیکھتا؟؟

"تم اتنے بت بنے کیوں کھڑے ہو؟؟"

وہ بنا اسکی طرف دیکھے پوچھ رہی تھی۔ ذہانت سے چمکتی آنکھیں سکرین پر

پھسل رہی تھیں۔

وہ ایک دم ٹھٹکا۔

"دیکھ رہا ہوں ژالے ملک کہ خدا نے تمہیں کس مٹی سے بنایا ہے۔۔"

وہ کہنا چاہتا تھا لیکن بس سوچ کر رہ گیا تھا۔

اچانک اسکے حرکت کرتے ہاتھ پل بھر کو ساکت ہوئے۔۔اور چہرے پر سرخی ابھری۔

"کیا ہوا تم رک کیوں گ ئی ی؟؟؟"
داؤد نے سوال کیا۔

صبح امن کا برتھ ڈے ہے___ مجھے اب یاد آیا۔۔مجھے اس سے بات کرنی ہے___!!" میں ابھی آتی ہوں
وہ ایک جھٹکے سے اٹھی فون اٹھایا اور باہر نکل گ ئی ی۔۔البتہ وہ اپنی مدہوش کرنے والی خوشبو اسکے ارد گرد چھوڑ گ ئی ی تھی۔

"یہ امن ملک بنا ملاقات کئے ہی میرا رقیب بن گیا ہے۔۔"

داؤد بڑبڑایا تھا اور پھر گہرا سانس لے کر جہاں ژالے بیٹھی تھی اسکی ساتھ والی کرسی پر بیٹھ گیا۔

"خیریت۔۔ملک خاندان کی سب سے ہونہار لڑکی۔۔ژالے ملک کو میری یاد کیسے آگئی۔۔"

فون سے اسکی گھمبیر آواز ابھری تھی۔۔ژالے اسکے لہجے میں چھپی شرارت بھانپ گئی تھی۔وہ یقیناً مسکرا رہا تھا۔

"آج کل تم کافی مصروف ہو۔۔تو سوچا میں خود ہی یاد کر لوں۔۔کہاں مصروف ہوتے ویسے؟؟"

وہ اب سوال پوچھ رہی تھی۔

"کچھ نہیں بس ایسے ہی آج کل کسی کی تلاش میں ہوں۔۔"

وہ کچھ پُراسرار سے لہجے میں بول رہا تھا۔اسکا ذہن اس رات میں اٹکا تھا۔۔وہ کالی رات جو کسی روشنی کی مانند آئی ی اور اسکے ہر سو اُجالا کر گ ئی ی تھی۔۔ لیکن پھر بھی وہ اس روشنی میں اسے ڈھونڈ نہیں پا رہا تھا۔

"حیدر آباد ہو تم؟؟"

ژالے نے دوسرا سوال کیا۔۔وہ اسکی بات کو نظر انداز کر گ ئی ی یا شاید سمجھ نہیں پائی ی تھی۔

"ہاں اور کافی بیزاریت محسوس ہو رہی ہے یہاں پر۔۔"

امن نے اکتائی ے ہوئی ے لہجے میں کہا تھا اور باقی کے الفاظ اسکے منہ میں ہی رہ گ ئی ے تھے۔

اسکی نظر سامنے بڑے سے بوڑھ کے درخت کے نیچے جھولے پر بیٹھی لڑکی پر پڑی تھی۔۔جو جھولا جھول رہی تھی۔

وہ تو ساکت رہ گیا تھا۔۔وہ وہی تھی۔۔وہی تو تھی وہ جسے وہ ڈھونڈ ڈھونڈ کر پاگل ہو گیا تھا۔

"حناوے بس کرو اب۔۔یہاں کافی دھوپ ہے۔۔چلو اب چلتے ہیں۔۔" نمل نے قہقہے لگاتی حناوے سے کہا تھا جو ہرن ئی ی اڑان پر دل و جان سے ہنس رہی تھی۔

حیدر آباد کی چمکیلی دھوپ میں امن ملک کو اسکی ہنسی ٹھنڈی پھوار کی مانند محسوس ہوئی ی تھی۔اور اُس نے بارش کی ٹھنڈک کو محسوس کیا تھا۔

"امن۔۔۔ہیلو۔۔امن تم سن رہے ہو۔۔؟؟"

Click On The Link Above To Read More Novels / ✆ / ✉ 0344 4499420
https://www.zubinovelszone.com/

ژالے کی آواز فون سے ابھر رہی تھی لیکن سن کون رہا تھا____اسکی خوبصورت ہنسی نے امن ملک کو کچھ اور سننے کے قابل کب چھوڑا تھا۔

نمل آپی یہ پاگل ہوگئی ہے۔۔پہلے تو کبھی جھولے نہیں لئی ے"
"اور آج دیکھو۔۔اسے چھوڑو ہم چلتے ہیں۔۔
منال نے پاس کھڑی نمل کا ہاتھ پکڑ کر کھینچا تھا۔

"ارے نہیں رکو۔۔میں بھی آتی ہوں۔۔"
اس نے زمین پر پاؤں رکھ آہستہ ہوتے جھولے کو مکمل طور پر روکا۔۔ چھلاوے کی طرح جھولے سے اتری اور ان دونوں کے پیچھے بھاگی۔۔ جبکہ وہ آج دوسری دفعہ کسی پتھر کی مورت بنے اسے جاتا دیکھ رہا تھا۔ وقت جیسے تھم سا گیا تھا۔ہوائیں ساکت ہوئی تھیں۔کیا ہو خواب دیکھ رہا تھا یا اس نے جو ابھی دیکھا وہ سچ تھا۔

کتنے ہی پل خاموشی کی نظر ہوئے تھے۔امن کے دل دھڑکنے کی آوازاسکے پاس کھڑا شخص بخوبی سن سکتا تھا۔۔لیکن صد شکر وہ اس وقت اکیلا تھا۔

وہ تب تک راستے کو دیکھتا رہا تھا جب انکی گاڑی نظروں سے اوجھل نہیں ہو گئی تھی۔

جسے وہ ہر جگہ ڈھونڈ چکا تھا اسے وہ ملی بھی تو کہاں۔۔۔اسکے اپنے گاؤں کے ڈیرے کے قریب۔۔

وہ ڈیرے پر تھا۔نمل آج پھر اس مختصر راستے سے گزری جو جلدی انکے گاؤں پہنچ جاتا تھا۔

ڈیرے کے سامنے سڑک تھی اور اسکے دوسری جانب کھیت تھے۔اور سڑک کے کنارے پر بوڑھ کا درخت تھا۔جہاں ایک جھولا لٹکا ہوا تھا اور اسی جھولے پر وہ نازنین کچھ دیر پہلے بیٹھی کھلکھلا کر ہنس رہی تھی۔

"ہیلو امن۔۔کہاں گم ہو گئے۔۔؟"

Click On The Link Above To Read More Novels / ✆ / ✉ 0344 4499420
https://www.zubinovelszone.com/

ژالے کی آواز ابھری اور اس بار امن ملک کسی ٹرانس کی کیفیت سے باہر نکلا تھا۔اس نے چونک کر آس پاس دیکھا لیکن وہاں کچھ بھی نہیں تھا۔

وہ جا چکی تھی پہلے کی طرح۔۔۔اور وہ کچھ نہیں کر پایا تھا۔۔

اب کسے چاہیں کسے ڈھونڈا کریں"
وہ بھی آخر مل گیا اب کیا کریں

ہلکی ہلکی بارشیں ہوتی رہیں
ہم بھی پھولوں کی طرح بھیگا کریں

آنکھ موندے اس گلابی دھوپ میں
دیر تک بیٹھے اسے سوچا کریں

Click On The Link Above To Read More Novels / ✆ / ✉ 0344 4499420
https://www.zubinovelszone.com/

دل محبت دین دنیا شاعری

"ہر دریچے سے تجھے دیکھا کریں

میں نے اسے دیکھا۔۔خان میں نے اسے دوبارہ دیکھا۔۔وہ وہی تھی۔۔" عام سے حلیے میں لیکن میں اسے پہچان گیا۔۔مجھے یقین نہیں ہوتا۔۔میں نے آج اسے دوبارہ دیکھا۔۔"!!

امن کی خوشی دیکھنے لائق تھی وہ خان کو کندھوں سے پکڑے خوشی سے چلا رہا تھا۔اسکے چہرے پر الگ ہی رونق تھی۔۔۔

خان اسے خوش دیکھ کر مسکرا رہا تھا۔

Click On The Link Above To Read More Novels / ✆ / ✉ 0344 4499420
https://www.zubinovelszone.com/

مجھے یقین نہیں آتا کہ وہ یہاں رہتی ہے۔۔وہ کوئی طوائف نہیں ہے۔۔وہ"

"تو بس۔۔۔

شدت جذبات سے امن کے منہ سے الفاظ نہیں نکل رہے تھے۔

خان نے محسوس کیا امن کے جسم میں اسکی زبان کی طرح واضح لرزش تھی۔

"مالک آپ بیٹھ جائیے۔۔"

خان نے پلاسٹک کی کرسی کو کھینچ کر امن کے قریب کیا تھا۔اور امن کرسی پر بیٹھ گیا تھا۔

"اب مجھے بتائیں کہاں پر دیکھا آپ نے اور کہاں گئی وہ۔۔؟"

خان ادب سے پوچھ رہا تھا۔

Click On The Link Above To Read More Novels / ✆ / ✉ 0344 4499420
https://www.zubinovelszone.com/

ضان وہ یہیں تھی۔۔ باہر درخت پر جو جھولا ہے وہ اس پر بیٹھی تھی۔۔"

"وہ۔۔وہ ہنس رہی تھی۔۔

"مالک آپ نے دیکھا وہ کہاں گئی پھر۔۔؟؟"

خان نے نظریں جھکائے دوسرا سوال کیا تھا۔اسکی بات سن کر امن ایک پل کو ساکت ہوا تھا۔

اسکا نام پکارہ تھا پاس کھڑی لڑکی نے۔۔

"حناوے بس کرو اب۔۔ یہاں کافی دھوپ ہے۔۔ چلو اب چلتے ہیں۔۔"

"ح۔۔ حن۔۔ حناوے۔۔"

امن زیر لب بڑبڑایا تھا۔

"ہاں یہی نام تھا اسکا۔۔"

امن ایک جھٹکے سے کھڑا ہوا تھا۔اسکے اندر ایک عجیب سی ہلچل مچی ہوئی تھی۔

کبھی خود کو بے جان محسوس کر رہا تھا تو کبھی ایک نئ زندگی اسے اپنی رگوں میں دوڑتی محسوس ہو رہی تھی۔

وہ اپنی حالت سمجھنے سے قاصر تھا۔

Zubi Novels Zone

"اس سے پہلے وہ پھر گم ہو جائے مجھے اسے ڈھونڈنا ہو گا۔۔"

امن ڈیرے میں ایک جانب کھڑی گاڑی کی طرف بڑھا تھا۔

خان اسکے پیچھے لپکا۔

کچھ دیر بعد وہ دونوں گاڑی میں بیٹھے اس راستے پر جا رہے تھے جہاں سے وہ تینوں گزری تھیں۔

Click On The Link Above To Read More Novels / ✆ / ✉ 0344 4499420
https://www.zubinovelszone.com/

"مالک آگے راجپوتوں کا گاؤں شروع ہو جاتا ہے۔۔"

خان نے گاڑی روکتے ہوئے بتایا۔

مجھے پرواہ نہیں۔۔ مجھے وہ گاڑی ڈھونڈنی ہے۔۔ مجھے اسے ڈھونڈنا ہے۔۔"

امن نے بے چینی سے کہا تھا اور خان نے اثبات میں سر ہلا کر گاڑی آگے بڑھا دی۔

"کیسا رہا آج کا دن۔۔؟"

ارحم نرم لہجے میں پوچھ رہا تھا۔

"اچھا تھا۔۔"

نمل نے عام سے لہجے میں جواب دیا۔

"کل سے حیدر آباد گئی ہوئی ہو اور اب بات کی مجھ سے۔۔بہت ظالم ہو تم نمل۔۔"

نمل جو آئینے کے سامنے کھڑی اپنے بال سنوار رہی تھی ارحم کی بات سن کر اسکے ہاتھ ایک پل کو ساکت ہوئے تھے۔

"مصروف تھی۔۔"

کچھ دیر بعد نمل نے جواب دیا تھا۔پتا نہیں کیوں لیکن ارحم کا اسے پکارنا۔۔اسکا نام لینا نمل کے دل کے تار چھیڑ جاتا تھا۔

وہ جتنا ارحم سے دور رہنے کی کوشش کر رہی تھی وہ اتنا ہی اسکے قریب آنے کی لگن میں تھا۔

"کوئی مسئلہ تو نہیں ہوا نا۔۔؟"

ارحم اب اپنے جذبات پر قابو پا چکا تھا۔

"نہیں کوئی مسئلہ نہیں ہوا۔۔"

نمل نے مسکرا کر بتایا۔

ویسے تمہیں اکیلے نہیں جانا چاہیے تھا۔۔اگر میں آفس جوائن نہیں کرتا تو"

"لازمی تمہارے ساتھ چلتا۔۔

ارحم کی تین دن پہلے ہی ایک اچھی کمپنی میں جاب ہوئی تھی۔اس نے این جی او خدا حافظ کہہ دیا تھا۔

Click On The Link Above To Read More Novels / ✆ / ✉ 0344 4499420
https://www.zubinovelszone.com/

میں اکیلی نہیں آئی۔۔ منال اور حناوے میرے ساتھ ہیں۔اور سارا دن" دونوں میرے ساتھ رہی تھیں۔حناوے نے تو راستے میں بھی بہت تنگ کیا۔دن کیسے گزرا پتا ہی نہیں چلا۔۔واپسی پر آپکے گاؤں سے گزرے تھے۔۔"

"کیا کہا۔۔تم لوگ آج پھر وہاں سے گزرے تھے۔۔؟؟"

اسکی بات سن کر ارحم ایک جھٹکے سے اٹھ بیٹھا تھا۔اسکا دل نا جانے کیوں تیزی سے دھڑک رہا تھا۔

"تم لوگ ٹھیک ہو نا۔۔کسی نے کچھ کہا تو نہیں۔۔؟"

ارحم کے دل میں خوف ابھرا تھا آج کل تو امن بھی گاؤں گیا ہوا تھا۔اسکے دوست ویسے بھی عورتوں کو نہیں چھوڑتے تھے اور یہ تینوں تو پھر اکیلی تھیں۔اور اوپر سے راجپوت گاؤں سے تعلق رکھتی تھیں۔

"نہیں کسی نے کچھ نہیں کہا۔۔"

"آئندہ خیال رکھنا۔۔اور کبھی اکیلے ہمارے گاؤں سے مت گزرنا۔۔"
ارحم نے تلقین کی تھی۔

"کیوں۔۔آپکے گاؤں والا ہمیں کھا جائیں گے کیا۔؟"
نمل نے شرارت سے الٹا سوال کیا۔

پلیز نمل سمجھنے کی کوشش کرو۔۔اب کہیں جانا ہو تو ڈرائیور کو لازمی"

"ساتھ لے کر جانا۔۔ٹھیک ہے نا۔۔؟

"اچھا ٹھیک ہے بابا۔۔"

"گڈ مجھے کام ہے پھر بات کرونگا۔۔"

ارحم سنجیدگی سے کہتا فون بند کر چکا تھا جبکہ نمل اسکی باتوں کو سوچ کر مسکرا دی تھی۔

جی نہ پاؤں گا میں اب اے ہم نشیں تیرے بغیر"

پھونک دوں گا خرمنِ جانِ حزیں تیرے بغیر

تو اگر ہے سب ہی کچھ ہے، تو نہیں کچھ بھی نہیں
شامِ غم بن جاتی ہے صبحِ حسیں تیرے بغیر

دربدر پھرتا رہوں گا کب تلک تیرے لیے
کب تلک کھاتا رہوں گا ٹھوکریں تیرے بغیر

اور بھی بڑھ جاتا ہے اس وقت یہ احساسِ کرب
بے مزہ پاتا ہوں جب ماہِ مبیں تیرے بغیر

ساری دنیا میں نہیں کوئی بھی غم خوار وانیس
میرا دردِ دل کوئی سمجھا نہیں تیرے بغیر

میری معراجِ تخیل تیرا حسن و عشق ہے
چھوڑ دوں گا شاعری میں، اے نازنیں! تیرے بغیر

عین ممکن ہے ترے عہدِ محبت کے سبب
"نہ اٹھے میرا جنازہ پھر کہیں تیرے بغیر

شام سے رات ہو گئی تھی لیکن حناوے کو نہ ملنا اور نہ ہی وہ ملی۔۔
تھک ہارا امن کو واپس آنا پڑا۔امن کو سمجھ نہیں آتی تھی کہ وہ کہاں غائب ہو جاتی تھی۔

وہ گاڑی کی سیٹ سے ٹیک لگائے آنکھیں موندھے بیٹھا تھا۔آنکھوں میں حناوے کا سراپا گھوم رہا تھا۔

پہلے دن وہ نظر آئی تو الگ روپ میں تھی۔۔ لیکن آج امن کو احساس ہوا تھا کہ وہ کم عمر تھی۔

یعنی وہ طوائف نہیں تھی۔۔ تبھی کسی کوٹھے پر بھی نہیں ملی تھی۔۔اسے کسی نے نہیں چھوا تھا۔۔اور یہ احساس ہی امن کیلئے بہت خوش کن تھا۔

اسکے لبوں پر الوہی سی مسکراہٹ ابھری۔

کیسا خوبصورت احساس ہوتا ہے کہ آپکے محبوب کو آج تک کسی نے نہیں چھوا۔۔وہ کتنا خالص کتنا انمول سا لگتا ہے۔۔یہ امن کو آج محسوس ہوا تھا۔۔!!

"حناوے۔۔"

اسکانام بھی اسکی طرح خوبصورت تھا۔اچانک امن کے ذہن میں ایک جھماکہ ساہوا تھا۔یہ نام اس نے پہلے بھی کہیں سنا تھا۔۔سنا نہیں بلکہ پڑھا تھا۔۔

وہ اپنے ذہن پر زور دینے لگا تھا۔

"حناوے رانا۔۔"

کچھ یاد آنے پر اس نے موبائل نکالا اور سوشل میڈیا پر مہینوں پہلے اس نام کی لڑکی کی پروفائل جو اچانک سامنے آگئی تھی اس کو دوبارہ سرچ کیا۔
نام لکھتے وقت امن کی آنکھوں میں عجیب سی چمک تھی۔

حناوے، نمل اور منال تینوں حویلی کے پچھلے حصے میں قدسیہ بیگم کے ساتھ موجود تھیں۔ جہاں بطخوں کیلئے تالاب بنایا گیا تھا اور خوبصورت پرندوں کو پنجروں میں

قید کیا گیا تھا۔ امرود، انار اور باقی پھلوں کے پودے بھی لگے ہوئے تھے۔

پرندوں کی چہچہاہٹ نے ماحول کو خوبصورت بنایا ہوا تھا۔ نرم گرم سی دھوپ جسم کو سکون بخش رہی تھی۔

"اور سناؤ شبانہ بیٹی کی شادی کی تیاریاں مکمل ہو گئیں۔۔؟"

قدسیہ بانو نے ہاتھ میں پکڑا اسویٹر بنتے ہوئے صفائی کرتی ملازمہ سے پوچھا تھا۔

ہاں جی مالکن۔۔ اللہ کا شکر کے سب کچھ مکمل ہو گیا۔۔ کل مہمان بھی" آ گئے۔۔ آپ لوگوں نے جو ہماری مدد کی ہے اللہ اسکا اجر دے گا۔۔ ورنہ ہم

غریب لوگ کہاں سے بیٹی کا جہیز بناتے اور کہاں سے اسکی خوشیاں پوری کرتے۔۔"

سرخ ٹائیلوں والے فرش کو رگڑ رگڑ کر دھوتی شبانہ نے بتایا تھا۔اسکے لہجے میں تشکر تھا۔

"دینے والا تو اللہ ہے شبانہ۔۔بس بیٹیاں سب کی عزت سے رخصت ہوں میں تو یہی دعا مانگتی ہوں۔۔"

قدسیہ بانو نے ایک افسردہ سی سانس خارج کرتے ہوئے کہا تھا۔

"گاؤں والے بھی اچھے ہیں جی رات کو ابھی ٹھنڈ ہوتی ہے مہمان آئے ہوئے تھے ہمارے پاس اتنے بستر بھی نہیں تھے تو نسیم کا ابا بستر مانگ کر لایا تھا آس پڑوس میں سب نے مدد کی جی۔۔"

شبانہ کل رات کی گزری روداد خوشی خوشی بتا رہی تھی۔

"چلو یہ تو اچھی بات ہے۔۔ تم آج نہ آتی بھلا۔۔بیٹی کی شادی ہے گھر میں سو کام ہوتے ہیں۔۔ تم ایسا کرو اسے یہیں چھوڑو اور جاؤ گھر مہمانوں کی خدمت کرو۔۔یہ فرش رحیمہ کو بھیج دینا وہ دھو دے گی۔۔"

قدسیہ بیگم نے رعب دار لہجے میں کہا تھا۔

"نہیں مالکن بس تھوڑا سا رہ گیا ہے۔۔صاف کر کے ہی جاؤں گی۔۔ "

شبانہ نے مسکراتے ہوئے جواب دیا تھا۔اسے اپنے گھر سے زیادہ یہ حویلی اور اسکے مکین عزیز تھے جو اچھے برے وقت میں انکی مدد کرتے تھے۔

نمل لیپ ٹاپ پر اپنی رپورٹ تیار کر رہی تھی جبکہ حناوے اور منال پرندوں کے پنجروں کے پاس کھڑی تھیں۔اندر رنگ برنگے طوطے قید تھے جنکی وہ دونوں تصویریں بنا رہی تھی۔

"دیکھو میرے ساتھ یہ طوطے بھی صاف نظر آنے چاہیے۔۔"

منال نے پنجرے کے پاس ایک انداز سے کھڑے ہو کر کہا۔وہ تصویر بنوانے کیلئے تیار تھی۔یہاں آج کر کافی حد تک اسکا ذہن بھٹک گیا تھا۔شاہ ویز کا خیال کم ہی آیا تھا۔

اس سے پہلے کہ حناوے اسکی تصویر بناتی اسکے موبائل پر کال آئی تھی۔

"ایک منٹ رکو منال امی کا فون ہے میں بات کر لوں پہلے۔۔"

حناوے نے کہتے فون کان سے لگایا تھا۔

"السلام علیکم امی کیا حال ہے۔۔؟"

یہاں آنے کیلئے حناوے نے فاریہ بیگم کی کتنی منتیں کی تھی یہ تو صرف وہی جانتی تھی۔اجازت دینے کے باوجود فاریہ بیگم اس سے خفا تھیں۔

اور اب انکا فون آنا حناوے کو خوشگوار حیرت میں مبتلا کر گیا تھا۔

"حناوے وہ علیزے۔۔"

فاریہ بیگم کی بوکھلائی ہوئی آواز ابھری تھی۔

"کیا ہوا علیزے کو۔۔آپ تو ٹھیک تو ہیں نا۔۔؟"

انکی پریشانی سے بھری آواز سن کر حناوے کے دل کو کچھ ہوا تھا۔

Zubi Novels Zone

حناوے بیٹا تمہاری دوست علیزے اب اس دنیا میں نہیں رہی اس نے خود "

"کشی کر لی۔۔وہ مر گئی۔۔

فاریہ بیگم نے گلے اٹکے آنسوؤں کے گولے کو روکتے ہوئے بتایا تھا اور

حناوے کو لگا تھا جیسے کوئی دھماکہ ہوا ہو۔۔

فون اسکے ہاتھ سے چھوٹ کر سرخ ٹائیلوں والے فرش پر گر چکا تھا۔

حناوے بیٹا تمہاری دوست علیزے اب اس دنیا میں نہیں رہی اس نے خود "کشی کرلی۔۔وہ مر گئی۔۔"

فاریہ بیگم نے گلے میں اٹکے آنسوؤں کے گولے کو روکتے ہوئے بتایا تھا اور حناوے کو لگا تھا جیسے کوئی دھماکہ ہوا ہو۔۔

فون اسکے ہاتھ سے چھوٹ کر سرخ ٹائیلوں والے فرش پر گر چکا تھا۔

"حناوے کیا ہوا۔۔؟"

منال پریشانی سے اسکی جانب بڑھی جو پتھر بنی کھڑی تھی۔

"بتاؤ تو کیا ہوا۔۔؟"

اسکے جواب نہ دینے پر منال نے اسے کندھے سے پکڑ کر ہلایا۔وہ دھڑکتے دل کے ساتھ حناوے کے زرد پڑتے چہرے کو دیکھ رہی تھی۔منال کے ہلانے پر چونک کر اسکی جانب دیکھا۔

"کیا ہوا کس کا فون تھا۔۔؟"

منال کا دل بری طرح سے دھڑک رہا تھا۔اچانک حناوے جیسے ہوش میں آئی۔۔نیچا پڑا ہوا موبائل اٹھایا اور پاگلوں کی طرح سے چلانے کی کوشش کی جو بند ہو چکا تھا۔موبائل کی سکرین پر ایک لکیر سی بن گئی تھی یقیناً وہ اندر سے ٹوٹ چکا تھا۔

"ن۔۔نہیں ایسا نہیں ہو سکتا۔۔امی مذاق کر رہی ہو نگی۔۔علیزے کو کچھ نہیں ہو سکتا۔۔"

وہ پاگلوں کی طرح کانپتے ہاتھوں سے موبائل کو چلانے کی کوشش کر رہی تھی لیکن وہ آن نہیں ہوا تھا۔

"کیا ہوا حناوے کچھ بتاؤ تو۔۔؟"

اسے پاگلوں جیسے حرکتیں کرتے دیکھ کر منال نے اسے پکڑ کر جھنجھوڑا۔

"وہ امی کہہ رہی تھیں کہ۔۔علیز۔۔علیزے مر گئی۔۔"

حناوے کی بات سن کر منال کو جیسے جھٹکا لگا تھا وہ اسے چھوڑ کر ایک قدم پیچھے ہٹی تھی۔

"نمل آپی۔۔"

منال نے کچھ فاصلے پر بیٹھی نمل کو پکارہ تھا جو اپنے کام میں مگن تھی۔

اسکی آواز سن کر نمل اور قدسیہ بیگم دونوں چونک گئی تھی۔

نمل تیزی سے لیپ ٹاپ بند کرتے ہوئے انکی جانب بھاگی۔

"کیا ہوا سب ٹھیک ہے نا۔۔؟"

نمل نے پاس آکر پوچھا تھا جبکہ حناوے اب اپنے منہ پر دونوں ہاتھ رکھے خود کو چیخنے سے روک رہی تھی۔

اسکی آنکھوں میں آنسو ابھرے تھے۔اسکے وجود میں ایک واضح لرزش تھی۔

"فاریہ چچی کا فون تھا وہ علیزے۔۔۔وہ نہیں رہی۔۔مر گئی۔۔"

منال نے مشکل سے اپنی بات مکمل کی تھی۔ نمل بھی ایک پل کیلئے ساکت رہ گئی تھی۔

علیزے کے مرنے کی خبر کسی دھماکے سے کم نہیں تھی۔

نمل نے خود پر قابو پاتے ہوئے اپنے موبائل سے فاریہ بیگم کا نمبر ملایا تھا۔

کچھ دیر بیل جانے کے بعد فون اٹھالیا گیا۔

"ہیلو چچی کیا علیزے والی خبر سچ ہے یا آپ حناوے کو واپس بلانے کیلئے۔۔"

نمل نے بات ادھوری چھوڑی تھی۔

"نمل میں کوئی بچی ہوں جو اس طرح کا مذاق کرونگی۔۔؟"

فاریہ بیگم نے نمل کو جھڑکا۔

"اوکے اوکے۔۔میں بعد میں بات کرتی ہوں۔۔"

نمل نے اپنی کپکپاہٹ پر قابو پا کر کہا تھا اور پھر فون بند کیا۔وہ قدسیہ بیگم کی جانب بڑھیں جو پریشانی سے اسے ہی دیکھ رہی تھیں۔

یہ جھوٹ ہے نا۔علیزے نہیں مری نا۔۔؟"

حناوے نمل کے پیچھے لپکی۔

"بتائیں نا نمل آپی۔۔علیزے ٹھیک ہے نا۔۔یہ۔۔یہ سب مذاق ہے نا۔۔؟"

حناوے کی حالت دیکھ کر نمل نے اسے گلے لگا کر خود میں بھینچا تھا۔اسکی خود کی آنکھیں نم چکی تھیں۔

"نہیں علیزے نہیں مر سکتی۔۔ایسا نہیں ہو سکتا۔۔"

حناوے کو یقین نہیں آرہا تھا۔شوخ و چنچل علیزے کا چہرہ اسکی آنکھوں کے سامنے آرہا تھا جو پچھلے کئی ماہ سے اداسی کی مورت بن گئی تھی۔

اور اوپر سے خودکشی۔۔حناوے کا ذہن مفلوج ہو کر رہ گیا۔

"یہ ڈاکٹر سیرت ملک کون ہے۔۔؟"

حیدر نے فائل میں رکھی درخواستیں چیک کرتے ہوئے سامنے بیٹھے قیوم سے پوچھا تھا۔

"سر یہ ایک ایماندار اور رحم دل ڈاکٹر ہے جو ہر دو سے تین مہینے بعد جامشورو کے مختلف دیہات میں مفت کیمپ لگاتی ہے۔۔ پچھلے دو تین سالوں سے وہ یہاں لگاتار آ رہی ہے اور میر ممتاز عالم کے گاؤں میں کوئی بھی ڈسپنسری نہ ہونے کی وجہ سے کافی درخواستیں دے چکی ہے۔۔ لیکن اسکی ایک بھی درخواست پر عمل نہیں ہو سکا۔۔ میر ممتاز عالم ایسا چاہتا ہی نہیں کہ یہاں کوئی ڈسپنسری بنے۔۔"

قیوم نے تفصیل سے بتایا تھا۔

"تو پھر گاؤں کے مریض دوا لینے کا کہاں جاتے ہیں۔۔؟"

حیدر نے حیرت سے پوچھا۔

شہر جانا پڑتا ہے سر۔۔ کئی لوگ راستے میں ہی دم توڑ جاتے ہیں اور یہاں" حاملہ خواتین کی اموات کی شرح زیادہ ہے جو بروقت توجہ نہ ملنے پر زندگی کی "جنگ ہار جاتی ہیں۔۔

قیوم کی باتیں سن کر کچھ پل کیلئے حیدر ساکت رہ گیا تھا۔اسے گہرے ملال نے آگھیرا تھا۔وہ خود کو ملامت کر رہا تھا کہ اس نے ابھی تک تمام دیہات کا خود دورہ کیوں نہیں کیا تھا۔

سر بچیوں کا سکول بھی پرائمری سے آگے نہیں بڑھ سکا۔۔میر ممتاز"""
یہاں کی عوام کو اپنا غلام بنا کر رکھنا چاہتا ہے اور وہ نہیں چاہتا تھا کہ لوگوں
"کے دلوں سے اسکا خوف نکلے۔۔

قیوم نے بات آگے بڑھاتے ہوئے بتایا۔

تم ایسا کرو ڈاکٹر سیرت ملک کو پیغام پہنچاؤ کہ اسکی درخواست قبول کی جاچکی"
ہے۔۔یہاں ہونے والی اموات اور مریضوں کے ناقص حالات کی رپورٹ
"سمیت اگر وہ ہم سے مل سکے تو بہتر ہو گا۔۔

حیدر نے فائل بند کرتے ہوئے سنجیدہ لہجے میں کہا تھا اور قیوم سر ہلا کر اور
فائل اٹھاتے ہوئے چلا گیا۔

پیچھے حیدر نے ایک گہرا سانس خارج کیا تھا جتنا وہ میر ممتاز کو خطرناک سمجھ رہا
تھا وہ اسکی سوچ سے زیادہ خطرناک تھا۔حیدر کا دماغ تیزی سے کام کر رہا تھا۔

وہ سوچ رہا تھا کہ ایسا کیا جائے جس سے سانپ بھی مر جائے اور لاٹھی بھی نہ ٹوٹے۔

"ابا مجھے یہ نیا اے سی ذرا نہیں پسند آیا اسکی وجہ سے آج میرا تماشہ بنا۔۔"

میر مراد عالم اپنے باپ ممتاز عالم کے سامنے بیٹھا غصے سے آرہا تھا۔اسکے اندر الاؤ جل رہا تھا۔اسے ڈاکٹر سیرت ملک سے تھپڑ پڑا تھا لیکن وہ کچھ نہیں کر سکا اور اسکی وجہ حیدر تھا۔

دیکھ پتر یہ وقت جوش سے نہیں ہوش سے کام لینے کا ہے۔۔دشمن کا دشمن" دوست ہوتا ہے۔۔ہمارا دشمن اس وقت ملک بہرام ہے۔۔کسی وقت میں

خیام رانا بھی تھا۔۔چونکہ اب ملک بہرام جسکی خیام رانا سے بھی دشمنی ہے۔۔اس لئے حیدر رانا یعنی نیا اے سی ہمارا دوست ہوا۔۔۔بہرام ملک کو ہرانے کیلئے ہمیں رانا خاندان سے تعلقات استوار کرنے ہونگے۔۔ سمجھ آئی۔۔؟"

میر ممتاز عالم کے لہجے سے شاطر پن چھلک رہا تھا۔

"مجھے کسی چیز کی پرواہ نہیں۔۔اس ڈاکٹرنی کو تو میں چھوڑوں گا نہیں اور اگر اے سی نے راستے میں آنے کی کوشش کی تو اپنے انجام کا ذمہدار خود ہوگا۔۔"

میر مراد غصے سے پھنکارتا اپنا فیصلہ سنا کر جا چکا تھا جبکہ میر ممتاز عالم اسکی بے وقوفی پر سرد آہ بھر کر رہ گیا تھا۔

—

وہ تینوں ڈرائیور کے ساتھ سولہ گھنٹے کا سفر طے کر کے مری پہنچی تھی۔ حناوے کے کہنے پر ڈرائیور گاڑی سیدھا علیزے کے گھر کی طرف موڑ چکا تھا۔

حناوے کو یہ سولہ گھنٹے سولہ صدیوں کے برابر لگے تھے۔ پورے راستے جہاں وہ روتی آئی تھی وہیں اسکے دل میں ایک موہوم سی امید تھی کہ شاید یہ سب جھوٹ ہو۔۔ علیزے کا کچھ نہ ہوا ہو۔۔ وہ علیزے سے ملنے جائے تو علیزے اس سے لپٹ جائے۔۔۔

لیکن یہ امید کسی خوشنما خواب جیسی تھی جو اس وقت ٹوٹا جب حناوے کو علیزے کے گھر کے باہر اور گھر میں لوگوں کا ہجوم نظر آیا۔۔

وہ گاڑی سے نکل کر پاگلوں کی طرح اندر کی طرف بھاگی تھی۔

گھر کے لان میں اسے پولیس اہلکاروں کے ساتھ خضر نظر آگیا تھا۔منال اور نمل بھی اسکے پیچھے لپکی تھیں۔خضر نے ایک نظر حناوے کو دیکھا اور پھر اپنے پولیس اہلکاروں کو ہدایات دینے میں مصروف ہو گیا تھا۔البتہ حناوے کو دیکھ کر اسکے دل میں افسوس ابھرا تھا۔۔علیزے کی موت ایک خوفناک حادثے جیسی تھی۔

پولیس اور لوگوں کا ہجوم دیکھ کر حناوے کا دل ڈوب کر ابھرا تھا۔

"علیزے۔۔علیزے کہاں ہو تم دیکھو میں تم سے ملنے آئی ہوں۔۔"

لاؤنج میں قدم رکھتے ہی حناوے نے اسے پکارہ تھا۔اسکی آنکھوں میں نمی اور لہجہ بھیگا ہوا تھا۔

لاؤنج میں ایک طرف عورتوں کا ہجوم تھا جہاں اسے فاریہ بیگم دکھائی دی تھیں۔ حناوے لڑکھڑاتے قدموں سے انکی جانب بڑھیں۔

"امی علیزے کہاں ہے اور یہ سب کیا ہو رہا ہے۔۔"

حناوے نے فاریہ بیگم کو جھنجھوڑتے ہوئے پوچھا۔

حناوے کی بات سن کر انکا دل بھر آیا تھا۔اور انہوں نے حناوے کا ہاتھ پکڑ ہجوم کی طرف کھینچا۔۔

دو تین عورتیں جو حناوے کے سامنے کھڑی تھیں انکو ہٹانے کے بعد جو منظر حناوے کے سامنے آیا وہ جان لیوہ تھا۔سامنے علیزے کفن میں لپٹی پڑی تھی۔اسے دیکھ کر حناوے کی دھڑکن جیسے رک گئی تھی۔

سفید کفن میں علیزے کا نیلاہٹ بھرا چہرہ حناوے کا دل چیر گیا تھا۔

"علیزے۔۔۔"

حناوے کی دل پھاڑ دینے والی چیخ ابھری تھی۔علیزے کی ماں رو رو کر پتھر جیسے ہو چکی تھیں۔

"علیزے۔۔علیزے اٹھو۔۔"
حناوے نے علیزے کا گال سہلاتے ہوئے کہا تھا وہ اس پر جھکی ہوئی تھی۔
حناوے کی حالت دیکھ کر وہاں موجود ہر شخص کا دل بھر آیا تھا۔

دیکھو ابھی تو ہم نے ڈھیر سارے کام کرنے تھے نا۔۔اور۔۔اور تم ایسے "نہیں جا سکتی۔۔پلیز علیزے اٹھ جاؤ نا۔۔"
وہ پھوٹ پھوٹ کر رو دی تھی۔علیزے اسکی سب سے اچھی دوست تھی۔
ایک وہی تھی جو اس سے حسد نہیں رکھتی تھی اسکے ساتھ مخلص تھی۔۔ورنہ اپنی ہی کزن جسکے ساتھ وہ دن رات بتاتی تھی وہ اسے غلط سمجھ رہی تھی اور اب حسد کرنے لگی تھی۔

لیکن علیزے اور وہ کالج میں ہمیشہ ساتھ ہوتی تھیں۔علیزے اسے اپنی ہر بات بتاتی تھی۔

فاریہ بیگم نے روتی ہوئی حناوے کو پکڑ کر علیزے سے دور کیا تھا۔جوان موت پر ہر آنکھ اشکبار تھی۔حناوے کو یہ سب کسی برے خواب کی مانند محسوس ہو رہا تھا۔علیزے نے خودکشی کی تھی یہ سوچ کر ہی اسکا دماغ مفلوج ہو کر رہ گیا تھا۔

ابھی اسے وہاں آئے دس منٹ بھی نہیں ہوئے تھے کہ علیزے کا باپ دیگر مردوں کے ساتھ لاؤنج میں داخل ہوا اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے حناوے کے سامنے وہ علیزے کو اٹھا کر دفن کرنے کیلئے لے گئے تھے۔

"علیزے نہیں۔۔تم نہیں جاسکتی۔۔"

علیزے کو خود سے دور ہوتا دیکھ کر حناوے کو اپنی روح نکلتی محسوس ہوئی تھی۔وہ پاگلوں کی طرح چلا رہی تھی۔فاریہ بیگم اور نمل نے اسے پکڑا ہوا تھا۔

مری میں ابھی سردی کی شدت کم نہیں ہوئی تھی جیسے ہی علیزے کا مردہ وجود حناوے کی آنکھوں سے اوجھل ہوا اسے اپنا وجود برف ہوتا محسوس ہوا تھا۔۔۔ٹھنڈا اور بے جان سا۔۔

آنسو جو اسکے گالوں پر بکھرے تھے وہ جیسے آنکھوں میں ہی جمتے محسوس ہوئے تھے۔۔

"علیزے۔۔"

حناوے نے اذیت بھرے لہجے میں آخری بار اسے پکارہ تھا اور پھر اسے اپنی آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھاتا محسوس ہوا تھا۔

علیزے کے جانے کے بعد حناوے وہ حناوے نہیں رہی تھی۔وہ توگم سم سی ہوگئ تھی۔اسکادل کرلاتاتھاجب جب اسے خیال آتاتھاکہ علیزے اپنے کمرے میں مردہ پائی گئی تھی۔اسکاباپ شہر کی جانی مانی شخصیت تھاوہ پیشے کے لحاظ سے ڈاکٹر تھااوراسکے کئی ہسپتال تھے۔اورعلیزے کی مام بھی سوشل خواتین کی لسٹ میں آتی تھی۔

علیزے نے نیند کی ڈھیروں گولیاں کھانے کے بعداپنی کلائی کی نس بھی کاٹ لی تھی۔

اتنی تکلیف دہ موت۔۔۔حناوے کو خیال آتا تھا تو اسکا دل چاہتا تھا کہ وہ چیخے چلائے۔۔خود کو نوچے۔۔لیکن وہ کچھ نہیں کر پا رہی تھی۔اسکی خود کشی کی وجہ کوئی جان نہیں پایا تھا۔

علیزے جیسی لڑکی کا خود کشی کرنا رانا ہاؤس سبھی لوگوں کیلئے حیران کن تھا۔۔

اسے سبھی جانتے تھے وہ اکثر آتی جاتی رہتی تھی۔

حناوے کی حالت کے پیش نظر رانا ہاؤس میں بھی جیسے ایک سوگ کی کیفیت تھی۔۔وہاں گہری خاموشی چھا گئی تھی۔۔

اسے دیکھ کر ھدی کو دلی افسوس ہوتا تھا لیکن ایک دیوار جو پچھلے دنوں انکے درمیان بن چکی تھی اسکی وجہ سے وہ حناوے کو حوصلہ تک نہیں دے پائی تھی۔

دس دن گزر گئے تھے۔حناوے کی حالت میں تبدیلی نہیں آئی تھی۔

علیزے کی موت کا صدمہ بہت گہرا تھا۔وہ بنا کچھ کہے بنا کچھ سنے ہی چلی گئی تھی۔

امن لاکھ کوشش کرتا کہ حناوے پہلے جیسی ہو جائے اس سے باتیں کرے لڑے اور شرارتیں کرے۔۔

لیکن نہیں وہ جیسے پتھر ہو گئی تھی۔۔وہ بہت چھوٹی تھی جب میجر اغوان رانا یعنی اسکا باپ شہید ہو گیا تھا۔۔وقت کے ساتھ ساتھ اسکا معصوم ذہن اس واقعے کو بھول گیا۔۔اسکے بعد اس نے کوئی دکھ کوئی تکلیف نہیں دیکھی تھی۔۔وہ مہارانیوں کی طرح جیتی آئی تھی۔۔ہنسنا بولنا۔۔سب کو تنگ کرنا یہی اسکا مشغلہ تھا۔

اب اچانک اتنی بڑی ٹھیس پہنچی تو اسکا پتھر ہو جانا لازمی تھا۔

فاریہ بیگم، نمل اور منال اسے حوصلہ دیتی تھیں لیکن علیزے کی موت کے دکھ کو کوئی کم نہیں کر پایا تھا۔

"ارے واہ یہ نیا اے سی بہت اچھا نکلا یار۔۔ تمہیں یاد کے سیرت اس دن بھی اس نے کیسے ہمیں اس منحوس مراد عالم کے چنگل سے بچایا تھا میں نے تبھی تمہیں کہا تھا کہ یہ بندہ تھوڑا ہٹ کے ہے۔۔ لیکن تم نے نہیں مانی۔۔

"اب دیکھو اس نے ہماری ڈسپنسری بنانے کی درخواست کو قبول کر لیا ہے۔۔

ڈاکٹر نازش نے جو سیرت کی دوست بھی تھی خوش ہوتے ہوئے بتایا تھا۔

چاردن کی چاندنی ہے۔۔ابھی درخواست منظور ہوئی ہے ڈسپنسری جب بن جائے گی ناتب کہنا۔۔ ابھی وہ نیا نیا ہے چار دن بعد دیکھنا میر ممتاز عالم کے تلوے چاٹتا نظر آئے گا۔۔"

میر ممتاز عالم کیلئے سیرت کے لہجے میں نفرت ہی نفرت تھی۔

ایک قدم تو اٹھایا گیا ہے نا۔۔ دیکھ لینا یہ بندہ بدلاؤ ضرور لائے گا یہ مجھے "
"غلامی کرنے والا نہیں لگتا۔۔

ڈاکٹر نازش ابھی تک حیدر کی بارعب شخصیت کو نہیں بھلا پائی تھی جبکہ سیرت نے اسکی بات پر زیادہ توجہ نہیں دی تھی۔اسکا دھیان ہاتھ میں پکڑی فائل کی طرف جس میں رکھی مریض کی رپورٹ وہ چیک کر رہی تھی۔

سر یہ والی ساری زمین حکومت کی ہے جس پر میر ممتاز عالم نے ناجائز قبضہ "
"کیا ہوا ہے۔۔

قیوم نے دور تک ویران پڑی زمین کو دیکھتے ہوئے کہا تھا۔یہ زمین سے گاؤں سے باہر تھی جو گاؤں میں داخل ہوتے وقت سڑک کے ایک جانب آتی تھی۔

"ھمم۔۔یہ ایک ڈسپنسری کیلئے بہترین جگہ رہے گی۔"
حیدر نے کچھ سوچتے ہوئے کہا تھا۔

"لیکن سر میر ممتاز عالم اتنی آسانی سے یہ کام ہونے نہیں دے گا۔۔"
قیوم نے خدشہ ظاہر کیا تھا۔

"اسکی فکر چھوڑو تم وہ میں سنبھال لونگا۔۔"
حیدر نے سیاہ چشمہ آنکھوں پر لگاتے ہوئے بتایا تھا۔اب وقت آگیا تھا جب عملی طور پر میر ممتاز عالم کے خلاف جنگ میں اترنا تھا۔حیدر اچھے سے

پلاننگ کر چکا تھا کہ اسے کیا کرنا تھا۔اب وہ میر ممتاز عالم کو ہی استعمال کر کے اپنا کام نکالنے والا تھا۔

پراسرار مسکراہٹ نے اسکے لبوں کا احاطہ کیا ہوا تھا۔

کہتے ہیں وقت سب سے بڑا مرہم ہوتا ہے آہستہ آہستہ حناوے بھی اس صدمے سے باہر آنے لگی تھی۔دو ماہ ہو چکے تھے علیزے کو گزرے ان دو ماہ میں حناوے کو اسکی خودکشی کی وجہ معلوم نہیں ہو سکی تھی۔۔یا اس نے خود جاننے کی کوشش نہیں کی تھی یا پھر اس تک یہ خبر پہنچنے نہیں دی گئی تھی۔

وہ اب نارمل لوگوں کی طرح بات کر لیتی تھی۔ لیکن اسکی ہنسی اسکا بچپنا سب جیسے گم ہو گیا تھا۔۔

سنجیدگی کا رنگ اس پر گہرا چڑھا تھا۔

دوسری طرف ان دو ماہ میں ارحم اور نمل ایک دوسرے کے بہت قریب آ چکے تھے۔ شاہ ویز کی وجہ سے سنجیدگی کا جو خول نمل نے اپنے اوپر چڑھا رکھا تھا وہ اب ارحم کی وجہ ٹوٹنا شروع ہو چکا تھا۔ وہ ہنسنے لگی تھی۔۔ اسے سب اچھا لگنے لگا تھا۔

ان دونوں میں محبت کا باقاعدہ کوئی اقرار نہیں ہوا تھا لیکن ارحم کے ہر لفظ سے محبت چھلکتی تھی جسے نمل کا دل محسوس کرتا تھا۔۔

نمل ارحم کیلئے بہت اہمیت اختیار کر گئی تھی۔ وہ اسے بے پناہ چاہنے لگا تھا۔

نمل کی خودداری اسکی سمجھداری اور رحم دلی سب نے مل کر ارحم کو پاگل بنا دیا تھا۔ اور ارحم کا نمل کو عزت و اہمیت دینا اسے شاہ ویز سے بہتر بنا رہا تھا۔

وہ دونوں ہی ایک دوسرے کے سنگ بہت خوش تھے لیکن شاید انہیں یہ معلوم نہیں تھا کہ کچھ خوشیوں کی مدت بہت کم ہوتی ہے۔

"میں آج شام تمہارے آفس آ رہا ہوں سوچ رہا ہوں کہ پورے سٹاف کو باہر گھمانے لے چلوں مام کی طبیعت بھی بہل جائے گی۔۔"
ارحم نے اپنے آنے کی خبر دی تھی۔

"اچھا۔۔ پھر ڈنر کا خرچہ کون اٹھائے گا پورے سٹاف کا۔۔؟"
نمل نے شرارت سے پوچھا تھا۔

"ظاہر سی بات ہے میں ہی اٹھاؤں گا۔۔"

"ٹھیک ہے پھر کنگال ہونے کیلئے تیار رہیے گا مسٹر ملک۔۔"

نمل کے چہرے پر مسکراہٹ پھیلی تھی اسکی بات پر ارحم کا بے ساختہ قہقہہ بلند ہوا تھا۔

"شاہویز بیٹا مجھے تم سے ضرورت بات کرنی ہے۔۔

وہ اپنے کی طرف بڑھ رہا تھا جب شہناز تائی نے اسے روکا۔

"جی امی بولیں۔۔"

شاہویز نے متوجہ ہوتے ہوئے کہا۔

"یہاں نہیں۔۔اندر چلو تمہارے بابا بھی وہیں ہیں۔۔"

شہناز تائی کی بات پر شاہ ویز سر اثبات میں ہلاتا انکے پیچھے کمرے میں داخل ہوا تھا۔

"آؤ نواب صاحب کیسے ہو۔۔؟"

حسن رانا نے اپنے جوان بیٹے کو دیکھتے ہوئے کہا تھا جو انکی ہی بلکہ پورے رانا ہاؤس کی ذمہداری خود پر لئے پھرتا تھا۔

"میں ٹھیک ہوں آپ سنائیں۔۔"

وہ سنجیدہ لہجے میں ادب سے جواب دیتے ہوئے بولا تھا۔

"میں بھی ٹھیک ہوں لیکن تمہارے دادا ابو ٹھیک نہیں ہیں۔۔"

حسن صاحب نے تشویش سے خیام رانا کا ذکر کرتے ہوئے کہا۔

کیا ہوا انہیں۔۔؟ میں پچھلے دنوں وہاں سے آیا ہوں تب تو وہ بالکل ٹھیک تھے۔۔"

شاہ ویز پریشانی سے پوچھ رہا تھا۔

"عمر ہونے لگی ہے اب۔۔اور کچھ پریشانیاں بہت ہیں۔۔اماں جی بتا رہی تھی کہ کل انجائنا اٹیک ہوا ہے۔۔میں اور تمہاری امی صبح حیدر آباد جا رہے ہیں اب وہیں رہیں گے۔۔"

حسن صاحب نے سنجیدگی سے بتایا۔شاہ ویز غور سے انہیں سن رہا تھا۔

"ابا کی خواہش ہے کہ تمہاری اور نمل کی جلد شادی کر دی جائے۔۔"

انکی بات سن کر شاہ ویز چونک گیا تھا جبکہ نمل کے نام پر شہناز تائی کے چہرے پر ناگواریت ابھری تھی۔

شادی کے نام پر شاہ ویز کے تصور میں ایک سراپا ابھرا تھا۔۔حناوے کا سراپا۔۔

لیکن اسکے لئے اپنے جذبات معنی نہیں رکھتے تھے۔اسکے لئے خاندان کی عزت اور بڑوں کی دی گئی زبان اہمیت رکھتی تھی۔

"ٹھیک ہے مجھے کوئی اعتراض نہیں۔۔"

کچھ دیر خاموش رہنے کے بعد شاہ ویز نے سنجیدگی سے جواب دیا تھا۔

شاباش میرے بچے۔۔مجھے تم سے یہی امید تھی۔۔میں اباجی سے بات "کرتا ہوں دیکھتے ہیں وہ کب کی تاریخ رکھتے ہیں۔۔"

حسن صاحب نے شاہ ویز کا کندھا تھپتھپاتے ہوئے کہا تھا۔

میں جانتی تھی میرے بیٹا بڑوں کا مان نہیں توڑ سکتا۔۔لیکن نمل۔۔؟ کیا وہ "مان جائے گی۔۔؟"

شہناز تائی نے نخوت سے کہا تھا۔

"اسکی فکر مت کرو شہناز۔۔وہ سمجھدار لڑکی ہے۔۔"

حسن صاحب نے انہیں ٹوکا۔

"ٹھیک ہے شاہ ویز بیٹا تم جاؤ اب اور آرام کرو۔۔"

حسن صاحب نے کہا تو شاہ ویز خاموشی سے واپس آ گیا تھا۔اسے اپنے اندر کچھ جلتا ہوا محسوس ہو رہا تھا لیکن وہ اس پر توجہ دیے بغیر خیام رانا کا نمبر ملا کر ان سے بات کرنے میں مصروف ہو گیا تھا۔

ارحم کے ساتھ گزارے پل بہت خوشگوار تھے۔پورے سٹاف نے اس ڈنر کو خوب انجوائے کیا تھا۔

نمل جیسے بھول ہی گئی تھی کہ اسکی زندگی میں ایک شاہ ویز بھی تھا۔

وہ رات کو خوشی خوشی گھر آئی تھی لیکن ایک بری خبر اسکے انتظار میں تھی۔

ماریہ بیگم نے گویا دھماکا ہی کیا تھا۔

"میری شادی۔۔؟شاہ ویز سے۔۔؟"

نمل کو تو جیسے سکتہ ہو گیا تھا۔

ہاں حسن بھائی اور تمہاری تائی نے حیدر آباد جانا تھا لیکن اب وہ نہیں" جارہے کل پرسوں تک ابا جی اور اماں جی دونوں آرہے ہیں۔۔دس دن بعد کی تاریخ رکھیں گے شادی کی۔۔میں تمہیں کہنے آئی تھی کہ اب آفس جانا "چھوڑ دو اور خود پر دھیان دو۔۔شادی کی تیاریاں بھی کرنی ہیں اب۔۔
ماریہ بیگم عام سے لہجے میں کہتیں واپس جاچکی تھیں جبکہ نمل کے سارے شیشے کے خواب کے جیسے چکنا چور ہوئے تھے۔
اور انکی کرچیاں اسے اپنے بدن میں کھبتی محسوس ہو رہی تھیں۔
وہ کتنی ہی دیر خاموش بیٹھی رہی تھی اور پھر آنسو ضبط کرتی الماری سے سادہ ساسوٹ نکال کر واشروم میں گھس گئی تھی۔

رانا ہاؤس میں جو خاموشی چھائی تھی وہ خیام رانا اور قدسیہ بیگم کے آنے سے ٹوٹ گئی تھی۔انہوں نے دس دن بعد کی نکاح کی تاریخ رکھی تھی۔اور اسکے ساتھ ہی رخسار پھوپھو کے کہنے پر خضر اور حناوے کی منگنی بھی اسی دن کی رکھی گئی تھی۔ایک بار پھر سے بڑوں کا فیصلہ تمام بچوں پر بم کی طرح گرا تھا۔

جہاں نمل دکھ کی لپیٹ میں آئی تھی وہیں منال اندر ہی اندر کرلا رہی تھی۔ جہاں حناوے علیزے کے غم سے نہیں نکل پا رہی تھی وہیں ھُدیٰ خضر اور حناوے کی منگنی کا سن کر آگ بگولہ ہو گئی تھی۔فی الوقت سبھی بچوں کے دل جل رہے تھے اور کون جانے آنے والے وقت میں کون کون اس لپیٹ میں آنے والا تھا۔

مسز ملک کے سامنے نمل کا استعفیٰ پڑا تھا اور اسکے ساتھ ہی شادی کا کارڈ بھی تھا۔ یہ دیکھ کر مسز ملک کے وجود کو ایک ان دیکھی اداسی نے چاروں طرف سے گھیر لیا تھا۔

انہوں نے ارحم کی آنکھوں نمل نام کے جلتے چراغ دیکھے تھے اور وہ جانتی تھیں یہ خبر ارحم کیلئے دھماکے سے کم نہیں ہو گی جو اسکے دل بنیاد تک ہلا دے گی۔

وہ افسردہ سی بیٹھیں کبھی استعفیٰ کو تو کبھی شادی کے کارڈ کو دیکھ رہی تھیں۔ نمل انکے دل کے بہت قریب تھی۔ تھوڑے عرصے میں نمل کیلئے انکی محبت کافی زیادہ بڑھ گئی تھی۔ لیکن وہ جانتی تھیں وہ کچھ نہیں کر سکتی تھیں۔۔ دعا کے علاوہ۔۔

Click On The Link Above To Read More Novels / ✆ / ✉ 0344 4499420
https://www.zubinovelszone.com/

—

کبھی یوں بھی آ میرے روبرو
تجھے پاس پا کے میں رو پڑوں

مجھے منزلِ عشق پہ ہو یقیں
تجھے دھڑکنوں میں سنا کروں

کبھی سجا لوں تجھ کو آنکھوں میں
کبھی تسبیحوں پہ پڑھا کروں

کبھی چوم لوں تیرے ہاتھوں کو
کبھی تیرے دل میں بسا کروں

کبھی یوں بھی آ میرے روبرو
تجھے پاس پا کے میں رو پڑوں

"میں تم سے ملنا چاہتا ہوں حناوے۔۔"
جذبات سے چور لہجے میں اس نے لکھ کر بھیجا تھا لیکن دوسری طرف خاموشی چھا گئی تھی۔۔ گہری خاموشی۔۔
وہ کتنی دیر موبائل کی سکرین کو دیکھتا رہا تھا لیکن کوئی جواب نہیں آیا تھا۔

میں جانتا ہوں ابھی تمہارے لئے مجھ پر اعتبار کرنا بہت مشکل ہے لیکن میرا" یقین کرو میں نے دنیا میں کسی چیز کی اتنی شدت خواہش نہیں کی جتنی تمہاری

کی ہے۔۔۔میں لمحہ لمحہ تمہیں دیکھنے کیلئے تڑپا ہوں۔۔اب تمہیں مجھ پر ترس کھانا چاہیے۔۔میں تمہارے جواب کا انتظار کروں گا۔۔"

وہ ایک اور پیغام بھیجنے کے بعد موبائل کو بند کر کے ایک طرف رکھ چکا تھا۔ صوفے سے ٹیک لگا کر آنکھیں بند کر لی تھی۔۔حناوے کا سراپا چھم سے آنکھوں کے پردے پر لہرایا تھا۔اسکے لبوں پر خوبصورت سی مسکان تھی۔

پچھلے ایک ماہ میں اگر کوئی شخص خوش رہا تھا تو امن ملک تھا۔

اسے اچھی طرح یاد تھا آج بھی وہ دن جب وہ حناوے کے پیچھے گیا تھا اسے ڈھونڈنے لیکن وہ نہیں ملی تھی۔اور اسی دن اس نے حناوے کو سوشل میڈیا پر ڈھونڈا تھا۔حناوے نام پر دو تین اکاؤنٹ تھے جبکہ حناوے رانا کے نام پر اسے ایک اکاؤنٹ ملا تھا۔جس پر مری کا پتہ تھا۔۔وہ اسے مری میں ہی پہلی بار نظر آئی تھی اور وہیں مری جنگلات میں غائب ہو گئی تھی اور دوسری بار وہ راجپوتوں کے گاؤں میں غائب ہوئی تھی۔تو یقیناً حناوے رانا وہی تھی۔

کچھ سوچنے کے بعد امن نے سیدھا اسے میسج کیا تھا اسے یقین تھا جیسی شخصیت کا وہ مالک تھا دوسری طرف سے لازمی جواب آئے گا۔اور وہی ہوا تھا جواب آیا تھا لیکن پندرہ دن بعد۔۔پندرہ دنوں تک روزانہ جہاں اس نے مری چھان مارا تھا وہیں اسکے جواب کا انتظار کیا تھا۔

اسکی حیرت کی انتہا نہیں رہی تھی جب حناوے کی طرف سے جواب آیا تھا۔

وہ ایسے خوش ہوا تھا جیسے کائنات مل گئی ہو۔

وہ بات کم ہی کرتی تھی۔امن اسے سب بتا چکا تھا کہ اس نے پہلی بار حناوے کو کہاں دیکھا تھا۔۔جنگل اور رقص کے نام پر دوسری طرف کچھ پل کیلئے خاموشی چھائی تھی۔لیکن پھر سب نارمل ہو گیا تھا۔

وہ اسے اپنے جذبات سے آگاہ کر چکا تھا۔فون کال پر بھی بات کر چکا تھا۔

حناوے آواز اچھی تھی لیکن امن کو تھوڑی بدلی ہوئی محسوس ہوئی تھی۔۔

جسے وہ "فون پر بدلی ہوئی" سمجھ کر نظر انداز کر گیا تھا اور آج اسکے ملنے پر دوسری طرف پھر خاموشی چھا گئی تھی۔

اب وہ اطمینان سے اسکے جواب کا انتظار کر رہا تھا۔

رانا ہاؤس میں شادی کی تیاریاں شروع ہو چکی تھیں۔ بڑے بزرگوں کے علاوہ کوئی بھی خوش نہیں تھا۔

منال کے پاس صبر کرنے کے علاوہ کوئی چارہ نہیں تھا۔ جبکہ نمل کو اپنے اندر سب ختم ہوتا محسوس ہو رہا تھا۔ ارحم روزانہ اسے سینکڑوں فون اور میسجز کرتا تھا لیکن وہ اسے بری طرح سے نظر انداز کر رہی تھی۔

شاہ ویز تو رات گئے گھر آتا تھا اسکا سامنا نمل سے نہیں ہوا تھا جبکہ حناوے کے اپنے کمرے میں بند ہونے پر وہ شکر ادا کر رہا تھا۔

وہ اچھے سے جانتا تھا کہ حناوے خضر کی امانت تھی اور دوسرے کی چیز پر نظر رکھنا اسے بے غیرتی لگتا تھا۔اسی لئے وہ خاموشی اور سنجیدگی کا لبادہ اوڑھے ہوئے تھا ورنہ اس شادی میں اسے کوئی دلچسپی نہیں رہی تھی۔وہ بس بڑوں کا مان رکھنے کیلئے سب کر رہا تھا۔

لیکن کون جانے آنے والا وقت کیا ساتھ لانے والا تھا۔

—

دیکھو حناوے یہ تو پیچھے ہی پڑ گیا۔۔میں نے تو بس فن سمجھ کر بات کی" "تھی۔۔

سماب پریشان سی حناوے کے سامنے بیٹھی تھی۔حناوے رانا کے نام سے جو اکاؤنٹ تھا وہ پہلے حناوے کا تھا جس سے پیج بنایا گیا تھا اور پھر پیج کی وجہ سے

حناوے نے وہ اکاؤنٹ سماب کو دے دیا اور خود اپنے رانا کے نام سے بنالیا۔

لیکن سماب نے اکاؤنٹ کا نام نہیں تبدیل کیا۔

کچھ عرصہ پہلے جب امن ملک کا میسج آیا تو وہ حیران رہ گئی لیکن تب علیزے کی موت کا صدمہ تھا وہ جواب نہیں دے پائی پھر پندرہ دن بعد اس نے دھڑکتے دل کے ساتھ جواب دیا تھا۔۔

وہ امن ملک کو پہلے انسٹا پر دیکھ چکی تھی اور اسکے فالورز اور اسکی شخصیت نے سماب کو کافی متاثر کیا تھا اور اب تو وہ خود چل کر آگیا تھا۔۔ سماب نے نا جانے کیا سوچ کر حناوے بن کر اس سے بات کرنا شروع کر دی تھی۔

لیکن جنگل کے ذکر پر وہ ساکت رہ گئی تھی یعنی کوئی تھا جو انکا راز جانتا تھا۔

وقت کے ساتھ ساتھ وہ ملوث ہوتی گئی۔۔

امن کافی کچھ جان گیا تھا انکے بارے میں اور اب سماب کو ہوش آیا تو وہ سیدھا حناوے کے پاس آئی تھی وہ ایسے مسئلوں کو حل کر لیتی تھی۔

"تمہیں ضرورت کیا تھی کسی اجنبی کے منہ لگنے کی۔۔؟"

حناوے کو سماب اس بے قوفی پر غصہ آیا تھا۔

"مجھے پتا ہی نہیں چلا۔۔ حناوے بننا اچھا لگا تو۔۔"

سماب نے کمزور سے لہجے میں بتایا۔

"اور میں نے اسے پہلے بھی دیکھا ہوا تھا۔۔ مجھے وہ اچھا لگا تھا۔۔"

سماب اب سچ بول رہی تھی۔ حناوے بس اسے دیکھ کر رہ گئی تھی۔ اسکا دل اب ایسے ایڈوانچرز سے اوب گیا تھا۔۔ اسے کچھ اچھا نہیں لگتا تھا۔۔ مشکل سے وہ نارمل ہونا شروع ہوئی تھی کہ اب یہ ایک نیا مسئلہ ہو گیا تھا۔

"ویسے میں حیران ہوں حناوے کوئی کسی سے اتنی محبت کیسے کر سکتا ہے۔۔ تمہیں پتا ہے وہ شخص پاگل ہے تمہارے لئے۔۔ پاگلوں سے بھی آگے کا پاگل پن چھلکتا ہے اسکے لفظوں میں تمہارے لئے۔۔۔ کاش کوئی مجھ سے بھی اتنی محبت کرتا۔۔"

سماب کے لہجے میں حسرت ہی حسرت تھی۔

اسکی بات سن کر حناوے کو عجیب سے احساس نے گھیر لیا تھا۔

کون تھا وہ شخص۔۔امن ملک۔۔۔جو اسکی محبت میں پور پور ڈوب چکا "تھا۔۔آخر کون تھا وہ۔۔؟؟

بے اختیار ہی اسکے ذہن میں خیال اُبھرا تھا۔وہ بس خاموش بیٹھی سوچتی رہی۔

"رکو میں تمہیں تصویر دکھاتی ہوں۔۔"

سماب نے لیپ ٹاپ کھولتے ہوئے کہا تھا۔اس سے پہلے کہ وہ حناوے کو امن ملک کی تصویر دکھا پاتی کمرے کا دروازہ ٹھاہ کی آواز سے کھلا تھا اور ھدی اندر داخل ہوئی۔وہ کافی دنوں بعد حناوے کے کمرے میں آئی تھی۔

پلیز حناوے کچھ کرو۔۔میں یہ سب نہیں دیکھ سکتی۔۔نیچے رخسار پھوپھو" تمہاری منگنی کا جوڑا لائی ہیں۔۔میں خضر کو تمہارا ہوتا نہیں دیکھ سکتی۔۔تم "پلیز کچھ کرو میں منت کرتی ہوں تمہاری۔۔

ھدی کا لہجہ بھیگ گیا تھا۔حناوے اسکے پاگل پن کو دیکھ کر ساکت رہ گئی تھی۔

"تم کسی بھی طرح یہ منگنی روک دو۔۔باقی میں خود کچھ کرلونگی۔۔"

وہ حناوے کو دیکھتے ہوئے بولی تھی اور پھر آخر میں نظریں چرا گئی تھی۔

آج کافی دنوں بعد کسی نے خضر کا ذکر کیا تھا اسکے سامنے۔۔حناوے کو کچھ یاد آگیا تھا۔

لیکن ھدی کی مدد کیسے کرتی۔۔ایک طرف بخت تھا تو دوسری طرف ھدی۔۔

وہ کچھ دیر ھدی کو دیکھتی رہی اور پھر اٹھ کر بنا کچھ جواب دیے کمرے سے باہر نکل گئی۔۔اب اسکا رخ حیات ہاؤس کی طرف تھا۔

وہ دعا مانگ رہی تھی کہ خضر اسے گھر ہی مل جاتا۔۔اور اسکی دعا رنگ لائی تھی وہ اسے لاؤنج میں ہی مل گیا تھا۔

"مجھے کچھ ضروری بات کرنی تھی۔۔"

حناوے نے سپاٹ چہرے کے ساتھ سنجیدہ لہجے میں کہا تھا۔اسے کافی عرصے بعد اپنے سامنے دیکھ کر خضر کو حیرت ہوئی تھی۔

پچھلے دو ماہ سے حناوے کی کوئی شکایت اس تک نہیں پہنچی تھی۔بلکہ علیزے کی موت پر حناوے کی حالت دیکھ کر خضر کو اس پر ترس آیا تھا۔

"بولو۔۔"

خضر اسکی جانب متوجہ ہوا تھا۔

"میں نے پہلے بھی کہا تھا مجھے تم سے کوئی رشتہ نہیں بنانا۔۔مجھے یہ منگنی نہیں کرنی۔۔خود ہی منع کر دو۔۔"

حناوے بنا نظریں ملائے کہہ رہی تھی جبکہ خضر غور سے اسکے چہرے کو دیکھ رہا تھا۔

"وجہ کیا ہے وہ تو بتاؤ۔۔اگر تم مجھے پسند نہیں کرتی تو تم جانتی ہو میں بھی کوئی لٹو نہیں ہوں تم پر۔۔امی کی خوشی کیلئے کر رہا ہوں۔۔"

وہ صوفے سے اٹھ کر اسکے سامنے آیا تھا۔اور پھر تلخ ہوتے ہوئے حقیقت سے پردہ اٹھایا۔لیکن حناوے کو اسکی بات سے کوئی فرق نہیں پڑا تھا۔وہ اب بھی ویسے ہی کھڑی تھی۔

"تو ٹھیک ہے انکار کر دو نا۔۔"

حناوے نے کوفت زدہ لہجے میں کہا تھا۔۔خضر کو اسکی بات سن کر غصہ آیا تھا۔وہ کیسے اسکی بے عزتی کر رہی تھی۔

"تمہارا مسئلہ ہے خود حل کرو بلاوجہ مجھے پریشان کرنے کی ضرورت نہیں۔۔"

وہ دوٹوک لہجے میں کہتا پلٹ گیا۔

"ہاں تم پولیس والوں سے ہوتا ہی کیا ہے۔۔سوائے رشوت لینے کے۔۔"

"علیزے کی خودکشی کی وجہ سے تو جان نہیں سکے اور کر ہی کیا سکتے ہو تم۔۔

حناوے گویا پھٹ پڑی تھی۔اپنی اس قدر تذلیل پر خضر کے قدم ساکت ہوئے اور چہرہ غصے کے باعث سرخ ہوا۔

وہ ایک جھٹکے سے واپس مڑا اور حناوے کو بازو سے دبوچ کر جھٹکے سے اپنے سامنے کھڑا کیا۔۔

جاننا چاہتی ہو علیزے نے کیوں خودکشی کی۔۔؟کیوں مری وہ جاننا چاہتی ہو۔۔؟"

خضر کی آنکھیں سرخ انگارہ ہو چکی تھیں جن میں بلا کا غصہ تھا۔

اسکی اس حرکت پر حناوے سٹپٹا کر رہ گئی تھی۔اسکا بازو خضر کی گرفت میں تھی۔

وہ حیرانی سے خضر کے چہرے کو دیکھ رہی تھی جو خطرناک تیور لئے اسے ہی گھور رہا تھا۔

"ہا۔۔ہاں۔۔"

حناوے نے ہاں میں گردن ہلائی۔

"پریگننٹ تھی وہ۔۔چار ماہ ہو چکے تھے۔۔"

خضر نے جھٹکے سے اسکا بازو چھوڑتے ہوئے بتایا۔

جبکہ حناوے کو لگا تھا جیسے حیات ہاؤس کی چھت اسکے سر پر گری ہو۔۔وہ بے یقینی سے خضر کو دیکھ رہی تھی جو رخ موڑے کھڑا اور غصہ ضبط کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔

"پریگننٹ تھی وہ۔۔چار ماہ ہو چکے تھے۔۔"

خضر نے جھٹکے سے اسکا بازو چھوڑتے ہوئے بتایا۔

جبکہ حناوے کو لگا تھا جیسے حیات ہاؤس کی چھت اسکے سر پر گری ہو۔۔وہ بے یقینی سے خضر کو دیکھ رہی تھی جو رخ موڑے کھڑا اور غصہ ضبط کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔

"علیزے۔۔پریگنٹ۔۔ نہیں ایسا نہیں ہو سکتا۔۔"
حناوے زیر لب بڑبڑائی تھی۔

تمہاری سب سے اچھی دوست تھی ناوہ بلکہ اسکے علاوہ تمہاری اور کوئی" دوست نہیں تھی نہ سکول میں اور نہ ہی کالج میں۔۔ حقیقت تو یہ ہے تم نے اسے بہن بنایا ہوا تھا کیونکہ تمہاری کوئی بہن نہیں۔۔ پھر تمہیں کیسے نہیں پتا چلا حناوے۔۔ بولو کیسے نہیں۔۔؟؟
خضر اب دوبارہ اسکی طرف رخ کیئے سرد وسپاٹ تاثرات لئے پوچھ رہا تھا۔

تم دونوں ہر تقریب میں ایک جیسے کپڑے پہنتی تھیں تمہاری سالگرہ پر وہ" ایک رات راناہاؤس میں بھی گزار کر گئی تھی۔۔کالج میں تم دونوں ہر اُلٹے کام میں ایک دوسرے کے ساتھ ہوتی تھیں۔۔وہ تمہارے ساتھ حیدر آباد بھی گئی تھی یاد ہے ناسب۔۔"

"اتنی گہری دوستی ہونے کے بعد بھی تمہیں معلوم کیوں نہیں ہو سکا۔۔؟

خضر کا کہا گیا ایکا ایک لفظ درست تھا۔حناوے علیزے کو اپنی جان سے زیادہ پیاری تھی۔پھر حناوے اسکے درد کو کیوں جان نہیں پائی۔وہ حیرت کا بت بنے کھڑی تھی۔

علیزے کی موت پر جو تمہاری حالت ہوئی وہ میں نے دیکھی تھی۔۔" تمہاری جگہ علیزے ہوتی اور تمہاری موت ہوتی تو یقیناً علیزے کی حالت ویسی ہی ہوتی۔۔لیکن میں اتنا تو جانتا ہوں اگر علیزے تمہاری جگہ ہوتی تو

تمہیں کبھی مرنے نہیں دیتی۔۔لیکن تم تو جان ہی نہیں پائی کہ اس پر کیا گزر رہی تھی۔۔واہ۔۔کمال کی دوستی ہے۔۔"

خضر طنز میں بھیگے نشتر چبھو رہا تھا۔اسکی بات پر حناوے نے ضبط سے آنکھیں بند کی تھیں۔

واقعی پچھلے چھ ماہ میں علیزے اس سے بہت دور ہو گئی تھی لیکن حناوے نے توجہ ہی نہیں دی۔

"پتا ہے حناوے تمہارے ذہن میں ایڈوانچرز کے علاوہ اور کچھ آتا ہی نہیں۔۔تو تم کیسے جان پاتی کہ علیزے تم سے دود کیوں ہو رہی ہے۔۔اس میں بدلاؤ کیوں آرہا ہے۔۔؟"

وہ اسکی سوچ پڑھ گیا تھا۔ایک پولیس والا تھا اسکی زیرک نگاہوں سے کچھ چھپا ہوا نہیں تھا۔حناوے اس وقت جس حالت میں تھی وہ سمجھ ہی نہیں پائی تھی کہ خضر کی کتنی گہری نظر تھی اس پر۔

انیس سال کی ہونے والی ہو بچی نہیں رہی تم ٹین ایج کا جو ٹھپہ ہوتا ہے وہ" بھی ختم ہو جائے گا اب لیکن تم ویسی کی ویسی ہی رہو گی۔۔ چھوٹی چھوٹی باتوں کو انا کا مسئلہ بنا کر بدلا لینے پہنچ جانا بس یہی آتا ہے تمہیں۔۔"

خضر کی باتیں تلخ تھیں لیکن حرف حرف سچی تھیں۔سب سے زیادہ بدلے تو اس نے خضر سے ہی لئے تھے۔

اور اس میں تمہارا بھی زیادہ قصور نہیں ہے رانا خاندان میں پیدا ہونے" والوں کو سکون و آرام ہی ملا ہے انہوں نے دیکھا ہی نہیں پریشانی کیا ہوتی ہے۔۔زندگی کی حقیقت کیا ہے کچھ نہیں معلوم۔۔

کبھی ایڈوانچرز کرنے کے علاوہ باہر نکل کر لوگوں کو دیکھنا لوئر مڈل کلاس سے جو لڑکیاں ہوتی ہیں وہ تمہاری عمر میں کتنی سمجھدار ہوتی ہیں شاید تمہیں پتا چل جائے۔۔

لیکن تم لوگ عیش و عشرت کے عادی زندگی کی تلخ حقیقتوں کو کیا سمجھو گے۔۔"

وہ بولنے پر آیا تو بولتا ہی چلا گیا۔

"میں علیزے کی موت کی تفتیش کرنا چاہتا تھا لیکن اسکے باپ نے ہاتھ جوڑ کر مجھے اس کام سے روک دیا۔۔ جانتی ہو کیوں۔۔ کیونکہ غلطی علیزے کی تھی اور اسے والدین کو سزا بھگتنی پڑتی۔۔اور بھگت بھی رہے ہیں۔۔ ابھی تو صرف خودکشی کی خبر اڑی تھی اگر یہ خبر باہر نکل جاتی کہ علیزے پریگنٹ تھی تو سوچو اور کتنی بدنامی ہوتی۔۔"

خضر کی بات سن کر حناوے کے وجود پر کپکپاہٹ طاری ہو گئی تھی۔ وہ کچھ کہنا چاہتی تھی لیکن لب پھڑپھڑا کر رہ گئے تھے۔ خضر اسے ہی دیکھ رہا اور اسکی حالت اچھے سے سمجھ سکتا تھا۔

اس نے ایک گہرا سانس لے کر خود کو نارمل کیا اور بت بنی کھڑی حناوے کو صوفے پر بیٹھنے کا اشارہ کیا لیکن وہ جب وہ اپنی جگہ سے نہیں ہلی تو اسے بازو سے پکڑ کر صوفے پر بٹھایا اور خود اس سے فاصلے پر سامنے والے صوفے پر بیٹھ گیا تھا۔

"پانی پیو گی۔۔؟"

خضر نے سنجیدہ لہجے میں پوچھا تھا۔وہ جانتا تھا حناوے کیلئے یہ خبر علیزے کی موت سے بھی زیادہ بھاری تھی۔

"نہیں۔۔"

حناوے جواب رونا شروع ہو گئی تھی اس نے سوں سوں کرتے ہوئے ناں میں گردن ہلائی۔۔اور اسکے انکار پر خضر اپنی جگہ سے اٹھا اور کچن کی طرف بڑھ گیا۔کچھ ہی دیر بعد وہ واپس آیا اور ہاتھ میں پکڑا پانی کا گلاس حناوے کی

Click On The Link Above To Read More Novels / ✆ / ✉ 0344 4499420
https://www.zubinovelszone.com/

طرف بڑھایا جو اس نے بنا کسی ہچکچاہٹ کے تھام لیا تھا۔ خضر غور سے اسکی ایک ایک حرکت کو دیکھ رہا تھا۔

جب وہ پانی پینے کے بعد تھوڑی پر سکون ہوئی تو خضر نے بولنا شروع کیا۔

"دیکھو حناوے وقت بہت ظالم ہے۔۔ یہ آستین کے سانپ کی مانند ہوتا ہے ہمارے ساتھ ایسے چلتا ہے جیسا ہمیشہ ہمارا بن کر ہی رہے گا لیکن جیسے ہی اسکو موقع ملتا ہے یہ ایسا ڈنک مارتا ہے کہ انسان بلبلا تا رہ جاتا ہے۔۔ کچھ کر نہیں سکتا۔۔ وقت رفتار سانپ سے بھی تیز ہوتی ہے اور پھر انسان جتنی چاہے کوشش کرلے وہ اسے پکڑ نہیں سکتا۔۔"

وہ اب نرم لہجے میں حناوے کو سمجھانے کی کوشش کر رہا تھا۔

اور حناوے سر جھکائے سن رہی تھی بلکہ حقیقت تو یہ تھی کہ اسکا ذہن علیزے میں ہی اٹکا تھا۔

میں نہیں جانتا ہم میں نیا کوئی رشتہ بنے گا یا نہیں۔۔ہم ایک دوسرے کے" ساتھ رہ پائیں گے یا نہیں لیکن ایک کزن ہونے کی حثیت سے اتنا کہوں گا کہ ابھی بھی وقت ہے۔۔ ٹھوکر لگنے سے بہتر ہے پہلے ہی سمجھ جاؤ۔۔اس سے پہلے وقت تمہارا استحصال کرے آگے بڑھ کر وقت کو اپنی مٹھی میں بند کرنے کی کوشش کرو۔۔وقت کی ہر چال کو سمجھو۔۔میں ہر گز نہیں چاہوں گا کہ وقت ایک بار پھر خود کو دہرائے اور تمہاری یا رانا ہاؤس کی کسی بھی لڑکی کی بے وقوفی کی وجہ سے جو حال اب ڈاکٹر ازمیر اور اسکے خاندان کا ہے وہ ہی "رانا ہاؤس کے مکینوں کا بھی ہو۔۔

خضر نے ماضی کی ایک بری یاد کو ذہن میں لاتے ہوئے کہا لیکن وہ حناوے کو ماضی کی اس بری یاد کے بارے میں نہیں بتا سکتا۔

جیو۔۔ کھل کر جیو۔۔ لیکن اس طرح سے کہ تمہارے جینے اور خوش" "ہونے پر کسی اور کی زندگی میں برے اثرات نہ پڑیں۔۔ سمجھ آئی۔۔

حناوے کو سمجھ آئی تھی یا نہیں لیکن اس نے اثبات میں سر ہلا دیا اور خضر نے اپنا رکا ہوا سانس بحال کیا تھا۔

"میرے خیال سے اب تمہیں یہاں سے جانا چاہیے امی جان بھی یہاں نہیں ہے تمہارا زیادہ دیر یہاں میرے ساتھ اکیلے ٹھہرنا مناسب نہیں۔۔"

خضر نے رونے کہ وجہ سے اسکی گلابی ہوتی آنکھوں کو دیکھتے ہوئے کہا تھا۔

اور حناوے بنا کچھ کہے اثبات میں سر ہلا کر اٹھ کھڑی ہوئی تھی اور اب واپسی کی طرف قدم بڑھا دیے تھے۔خضر اسے تب تک دیکھتا رہا تھا جب تک وہ لاؤنج کے دروازے سے باہر نہیں نکل گئی تھی۔

"پاگل۔۔"

اسکے جانے کے بعد خضر زیر لب بڑبڑایا تھا اور پھر شکر ادا کیا کہ وہ بنا بھڑکے جا چکی تھی۔

—

حناوے غائب دماغی سے راناہاؤس واپس آئی تھی۔لاؤنج میں ہی اسے گھر کے سارے افراد نظر آ گئے تھے۔

آیئے حناوے رانااور مبارکباد دیجئے اپنی دوستوں کو دونوں پاس ہو گئی "ہیں"۔۔

اسے دیکھتے ہی زیان کی رگ شرارت پھڑکی تھی۔منال اور ھدی دونوں کی تھرڈ ایئر میں سپلی تھیں اب دونوں پاس ہو گئی تھیں۔
حناوے کو دیکھ کر منال خوشی خوشی اسکی جانب بڑھی تھی۔

"مبارک ہو۔۔"

حناوے نے اسے گلے لگایا تھا۔

"خیر مبارک۔۔"

منال خوشدلی سے مسکرائی تھی۔حناوے نے ھدی کی طرف دیکھا تھا۔

زیان اسے تنگ کر رہا تھا۔ھدی زیان سے چھوٹی تھی لیکن زیان اسے کبھی چین نہیں لینے دیتا تھا۔

وہ بنا کچھ سوچے سمجھے ھدی کی طرف بڑھی اور پھر اسے بھی گلے لگایا تھا۔

ھدی حیران رہ گئی تھی۔پھر اسے مانوس سی خوشبو کا احساس ہوا تو اسکی آنکھیں نم ہوئیں۔کتنا عرصہ ہو گیا تھا اسے حناوے سے دور ہوئے۔

"تھینک یو۔۔"

حناوے کے الگ ہونے پر ھدی بامشکل بول پائی تھی۔اور حناوے اثبات میں سر ہلا کر سیڑھیوں کی جانب بڑھ گئی۔اسکا دماغ بالکل کام نہیں کر رہا تھا۔ خضر کے الفاظ ہتھوڑے کی مانند اسکی سماعت سے ٹکرا رہے تھے۔

سب نے اسے حیرانی سے جاتے دیکھا تھا وہ ایسی تو نہیں تھی۔ایسے موقعوں پر تو وہ خوب ہلا گلا کرتی تھی۔

"اسے کیا ہوا۔۔؟"

زیان نے حیرانی سے منال سے پوچھا تھا۔

"پتا نہیں۔۔"

وہ کندھے اچکا کر رہ گئی تھی۔

آج میر ممتاز عالم کے گاؤں میں پہلی ڈسپنسری کا آغاز تھا۔حیدر اور ڈاکٹر سیرت ملک دونوں میر ممتاز عالم کا انتظار کر رہے تھے۔میر ممتاز عالم کو ڈسپنسری کی افتتاحی تقریب کیلئے مہمان خصوصی کے طور پر بلایا گیا تھا۔
یہ حیدر کا ہی کام تھا اس نے کیسے میر ممتاز عالم کو ناراض کئے بغیر یہ ڈسپنسری بنوائی تھی۔ڈاکٹر سیرت ملک اسکی ذہانت کی قائل ہو گئی تھی۔

"بہت بہت شکریہ اے سی صاحب آپکی وجہ سے اس گاؤں میں یہ سہولت ہو سکی ہے۔۔"

"شکریہ کی بات نہیں ڈاکٹر صاحبہ۔۔یہ میری ڈیوٹی ہے۔اور میں کوشش کرتا ہوں کہ اپنا کام ایمانداری سے کر سکوں۔۔"
حیدر نے عام سے لہجے میں کہا تھا اور ڈاکٹر سیرت اسے دیکھ کر رہ گئی تھی۔

اس سے پہلے وہ کچھ کہتی میر ممتاز عالم کی گاڑی دھول اڑاتی انکی جانب بڑھ رہی تھی۔

"یہ اب آپ پر ہے آپ کیسے میر ممتاز کو ہینڈل کرتی ہیں کہ وہ یا اس کے خاندان کا کوئی شخص آپکے کام میں رکاوٹ نہ ڈال سکے۔۔"

حیدر نے ڈھکے چھپے لفظوں میں اسے سمجھایا تھا اور سیرت نے اسکی بات کا مطلب سمجھ کر کچھ سوچتے ہوئے اثبات میں سر ہلا دیا۔

"جانتی ہوں کبھی کبھی ضرورت کے وقت گدھے کو بھی باپ بنانا پڑتا ہے۔۔"

سیرت کی بات سن کر حیدر کے لبوں پر مسکراہٹ ابھری تھی۔

"سمجھدار ہیں آپ مجھے امید ہے سنبھال لیں گی۔۔"

حیدر نے ایک گہرا سانس لیتے ہوئے کہا اور پھر سڑک کنارے کھڑی میر ممتاز عالم کی گاڑی کی طرف بڑھ گیا جس سے میر ممتاز اتر کر انکی جانب ہی آرہا تھا۔

ابتدائی علیک سلیک کے بعد حیدر نے بولنا شروع کیا۔

"شکریہ میر ممتاز عالم صاحب آپ یہاں تشریف لائے۔۔"

ارے اے سی صاحب میرے گاؤں میں ترقی ہو رہی ہے بھلا میں نہیں" "جاؤں گا ایسی جگہ پر تو کون جائے گا۔۔؟

جی آپ نے ٹھیک کہا آپکا فرض بنتا ہے ہر ایسی جگہ پر جانا اور اسکی بہتری پر" "نظر رکھنا۔۔اب چلیں افتتاحی تقریب کو شروع کرتے ہیں۔۔

حیدر نے ڈسپنسری کے دروازے کی طرف اشارہ کرتے کہا تو میر ممتاز سر ہلا کر آگے بڑھ گیا۔اور حیدر نے اپنا سانس بحال کرتے میر ممتاز کے قدم سے قدم ملائے تھے۔

"تم ارحم کو اگنور کیوں کر رہی ہو۔۔؟"
نوین کا فون تھا وہ سخت لہجے میں نمل سے پوچھ رہی تھی۔

"میں کیوں اگنور کرونگی بھلا۔۔؟"
ارحم کے نام پر نمل کے دل کی دھڑن تیز ہوئی تھی۔لیکن اس نے خود پر قابو پاتے ہوئے الٹا سوال کیا تھا۔

"کسے دھوکا دے رہی ہو نمل۔۔؟ ہم سب کو یا خود کو۔۔؟"

نوین اسکی دوست تھی اور وہ اچھے سے نمل کو جانتی تھی۔

"ارحم میرے لئے ویسا ہی جیسے تم سب ہو۔۔اس میں دھوکا دینے والی کیا بات ہے۔۔؟"

"اچھا تو پھر ہم سے بات کر لیتی ہو اس سے کیوں نہیں کرتی۔۔؟"

نوین نے کڑھ کر پوچھا۔

"ٹھیک ہے کر لونگی اور کچھ۔۔؟"

نمل نے جان چھڑانی چاہی۔

دیکھو نمل تم غلط کر رہی ہو۔۔اپنے ساتھ بھی ارحم کے ساتھ بھی اور تو اور "

"شاہ ویز کے ساتھ بھی۔۔

نوین نے اسے سمجھانا چاہا تھا۔

مجھے یہ سمجھ نہیں آرہی کہ تم ہماری دوستی کو غلط رنگ دینے کی کوشش "

کیوں کر رہی ہو۔۔؟ارحم اور میں ایک دوسرے کی عزت کرتے ہیں۔۔اور

نہ ارحم نے مجھ سے ایسا کچھ کہا جس سے میرے دل میں اسکی عزت کم ہو۔۔

"تو برائے مہربانی تم سب بھی اپنا دماغ صاف کر لو۔۔

ناچاہتے ہوئے بھی نمل کے لہجے میں تلخی ابھری تھی اور وہ بنا نوین کی بات

سنے فون بند کر چکی تھی۔

بیڈ پر گرنے کے انداز میں بیٹھ کر نمل نے اپنا سر تھام کر درد کی اٹھنے والی

ٹھیس کو دبانا چاہا تھا۔

اچانک دروازے پر دستک ہوئی۔

Click On The Link Above To Read More Novels / ✆ / ✉ 0344 4499420
https://www.zubinovelszone.com/

"آجائیں۔۔۔"

نمل کی آنکھیں اور لہجہ نم تھا۔وہ چاہ کر بھی کچھ کر نہیں پاہ رہی تھی۔

"نمل بی بی آپکو بڑی بی بی نے اپنے کمرے میں بلایا ہے۔۔"

ملازمہ اسے قدسیہ بیگم کا بلاوہ دے کر جاچکی تھی۔ نمل خود کے جذبات پر قابو پاتے اٹھی اور بیڈ پر پڑا ڈوپٹہ اٹھا کر کمرے سے باہر نکل گئی۔

چند منٹ بعد وہ قدسیہ بیگم کے کمرے میں تھی جہاں شاہ ویز پہلے سے موجود تھا۔

بیشک تم دونوں کی شادی کا فیصلہ ہمارا ہے۔اور یہ تم دونوں بچپن سے "
جانتے ہو۔۔اب ہم چاہتے ہیں کہ اپنی شادی کی خریداری تم دونوں ساتھ
کرو۔۔"

قدسیہ بیگم کی بات پر نمل اور شاہ ویز نے چونک کر ایک دوسرے کی جانب
دیکھا تھا۔ان دونوں میں دوستی یا پسندیدگی تو بہت دور اچھے کزنز والا رشتہ
بھی نہیں تھا۔

"نہیں دادی ماں۔۔ہماری ایسی کوئی خواہش نہیں ہے۔۔"
وہ دونوں یک زبان بولے تھے۔

"جی جیسا آپ لوگ چاہیں گے ویسا ہی ہو گا۔ "
شاہ ویز نے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

پھر بھی اگر تم دونوں شادی کے جوڑے کیلئے ایک ساتھ جانا چاہو تو جا سکتے "
"ہو ہمیں کوئی اعتراض نہیں ہو گا۔۔

قدسیہ بیگم نے غور سے نمل کے چہرے کی طرف دیکھتے ہوئے کہا تھا۔ نمل کی لرزتی پلکیں اور گلابی آنکھیں انہیں کوئی اور سنا رہی تھیں جسے وہ سننا نہیں چاہتی تھیں۔ نمل کی حالت دیکھ کر انہیں کوئی شدت سے یاد آیا تھا۔

"تو اسکا مطلب تم دونوں کی شادی کا جوڑا بھی بڑے خرید سکتے ہیں۔۔؟"
قدسیہ بیگم نے تصدیق چاہی۔

"جی۔۔"
شادی کے نام پر نمل کا دل کر لایا تھا لیکن وہ سر جھکا کر جی کہہ چکی تھی۔

"ٹھیک ہے۔۔"

قدسیہ بیگم نے ایک گہرا سانس فضا میں خارج کیا۔

"میں جاؤں دادی ماں مجھے بہت ضروری کام ہے۔۔؟"

شاہ ویز نے ادب سے پوچھا تھا۔

"ہاں ٹھیک ہے جاؤ تم۔۔"

قدسیہ بیگم کے اجازت دینے پر شاہ ویز خاموشی سے اٹھ کر کمرے سے باہر نکل گیا تھا۔

"نمل۔۔"

اسکے جانے کے بعد نمل نے دروازے کی جانب قدم بڑھائے تو قدسیہ بیگم نے اسے پکارہ۔

"جی دادی ماں۔۔؟"

وہ فوراً پلٹی۔

"سب ٹھیک ہے نا۔۔؟"

وہ عجیب سے لہجے میں پوچھ رہی تھیں۔

"جی سب ٹھیک ہے۔۔"

وہ زبردستی مسکرائی۔

"ادھر آؤ میرے پاس۔۔"

قدسیہ بیگم نے اسے بلایا اور اپنے پاس بیڈ پر بیٹھنے کا اشارہ کیا۔

نمل نے خاموشی سے انکے حکم کی پیروی کی تھی۔وہ نظریں جھکائے قدسیہ بیگم کے پاس بیٹھی تھی۔

Zubi Novels Zone

قدسیہ بیگم نے اسکے سر پر ہاتھ رکھتے ہوئے نمل کی پیشانی پر بوسہ دیا تھا۔
نمل تو اس عنایت پر حیران رہ گئی تھی۔

"تم میری سب سے اچھی اور مضبوط پوتی ہو۔۔پوتی نہیں بلکہ بیٹی۔۔"
قدسیہ بیگم اسکی حیرانی پر مسکرائیں۔
نمل فوراً ان سے لپٹ گئی۔اسے ایک سہارے کی ضرورت تھی اور قدسیہ بیگم کا شفیق وجود اسے یہ سہارا فراہم کر رہا تھا۔

Zubi Novels Zone

"دل توڑنے کی کیا سزا ہوتی ہے دادی ماں۔۔؟"
نمل نے انکے سینے پر سر ٹکائے پوچھا تھا۔

"میں اتنا جانتی ہوں میری نمل کبھی کسی کا دل نہیں توڑ سکتی۔۔اور نہ وہ کسی کو رسوا کر سکتی ہے۔۔مجھے پورا یقین ہے وہ جو کرے گی بہتر کرے گی۔۔"

قدسیہ بیگم نے اسکی پیٹھ تھپک کر اسے حوصلہ دیا تھا۔اور نمل ایک گہرا سانس لے کر رہ گئی تھی۔

حناوے کی پچھلی چند راتیں کانٹوں پر کٹی تھیں۔آج صبح بھی وہ اٹھی تو اسکے سر میں شدید درد تھا۔اسے سمجھ نہیں آرہا تھا کہ کیا سچ تھا؟جو خضر نے کہا اگر وہ سچ تھا تو پھر علیزے کے کس کے ساتھ تعلقات تھے اور اس نے بتایا کیوں نہیں؟اور اگر بات اتنا آگے بڑھ چکی تھی تو اس نے خودکشی کیوں کی؟اور اسے یہ سب کیوں نہیں بتایا۔۔؟

حناوے نے اپنی کنپٹی کو مسلتے ہوئے سوچا تھا۔لیکن وہ کوئی سرا نہیں پکڑ پائی تھی۔

کچھ دیر سوچنے کے بعد اسکے ذہن میں بالآخر ایک خیال آیا تھا۔یقیناً کوئی نہ کوئی سراغ لازمی ہو گا۔۔اور وہ اسے علیزے کے گھر اسکے کمرے میں مل سکتا تھا۔

آج ویسے بھی اتوار تھا کالج سے چھٹی تھی۔وہ اپنی چادر سنبھالتی کمرے سے باہر نکل آئی تھی۔اسکا ارادہ علیزے کے گھر جانے کا تھا۔

"حناوے کہاں جا رہی ہو۔۔؟"

فاریہ بیگم نے لاؤنج کے دروازے کی طرف بڑھتے دیکھا تو پوچھا۔

"علیزے کے گھر جا رہی ہوں۔۔"

حناوے نے سنجیدہ لہجے میں جواب دیا تھا۔

"لیکن کیوں۔۔؟"

وہ حیران ہوئیں ابھی تو وہ اس صدمے سے باہر نکلی تھی اور اب پھر واپس علیزے کے گھر جا رہی تھی۔

"امی میری کچھ چیزیں تھیں علیزے کے پاس وہی لینے جا رہی ہوں۔" حناوے نے انہیں ٹالنا چاہا۔

"لیکن اتنی صبح صبح کسی کے گھر نہیں جاتے۔۔"

Zubi Novels Zone

"امی میں کسی کے گھر نہیں علیزے کے گھر جا رہی ہوں۔۔" حناوے نے "کسی" پر زور دیتے ہوئے کہا۔

"لیکن اب علیزے نہیں رہی۔۔"

فاریہ بیگم کے منہ سے بے ساختہ نکلا تھا اور حناوے کے قدم ساکت ہوئے تھے۔

اندر کچھ ٹوٹ سا گیا تھا۔اسکے اس طرح رکنے پر فاریہ بیگم کو اپنے غلط الفاظ بول جانے کا احساس ہوا تھا۔

"میرا مطلب۔۔اکیلے نہیں جانا چاہیے۔۔"

فاریہ بیگم نے سٹپٹا کر بات بدلنا چاہی۔

امی میں سات سال کی بچی نہیں ہوں۔۔اکیلے نہیں ڈرائیور انکل کے ساتھ "جاؤنگی۔۔"

حناوے خود پر قابو پاتی سرد سے لہجے میں کہتی لاؤنج کے دروازے سے باہر نکل گئی تھی۔

"انکل علیزے کے گھر جانا ہے۔۔"

اس نے گاڑی صاف کرتے ڈرائیور کریم سے کہا تھا۔اس نے چونک کر حناوے کو دیکھا تھا۔وہ اتنی صبح کیسے اٹھ گئی تھی۔

"سب ٹھیک تو ہے نا بیٹا۔۔؟"

انہوں نے فکرمندی سے پوچھا۔

"جی انکل سب ٹھیک ہے۔۔آپ گاڑی نکالیں جلدی جانا ہے۔۔"

حناوے نے گاڑی میں بیٹھتے ہوئے کہا اور تبھی گیٹ سے اندر داخل ہوتے شاہ ویز کی نظر حناوے پر پڑی تھی۔وہ جاگنگ سے واپس آیا تھا۔اور صبح کے چھ بجے حناوے کو گاڑی میں بیٹھتے دیکھ کر اسے جھٹکا لگا تھا۔

"کہاں جا رہے ہو۔۔؟"

شاہ ویز نے سخت لہجے میں ڈرائیور سے پوچھا تھا۔بیچارے کریم کے شاہ ویز کی آواز سن کر سانس خشک ہوئے تھے۔

"وہ جی علیزے بی بی کے گھر جا رہے تھے۔۔حناوے بیٹی کو کوئی کام تھا۔۔" باوردی کریم نے دھڑکتے دل کے ساتھ بتایا تھا۔پورے رانا ہاؤس میں وہ سب سے زیادہ شاہ ویز سے ڈرتا تھا۔

"ٹھیک ہے تم دوسری گاڑی کو صاف کرو میں لے جاؤں گا۔۔" شاہ ویز نے سنجیدہ لہجے میں کہا تو کریم سر جھکا کر گیراج کی جانب بڑھ گیا۔ جبکہ شاہ ویز جو ٹراؤزر شرٹ میں ملبوس تھا وہ ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ گیا۔وہ صرف جاگنگ یا واک پر جاتے ہوئے ٹراؤزر شرٹ پہنتا تھا ورنہ وہ کلف لگے شلوار قمیص پہننے کا عادی تھا۔

شاہ ویز کو ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھتا دیکھ کر ایک پل کو حناوے کا سانس رکا تھا۔

اسے ڈر تھا کہ شاہ ویز اب اسے ڈانٹے گا۔

"حناوے آگے آکر بیٹھو۔۔"

شاہ ویز نے حکم دیا تھا۔

"جج۔۔جی۔۔؟"

حناوے حیران ہوئی۔

"علیزے کے گھر جانا ہے نا۔۔؟"

"جج۔۔جی۔۔"

حناوے نے زور زور سے سر کو اثبات میں ہلایا۔

"ٹھیک ہے پھر آگے آجاؤ کیونکہ میں تمہارا ڈرائیور نہیں۔۔"

اسکے سنجیدہ لہجے پر توحناوے بے ہوش ہوتے ہوتے بچی تھی۔وہ خاموشی سے پچھلی سیٹ سے باہر نکل کر شاہ ویز کے سات والی سیٹ پر بیٹھ چکی تھی۔

شاہ ویز نے بنا کچھ کہے گاڑی کو گیٹ کی جانب بڑھا دیا۔گارڈ نے فٹافٹ گیٹ کھولا تو انکی گاڑی رانا ہاؤس سے باہر نکل آئی تھی۔

"کس طرف ہے علیزے کا گھر۔۔؟"

شاہ ویز سامنے سڑک پر نظریں جمائے پوچھ رہا تھا۔

حناوے نے اٹکتے ہوئے علیزے کے گھر کا پتہ بتایا تھا۔شاہ ویز نے گاڑی کا رخ مطلوبہ ٹاؤن جانے والے راستے کی طرف موڑ دیا تھا۔

"اتنی صبح صبح علیزے کے گھر۔۔ خیریت تو ہے نا۔۔؟"

وہ پوری توجہ سے گاڑی ڈرائیو کرتے پوچھ رہا تھا۔

جی۔۔شاہ ویز بھائی مجھے کچھ چیزیں لینی تھیں جو علیزے کے پاس" "تھیں۔۔

حناوے کے لہجے کو ہموار بناتے کہا تھا۔وہ جانتی تھی خضر کی طرح شاہ ویز کو بے وقوف بنانا آسان نہیں تھا۔

"ھمم۔۔"

شاہ ویز نے سر ہلانے پر اکتفا کیا تھا۔وہ جانتا تھا حناوے پوری پاگل تھی اور آج کل تو اسکا دماغ ویسے ہی ٹھکانے پر نہیں تھا۔

اس لئے تو وہ اسے ڈرائیور کے ساتھ بھیجنے کا رسک نہیں لے سکتا تھا۔بلکہ اسکی جگہ رانا ہاؤس کی کوئی بھی لڑکی تو بھی وہ ایسا ہی کرتا۔

باقی سارا رستہ خاموشی سے کٹا تھا۔علیزے کے گھر کے گیٹ کے سامنے گاڑی روکی تو حناوے جلدی سے نیچے اتری۔

"جلدی آجانا۔۔"

شاہ ویز نے تلقین کی۔اور حناوے جی اچھا کہہ کر گیٹ کی جانب بڑھ گئی۔ گارڈ نے حناوے کو پہچان لیا تھا اور بنا کچھ کہے گیٹ کھول دیا جبکہ شاہ ویز گاڑی میں ہی بیٹھے اسکا انتظار کر رہا تھا۔

Zubi Novels Zone

اس گھر سے حناوے کی بھی بہت سی یادیں جڑی تھیں۔وہ جب بھی علیزے سے ملنے آتی تھی وہ دونوں مل کر خوب ہلہ گلہ کرتی تھیں۔کبھی مالی بابا کو تنگ کرنا کبھی گارڈ کی بڑی پستول لے کر سیلفیاں بنانا۔۔

اسے وہ سب یاد آرہا تھا۔لان سے گزرتے ہوئے حناوے کی آنکھیں خود بخود بھیگ گئی تھیں۔

"ارے حناوے بیٹا۔۔تم یہاں اتنی اتنی صبح صبح سب ٹھیک ہے نا۔؟"

علیزے کی ماما جو ملازمہ کے سر پر کھڑی ہو کر لاؤنج کی صفائی کروا رہی تھیں حناوے کو دیکھ کر حیران ہوئیں۔انہیں ہفتے میں ایک ہی دن ملتا تھا جس میں وہ اپنے گھر پر دھیان دے پاتی تھیں۔علیزے کی موت کے بعد انہوں نے معاشرتی وسماجی تقریبات پر جانا کافی کم کر دیا تھا۔

جی آنٹی۔۔میرے کچھ نوٹس اور چیزیں تھیں علیزے کے پاس وہی لینے "آئی ہوں۔۔"

حناوے نے انکے گلے لگتے ہوئے بتایا۔

"ٹھیک ہے۔۔علیزے کا کمرہ ویسا کا ویسا ہی ہے جاؤ خود ہی لے لو۔۔میں تب تک ناشتہ لگواتی ہوں ناشتہ کر کے جانا۔۔"

علیزے کے نام پر مسز ازمیر کی آواز رندھ گئی تھی۔اور حناوے اپنے آنسوؤں پر قابو پاتی سیڑھیوں کی طرف بڑھ گئی تھی۔

علیزے کا کمرہ ویسا کا ویسا ہی تھا۔۔

"علیزے۔۔"

حناوے نے ایک سسکاری لی تھی۔اسے محسوس ہو رہا تھا جیسے علیزے ہمیشہ کی طرح واشروم یا ڈریسنگ روم سے نکل کر اسکے سامنے آجائے گی اور پھر خوشی سے چلاتی اسکے گلے لگ جائے گی۔۔لیکن جانے والے کب لوٹ کر آتے ہیں بھلا۔۔

بیڈ کے سائیڈ ٹیبل پر اسکی اور علیزے کی تصویر فوٹو فریم میں سجی ہوئی رکھی تھی۔دونوں نے ایک جیسے کپڑے پہنے تھے۔

تم نے اچھا نہیں کیا علیزے۔۔بہت برا کیا۔ایک بار مجھے سب بتایا "ہوتا۔۔"

اس نے علیزے کی تصویر سے شکوہ کیا تھا۔اور پھر اسے واپس رکھتی کمرے کا جائزہ لینے لگی۔۔وہ یہاں کچھ ڈھونڈنے آئی تھی اور اسکے پاس وقت کم تھا۔ باری باری اس نے سارے دراز چھان مارے تھے۔دل تیزی سے دھ-ڑک رہا تھا کہ کہیں علیزے کی ماما اوپر نہ آجائے۔

الماری کی تلاشی لیتے ہوئے بالآخر اسکی نظر ایک سیاہ کور والی ڈائری پر پڑی تھی۔

"علیزے کی ڈائری۔۔؟"

حناوے کو حیرت ہوئی تھی۔علیزے نے کبھی ذکر نہیں کیا تھا کہ وہ ڈائری لکھتی تھی۔

اس نے کپکپاتے ہاتھوں سے ڈائری کو کھولا۔

"میری سیاہ اور ناکام محبت کے نام۔۔"

بڑی بڑی لفظوں میں ڈائری کے پہلے صفحے پر لکھا تھا۔حناوے کا دل زور سے دھڑکا۔اسے مطلوبہ چیز مل گئی تھی۔یعنی اس ڈائری میں حناوے کو اس شخص کا سراغ مل سکتا تھا جس سے علیزے محبت کرتی تھی۔

حناوے نے آس پاس نظر دوڑائی تو اسٹڈی ٹیبل پر رکھی کتابوں میں سے ایک کتاب نکالتے ہوئے ڈائری کو اسکے اندر رکھا اور پھر علیزے کے نوٹس والی فائل اٹھا کر کتاب کو اس میں ڈال کر وہ دھڑکتے دل کے ساتھ فائل سمیت کمرے سے باہر نکل گئی تھی۔

"اچھا آنٹی میں چلتی ہوں۔۔"

حناوے نے ناشتے کی میز ناشتہ لگاتی مسز ازمیر سے کہا تھا۔

"ارے بیٹا ناشتہ تو کرتی جاؤ۔۔"

انہوں نے حناوے کو روکنے کی کوشش کی۔

"نہیں آنٹی پھر کبھی آؤں گی ابھی شاہ ویز بھائی باہر انتظار کر رہے ہیں۔۔"

حناوے نے معذرت کی۔

ٹھیک کے بیٹا آتی رہنا۔۔علیزے کے جانے کے بعد یہ گھر سنسان ہو گیا"
"ہے۔۔

انکی باتوں نے حناوے کو پھر سے افسردہ کر دیا تھا۔وہ فائل کو کسی متاع جاں کی طرح تھامے ازمیر ہاؤس سے باہر آئی تھی۔

"مل گئی چیزیں۔۔؟"

اسکے گاڑی میں بیٹھنے پر شاہ ویز نے پوچھا تھا۔

"جی یہ نوٹس تھے مل گئے۔۔"

وہ اپنے دھڑکتے دل پر قابو پاتے ہوئے بولی۔جانے کیوں اسے لگ رہا تھا کہ یہ ڈائری بہت بڑا راز کھولنے والی تھی۔

سارا رستہ خاموشی کی نظر ہوا تھا۔ جیسے ہی وہ لوگ رانا ہاؤس کے گیٹ پر پہنچے دوسری طرف خضر اپنی جیپ لئے گھر سے باہر نکلا تھا۔ اس نے شاہ ویز اور حناوے کو ایک ساتھ دیکھا تو اسے حیرت کا شدید جھٹکا لگا۔

"یہ دونوں ایک ساتھ۔۔اور وہ بھی اتنی صبح صبح۔۔؟"

خضر کو اپنی آنکھوں پر یقین نہیں آیا تھا۔ جس قدر شاہ ویز حناوے سے تنگ تھا اور اسکی حرکتوں پر اسے ڈانٹتا تھا اور حناوے بھی جتنی اس سے خار کھاتی تھی آج وہ دونوں ایک ساتھ تھے۔۔

اس سے پہلے وہ مزید کچھ سوچتا۔۔رانا ہاؤس کا گیٹ کھلا اور شاہ ویز گاڑی اندر لے گیا۔

خضر نے سر جھٹک کر دماغ میں آنے والی سوچوں کو دور کیا اور اپنی جیپ کا رخ اپنی منزل کی جانب کر دیا۔ وہ سادہ کپڑوں میں ملبوس تھا۔ شہر کے ایک مشہور ریستوران کے مالک سے ایک کیس کے سلسلے میں اسکی ملاقات تھی۔

حناوے کی راناہاؤس کے کسی لڑکے سے بنتی نہیں تھی۔وہ ہمیشہ اپنی حرکتوں کی وجہ سے سب سے دور رہی تھی اور آج اسے شاہ ویز کے ساتھ دیکھ کر خضر کو عجیب سا احساس ہوا تھا۔اسکے ذہن میں کوئی غلط سوچ نہیں آئی تھی لیکن دل میں ایک عجیب سی ہلچل مچ گئی تھی۔جو اسکی سمجھ سے باہر تھی۔

دل محبت میں مبتلا ہو جائے
جو ابھی تک نہ ہو سکا ہو جائے

تجھ میں یہ عیب ہے یا خوبی ہے
جو تجھے دیکھ لے تیرا ہو جائے

خود کو ایسی جگہ چھپایا ہے
کوئی ڈھونڈے تو لاپتہ ہو جائے

—

حناوے نے اپنے کمرے میں پہنچنے کے بعد وہ فائل الماری میں کپڑوں کے نیچے چھپادی تھی اسے ڈر تھا کہ کہیں کوئی وہ ڈائری اس سے چھین نہ لے جس میں علیزے نے اپنی محبت کا ذکر کیا تھا۔آج رات مہندی کی رسم تھی اور کل شاہ ویز اور نمل کا نکاح تھا۔۔یعنی شادی۔۔

اور بہت سی تیاریاں باقی تھی۔اسے باقی سب کے ساتھ مل کر مہندی کی تیاریاں بھی کرنی تھیں۔

"تم شاہ ویز کے ساتھ کہیں گئی تھی۔۔؟"

اچانک ابھرنے والی آواز پر حناوے اچھلی۔اس نے پلٹ کر دیکھا تو منال دروازے میں کھڑی تھی۔

"تم نے توڈرا ہی دیا مجھے۔۔"

حناوے نے سینے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔اسکا دل تیزی سے دھڑک رہا تھا۔

"سوری مجھے ناک کر کے آنا چاہیے تھا۔۔"

منال شرمندہ سی کہہ رہی تھی۔

"حد ہے بھئی۔۔یہ تکلفات ہم میں کب سے پیدا ہو گئے۔۔"

اسکی بات پر حناوے نے اسے گھورا۔

"وقت کے ساتھ کافی کچھ بدل جاتا ہے۔۔"

Click On The Link Above To Read More Novels / ✆ / ✉ 0344 4499420
https://www.zubinovelszone.com/

منال نے کھوئے کھوئے لہجے میں کہا۔

"سب ٹھیک ہو جائے گا۔۔میں شاہ ویز بھائی کے ساتھ علیزے کے گھر گئی تھی۔۔جا تو ڈرائیور کے ساتھ رہی تھی پھر شاہ ویز بھائی نے دیکھ لیا۔۔شاید انہیں مجھ پر یقین نہیں تھا اس لئے خود ساتھ لے کر گئے۔۔کھڑوس۔۔

"اونہہ۔۔

ایک پل کیلئے منال کو وہ پرانے والی حناوے لگی۔البتہ اسکی بات سن کر منال کا اٹکا ہوا سانس بحال ہوا تھا۔جانے کیوں اپنے محبوب کو کسی اور کے سنگ دیکھ کر دل جلنے لگتا ہے؟اور ایسا ہی حال منال کا تھا۔۔ایک دن بعد وہ ہمیشہ کیلئے کسی اور کا ہونے والا تھا اور یہ خیال منال کو اندر سے آری کی طرح کاٹ رہا تھا۔

"منال۔۔کیا ہوا۔۔؟"

اسے ساکت کھڑے دیکھ کر حناوے نے پوچھا۔

"نہیں کچھ نہیں۔۔میں تمہیں بلانے آئی تھی کہ نیچے آجاؤ۔۔ناشتہ کرنے کے بعد مہندی کی کچھ تیاریاں کرنی ہے چچی تمہیں بلا رہی ہیں۔۔"

منال اسے پیغام دیتی واپس پلٹ گئی تھی اور حناوے نے ایک گہرا سانس اندر کھینچا تھا۔

جب سے امن مری آیا تھا اسے سب اچھا لگ رہا تھا۔حناوے کا تعلق مری سے تھا۔۔اسکی محبوبہ مری سے تعلق رکھتی تھی اسے یہ خیال خوشی دیتا تھا۔

جب اس نے حناوے کو ملنے کا کہا تھا اور اس نے "سوچ کر بتاؤ نگی" کا جواب

دیا تھا تب سے وہ مری میں ہی تھا۔اسے محسوس ہوتا تھا جیسے مری آ کر اسکے حناوے کے درمیان کا فاصلہ مزید کم ہو گیا تھا۔۔اب بس اسے ملاقات کا انتظار تھا۔

خضر جیسے ہی ریستوران کے اندر داخل ہوا اسکی پہلی نظر امن ملک پر پڑی تھی جو ایک میز پر بیٹھا چائے پی رہا تھا۔خضر امن ملک کو اچھے سے جانتا تھا۔وہ اسے مری میں دیکھ کر حیران رہ گیا تھا۔۔عموماً اسکا بسیرا اسلام آباد میں ہوتا تھا۔لیکن وہ اس وقت مری میں کیا کر رہا تھا؟

اتفاق تھا یا کچھ اور امن کی نظر بھی دروازے کی جانب اٹھی اور اپنے ازلی دشمن خضر حیات پر جا ٹکی۔خضر سے نظر انداز کرتا کاؤنٹر کی جانب بڑھنے لگا تھا جب امن ملک کی آواز گونجی۔

"خیر ہے ایس پی صاحب آج کل بڑے سر گرم نظر آ رہے ہو۔"

امن نے چہرے پر مسکراہٹ سجائے طنزیہ لہجے میں کہا تھا۔اسکی آواز پر خضر کے قدم ساکت ہوئے تھے۔

"ایک چوہا ڈر کر بل میں گھس گیا ہے انتظار میں ہوں کب وہ بل سے باہر نکلے تو اسے پکڑوں۔۔"

خضر نے کاٹ دار لہجے میں جواب دیا تھا۔وہ کونسا کم تھا

"چوہا نہیں شیر کہیے شیر۔۔اور شیر اکیلا ہی جنگل میں گھومتا ہے۔۔شکاری خود ڈر کر بھاگ جاتے ہیں۔۔"

امن ملک کونسا پیچھے رہنے والا تھا۔

"جس دن یہ شیر شکاری کے ہاتھ لگا نا یہ شکاری اُسے جنگل میں نہیں بلکہ سڑکوں پر دوڑا دوڑا کر مارے گا۔۔"

"ابھی تک ایسا کوئی ی شکاری پیدا نہیں ہوا جو شیر تک پہنچ سکے۔۔اسکا شکار
کرنا تو بہت دور کی بات ہے۔۔"

امن ملک پر سکون لہجے میں کہہ رہا تھا۔

"قانون کے ہاتھ بہت لمبے ہوتے ہیں۔۔شیر کی گردن تک پہنچنے میں دیر
نہیں لگائی یں گے۔۔"

خضر حیات نے اسے کچھ یاد دلانا چاہا تھا۔

اسکی بات سن کر امن ملک کا قہقہہ بلند ہوا تھا۔

"شاید آپ بھول گ ئی ے ہیں ایس پی صاحب۔۔ قانون میں اپنی جیب
میں ل ئی ے گھومتا ہوں۔۔"

امن کرسی سے اٹھ کر چلتا ہوا اسکے قریب آیا تھا اور پھر خضر کے کان کے قریب جھک کر رازدانہ انداز میں گویا ہوا تھا۔

خضر کا خون کھول کر رہ گیا تھا۔ جبکہ امن سگریٹ کا کش لگاتا دھواں فضا میں اچھالتا آگے بڑھ گیا تھا۔

یاد رکھنا امن ملک۔۔ ایک دن تمہیں ایسی چیز سے شکست دونگا کہ "
صدیوں تمہاری روح تڑپتی رہ جائے گی_ تم سے وہ چیز چھینوں گا کہ تمہارا غرور تمہارا سب کچھ خاک میں مل جائے گا۔ مٹی ہو جاؤ گے تم مٹی۔۔"

خضر نے ایک ایک لفظ چبا چبا کر کہا تھا۔ یہ تو سچ تھا وہ امن ملک کو بخشنے والا نہیں تھا۔ لیکن کیا امن ملک۔۔ ملک ارباز کا بیٹا اسکے ہاتھ آنے والا تھا بھی یا نہیں۔۔؟؟

اسکی بات سن پر امن ملک پلٹا اور اچنبھے سے خضر کو دیکھا۔اسے خضر کو جلانے میں مزہ آتا۔اپنی تمام تر کوششوں کے باوجود وہ امن کو پکڑ نہیں پایا تھا۔

"امن ملک کو ہراؤ گے۔۔؟"

امن نے قہقہہ لگایا تھا۔

"دیکھتے ہیں۔۔"

وہ پینٹ کی جیب میں ہاتھ اڑستا،ایک آنکھ دبا کر کہتا ریستوران سے باہر نکل چکا تھا۔

جبکہ پیچھے خضر مٹھیاں بھینچ کر رہ گیا تھا۔ریستوران میں بیٹھے کچھ لوگوں نے حیرے سے دونوں کی گفتگو سنی تھی اور پھر امن ملک کے جانے پر واپس اپنے کھانے کی طرف متوجہ ہو چکے تھے۔

"تمہیں تو میں نہیں بخشوں گا امن ملک۔۔"

خضر زیرِ لب بڑبڑایا تھا۔

پورے رانا ہاؤس کو دلہن کی طرح سجایا گیا تھا۔رات کے اندھیرے میں روشنیوں سے جگمگ کرتا رانا ہاؤس دیکھنے والوں پر اپنا ایک الگ تاثر چھوڑ رہا تھا۔

گھر کے سبھی افراد سجے سنورے لاؤنج میں موجود تھے۔

حناوے جب تیار ہو کر نیچے آئی تو رخسار پھوپھو نے اسکی ڈھیروں بلائیں لے ڈالی تھیں۔

رخسار پھوپھو کا والہانہ انداز کبھی کبھی حناوے کو شرمانے پر مجبور کر دیتا تھا۔

"ویسے لڑکیاں جتنی مرضی کوشش کرلیں جانا تو آخر انہیں پھوپھو کے گھر ہی ہوتا ہے۔۔"

رخسار پھوپھو نے جیسے ہی حناوے جان چھوڑی توزیان نے شرارتی لہجے میں کہتے ہوئے بھرپور قہقہہ لگایا تھا۔

"تم اپنا منہ بند رکھو۔۔ایسا نہ ہو تمہیں بھی پھوپھو والی لینی پڑ جائے۔۔"

حناوے نے اسے ڈپٹا۔

"ہائے۔۔جو ہمیں پسند تھا اسے کسی اور کی قسمت میں لکھ دیا گیا۔۔بچے پر ظلم کیا گیا اور تم نے حال تک نہیں پوچھا۔۔"

وہ اداس ہونے کی بھرپور کوشش کر رہا تھا لیکن ایسا ممکن نہیں تھا۔زیان کبھی سنجیدہ نہیں رہ سکتا تھا۔

"اچھا ہوا تمہارے ساتھ ایسا ہی ہونا چاہیے۔۔"

حناوے اسے گھورتی ہادیہ آپی کی طرف بڑھ گئی تھی جو اپنے سسرالیوں سمیت آئی ہوئی تھی۔

سادہ پیلے جوڑے میں بنا میک اپ کے نمل پیاری لگ رہی تھیں۔اداسی کی لپیٹ میں اسکا سوگوار حسن کھل کر سامنے آیا تھا۔ہادیہ آپی نے میک اپ نہیں کرنے دیا تھا۔اور نمل کو ایسی چیزوں کا کوئی خاص شوق بھی نہیں تھا۔ وہ کب سے منال کا انتظار کر رہی تھی جو اسے دس منٹ کا کہہ کر ابھی تک واپس نہیں آئی تھی۔

"مجھے خود ہی دیکھنا ہو گا۔"

نمل اپنا بھاری ڈوپٹہ سنبھالتی جو پن لگا کر سیٹ کیا گیا تھا اپنے کمرے سے نکل کر ساتھ والے منال کے کمرے لی جانب بڑھی۔آہستہ سے دروازہ کھول کر کمرے میں اندر داخل ہوئی تو اندر کا منظر دیکھ کر ساکت رہ گئی۔

منال جائے نماز بچھائے عشاء کی نماز ادا کرنے کے بعد اب دعا مانگ رہی تھی۔

"یااللہ پاک مجھے ہمت دے۔۔میں نہیں دیکھ سکتی یہ سب۔۔میں کیسے شاہ ویز کو نمل آپی کا ہوتے دیکھوں۔۔کیسے۔۔؟؟کسے بتاؤں میں کہ میں انہیں بہت چاہتی ہوں۔۔"

وہ ہچکیوں سے رو رو کر دعا مانگ رہی تھی۔اور دروازے میں کھڑی نمل لڑکھڑا گئی تھی۔اسے اپنے پیروں تلے زمین نکلتی محسوس ہوئی تھی۔

"یااللہ پاک مجھے ہمت دے۔۔میں نہیں دیکھ سکتی یہ سب۔۔میں کیسے شاہ ویز کو نمل آپی کا ہوتے دیکھوں۔۔کیسے۔۔؟؟کسے بتاؤں کہ میں انہیں بہت چاہتی ہوں۔۔"

وہ سسکیوں سے رو رو کر دعا مانگ رہی تھی۔اور دروازے میں کھڑی نمل لڑکھڑا گئی تھی۔اسے اپنے پیروں تلے زمین نکلتی محسوس ہوئی تھی۔

"منال اور شاہ ویز سے محبت۔۔؟"

نمل کے خود کو گرنے سے بچانے کیلئے دروازے کا سہارا لیا تھا۔

"ایسا کیسے ہو سکتا ہے۔۔؟"

نمل کا دماغ ماننے سے انکاری تھا لیکن سامنے کا منظر ثبوت پیش کر رہا تھا کہ منال شاہ ویز سے محبت کرتی تھی۔۔پاگلوں والی محبت۔۔

نمل بنا کچھ کہے آہستگی سے دروازہ بند کر کے واپس اپنے کمرے میں لوٹ آئی تھی۔

وہ پریشان سی سنگار میز کے سامنے رکھی کرسی پر بیٹھی دماغ سائیں سائیں کر رہا تھا۔اسے منال کا یوں چپ چپ رہنا۔۔اور ذیشان سے بات تک نہ کرنا۔۔ یہ سب اب سمجھ آرہا تھا۔

"کیا کروں میں اب۔۔؟"

نمل کو اپنے سر میں درد کی ٹھیسیں اٹھتی محسوس ہوئی تھی۔وہ دونوں ہاتھوں سے سر کو تھام کر بیٹھ گئی تھی۔شاہ ویز رانا ہاؤس کا سب سے شاندار شخصیت کا مالک لڑکا تھا۔۔ نمل کا دل کیوں اس پر نہیں آسکا وہ اسے اب سمجھ آرہا تھا۔۔ کوئی اور تھا جو اسے اپنی دعاؤں میں مانگتا تھا۔۔کیوں شاہ ویزا سے پسند نہیں کر پایا تھا۔۔شاید اسی لئے کہ کوئی اور اسکی محبت میں گرفتار تھا پھر وہ نمل سے کیسے محبت کر لیتا۔۔

کیوں محبتوں میں اور جذبات کی سچائی میں اتنی طاقت ہوتی ہے کہ محبوب ملے نہ ملے۔۔ محبوب کسی اور کا ہو ہی نہیں پاتا۔۔

نمل کی آنکھیں کب نم ہوئیں اسے پتا ہی نہیں چلا۔ہوش تب آیا جب منال دروازہ کھول کر کمرے میں داخل ہوئی۔ نمل نے فٹافٹ ہاتھ بڑھا کر اپنے آنسو صاف کر ڈالے۔

"کیا رہ گیا آپی اب۔۔؟"

منال اسکے پاس آکر پوچھ رہی تھی۔ نمل کے ہاتھ خالی تھے۔اسکی چوڑیاں رہتی تھیں۔

"چوڑیاں رہ گئی ہیں بس۔۔"

نمل نے خود کو نارمل کرتے ہوئے کہا جیسے اس کچھ پتا نہیں چلا۔

Click On The Link Above To Read More Novels / ✆ / ✉ 0344 4499420
https://www.zubinovelszone.com/

وہ غور سے منال کے چہرے کو دیکھ رہی تھی جو پنجوں کے بل بیٹھی اسے چوڑیاں پہنا رہی تھیں۔اسکی آنکھوں پر ہلکی سوزش تھی۔وہ رو کر آئی تھی صاف پتا چل رہا تھا۔پلکوں کی لرزاہٹ اسکے دل کا حال بیان کر رہی تھی۔وہ کتنی پیاری تھی نمل کو آج احساس ہوا تھا۔اور وہ کتنی صبر والی اور سمجھدار تھی اس بات کا احساس بھی نمل کو آج ہی ہوا تھا۔بڑوں کے فیصلے پر اس نے خاموشی سے گردن جھکا دی تھی۔۔ورنہ نمل اچھے سے جانتی تھی کہ ھدی نے حناوے کو کتنا تنگ کیا ہوا تھا۔نمل کے اسکو یوں ٹکٹکی باندھ کر دیکھنے پر منال چونکی۔

"ایسے کیا دیکھ رہی ہو۔۔؟"

منال نے نظریں اٹھا کر پوچھا۔

"میں دیکھ رہی ہوں میری بہن اتنی پیاری اور سمجھدار کب سے ہو گئی
ہے۔۔؟"

نمل کی بات سن کر منال بے ساختہ مسکرادی۔

"پیارے تو وہ ہوتے ہیں جنکے نصیب اچھے ہوں۔۔جنکے نصیبوں میں ہجر کی
تپتی دھوپ جھیلنا لکھا ہو وہ جھلس جاتے ہیں۔۔ہجر انکی ساری خوبصورتی کھا
جاتا ہے۔۔"

منال نے بہت گہری بات کی تھی اب کی بار چونکنے کی باری نمل کی تھی۔

"اور میں کوشش کرونگی کہ اس خوبصورتی کو ہجر کی تپتی دھوپ نہ جھلسا
پائے۔۔اور یہ خوبصورتی ہمیشہ قائم رہے۔۔"

نمل نے جھک کر منال کی پیشانی پر بوسہ دیا تھا۔اسکا لہجہ پر اسرار تھا منال سمجھ
نہیں پائی لیکن نمل کے پیار پر مسکرادی اور اٹھ کر اسے گلے لگا لیا۔

اچھا اب یہ لاڈ بعد میں کر لینا پہلے تیار ہو جاؤ۔۔آج تمہاری بہن کی مہندی ہے اور تم ابھی تک تیار نہیں ہوئی۔۔"

نمل نے اسکی پشت کو سہلاتے ہوئے کہا تھا تو منال جلدی سے الگ ہوئی۔

"میں بس تیار ہو جاتی ہوں تم فکر نہ کرو۔۔"

منال بھی خود پر قابو پا چکی تھی۔وہ نمل کے بیڈ پر رکھا اپنا سوٹ اٹھا کر ڈریسنگ روم کی جانب بڑھ گئی تھی اور نمل بس اسے گہری نظروں سے دیکھ کر رہ گئی تھی۔

"مجھ سے یہ سب نہیں ہوتا۔۔میں نہیں کر سکتا۔۔"

شاویز نے صاف انکار کیا تھا۔حیدر، بخت، رحمن بھائی اور زیان نے اسکے کمرے اسکے گرد گھیرا ڈالا ہوا تھا۔وہ کلف لگے سفید سوٹ میں ملبوس تھا جنکہ زیان ہاتھ میں ایک پیلے اور سبز رنگ کا چمکیلا کرتا تھامے کھڑا تھا۔۔اسکا کہنا تھا کہ شاویز اپنی مہندی پر یہ کرتا پہنتا لیکن شاویز نے انکار کر دیا تھا۔اسے اس طرح کے کپڑے پہننے کا شوق نہیں تھا۔اسکا اندر وڈیروں کا خون تھا اور وہی اسکی شخصیت سے چھلکتا تھا۔اس پر وڈیروں جیسا روپ جچتا تھا۔۔جبکہ وہ سب اسے ایک کول لڑکا بنانے پر تلے تھے۔

"کیوں بھئی اس میں کیا برائی کیا۔۔؟"

بخت نے کرتا تھامتے ہوئے پوچھا۔

"یہ بہت جچے گا تم پر شاویز یقین کرو۔۔اور یہ زیادہ اوور بھی نہیں ہے جس سے تم عجیب لگو گے۔۔"

حیدر نے بھی اپنا فریضہ سرانجام دیا۔

شاویز انکی باتوں سے تنگ آگیا تھا۔

"یار تم لوگ اچھی طرح سے جانتے ہو میں ایسے کپڑے نہیں پہنتا۔۔ پھر کیوں ضد کررہے ہو۔۔؟"

شاویز نے کوفت سے کہا۔

"پہن لے بھائی۔۔ نہیں تو شادی کے بعد بیگم جینے نہیں دیتی کہ مہندی پر وہ زیادہ خوبصورت لگ رہی تھی۔۔"

رحمن بھائی نے اپنے شادی شدہ ہونے کا تجربہ شیئر کیا۔

انکی بات سن وہ چاروں بے ساختہ مسکرا دیئے تھے۔

دیکھ لو نمل رحمن بھائی کی بہن ہے پھر بھی وہ تمہاری طرفداری کر رہے "

"ہیں اور تمہیں سمجھا رہے ہیں۔۔انہیں زیادہ تجربہ ہے اب تو پہن لو۔۔

بخت نے شاویز کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے اسے چھیڑا۔

بیشک نمل میری بہن ہے پھر بھی بیگم تو بیگم ہوتی ہے۔۔اور نمل نے بھی "

بیگم ہی بننا ہے۔۔اور بیگم کیا چیز ہوتی ہے وہ میں تم لوگوں سے بہتر جانتا

"ہوں

رحمن بھائی نے بیچارگی سے کہا تھا انکی بات پر شاویز کے علاوہ باقی سب کا قہقہہ

ابھرا تھا۔

شاویز ہار مانتے ہوئے زیان کے ہاتھ سے کرتا لے کر اسے پہننے چلا گیا تھا۔

"یس۔۔آج تو اس شاویز کے بچے کا روپ ہی بدل دینا ہے۔۔"

اسکے جانے کے بعد زیان خوشی سے اچھلا تھا۔

بس بس زیادہ اچھلنے کی ضرورت نہیں ہے۔۔ابھی وہ باہر نکل آیا اور "
"تمہاری بات سن لی تو تمہارا سانس اٹک جانا ہے۔۔

بخت نے زیان کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر اسے یاد دلایا تھا کہ وہ شاویز تھا۔
آج بیشک اسکی مہندی کی رسم تھی لیکن وہ بدلا تھوڑی تھا۔

"خوش نہ ہونے دینا مجھے۔۔"

زیان نے منہ بسورتے ہوئے کہا۔۔کیونکہ اکثر اسکی کسی نا کسی بات پر شاویز
سے کلاس لگتی رہتی تھی۔

شاویز اور نمل ایک ساتھ بیٹھے بہت اچھے لگ رہے تھے۔ گھر کے بڑے بزرگ سبھی بہت خوش تھے۔ لیکن نہ تو نمل خوش تھی اور نہ ہی شاویز کو اس سب میں کوئی دلچسپی معلوم ہو رہی تھی۔

اس خوبصورت سے کرتے میں اسکی شخصیت اور بھی نکھر آئی تھی۔

منال ان دونوں سے کچھ فاصلے پر بیٹھی تھی۔ اس نے کتنی ہی بار چور نظروں سے شاویز کو دیکھا تھا جو آج بھی سیدھا دل میں اتر رہا تھا۔ زیان تصویریں بنا رہا تھا۔ اسکے کہنے پر دونوں کو زبردستی مسکرانا پڑ تا تھا۔ نمل اچھے سے جانتی تھی منال کے دل پر کیا گزر رہی تھی۔ وہ خود بری طرح سے کشمکش کا شکار تھی۔ ایک طرف سب کا اس پر مان تھا اسکی بڑوں کی نظر میں جو عزت تھی اسے اسکی پرواہ تھی جبکہ دوسری جانب منال کا دل تھا۔۔ وہ نازک سی لکڑی آگ سے کھیل رہی تھی اور اکیلے ہی جھلس رہی تھی۔

"منال سمائل۔۔"

اچانک زیان کی آواز ابھری منال بری طرح چونکی اور اس نے سر جھکا کر اپنی آنکھ کا نم گوشا صاف کیا۔ فلیش لائٹ اس پر پڑی اور آنسو صاف کرتی منال تصویر میں قید ہو کر رہ گئی۔

وہ شاویز کو دیکھنے میں اتنی مگن تھی کہ زیان اسکے سر پر کب پہنچا اسے پتا ہی نہیں چلا۔۔

"ارے یہ کیا تم رو رہی ہو۔۔؟"

زیان حیران ہوا۔

"نہیں ہی بس ایسے ہی۔۔"

منال سے بات نہیں بن پائی۔

زیان نے اسکے نظروں کے زاویے میں اسٹیج پر بیٹھے نمل اور شاویز کو دیکھا۔

اچھا۔۔نمل آپی کو دیکھ کر رو رہی ہو۔۔خیر ہے یار وہ کونسا دور جا رہی"

"ہیں۔۔اسی گھر میں رہیں گی۔۔

زیان نے اسے تسلی دینے والے لہجے میں کہا۔

"ہاں۔۔جانتی ہوں۔۔"

وہ نم آنکھوں سے مسکرا دی۔

"اچھا سنو۔۔وہ آفت کہاں ہے۔۔؟"

زیان نے لان میں رکھی کرسیوں پر نظر دوڑاتے پوچھا اسے حناوے نظر نہیں آ رہی تھی۔باقی سبھی موجود تھے۔ھدی اور سماب ایک جانب بیٹھی تھیں۔بڑے بزرگوں کا گروہ ایک جانب تھا۔لڑکے سبھی ایک جانب تھے لیکن وہ حناوے نظر نہیں آ رہی تھی۔

"میں دیکھتی ہوں اسے۔۔"

منال نے اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے کہا۔۔وہ زیان سے جان چھڑانا چاہتی تھی۔

"اتنا اچھا ڈریس تھا میرا بیڑا غرق کر دیا۔۔"

حناوے بڑبڑاتی لان کی طرف بڑھ رہی تھی۔اسکے پہلے کپڑوں پر امن نے جوس گرادیا تھا۔وہ اب تبدیل کر کے واپس آئی تھی۔

Zubi Novels Zone

"تم کہاں تھی حناوے سب تمہیں ڈھونڈ رہے ہیں۔۔"

منال نے حناوے کے پاس جا کر کہا۔

"ہاں وہ میں ادھر ہی تھی۔۔"

حناوے نے بے دھیانی سے جواب دیا۔اور جب سر اٹھایا تو سامنے ہی نظر حیدر اور بخت کے درمیان خضر پر پڑی تھی جو اسے ہی دیکھ رہا تھا۔ نظریں ملنے پر وہ گڑ بڑا کر چہرے کا رخ موڑ گیا تھا۔

آج سب ہی بہترین لگ رہے تھے۔کچھ دیر بعد مہندی کی رسم شروع ہو گئی تھی۔شاویز اٹھ کر چلا گیا تھا جبکہ گھر کی عورتیں اب نمل کے گرد گھیرا ڈالیں رسم کرنے میں مصروف تھیں۔

"یہ رشوت خور آج کل مجھے کچھ مشکوک لگ رہا ہے۔۔"

خضر بخت کی کسی بات کر قہقہہ لگا کر ہنسا تھا اسکے اس طرح ہنسنے پر حناوے کو حیرت ہوئی تھی۔

ہونہہ۔۔دوسروں کے سامنے سڑیل بنتے ہیں اور آپس میں دیکھو کیسے "دانت پھاڑ پھاڑ کر ہنستے ہیں۔۔"

حناوے کو پتا نہیں کیوں چڑ ہو رہی تھی۔ خضر، حیدر، بخت، زیان، رحمن بھائی اور کاشف بھائی (ھدی کی بڑی بہن ہادیہ آپی کے شوہر) سبھی خوش گپیوں میں مصروف تھے۔ البتہ شاویز خاموش تھا کبھی کبھی مسکرا دیتا تھا۔ وہ بھی زبردستی۔۔

"خضر اچھا لگ رہا ہے نا۔۔؟"

حناوے کو اپنے پیچھے سے آواز سنائی دی تھی اس نے پلٹ کر دیکھا تو ھدی چمکتی آنکھوں سے سب کے جھرمٹ میں بیٹھے خضر کو دیکھ رہی تھی۔

"جی نہیں۔۔۔ بخت سب سے اچھا لگ رہا ہے۔"

حناوے نے جواب دیا۔

"وہ تمہارا بھائی ہے اس لئے کہہ رہی ہو۔۔؟"

ھدی ہنس دی۔

"اور وہ تمہارا ہونے والا منگیتر بھی ہے۔۔"

حناوے نے جیسے یاد دلایا۔ھدی کی پیشانی پر لکیریں ابھریں۔کوئی کتنا ہی شاندار کیوں نہ ہو ہمیں اپنی محبت کے سامنے ہیچ ہی لگتا ہے۔

"ایسا کبھی نہیں ہو گا۔۔"

ھدی نے چڑ کر کہا۔

"دیکھو ھدی۔۔بخت بھائی بہت اچھے ہیں انکا دل مت توڑ دینا۔۔"

حناوے نے بخت کی طرف دیکھتے ہوئے کہا تھا جو اسکے لئے بہت اہم تھا۔

"اور میرا دل اسکی پرواہ نہیں تمہیں۔۔؟"

ھدی کی آواز رندھ گئی تھی۔

"مجھے پرواہ ہے۔۔ لیکن میں کیا کر سکتی ہوں۔۔؟"

حناوے نے بے بسی سے پوچھا۔

"تم سب کر سکتی ہو اگر چاہو تو۔۔"

ھدی نے پراسرار لہجے میں کہا تھا۔ حناوے نے چونک کر اسے دیکھا۔

Zubi Novels Zone

رخسار پھوپھو تم سے بہت پیار کرتی ہیں نا۔۔ تم انہیں اعتماد میں لے سکتی "

ہو۔۔"

ھدی نے ڈھکے چھپے لفظوں میں اسے بڑا کام کرنے کو کہا تھا حناوے حیرت سے ھدی کو دیکھ رہی تھی جو کسی صورت خضر سے پیچھے ہٹنے کو تیار نہیں تھی۔

آج اس دشمن جان کی مہندی تھی۔اور ارحم اسکی آواز سننے کو تڑپ رہا تھا۔

"ارحم۔۔بیٹا یہ کیا حالت بنا رکھی ہے۔۔؟"

وہ کمرے میں اندھیرا کئے اپنے خوابوں کے ٹوٹنے کا ماتم کر رہا تھا جب مسز ملک اسکے کمرے میں داخل ہوئی۔

"مام۔۔یہ لوگ وفا کیوں نہیں کرتے۔۔؟"

وہ کسی بچے کی طرح پوچھ رہا تھا۔مسز ملک اسکے بیڈ پر بیٹھ چکی تھیں۔ارحم نے انکی گود میں سر رکھتے ہوئے پوچھا۔اسکی آنکھیں نم تھیں۔اسکے جذبات مسز ملک سے چھپے نہیں رہ سکے تھے۔

"کچھ لوگ مجبور ہوتے ہیں بیٹا۔۔اور جو مجبور ہوا سے مزید مجبور نہیں کرتے۔۔۔ نمل بھی مجبور ہے تم اسکی پریشانیوں میں اضافہ مت کرنا۔۔وہ تمہارا نصیب ہی نہیں تھی۔۔"

مسز ملک نے اسے سمجھایا۔انکی بات پر ارحم تڑپ کر رہ گیا تھا۔وہ تو خود اسے دکھی نہیں دیکھ سکتا۔۔کیونکہ وہ ارحم ملک تھا۔۔امن ملک ہوتا تو اب تک چھین لیتا اپنی محبت کو۔۔۔

لیکن ارحم نے یہ سب نہیں سیکھا تھا۔

"میں اسے پریشان کرنے کا سوچ بھی نہیں سکتا۔۔"

وہ بے بسی سے مسکرا دیا۔

"بس پھر صبر کرو۔۔اللہ کو کرے گا بہتر ہی کرے گا۔۔"

Click On The Link Above To Read More Novels / / 0344 4499420
https://www.zubinovelszone.com/

مسز ملک نے اسکے بالوں میں ہاتھ پھیرتے ہوئے دلاسہ دیا۔

"صبر ہی نہیں ہو رہا ماما۔۔کیا کروں۔۔؟"

ہزار کوششوں کے باوجود بھی ارحم کا گلہ رندھ گیا تھا۔مسز ملک کی آنکھیں نم ہوئیں۔

"اللہ تمہاری ہر خواہش پوری کرے اور تمہیں ڈھیروں خوشیاں دے۔۔"

ارحم کی پیشانی چومتے ہوئے مسز ملک نے دعا دی تھی۔ارحم کو اپنے اندر سکون اترتا محسوس ہوا تھا۔وہ جو پچھلی کئی راتوں سے سو نہیں پایا تھا۔۔ماں کی آغوش میں نیند کی وادی میں اتر گیا۔

اگلے دن ہر طرف گہما گہمی تھی۔رانا ہاؤس کے سبھی افراد بہت پرجوش تھے۔نمل کے سر میں شدید درد تھا۔وہ سوچ سوچ کر پاگل ہو گئی تھی کہ کیا کرے۔۔؟

ابھی وہ انہی سوچوں میں مگن تھی کہ اسکے موبائل پر بیل ہوئی نمل نے دیکھا تو ارحم کا فون تھا۔۔نمل کے چہرے پر رنج ابھرا۔۔

"اللہ پاک کس آزمائش میں ڈال دیا ہے آپ نے مجھے۔۔"

وہ نم لہجے میں اللہ سے شکوہ کر رہی تھی۔

ہم کبھی بہت اچھے دوست رہے ہیں نمل۔۔ایک اچھے دوست کی حثیت "سے ہی سہی ایک آخری بار بات کر لو۔۔"

اسکے فون نہ اٹھانے پر ارحم کا میسج تھا۔کیسی التجا تھی اسکے لفظوں میں نمل کا دل ڈوب کر ابھرا تھا۔۔کچھ دیر سوچنے کے بعد بالآخر اس نے خود ہی ارحم کا نمبر ملایا جو اسکے جواب کا انتظار کر رہا تھا۔

"کیسی ہو نمل۔۔؟"

ارحم نے بے تاب لہجے میں پوچھا تھا۔ایک بار تو نمل کا دل کیا کہ وہ پھوٹ پھوٹ کر رو دے اور ارحم کو بتائے کہ وہ ٹھیک نہیں ہے۔۔وہ کس مشکل میں ہے وہ بتا دے۔۔اسکی جان سولی پر اٹکی تھی وہ سب کہہ دے۔۔لیکن وہ خود پر قابو پانے کی کوشش کر رہی تھی۔

"نمل۔۔"

ارحم نے اسکے جواب نہ دینے پر محبت سے چور لہجے میں اسے پکارہ تھا۔

"جی بولیں۔۔"

آنسو صاف کرتے ہوئے نمل نے سخت سے لہجے میں کہا۔۔ارحم کا اسے یوں پکارنا اسکی جان لیتا تھا۔

"کیوں کر رہی ہو یہ سب۔۔؟"

ارحم اسکے لہجے کو نظرانداز کر گیا تھا۔وہ کیسے بتاتا کہ وہ کس آگ میں جھلس رہا تھا۔۔اسکے رات دن کانٹوں پر گزر رہے تھے۔

"آپ نے یہ پوچھنے کیلئے فون کیا ہے۔۔؟"

نمل نے سپاٹ لہجے میں پوچھا۔وہ نہیں چاہتی تھی کہ وہ ارحم کے سامنے کمزور پڑے۔

نہیں۔۔۔بلکہ میں کچھ کہنا چاہتا ہوں۔۔اگر آج نہیں کہا تو پھر ساری عمر"

"خود کو کوستا رہوں گا۔۔

نمل کے دل کی دھڑکن تیز ہوئی۔جانے وہ کیا کہنے والا تھا۔

"میں تم سے بہت محبت کرتا ہوں نمل۔۔بہت چاہتا ہوں تمہیں۔۔"

اسکے اظہار پر نمل دھک سے رہ گئی تھی۔

جذبات کو الفاظ میں بیان کرنا مجھے نہیں آتا۔۔اور مجھے لگتا تھا شاید تم"

میرے جذبات سمجھتی ہو۔۔مجھے لگتا تھا ہمارے رشتے کو الفاظ کی ضرورت

نہیں پڑے گی۔۔مجھے لگتا تھا ہمارے رشتے میں بس محبت ہی محبت ہے۔۔

"اور مجھے لگتا تھا کہ تم بھی مجھے چاہتی ہو۔۔

نہیں ہر گز نہیں۔۔میں نہیں چاہتی تمہیں۔۔میں شاویز سے محبت کرتی" ہوں۔۔اور آج میری شادی ہونے والی ہے۔۔مجھے امید ہے آئندہ تم میرے راستے میں نہیں آؤ گے۔۔"

نمل نے ارحم کی بات کاٹ کر کہا تھا۔۔ارحم کا دل ٹوٹ کر کرچی کرچی ہوا تھا۔

"نمل میں۔۔۔"

ارحم کچھ کہنا چاہتا تھا لیکن نمل فون بند کر چکی تھی۔فون بند کرنے کے بعد وہ پھوٹ پھوٹ کر رو دی تھی۔ابھی تو اسے ایک بڑا فیصلہ کرنا تھا۔

کچھ دیر بعد بیوٹیشن آگئی تھی۔اس نے نمل کو تیار کرنے کا کہا تو نمل ایک دم کھڑی ہو گئی۔

"کیا ہوا۔۔؟"

Click On The Link Above To Read More Novels / ✆ / ✉ 0344 4499420
https://www.zubinovelszone.com/

بیوٹیشن نے حیرانی سے پوچھا۔

"مجھے کچھ ضروری کام ہے۔۔میں ابھی آتی ہوں۔۔"

وہ سنجیدہ لہجے میں کہتی کمرے سے باہر نکل گئی۔اب اسکا رخ نیچے شاویز کے کمرے کی طرف تھا۔

وہ اسے لاؤنج میں ہی شہناز تائی کے پاس بیٹھا مل گیا تھا جو انکی نظر اتار رہی تھیں۔

"شاویز مجھے آپ سے ضروری بات کرنی ہے۔۔"

نمل نے براہ راست شاویز سے کہا تھا۔شاویز سمیت لاؤنج میں بیٹھے سبھی لوگ چونکے تھے۔

"بولو۔۔"

شاویز نے غور سے اسکی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"یہاں نہیں۔۔اکیلے میں بات کرنی ہے۔۔"

اب کی بار لاؤنج میں خاموشی چھاگئی تھی۔شاویز ایک جھٹکے سے اٹھا اور نمل کی طرف بڑھا جس نے ڈرائنگ روم کی طرف قدم ب۔ڑھا دیئے تھے۔

"یہ کیا پاگل پن ہے نمل۔۔؟"

شاویز کو اسکا یوں سب کے سامنے اکیلے بلانا معیوب لگا تھا۔

پہلے ٹھنڈے دماغ سے میری بات سن لیں۔۔مجھے کوئی شوق نہیں ہے آپکو "بلانے کا۔۔"

نمل نے سخت لہجے میں اسکی بات کا جواب دیا۔

"بولو کیا بات کرنی ہے۔۔"

شاویز ٹھٹکا تھا۔

"میں آپ سے شادی نہیں کر سکتی۔۔"

نمل نے گویا دھماکہ کیا تھا۔اسکا دل دھک دھک کر رہا تھا وہ جانتی تھی اسکی یہ بات سن کر رانا ہاؤس میں قیامت آجائے گی لیکن وہ اب شادی ہر گز نہیں کر سکتی تھی۔

"یہ کیا بکواس ہے نمل۔۔ تم ہوش میں تو ہو۔۔؟"

گھنی مونچھوں تلے شاویز کے لب بھینچ گئے۔

"میں ٹھیک کہہ رہی ہوں۔۔میں کسی قیمت پر یہ شادی نہیں کر سکتی۔۔ مجھ سے کسی قسم کی زبردستی نہ کی جائے۔۔"

شاویز کو اسکے لہجے سے بغاوت کی بو آئی تھی اسکا دل کر رہا تھا کہ وہ نمل کا گلہ دبا دے۔

"تمہارے دماغ میں جو فتور بھرا ہے اسے نکال دو۔۔ تم اپنی بے وقوفی کی وجہ سے خاندان کی عزت کو داؤ پر نہیں لگا سکتی۔۔"

شاویز دبی دبی آواز میں چلا رہا تھا۔ جبکہ نمل سر جھکائے کھڑی تھی۔

اس سے پہلے نمل کو کچھ کہتی اچانک شہناز تائی کی آواز ابھری تھی۔

"دیکھا میں نے پہلے ہی کہا تھا۔۔ یہ لڑکی ضرور کوئی نہ کوئی گل کھلائے گی۔۔"

شہناز تائی کاٹ دار لہجے میں کہہ رہی تھیں۔ انکی آواز اونچی تھی۔ کچھ دیر بعد پورا گھر ڈرائنگ روم میں اکٹھا ہو گیا تھا۔

"یہ میں کیا سن رہا ہوں نمل۔۔؟"

عثمان صاحب نے غصے سے پوچھا۔

"جی بابا آپ نے ٹھیک سنا ہے۔۔میں یہ شادی نہیں کر سکتی۔۔"

نمل نے دھڑکتے دل کے ساتھ جواب دیا تھا۔عثمان صاحب کا ہاتھ اٹھا اور نمل کے گال پر نشان چھوڑ گیا۔نمل دھک سے رہ گئی تھی۔رانا ہاؤس پر موت جیسی خاموشی چھا گئی تھی۔

"عثمان تم سے کس نے حق دیا کہ بچی پر ہاتھ اٹھاؤ۔۔؟"

قدسیہ بیگم گرجی تھیں۔نمل سر جھکائے آنسو بہانے میں مصروف تھی۔

کوئی سمجھ نہیں پا رہا تھا کہ کیا ہوا تھا۔کارڈ بانٹے جا چکے تھے۔مہمان پہنچنے والے تھے اور وہ نکاح کے دن جواب دے رہی تھی۔

"دادی ماں۔۔"

نمل روتے ہوئے قدسیہ بیگم کی جانب بڑھیں اور پھر انکے گلے لگ گئی۔

مانا کہ شادی کا فیصلہ ہم بڑوں نے سوچ سمجھ کر کیا تھا اسکا یہ مطلب نہیں "

"کہ بچوں کے ساتھ زبردستی کی جائے۔۔

قدسیہ بیگم نے روتی ہوئی نمل کو چپ کرواتے ہوئے کہا۔

عزت دار لڑکیاں بڑوں کے فیصلے رد نہیں کرتیں۔۔ارے میری ہادیہ نے "

تو اف تک نہیں کہا تھا جب اسکی شادی ہوئی۔۔وہ تو خاندان سے باہر گئی

"تھی۔۔

شہناز تائی نے طنز کرنا ضروری سمجھا۔

"امی چپ کر جائیں۔۔"

پاس کھڑی ہادیہ نے ہاتھ پکڑ کر شہناز تائی سے چپ رہنے کی التجا کی تھی۔انکی بات سن کر حسن صاحب نے گھور کر اپنی بیگم کو دیکھا جو نمل سے بلا وجہ خار رکھتی تھیں۔

معاملہ سنگین تھا سوچ سمجھ کر نتیجہ نکل سکتا تھا۔

دادی ماں آپ نے کہا تھا کہ میری نمل کبھی کچھ غلط نہیں کر سکتی۔۔تو"
"میرا یقین کریں میں کچھ غلط نہیں کر رہی۔۔
نمل نے قدسیہ بیگم کا ہاتھ دباتے ہوئے دہائی دی تھی۔قدسیہ بیگم کو نمل کی آنکھوں اور لہجے میں سچائی کی جھلک نظر آئی تھی۔یقیناً کوئی بڑی بات تھی تبھی نمل نے یہ فیصلہ لیا تھا۔

"ٹھیک ہے ہمیں سوچنے کا کچھ وقت دیا جائے۔۔"
خیام رانا نے حکم دیا تھا۔سبھی بچے ڈرائنگ روم سے باہر نکل گئے تھے۔
منال تو حیرانی سے نمل کو دیکھ رہی تھی۔ڈرائنگ روم میں اب بڑے بزرگ موجود تھے۔شاویز کا غصے سے دماغ پھٹنے والا ہو گیا تھا۔اسے کسی صورت اپنی عزت کا تماشہ منظور نہیں تھا۔وہ بے چینی سے لاؤنج میں ٹہل

رہا تھا۔ کچھ دیر اسے نمل اور نمل کو اندر طلب کیا گیا تھا۔ وہ دونوں سر جھکائے اندر چلے گئے تھے۔

"یہ شادی کسی صورت نہیں رک سکتی کیونکہ کارڈ بٹ چکے ہیں اس سے ہماری بدنامی ہو گی۔۔"

خیام رانا نے نمل اور شاویز کو دیکھتے ہوئے کہا۔ نمل کا دل ٹوٹ گیا تھا اسے امید نہیں تھی کہ اسکی بات کو یوں رد کر دیا جائے گا۔

"ہاں البتہ ہم زبردستی شادی کے حق میں نہیں ہیں اس لئے ہم نے فیصلہ کیا ہے کہ شاویز کی شادی اب نمل سے نہیں بلکہ منال سے ہو گی۔۔"

قدسیہ بیگم نے گویا دھماکہ کیا تھا۔ شاویز کا سر چکرا کر رہ گیا تھا جبکہ نمل حیرت سے دادی ماں کی طرف دیکھ رہی تھی جنکی آنکھیں مسکرا رہی تھیں۔

"یہ کیسا مذاق ہے دادا ابو۔۔؟"

شاویز گویا گر جاتھا۔اس نے پہلی دفعہ بڑوں کے سامنے اس لہجے میں بات کی تھی۔

"منال سے شادی۔۔؟وہ بچی ہے ابھی اور مجھ سے بہت چھوٹی ہے۔۔"

تو برخوردار ہم کونسار خصتی کر رہے ہیں۔۔آج بس نکاح ہو گا رخصتی منال "کی پڑھائی مکمل ہونے پر ہو گی۔۔"

خیام رانا اپنا فیصلہ سنایا۔شاویز تلملا کر رہ گیا تھا۔

"تمہیں کوئی اعتراض ہے۔۔؟لیکن سوچ لو عزت کا سوال ہے۔۔"

قدسیہ بیگم نے شاویز سے کہا۔

Click On The Link Above To Read More Novels / ✆ / ✉ 0344 4499420
https://www.zubinovelszone.com/

نہیں میری اتنی ہمت کہاں کہ میں بڑوں کے فاصلے کے خلاف جا"

"سکوں۔۔

شاویز نے جل بھن کر جواب دیا۔ نمل کے لبوں پر مسکراہٹ ابھری۔ وہ جو چاہتی تھی وہی ہونے جارہا تھا۔ شہناز تائی بھی خاموش تھیں انہیں نمل قبول نہیں تھی البتہ منال کم گو تھی وہ جو کہہ لیتیں منال کوئی مسئلہ نہیں کرنے والی تھی اس لئے انہیں منال قبول تھی۔

"تم جاؤ نمل اور منال کو بھیجو۔۔"

قدسیہ بیگم نے کہا تو نمل اپنی خوشی پر قابو پاتی باہر کی جانب بھاگی۔

"جاؤ تمہیں اندر بلایا گیا ہے۔۔"

نمل نے منال سے کہا۔

"لیکن کیوں۔۔؟

وہ حیران ہوئی۔

"جاؤ تو سہی۔۔"

نمل نے اسے بازو سے پکڑ کر اندر کی جانب دھکیلا۔وہ لرزتے قدموں سے اندر داخل ہوئی۔

"آپ لوگوں نے بلایا مجھے۔۔؟"

منال نے ڈر ڈر کر پوچھا۔

"بیٹا ہم تمہارا نکاح شاویز سے کر رہے ہیں وہ بھی آج ہی۔۔ تمہیں کوئی مسئلہ تو نہیں۔۔؟"

قدسیہ بیگم نے اسے اپنے پاس صوفے پر بٹھاتے ہوئے پوچھا۔

"ج۔۔جی۔۔؟"

منال کیلئے یہ خبر کسی دھماکے سے کم نہیں تھی۔وہ حیرت سے آنکھیں پھاڑے قدسیہ بیگم کو دیکھ رہی تھی۔

"بولو بیٹا۔۔تمہیں کوئی اعتراض تو نہیں۔۔؟"

اس بار حسن صاحب نے پوچھا تھا۔۔وہ نہیں چاہتے تھے انکا شہزادوں جیسا بیٹا کسی ان چاہے رشتے میں بندھ جائے اور عمر بھر خوش نہ رہے۔

شاہینہ پھوپھو نے بے چینی سے پہلو بدلا تھا۔انہوں نے منال کو اپنے ذیشان کیلئے مانگا تھا جو کام کی وجہ سے شادی میں نہیں آسکا تھا اور اب منال کا نکاح شاویز سے کیا جارہا تھا۔شاہینہ پھوپھو کو دکھ ہورہا تھا لیکن وہ کچھ نہیں کرسکتی تھیں۔

"نہیں آپ لوگوں کے فیصلے پر مجھے کوئی اعتراض نہیں۔۔"

منال نے سر جھکا کر جواب دیا تھا۔ لیکن سچ تو یہ تھا کہ دل پسلیاں توڑ کر باہر نکلنے کو تیار تھا۔

"شاباش جیتی رہو میری بچی۔"

قدسیہ بیگم نے اسے خود کے ساتھ لگایا۔ شاویز اپنی پیشانی مسلتا کمرے سے نکل گیا تھا۔ جبکہ منال حیران و پریشان بیٹھی تھی۔۔ یہ تو معجزہ ہی ہوا تھا وہ دعائیں مانگ کر تھک گئی تھی۔۔ اس نے خواب میں بھی نہیں سوچا تھا شاویز کو اسکا بنا دیا جائے گا۔ وہ دل ہی دل میں اللہ کا شکر ادا کر رہی تھی۔

—

گولڈن اور مہرون رنگ کے لہنگے میں منال دلہن بنی غضب ڈھا رہی تھی۔
اسکے دل کی خوشی نور بن کر چہرے سے پھوٹ رہی تھی۔

"بہت پیاری لگ رہی ہو ماشاءاللہ۔۔"
نمل نے اسکی ڈھیروں بلائیں لے ڈالی تھیں۔ منال کا شرم سے برا حال ہو رہا تھا۔ اسکے وہم و گمان میں بھی شادی کا ارادہ تک نہیں تھا۔۔اور کہاں اب اسے شاویز کا بنایا جا رہا تھا۔

"تم خوش ہو نا منال۔۔؟"
نمل نے اسے خاموش دیکھ کر پوچھا۔

"جی۔۔"
وہ چہرہ جھکا گئی۔

آج اسے جو بھی دیکھ رہا تھا حیران ہو رہا تھا۔وہ کسی اور دنیا سے آئی پری معلوم ہو رہی تھی۔

ماریہ بیگم نے منال کا صدقہ دیا۔وہ بھی حیران تھیں کہ کہاں نمل کی شادی ہونی تھی اور اب منال کا نکاح ہو رہا تھا۔

کچھ دیر بعد نکاح ہوا تھا۔منال نے دھڑکتے دل کے ساتھ نکاح نامے پر سائن کئے تھے۔وہ اب مسز شاویز رانا تھی۔۔اسے اپنے آپ معتبر لگنے لگا تھا۔پتا نہیں یہ محبت پانے کی خوشی تھی یا شاویز سے جڑنے کی۔۔۔آج منال کو سب اچھا لگ رہا تھا اس کا دل کر رہا تھا زور زور سے ہنسے۔۔گنگنائے اپنی خوشی کا اظہار کرے لیکن فطری شرم آڑے آ رہی تھی اور وہ خاموش بیٹھی رہی۔

کچھ دیر بعد جب اسے شاویز کے ساتھ بٹھایا گیا تو ایک پل کیلئے شاویز بھی اسے دلہن کے روپ میں دیکھ کر حیران رہ گیا تھا۔۔

لیکن دوسرے ہی پل اسکے ذہن میں آنے والے خیال نے اسکے چہرے پر سختی پھیلادی۔اسے محسوس ہو رہا تھا منال کے سر پر اسے تھوپا گیا ہے۔۔

ظاہر ہے جب بڑی بہن ناپسند کرتی تھی تو چھوٹی پسند کرنے سے رہی۔۔۔

شاویز شیر وانی پہنے ہوا تھا۔وہ دونوں ایک دوسرے کے سنگ بیٹھے اتنے مکمل لگ رہے تھے کہ لوگ بار بار انہیں ہی دیکھ رہے تھے۔

"اسے کہتے ہیں دلہن بدلائی۔۔"
زیان نے منال کے قریب آکر سرگوشی کی تھی۔

"کیا مطلب۔۔؟"
منال چونکی۔

کل تم دور بیٹھ کر نمل آپی اور شاویز بھائی کو دیکھ رہی تھی اور آج تم خود" دلھن کے روپ میں شاویز کے ساتھ بیٹھی ہو۔۔دلھن بدلی گئی۔۔اس لئے "دلھن بدلائی کہا۔۔

زیان کی بات سن کر منال کے چہرے پر مسکراہٹ ابھری تھی۔اس نے اپنے آپکو بہت ہلکا پھلکا محسوس کیا تھا۔

دل تو نمل کا کرلا رہا تھا صبح اس نے کیسے ارحم کا دل توڑا تھا۔لیکن وہ مطمئن تھی اس نے جو کیا تھا وہ ٹھیک تھا۔

بڑوں کے فیصلے کے مطابق حناوے اور خضر کی منگنی بھی آج ہی تھی۔اسٹیج پر منال اور شاویز کے پاس دو لوگوں کے بیٹھنے کی جگہ اور تھی۔

فاریہ بیگم حناوے کا ہاتھ پکڑ کر لائیں تھی اور پھر اسے اسٹیج پر بٹھا دیا۔

حناوے کا یہ سب دیکھ کر پہلے ہی دماغ چکرایا ہوا تھا۔وہ ایک طرح سے دماغی طور پر غیر حاضر تھی۔

اسے ہوش تب آیا جب رخسار پھوپھو نے مخملی ڈبیا خضر کو پکڑائی اور اس نے انگوٹھی پہنانے کیلئے حناوے کا ہاتھ مانگا۔

حناوے نے چونک کر خضر کو دیکھا جسکے چہرے پر سنجیدگی چھائی تھی حناوے اسکے تاثرات سے اسکے خوش اور ناخوش ہونے کا اندازہ نہیں لگا سکی۔

"ہاتھ آگے بڑھاؤ سب دیکھ رہے ہیں۔۔"

خضر نے سخت لہجے میں کہا۔

زیادہ خوش ہونے کی ضرورت نہیں ہے میں تم سے کبھی شادی نہیں "کرونگی۔۔"

حناوے نے ہاتھ آگے بڑھاتے ہوئے غصے سے کہا تھا۔ خضر کا دل کیا وہ اپنا سر پیٹ لے۔

منہ بند کر کے بیٹھو۔۔مجھے بھی کوئی شوق نہیں ہے اپنی پسندیدہ انگوٹی" تمہیں پہنانے کا بلکہ جس سے دوسری شادی کرونگا اُسے یہ پہناؤں گا۔۔تم "کچھ دیر بعد مجھے واپس کر دینا۔۔

وہ دھیمے لہجے میں کہتا حناوے کو سلگا گیا تھا۔

"رشوت خور۔۔"

حناوے غصے سے بڑبڑائی تھی۔

آپ دونوں باتیں بعد میں کر لینا آپ لوگوں کو وقت دیا جائے گا۔ابھی" "مسکرا کر ادھر دیکھیے تصویر بنانی ہے مجھے۔۔

زیان چھیڑنے سے باز نہیں آیا تھا۔اسکی بات سن کر خضر سٹپٹا گیا تھا جب حناوے ڈھیٹ اس پر کوئی اثر نہیں ہوا تھا۔

جہاں شاویز اور منال ایک دوسرے کے ساتھ اچھے لگ رہے تھے وہیں حناوے کو خضر کو دیکھ کر "ایک دوسرے کیلئے بنے" والا جملہ ذہن میں آتا تھا۔

رخسار پھوپھو بہت خوش تھی۔ سبھی خوش تھے بس ایک ھدی کچھ فاصلے پر کھڑی خضر اور حناوے کو دیکھ کر تلملا رہی تھی۔

"اتنے غور سے مت دیکھو۔۔بہت جلد ہم وہاں موجود ہونگے۔۔"

کسی نے ھدی کے کان کے قریب سرگوشی کی تھی۔۔وہ اچھلی اور چونک کر اپنے دائیں جانب دیکھا تو بخت اسے دیکھ کر مسکرا رہا تھا۔ھدی کی تیوری چڑھی۔

"مجھے کوئی شوق نہیں تمہارے ساتھ وہاں بیٹھنے کا۔۔"

ھدی نے سرد سے لہجے میں جواب دیا۔

"کیا مطلب۔۔۔؟"

بخت جو اس پر جھکا ہوا تھا چونک کر سیدھا ہوا۔

"مطلب مجھے تم میں کوئی دلچسپی نہیں اور نہ مجھے تم پسند ہو۔۔"

وہ بے حس بنی اسکے دل کے ٹکڑے کر رہی تھی۔بخت ساکت رہ گیا تھا۔اس سے پہلے وہ کچھ کہتا ھدی پیر پٹختی وہاں سے ناک آؤٹ کر گئی تھی۔

اور بخت پریشان کھڑا تھا کہ اس نے یہ کیوں نہیں سوچا کہ ھدی اسے ناپسند بھی کر سکتی ہے۔۔

وہ رانا ہاؤس سب سے خوش مزاج لڑکا تھا۔محبتوں کا باسی۔۔عزتوں کا امین۔۔اس نے تو جب سے رشتہ طے ہوا تھا اب تک ھدی سے بات نہیں کی تھی اور اب وہ اسکے سارے خواب توڑ کر چلی گئی تھی۔بخت نے اسے دور تک جاتے دیکھا تھا اسکی خاموش محبت کا یہ صلہ دیا گیا تھا۔

تلاطم سانس کا، سینے میں ہے ٹوٹا ہوا کل سے
وہ مجھکو بھول بیٹھا ہے، میرا وجدان کہتا ہے

ملاقاتیں نہیں ممکن، تعلق بھی محال اب تو
تیرے لہجے کی چاہت کا، چھپا فقدان کہتا ہے

تیری آنکھوں سے یہ قیدی، گرے گا اشک کی مانند
یہاں سے بھاگ جانے کو، مجھے زندان کہتا ہے

محبت کھیل ایسا ہے، جہاں سب ہار کے جیتے
یہ بازی ہم ہی ہاریں گے، یہ ہر میدان کہتا ہے

یوں توڑو رابطے مجھ سے، یا چاہے راستے بدلو
بُھلا پھر بھی نہ پاؤ گے، میرا امکان کہتا ہے

کسی بے بس کی آھوں کا، سمندر لے کے ڈوبے گا
خسارہ تم ہی پاؤ گے سُنو، میزان کہتا ہے____!!

Zubi Novels Zone

بخت نے ہدی کو دور تک جاتے دیکھا تھا اسکی آنکھیں جلنے لگی تھیں۔اس نے کبھی سوچا بھی نہیں تھا کہ ہدی کا رویہ اسکے ساتھ ایسا ہوگا۔

بخت نے ایک بوجھل سانس فضا میں خارج کیا اور خاموشی سے اندر کی جانب بڑھ گیا۔اسے صبح واپس جانا تھا۔اور اب یہاں ٹھہرنا اسکے لئے مشکل ہو رہا تھا۔

وہ جبڑے بھینچے سب سے نظر بچاتا اپنے کمرے کی جانب بڑھ گیا تھا تا کہ اپنی پیکنگ کر سکے۔

رات کے ایک بجے منال کو واپس اسکے کمرے میں بھیج دیا گیا تھا۔اسکا اور شاویز کا نکاح ہوا تھا رخصتی منال کی پڑھائی مکمل ہونے پر رکھی گئی تھی۔وہ آئینے کے سامنے کھڑی اپنے سجے سنورے روپ کو دیکھ رہی تھی۔چہرے پر شرمگیں مسکراہٹ پھیلی تھی۔

اسکے لئے اتنا ہی کافی تھا کہ اسے شاویز کی بنا دیا گیا تھا۔اسے اپنے نصیب پر حیرت ہو رہی تھی۔اسے یہ سب ایک خواب کی مانند لگ رہا تھا۔

تبھی دروازے پر دستک ہوئی اور نمل کمرے میں داخل ہوئی۔وہ دھیرے دھیرے قدم بڑھاتی منال کے قریب آئی تھی۔

"خوش ہو تم۔۔؟"

اس نے دھیرے سے منال کے کان میں سرگوشی کی جو جانے کن خیالوں میں کھوئی ہوئی تھی۔ نمل کی آواز پر وہ بری طرح چونکی۔

"ج۔۔جی۔۔۔آپی۔۔"

منال جھینپ گئی تھی۔

"ہمیشہ خوش رہو۔۔"

نمل نے اسے گلے لگایا۔اسکے اندر سکون اتر گیا تھا۔منال خوش تھی اسکے لئے اتنا ہی کافی تھا۔اس نے جو کیا تھا اس پر نمل کو ذرا بھی پچھتاوا نہیں تھا۔ کچھ دیر نمل منال کے کمرے میں رہی اور پھر اسے سونے کا کہہ کر واپس چلی گئی تھی۔جبکہ منال کی آنکھوں سے نیند کوسوں دور تھی۔اب وہ شاویز کے

Zubi Novels Zone

سپنے دیکھ سکتی تھی۔ کھلی اور بند دونوں آنکھوں سے۔۔۔اسے اب حق حاصل تھا۔۔اور یہ حق منال کو مسرور کئے جا رہا تھا۔

"میری سیاہ اور ناکام محبت کے نام۔۔"

حناوے علیزے کی ڈائری اپنے سامنے رکھے بیٹھی تھی۔ وہ اسے پڑھنا بھی چاہتی تھی اور پڑھنے کی ہمت بھی نہیں تھی۔ رانا ہاؤس میں ایک گہری خاموشی چھائی تھی۔ سب تھک ہار کر سو چکے تھے جبکہ وہ سونا نہیں چاہتی تھی۔ کچھ تھا جو اسے جاگنے پر مجبور کر رہا تھا۔۔شاید وہ ڈائری

لوگ کتنے خوش نصیب ہوتے ہیں کہ محبت انکے دل کا راستہ ڈھونڈ لیتی ہے"
اور ایک میں ہوں محبت نے کسی سیاہ اور خوفناک آندھی کی مانند میرے دل
پر قبضہ کیا تھا۔۔

وہ ایسا ہی تھا خوش رنگ بہاروں جیسا اسکے رنگوں میں میں علیزے ازمیر
کھو گئی تھی۔۔

وہ نرم ہواؤں جیسا تھا جسکے سنگ میں ٹوٹے پتوں کی طرح اڑتی چلی گئی
تھی۔۔

وہ ایک ساحر تھا اور اسکے سحر نے مجھے مکمل طور پر اپنی گرفت میں کر لیا تھا۔۔
لیکن اب پتا چلا وہ خوش رنگ نہیں بلکہ خون رنگ بہاریں تھیں۔وہ نرم
ہوائیں نہیں بلکہ ایک طوفان تھا جس نے میرے دل کا چمن اجاڑ دیا۔وہ
سحر نہیں تھا بلکہ ایک کالہ خوفناک جادو تھا جس نے میری زندگی میں سیاہی
بھر دی۔اب میں نہ جی پا رہی ہوں اور نہ مر سکتی ہوں۔

"امن ملک میں تمہیں کبھی معاف نہیں کرونگی۔۔

حناوے غور سے علیزے کی ڈائری پڑھ رہی تھی۔امن ملک کے نام پر وہ چونکی۔وہ یہ نام پہلے بھی سن چکی تھی۔لیکن کہاں ؟اسے یاد نہیں آرہا تھا۔ حناوے نے کچھ دیر سوچا اور پھر سر جھٹک کر دوبارہ ڈائری کی طرف متوجہ ہو گئی۔

قصور اسکا بھی نہیں ہے۔۔قصور تو میرا ہے قصور تو بس ہم لڑکیوں کا ہوتا" ہے جو اپنی اندھی محبت میں ہر حد پار کر جاتی ہیں اور جب اندھی محبت کی پٹی آنکھوں سے اترتی ہے تو جس سرسبز باغ میں ہم ہوتی ہیں وہ بھیانک جہنم کا روپ اختیار کر لیتا ہے۔۔اور پھر ہمیشہ اس جہنم میں جلنا ہمارا نصیب بن جاتا ہے۔۔

کتنی محبت کی تھی میں نے تم سے امن ملک۔۔کاش تم سمجھ پاتے۔۔تم نہیں جانتے تم سے کی گئی محبت اب جہنم کی آگ کی مانند مجھے جلا رہی ہے۔۔میں جل رہی ہوں خاکستر ہو رہی ہوں میں کسی سے کہہ نہیں سکتی۔۔مجھے خود

سے گھن آتی ہے۔۔میں مرنا چاہتی ہوں لیکن میرے ساتھ جڑا یہ نازک سا وجود مجھے مرنے نہیں دیتا۔۔۔امن میں تمہیں کیسے بتاؤں مجھے اس وقت تمہاری کتنی ضرورت تھی۔۔۔یہ پل جو زہریلے سانپوں کی طرح مجھے ڈس رہے ہیں یہ تمہارے سنگ بہت خوبصورت ہوتے۔۔لیکن اب یہ زہر قطرہ قطرہ میری رگوں میں اتر رہا ہے۔"

ڈائری کے ورق ورق پر علیزے کے درد کی داستان بکھری پڑی تھی۔ہزار کوششوں کے باوجود بھی حناوے اپنے آنسو روک نہیں پائی تھی۔

علیزے نے ڈائری میں سب لکھا تھا۔امن اسے سوشل میڈیا پر ملا تھا۔دونوں میں دوستی ہوئی اور یہ دوستی محبت میں بدل گئی۔۔اور پھر تب تک یہ محبت قائم رہی جب تک امن کا علیزے سے دل نہیں بھر گیا تھا۔

اسکے بعد امن نے اسے استعمال شدہ ٹشو کی طرح دور پھینک دیا تھا۔

میں مرنا نہیں چاہتی____لیکن میں جینے کے قابل نہیں ہوں___میں" نے سب کچھ خاک میں ملا دیا اور میری محبت نے مجھے راکھ بنا کر اڑا دیا_____ اپنے خاندان کے نام پر کالک ملنے سے بہتر ہے میں مر جاؤں___اور میری موت کا ذمہدار وہ ایک شخص بس وہ ایک شخص جس نے محبت کے نام پر دھوکا دیا____خدا اس سے میرے ہر درد کا بدلہ لے اور مجھے معاف کر دے "!!____آمین

یہ الفاظ علیزے نے اپنے مرنے سے کچھ دیر پہلے لکھے تھے۔اس نے امن کی بہت منتیں کی تھیں ساری کوششیں کر لی تھیں لیکن وہ نہیں مانا تھا۔

وہ زندہ رہتی لیکن امن کے الفاظ نے "میں کسی اور سے محبت کرتا ہوں" اسے مکمل طور پر توڑ ڈالا تھا۔اور تب ہی اس نے مرنے کا فیصلہ کیا اور اپنے فیصلے کو منطقی انجام تک بھی پہنچا دیا۔

یہ الفاظ پڑھ کر حناوے پھوٹ پھوٹ کر رو دی تھی۔اسے عشق و محبت کا کچھ علم نہیں تھا۔لیکن جتنا بھیانک روپ اس نے محبت کا دیکھا اس نے حناوے کو بری طرح ڈرا کر رکھ دیا تھا۔اس ایک لفظ "محبت" سے اسے شدید قسم کی نفرت ہو رہی تھی۔

ڈائری کے اگلے صفحات خالی اور صاف تھے۔ڈائری کے آخر پر امن ملک کا فون نمبر لکھا تھا۔اور اسکی ایک خوبصورت سی تصویر موجود تھی۔

بلاشبہ وہ ایک وجیہہ آدمی تھا۔لیکن حناوے کو اسے دیکھ کر نفرت کا احساس ہوا تھا۔یہ شخص تھا اسکی علیزے کی موت کا ذمہدار۔۔

حناوے کا دماغ اس وقت بری طرح سے گھوما ہوا تھا۔اس نے کانپتے ہاتھوں سے موبائل اٹھایا اور امن ملک کا نمبر ملایا۔وہ علیزے کے دکھ اور جذبات میں اس قدر بہہ چکی تھی اسے اندازہ نہیں تھا وہ کیا کر رہی تھی۔

دوسری بیل پر فون اٹھا لیا گیا تھا۔

"ہیلو۔۔"

خمار آلود آواز ابھری تھی۔

"امن ملک۔۔؟"

حناوے نے جلتے دل کے ساتھ پوچھا۔اسکے لہجے میں تلخی واضح تھی۔اسکا بس نہیں چل رہا تھا ورنہ اس وقت وہ امن ملک کو جلا کر خاکستر کرنا چاہتی تھی۔

"جی۔۔آپ کون۔۔؟"

وہ شاید نیند میں تھا۔لڑکی کی آواز پر وہ چونکا تھا۔

"حناوے رانا۔۔مجھے آپ سے ملنا ہے۔کل۔۔بتادیں کہاں مل سکتے ہیں۔۔؟"

حناوے نے ایک ایک لفظ چبا چبا کر کہا تھا۔دوسری جانب گویا دھماکا ہوا تھا۔

امن تو ساکت رہ گیا تھا۔

"حناوے رانا۔۔؟"

وہ زیر لب بڑبڑایا۔کیا واقعی اسے حناوے نے فون کیا تھا۔وہ حیران تھا۔

اس نے موبائل کان سے ہٹا کر نمبر دیکھا تھا۔یہ وہ نمبر نہیں تھا جس سے وہ حناوے سے بات کرتا تھا۔اور آواز بھی بدلی ہوئی لگ رہی تھی۔ لیکن جس طرح سے وہ بات کر رہی تھی صاف ظاہر ہوتا تھا جیسے وہ اسے جانتی تھی۔

اور یہ سچ تھا وہ اسے جان ہی تو گئی تھی۔علیزے نے کتنی تفصیل سے اسے لکھا تھا۔اسکے پسندیدہ رنگ سے لے کر اسے کھانے میں اور پہننے میں کیا پسند تھا وہ سب علیزے کی زبانی جان گئی تھی۔

"میں کچھ پوچھ رہی ہوں مسٹر ملک۔۔کہاں مل سکتے ہیں آپ مجھے۔۔؟"

حناوے نے زہر خند لہجے میں پوچھا تھا۔

امن چونک کر سیدھا ہوا۔ وہ اس قدر پرجوش تھا کہ اسکے لہجے میں چھپی نفرت کو محسوس ہی نہیں کر پایا اسکے لئے اتنا ہی کافی تھا کہ حناوے خود اس سے ملنا چاہتی تھی۔

خود پر قابو پاتے ہوئے امن نے اسے ایک ریسٹوران کا پتہ بتایا۔

"کل صبح آٹھ بجے میں آپکو یہیں ملوں گی۔۔"

وہ سرد لہجے میں کہتی فون بند کر چکی تھی۔ پھر ہزار بار امن کے ملانے پر بھی نمبر بند جا رہا تھا۔

وہ سوچ میں پڑ گیا تھا۔ کچھ غلط تھا وہ جان گیا تھا لیکن کیا غلط تھا اور کیا غلط ہو رہا تھا یہ کل حناوے سے مل کر ہی پتا چل سکتا تھا۔ امن نے وقت دیکھا تو تین بج رہے تھے۔ اب اسے نیند نہیں آنے والی تھی۔

اور دوسری طرف حناوے اپنے اندر جلتی آگ کو بجھانے کی کوشش کر رہی تھی جو امن ملک کی تصویر دیکھ کر مزید بھڑک جاتی تھی۔ حناوے نے غصے سے اس تصویر کے ٹکڑے ٹکڑے کرنے کے بعد اسے کمرے میں رکھی ڈسٹ بین میں پھینکے اور پھر سونے کیلئے لیٹ گئی۔ لیکن اسکا دماغ ابھی تک علیزے اور امن ملک میں الجھا تھا۔ وہ نہیں جانتی تھی کہ وہ ایک طوفان کو دعوت دے چکی تھی۔

جذبات میں کئے گئے فیصلے ہمیشہ نقصان پہنچاتے ہیں اور حناوے کو ابھی اسکا اندازہ نہیں تھا۔

نمل اپنا سوٹ کیس تھامے گیراج کی طرف بڑھ رہی تھی جہاں گاڑیاں کھڑی تھیں۔ اسکے بابا عثمان رانا نے اسے مری چھوڑ کر اسلام آباد جانے کا

حکم دیا تھا۔ انکے مطابق نمل اب اس قابل نہیں تھی کہ رانا ہاؤس میں رہتی۔ اس لئے نمل نے رات کو ہی اپنی پیکنگ کر لی تھی۔ وہ اب رحمن بھائی اور ثناء بھابھی کے پاس اسلام آباد جا رہی تھی ہمیشہ کیلئے۔۔

ابھی وہ گاڑی تک بھی نہیں پہنچی تھی کہ گیٹ کھلا اور شاویز اندر داخل ہوا۔ وہ جاگنگ سے واپس آیا تھا۔ نمل کو دیکھ کر اسکی تیوری چڑھی۔ اسکی وجہ سے شاویز کی عزت کا کباڑا ہوا تھا۔ وہ غصے سے نمل کی جانب بڑھا۔ نمل بھی اسے دیکھ چکی تھی لیکن وہ رکی نہیں۔

"کہاں جا رہی ہو تم۔۔؟"

وہ دھاڑا۔ نمل رک گئی۔ لیکن کوئی جواب نہیں دیا۔

وہ اب اپنا سامان گاڑی میں رکھ رہی تھی۔

"تم سے پوچھ رہا ہوں۔۔ کہاں جا رہی ہو۔۔؟"

Click On The Link Above To Read More Novels / ✆ / ✉ 0344 4499420
https://www.zubinovelszone.com/

شاویز اسکے سر پر پہنچ چکا تھا۔

آپ سے مطلب مسٹر شاویز۔۔؟" نمل جھٹکے سے رخ موڑ کر شاویز کی" طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔اسکے چہرے پر بھی سرد سے تاثرات تھے۔

"جو پوچھا ہے وہ بتاؤ۔۔"
شاویز کا دماغ گھوم گیا تھا۔

میں آپکی بیوی نہیں ہوں شاویز رانا جو آپکے ہر سوال کا جواب دینا مجھ پر" فرض ہو گا۔۔اور برائے مہربانی اپنی بیوی پر دھیان دیں۔۔ایسا نہ ہو کہ وہ بھی آپکے ہاتھوں سے نکل جائے۔۔میرے خیال سے تب آپکی عزت کو زیادہ نقصان پہنچے گا۔۔"
نمل دھیمے لہجے میں کہتی اسے سر تا پیر سلگا گئی تھی۔

"بکواس بند کرو۔۔"

شاویز پھر دھاڑا تھا۔وہ کسی صورت برداشت نہیں کر سکتا تھا کہ اسکی عزت پر کوئی بات کرے۔

"میری بکواس بند ہی رہے گی اگر آپ اپنی حد میں رہیں گے۔۔"

نمل نے سینے پر ہاتھ باندھتے ہوئے جواب دیا۔اس پر جتنی انگلیاں اٹھنی تھیں وہ اٹھ چکی تھیں لیکن اب وہ آزاد تھی اس لئے اسے شاویز کا خوف بھی نہیں رہا تھا۔

اسکی بات سن کر شاویز اسے سرد نظروں سے گھورتا، جبڑے بھینچتا اندر کی جانب بڑھ گیا تھا۔اسکے جانے کے بعد نمل نے اپنا رکا ہوا سانس بحال کیا۔وہ منال کی راہ مزید صاف کر رہی تھی۔اسے پتا تھا شاویز اس معاملے میں بہت محتاط تھا اب وہ یقیناً منال پر گہری نظر رکھنے والا تھا۔

"نمل آپی۔۔"

وہ ابھی گاڑی سٹارٹ کرنے والی تھی جب آواز پر چونکی۔ نمل نے بائیں جانب دیکھا تو گاڑی کے شیشے سے اسے حناوے اپنی جانب آتی دکھائی دی۔ وہ گرم اونی شال لپیٹے ہوئے تھی۔ گاڑی کے قریب آکر وہ دروازہ کھول کر اندر بیٹھ گئی۔

"کیا ہوا حناوے۔۔ تم صبح صبح یہاں کیا کر رہی ہو۔۔؟"

نمل کو حیرت ہوئی۔

"مجھے ایک ضروری کام ہے نمل آپی۔۔"

حناوے نے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

"کیسا کام۔۔۔؟"

نمل کے چہرے پر الجھن ابھری۔

"یہ دیکھیں مجھے ایڈریس پر پہنچنا ہے ابھی۔۔بہت ضروری کام ہے۔۔پلیز مجھے لے چلو۔۔"

حناوے نے منت بھرے انداز میں کہا اور موبائل میں لکھا پتہ اسکے سامنے کیا۔

"خیریت تو ہے نا۔۔ صبح صبح یہاں کیوں جانا ہے؟"

نمل ابھی بھی الجھی ہوئی تھی۔

Click On The Link Above To Read More Novels / ✆ / ✉ 0344 4499420
https://www.zubinovelszone.com/

"واپسی پر بتاؤں گی پلیز جلدی چلیں اس سے پہلے کہ کوئی دیکھ لے۔۔"

حناوے تھوڑی پریشان بھی تھی۔

وہ نہیں چاہتی کہ کوئی اسے اس وقت باہر جاتے دیکھتا۔وہ چھپ کر یہاں تک پہنچی تھی۔

"اچھا اچھا ٹھیک ہے ریلیکس ہو جاؤ ہم چلتے ہیں۔۔"

نمل نے اسے پر سکون کرتے ہوئے کہا اور گاڑی سٹارٹ کر دی۔نمل نے غور کیا تھا حناوے کی آنکھوں کے پپوٹے سوجھن کا شکار تھے۔

اسکا چہرہ سپاٹ تھا۔

"حناوے سب ٹھیک ہے نا۔۔؟"

حناوے کی گہری خاموشی نمل سے ہضم نہیں ہوئی تھی۔وہ کبھی یوں چپ نہیں بیٹھتی تھی۔وہ رانا ہاؤس سے باہر نکل آئے تھے۔اور اب گاڑی کا رخ حناوے کی مطلوبہ جگہ کی جانب تھا۔

"جی سب ٹھیک ہے۔۔"

حناوے نے بنا دیکھے جواب دیا۔اسکی آنکھوں میں جلن ہو رہی تھی۔وہ نہیں بتا سکتی کہ وہ کتنا کچھ جان گئی تھی۔

اور اگر وہ سب بتا دیتی اور یہ بھی امن ملک سے ملنے جا رہی تھی تو یقیناً نمل اسے کبھی وہاں جانے نہیں دیتی۔اسی وجہ سے وہ خاموش تھی۔

ساڑھے سات بجے کے قریب انکی گاڑی اس ہوٹل کے سامنے تھی جہاں امن ملک رکا ہوا تھا۔وہ ابھی تک مری میں تھا۔وہاں کافی خاموشی تھی۔ٹھنڈ کی وجہ سے لوگ سوئے ہوئے تھے۔

"میں ابھی آتی ہوں نمل آپی۔۔"

حناوے کہتے ہوئے گاڑی سے نیچے اتری۔

"میں بھی تمہارے ساتھ چلو نگی۔۔"

نمل نے اپنی جانب کا دروازہ کھولتے ہوئے کہا۔

"نہیں بالکل نہیں۔۔"

حناوے بدکی۔

نمل آپی ادھر ہی رکو۔۔میں بس پانچ منٹ میں واپس آجاؤ نگی۔اور"

بھروسہ رکھو آپی میں کچھ غلط کرنے نہیں جارہی۔بس علیزے کے متعلق

"کچھ معلومات لینی ہیں۔

حناوے اسے سنجیدہ انداز میں گہرے شاک دیتی جا چکی تھی۔ جبکہ نمل ساکت بیٹھی تھی۔

حناوے ہوٹل کے اندر داخل ہوئی تھی۔ ملازم صفائی کر رہے تھے جبکہ ہوٹل ویران پڑا تھا۔ وہ متوازن قدموں سے چلتی لابی تک آئی تھی۔ اسے لابی میں ایک صوفے پر بیٹھا امن نظر آ گیا تھا۔ وہ شاید اسی کا انتظار کر رہا تھا۔ حناوے دیکھ ہی نہیں پائی کہ وہ مقررہ وقت سے پہلے وہاں پہنچ گئی تھی۔ وہ جوش میں تھی۔ اگر وہ تھوڑا سا ہوش سے کام لیتی تو ضرور سوچتی کہ امن ملک اس سے ملنے پر راضی ہو گیا تھا وہ ابھی پہلی بار ہی۔۔
اور وہ وقت سے پہلے وہاں موجود تھا۔۔ لیکن اسکے جذبات اور جوش نے اسکی سوچنے سمجھنے کی صلاحیت کو مفلوج کر کے رکھ دیا۔
ایک پل کیلئے حناوے کا دل کانپا تھا۔ پھر وہ اپنی گھبراہٹ پر قابو پاتی امن ملک کی جانب بڑھ گئی۔

—

آنکھوں میں انتظار کے لمحات سونپ کر"

"نیندیں بھی لے گیا وہ اپنے سفر کے ساتھ۔۔

امن ملک کی حالت عجیب سی تھی۔جب سے حناوے کی فون کال آئی تھی وہ عجیب سی بے چینی میں مبتلا ہو گیا تھا۔نیند تو اسکے نام لینے پر ہی اڑ چکی تھی اور اب وہ پچھلے آدھے گھنٹے سے لابی میں بیٹھا اسکا انتظار کر رہا تھا۔وہ حیران تھا کہ اگر ملنا تھا تو اتنی صبح صبح کیوں؟لیکن وہ اسی بات سے خوش تھا کہ وہ اس سے ملنے آ رہی تھی۔

Click On The Link Above To Read More Novels / ✆ / ✉ 0344 4499420
https://www.zubinovelszone.com/

لابی میں صفائی کرتے ملازم اور کچھ ویٹرز جو اپنے کام میں مشغول تھے حیرت سے اسے دیکھ رہے تھے جو نک سک سا تیار ہو کر کسی کی راہ تک رہا تھا۔

دن میں بارہ بجے اٹھنے والا شخص صبح سات بجے سے تیار بیٹھا تھا۔

"مسٹر امن ملک۔۔؟"

اسکے پیچھے سے آواز ابھری تھی اور امن کو اپنا دل بند ہوتا محسوس ہوا۔ یہ وہی آواز تھی جو اس نے رات کو سنی تھی۔ امن کو اپنے جسم میں ایک لرزش سی محسوس ہوئی تھی۔ وہ آواز پر پلٹنا نہیں چاہتا تھا۔۔ لیکن اسے پلٹنا تھا۔۔ اور یہ بھی جانتا تھا کہ پلٹنے پر اسے دیکھ کر وہ پتھر کا ہونے والا تھا۔۔

دل ایک بار رک کر پھر تیزی سے دھڑکنا شروع ہو گیا تھا۔

امن ایک جھٹکے سے کھڑا ہوا اور پھر پلٹ کر اسے دیکھا۔ وہ اسکے سامنے ہی کھڑی تھی۔۔ اسے دیکھ رہی تھی۔۔ امن کو یقین نہیں آیا۔۔ وہ واقعی

حناوے رانا تھی۔۔آج تیسری بار وہ اسے دیکھ رہا تھا اور ہر بار وہ اسے الگ روپ میں الگ انداز میں نظر آئی تھی۔

سردی کے باعث حناوے کی ناک سرخ ہو چکی تھی اور آنکھیں شاید رونے کے باعث گلابی پڑ چکی تھیں۔

امن نے خود کو واقعی ایک پتھر میں تبدیل ہوتے محسوس کیا تھا۔وہ ساکت سا کھڑا اسے دیکھ رہا تھا۔وہ اتنی محبت و محویت سے اسے دیکھ رہا تھا کہ حناوے کی آنکھوں سے نکلتے شعلے اسے نظر ہی نہیں آئے۔۔اور نہ حناوے کو اسکی جذبے لٹاتی آنکھیں نظر آئی تھیں۔وہ دونوں اپنے اپنے جذبات واحساسات میں اس قدر جکڑے ہوئے تھے کہ مقابل کے احساسات کو محسوس ہی نہیں کر پائے۔۔

"تو آپ ہیں مسٹر امن ملک۔۔؟"

بالآخر حناوے نے خاموشی کو توڑا۔وہ قدم بڑھا کر اسکے قریب آئی۔

"حناوے۔۔"

امن کے ہونٹوں میں جنبش ہوئی تھی۔وہ سرمئی رنگ کے سوٹ میں ملبوس تھا۔اسکی شخصیت شاندار لگ رہی تھی۔جبکہ دوسری جانب حناوے کی آنکھیں اجڑی ہوئی تھیں۔

"شاید آپ مجھے نہیں جانتے۔۔میں حناوے رانا ہوں علیزے ازمیر کی دوست۔۔"

حناوے نے گویا دھماکا کیا تھا۔علیزے کے نام پر امن کو جیسے ہوش آیا۔وہ حیرت سے حناوے کو دیکھ رہا تھا۔

"علیزے ازمیر۔۔؟"

امن نے نام دہرایا۔

Click On The Link Above To Read More Novels / ✆ / ✉ 0344 4499420
https://www.zubinovelszone.com/

"جی ہاں وہی علیزے جو آپ سے بے پناہ محبت کرتی تھی۔۔"

یہ کہتے ہوئے حناوے کے وجود میں اذیت پھیل گئی۔اسکا نازک سا جسم علیزے کی موت کے ذمہدار شخص کو اپنے سامنے دیکھ غصے اور نفرت کے احساس سے کانپنے لگا تھا۔

جبکہ امن حیرت وپریشانی کی ملی جلی کیفیات سے حناوے کو دیکھ رہا تھا۔یہ وہی چہرہ تھا جس سے وہ بے پناہ محبت کرتا تھا۔۔اسکا نام بھی حناوے رانا تھا۔۔لیکن یہ وہ وجود وہ انداز نہیں تھا جس سے وہ پچھلے دو اڑھائی ماہ سے رابطے میں تھا۔

اور علیزے۔۔وہ کہاں سے آگئی تھی۔ایک پل کیلئے امن ملک کو اپنا دماغ گھومتا ہوا محسوس ہوا۔لیکن دوسرے ہی پل وہ خود پر قابو پا چکا تھا۔

"آؤ حناوے بیٹھو۔۔میں کب سے تمہارا انتظار کر رہا تھا۔۔"

امن نے بامشکل کہا تھا۔اسکے الفاظ سے محبت ٹپک رہی تھی۔اسکا لہجہ نہایت نرم تھا۔

"بیٹھنے نہیں آئی میں یہاں۔۔"

حناوے ہذیانی انداز میں چلائی تھی۔ہوٹل میں موجود عملے نے حیرت سے دونوں کی جانب دیکھا۔

دیکھو حناوے بات کیا ہے مجھے صاف صاف بتاؤ اور تم اتنی پریشان کیوں "ہو۔۔؟"

امن نے دونوں ہاتھ اٹھا کر اسے پر سکون رہنے کا اشارہ کیا تھا۔اسکے اس طرح کہنے پر حناوے کو حیرت ہوئی تھی وہ ایسے بات کر رہا تھا جیسے وہ دونوں برسوں سے ایک دوسرے کو جانتے ہوں۔

"میں یہ کہنے آئی ہوں مسٹر ملک کہ تمہاری وجہ سے میری سب سے اچھی دوست نے خودکشی کی ہے۔۔ جھوٹی محبت کا دعوی کر کے تم نے اسے استعمال کیا نا۔۔ یہ دیکھو یہ ڈائری اس میں سارے ثبوت ہیں اور علیزے کا آخری پیغام بھی جس میں اس نے لکھا ہے کہ اسکی موت کے ذمہدار تم ہو۔۔"

حناوے دبی دبی آواز میں چلا رہی تھی۔وہ ڈائری کے صفحے الٹ پلٹ کر رہی تھی۔

"علیزے کی موت۔۔؟"

امن تو دنگ رہ گیا تھا۔

"یہ دیکھو۔۔یہ علیزے نے لکھا ہے۔۔"

Zubi Novels Zone

حناوے نے ڈائری کھول کر امن کے سامنے کی یہ وہ صفحہ تھا جہاں علیزے نے صاف صاف لکھا تھا کہ اسکی موت کا ذمہدار صرف امن ملک تھا۔ امن کا وہ پیغام پڑھ کر دماغ گھوم گیا۔

ایک تو اس سے بولا نہیں جا رہا تھا۔۔ جسکو دیکھنے ملنے اور بات کرنے کیلئے اتنا تڑپا تھا وہ سامنے آئی بھی تو کس روپ میں؟

امن نے بے اختیار اپنی پیشانی کو چھوا تھا۔

"مسٹر امن ملک میں یہاں تمہیں یہ بتانے آئی ہوں کہ مجھے علیزے کی موت کا سراغ مل گیا ہے۔۔ تم انسان نہیں ہو ایک درندے ہو اور یاد رکھنا اب میں اسکی موت کا بدلہ لے کر رہوں گی۔۔ میں تمہیں دیکھنے آئی تھی اور اب مجھے یقین ہو چکا ہے کہ تم ہی وہ امن ہو جس نے علیزے کی زندگی برباد کی تھی۔

اب اپنی سزا کیلئے تیار ہو جاؤ۔۔"

وہ شعلے برساتی نظروں سے اسے دیکھ رہی تھی اور پھر زہر خند لہجے میں کہتی واپس پلٹ گئی۔

جبکہ امن ساکت کھڑا اسے جاتا دیکھ رہا تھا اسے روکنے کی امن میں ہمت نہیں تھی۔ وہ تو پھر جیسے بت بن گیا تھا۔ جیسے ہی وہ نظروں سے اوجھل ہوئی امن کو ہوش آیا اور پھر وہ بنا کچھ سوچے سمجھے حناوے کے پیچھے لپکا۔

امن نے اپنے حواس پر قابو رکھا تھا اور حناوے کی گاڑی سے کچھ فاصلے پر رہتے ہوئے انکا پیچھا کیا تھا۔ وہ رانا ہاؤس تک انکے پیچھے گیا تھا۔

"اچھا تو تم یہاں رہتی ہو۔۔"

امن کے لبوں پر مسکراہٹ ابھری۔حناوے کچھ دنوں سے اس سے گریز برت رہی تھی۔اور امن اسکی وجہ جان گیا تھا۔اسے علیزے کی موت کا ذرا برابر بھی دکھ نہیں تھا۔بس اسے پریشانی اس بات کی تھی کہ علیزے حناوے کی دوست تھی۔اور حناوے اسکے اور علیزے کے تعلق کے بارے میں جان گئی تھی۔اب اسکا دماغ تیزی سے کام کر رہا تھا۔

حناوے رانا کو حاصل کرنا اسکے لئے زیادہ مشکل نہیں تھا۔اسے اپنی طاقت پر پورا بھروسہ تھا اور حناوے کا دل بھی وہ جیت ہی لیتا۔۔کیونکہ اسے اپنی طاقت کے ساتھ ساتھ اپنی وجاہت پر بھی غرور تھا۔۔

لیکن شاید وہ نہیں جانتا تھا اس بار اسکا سامنا حناوے رانا سے ہوا تھا۔۔جو محبت کی نہیں بلکہ نفرت کی داستان لکھنے جا رہی تھی۔

فاریہ بیگم حناوے کا بے چینی سے انتظار کر رہی تھیں۔ صبح صبح اسے کمرے سے غائب دیکھ کر انکا دل اچھل کر حلق میں آگیا تھا پھر مالی بابا اور ڈرائیور نے بتایا کہ وہ تو نمل کے ساتھ گئی تھی تب جا کر فاریہ بیگم کا اٹکا ہوا سانس بحال ہوا۔

"کہاں گئی تھی تم۔۔؟"

اسے لاؤنج میں داخل ہوتے دیکھ کر فاریہ بیگم نے دبی دبی آواز میں چلا کر پوچھا۔وہ صبح صبح کوئی تماشہ نہیں چاہتی تھیں لیکن حناوے کبھی باز نہیں آنے والی تھی۔ نمل اسے چھوڑ کر واپس جا چکی تھی۔اس میں رانا ہاؤس کے کسی فرد کا سامنا کرنے کی ہمت نہیں تھی۔

فاریہ بیگم کی آواز پر حناوے ٹھٹھک کر رکی۔اس نے جلدی سے نم آنکھوں کو صاف دیا اور ڈائری کو مزید شال کے اندر چھپایا۔

"وہ میں نمل آپی کے ساتھ گئی تھی۔۔"

حناوے نے نظریں چراتے ہوئے بتایا۔

"تم پاگل ہو گئی ہو حناوے پتا ہے میری جان نکل گئی تھی آخر تم کب سدھرو گی۔۔؟"

فاریہ بیگم نے اسکے قریب آکر اسے دونوں کندھوں سے پکڑ کر جھنجھوڑا۔

"ہاں میں پاگل ہو گئی ہوں۔۔پاگل ہو گئی ہوں میں۔۔مار ڈالیں مجھے۔۔"

حناوے ہیجانی انداز میں چلائی۔فاریہ بیگم تو اسکے رویے اور اسکی روئی روئی صورت دیکھ کر ساکت رہ گئی تھیں۔انہیں حناوے سے اتنے شدید ردعمل کی توقع نہیں تھی۔وہ پہلے عام لڑکیوں کی طرح ٹک کر بیٹھنے والوں میں سے نہیں تھی اور اب علیزے کی موت کے بعد تو جیسے ابنارمل ہو گئی تھی۔

"حناوے۔۔میری بچی کیا ہوا۔۔؟"

فاریہ بیگم اسکی حالت دیکھ کر ڈر سی گئی تھیں۔

"کچھ نہیں ہوا مجھے ابھی زندہ ہوں۔۔"

وہ سرد سے لہجے میں جواب دیتی سیڑھیوں کی طرف بڑھ گئی تھی۔جبکہ فاریہ بیگم نے پریشانی سے اسے جاتے دیکھا تھا۔

"یہ خیام رانا ہے ملک صاحب اور جس گھر کا آپ نے بتایا وہ انہی کا ہے۔۔"

خان سکرین پر موجود تصویر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بتارہا تھا۔امن صوفے سے ٹیک لگائے بیٹھا تھا۔اسکے ہاتھ میں سگار تھا جسکا کش لگانے کے

بعد وہ دھواں بند کمرے کی فضا میں اچھال رہا تھا۔۔اس دھویں کے مرغولوں میں بھی اسے حناوے کا چہرہ دکھائی دے رہا تھا۔خان کے کہنے پر وہ چونک کر سیدھا ہوا۔اس نے خان کے ذمہ رانا ہاؤس کی مکمل معلومات نکالنے کا کام لگایا تھا۔جسے خان نے رات سے پہلے ہی مکمل کر لیا تھا۔

"یہ اپنے بڑے ملک صاحب کے خاندانی دشمن ہیں اور ملک صاحب نے اس بار الیکشن انہیں ہرا ہی جیتا ہے۔۔"

خان ایسے رپورٹ دے رہا تھا جیسے کوئی لیکچر دے رہا ہو۔

جبکہ امن گہری نظروں سے کبھی خان تو کبھی سکرین پر ابھرنے والے چہروں کو دیکھ رہا تھا۔

"بہت ہی طاقتور خاندان ہے جی انکا۔۔حیدر آباد اور اسلام آباد دونوں شہروں میں انکے نام کا ڈنکہ بجتا ہے۔۔"

ایک بیٹا میجر تھا شہید ہو گیا جبکہ دو بیٹے بزنس کرتے ہیں اور سب سے بڑا بیٹا زمینیں سنبھال رہا ہے۔۔"

خان ایک ایک بات بتا رہا تھا۔

"یہ شاویز رانا ہے جی۔۔ بہت ہی شاطر اور سمجھدار انسان ہے سندھ، حیدرآباد اور دیگر شہروں کے سیاسی خاندانوں کے نام اسے رٹے ہوئے ہیں ہر چیز پر اسکی گہری نظر ہوتی ہے۔۔ مجال ہے جو کوئی شخص انکے خاندان کی طرف بری نظر اٹھا کر بھی دیکھ لے۔۔"

امن غور سے سکرین پر شاویز کی تصویر کو دیکھ رہا تھا۔ وہ اپنے حلیے سے ہی جدی پشتی وڈیرہ لگ رہا تھا۔

"یہ حیدر رانا ہے صاحب۔۔ اور یہ جامشورو میں اے سی ہے۔ اور اپنا کام ایمانداری سے کرنے کا عادی ہے۔۔"

"ھمممم۔۔"

امن نے کچھ سوچتے ہوئے اثبات میں سر ہلایا۔

"یہ بخت رانا ہے۔۔آرمی میں ہے کیپٹن کے عہدے پر فائز ہے میجر اغوان رانا کا بیٹا ہے۔۔"

امن کو بخت میں حناوے کی جھلک نظر آئی تھی۔دونوں بہن بھائی کافی حد تک مشابہہ تھے۔

"اور یہ ایس پی خضر حیات رانا ہے۔۔خیام رانا کے بڑے بھائی احتشام رانا کا اکلوتا وارث۔۔خیام رانا کی بیٹی رخسار کی شادی احتشام رانا کے اکلوتے بیٹے حیات سے ہوئی تھی۔۔احتشام اور حیات دونوں اس دنیا میں نہیں رہے۔

"اب یہ اکلوتا ہے۔۔اسکو تو آپ جانتے ہیں مالک یہ کس قسم کا بندہ ہے۔۔

خان نے ادب سے سر جھکا کر کہا تھا۔ خضر کو دیکھ کر امن چونکا تھا۔ اسے اندازہ نہیں تھا اسکا تعلق بھی حناوے کے خاندان سے ہو سکتا تھا۔ اسکی خضر سے پرانی دشمنی چلی آ رہی تھی۔

"یہ ملک کے سارے بڑے شعبے اسی خاندان سے جڑے ہیں کیا؟ کوئی رہ تو نہیں گیا۔۔؟"

خضر کو دیکھ کر امن کو کوفت ہوئی تھی۔ شاویز کا تعلق سیاست سے تھا حیدر کا بیرو کریسی سے بخت فوج میں تھا اور خضر پولیس میں۔۔۔

رانا خاندان اسکی سوچ سے زیادہ طاقتور نکلا تھا۔ اگر اسکا دادا بہرام ملک وزیر اعلی سندھ کے عہدے پر فائز تھا تو خیام رانا بھی کچھ کم نہیں تھا۔ دس سال وہ اس عہدے پر قائم رہا تھا۔

"جی ملک صاحب یہ ایڈووکیٹ رحمن رانا ہے۔۔وکالت میں انکا کافی نام ہے۔۔"

خان نے جلدی سے بتایا۔

"سارے قانون دان ایک ہی گھر میں اکٹھے ہو گئے ہیں کیا۔۔؟"

امن زیر لب بڑبڑایا تھا۔رانا ہاؤس کے ہر فرد کے بارے میں جاننا اسکے لئے اہم تھا۔آگے چل کر یہ سب کام آنے والا تھا۔

"ٹھیک ہے تم جاؤ چائے بنا کر لاؤ۔۔"

امن نے خان کو جانے کا حکم دیا تھا۔وہ سر جھکا کر چلا گیا تھا۔جبکہ امن کی نظریں سکرین پر خضر کی تصویر پر جمی تھیں۔وہ کسی گہری سوچ میں غرق نظر آرہا تھا۔حناوے رانا پر ہاتھ ڈالنا اتنا بھی آسان نہیں تھا۔۔لیکن ہاتھ ڈالنا بھی نہیں چاہتا تھا۔۔وہ اس سے محبت کرتا تھا۔۔اور بدلے میں اس سے بھی

محبت کا ہی امیدوار تھا۔۔وہ اسے محبت سے ہی حاصل کرنا چاہتا تھا۔۔لیکن خضر کو دیکھ کر اسکا موڈ بری طرح سے بگڑ گیا تھا۔

اس نے کچھ سوچتے ہوئے موبائل اٹھایا اور ایک میسج ٹائپ کرنے کے بعد حناوے کے اس اکاؤنٹ پر سینڈ کیا جس سے وہ تقریباً ڈیڑھ ماہ رابطے میں رہا تھا۔

جو کہ دراصل سماب کے پاس تھا۔

"کوئی جواب نہیں دیا تم نے ابھی تک حناوے۔۔ہم کب مل رہے ہیں۔۔؟"

امن کے ہونٹوں پر پراسرار سی مسکراہٹ تھی جبکہ آنکھوں میں شیطانی سی چمک تھی۔

"میری منگنی ہو چکی ہے۔۔میں اب بات نہیں کر سکتی۔۔"

Click On The Link Above To Read More Novels / ✆ / ✉ 0344 4499420
https://www.zubinovelszone.com/

دوسری جانب سے جواب آیا تھا۔اسکا شک یقین میں بدل گیا تھا۔وہ حناوے نہیں تھی۔اگر وہ حناوے نہیں تھی تو کون تھی۔

"کیا واقعی۔۔؟کوئی ثبوت تو دکھادو۔۔؟"

وہ مقابل کی حالت سے حظ اٹھا رہا تھا۔کچھ دیر خاموشی چھائی اور پھر ایک تصویر دوسری جانب سے موصول ہوئی تھی۔

تصویر دیکھ کر امن کو زوردار جھٹکا لگا تھا۔تصویر واقعی حناوے اور خضر کی منگنی کی تھی۔وہ دونوں سجے سنورے ایک ساتھ بیٹھے تھے۔خضر اسے انگوٹھی پہنا رہا تھا۔امن نے تصویر دیکھنے کے بعد موبائل پوری طاقت سے دیوار پر دے مارا تھا۔اسے اپنے اندر آگ جلتی محسوس ہو رہی تھی۔

اسکے چہرے کی مسکراہٹ ایک پل میں غائب ہوئی اور اب اسکی آنکھوں سے وحشت ٹپک رہی تھی۔

"خان۔۔"

وہ غصے سے چلایا تھا۔اور پھر میز کو ٹھوکر مارتا باکر کی جانب بڑھ گیا تھا۔

حناوے اسکا جنون تھی۔۔اسکی محبت تھی۔۔وہ کیسے برداشت کرلیتا کہ اسکی محبت اسکے ازلی رقیب کو سونپ دی جاتی۔

سماب اپنے کمرے میں پریشانی سے ٹہل رہی تھی۔امن ملک تو اسکے پیچھے ہی پڑ گیا تھا۔وہ حناوے کو اسکی تصویر بھی نہیں دکھا پائی تھی۔حناوے اور خضر کی تصویر بھیجنے کے بعد دوسری طرف سے کوئی جواب نہیں آیا تھا۔

کچھ دیر انتظار کرنے کے بعد سماب نے اکاؤنٹ سے لاگ آؤٹ کیا اور امن کے بارے میں مزید بتانے حناوے کے کمرے کی جانب بڑھ گئی تھی۔

خضر کی جیپ ایک مارکیٹ کے سامنے کھڑی تھی۔ وہ امن کے ساتھ ایک شاپ سے نکلا اور جیپ میں آکر بیٹھ گیا۔ انکے ہاتھ میں ڈھیروں بیگ تھے۔ امن اسے زبردستی مارکیٹ لایا تھا۔ امن کو کچھ ویڈیو گیمز لینی تھیں اور وہ اپنے ہر مسئلے کو لے کر خضر کے سامنے حاضر ہو جاتا تھا اور خضر کو چھوٹا سا امن جواب بڑا ہو رہا تھا اچھا لگتا ہے۔

خضر نے اسے ویڈیوز گیم دلانے سے صاف منع کر دیا تھا۔ لیکن امن کی منتیں کرنے پر وہ اسے مارکیٹ لے آیا تھا۔ امن نے وعدہ کیا تھا کہ وہ ویڈیو گیم نہیں خریدے گا بلکہ اسکے بدلے میں جو بھی لے گا خضر اسے وہی چیز دلوائے گا۔ اور اس وقت وہ امن کی پسند کی ڈھیروں چیزیں خرید کر واپس جانے کیلئے جیپ میں بیٹھ چکے تھے۔

جوان آج تمہاری وجہ سے مجھے کافی دیر ہو گئی ہے۔آج میں پہلی بارا تنی دیر "
"مارکیٹ میں گھوما ہوں۔۔

خضر نے گاڑی کی چابی نکالتے ہوئے کہا جو اس نے پینٹ کی جیب میں ڈالی
تھی۔

آپ بہت اچھے ہیں خضر بھائی مجھے آپکے لئے افسوس ہوتا ہے کہ حناوے "
"ڈائن سے آپکی شادی ہو گی۔۔وہ ڈائن آپکو نہیں چھوڑے گی۔۔

امن کی بات پر خضر کا بے ساختہ قہقہہ بلند ہوا تھا۔اسے امن پر حیرت ہوئی
تھی کہ اسکی سوچ کہاں تک گئی تھی۔

کوئی بات نہیں امن راناصاحب۔۔میں ڈائن کو انسان میں بدل دوں "
"گا۔۔

خضر نے شرارت سے مسکراتے ہوئے اسکی بات کا جواب دیا۔وہ دونوں بہت خوش تھے۔۔لیکن وہ نہیں جانتے تھے آنے والا وقت قیامت لانے والا تھا۔۔

خضر کی جیپ سے کچھ فاصلے پر ایک گاڑی کھڑی تھی۔امن ملک کی گاڑی۔۔ وہ پچھلے دو دنوں سے خضر کے پیچھے تھا۔اس وقت ڈرائیونگ سیٹ پر خان تھا اور اسکے ساتھ امن بیٹھا تھا۔اسکے ہاتھ میں گن تھی۔

"تمہارے ساتھ چور سپاہی کا کھیل کھیلتے مزہ آرہا تھا ایس پی صاحب۔۔ لیکن سپاہی ہیروئن لے جائے چور اب یہ برداشت نہیں کر سکتا۔۔ تم مزید زندہ رہتے اگر حناوے کی زندگی میں جانے کی کوشش نہ کرتے۔۔ لیکن اب تمہیں مرنا ہوگا۔۔ تمہیں مرنا ہوگا خضر حیات رانا کیونکہ حناوے صرف میری ہے۔۔ صرف میری۔۔امن ملک کی۔۔"

امن کی آنکھوں سے وحشت ٹپک رہی تھی۔اسکے چہرے پر سفاک تاثرات تھے۔

خضر کا نشانہ لیتے ہوئے اس نے گولی چلادی۔۔وہ مزید انتظار نہیں کر سکتا تھا۔۔وہ خضر کو جلد از جلد ختم کرنا چاہتا تھا حناوے کا نام اسکے ساتھ نہ جڑ سکے۔

خضر جو اگنیشن میں چابی لگا رہا تھا وہ ہاتھ سے چھوٹ کر نیچے گر گئی۔جیسے ہی وہ چابی اٹھانے کیلئے جھکا ایک گولی سر سراتی اسکے اوپر سے گزری اور ساتھ والی سیٹ پر بیٹھے امن، جو اپنی جگہ سے اوپر اٹھے رخ موڑے شیشے سے باہر دیکھ رہا تھا، اسکی گردن میں پیوست ہو گئی۔اسکی ہلکی سی چیخ ابھری تھی۔ گولی چلنے کی آواز نہیں آئی تھی۔امن نے دیکھ لیا تھا گولی خضر کو نہیں لگی تھی۔چابی اٹھانے کے بعد جیسے ہی خضر نے امن کی طرف دیکھا وہ ساکت رہ گیا تھا۔

خضر جو اگنیشن میں چابی لگا رہا تھا وہ ہاتھ سے چھوٹ کر نیچے گر گئی۔ جیسے ہی وہ چابی اٹھانے کیلئے جھکا ایک گولی سر سراتی اسکے اوپر سے گزری اور ساتھ والی سیٹ پر بیٹھے امن، جو اپنی جگہ سے اوپر اٹھے رخ موڑے شیشے سے باہر دیکھ رہا تھا، اسکی گردن میں پیوست ہو گئی۔ اسکی ہلکی سی چیخ ابھری تھی۔ گولی چلنے کی آواز نہیں آئی تھی۔ امن نے دیکھ لیا تھا گولی خضر کو نہیں لگی تھی۔ چابی اٹھانے کے بعد جیسے ہی خضر نے امن کی طرف دیکھا وہ ساکت رہ گیا تھا۔

امن کی گردن سے خون ابل رہا تھا۔ وہ بے جان ہو کر گرنے لگا تھا جب خضر نے اسکے نازک وجود کو تھاما۔

"ملک صاحب یہ کیا ہو گیا۔۔؟"

یہ منظر دیکھ کر خان بھی ساکت رہ گیا تھا۔ گولی خضر کو نہیں لگی تھی۔ اس سے پہلے کہ امن مزید گولی چلاتا خان نے گاڑی سٹارٹ کرتے ہوئے پیچھے کی جانب لی۔ خضر نے جھٹکے سے مڑ کر دائیں جانب دیکھا تو اسے امن ہاتھ میں گن لئے اسے گھورتا نظر آگیا تھا۔ ایک پل کے اندر خضر سارا معاملہ سمجھ گیا تھا۔ دیکھتے ہی دیکھتے خان گاڑی کو بھگا کر لے گیا تھا۔

خضر کو ہوش تب آیا جب امن کا نازک وجود اسکی گود میں تڑپنے لگا تھا۔ وہ مضبوط اعصاب کا حامل شخص امن کو اس طرح تڑپتے دیکھ کر دیکھ گھبرا گیا تھا۔

"امن۔۔ امن آنکھیں کھولو۔۔"

خضر نے اسکا گال تھپتھپایا۔ لیکن امن کے نازک وجود جھٹکے کھانے لگ گیا تھا۔ اسکی گردن سے خون ابل رہا تھا۔

ایک پل کیلئے خضر کو سب ختم ہوتا محسوس ہوا لیکن دوسرے ہی پل جیسے وہ کسی ٹرانس سے باہر نکلا۔ وہ دونوں شہر میں تھے اور یہاں سے ہسپتال زیادہ دور نہیں تھا۔ آس پاس کے لوگوں کو خبر تک نہیں ہو پائی تھی کہ کیا ہوا تھا۔ ایک ہاتھ سے امن کو تھامتے ہوئے اس نے دوسرے ہاتھ سے جیپ سٹارٹ کی۔ جیپ فرائے بھرتی ہسپتال کی جانب بھاگ رہی تھی۔

"یہ امن اور خضر ابھی تک نہیں آئے۔۔اللہ خیر کرے خضر فون بھی نہیں اٹھا رہا۔۔"

فاریہ بیگم بے چینی سے لاؤنج میں ٹہل رہی تھیں۔ وہ جانتی تھیں امن خضر کے ساتھ گیا تھا اور خضر نے کافی دنوں بعد فاریہ بیگم سے کھانے کی فرمائش

کی تھی۔فاریہ بیگم اپنی موجودگی میں دوپہر کے کھانے کاانتظام بھی کرواچکی تھیں لیکن وہ دونوں ابھی تک واپس نہیں آئے تھے۔

"یااللہ سب ٹھیک ہو۔۔میرادل جانے کیوں ڈر سارہاہے۔۔"

وہ ماں تھیں اور ماؤں کو اپنے بچوں پر آنے والی مصیبتوں اور بلاؤں کی جانے کیسے خبر ہو جاتی ہے۔

جیسے جیسے وقت گزر رہا تھا انکی پریشانی بڑھتی جارہی تھی۔

"ارے فاریہ کیاہوا؟اتنی پریشان کیوں ہو۔۔؟"

ماریہ بیگم نے اسے یوں پریشانی سے سے ٹہلتے دیکھا تو پوچھا۔

پتانہیں خضر اور امن دس بجے سے گئے ہوئے ہیں ابھی تک واپس نہیں آئے۔۔ خضر فون بھی نہیں اٹھا رہا جانے کیوں میرا دل بہت گھبرا رہا ہے۔۔"

ماریہ بیگم اور فاریہ بیگم دونوں کی آپس میں خوب بنتی تھی۔

اس میں پریشان ہونے والی کیا بات ہے؟ امن خضر کے ساتھ گیا ہے ناتو"

"اطمینان رکھو وہ جلد لوٹ آئیں گے۔

ماریہ بیگم نے انہیں دلاسہ دیا۔

"نہیں۔۔پتا نہیں کیوں مجھے کچھ ٹھیک نہیں لگ رہا۔"

فاریہ بیگم بضد تھیں۔

"اچھا ٹھیک ہے تم یہاں بیٹھو میں خضر کو فون کرتی ہوں"

ماریہ بیگم نے انہیں بازو سے پکڑ کر صوفے پر بٹھایا اور خضر کا نمبر ملانے لگ گئیں۔

دوسری جانب خضر پریشانی سے ہسپتال کی راہداری میں چکر کاٹ رہا تھا۔

اسکے کپڑے خون سے لتھڑے ہوئے تھے۔امن آپریشن تھیٹر میں تھا۔

اسکا بہت زیادہ خون بہہ گیا تھا۔اسے سمجھ نہیں آرہا تھا کہ ان حالات میں وہ کیا کرے۔

فاریہ بیگم اسے کب سے فون کر رہی تھیں لیکن خضر میں اتنی ہمت نہیں تھی کہ وہ انہیں اس حادثے کی خبر دیتا۔

کچھ سوچتے ہوئے اس نے موبائل نکال کر شاویز کا نمبر ملایا۔ایک وہی تھا جو اس ساری صورتحال پر قابو پا سکتا تھا۔

بیل جا رہی تھی لیکن شاویز فون نہیں اٹھا رہا تھا۔

Click On The Link Above To Read More Novels / ✆ / ✉ 0344 4499420
https://www.zubinovelszone.com/

"شاویز فون اٹھاؤ۔۔"

خضر نے بڑبڑاتے ہوئے دوبارہ شاویز کا نمبر ملایا۔اور اس بار شاویز نے فون اٹھالیا۔

"ہیلو شاویز کہاں ہو تم۔۔؟"

اسکے فون اٹھاتے ہی خضر نے بے تابی سے پوچھا۔

"کام کے سلسلے میں ایبٹ آباد آیا ہوں۔۔"

شاویز نے جواب دیا۔

"کیا ہوا خیریت تو ہے نا۔۔؟"

خضر کے اس طرح پوچھنے پر شاویز چونکا تھا۔

"نہیں خیریت نہیں ہے۔۔"

اور پھر خضر نے اسے ساری بات بتادی۔"امن کو گولی لگی۔۔؟"شاویز جیسے سن ہو گیا تھا۔

"تم جلدی آجاؤ یہاں۔۔مجھے اس مجرم تک پہنچنا ہے۔۔"
امن ملک کو یاد کر کے خضر کا خون کھول اٹھا تھا۔

"اچھا تم ابھی کسی کو کچھ مت بتانا میں بس ابھی نکل رہا ہوں یہاں سے۔۔"
شاویز اسے تلقین کرتے فون بند کر چکا تھا۔اسکا دماغ گھوم گیا تھا۔وہ ایک دن کیلئے رانا ہاؤس سے دور کیا گیا اسکی خیر موجو گی میں اتنا بڑا حادثہ ہو گیا تھا۔اسے اب جلد سے جلد مری پہنچنا تھا۔

"کیا ہوا امی آپ اتنی پریشان کیوں ہیں۔۔؟"

حناوے جو منال اور ھدی کے ساتھ لاؤنج میں داخل ہوئی تھی فاریہ بیگم کو پریشانی کے عالم میں ٹہلتے دیکھا تو پوچھا۔وہ تینوں کالج سے واپس آئی تھیں۔

وہ امن گیا تھا خضر کے ساتھ مارکیٹ ابھی تک واپس نہیں آیا اور خضر فون" "بھی نہیں اٹھا رہا۔

فاریہ بیگم نے پریشانی سے بتایا۔

"اس میں پریشان ہونے والی کیا بات ہے امی آجائیں گے۔۔"

حناوے نے عام سے لہجے میں کہا۔وہ جانتی تھی خضر ذمہدار شخص تھا اور امن کا وہ ویسے بھی زیادہ خیال رکھتا تھا اس لئے وہ بے فکر تھی۔

"نہیں میرا دل بہت گھبرا رہا ہے ایسا پہلے تو کبھی نہیں ہوا۔"

"اوہو امی آپ چھوٹی چھوٹی باتوں کا وہم پال لیتی ہیں امن خضر کے ساتھ گیا ہے اور وہ آج ہی اپنی ساری خواہشات کو پورا کر کے لوٹے گا۔۔ میرا بھائی ہے خضر کو تو تنگ کرے گا نا۔۔"

حناوے نے ماحول پر چھائی اداسی کو دور کرنا چاہا یہ الگ بات تھی وہ خود بری سے بے زار اور الجھی ہوئی تھی۔

فاریہ بیگم بس اسے دیکھ کر رہ گئیں۔

"بیٹی کیلئے کھانے کو کچھ ہے یا بیٹے کے آنے پر ہی ملے گا۔۔؟"

حناوے نے معصوم صورت بنا کر پوچھا۔ ھدی اور منال دونوں اپنے کمروں میں جا چکی تھیں۔ جبکہ حناوے لاؤنج کے صوفے پر ڈھیر تھی۔

"ہاں تم جاؤ چینج کر کے آؤ میں کھانا لگواتی ہوں۔"

فاریہ بیگم نے غائب دماغی سے کہا انکا ذہن ابھی تک امن اور خضر میں اٹکا تھا۔ حناوے سر جھٹک کر سیڑھیوں کی جانب بڑھ گئی۔

وہ آئینے کے سامنے کھڑی تولیے سے دھلا ہوا منہ صاف کر رہی تھی جب موبائل پر ہونے والی بیل نے اسکی توجہ کھینچی۔

بیل مسلسل ہو رہی تھی حناوے نے فون اٹھا کر دیکھا تو کوئی انجان نمبر تھا۔

اسکی پیشانی پر لکیریں ابھریں۔

کچھ سوچتے ہوئے اس نے کال ریسیو کی اور فون کان سے لگایا۔

"ہیلو۔۔"

اسکے ہیلو کرنے پر کوئی نہیں بولا تھا۔

"ہیلو۔۔کون ہے۔۔؟"

دوسری جانب خاموشی کو محسوس کرتے ہوئے حناوے نے پوچھا۔لیکن کوئی جواب نہیں آیا۔

"جب بات نہیں کرنی ہوتی تو فون کیوں کیا جاتا ہے۔۔؟"

وہ تپ گئی تھی۔قریب تھا کہ وہ فون بند کرتی ایک سرسراتی گھمبیر آواز گونجی۔

"حناوے رانا۔۔"

کتنی دلکشی سے اسکا نام پکارہ گیا تھا۔وہ ایک پل کیلئے ساکت رہ گئی تھی۔

"کون ہے۔۔؟"

Zubi Novels Zone

حناوے نے اچنبھے سے فون کو دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"امن ملک۔۔"

آواز گونجی اور وہ سن رہ گئی۔"امن ملک" وہ زیر لب بڑبڑائی۔یہ نام سن کر نفرت کا ایک لاوہ اسکے اندر سے پھوٹا تھا۔

تم صرف میری ہو حناوے رانا صرف امن ملک کی۔۔ تمہیں کیا لگتا ہے تم امن ملک کا چین سکون برباد کر کے آسانی سے کسی اور کی ہو جاؤ گی۔۔ کبھی نہیں۔۔"

بات کرتے کرتے اسکا لہجہ آخر میں سخت ہو گیا تھا۔حناوے تو حیران کھڑی اسکی بات سمجھنے کی کوشش کر رہی تھی۔

آج تو وہ خضر بچ گیا گولی ایک بچے کو لگ گئی لیکن یاد رکھنا اگر اس نے دوبارہ" تمہارے اور میرے درمیان آنے کی کوشش کی تو اس سمیت سب کو آگ "لگا دوں گا۔۔

وہ غصے سے کہتا فون بند کر چکا تھا جبکہ حناوے تو بت بنی کھڑی تھی۔امن ملک کی باتیں اسکے اوپر سے گزری تھیں لیکن اسے اتنا سمجھ آیا تھا کہ وہ اسی مخاطب تھا کیونکہ اس نے خضر کا نام بھی لیا تھا۔

ZNZ
Zubi Novels Zone

"گولی۔۔بچہ۔۔؟"

وہ جیسے نیند سے جاگی۔

"کس کو گولی لگی ہے۔۔؟"

خوف کی ایک لہر حناوے کے اندر دوڑ گئی تھی۔

"امن بھی تو خضر کے ساتھ گیا ہے۔۔یااللہ یہ سب کیا ہو رہا ہے۔۔؟"

وہ کانپتے قدموں سے باہر کی جانب بھاگی۔اسے کچھ غلط ہونے کا احساس ہوا تھا۔

"چچی آپ نے حوصلے سے میری بات سننی ہے ٹھیک ہے نا۔۔؟؟"

وہ جیسے ہی سیڑھیاں پھلانگتی لاؤنج میں پہنچی تو زیان فاریہ بیگم کو کندھوں سے تھامے کھڑا تھا۔اسکے چہرے پر سنجیدگی چھائی تھی۔

کیا مطلب ہے حوصلہ رکھوں؟کوئی میری بات کیوں نہیں سن رہا یہ امن"

"کدھر اور خضر میرا فون کیوں نہیں اٹھا رہا۔۔؟

فاریہ بیگم پھٹ پڑی تھیں وہ تھک گئی تھیں پچھلے چار گھنٹوں سے امن اور خضر کی راہ تکتے تکتے۔

"وہ چچی۔۔امن۔۔"

زیان میں یہ بری خبر دینے کی ہمت نہیں تھی۔

"کیا ہوا امن کو۔۔؟"

امن کے نام پر فاریہ بیگم کے چہرے کی رنگت زرد پڑنے لگی تھی۔انکا دل بری طرح سے دھڑک رہا تھا۔

"امن کو گولی لگی ہے۔۔وہ ہسپتال میں ہے خضر بھائی اسکے ساتھ ہیں۔۔"

زیان نے نظریں چراتے ہوئے بتایا۔

"یا اللہ خیر۔۔"

فاریہ بیگم نے دہل پر اپنے سینے پر ہاتھ رکھا تھا۔اور سیڑھیوں پر کھڑی حناوے کو رانا ہاؤس کی چھت اپنے اوپر گرتی محسوس ہوئی تھی۔

"ایسا نہیں ہو سکتا۔۔ تم مذاق کر رہے ہو نا۔۔؟"

فاریہ بیگم کو جیسے چونکی۔

"امن کو گولی ہے۔۔؟ نہیں ایسا نہیں ہو سکتا"

وہ بڑبڑا رہی تھیں۔

"چچی پلیز حوصلہ کریں۔۔"

زیان نے انہیں سہارا دے کر صوفے پر بٹھایا۔

"آج تو وہ خضر بچ گیا وہ گولی ایک بچے کو لگ گئی""

امن ملک کی آواز حناوے کی سماعت میں گونجی تھی۔اس سے پہلے وہ نیچے گرتی ریلنگ کا سہارا لیتے ہوئے وہ سیڑھیوں پر ہی بیٹھ گئی۔اسکا دماغ سائیں

سائیں کر رہا تھا۔فاریہ بیگم بری طرح سے رو رہی تھیں۔زیان کچھ کہہ رہا تھا۔گھر کے سارے افراد لاؤنج میں جمع ہو گئے تھے جبکہ وہ خالی نظروں سے سب کو دیکھ رہی تھی۔اسے کچھ سمجھ نہیں آ رہا تھا۔یہ سب ایک برے خواب کی مانند لگ رہا تھا۔حناوے کو اپنا آپ پتھر ہوتا محسوس ہوا تھا۔

کچھ دیر بعد منال اسکے پاس آئی تھی اور ہاتھ پکڑ کر اسے کھینچ کر لے گئی۔

"چلو حناوے ہسپتال جانا ہے۔"

وہ حناوے سے کہہ رہی تھی۔جبکہ حناوے کی سماعت میں ابھی تک امن ملک کی باتیں گونج رہی تھیں۔

امن کا آپریشن کر کے گولی نکال دی گئی تھی۔خون زیادہ بہہ گیا تھا بدلے میں شاویز نے اسے خون دیا تھا۔امن کو ابھی تک ہوش نہیں آیا تھا۔ڈاکٹرز کا کہنا تھا کہ اگلے چوبیس گھنٹے امن کیلیئے بہت اہم تھے اگر اسے ان چوبیس گھنٹوں میں ہوش نہ آیا تو وہ کومے میں جا سکتا تھا۔اسکا نازک وجود وینٹیلیٹر پر لگا دیکھ کر رانا ہاؤس کے سبھی افراد رو دیئے تھے۔فاریہ بیگم اپنے بیٹے کی حالت دیکھ کر بار بار حواس کھو رہی تھیں۔سب کی آنکھیں نم ہوئی تھیں صرف ایک حناوے تھی جو پتھر کی ہو گئی تھی جسکی آنکھوں سے ایک آنسو بھی نہیں نکلا تھا۔

وہ بت بنی شیشے کے اس پار پڑے امن کے نازک وجود کو دیکھ رکی تھی۔اسکی آنکھیں خشک اور ویران تھیں کچھ دکھ ایسے ہی ہوتے ہیں جو انسان کو پتھر بنا جاتے ہیں۔۔دوست کی موت پر دھاڑیں مار مار کر رونے والی بھائی کی یہ حالت دیکھ کر بت بن گئی تھی۔

"حناوے۔۔"

ماریہ چچی نے اسے یوں ساکت دیکھ کر اپنے سینے سے لگایا تھا اور دعا کرنے کی تلقین کی تھی لیکن حناوے کے وجود میں جنبش نہیں ہوئی اسکے ہونٹ دعا کیلئے بھی نہیں ملے۔اسکا اندر رو رہا تھا کرلا رہا تھا اور اسکا باہر پتھر ہو چکا تھا۔ خضر نے جب فاریہ بیگم اور حناوے کی حالت دیکھی تو اسکا خون خول اٹھا۔ اسکے ماتحت پولیس افسر ہسپتال میں موجود تھے۔خضر پر جان لیوا حملہ ہوا تھا وہ بچ گیا لیکن گولی امن کو جا لگی۔خضر جانتا تھا یہ حملہ کس نے کیا تھا۔کیوں کیا تھا یہ وہ نہیں جانتا تھا البتہ وہ امن ملک پر ہاتھ نہیں ڈال سکتا تھا کیونکہ اس حادثے کا کوئی اور گواہ نہیں تھا۔

وہ شاویز سے تفصیل سے بات کرنا چاہتا تھا۔اس سے پہلے وہ شاویز کو کچھ بتاتا اسکے موبائل پر رنگ ہوئی۔خضر نے پہلی ہی رنگ پر کال ریسیو کرنے کے

بعد فون کان سے لگایا اس وقت اسکے لئے آنے والی ہر کال اہم اور ضروری تھی۔

"ہیلو ایس پی خضر حیات از سپیکنگ۔۔"

"ایس پی صاحب کیسے ہو۔۔؟"

امن ملک کی تمسخر سے لبریز آواز گونجی تھی۔ آواز سن کر خضر ٹھٹھکا تھا۔ اسے امن سے اس ڈھٹائی کی اُمید نہیں تھی۔

"تم نے اچھا نہیں کیا امن ملک۔۔ اگر امن کو کچھ ہوا تو میں تمہیں چھوڑوں گا نہیں۔۔"

خضر دبی دبی آواز میں چلایا تھا۔

"ھاھا بچے کا نام امن ہے؟ واہ۔۔یہ تو کمال ہو گیا۔۔"

امن ملک نے خباثت سے قہقہہ لگایا۔

"یہ تو بس ٹریلر ہے ایس پی صاحب فلم تو ابھی باقی ہے۔بہتر ہو گا اگر تم میرے اور حناوے کے بیچ میں نہ آؤ کیونکہ جو آئے گا وہ مارا جائے گا۔۔اور اسکے ساتھ دوسرے بھی۔۔"

خضر کے نام پر خضر کے گرد دھاکے ہوئے تھے۔

"حناوے کو کیسے جانتے ہو؟"

خضر غرایا تھا۔

"جنون ہے وہ میرا۔۔جنون۔۔اور اسکے لئے جنونی بننے میں مجھے دیر نہیں لگے گی۔۔

"بکواس بند کرواپنی۔۔"

خضر کی برداشت ختم ہوئی تھی۔اسکے چہرے کے نقوش تن گئے تھے۔امن ملک کا حناوے کے بارے میں اس طرح گفتگو کرنا خضر حیات کو اندر تک سلگا گیا تھا۔

مجھے بھی تمہارے منہ لگنے کا شوق نہیں ہے۔تم سے اتنا کہنا تھا کہ میں اور" حناوے ایک دوسرے سے محبت کرتے ہیں تم راستے سے ہٹ جاؤ تو میں کچھ نہیں کرونگا۔۔ویسے بھی پہلی بار عشق ہوا ہے مجھے میں کسی قیمت پر اسے چھوڑ نہیں سکتا۔۔اور ہاں اگر تمہیں ثبوت چاہیے تو میں بھیج سکتا ہوں۔۔

"اور چاہے تو حناوے سے پوچھ لو کچھ دن پہلے ہی ہم ملے ہیں۔۔

امن کمینگی کے سارے ریکارڈ توڑ چکا تھا اور خضر مزید نہیں سن سکتا تھا اس نے فون بند کر دیا۔

"حناوے امن سے ملنے گئی تھی؟"

خضر کا دماغ سائیں سائیں کر رہا تھا۔

"میں اور حناوے ایک دوسرے سے محبت کرتے ہیں۔۔"

خضر کے الفاظ کسی ہتھوڑے کی مانند اسکے ذہن پر برس رہے تھے۔وہ ہسپتال کی راہداری میں رکھے صوفے پر بیٹھ چکے تھے۔سب واپس جاچکے تھے ہسپتال میں اب حناوے، فاریہ بیگم، نفیسہ تائی، شاویز اور خضر تھے۔

"میں تم سے ہر گز شادی نہیں کر سکتی۔۔"

حناوے الفاظ گونجے تھے۔

کیا یہ وجہ تھی جو حناوے اس شادی سے انکار کر رہی تھی؟اگر نہیں تو امن "کیسے جانتا تھا حناوے کو اور وہ اتنے دعوے سے یہ بات کیسے کہہ سکتا تھا کہ وہ اس سے محبت کرتی تھی؟"

خضر کا دماغ گھوم گیا تھا۔وہ پریشانی سے اپنی پیشانی مسل رہا تھا۔

اس سے پہلے وہ حناوے سے کچھ پوچھتا اسکے موبائل پر بپ کی آواز ابھری تھی۔ خضر نے جیسے ہی موبائل چیک کیا وہ ساکت رہ گیا۔

امن نے اپنے اور حناوے کی باتوں کے چند ثبوت اسے بھیجے تھے۔ اور انکی باتوں میں رانا ہاؤس کا ذکر تھا۔ وہ حناوے کا ہی اکاؤنٹ تھا جس سے اس نے امن سے بات کی تھی۔

اور ساتھ ہی ایک تصویر تھی۔ سی سی ٹی وی کیمرے کی تصویر جس میں حناوے اور امن دونوں نظر آرہے تھے اور اس پر کچھ دن پہلے کی تاریخ اور وقت درج تھا۔

ایک پل کیلئے خضر کو اپنی آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھاتا محسوس ہوا تھا۔

اسے حناوے سے اس درجہ بے وقوفی کی امید ہرگز نہیں تھی۔

وہ ایک جھٹکے سے اٹھا اور انتہائی نگہداشت کے یونٹ کی جانب بڑھ گیا۔

حناوے ابھی تک بت بنی دروازے میں نسب چھوٹے سے شیشے سے امن کے بے جان سے وجود کو دیکھ رہی تھی۔

Zubi Novels Zone

خضر نے اسکے قریب پہنچ کر حناوے کا بازو پکڑ کر ایک جھٹکے سے اسکا رخ اپنی جانب کیا تھا۔

اسکا بس نہیں چل رہا تھا کہ وہ حناوے کا منہ توڑ دے۔ لیکن یہ وقت جوش سے نہیں ہوش سے کام لینے کا تھا اور وہ ویسے بھی پولیس افسر تھا بنا تحقیق و تفتیش کچھ نہیں کر سکتا تھا۔

حناوے نے ساکت نظروں سے خضر کو دیکھا تھا۔ اسکے چہرے پر کوئی تاثر نہیں ابھرا تھا وہ اپنے حواس میں تھی ہی نہیں۔

شاویز ڈاکٹروں سے ملنے گیا تھا۔ فاریہ بیگم نماز ادا کر رہی تھیں جبکہ نفیسہ تائی فون سننے ہسپتال کے دوسرے حصے میں گئی تھیں اس وقت وہاں صرف خضر اور حناوے ہی تھے۔

"یہ سب کیا ہے۔۔؟"

خضر دبی دبی آواز میں چلایا اور موبائل کی سکرین کو حناوے کے سامنے کیا جس پر ہوٹل والی تصویر چمک رہی تھی۔ حناوے نے خالی نظروں سے موبائل کی جانب دیکھا کچھ پل لگے تھے اسے سمجھنے میں اور پھر یک لخت اسکی آنکھوں کی پتلیاں پھیلیں چہرے پر ناگواری ابھری۔

"یہ۔۔ یہ امن ملک۔۔ میں اسے چھوڑوں گی نہیں مار ڈالوں گی۔۔"

وہ خضر سے موبائل چھینتے ہوئے ہیجانی انداز میں چلائی۔ خضر سرد نظروں سے حناوے کو گھور رہا تھا۔ پچھلے دو گھنٹوں میں وہ پہلی بار کچھ بولی تھی۔ ورنہ تب سے بت بنی ہوئی تھی۔

"خضر اس نے مارا امن کو۔۔ اس نے علیزے کے ساتھ۔۔"

حناوے کا گلا رندھ گیا تھا۔ اسکی آنکھوں میں نمی ابھر آئی تھی۔ اسکی حالت دیکھ کر خضر کے چہرے پر واضح الجھن ابھری۔

"تم امن سے ملنے گئی تھی۔۔؟"

خضر نے اپنے غصے پر قابو پاتے پوچھا۔

"وہ مم۔۔میں۔۔"

حناوے کے ہونٹ خشک ہوئے اور گلے میں کانٹے اگ آئے تھے۔

اسے سمجھ نہیں آرہا تھا کہ یہ سب کیا ہوا تھا؟

"بتاؤ حناوے تم امن ملک سے ملنے گئی تھی۔۔؟"

خضر کھا جانے والی نظروں سے اسے گھور رہا تھا۔وہ اسکے انتہائی قریب کھڑا تھا۔حناوے کو اپنی جان ہوا ہوتے محسوس ہوئی تھی۔

وہ خاموش رہی۔

"کچھ پوچھ رہا ہوں تم سے حناوے مجھے سچ سچ جواب دو۔۔"

خضر نے اسے بازو سے پکڑ کر جھنجھوڑا۔

"جج۔۔جی۔۔"

حناوے نے نظریں جھکاتے ہوئے جواب دیا۔خضر کی گرفت اسکی بازو پر ڈھیلی پڑی اسے اپنے اندر کچھ ٹوٹتا ہوا محسوس ہوا تھا۔اس سے پہلے وہ کچھ کہتا فاریہ بیگم جو جانے کب سے کچھ فاصلے پر کھڑیں دونوں کی باتیں سن رہی تھیں وہ آگے بڑھیں اور حناوے کا رخ جھٹکے سے اپنی جانب کر کے ایک زور دار تھپڑ اسکے نازک گال پر رسید کیا تھا۔

چٹاخ کی آواز ابھری اور حناوے تو ساکت رہ گئی تھی۔

"امم۔۔می۔۔"

حناوے کے لب پھڑ پھڑائے۔

"کس سے ملنے گئی تھی تم بے حیا۔۔؟"

اس سے پہلے وہ حناوے پر مزید ہاتھ اٹھاتی خضر نے آگے بڑھ کر انہیں سنبھالا۔

نہیں ممانی جان۔۔یہ وقت ان سب باتوں کا نہیں ہے آپ بس امن کیلیۓ دعا کریں باقی میں سنبھال لوں گا۔۔"

خضر نے انہیں حوصلہ دیتے ہوئے صوفے پر بٹھایا۔

جبکہ حناوے پھٹی پھٹی نگاہوں سے کبھی فاریہ بیگم تو کبھی خضر کو دیکھ رہی تھی۔آخر اسکا گناہ کیا تھا؟وہ نہیں سمجھ پائی تھی۔اسکے بال بکھرے ہوئے تھے جبکہ ہونٹ خشکی کی نظر ہو چکے تھے۔آنکھوں سے اذیت چھلک رہی تھی۔وہ کوئی اجڑی کوئی شہزادی لگ رہی تھی جسکا محل تیز طوفان کی زد میں

ٹوٹ گیا تھااور وہ حیران تھی کہ ایک خوبصورت اور عالیشان محل طوفان کی نذر کیسے ہو گیا۔؟ جسکی حیرت ہی ختم ہونے کا نام نہیں لے رہی تھی۔

اس نے خضر کی نگاہوں میں ایک سرد مہری اور ناگواری دیکھی تھی۔ جانے کیا تھا اسکی نگاہ میں حناوے کو اپنا آپ اپنی نظروں میں ہی گرتا محسوس ہوا تھا۔ ایسا تو کبھی نہیں ہوا تھا اسکی اور خضر کی چاہے جتنی بھی لڑائی ہو جاتی وہ خضر کو جو مرضی کہہ لیتی لیکن اُس نے کبھی اتنی سرد مہری نہیں دکھائی تھی۔ اسکی آنکھوں میں کبھی اتنی ناگواری نہیں ابھری تھی۔

حناوے کا دل ڈوب کر ابھرا تھا۔

تم صرف میری ہو حناوے رانا صرف امن ملک کی۔۔ تمہیں کیا لگتا ہے تم" امن ملک کا چین سکون برباد کر کے آسانی سے کسی اور کی ہو جاؤ گی۔۔ کبھی نہیں۔۔"

امن ملک کی باتیں اسکے کانوں میں گونج رہی تھیں۔

کون تھا یہ امن ملک جو اس سے محبت کا دعوی کرتا تھا اور یہ محبت کی" شروعات کہاں سے ہوئی تھی۔؟ وہ اسکے لئے اتنا پاگل کیوں تھا جو خضر پر جان لیوا حملہ کر دیا۔۔؟ آخر کیوں؟"

حناوے کو اپنے دل میں امن ملک کیلیئے ان سوالوں کے ساتھ نفرت کا ایک گولا سا اٹھتا ہوا محسوس ہوا تھا جسکی وجہ اسکی ماں نے آج حناوے کے کردار پر سوال اٹھایا تھا اسے بے حیا کہا تھا۔

وہ رونا چاہتی تھی چیخنا چلانا چاہتی تھی لیکن آنسو جم گئے تھے۔درد اتنا بڑھ گیا جس نے آنسوؤں کو اسکے اندر کی جما دیا تھا۔

ویسے میں حیران ہوں حناوے کوئی کسی سے اتنی محبت کیسے کر سکتا ہے۔۔ " تمہیں پتا ہے وہ شخص پاگل ہے تمہارے لئے۔۔پاگلوں سے بھی آگے کا پاگل پن چھلکتا ہے اسکے لفظوں میں تمہارے لئے۔۔۔کاش کوئی مجھ سے بھی اتنی محبت کرتا۔۔

"حناوے رانا امن ملک تمہارے لئے پاگل ہو چکا ہے۔۔

سماب کے الفاظ حناوے کی سماعت سے ٹکرائے تھے اور حناوے ساکت رہ گئی۔یہ تھا وہ امن ملک وہ انسان جسکا ذکر سماب نے اسکے سامنے ایک دو بار کیا تھا لیکن وہ اسکی تصویر نہیں دیکھ پائی تھی۔

یہ شخص حناوے کیلئے قیامت بن کر آیا تھا جس نے پل بھر میں حناوے کا نازک دل اجاڑ دیا تھا۔

چاہے جانا کا سرور الگ ہی ہوتا ہے۔۔کوئی ہمیں چاہے ہم پر مرتا ہو اسکا احساس ہی الگ ہوتا ہے لیکن اگر کسی کی چاہت ہم سے سب کچھ چھین لے تو اس انسان اور اسکی چاہت سے نفرت ہونے لگتی ہے اور کچھ ایسی ہی کیفیت حناوے کی بھی تھی۔

"تم نے گولی چلانے والے کو دیکھا۔۔؟"

شاویز سنجیدگی سے اپنے سامنے بیٹھے خضر سے پوچھ رہا تھا۔وہ دونوں اس وقت ہسپتال سے قریبی ریستوران میں چائے پینے آئے تھے تاکہ وہیں بیٹھ کر سکون سے اس موضوع پر بات کر سکیں۔

"نہیں۔۔"

خضر نے صاف جھوٹ بولا۔کیونکہ معاملہ حناوے کا تھا۔وہ امن ملک کی کمینگی سے واقف تھا وہ کسی حد تک بھی جا سکتا تھا اسکے پاس ثبوت تھے اور خضر نہیں چاہتا تھا کہ راناہاؤس میں سے کسی بھی لڑکی کے کردار پر کوئی سوال اٹھے۔اور شاویز کے غصے سے بھی اچھی طرح واقف تھا۔

امن کی جان بچ گئی تھی اتنا ہی کافی تھا وہ امن ملک سے جوش میں کھیلنا نہیں چاہتا تھا اسے جو کرنا تھا سوچ سمجھ کر کرنا تھا۔

"تمہیں کسی پر شک ہے۔۔؟"

شاویز نے غور سے خضر کے چہرے کو دیکھتے ہوئے پوچھا جو چائے کے کپ کے کناروں پر شہادت کی انگلی پھیرتے ہوئے کسی گہری سوچ کا شکار نظر آرہا تھا البتہ شاویز کی باتوں کو وہ غور سے سن رہا تھا۔

"ایک پولیس والے کو سب پر ہی شک ہوتا ہے اسکا کام ہی شک کرنا ہے۔۔"

خضر نے ہلکے پھلکے انداز میں جواب دیا۔اسکی بات سن کر شاویز نے کرسی کی لشت سے ٹیک سے لگایا اور گہرا سانس فضا میں خارج کیا۔

"میں سمجھ سکتا ہوں یہ تمہارا مسئلہ ہے اور تم خود اسے سلجھانا چاہتے ہو۔۔ لیکن میں اتنا چاہوں گا جو شخص بھی رانا خاندان کی طرف آنکھ اٹھا کر دیکھنے کی گستاخی کرے مجھے بس نام بتا دینا میں آنکھیں نکال دونگا اسکی۔۔"

شاویز نے سرد لہجے میں کہا تھا۔ خضر نے نظریں اٹھا کر اسے دیکھا۔ سفید کلف لگے سوٹ میں سیاہ چادر کندھوں پر ڈالے سرد و جامد تاثرات چہرے پر جمائے وہ اسے امن ملک کا نام و نشان مٹانے والا لگا تھا۔ لیکن خضر تباہی نہیں چاہتا تھا۔

"میں جانتا ہوں لیکن جب اپنے ہی لوگ دغا دے جائیں تو دشمن سے شکایت کیسی۔۔؟"

خضر کے لہجے میں کچھ تھا جس نے شاویز کو چونکنے پر مجبور کیا تھا۔ خضر کے چہرے پر عجیب سے تاثرات تھے جنہیں شاویز سمجھ نہیں پایا تھا۔ خضر سیاہ پینٹ پر سیاہ شرٹ اور بھورے رنگ کی جیکٹ پہنے ہوئے تھا۔ وہ کسی الجھن کا شکار تھا۔ اسکے وجیہہ چہرے پر پریشانی کی لکیریں واضح تھیں۔ اور جب تک وہ خود اس پریشانی اس الجھن کو شیئر نہ کرتا شاویز اسے بتانے پر مجبور نہیں کر سکتا تھا۔

ہسپتال میں زیان رحمن بھائی کو لے کر آیا تھا اس لئے وہ دونوں کافی مطمئن بیٹھے تھے۔

"مجھے تم پر پورا بھروسہ خضر تم جو کرو گے وہ بہتر ہی ہو گا۔"

شاویز نے خضر کے میز پر رکھے ہاتھ پر ہاتھ رکھتے ہوئے اسے حوصلہ دیا تو خضر نرمی سے مسکرا دیا۔

—

امن سے صوفے کی پشت سے ٹیک لگائے آنکھے موندھے بیٹھا تھا۔ اسکے دائیں ہاتھ میں ابھی تک پستول تھی جسکی مدد سے وہ اپنی پیشانی سہلا رہا تھا۔ اسکے چہرہ سپاٹ تھا۔ وہ کیا سوچ رہا تھا کوئی جان نہیں سکتا تھا۔

Zubi Novels Zone

"چھوٹے ملک صاحب جس بچے کو گولی لگی ہے وہ جی حناوے رانا کا چھوٹا بھائی تھا۔۔"

صوفے کے بائیں جانب کھڑے خان نے ڈرتے ڈرتے بتایا تھا۔ کمرے میں سگریٹ کے دھوئیں کی بو پھیلی تھی۔ بند کھڑکیوں پر قیمتی پردے کمرے میں دھوئیں کے نکلنے کے راستے کو مسدود کرتے تھے اور روشنی کو اندر آنے روکتے تھے اس لئے کمرے میں اندھیرا تھا۔

"خان۔۔"

امن غصے سے دھاڑا۔

"جی جی میرے مالک۔۔"

خان اسکی دھاڑ پر لرز اٹھا تھا۔

"آئندہ حناوے کا نام اپنی زبان سے مت لینا سمجھ آئی۔۔؟"

امن نے اسے غصے سے وارن کیا۔

"ج۔۔جی مالک سمجھ گیا۔۔"

خان نے جھکے ہوئے سر کو مزید جھکایا۔

" ھمم۔۔یہ بتاؤ وہ بچہ کیسا ہے اب بچ گیا یا مر گیا۔۔؟"

امن نے بند آنکھوں سے سوال کیا۔

جی بچ گیا ہے ابھی ہوش نہیں آیا اور جی انکے گھر والوں کی حالت بری

ہے۔۔"

خان نے لرزتے ہوئے بتایا وہ امن کے کہنے پر ہسپتال گیا تھا اور اپنی آنکھوں

سے حناوے اور فاریہ بیگم کی حالت دیکھ کر آیا تھا۔

"ٹھیک ہے جاؤ تم۔۔"

امن کے کہنے پر خان سر جھکائے بنا ایک پل ضائع کئے کمرے سے نکل گیا جبکہ امن ابھی تک اسی انداز میں بیٹھا تھا۔

—

شام سے رات ہوئی اور رات بھی گزرنے گئی۔ حناوے بت بنی بیٹھی رہی۔ فاریہ بیگم نے اسے دوبارہ مخاطب نہیں کیا۔ حناوے کو اپنا آپ اس وقت اتنا گرا ہوا محسوس ہو رہا تھا کہ اس میں ہمت نہیں تھی وہ اپنی ماں کو حوصلہ دے پاتی۔ فاریہ بیگم دعائیں مانگ کر تھک گئی تھیں لیکن امن کے وجود میں جنبش نہیں ہوئی تھی۔

اس ایک رات میں حناوے نے اپنے آپکو جتنا تنہا اور اکیلا محسوس کیا تھا وہ سن رہ گئی تھی۔اس دنیا میں کوئی بھی کسی کا نہیں تھا۔۔رشتوں میں ایک غلط فہمی کتنی بڑی تباہی کا سبب بن سکتی تھی یہ اسے آج پتا چلا تھا۔

وہ ٹھنڈے فرش پر دیوار سے ٹیک لگائے بیٹھی تھی۔دوپٹے کو اس اپنے ارد گرد لپیٹا ہوا تھا۔ٹھنڈ کی وجہ سے اسکے دانت بجنے لگے تھے۔نفیسہ تائی کو بھی واپس بھیج دیا گیا تھا۔سب نے حناوے کی منتیں کی وہ گھر چلی جائے لیکن اس نے کوئی جواب نہیں دیا اور نہ اپنی جگہ سے ہلی۔

فاریہ بیگم کی رات دعائیں مانگتے گزر گئی جبکہ خضر پوری رات پریشانی سے سے ٹہلتا رہا تھا۔امن ملک سے اسکی دشمنی جیسی بھی تھی لیکن اسے اندازہ نہیں تھا وہ اسکے خاندان تک پہنچ جائے گا۔۔امن ملک نے بہت ہی کاری وار کئے تھے اور خضر تڑپ رہا تھا۔وہ فی الوقت کچھ نہیں کر سکتا تھا۔

حناوے اور خضر دونوں کے ذہن میں امن کے الفاظ گونج رہے تھے۔اس ایک شخص نے ایک ہی دن کے اندر رانا ہاؤس کے سارے مکینو کو ہلا کر رکھ دیا تھا۔

اور حناوے اس رات کو کوس رہی تھی جب وہ شرط کے چکر میں جنگل گئی تھی رقص کرنے۔۔وہیں دیکھا تھا امن ملک نے اسے۔۔اسے یاد تھا ایک گاڑی اسکے سامنے آکر رکی تھی۔

اس گاڑی میں امن ملک تھا۔۔

موبائل پر ہونے والی بیل نے حناوے کو خیالوں سے باہر آنے پر مجبور کیا۔

حناوے نے غائب دماغی سے فون ریسیو کر کے موبائل کان سے لگایا۔

"ہیلو حناوے۔۔کیسی ہو تم اور امن کیسا ہے۔۔؟"

سماب کی آواز ابھری تھی۔

اسکی آواز سن کر حناوے اندر تک تڑپ اٹھی تھی۔

"تمہارے ایک چھوٹے سے فن نے میری زندگی کی بنیاد ہلا دی سماب۔۔"
حناوے کے لہجے میں جانے کیا تھا سماب ایک پل کو سن رہ گئی تھی۔

"کک۔۔ کیا ہوا حناوے۔۔ میں نے کیا کیا۔۔؟"
سماب کو اندازہ نہیں تھا اسکی کی گئی چھوٹی سی غلطی نے حناوے کو کتنا نقصان پہنچایا تھا۔

"امن ملک نے ہمارے امن کو اس حال میں پہنچایا ہے آج اسکی وجہ سے میرے کردار پر سوال اٹھا۔۔ میں خود کی نظروں میں گر گئی۔۔ میں جس شخص کو جانتی تک نہیں اس نے میری زندگی جلتے تپتے صحرا کی نظر کر دی سماب۔۔ تم تو کہتی تھی کہ امن ملک مجھ سے بہت محبت کرتا ہے۔۔ لیکن وہ تو

میری زندگی کی ڈور اپنے ہاتھوں میں تھامے بیٹھا ہے۔۔میری زندگی سے کھیل رہا ہے وہ"

حناوے کے لہجے میں جانے کیا تھا کہ چائے ہاتھ میں تھامے اسکی جانب بڑھتے خضر کے قدم ساکت ہوئے تھے۔وہ جانتا تھا حناوے نے کچھ نہیں کھایا تھا وہ اسکے لئے ہی چائے لایا تھا امن اور سماب کے نام نے اسے ٹھٹھکنے پر مجبور کیا تھا۔

یعنی کوئی اور بھی تھا جو پوری بات جانتا تھا اور وہ تھی سماب۔۔۔خضر الٹے قدموں واپس لوٹ گیا اسے سماب سے ملنا تھا۔

"مجھے امید ہے سماب تم مجھے سچ سچ بتاؤ گی کہ امن ملک کا کیا چکر ہے؟"

خضر سماب کے سامنے موجود تھا۔اور امن ملک کا نام سن کر سماب کا سانس اٹکا تھا۔اسکا دل تیزی سے دھڑکنے لگا تھا۔حناوے کی باتوں سے اسے اندازہ ہو گیا تھا کہ امن ملک نے کچھ غلط کیا تھا لیکن کیا کیا تھا وہ نہیں جانتی تھی۔

"کیا حناوے امن ملک سے محبت کرتی ہے؟"

سماب کے خاموش رہنے پر خضر نے دوسرا سوال کیا۔

ن۔۔نہیں۔۔حناوے تو امن ملک کو جانتی بھی نہیں ہاں امن ملک" "حناوے کیلئے پاگل ہے۔۔

سماب نے ہچکچاتے ہوئے سچ بتایا۔

"اور یہ پاگل پن کب شروع ہوا۔۔؟"

وہ جانچتی نظروں سے پوچھ رہا تھا۔انداز بالکل ایک پولیس افسر کی طرح تھا۔

کچھ ماہ پہلے۔۔ ہم ایڈونچر کیلئے پیچھے جنگل میں گئے تھے وہاں حناوے نے" ڈانس کیا تھا ایک طوائف کے روپ میں۔۔اور۔۔اور وہیں امن ملک نے اسے دیکھا تھا۔۔"

سماب نے اٹکتے ہوئے بتایا۔اسکی بات سن کر خضر کا منہ حیرت سے کھل گیا تھا۔

"جنگل میں ڈانس۔۔؟کانٹ بلیو کہ تم چاروں اتنی بے وقوف ہو۔۔؟"

خضر بے ساختہ اپنا سر تھام گیا تھا۔

پھر سماب نے اسے شروع سے آخر تک ساری کہانی سنادی تھی جس سے یہ ثابت ہوا تھا کہ حناوے کا کوئی قصور نہیں تھا۔وہ امن ملک سے محبت نہیں کرتی تھی اس بات نے خضر کو سکون پہنچایا تھا۔۔۔کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو خضر کو امن ملک کے ہاتھوں بہت بری شکست ہوتی۔

سماب کے مطابق حناوے خضر کو ہرگز نہیں جانتی تھی بلکہ اس نے تو امن ملک کو دیکھا تک نہیں تھا۔۔ پھر حناوے اس سے ملنے کیوں گئی۔۔؟

کچھ اور تھا جو چھپا ہوا تھا۔۔ جو ابھی تک خضر کی آنکھوں سے اوجھل تھا۔

اچانک خضر کے ذہن میں جھماکہ ہوا اور خضر کچھ سوچتے ہوئے حناوے کے کمرے کی طرف بڑھ گیا۔

وہ اس وقت خالص پولیس افسر کے انداز میں سوچ رہا تھا اور وہی کر رہا تھا۔

اسے یقین تھا کہ حناوے کے کمرے سے اسے کچھ نہ کچھ ضرور ملنے والا تھا۔۔

وہ اب حناوے کے کمرے میں میز پر رکھی کتابیں اور دراز چیک کر رہا تھا۔

خلاف توقع کمرہ کافی صاف تھا۔۔

وہ خاموشی اور سنجیدگی سے ہر چیز کو چیک کر رہا تھا۔ امن ملک اور حناوے کی ملاقات کا کوئی سراغ اسے لازمی ملنے والا تھا۔

خضر کے انداز میں کافی پھرتی تھی۔ جیسے ہی الماری کا پٹ کھولا ڈھیروں ٹیڈی بیئرز اسکے پاؤں میں جا گرے۔

"تمہاری معصومیت، پاگل پن اور بے وقوفی نے تمہیں نقصان پہنچایا ہے
حناوے۔۔"

خضر نے ایک ٹیڈی بیئر کو دیکھتے ہوئے کہا اور پھر سب کو اٹھا کر واپس رکھا۔
الماری کی حالت تھوڑی بری تھی۔
تھوڑی سی تگ ودو کے بعد اسے ایک ڈائری نظر آئی تھی۔

"حناوے اور ڈائری یہ ناممکن سا تھا۔۔"
خضر نے اسے الٹ پلٹ کر دیکھا اور پھر بیڈ پر بیٹھ کر اسے پڑھنے لگ گیا۔ وہ ڈائری علیزے کی تھی اور حناوے کے پاس کیسے آئی اسے حیرت تھی۔

پندرہ منٹ بعد وہ ڈائری کے اس صفحے پر پہنچا جہاں علیزے کا آخری پیغام تھا جس میں صاف الفاظ میں لکھا تھا کہ اسکی موت کا ذمہدار امن ملک تھا۔

اور اسکے نیچے کچھ اور بھی لکھا تھا۔

"تم فکر مت کرو علیزے اس امن ملک کو میں چھوڑوں گی نہیں میں اسے سزا دلوا کر رہوں گی میں اسے بتانے جا رہی ہوں کہ میرے ہاتھ ثبوت لگ چکے ہیں وہ اب نہیں بچے گا۔۔میں تمہاری موت کا بدلہ لوں گی علیزے۔۔ حناوے رانا تمہارے ہر دکھ درد تمہاری ہر اذیت کا بدلا لے گی۔"

خضر نے بے ساختہ اپنا سر تھاما۔جانے وہ لڑکی کیا کیا کرتی پھر رہی تھی کسی کو کانوں کان خبر نہیں ہونے دی۔

امن سے حناوے کی ملاقات اسے سمجھ آگئی تھی۔سماب اور حناوے کی بے وقوفی کو امن ملک نے ہتھیار بنا کر استعمال کیا تھا۔

تم فکر مت کرو علیزے اس امن ملک کو میں چھوڑوں گی نہیں میں اسے" سزا دلوا کر رہوں گی میں اسے بتانے جا رہی ہوں کہ میرے ہاتھ ثبوت لگ چکے ہیں وہ اب نہیں بچے گا۔۔میں تمہاری موت کا بدلہ لوں گی علیزے۔۔ "حناوے رانا تمہارے ہر دکھ درد تمہاری ہر اذیت کا بدلا لے گی۔

خضر نے بے ساختہ اپنا سر تھاما۔جانے وہ لڑکی کیا کیا کرتی پھر رہی تھی کسی کو کانوں کان خبر نہیں ہونے دی۔

امن سے حناوے کی ملاقات اسے سمجھ آگئی تھی۔سماب اور حناوے کی بے وقوفی کو امن ملک نے ہتھیار بنا کر استعمال کیا تھا۔

خضر کتنی ہی دیر خاموش بیٹھا سوچتا رہا کہ اسے کیا کرنا چاہیے تھا۔وہ حناوے کو امن ملک سے کیسے بچا سکتا تھا؟یہ تو وہ اچھے سے جانتا تھا امن ملک جس چیز

کے پیچھے پڑھ جاے اتھا اسے حاصل کر کے ہی دم لیتا تھا۔ لیکن حناوے کوئی چیز نہیں تھی بلکہ ایک لڑکی تھی۔۔اور اب تو خضر کی اس سے منگنی بھی ہو گئی تھی۔

خضر نے ڈائری بند کرنے کے بعد واپس الماری میں رکھی اور ایک بوجھل سانس فضا میں خارج کرتا حناوے کے کمرے سے باہر نکل گیا۔اسکا رخ اب ہسپتال کی جانب تھا۔

اپنی جیپ نے بیٹھنے کے بعد خضر نے موبائل نکالا اور ایک نمبر ملایا۔ بیل جا رہی تھی لیکن کوئی فون نہیں اٹھا رہا تھا۔

ایس پی صاحب میں آپکے ہی فون کا انتظار کر رہا تھا۔۔ کہو کیسا لگا"

"سرپرائز؟

امن ملک کی آواز گونجی تھی اور پھر اسکا خباثت بھرا قہقہہ سنائی دیا۔

"اب تک میں سوچ رہا تھا کہ ایس پی صاحب نے میرے خلاف کوئی کاروائی کیوں نہیں کی۔۔؟"

"زیادہ ہوا میں اڑنے کی ضرورت نہیں ہے امن ملک——تمہاری اصلیت کیا ہے میں وہ اچھے سے جانتا ہوں اور ہاں بہت اچھا پلان بنایا تم نے میری ہونے والی بیوی کو مجھ سے دور کرنے۔۔ چچ افسوس کہ تم فیل ہو گئے۔۔"
خضر نے "ہونے والی بیوی" پر خوب زور دیا تھا۔ توقع کے مطابق اسکے الفاظ امن کو بری طرح سلگا گئے تھے۔

"حناوے صرف میری ہے صرف میری۔۔ یاد رکھنا اس سے دور رہنا ورنہ انجام کے ذمہدار تم خود ہو گے۔۔"

امن ملک غصے سے دھمکی دیتا فون بند کر چکا تھا۔ خضر کے لبوں میں مسکراہٹ پھیل گئی لیکن اسکی آنکھوں میں تھکن نمایاں تھی۔ اس نے سیٹ کی پشت سے ٹیک لگائی اور آنکھیں موند لیں۔ خود کو پر سکون کرنے فی الوقت اسکے پاس یہی راستہ تھا۔

اس نے کبھی سوچا نہیں تھا کہ امن ملک سے اسکی جنگ یہ موڑ اختیار کر لے گی۔

اسے حناوے اور چھوٹے امن کی فکر ہو رہی تھی۔

کچھ دیر وہ اسی حالت میں بیٹھا کچھ سوچتا رہا پھر جیپ سٹارٹ کر کے اسکا رخ ہسپتال کی جانب موڑ دیا۔

امن کوما میں چلا گیا تھا رانا ہاؤس کیلئے یہ خبر کسی دھماکے سے کم نہیں تھی۔ فاریہ بیگم کی حالت بری ہو چکی تھی۔ امن کو پکار پکار کر انکی زبان تھکنے لگی تھی لیکن امن نے کوئی جواب نہیں دیا تھا۔

Click On The Link Above To Read More Novels / ✆ / ✉ 0344 4499420
https://www.zubinovelszone.com/

حناوے کو دیکھ کر خضر کو اس پر ترس آیا تھا۔ وہ ویران آنکھیں اور سرد و سپاٹ چہرہ لئے امن کے کمرے کے باہر نیچے ٹھنڈے فرش پر بیٹھی تھی۔ ٹھنڈ کی وجہ سے اسکے ہونٹ نیلے پڑ گئے تھے۔ فاریہ بیگم کو حناوے پر شدید غصہ تھا اور امن کا دکھ اتنا زیادہ تھا کہ وہ حناوے پر دھیان ہی نہیں دے پائیں۔

خضر آہستہ قدموں سے چلتا ہوا اسکے پاس آیا اور پھر پنجوں کے بل اسکے قریب بیٹھ گیا۔

ZNZ
Zubi Novels Zone

"حناوے۔۔"

اس نے ہولے سے حناوے کو پکارہ تھا جو پتھر کی مورت بنے جانے کس دنیا میں گم تھی۔

اسکی پکار کا حناوے پر کوئی اثر نہیں ہوا تھا۔

"حناوے اٹھو گھر چلتے ہیں۔۔"

خضر نے جیسے ہی اسکا کندھا ہلایا وہ بدک کر پیچھے ہٹی۔اور پھر چونک کر خضر کو دیکھا اسکی آنکھوں میں شناسائی کی رمک ابھری۔

"میں نے کچھ نہیں کیا۔۔وہ اس۔۔اس ملک نے علیزے اور امن کو۔۔میں تو علیزے کا۔۔"

حناوے کے خشک اور نیلے پڑتے ہونٹوں سے لفظ ٹوٹ پھوٹ کر ادا ہوئے تھے۔اسکے برف جیسے لرزتے ہاتھوں نے خضر کے ہاتھوں کو تھاما تھا۔خضر اسکی بات کا مطلب سمجھ گیا تھا۔

"یہ سب چھوڑو۔۔چلو اٹھو شاباش ہمیں گھر جانا ہے۔۔"

خضر نے اپنی جیکٹ اتار کر اچھے سے اسکے کندھوں پر لپیٹتے ہوئے کہا۔

"نہیں میں نہیں جاؤں گی۔۔میں نہیں جاؤں گی۔۔"

حناوے ایک جھٹکے سے اس سے دور ہوئی۔

امن اکیلا ہے اسے اکیلے ڈر لگتا ہے وہ توامی کے ساتھ سوتا تھا۔۔میں نہیں" "جاؤں گی۔۔جب امن جاگ جائے گا اسے ساتھ لے کر گھر جاؤں گی۔

حناوے نے صاف لفظوں میں انکار کیا تھا۔وہ جیسے اپنے حواس میں نہیں تھی۔

Zubi Novels Zone

میں نے کہانا گھر چلو۔۔یہاں باقی سب ہیں امن کے پاس وہ اکیلا نہیں" "ہے۔

خضر نے سخت لہجے میں کہا اور اسے کندھے سے ہ

پکڑ کر کھڑا کیا۔

"مجھے کہیں نہیں جانا۔۔ چھوڑو مجھے"

حناوے نے اپنا بازو اسکی گرفت سے آزاد کرانا چاہا۔

"شٹ اپ۔۔ جسٹ شٹ اپ۔۔"

خضر غصے سے چلایا تھا۔ حناوے کی ضد اسکا دماغ گھما رہی تھی۔ اسکے اس طرح غصہ کرنے پر حناوے نے سہم کر اسے دیکھا اور پھر خاموش ہو گئی۔

خضر اسے بازو سے پکڑ کر وہاں سے لے گیا تھا وہ اسے رانا ہاؤس لے جانے والا تھا۔

کیونکہ حناوے کی حالت دیکھ کر اسے اس پر کسی پاگل کا گمان ہوا تھا۔

اور حناوے کے ہونٹوں پر ایک بار پھر گہری چپ نے ڈیرہ ڈال لیا تھا۔

خضر حناوے کو لے کر رانا ہاؤس پہنچا تو اسے لاؤنج میں ھدی مل گئی۔

"ھدی حناوے کو اسکے کمرے میں چھوڑ آؤ۔۔"

خضر نے سنجیدگی سے ھدی کو کہا جس نے چونک کر حناوے کو دیکھا جو خاموشی کی مورت بنے کھڑی تھی۔ وہ اپنے حلیے سے وہ حناوے تو کہیں سے نہیں لگ رہی تھی جو وہ ہوتی تھی جس پر امن ملک فدا ہوا تھا۔

حناوے کے کندھوں پر پڑی خضر کی جیکٹ دیکھ کر ھدی سلگ اٹھی تھی لیکن حناوے کی حالت نے اسے حناوے پر ترس کھانے پر مجبور کر دیا تھا۔

"بت بنی کیا کھڑی ہو اسے پکڑ کر لے جاؤ یہ اپنے حواس میں نہیں ہے۔۔"

اسے یوں خاموش کھڑے دیکھ کر خضر نے دوبارہ کہا۔ وہ چاہتا تو خود چھوڑ آتا اسے لیکن رات کے اس وقت اسے یہ سب کرنا مناسب نہیں لگ رہا تھا۔

"جی اچھا۔۔"

اور ھدی خضر کی کوئی بات نہیں ٹال سکتی تھی وہ تیزی سے حناوے کی جانب بڑھی اور اسکی کمر کے گرد بازو پھیلا کر سیڑھیوں کی جانب بڑھ گئی حناوے کسی روبوٹ کی طرح چل رہی تھی۔اسکے ہونٹ سختی سے ایک دوسرے میں پیوست تھے۔

"اچھا سنو۔۔"

خضر کے پکارنے پر وہ رک گئی۔

"جج۔۔جی۔۔؟"

ھدی نے پلٹتے ہوئے پوچھا۔

"اسے اچھے سے کھانا کھلا دینا اور ہو سکے تو اسکے ساتھ ہی سو جانا فاریہ ممانی بھی گھر نہیں ہے اور حناوے کے حالت کے پیش نظر اسے اکیلا چھوڑنا ٹھیک نہیں ہو گا۔۔"

کتنی فکر تھی اسکے لہجے میں حناوے کیلئے ھدی کو اپنے اندر کچھ ٹوٹتا محسوس ہوا تھا۔

اتنی توجہ تو وہ خود کیلئے چاہتی تھی لیکن خضر نے تو کبھی کام کی بات کے علاوہ اسے پکارہ ہی نہیں تھا۔

"جی ٹھیک ہے۔۔"

ھدی نے اپنی نم ہوتی آنکھوں کو جھکا کر کہا مبادہ کہیں خضر دیکھ ہی نہ لے۔

وہ اتنا تو سمجھتی تھی اس سب میں حناوے کا زیادہ قصور نہیں تھا اور پھر خضر کے معاملے میں بھی وہ بے بس تھی۔

سماب اسے سب کچھ بتا چکی تھی۔اور امن کے کومے میں جانے کا دکھ اتنا ہی ھدی کو بھی تھا جتنا باقی سب کو۔۔

"گڈ۔۔مجھے امید ہے تم میری باتوں پر اچھے سے عمل کرو گی۔۔"
خضر اسے دیکھ کر مسکرایا تھا اور ھدی کے چہرے پر مسکراہٹ پھیلی چاہے زبردستی ہی سہی۔۔

جب تک ھدی حناوے کو لے کر اسکی آنکھوں سے اوجھل نہیں ہو گئی تھی تب تک وہ وہیں کھڑا رہا اور پھر واپس پلٹ گیا۔
رانا ہاؤس کی خاموشی سے اسے ہول اٹھ رہے تھے۔ہنستا بستا گھر کس طوفان کی نظر ہوا تھا یہ دیکھنا آسان نہیں تھا۔اسے رہ رہ کر معصوم امن کا خیال آرہا تھا جو بے بسی کی انتہا پر تھا اور اسکی وجہ ایک ہی شخص تھا۔۔۔امن ملک۔۔

Click On The Link Above To Read More Novels / ✆ / ✉ 0344 4499420
https://www.zubinovelszone.com/

کہتے ہیں وقت کسی کے جانے سے نہیں رکتا۔۔رانا ہاؤس کے مکینوں کی زندگی معمول کے مطابق دوڑنے لگی تھی اگر کسی کی زندگی رک سی گئی تھی تو وہ فاریہ بیگم اور انکے بچوں کی تھی۔

حناوے نے تو بولنا بالکل ہی چھوڑ دیا تھا۔فاریہ بیگم ہر وقت دکھی اور پریشان رہنے لگی تھیں۔بخت آیا تو وہ بھی خاموش ہی رہا تھا۔اس بار تو حناوے اسکے گلے لگ کر روئی بھی نہیں تھی ورنہ علیزے کی موت کے بعد اسکے دکھ میں اس نے بخت کو ساری رات سونے نہیں دیا تھا وہ اسکی باتیں بخت کو سناتی اور روتی رہی تھی۔

اس بار بخت نے ہزار کوشش کی کہ حناوے ایک بار رولے اپنے دل کا بوجھ ہلکا کرلے لیکن نہیں۔۔

وہ واقعی پتھر ہو گئی تھی۔

امن ملک اور علیزے اسکے ذہن سے او جھل ہو گئے تھے اسے یاد تھا تو صرف امن رانا اسکا بھائی۔۔

اسکی شرارتوں کا ساتھی۔۔

حناوے کا موبائل جو کمرے میں بیڈ کے ساتھ والے میز پر پڑا تھا کب سے چنگاڑ رہا تھا اور اسکی تھر تھراہٹ نے کمرے کی خاموش فضا میں عجیب سا ارتعاش پیدا کیا تھا۔حناوے کمرے میں نہیں تھی اور موبائل پر ہوتی مسلسل بیل فون کرنے والی بے چینی و بے تابی کی گواہ تھی۔

وہ رات کے کھانے کے بعد کمرے میں داخل ہوئی تو بیل کی آواز پر دھیمے قدموں سے موبائل کی جانب بڑھی۔

کوئی انجان نمبر سکرین پر چمک رہا تھا۔

"ہیلو۔۔؟"

کال اٹھانے کے بعد حناوے کے پوچھا تھا۔

"حناوے رانا۔۔ کیسی ہو مائی ڈیئر۔۔؟"

ایک سرسراتی خوبصورت گھمبیر آواز حناوے کے کانوں سے ٹکرائی تھی اور حناوے کی ریڑھ کی ہڈی میں سنسناہٹ سی ہوئی تھی۔اس آواز کو وہ اب نہیں بھول سکتی تھی۔۔

"کک۔۔ کون ہے۔۔؟"

حناوے نے خود پر قابو پاتے ہوئے پوچھا۔شاید وہ تصدیق چاہتی تھی۔اسکے جسم میں شدت جذبات سے لرزش شروع ہو گئی تھی۔ نفرت کا ایک گہرا جذبہ اسکے پورے جسم میں پھیل گیا تھا۔۔

امن ملک۔۔۔امن ملک بات کر رہا ہوں۔۔تمہاری یاد آرہی تھی سوچا"

"آج پوچھ ہی لوں کہ مزاج کیسے ہیں۔۔؟

اسکے الفاظ حناوے کو کسی بچھو کی مانند ڈستے ہوئے محسوس ہو رہے تھے۔

تم۔۔تم ایک انتہائی گھٹیا شخص ہو۔۔تم نے۔۔تم نے علیزے کو مار دیا اور"

"اب امن۔۔میں تمہیں نہیں چھوڑوں گی۔۔

شدت جذبات سے حناوے کی زبان لڑ کھڑانے لگی تھی۔اسکا دل شدت سے امن ملک کا قتل کرنے کو چاہا تھا۔

ارے میری جان ریلیکس ہو جاؤ۔۔دیکھو میں نے تمہارے بھائی کو ہر گز"

نقصان پہنچانا نہیں چاہا تھا میں تو اس ایس پی کو راستے سے ہٹانا چاہتا تھا جو

"تمہارے اور میرے درمیان دیوار بن رہا تھا۔۔

امن نے پیار بھرے لہجے میں اسے زیر کرنا چاہا۔

"بکواس بند کرو اپنی۔۔"

حناوے پوری طاقت سے چلائی تھی۔اسکا دل تیزی سے دھڑک رہا تھا جو اب اسکے پتھر ہونے کی نہیں بلکہ ایک انسان اور اسکے اندر مچلتے جذبات کی تصدیق کر رہا تھا۔امن ملک کا فون حناوے کو جھنجھوڑ گیا تھا۔

"تم جیسے گھٹیا انسان سے کوئی محبت تو کیا نفرت کرنا بھی اپنی توہین سمجھے گا۔۔لیکن یاد رکھنا میرے اپنوں کو نقصان پہنچا کر تم نے اچھا نہیں کیا امن ملک۔۔تم جو بھی یاد رکھنا حناوے رانا تمہیں نہیں چھوڑے گی۔۔تمہیں اب اپنے ہر برے کام کا حساب دینا ہوگا۔۔تم نے میرے اپنوں کو برباد کیا ہے اب میں تمہیں برباد کردوں گی۔۔"

وہ ہیجانی انداز میں چلائی اور پھر فون بند کرنے کے بعد اسے بیڈ کی طرف اچھالا تھا۔

وہ اپنے دکھ میں علیزے کا دکھ تو بھول ہی گئی تھی۔امن کی حالت دیکھ کر وہ ساکت رہ گئی تھی۔۔اور یہ تک سوچ نہیں پائی کہ اس حالت کا ذمہدار بھی ایک امن ملک ہی تھا۔لیکن آج امن ملک نے خود اسے فون کر اسے زندہ ہونے کی دلیل دی تھی کہ وہ ابھی زندہ تھی اور اسے امن ملک کے خلاف لڑنا تھا۔

حناوے نے بیڈ پر بیٹھتے ہوئے دونوں ہاتھوں سے اپنے سر کو تھاما تھا۔اسکے ہاتھ ابھی تک کانپ رہے تھے۔آنکھوں سے سیال مائع بہنے لگا تھا۔
علیزے اور امن کے مسکراتے چہرے اسکے تصور میں ابھرے تھے اور درد و اذیت کی ایک گہری لہر حناوے کے رگ وپے میں سرائیت کر گئی گئی تھی۔

امن ملک میں تمہیں نہیں چھوڑوں گی۔۔میں تمہیں بھی ایسے ہی برباد "
"کردوں گی جیسے تم نے ہم سب کو کیا ہے۔۔
وہ روتے ہوئے زور سے چلائی تھی۔

میں تم سے ہر اذیت کا بدلا لوں گی۔۔تم بھی اتنا ہی تڑپاؤں گی جتنا علیزے "اور امن تڑپے ہیں۔۔اتنا ہی رلاؤں گی جتنا میری امی روئی ہیں۔۔

وہ روتے ہوئے امن ملک کے تصور سے وعدے کر رہی تھی۔یہ تو طے تھا وہ کسی صورت اسے بخشنے والی نہیں تھی۔

"حنا وے کالج نہیں جانا کیا۔۔؟"

منال ہو کر حنا وے کو بلانے آئی تھی جواب تک نیچے نہیں آئی تھی۔اور پھر اسے بنا یونیفارم کے دیکھ سوال کیا۔

"نہیں میں نہیں جاؤں گی آج۔۔"

حناوے سنجیدہ لہجے میں جواب دیا۔اسکے چہرے پر کوئی تاثر نہیں تھا۔البتہ منال کو اسکی آنکھوں پر سوزش دکھائی دی تھی۔یقیناً وہ رات بھر روتی رہی تھی۔

"تمہارے پتا ہے ہمارے فائنل پیپر سر پر ہیں اور تم روز چھٹیاں کر کے بیٹھ جاتی ہو۔۔"

منال نے اسے یاد دہانی کرائی۔شاویز کی وجہ سے وہ اب اپنی پ-ڑھائی پر زیادہ توجہ دینے لگی تھی۔

"بس کچھ کام ہے۔۔وہ ختم کر لوں پھر سب ٹھیک ہو جائے گا۔۔"

حناوے نے بیڈ سے اپنے کپڑے سمیٹتے جواب دیا۔

"اچھا ٹھیک ہے خیال رکھنا اپنا۔۔"

منال اسے تلقین کرتی جاچکی تھی جبکہ حناوے کا دماغ تیزی سے کام کر رہا تھا۔۔آج اسے ایک بڑا کام کرنا تھا۔۔۔اور وہ سوچ رہی تھی کہ اس کام میں اسکی مدد کون کر سکتا تھا۔

"زیان تم میرے ساتھ علیزے کے گھر چلو گے۔۔؟"

آج موسم بہت خوشگوار تھا زیان اپنا لیپ ٹاپ لئے لان میں نرم دھوپ اور ٹھنڈی ہوا کے مزے لے رہا تھا جب حناوے اسکے سر پر پہنچی۔

وہ اب اسکے ساتھ والی کرسی پر بیٹھی سوالیہ نظروں سے اسے دیکھ رہی تھی۔

سفید اور پیلے رنگ کے کپڑوں میں اونچی پونی ٹیل کئے وہ سنجیدہ چہرے کے ساتھ پہلے والی حناوے سے مختلف لگ رہی تھی۔

اسکی آنکھوں کے سرخ ڈورے اسے خوبصورت بنا رہے تھے۔

"واہ۔۔آج حناوے رانا کو میری یاد کیسے آگئی۔۔؟"

زیان نے اسے اپنے سامنے بیٹھے دیکھا تو چونک کر سیدھا ہوا۔پھر ہیڈ فون کانوں سے ہٹاتے ہوئے کہا۔

علیزے کے گھر چلو گے میرے ساتھ مجھے علیزے کی ماما سے ضروری بات کرنی ہے۔۔"

حناوے نے پر سکون لہجے میں دوبارہ پوچھا۔

"بھئی آنے جانے کا خرچہ ہو گا۔"

زیان نے کندھے اچکاتے ہوئے لاپرواہی سے کہا وہ حناوے کی ذات پر چھائی اداسی دیکھ کر اسے ختم کرنے کی کوشش کرنے لگا تھا۔

"کتنا۔۔؟"

حناوے کے پوچھنے پر زیان کو حیرت ہوئی تھی۔وہ کافی سنجیدہ تھی اسکا مطلب کوئی بہت ہی ضروری کام تھا۔۔ورنہ حناوے سنجید گی۔۔ اسے پچھلے انیس سال میں نہیں دیکھا تھا۔

"تم واقعی تیار ہو خرچہ پانی دینے کیلئے۔۔؟"

زیان مشکوک نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے پوچھ رہا تھا۔۔اسے حیرت ہورہی تھی کہ حناوے کیسے مان گئی تھی۔

"ہاں۔۔جو تم کہو گے جتنا کہو گے اتنا ملے گا۔۔"

حناوے نے دوٹوک لہجے میں جواب دیا۔

"کیا کوئی زیادہ ضروری کام ہے۔۔؟"

اب کی بار زیان سنجیدہ ہوا تھا۔

"ضروری نہیں ہوتا تو کیا تمہارے پاس آتی۔۔؟"

حناوے نے گہری نظروں سے دیکھتے ہوئے الٹا سوال کیا۔اسکی بات سن کر زیان گڑبڑا گیا۔اسے حناوے سے اس درجہ صاف گوئی کی امید نہیں تھی۔

"دیکھ لو۔۔آخر ضرورت کے وقت میں کام آہی گیا نا۔۔"

زیان نے اٹھتے ہوئے حناوے کو یہ جتلانا ضروری سمجھا تھا۔

"تمہارا احسان رہے گا مجھ پر۔۔"

حناوے سپاٹ لہجے میں کہتی پورچ کی طرف بڑھ گئی جہاں ایک گاڑی کھڑی تھی۔

جبکہ زیان ایک گہرا سانس اندر کھینچتا حناوے کے پیچھے قدم بڑھا چکا تھا۔

"بھائی میں نے یہ سب جان بوجھ کر نہیں کیا تھا۔۔وہ بس فن میں۔۔"
سماب حیدر کے سامنے سر جھکائے بیٹھی۔۔اور اپنی غلطی کا اعتراف کر رہی تھی جسکی وجہ سے چھوٹے امن کی آج یہ حالت تھی۔

"مجھے تم سے یہ امید نہیں تھی سماب۔۔اتنا سمجھدار تو ہونا چاہیے تھا تمہیں کہ کسی بھی انجان شخص سے بات کرنے اور اسے تصویریں بھیجنے سے پہلے ہزار بار سوچ لیتی۔۔"
حیدر اپنے غصے پر مشکل سے قابو پا رہا تھا۔ عموماً وہ ٹھنڈے مزاج کا لڑکا تھا لیکن سماب کی اس بے وقوفی نے اسے اچھا خاصا مایوس کیا تھا اور اس وقت وہ جبڑے بھینچے سماب خود پر قابو پا رہا تھا۔

"ایم سوری بھائی میں آئندہ ایسا کچھ نہیں کروں گی۔۔"

سماب کا گلا رندھ گیا تھا اسکی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے تھے۔

"ابو کو یہ بات پتا چلی تو جانے کیا ہو گا۔؟"

حیدر نے پریشانی سے اپنی کنپٹی سہلائی۔وہ امن کو دیکھنے آیا تھا۔۔اسکی حالت دیکھ کر اسے ان چاروں پر غصہ آیا تھا جو اس رات جنگل میں گئی تھیں۔اور اسے سب سے زیادہ سماب پر غصہ آیا تھا جس نے سب سے بڑی غلطی کی تھی۔

کمرے کی خاموشی میں سماب کی سسکیوں کی آواز وقفے وقفے سے گونج رہی تھی جبکہ حیدر کسی گہری سوچ کا شکار نظر آرہا تھا۔سماب اسکی اکلوتی بہن تھی۔۔ان دونوں کی ماں تو پہلے ہی چل بسی تھیں۔حسین صاحب اپنے بزنس کے دوروں سے ہی فارغ نہیں ہوتے تھے۔

ایسے میں حیدر جب جامشورو گیا تو سماب کو رانا ہاؤس ہی چھوڑ گیا کہ اسکا یہاں دل لگتا تھا اور یہاں سب تھے۔۔

لیکن اب وہ کچھ اور سوچ رہا تھا۔

"بھائی آپ مجھ سے ناراض ہیں۔۔؟"

حناوے نے ڈرتے ہوئے سوال کیا۔اس نے حیدر کو کبھی اتنا سنجیدہ یا غصے میں نہیں دیکھا تھا۔۔وہ تو ہمیشہ اسکی ہر چھوٹی چھوٹی خواہش کو پورا کرتا آیا تھا۔

"سامان پیک کروا پنا اب تم میرے ساتھ جامشورو چلو گی۔۔"

حیدر نے گویا دھماکا کیا۔

"لیکن بھائی میں۔۔"

سماب نے کچھ کہنا چاہا تھا۔

"کہا نا سامان پیک کرو۔۔اب تم وہیں رہو گی۔۔مجھے جو بنگلہ ملا ہے وہ کافی بڑا ہے اور ہر طرح کی سہولت ہے وہاں۔۔ملازم بھی ہیں۔۔میں تمہارا ایڈمیشن وہیں پر کرواؤں گا۔۔"

وہ دوٹوک لہجے میں کہتا صوفے سے اٹھ کر کمرے سے باہر نکل گیا تھا جبکہ سماب ہونک بنی دروازے کو تک رہی تھی جہاں سے حیدر اپنا فیصلہ سنا کر گیا تھا۔

وہ تو ساکت بیٹھی تھی مری اور رانا ہاؤس کو چھوڑنے کا وہ خواب میں بھی نہیں سوچ سکتی تھی۔

"خبر سچی ہے نا۔۔یہ نہ ہو بعد میں تم موت کے منہ میں جاؤ۔۔"

عادل شبیر دبی دبی آواز میں پوچھ رہا تھا البتہ لہجے سے دھمکی نمایاں تھی۔

"ارے صاحب خبر سو فیصد سچی ہے۔۔وہ گاڑی روزانہ اسی راستے سے گزرتی ہے رانا ہاؤس کی چاروں لڑکیاں اسی گاڑی میں کالج جاتی ہیں انکا ڈرائیور ایک بوڑھا آدمی ہے جس پر رانا ہاؤس والوں کو بڑا بھروسہ ہے۔۔"

فون کے دوسری جانب موجود شخص اپنی طرف سے عادل شبیر کو پوری تسلی دے رہا تھا۔

"ٹھیک ہے۔۔یاد رکھو آج یہ کام ہر صورت ہونا چاہیے اور کس کو کانوں کان خبر نہ ہو۔۔"

وہ اسے تلقین کرتا فون بند کر چکا تھا۔

بڑے عرصے اس بدلے کی آگ میں جھلس رہا تھا میں ایک بدلہ بھی لوں گا"
اور اپنا مطلب بھی پورا کروں گا۔۔تب ہی میرے دل کو سکون ملے گا اور
جتنی شرمندگی مجھے جیل میں اٹھانی پڑی تھی نا اب اس سے زیادہ شرمندگی تم
"اٹھاؤ گے ایس پی خضر حیات۔۔اب دیکھ یہ عادل شبیر کیا کرتا ہے۔۔
عادل خضر کو تصور میں لا کر خباثت سے مسکرایا تھا اسکی آنکھوں میں
شیطانیت ناچ رہی تھی۔۔حناوے اور خضر نے جو اسکے ساتھ کیا تھا وہ آج
تک نہیں بولا تھا۔

گاڑی پہاڑی راستے سے گزر کر کالج کی جانب رواں تھی۔آج بس ھدی اور
منال ہی آئی تھیں۔سماب حیدر کی وجہ سے نہیں آئی تھی جبکہ بقول

حناوے۔۔اسے ضروری کام تھا۔چناچہ گاڑی میں گہری خاموشی چھائی تھی۔

منال گاڑی کے شیشے سے تیزی سے پیچھے کی جانب بھاگتے مناظر کو دیکھ رہی تھی۔

فضامیں ایک عجیب سی خاموشی پھیلی تھی۔

اچانک ایک گولی کی آواز گونجی اور گاڑی کے لڑکھڑانے کے ساتھ ایک چڑچراہٹ کی آواز ابھری۔

ڈرائیور نے مشکل سے گاڑی کو بریک لگایا تھا جو لڑکھڑا کر سڑک کے ایک جانب بنی کھائی میں گرنے کے قریب تھی۔یہ راستہ محفوظ اور مختصر تو تھا لیکن تھوڑا ویران تھا۔پچھلے چار سالوں سے ڈرائیور ان چاروں کو اسی راستے سے کالج لے جا رہا تھا۔۔یہ پہاڑی سڑک تھوڑا اور آگے جا کر مین سڑک سے مل جاتی تھی۔کبھی کوئی حادثہ نہیں ہوا تھا یہ واقعہ پہلی بار ہوا تھا۔اس سڑک

پر گاڑیاں کم ہی چلتی تھیں تقریباً چار پانچ منٹ بعد کوئی گاڑی گزرتی تھی۔۔
اور اسی ویرانی کا کچھ لوگ فائدہ اٹھانے آئے تھے۔

گاڑی میں ہدی اور منال دونوں کی خوفناک چیخیں گونج اٹھی تھی۔
گاڑی کے رکتے ہی مزید کئی گولیاں چلنے کی آواز ابھری۔

"انکل نے یہ کیا ہو رہا ہے۔۔؟"
ہدی نے چیختے ہوئے پوچھا۔

"میں دیکھتا ہوں بیٹا تم دونوں باہر مت نکلنا۔"
ڈرائیور نے گاڑی سے باہر نکلتے ہوئے دونوں کو تلقین کی۔ گولی گاڑی کے ٹائر پر لگی تھی جسکی وجہ سے گاڑی لڑکھڑا گئی تھی۔

ڈرائیور کریم جیسے ہی گاڑی سے باہر نکلا ایک بڑی سے گاڑی اسکے قریب آکر رکی جس میں سے نقاب پوش آدمی باہر نکلے تھے انکے پاس اسلحہ تھا۔

"پیچھے ہٹ او بڈھے۔۔"

ان میں سے ایک نے ڈرائیور کو دھکا دیا اور باقی دو لوگ گاڑی کی طرف بڑھ گئے۔

"خبردار جو گاڑی کی طرف گئے تو۔۔"

کریم جو اس وقت اپنے ڈرائیور کے لباس میں ملبوس تھا اپنی پینٹ کی جیب سے پستول نکالنا چاہی۔ لیکن اس سے پہلے وہ پستول نکالتا ایک گولی سر سراتی ہوئی اسکی ٹانگ میں گھس گئی۔

تکلیف کی وجہ سے کریم کانپ اٹھا تھا۔۔وہ زمین پر بیٹھتا چلا گیا تھا۔ایک آدمی نے آگے بڑھ کر اسکی جیب سے پستول نکالی۔

"دروازہ کھولو۔۔"

نقاب پوش نے جھکتے ہوئے گاڑی کے شیشے کے قریب اپنا منہ کرتے ہوئے چلا کر کہا تھا۔

ہدی اور منال دونوں تھر تھر کانپ رہی تھیں جبکہ منال تو منہ پر دونوں ہاتھ رکھے اپنی چیخوں کا گلا گھونٹنے کی ناکام کوشش کر رہی تھی۔

"میں کہتا ہوں دروازہ کھولو۔۔"

وہ نقاب پوش کرخت آواز میں پھر سے بری طرح چلایا تھا۔

"نہیں دروازہ نہیں کھولنا۔۔"

ہدی جو تھوڑی بہت بہادر تھی اور جسکا دماغ بھی تیزی سے کام کرتا تھا اس نے منال کا ہاتھ پکڑ کر کھینچا جو لاک کھولنے والی تھی۔ اس نے ہی گاڑی کو اندر سے لاک کیا تھا۔ باہر کریم پڑا بری طرح سے تڑپ رہا تھا۔

"یہ ایسے نہیں کھولنے والی۔۔ گولی چلاؤ۔۔"

ڈرائیور پر بندوق تانے دوسرے نقاب پوش آدمی نے کہا تھا۔

"نہیں لڑکیوں کو مارنا نہیں ہے بلکہ زندہ سلامت پہنچانا ہے۔۔"

تیسرا جو خاموش کھڑا تھا اس نے جواب دیا۔

اس سارے عمل کے دوران مشکل سے دو منٹ گزرے تھے۔ پہلے والے نقاب پوش نے سڑک کے کنارے پر پڑا پتھر اٹھایا اور گاڑی کے شیشے پر دے مارا۔

ایک خوفناک نسوانی آواز ابھری تھی اور چھن کی آواز سے شیشہ ٹوٹ گیا۔

اس آدمی نے آگے بڑھ کر گاڑی کے ٹوٹے شیشے سے لاتھ اندر ڈالا اور لاک کھول دیا اس سے پہلے کہ وہ دروازہ کھول کر ھدی یا منال کو باہر نکالتا ایک لمبی سے گاڑی تیزی سے انکی گاڑی سے کچھ فاصلے پر آ کر رکی اور اسکے اندر سے خان اترا۔۔اسکے ہاتھ میں بھی پستول تھی۔۔اس نے ان تین آدمیوں پر اندھا دھند فائرنگ شروع کردی تھی۔

وہ تینوں اس آفت کے لئے تیار نہیں تھے۔

جو آدمی ڈرائیور کے سر پر کھڑا تھا تا کہ وہ ہل نہ سکے اور کسی کو فون بھی نہ کرے اسکے کندھے پر گولی لگی تھی وہ کراہ کر نیچے جھکا تھا۔باقی دونوں جوابی فائرنگ کرتے ہوئے اپنی گاڑی کی جانب بھاگے تھے۔اور اپنے زخمی ساتھ کو چھوڑ کر وہاں سے فرار ہو گئے تھے۔خان دور تک انکی گاڑی کے پیچھے فائرنگ کرتے ہوئے بھاگا تھا۔

خان کے ساتھ کوئی اور بھی گاڑی سے باہر آیا تھا۔۔وہ امن ملک تھا جو بے تابی سے ھدی اور منال کی گاڑی کی جانب بھاگا تھا۔

گاڑی کے قریب پہنچ کر اس نے جھٹکے سے گاڑی کا دروازہ کھولا اور پھر ساکت رہ گیا۔

اندر ہدی اور منال تھیں۔۔منال کے سر سے خون بہہ رہا تھا جبکہ وہ دونوں دروازہ کھلنے پر بری طرح سے چیخنے لگی تھیں۔خوف سے انکی آنکھیں پھٹنے کے قریب تھیں۔

گاڑی میں حناوے نہیں تھی۔بس وہ دو ہی تھیں۔۔جبکہ امن اچھی طرح جانتا تھا وہ چار کالج جاتی تھیں دو نہیں۔۔

"حناوے کہاں ہے۔۔؟"

امن نے چلانے والے انداز میں پوچھا تھا۔

"وو۔۔وہ نہیں آئی آج گھر ہی ہے۔۔"

Zubi Novels Zone

ہدی نے ہمت کر کے جواب دیا تھا۔امن کے چہرے سے وحشت ٹپک رہی تھی۔

وہ ایک جھٹکے سے گاڑی سے دور ہوا۔جلتے تپتے دل کو ایک ہی پل میں جیسے آرام ملا تھا۔

"خان۔۔"

امن نے اونچی آواز میں خان کو پکارہ تھا۔

"جی مالک۔۔"

خان کسی جن کی طرح حاضر ہوا تھا۔

"ڈرائیور اور ان دو لڑکیوں کو اپنی گاڑی میں ہسپتال لے جاؤ۔۔جبکہ اسے میں دیکھ لوں گا۔۔"

امن نے اس نقاب پوش کو بالوں سے پکڑ کر ایک جھٹکا دے کر اسکا سر اوپر کیا تھا۔

خان نے ڈرائیور کریم کو سہارا دے کر امن کی گاڑی میں ڈالا اور پھر ہدی اور منال کو بھی تمیز سے گاڑی سے باہر نکلنے کا کہا۔۔وہ دونوں خوفزدہ تھیں جبکہ منال کا تو خون مسلسل بہے جا رہا تھا۔اسی پیشانی پر کانچ لگا تھا۔

"آجائیں آپ دونوں مجھ پر اعتبار کر سکتی ہیں۔۔"
خان نے اپنا یقین دلانے کی کوشش کی تھی۔

"جلدی آئیں ہمیں ہسپتال جانا ہے آپکا خون بہہ رہا ہے۔۔"
خان جو دونوں کی جانب دیکھنے سے گریز کر رہا تھا ایک بار پھر دونوں سے التجا کی تھی۔

اگلے آدھے منٹ کے اندر وہ زن سے گاڑی بھگا کر لے گیا تھا۔ جبکہ امن خونخوار نظروں سے زمین پر پڑے اور کراہتے ہوئے اس آدمی کو دیکھ رہا تھا جس نے اپنے ساتھیوں کے ساتھ مل کر حناوے کی گاڑی پر حملہ اور پھر اسے اغواء کرنے کی کوشش کی تھی۔

یہ کام کس کا تھا امن یہ جانے بنا نہیں رہ سکتا تھا۔

"آنٹی کیا آپ نہیں چاہتیں علیزے کو انصاف ملے۔۔؟" حناوے سوالیہ نظروں سے مسز ازمیر کو دیکھتے ہوئے پوچھ رہی تھی۔

"انصاف۔۔کیسا انصاف؟ غلطی علیزے کی تھی۔اور جتنی بدنامی ہماری ہو چکی وہ کافی ہے۔۔"

مسز ازمیر نے اپنے آنسو پونچھتے ہوئے کہا۔

غلطی علیزے کی تھی آنٹی لیکن اکیلی کی غلطی نہیں تھی کوئی اور بھی برابر کا"

"شریک تھا اور اسکی موت کا ذمہدار بھی وہی ہے۔۔

حناوے صوفے سے اٹھ کر مسز ازمیر کے سامنے پنجوں کے بل بیٹھ گئی اور

انکا ہاتھ تھامتے ہوئے کہا۔

"دیکھو حناوے اب ان باتوں کا کوئی فائدہ نہیں جو ہونا تھا ہو گیا۔۔"

مسز ازمیر نے اپنے جذبات پر قابو پاتے ہوئے کہا وہ نہیں چاہتی تھیں کہ

انہیں مزید لوگوں کی باتیں سننی پڑیں۔

نہیں آنٹی۔۔علیزے نے اپنا درد لکھا ہے اور صاف اور واضح الفاظ میں لکھا"

ہے کہ اسکی موت کا ذمہدار ارامن ملک ہے۔۔آپ بس ایک بار اجازت دت

دیں۔۔میں آپکو یقین دلاتی ہوں میں اس مجرم کو سزا دلوا کر رہوں گی۔۔

رحمن بھائی بہت اچھے وکیل ہیں میرا یقین کریں وہ علیزے کو انصاف دلوائیں گے۔۔"

حناوے نے مسز ازمیر کے ہاتھوں کو دباتے ہوئے منت کی تھی۔

مسز ازمیر بس اسے دیکھ کر رہ گئی تھیں۔

تمہاری ہمت کیسے ہوئی حناوے رانا پر۔۔'میری حناوے'پر ہاتھ ڈالنے کی۔۔؟

"تم نے سوچا بھی کیسے۔۔؟

امن "میری حناوے"پر زور دیتا غصے سے چیخا تھا۔پھر اس نے کرسی سے بندھے عادل شبیر کو بالوں سے پکڑ کر زور سے ایک جھٹکا دیا تھا۔عادل شبیر چلا کر رہ گیا تھا۔

امن کیلیئے اس زخمی شخص سے یہ اگلوانا مشکل نہیں تھا کہ اسے کس نے بھیجا تھا۔

اور اگلے ایک گھنٹے میں وہ عادل شبیر کے گھر پہنچ گیا تھا جو اتفاقاً گھر میں اکیلا تھا۔۔اسکے ماں باپ گھر نہیں تھے۔

تم ہو کون اور مجھے کیوں مار رہے ہو۔۔؟"۔"

عادل جو ایک نازک مزاج لڑکا تھا امن نے اسے اپنے گارڈ کے ہاتھوں خوب پٹوایا تھا اور اب عادل کو اسی کے گھر میں باندھا ہوا تھا۔

میں امن ملک ہوں۔۔اور حنا وے میرا پاگل پن۔۔تم نے اسے نقصان" پہنچانے کا سوچا بھی کیسے۔۔؟دل تو کر رہا ہے اس گن کی ساری گولیاں "تمہارے سینے میں اتار دوں۔۔؟

امن نے عادل کے سامنے صوفے پر بیٹھتے ہوئے ہاتھ میں پکڑی گن کا رخ عادل کی طرف کرتے ہوئے کہا۔

"نن۔۔ نہیں۔۔ مجھے معاف کردو۔۔ میں آئندہ ایسا کچھ نہیں کروں گا۔۔ میں رانا ہاؤس کے کسی شخص کو نقصان نہیں پہنچاؤں گا۔۔"

عادل نے خوف سے پیلے پڑتے امن کی منت کی تھی۔۔ امن کے تیوروں سے اندازہ ہو گیا تھا کہ وہ گولی چلانے میں ذرا بھی دریغ نہیں کرتا۔

"تمہاری قسمت اچھی ہے کہ آج حناوے اس گاڑی میں نہیں تھی۔۔ ورنہ تم اس وقت زندہ نہ ہوتے۔۔"

امن ایک جھٹکے سے کھڑا ہوا تھا۔

Zubi Novels Zone

عادل کے چہرے کا نقشہ بری طرح بدل گیا تھا۔ناک اور منہ سے خون بہہ رہا تھا۔گارڈ نے اسکی اچھی خاصی دھلائی کی تھی۔۔وہ اب حناوے تو کیا کسی بھی لڑکی کو نقصان پہنچانے کا سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔

عادل شبیر کو مزہ چکھانے کے بعد وہ طوفان جس رفتار سے آیا تھا اسی رفتار سے واپس چلا گیا تھا۔۔جو عادل کرسی سے بندھا بے بسی سے کراہ رہا تھا۔

شاویز تیز قدموں سے راہداری میں آگے کی جانب بڑھ رہا تھا اسے ہدی نے فون کر کے حادثے کے بارے میں بتایا تھا۔

"ہدی۔۔تم ٹھیک ہو۔۔؟"

اسے راہداری میں رکھے صوفے پر ہدی بیٹھی نظر آئی تھی۔وہ بھاگنے کے انداز میں اس تک پہنچا تھا اور پھر اسکے قریب بیٹھ کر ہدی پوچھا۔

"شاویز بھائی۔۔"

ہدی جو حواس باختہ سی بیٹھی تھی شاویز کو دیکھ کر اس سے لپٹ گئی تھی اور بری طرح سے رونے لگی تھی۔۔یہ شاید زندگی میں پہلی بار تھا جب ہدی نے شاویز کو دیکھ کر اپنا ضبط کھویا تھا۔۔شاویز ہمیشہ فاصلے پر رہنے والا بندہ تھا۔

"کریم اور منال کہاں ہے۔۔؟"

شاویز نے اسکے سر پر ہاتھ رکھ کر اسے چپ کرواتے ہوئے پوچھا۔

"وہ اندر۔۔"

ہدی نے کمرے کی جانب اشارہ کیا تھا۔شاویز اسے چپ کرواکر اسکا گال تھپتھپاتا کمرے کی جانب بڑا۔کمرے میں منال اسے بیڈ پر لیٹے نظر آگئی تھی۔اسکے سر پر پٹی بندھی تھی اور چہرے پر جگہ جگہ چھوٹے چھوٹے زخم تھے۔

شاویز اسے اس حال میں دیکھ کر ایک پل کو ساکت ہوا تھا۔وہ شاید دوا کے زیر اثر سو رہی تھی۔دوسرے ہی پل شاویز کا خون کھول اٹھا تھا۔

"ڈاکٹر فاروقی صاحب کیسے ہیں آپ۔۔؟"

امن اب پر سکون انداز میں فون پر کسی سے بات کر رہا تھا۔

"میں ٹھیک ہوں ملک صاحب آپ سنائیں۔۔"

دوسری جانب سے خوشگواری سے پوچھا گیا تھا۔

خان کچھ زخمیوں کو آپکے ہسپتال لے کر آیا تھا۔۔ کسی صورت کسی کو بھی پتا "نہیں چلنا چاہیے کہ انہیں میں نے وہاں بھیجا تھا۔۔ سمجھ آگئی نا۔۔؟

ڈاکٹر فاروقی کی ملک خاندان سے اچھی خاصی جان پہچان تھی۔اس لئے امن نے خان کو ڈاکٹر فاروقی کے ہسپتال بھیجا تھا تا کہ وہ ڈرائیور اور منال کو فوراً طبّی امداد مہیا کر سکے۔

آپ بے فکر رہیں ملک صاحب دونوں زخمیوں کی مرہم پٹی کر دی گئی ہے" ڈرائیور کی ٹانگ سے گولی نکال دی گئی ہے اور انہیں ہسپتال کے سب سے آرام دہ حصے میں رکھا گیا ہے۔۔

اور اس بات کی بھی فکر مت کریں کہ آپکا منظر عام پر آئے گا۔۔ میں سب س "سنبھال لوں گا۔۔

ڈاکٹر فاروقی نے اسے تسلی دی تھی اور امن نے اسکی بات سن کر ایک گہرا سانس لیا۔

"آپ بے فکر رہیں ملک صاحب دونوں زخمیوں کی مرہم پٹی کر دی گئی ہے ڈرائیور کی ٹانگ سے گولی نکال دی گئی ہے اور انہیں ہسپتال کے سب سے آرام دہ حصے میں رکھا گیا ہے۔۔

اور اس بات کی بھی فکر مت کریں کہ آپکا منظر عام پر آئے گا۔۔میں سب س سنبھال لوں گا۔۔"

ڈاکٹر فاروقی نے اسے تسلی دی تھی اور امن نے اسکی بات سن کر ایک گہرا سانس لیا۔

چلیں اچھی بات ہے فاروقی صاحب۔۔اپنے عملے کو بھی سمجھادیں اگر کسی "
"کوذراسی بھی بھنک پڑی توانجام کے ذمہدار آپ ہوں گے۔۔

امن نے سرد لہجے میں کہا تھاڈاکٹر فاروقی کی ریڑھ کی ہڈی میں ایک سنسناہٹ سی ہوئی تھی۔

امن کے مزاج سے وہ اچھی طرح سے واقف تھا۔

"ملک صاحب کہاناآپ بے فکر رہیں آپکو شکایت کاموقع نہیں ملے گا۔۔"

ڈاکٹر فاروقی نے اپنے خشک لبوں پر زبان پھیرتے ہوئے کہا جبکہ امن بناکوئی جواب دیئے فون بند کر چکا تھا۔

منال کی حالت دیکھ کر شاویز کادل ایک پل کیلئے ڈوب کر ابھرا تھا۔

"کس نے کیا یہ سب اور کون لوگ تھے وہ۔۔؟"

شاویز نے جھٹکے سے مڑ کر دبی دبی آواز میں ہدی سے پوچھا جو اسکے پیچھے ہی کمرے میں چلی آئی تھی۔

"پتا نہیں شاویز بھائی۔۔مجھے کچھ نہیں پتا۔"

ایک پل کیلئے ہدی ڈر گئی تھی۔

"کریم کہاں ہے؟"

شاویز نے ڈرائیور کا پوچھا۔

"وو۔۔وہ ساتھ والے کمرے میں ہیں۔۔"

ہدی نے شاویز کے چہرے پر غصہ دیکھا تو ہچکچاتے ہوئے بتایا۔

"تم یہیں منال کے پاس بیٹھو میں دیکھتا ہوں۔۔"

وہ سرد لہجے میں کہتا کمرے سے باہر نکل گیا تھا ہدی کو اسکی آنکھوں میں شعلے جلتے نظر آئے تھے۔

ہدی منال کے بیڈ سے کچھ فاصلے پر دیوار کے ساتھ رکھے ایک سنگل صوفے پر بیٹھ گئی تھی۔

ہسپتال کا یہ حصہ نسبتاً پر سکون تھا۔یہاں مریضوں کا ہجوم نہیں تھا۔البتہ وقفے وقفے سے ایک نرس اس حصے کا چکر لگا لیتی تھی وہ بھی منال اور ڈرائیور کا معائنہ کرنے کے بعد چلی جاتی تھی۔

ایسا لگتا تھا ہسپتال کا یہ حصہ خاص لوگوں کیلئے بنایا گیا تھا جہاں بس ڈاکٹرز یا ایک آدھ نرس آجا سکتی تھی۔

آج صبح جو کچھ بھی ہوا تھا اس نے منال اور ڈرائیور کے ساتھ ساتھ ہدی کو بھی بری طرح سے ہلا دیا تھا۔صوفے پر بیٹھنے کے بعد ہدی نے صوفے کی پشت سے ٹیک لگائی اور آنکھیں موندھ لیں۔

سر میں اٹھتی درد کی ٹھیسوں کو وہ محسوس کر پارہی تھی۔اسے بھوک بھی لگی تھی لیکن پریشانی اتنی زیادہ تھی کہ وہ اب آ جا کر اپنے حواسوں میں لوٹی تھی اور تبھی سب سے شاویز کو فون کر دیا۔

وہ جانتی تھی رانا ہاؤس کے مکینوں کو لے کر شاویز کتنا حساس تھا۔اور یہاں معاملہ اسکی منکوحہ اور بہن کا تھا۔۔جانے وہ کیا کرنے والا تھا۔۔؟

"آج صبح جو ہوا مجھے سب سچ سچ بتانا کریم۔۔"

شاویز ڈرائیور کریم کے سامنے حاضر تھا۔ڈرائیور کی ٹانگ سے گولی نکال دی گئی تھی اور اب وہ کافی بہتر محسوس کر رہا تھا۔

اتنے سالوں میں یہ پہلا واقع تھا جب ڈرائیور کریم کی گاڑی پر حملہ ہوا تھا۔

پہلے امن اور خضر پر حملہ اور اب یہ حادثہ۔۔شاویز کا ٹھٹھکنا لازمی تھا۔

شاویز کے پوچھنے پر ڈرائیور نے الف سے یے تک اسے ساری کہانی سنادی۔

شاویز غور سے ڈرائیور کی باتیں سن رہا تھا۔۔اسکی پیشانی پر پریشانی کی لکیریں واضح تھیں۔

معاملہ سنگین تھا اور شاویز کا تو یہ سوچ سوچ کر خون خول رہا تھا کہ کسی نے اسکے گھر کی لڑکیوں پر ہاتھ ڈالنے کی کوشش کی تھی۔

"یہاں ہسپتال تک کون لے کر آیا تم لوگوں کو؟"

ڈرائیور کی بات مکمل سننے کے بعد شاویز نے پوچھا۔

پتا نہیں صاحب۔۔میں نے اس شخص کو پہلی بار دیکھا تھا۔۔دیکھنے میں وہ" یہاں کا نہیں لگتا پٹھان لگتا تھا۔۔اسکے مالک نے اسے حکم دیا تھا کہ وہ ہمیں جلد سے جلد ہسپتال پہنچائے۔۔اور وہ شخص ہمیں یہاں ڈاکٹروں کے "حوالے کر کے چلا گیا۔۔

ڈرائیور کریم عمر کے لحاظ سے پچاس پچپن سال کا تھا لیکن وہ شاویز کے سامنے تھر تھر کانپتا تھا۔شاویز سے جھوٹ بولنا تو دور کوئی بات چھپانا یا اِدھر اُدھر کرنے کا وہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔

"ٹھیک ہے تم آرام کرو میں دیکھ لیتا ہوں۔۔"

شاویز اسکا کندھا تھپتھپاتا کمرے سے باہر نکل گیا تھا۔اسکا ارادہ اب اس ہسپتال کے ڈاکٹروں اور مالک سے ملنے کا تھا۔

"کیا تمہیں نہیں لگتا حناوے کہ تم بہت بڑا قدم اٹھانے جا رہی ہو۔۔؟"

زیان اور حناوے علیزے کے گھر سے واپس آ رہے تھے۔زیان ڈرائیونگ کر رہا تھا جبکہ حناوے اسکے ساتھ ہی فرنٹ سیٹ پر خاموش بیٹھی تھی۔

آج ازمیر ہاؤس میں جو بھی ہوا وہ زیان نے دیکھا اور سنا تھا۔اسے اندازہ نہیں تھا کہ حناوے یہ سب کرنے جارہی تھی۔

"قدم بڑا یہ چھوٹا نہیں ہوتا بلکہ صحیح اور غلط ہوتا ہے۔۔اور میں ایک صحیح قدم اٹھانے جارہی ہوں جسکا مجھے ذرا بھی ڈر نہیں۔۔"

حناوے نے مضبوط لہجے میں جواب دیا تھا۔۔وہ بظاہر گاڑی سے باہر پیچھے کی جانب بھاگتے مناظروں کو دیکھ رہی تھی لیکن اسکا دماغ کچھ اور سوچ رہا تھا۔

"اسکا انجام کچھ بھی ہو سکتا ہے۔۔"

زیان نے اسے آگاہ کرنا چاہا۔

"ایک مجرم کو اسکے جرم کی سزا مل جائے۔۔میں یہ انجام چاہتی ہوں۔۔"

ضروری نہیں جیسا تم چاہو وہی ہو۔۔تم امن ملک کو نہیں جانتی حناوے وہ"

"بہت ہی شاطر اور چالاک ہے۔۔

"ڈرا رہے ہو مجھے۔۔؟"

اب کی بار حناوے کے اسکی جانب دیکھتے ہوئے پوچھا۔

بس سمجھا رہا ہوں کہ یہ آگ کا کھیل ہے۔۔یہ اگر تم شروع کرو گی تو اسکی"

"لپیٹ میں تمہارے ساتھ ساتھ اور بھی بہت سے لوگ آئیں گے۔۔

زیان نے سنجیدہ لہجے میں کہا۔اسکی بات سن کر حناوے ایک پل کیلیئے چونکی تھی اور پھر دھیرے سے مسکرا دی۔۔اسے اندازہ نہیں تھا کہ زیان اتنا سمجھدار تھا۔۔وہ اکیس بائیس سالہ لڑکا جو اوپر سے کافی شوخ و چنچل لگتا تھا وہ اتنا سمجھدار ہو سکتا تھا اور ایسے سوچ سکتا تھا یہ حناوے کو آج پتا چلا تھا۔۔۔

اسے اندازہ ہورہا تھا کہ رانا ہاؤس کے جو افراد دیکھنے میں خوش مزاج اور شوخ و چنچل تھے وہ بھی اپنے اندر گہری سنجیدگی اور سمجھ رکھتے تھے۔ جیسے زیان، حیدر اور بخت۔۔۔

"آگ کا کھیل تو امن ملک نے شروع کیا ہے۔۔ وہ دوسروں کو جلا رہا ہے لیکن اب اسے اپنی ہی لگائی ہوئی آگ میں جلنا ہوگا۔۔ حناوے رانا اسے جلا کر خاکستر کردے گی۔۔"

حناوے نے ایک عزم سے کہا تھا۔۔اسکی آنکھوں سے شعلے نکل رہے تھے۔۔اور دل میں امن ملک کیلئے گہری نفرت تھی۔۔

زیان بس اسے دیکھ کر رہ گیا تھا۔۔ یہ لڑکی کیا تھی۔۔اور کیا بن رہی تھی۔۔ اسکی سمجھ سے باہر تھا۔

دیکھیے راناصاحب ہم آپکی بات سمجھ رہے ہیں لیکن ان تینوں کو یہاں کون" چھوڑ کر گیا ہم نہیں جانتے۔۔میں تو بعد میں ہسپتال آیا تھا۔۔اس سے پہلے جو "لوگ یہاں موجود تھے وہ بھی نہیں جانتے کہ وہ شخص کون تھا۔۔؟

ڈاکٹر فاروقی شاویز کو ٹالنے کی کوشش کر رہے تھے۔۔لیکن وہ نہیں جانتا تھا کہ اسکے مقابل شاویز راناتھا جو ٹلنے والا ہرگز نہیں تھا۔

کمال ہے ڈاکٹر صاحب ایک ایساانسان جسے گولی لگتی ہے وہ آپکے ہسپتال" میں آتا ہے اور آپکا عملہ بنا کسی سوال کے بنا کوئی پولیس کیس کیئے اتنی آسانی "سے اسے داخل کرلیتا ہے۔۔یہ بات سمجھ سے باہر ہے۔۔

شاویز کا انداز مذاق اڑانے والا تھا۔اسکی بات سن کر ڈاکٹر فاروقی سٹپٹا گیا تھا۔۔اسے اپنی ایک طرف کنواں تو دوسری جانب کھائی نظر آرہی تھی۔

میرے ہسپتال میں قاعدے قوانین سے زیادہ مریضوں پر توجہ دی جاتی" ہے انہیں اہمیت دی جاتی ہے۔۔وہ شخص جیسے ہی آپکے فیملی میمبرز کو ہسپتال میں لے کر آیا میرے عملے نے انہیں فوراً سنبھالا لیکن اس سے پہلے وہ "اس آدمی سے کچھ پوچھ گوچھ کرتے وہ غائب ہو چکا تھا۔

ڈاکٹر فاروقی نے اپنا لہجہ حد درجہ نارمل رکھنے کی کوشش کی تھی۔

شاویز گہری نظروں سے ڈاکٹر فاروقی کو دیکھ رہا تھا۔۔اتنا تو شاویز سمجھ گیا تھا کہ کچھ تو تھا جو ڈاکٹر فاروقی اس سے چھپا رہا تھا۔

Zubi Novels Zone

دیکھیے ڈاکٹر صاحب میری منکوحہ اور میری بہن پر جان لیوا حملہ ہوا ہے وہ" لوگ بری طرح سے زخمی ہیں۔۔آپ سمجھنے کی کوشش کریں جو آدمی انہیں یہاں چھوڑ کر گیا ہے وہ حملہ آوروں کو جانتا تھا۔۔اور یہ حملہ کس نے کروایا اس تک پہنچا جاسکتا ہے اگر اس شخص کا پتا چل جائے جو میرے فیملی میمبرز "کو لایا تک لایا تھا۔

شاویز خان کے بارے میں جاننے کیلئے بے تاب تھا۔۔ہدی اور کریم کے مطابق اسے کسی نے حکم دیا تھا۔۔اور جس نے حکم دیا تھا وہ ایک لڑکا تھا۔۔ اور ایک زخمی حملہ آور اسی گرفت میں تھا۔یقیناً وہ جان گیا ہو گا کہ یہ حملہ کس نے اور کیوں کروایا تھا۔۔اگر شاویز اس تک پہنچ جاتا تو جان لیتا۔۔ لیکن اس تک پہنچنے کا راستہ دکھائی نہیں دے رہا تھا۔

"میں آپکی بات سمجھ رہا ہوں لیکن ہم بے بس ہیں۔۔اگر ہمارے پاس اس شخص کے متعلق کوئی معلومات ہوتی جو ضرور آپ تک پہنچاتے۔۔"
ڈاکٹر فاروقی صاف لفظوں میں معذرت کر گیا تھا۔۔جبکہ شاویز یہ سوچ کر خاموش ہو گیا تھا کہ اس شخص نے ڈرائیور اور منال کا علاج کیا تھا۔

مسزازمیر کی خضر کو کال آئی تھی۔حناوے کے کہنے پر وہ امن ملک کے خلاف رپورٹ درج کروانے کیلیۓ مان گئ تھیں۔حناوے کی ایک اور بے وقوفی پر خضر کو خوب غصہ آیا تھاوہ مسزازمیر کو کوئی جواب دیۓ بنا فون بند کرچکا تھااوراب اسکاارادہ راناہاؤس جانے کا تھا۔۔جہاں اسکی ایک عدد منگیتر رہتی تھی جس نے اسے بری طرح سے تپا کرر کھ دیا تھا۔مسزازمیر کی کال سے اسے اندازہ ہو گیا تھا کہ وہ آج کالج نہیں گئ تھی اور خضر ابھی تک پولیس اسٹیشن نہیں گیا تھاوہ تیار ہو رہا تھاجب اسے مسزازمیر کی کال آئی۔

وہ دندناتاراناہاؤس میں داخل ہوا تھا۔اسے لان میں ہی نرم گرم دھوپ میں بیٹھی حناوے نظر آگئ تھی جو ہاتھ میں اپنی کتاب لئے پڑھنے کی ناکام کوشش کرر ہی تھی۔

وہ خالی خالی نظروں سے کتاب پر لکھے الفاظ کو گھورر ہی تھی انہیں سمجھنے کی کوشش کرر ہی تھی لیکن اسکادماغ اس قدر خالی ہوچکا تھا کہ وہ الفاظ اسکے

دماغ کے خالی پن میں گم ہوتے جارہے تھے اور وہ کچھ بھی سمجھنے سے قاصر تھی۔

"کیا تم نے عہد کر رکھا ہے کہ تم رانا ہاؤس کی عزت کو خاک میں ملا کر ہی دم لوگی۔۔؟"

وہ کب وہاں آیا اور اسکے سامنے بیٹھا حناوے کو کچھ پتا نہیں چلا تھا۔۔وہ گہری سوچ کا شکار تھی۔۔ لیکن اسے پکارنے پر وہ جیسے خیالوں سے چونک کر باہر آئی تھی۔

اس نے حیرت سے خضر کو دیکھا کہ اب وہ اس سے کیا غلطی ہوئی تھی۔وہ سوالیہ نظروں سے خضر کو دیکھ رہی تھی جب وہ اسے تکتے پا کر دوبارہ بولا۔

"تمہیں کیا لگتا ہے اتنا آسان ہے امن ملک کے خلاف کوئی رپورٹ درج کرانا اور پھر اسکو مجرم ثابت کرنا۔۔؟"

خضر نے دوسرا سوال کیا۔۔اور اب حناوے سمجھ گئی تھی کہ وہ کس متعلق بات کر رہا تھا۔

آسان یا مشکل کی بات نہیں ہے میں علیزے کو انصاف دلانا چاہتی "

"ہوں۔۔

حناوے نے اطمینان بھرے لہجے میں جواب دیا۔

حناوے آخر تم بات کو سمجھتی کیوں نہیں ہو۔۔جتنی تکلیف امن نے " علیزے کو جیتے جی دی ہے اگر تم نے ایسا کوئی قدم اٹھایا تو یقین کر و وہ اسے مرنے کے بعد بھی بہت تکلیف پہنچائے گا۔۔وہ کسی حد تک بھی جا سکتا

"ہے۔۔

خضر نے اسے سمجھانے کی پوری کوشش کی تھی۔

حناوے کی سورج کی جانب پشت تھی جبکہ سورج کی کرنیں سیدھا خضر کے
چہرے پر پڑ رہی تھیں۔اسکے وجیہہ چہرے پر تفکر کے آثار نمایاں تھے۔

"تو کیا میں اس خوف سے پیچھے ہٹ جاؤں کہ وہ ایک خطرناک انسان ہے
آپ نے دیکھا نہیں اس نے امن کا کیا حال کیا ہے۔۔آپکو پتا ہے علیزے کتنی
تکلیف میں مری ہے۔۔یہ تکلیف تو اسے بھی اٹھانی ہو گی اور اب مجھے کوئی
نہیں روک سکتا۔۔علیزے کے گھر والے مان گئے ہیں اور میں نے رحمن
بھائی سے بات بھی کر لی ہے۔۔وہ یہ کیس لڑنے کو تیار ہیں۔۔"
حناوے کا گلا رندھ گیا تھا۔۔اسکی آنکھوں میں نمی ابھری لیکن بات کے
اختتمام پر وہ خود پر قابو پا چکی تھی۔

یہ صرف علیزے کی بات نہیں ہے حناوے۔ تمہارے پاگل پن نے اسے" پاگل بنادیا ہے۔۔اوراب وہ کچھ بھی کر سکتا ہے۔۔آخر تم سمجھتی کیوں نہیں ہوامن ملک کو جوش سے نہیں ہرایا جاسکتا۔۔"

خضر نے اسکے جنگل میں رقص کرنے والے واقعے کی طرف اشارہ کیا تھا جہاں امن نے اسے پہلی بار دیکھا تھااور پاگل ہو گیا تھا۔

میں کسی صورت پیچھے نہیں ہٹنے والی۔۔ تم میرا ساتھ دو تب بھی نہ دو تب" بھی۔۔"

وہ دوٹوک لہجے میں کہتی کرسی سے کھڑی ہوئی تھی۔

خضر اسکی بات پر سر تھام کر رہ گیا تھااور پھر اسکا ہاتھ پکڑ کر اسے جانے سے روکا۔

"بیٹھ جاؤ حناوے۔۔"

خضر اسکی ہٹ دھرمی سے واقف تھا وہ اسے اکیلا نہیں چھوڑ سکتا تھا اور اب جبکہ علیزے کے گھر والے راضی تھے تو وہ اعتراض کرنے والا کون ہوتا تھا۔۔ وہ بس حناوے کو اس سب سے دور رکھنا چاہتا تھا۔۔ لیکن وہ تو خود اپنے پاؤں پر کلہاڑی مارنے کو تیار تھی۔

خضر کے کہنے پر حناوے بنا کچھ بولے واپس بیٹھ چکی تھی اور اب دھیان سے خضر کی بات سن رہی تھی۔

منال کی آنکھ کھلی تو خود کو ایک اجنبی جگہ پر دیکھ کر جھٹکے سے اٹھ بیٹھی۔

آج صبح ہونے والا واقعہ اسکے ذہن میں گھوم گیا تھا۔ وہ نیند آور دوائیوں کے زیر اثر سمجھ نہیں پائی تھی کہ وہ ہسپتال میں تھی بلکہ اسے لگ رہا تھا جیسے وہ اغواہ ہو گئی تھی۔۔

اور اسی خوف نے اسے چیخنے چلانے پر مجبور کر دیا تھا۔

"ہدی۔۔ڈرائیور انکل۔۔کہاں ہو سب۔۔میں نہیں جاؤں گی۔۔"

کانچ ٹوٹنے کی آواز آئی اور منال نے فوراہاتھ اپنی پیشانی پر رکھا تھا جیسے ابھی کانچ ٹوٹ کر اسے لگا ہو۔

اسکے چیخوں کی آواز سن کر صوفے پر سوئی ہدی گڑ بڑا کر اٹھ بیٹھی تھی اور شاویز جو اسی جانب آرہا تھا وہ چلانے کی آوازیں سن کر منال کے کمرے کی جانب بھاگا۔

"منال۔۔کیا ہوا تمہیں۔۔؟"

ہدی نے لپک کر اسے سنبھالا جو دونوں کانوں پر ہاتھ رکھے گولیوں کی آوازوں سے بچنا چاہتی تھی جو کسی ہتھوڑے کی مانند اسکے دماغ پر لگ رہی تھیں۔

"مجھے نہیں جانا۔۔"

اسے اب لگ رہا تھا جیسے وہ نقاب پوش اسے کھینچ کر گاڑی سے باہر نکال رہا تھا۔

"کیا ہوا۔۔؟"

شاویز تیزی سے چیختی چلاتی منال کی جانب بڑھا تھا جو اپنے حواسوں میں نہیں تھی۔

"مجھے نہیں جانا کہیں بھی۔۔ چھوڑو مجھے۔۔"

منال بری طرح سے چلا رہی تھی۔

"پتا نہیں بھائی اسے کیا ہوا گیا ہے۔۔؟"

ہدی نے رونی صورت بنا کر شاویز سے کہا۔منال کی حالت دیکھ کر اسے خوف آیا تھا۔

"میں دیکھتا ہوں تم جاؤ ڈاکٹر کو بلاؤ۔۔"
شاویز نے گھبرائی ہوئی ہدی سے کہا جو نم آنکھیں لئے اثبات میں سر ہلاتی کمرے سے باہر بھاگی تھی۔

"منال۔۔ریلیکس ہو جاؤ سب ٹھیک ہے۔۔"
شاویز نے اسکے کانوں پر جمے ہاتھ ہٹانے کی کوشش کی۔

"چھوڑو مجھے۔۔مجھے نہیں جانا۔۔ماما۔۔شاویز۔۔بچاؤ۔۔"
وہ شاویز کا ہاتھ جھٹکتی چلا رہی تھی۔اور مدد کیلئے بھی اسے ہی پکار رہی تھی۔۔ وہ اسکے سامنے تھا لیکن وہ اسے دکھائی نہیں دے رہا۔۔ذہنی طور پر منال اب

تک اسی جگہ پر تھی جہاں یہ حادثہ ہوا تھا۔وہ شاویز کے ہاتھ جھٹکتی خود کو اس سے بچا کر بھاگنے کی کوشش کر رہی تھی۔

اسکے ہاتھ جھٹکنے پر منال کے ہاتھ پر لگی ڈرپ کی سوئی نکل چکی اور ہاتھ سے اب خون بہنے لگا تھا۔۔یہ اتنی جلدی ہوا تھا کہ شاویز اسکی حالت سمجھ ہی نہیں پایا تھا۔۔جب اسے بیڈ سے نیچے اترا دیکھا تو شاویز کو جیسے ایک جھٹکا لگا۔۔وہ تیزی سے اسکی جانب بڑا اور اسے بازو سے تھام کر خود کے قریب کیا تھا۔

"شاویز۔۔شاویز۔۔"

وہ شاویز کی گرفت میں مچلتی اسے ہی پکار رہی تھی۔جب انسان تکلیف میں ہوں تو جو شخص اسکے دل میں ہوتا ہے یا جس سے وہ سب سے زیادہ محبت کرتا ہے عموماً اسے پکارتا ہے۔

"منال میں شاویز ہی ہوں۔۔"

شاویز نے ایک بازو پھیلا کر منال کو خود کے قریب کیا ہوا تھا جبکہ دوسرے سے وہ اسکا ہاتھ تھامنے کی کوشش کر رہا تھا جس سے خون نکل رہا تھا۔

"چھوڑو مجھے۔۔"

منال کو اب محسوس ہو رہا تھا جیسے وہ آدمی اب اسے زبردستی گاڑی میں ڈال رہا تھا۔

"منال۔۔ منال ہوش میں آؤ دیکھو میں شاویز ہی ہوں۔۔"

شاویز نے اسے جھٹکا دیتے ہوئے جھنجھوڑا اور پھر اونچی آواز میں چلا کر اسے اپنے وہاں موجود ہونے کا احساس دلایا۔

جھنجھوڑے جانے پر منال ایک پل کو ساکت ہوئی تھی اور پھر خالی خالی نظروں سے شاویز کو دیکھا جو اسے تھامے کھڑا تھا۔

"شاویز۔۔"

اسکے لب دھیرے سے پھڑ پھڑائے اور اگلے ہی لمحے وہ ہوش کی دنیا سے بیگانہ ہو کر شاویز کے بازوؤں میں جھول گئی تھی۔

"جلدی چلیں ڈاکٹر پتا نہیں منال کو کیا ہو گیا ہے۔۔"

ہدی تب تک ڈاکٹر فاروقی کو انکے آفس سے بلا لائی تھی۔

ڈاکٹر فاروقی کے ایک ساتھ مزید ایک ڈاکٹر اور ایک نرس تھی۔

وہ جیسے ہی کمرے میں پہنچے تب تک شاویز منال کو بیڈ پر لٹا کر اسکے خون بہتے ہاتھ پر رومال باندھنے کی کوشش کر رہا تھا۔

"آپ ہٹیں پلیز ہمیں چیک کرنے دیں۔۔"

ڈاکٹر فاروقی نے شاویز کو منال سے دور کیا اور خود اسکی بند آنکھوں کو کھول کر اسکا معائنہ کر رہے تھے۔

نرس نے منال کے ہاتھ پر پٹی کی تھی۔

اچھی طرح منال کا معائنہ کرنے کے بعد ڈاکٹر فاروقی سنجید گی سے گویا ہوئے۔

انکی حالت سے لگتا ہے کہ انکے دماغ پر آج صبح والے حادثے کا گہرا اثر ہوا" ہے۔۔یہ ظاہری طور پر تو یہاں موجود ہیں لیکن ذہنی طور پر ابھی تک وہیں پر موجود ہیں۔۔

ہم نے انہیں نیند آور انجیکشن لگا دیا ہے۔۔اور ہمیں انکے کچھ ٹیسٹ کرنے ہوں گے۔۔آپ لوگ دعا کریں آپکی وائف اس حادثے سے باہر نکل آئے "مسٹر رانا۔۔

ڈاکٹر فاروقی نے شاویز کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے اسے منال کی ذہنی حالت کا بتایا۔شاویز کو حیرانی اور پریشانی دونوں ہوئی تھیں۔

یہ کوئی اچھی خبر نہیں تھی۔ڈاکٹرز کے جانے کے بعد شاویز وہیں منال کے بیڈ پر اسکے قریب بیٹھ گیا تھا اور غور سے اسکا چہرہ دیکھنے لگا۔

"ہیلو ہدی کہاں ہو تم چار بجنے والے ہیں کالج سے نہیں آئے تم لوگ ابھی تک اور نہ آج کریم واپس آیا ہے۔۔کہاں ہو تم؟"

شہناز تائی جو ہدی کو فون کر کے پاگل ہو گئی تھیں ان اسکے فون اٹھانے پر بے تابی اور پریشانی سے پوچھ رہی تھیں۔

"ہم ٹھیک ہیں امی کچھ دیر تک گھر آجائیں گے۔۔"

ہدی نے خود پر قابو پاتے ہوئے بتایا ورنہ اسکا دل بھی رونے کو کر رہا تھا۔

"شاویز بھی فون نہیں اٹھا رہا میرا۔۔جانے کیوں دل گھبرا رہا ہے مجھے سچ بتاؤ سب ٹھیک ہے نا۔۔؟"

شہناز تائی نے دوبارہ پوچھا۔

"جی وہ ایک چھوٹا سا ایکسیڈینٹ ہو گیا تھا ہمارا۔۔ منال اور کریم انکل کو چوٹ آئی ہے ہم ہسپتال میں ہیں اور شاویز بھائی ہمارے ساتھ ہی ہیں۔۔"

"یا اللہ خیر۔۔ تم ٹھیک ہو زیادہ چوٹ تو نہیں آئی۔۔؟"

"نہیں امی میں بالکل ٹھیک ہوں مجھے کوئی چوٹ نہیں آئی۔۔ زیان بھائی آرہے ہیں مجھے لینے میں گھر آکر بتاتی ہوں سب۔۔"

ہدی شہناز تائی کا جواب سنے بنا ہی فون بند کر چکی تھی۔ اسکے ہاتھ کانپ رہے تھے منال کی حالت نے اسے ڈرا کر رکھ دیا تھا۔

وہ اب بے صبری سے زیان کے آنے کا انتظار کر رہی تھی جسے شاویز نے بلایا تھا تاکہ وہ ہدی کو گھر پہنچا سکے۔

منال کی حالت کے پیش نظر اسے گھر نہیں بھیجا جا سکتا تھا۔۔اور ڈرائیور کا زخم بھی تازہ اور گہرا تھا۔

فون سننے کے بعد ہدی باہر ہی راہداری میں رکھی کرسی پر بیٹھ چکی تھی۔۔

اسے بھی رونا آج والے حادثے کا سوچ کر رونا آرہا تھا لیکن وہ خود پر ضبط کئے بیٹھی تھی۔

آج والے حادثے کا اثر تو اس پر بھی ہوا تھا۔۔امن کوما میں چلا گیا تھا روئی تو وہ بھی تھی۔۔ لیکن اسکے پاس ایسا کوئی نہیں تھا جس سے وہ اپنے دل کا حال کہہ سکتی۔۔

شاویز کا منال کی فکر کرنا اسے اچھا لگا تھا اور ان دونوں کا رشتہ بھی ایسا ہی تھا جہاں ایک دوسرے کا خیال رکھا جاتا۔۔

حناوے اور خضر کی ابھی صرف منگنی ہی ہوئی تھی لیکن خضر حناوے کو بہت عزیز رکھتا تھا۔۔اور ایک وہ تھی جس نے خضر کو اتنا چاہا تھا لیکن وہ اسے کبھی دیکھتا بھی نہیں تھا۔۔

خود کے بے انمول سا ہونے کا احساس اسکی آنکھیں بھر لایا تھا۔اور وہ سسک اٹھی تھی۔

"ہدی۔۔"

اس سے پہلے کہ وہ مزید روتی کسی نے اسے پکارہ تھا۔۔ہدی نے سر اٹھا کر دیکھا تو راہداری میں زیان حیدر کے ساتھ کھڑا تھا۔

"زیان بھائی۔۔"

ہدی تڑپ کر زیان کی طرف بڑھی تھی۔وہ اسے مضبوط پناہ گاہ لگا تھا۔یہ شاید زندگی کا پہلا موقع تھا جب ھدی نے اپنے سے ڈیڑھ دو سال بڑے زیان کو بھائی کہا تھا۔

وہ اب اسکے سینے سے لگی سسک رہی تھی۔

"کیا ہوا ہدی تم رو کیوں رہی ہو۔۔؟"

زیان نے بڑے بھائی کا فرض ادا کرتے ہوئے اسکے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے اسے چپ کروایا۔

"وہ منال۔۔"

ہدی نے کچھ کہنا چاہا تھا لیکن ہچکیوں کی وجہ سے آواز نہیں نکل رہی تھی۔

زیان اسے ساتھ لگائے دیوار کے ساتھ رکھے صوفے کی جانب بڑھا اور پھر اسے اپنے ساتھ بٹھایا۔

"ریلیکس ہو جاؤ ہدی۔۔سب ٹھیک ہے۔۔"

حیدر نے اسکے دوسری جانب بیٹھتے ہوئے کہا اور اسکے سر پر ہاتھ رکھا۔

وہ دونوں بڑے بھائی ہونے کا فرض نبھا رہے تھے۔

Zubi Novels Zone

"آؤ دیکھتے ہیں منال کو۔۔"

زیان اسکا ہاتھ تھامتے ہوئے اٹھا اور پھر وہ تینوں کمرے میں داخل ہوئے۔۔

شاویز منال کے بیڈ کے کنارے پر بیٹھا تھا۔

منال کے سر پر پٹی اور چہرے پر زخم دیکھ کر حیدر اور زیان کو دلی افسوس ہوا تھا۔

زیان نے حیرت سے شاویز کو دیکھا تھا۔۔وہ آج تک شہناز بیگم یعنی اپنی ماں کے علاوہ کبھی کسی عورت کے بیڈ پر نہیں بیٹھا تھا۔۔وہ قدسیہ بیگم یعنی دادی ماں کے کمرے میں بھی جاتا تھا تو ایک فاصلے پر بیٹھتا پھر چاہیں قدسیہ بیگم اسے اپنے پاس بلا لیتی تھیں۔اور آج یہ پہلی دفعہ تھا جب شاویز کسی لڑکی کے بیڈ پر اسکے اتنے قریب بیٹھا تھا۔۔اور وہ لڑکی اسکی منکوحہ تھی۔۔

زیان کے دل کو کچھ ہوا تھا۔۔ایک وقت تھا جب منال اسے پسند تھی۔۔وہ اسے اچھی لگتی تھی لیکن پھر اسے رشتہ ذیشان سے کر دیا گیا اور پھر حادثاتی طور پر شاویز سے ہو گیا۔۔ تبھی اسکی پسند ختم ہو گئی تھی یا اس نے کر دی تھی

یہ تو وہی بہتر جانتا تھا۔۔ لیکن آج شاویز کو اسکی یوں فکر کرتے دیکھ کر زیان کو اچھا لگا تھا۔۔ بیشک وہ مضبوط ہاتھوں میں گئی تھی۔۔ اور اسے یقین تھا کہ اللہ جسکو جو عطا کرتا ہے وہ اسکے لئے بہترین ہوتا ہے۔۔۔

"شاویز۔۔"

حیدر نے اسے پکارہ تھا۔۔ وہ شاید کسی گہری سوچ میں تھا تبھی انکے آنے کا احساس نہیں ہوا تھا۔

آواز پر شاویز نے پلٹ کر دیکھا اور پھر زیان اور حیدر کو دیکھ کر جھٹکے سے کھڑا ہوا۔

"تم ٹھیک ہو۔۔؟"

حیدر نے آگے بڑھ کر اسکے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے پوچھا۔

Zubi Novels Zone

میں تو بالکل ٹھیک ہوں۔۔ لیکن منال ٹھیک نہیں ہے چلو دوسرے کمرے "
"میں چلتے ہیں یہاں ڈاکٹرز نے باتیں کرنے سے منع کیا ہے۔۔
شاویز کی بات پر ان دونوں نے اثبات میں سر ہلایا اور دروازے کی طرف
قدم بڑھائے۔

سب ٹھیک ہے۔۔ تمہیں پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔۔ تم "
میری بہن ہو نا بہادر اور مضبوط۔۔ ہمت رکھو۔۔ ابھی تم گھر چلی جاؤ گی مام
"کے پاس۔۔ سب ٹھیک ہو جائے گا۔۔
شاویز نے ہدی کے سامنے جھک کر اسکی آنکھوں میں دیکھا اور پھر اسکا گال
تھپتھپایا۔
ہدی بے ساختہ مسکرادی تھی۔ بیشک شاویز پہلے اسی کے پاس آیا تھا پھر اس
نے منال کی حالت دیکھی تھی۔۔ وہ اسے بہادر سمجھتا تھا ہدی کو اپنے دل سے

بھاری بوجھ ہٹتا محسوس ہوا تھا۔۔ کیا ہوا اگر خضر نہیں تھا۔۔ اسکے دو بھائی تو اسکے پاس۔۔ زیان اور شاویز۔۔ اسکا خیال رکھنے کیلیئے۔۔

"تم بیٹھو یہاں ہم ابھی آتے ہیں واپس۔۔"

وہ اسے منال کے پاس بیٹھنے کا اشارہ کر کے حیدر اور زیان کے پیچھے کمرے سے باہر نکل گیا تھا۔

جبکہ تمانت سے مسکراتی صوفے کی جانب بڑھ گئی۔ البتہ منال کو یوں بے ہوش دیکھ کر اسے بہت افسوس ہو رہا تھا۔۔ اب وہ صرف اسکی دوست ہی نہیں بلکہ اسکی بھابھی بھی تھی۔۔ جو ہمیشہ پر سکون رہتی تھی۔

ہدی نے دل سے منال کے جلد ٹھیک ہونے کی دعا کی تھی۔

"یہ کس کا کام ہو سکتا ہے۔۔؟"

حیدر پریشانی سے پوچھ رہا تھا۔

ابھی کچھ نہیں کہہ سکتا۔۔جب تک منال ٹھیک ہو کر گھر نہیں چلی جاتی"
"میں اس بات کا پتا نہیں لگا سکتا۔۔
شاویز نے کوئی بھی رائے دینے سے انکار کیا تھا۔

ایسا پہلے کبھی نہیں ہوا کہ کسی دشمن نے ہمارے خاندان پر ہاتھ ڈالنے کی"
جرات کی ہو۔۔یا تو یہ شخص بہت ہی بے وقوف تھا یا پھر بہت ہی شاطر۔۔جو
"اپنے آپکو طاقتور سمجھتا تھا۔۔
حیدر نے سو فیصد درست بات کی تھی۔شاویز رانا کا نام سن کر اکثر طاقتور
لوگ چپ کر کے بیٹھ جاتے تھے یہ پہلی بار ہوا تھا۔

ہمم۔۔مجھے بھی کچھ ایسا ہی لگتا ہے۔۔معاملہ جتنا سیدھا نظر آرہا ہے اتنا ہے"
نہیں۔۔حملہ آوروں کے ساتھ ساتھ وہاں کوئی اور بھی تھا جس نے ان

تینوں کی حفاظت کی ہے۔۔اور ان تینوں کو یہاں اس ہسپتال تک پہنچایا۔۔
لیکن وہ بہت شاطر ہے اس نے خود تک پہنچنے والے تمام راستے بند کئے
ہوئے ہیں۔اس حادثے کا ذمہدار اور تینوں کو اس حادثے سے بچانے والا
دونوں آپس میں جڑے ہوئے ہیں اگر ایک تک ہم پہنچ گئے تو دوسرے تک
"پہنچنا مشکل نہیں ہو گا۔

"کیا مطلب شاویز بھائی تیسرا کون تھا جس نے بچایا۔۔؟"
زیان الجھا۔

"بتاتا ہوں صبر رکھو۔۔"
اور پھر شاویز نے آج والے واقعے کی ساری کہانی ان دونوں کو سنائی جس سے
حیدر اور زیان کے چہرے پر بھی تفکر کی لکیریں ابھریں۔ان تینوں کے ذہن

میں اس وقت ایک ہی سوال تھا کہ آخر وہ شخص تھا کون جس نے احسان بھی کیا تھا اور اپنی شناخت بھی چھپالی تھی آخر کیوں؟؟

"بھائی میں جاب کرنا چاہتی ہوں کافی عرصہ ہو گیا ہے مجھے گھر میں بیٹھے ہوئے۔۔"

لاؤنج میں اس وقت رحمن بھائی، نمل اور ماریہ بیگم تھیں جو نمل اور اپنے بیٹے اور بہو سے ملنے اسلام آباد آئی تھیں۔انہیں تو منال کے حادثے کی خبر تک نہیں تھی۔

نمل تو منال اور شاویز اور منال کے نکاح کے اگلے دن ہی رانا ہاؤس چھوڑ آئی تھی اور پلٹ کر نہیں دیکھا تھا۔وہ تب سے یہیں رہ رہی تھی۔این جی او کی جاب وہ شادی سے پہلے ہی چھوڑ چکی تھی۔۔اس نے صحافت کی پڑھائی کی تھی اور اب وہ اسی شعبہ میں اپنا نام بنانا چاہتی تھی۔

"کیوں کس چیز کی کمی ہے تمہیں جو تم جاب کرنا چاہتی ہو۔۔پہلے کیا کم دکھ دیئے ہیں تم نے۔جواب رہی سہی کثر پورا کرنا چاہتی ہو۔۔؟"

اس سے پہلے کہ رحمن بھائی کوئی جواب دیتے ماریہ بیگم نے نمل کو آڑے ہاتھوں لیا تھا۔نمل کا سر شرمندگی سے جھک گیا تھا بیشک اس نے اپنی ماں کا مان توڑا تھا۔لیکن وہ وجہ بتانے سے قاصر تھی۔

"امی جان پلیز بھول جائیں اس بات کو۔۔جو ہونا تھا ہو گیا اور جو ہوتا ہے وہ بہتر ہی ہوتا ہے۔اگر نمل آگے بڑھنا چاہتی ہے تو ہمیں اسکا ساتھ دینا چاہیے۔۔ویسے بھی اسے اپنی پسند کا پورا حق حاصل ہے۔۔"

رحمن بھائی نے فاریہ بیگم کو سمجھانے کی ہوشش کی۔

جی امی جان رحمن بالکل ٹھیک کہہ رہے ہیں نمل ماشاءاللہ ایک بہت ہی" باصلاحیت لڑکی ہے اسے اپنا آپ منوانا چاہیے۔۔اور ہم اسکے ساتھ دینے کیلئے تیار ہیں۔۔"

ثناء بھابھی جو چائے لے کر لاؤنج میں داخل ہوئی تھیں انہوں نے نمل کا ساتھ دینا ضروری سمجھا۔

"جو کرنا ہے کرو میری تو پہلے بھی نہیں مانی کسی اور اب کوئی کیا سنے گا۔۔"

ماریہ بیگم نے ناراضی سے کہا اور اپنی گود میں سوئے اپنے ننھے سے پوتے کو پیار کرنے لگ گئیں۔ نمل نے بسی سے رحمن بھائی کو دیکھا جنہوں نے ہاتھ کے اشارے سے اسے بے فکر رہنے کا کہا تھا کہ وہ سب سنبھال لے گا اور نمل اثبات میں سر ہلا کر رہ گئی تھی۔

رات کا نا جانے کونسا پہر تھا جب ہدی کے موبائل پر بیل ہوئی۔ شہناز بیگم ابھی اسے سر درد کی دوائی اور دودھ دے کر اسکے کمرے سے گئی تھیں۔ ہدی آج والے واقعے کو لے بے حد پریشان تھیں۔ زیان اور حیدر اسے واپس گھر لے آئے تھے جبکہ شاویز ابھی بھی منال کے پاس تھا۔

اگر وہ دونوں اغواہ ہو جاتیں اگر وہ انجان شخص انہیں نہ بچاتا تو کیا"

"ہوتا۔۔؟

اس سوچ کر ہی ہدی کی ریڑھ کی ہڈی میں سنسناہٹ ہونے لگتی تھی۔

دودھ کا گلاس میز پر رکھتے ہوئے ہدی نے موبائل اٹھایا تو نمبر دیکھ کر حیران رہ گئی تھی۔

بخت کا فون تھا۔۔جب سے وہ گیا تھا اس نے کبھی رابطہ نہیں کیا تھا اور نہ وہ واپس آیا تھا۔

ہدی کو حیرت ہوئی تھی کہ اس نے ہدی کو فون کیا تھا۔۔وہ تو جیسے اسے بھول ہی گئی تھی۔

"!السلام علیکم"
ہدی نے ناجانے کیوں فون اٹھاتے ہی سلام کیا ورنہ وہ کبھی پہل نہیں کرتی تھی۔

"وعلیکم السلام۔۔"
بخت کی گھمبیر اور سنجیدہ سی آواز ابھری تھی۔
اور پھر ایک پل کیلئے گہری خاموشی چھا گئی۔بخت اس سے شدید ناراض تھا۔۔ویسے بھی اسے کسی پر زبردستی مسلط ہونے کا ہرگز شوق تھا دوسرا وہ تھا فوجی جسکے پاس اپنوں سے بات کرنے کا بھی وقت کم ہی ہوتا تھا۔۔لیکن آج اس نے ہدی کو فون کیا تھا۔وہ اس سے ناراض ہی سہی لیکن جس حادثے کی خبر اسے حیدر نے دی تھی اسکے بعد سے وہ بے حد بے چین تھا۔وہ ہدی سے بات کرکے اسکی خیریت پوچھنا چاہتا تھا۔۔

یہ وہ جان چکا تھا کہ وہ ٹھیک تھی۔۔ لیکن اسکا دل مان نہیں رہا تھا۔

"کیسی ہو ہدی۔۔؟"

بخت نے خاموشی کو توڑا تھا۔

"میں ٹھیک ہوں۔۔"

جانے کیوں ہدی عجیب سی کیفیت کا شکار تھی۔

"کوئی چوٹ تو نہیں آئی نا۔۔؟"

دوسرا سوال موجود تھا۔

"نن۔۔ نہیں میں بالکل ٹھیک ہوں۔۔"

ہدی کو حیرت ہوئی تھی اس نے صرف ہدی کی خیریت پوچھنے کیلئے فون کیا تھا۔ایک بار پھر سے خاموشی چھا گئی۔۔اس بار خاموشی کا وقفہ لمبا ہوا تھا۔۔ ہدی کو یہ خاموشی خوفناک لگی تھی۔اس نے گھبرا کر خاموشی کو توڑا۔

"آپ کیسے ہیں۔۔؟؟"

ہدی نے پہلی بار اسے آپ کہا تھا۔اور پہلی بار ہی انکی فون پر گفتگو ہو رہی تھی۔

ZNZ Zubi Novels Zone

"میں بھی ٹھیک ہوں۔۔"

بخت نے چار لفظی جواب دیا۔شاید وہ بہت کچھ کہنا چاہتا تھا لیکن ہدی کے الفاظ آج بھی اسے یاد تھے۔

"میں صرف اتنا کہنا چاہتا تھا کہ اپنا خیال رکھا کرو۔۔"

اور بخت کی بات نے ہدی کو حیران ہونے پر مجبور کر دیا تھا۔۔کسی نے آج تک اسے ایسا نہیں کہا تھا۔۔اور وہ شخص اسکی فکر کر رہا تھا۔

"اوکے پھر کبھی بات ہو گی اللہ حافظ۔۔"

ہدی کو خاموش پا کر بخت فون بند کر چکا تھا اور ہدی جو اسکی بات پر حیرت میں گم تھی وہ ہیلو ہیلو کرتی رہ گئی لیکن وہ فون بند کر چکا تھا۔۔اور اب خاموش موبائل اسکا منہ چڑا رہا تھا۔

ہدی نے بخت کی باتوں پر غور کرتے ہوئے موبائل واپس رکھا اور پھر کمبل اوڑھنے کے بعد لیٹ گئی۔

اس سے پہلے کہ وہ بخت کے بارے میں کچھ سوچ پاتی دن بھر بیٹھے رہنے کے باعث وہ تھک چکی تھی۔۔ نینداس پر حملہ آور ہوئی اور وہ چند ہی پل کے اندر نیند کی وادی میں اتر گئی۔

زیان، حیدر اور ہدی کو رخصت کرنے کے بعد شاویز کریم کے کمرے میں گیا تھا جہاں وہ پر سکون نیند سو رہا تھا۔

وہ بنا کچھ کہے واپس منال کے پاس آگیا تھا۔ کمرے میں تیز روشنی تھی۔۔ یہ زیادہ بڑا کمرہ نہیں تھا لیکن اس میں سہولت کی ساری چیزیں موجود تھیں۔ لائٹ بند کرتا وہ ہلکی نیلی روشنی والا بلب جلاتا منال کی جانب بڑھا اور پھر اسکے پاس بیڈ کے کنارے پر بیٹھ چکا تھا۔ وہ غور سے منال کے چہرے کو تکنے لگا تھا جس پر سوتے میں بھی تکلیف کے آثار نمایاں تھے۔

انکے اغواہ ہونے کا سوچ کر اسے بھی جھر جھری سی آگئی تھی۔

عجیب لڑکی تھی منال جس نے آج شاویز کو حیرت میں ڈال دیا تھا۔

اسکا اتنے مان سے شاویز شاویز پکارنا شاویز کو کسی گہری سوچ کا شکار کر گیا تھا۔۔ وہ اسے اپنی تکلیف میں ایسے پکار رہی تھی جیسے شاویز سے اسکا برسوں پرانا رشتہ تھا۔ جیسے وہ اسکے ہر دکھ درد میں اسکے ساتھ ہوتا تھا۔۔

نکاح کے بعد جب بھی شاویز کا منال سے سامنا ہوا تھا وہ ہمیشہ نظریں جھکا کر گزر جاتی تھی اس میں منکوحہ والے نخرے یا ادائیں نہیں تھیں اور نہ منال نے کبھی اس رشتے کا حوالہ دے کر شاویز سے کچھ کہا تھا۔۔

شاویز کے پاس تو اسے دیکھنے کا وقت تک نہیں ہوتا تھا۔۔ لیکن منال کی وجہ سے کبھی شاویز کو کوئی مسئلہ نہیں ہوا تھا۔۔

وہ فطرتاً تھوڑی ڈرپوک اور نازک سی تھی شاید اسی لئے اسے شاویز کی زندگی میں داخل کیا گیا تھا تاکہ شاویز اسکی حفاظت کر سکے۔۔ وہ صرف اسکی کزن ہی نہیں اسکی منکوحہ بھی تھی۔۔ پورا حق رکھتی تھی اس پر لیکن کبھی جتلایا نہیں تھا۔

"آج سے تمہیں میں خود کالج چھوڑنے جاؤں گا۔۔ اپنی حفاظت کیلئے تم نے مجھے پکارہ تھا نا تو یقین کرو آج میں شاویز رانا تم سے وعدہ کرتا ہوں کہ ہمیشہ تمہاری حفاظت کروں گا۔۔ صرف تمہاری ہی نہیں رانا ہاؤس میں موجود

سبھی لڑکیوں کی۔۔اب میں سب ڈرائیور یا کسی اور کے سپرد نہیں کر سکتا۔۔"

شاویز نے اسکا ہاتھ تھاما جس سے خون نکلا تھا اور پھر اسے سہلاتے ہوئے کہا وہ جانے کس اثر یا کسی کمزور لمحے کی گرفت میں تھا جو یہ سب کہہ رہا تھا۔
لیکن منال کی بدقسمتی تھی کہ وہ ہوش میں نہیں تھی۔۔اگر ہوتی بھی تو یہ دیکھ شاید دوبارہ بے ہوش ہو جاتی۔۔اس لئے اسکا بے ہوش ہونا ہی اسکے لئے بہتر تھا۔

ZNZ
Zubi Novels Zone

"آج سے تمہیں میں خود کالج چھوڑنے جاؤں گا۔۔اپنی حفاظت کیلئے تم نے مجھے پکارہ تھا نا تو یقین کرو آج میں شاویز رانا تم سے وعدہ کرتا ہوں کہ ہمیشہ تمہاری حفاظت کروں گا۔۔صرف تمہاری ہی نہیں رانا ہاؤس میں موجود

سبھی لڑکیوں کی۔۔اب میں سب ڈرائیور یا کسی اور کے سپرد نہیں کر سکتا۔۔"

شاویز نے اسکا ہاتھ تھاما جس سے خون نکلا تھا اور پھر اسے سہلاتے ہوئے کہا وہ جانے کس اثر یا کسی کمزور لمحے کی گرفت میں تھا جو یہ سب کہہ رہا تھا۔
لیکن منال کی بد قسمتی تھی کہ وہ ہوش میں نہیں تھی۔۔اگر ہوتی بھی تو یہ دیکھ شاید دوبارہ بے ہوش ہو جاتی۔۔اس لئے اسکا بے ہوش ہونا ہی اسکے لئے بہتر تھا۔
اس سے پہلے وہ مزید ان اجنبی سے احساسات اور جذبات میں بہتا رہتا موبائل پر ہونے والی وائبریشن نے شاویز کو چونکنے پر مجبور کیا۔
اس نے منال کا ہاتھ چھوڑا اور موبائل کی سکرین پر چمکتے خضر کے نمبر کو دیکھتے ہوئے اٹھ کر کمرے سے باہر نکل گیا۔دروازہ اچھی طرح سے بند کرنا نہیں بھولا تھا۔

"کیسے ہو خضر؟"

وہ اب متوازن لہجے میں خضر سے پوچھ رہا تھا۔کچھ دیر پہلے والا جذبات کی رو میں بہنے والا شاویز اب غائب ہو چکا تھا۔

"میں ٹھیک ہوں منال کیسی ہے؟"

خضر نے سنجیدہ لہجے میں پوچھا۔

"ہاں وہ اب بہتر ہے گہری نیند کے زیر اثر ہے۔۔"

سوچ لو شاویز کہیں ہم اس معاملے کو دبا کر غلطی تو نہیں کر رہے؟ مجھے "

"تفتیش کر لینے دیتے کوئی نا کوئی سراغ ضرور مل جاتا۔۔

شاویز نے اس معاملے کو پولیس کیس بنانے منع کر دیا تھا اسکا کہنا تھا کہ گھر کے بندے کا پولیس میں ہونے کا اتنا فائدہ ہونا چاہیے کہ گھر کی بات گھر تک رہے میڈیا تک نہ جائے۔۔

یہ کیس پولیس کیس بنتا تو خبر میڈیا تک ضرور جانی تھی جو شاویز نہیں چاہتا تھا۔

نہیں ہم کوئی غلطی نہیں کر رہے میں اس معاملے کو اپنے طور پر دیکھنا چاہتا ہوں۔۔۔اس ہسپتال کا مالک بہت کچھ چھپا رہا ہے مجھ سے۔۔ لیکن مجھے اس بات کی سمجھ نہیں آتی یہ تیسرا شخص کون ہے بیچ میں جس نے مدد بھی کی اور اب اپنی شناخت بھی چھپا رہا ہے۔۔"

وہ راہداری میں ٹہلتے ہوئے خضر سے بات کر رہا تھا چہرے پر گہری سوچ کے آثار نمایاں تھے۔

اس لئے تو کہہ رہا ہوں ایک بار میں آجاتا ہاسپٹل تو یہ جو ڈاکٹر ہے فاروقی "

"صاحب اس نے مجھے دیکھ کر خود ہی سب اگل دینا تھا۔۔

تم بالکل ٹھیک کہہ رہے ہو خضر۔۔ لیکن کچھ اور بھی ہے جو چھپا ہوا"

"ہے۔۔ جو تمہاری زندگی سے جڑا ہے

شاویز نے پراسرار انداز میں کہا۔

"کیا مطلب ؟ کیا چھپا ہوا ہے ؟"

شاویز چونک کر سیدھا ہوا وہ پولیس اسٹیشن میں ہی تھا۔

ہدی نے مجھے بتایا کہ جس شخص نے انکی مدد کی تھی اور اغواہ کاروں سے بچایا"

"اس نے حناوے کا پوچھا تھا۔۔

شاویز کی بات پر خضر کو جیسے کرنٹ لگا تھا۔اب کی بار صحیح معنوں میں اسکے وجیہہ چہرے پر پریشانی کی لکیریں نمودار ہوئیں۔

ہاں حناوے کا۔۔وہ بے تابی سے گاڑی تک پہنچا تھا اور پھر پریشانی سے " حناوے کا پوچھ رہا تھا اور جیسے ہی ہدی نے بتایا کہ حناوے گھر ہے تو وہ "خاموش ہو گیا۔۔پر سکون سا۔۔

شاویز نے جو ہدی سے سنا وہ خضر کو بتا دیا۔وہ دونوں ہمیشہ ایک دوسرے کا ساتھ دیتے تھے لیکن وہ کوشش کرتے تھے کہ اپنے اپنے معاملات کو اپنے طریقے سے نمٹا سکیں۔

"امن ملک۔۔"

خضر کے لبوں سے بے اختیار پھسلا تھا۔ایک ہی شخص تھا جو حناوے کیلئے اتنا پاگل تھا۔۔جو شاید اسکی طرف بڑھنے والے ہاتھ کو جڑ سے اکھاڑ کر پھینک

دیتا۔اور خضر کی معلومات کے مطابق امن ابھی تک مری میں تھا بلکہ اس نے یہیں پر گھر خرید لیا تھا۔

"امن ملک۔۔؟"

شاویز چونکا۔

ہاں امن ملک۔۔وہ شخص جس نے ان تینوں کو بچایا وہ یقیناً امن ملک تھا۔۔" کیوں بچایا وہ میں اچھے سے جانتا ہوں۔۔ایک وہی ہے جو اپنی طاقت کا "استعمال بہت اچھے سے کرتا ہے۔۔

اسکا مطلب امن ملک سے اس شخص کا سراغ مل سکتا ہے جس نے رانا" "ہاؤس کی عزت پر ڈالنے کی کوشش کی۔۔

شاویز کے چہرے پر غصے کی جھلک ابھری۔اس آنکھوں میں حملہ کروانے والے کا خیال آتے ہی شعلے بھڑکنے لگتے تھے۔

نہیں نہیں۔۔ہرگز نہیں۔۔امن ملک وہ شاطر انسان ہے وہ اس بات کا پتا" لگنے نہیں دے گا کہ بچانے والا وہ تھا یا اسکا اس معاملے میں کوئی ہاتھ تھا۔۔ "ہمیں سوچ سمجھ کر خاموشی سے چلنا ہوگا۔۔

تم ٹھیک کہہ رہے ہو۔۔۔میں دیکھتا ہوں کہ رانا خاندان کو نقصان پہنچانے" "کی ہمت کس نے کی ہے اور تم امن ملک کو دیکھو۔۔

خضر نے ایک گہرا سانس فضا میں خارج کرتے ہوئے کہا۔رات کے اس پہر راہداری میں ٹھنڈ میں تھی۔۔موسم کافی حد تک بدل گیا تھا لیکن رات میں ٹھنڈ ہو جاتی تھی۔کندھوں پر چادر پھیلائے شاویز پر وقار چال سے منال کے کمرے کے باہر ہی ٹہل رہا تھا۔

"ٹھیک ہے اب تم بھی آرام کرو امن ملک کے متعلق باقی معلومات میں نکلواتا ہوں ویسے بھی بہت جلد وہ میری حراست میں ہو گا۔۔اس بار اسے گرفتار کرنے کا پکا بندوبست ہو چکا ہے۔۔"

خضر استہزائیہ لہجے میں کہتا فون بند کر چکا تھا جبکہ شاویز کچھ سوچتا آہستگی سے دروازہ کھول کر کمرے میں چلا گیا۔۔اندر چھوٹی سی میز پر رکھا لائٹر اٹھایا اور سگریٹ کی ڈبی سے ایک سگریٹ نکال کر، سوئی ہوئی منال پر ایک نظر ڈال کر دوبارہ واپس باہر نکل گیا۔۔اب وہ سگریٹ سلگائے راہداری کے آخر میں بنی کھڑکی میں کھڑا سگریٹ پھونک رہا تھا۔۔۔گہری مونچھوں تلے دبے لبوں سے دھواں نکل رہا تھا۔۔رات کے اس پہر روشنیوں سے چمکتا شہر کسی کہکشاں کا منظر پیش کر رہا تھا۔۔

وہ کھڑکی میں اسی لئے کھڑا تھا تاکہ سگریٹ کا دھواں یہاں سے باہر خارج ہو سکے۔

آنکھوں میں جاگنے کی وجہ سے سرخ ڈورے نمایاں تھے۔۔وہ پچھلی رات بھی رات دیر تک زمیوں کی فائلوں سے سر کھپاتا رہا تھا۔۔اور آج تو ویسے ہی نینداسکی آنکھوں سے کوسوں دور تھی۔۔

"ملک خاندان۔۔"

وہ زیرلب بڑبڑایا تھا۔۔آج سالوں بعد ملک خاندان کے کسی فرد کا نام سامنے آیا تھا۔

شاویز کی چھٹی حس مستقبل کی کسی انہونی کی پیشین گوئی کررہی تھی۔کچھ تو تھا جو غلط تھا۔۔یا غلط ہونے جارہا تھا۔

وہ کھڑکی میں کھڑا ماضی کی بھول بھلیوں میں گم تھا۔۔جبکہ دھند میں لپٹی شبنمی سی رات دھیرے دھیرے گزر رہی تھی۔

اللہ بیڑا غرق کرے ایسے منحوس لوگوں کا جو معصوم بچیوں کو نقصان "

"پہنچاتے ہیں۔۔

ماریہ بیگم منال کے پاس بیٹھی اور پورے دل سے عادل شبیر کو بددعائیں دے رہی تھی جسکی وجہ سے منال کی یہ حالت ہوئی تھی۔

اگلے دن شام میں منال کو ہسپتال سے ڈسچارج کر دیا گیا تھا۔شاویز کو اپنے پاس اپنے ساتھ دیکھ کر اسکی حالت کافی سنبھل گئی تھی لیکن وہ ابھی تک سہمی ہوئی تھی۔۔یہ حادثہ زیادہ بڑا اور زیادہ برا نہیں تھا۔۔لیکن گولیوں کے چلنے اور خون کو دیکھنے کے بعد وہ نارمل نہیں رہ پائی تھی۔

دو دن ہو گئے تھے منال کو واپس آئے۔۔ماریہ بیگم آج صبح ہی اسلام آباد سے لوٹی تھیں۔شاویز نے رانا ہاؤس میں سب کو منال کی حالت کے بارے میں ماریہ بیگم کو بتانے سے منع کیا تھا۔۔اور سب نے اسکے حکم کی تعمیل کی تھی۔نمل کا بھی دن میں فون آیا تھا۔۔وہ کافی پریشان تھی پھر منال نے اسے اپنے ٹھیک ہونے کی تسلی دی تھی لیکن وہ مطمئن نہیں ہو پا رہی تھی۔۔

شاویزاور عثمان رانا یعنی نمل کے بابا کی وجہ سے جنہوں نے اسے اب رانا ہاؤس میں آنے جانے سے منع کیا تھا وہ رانا ہاوس منال سے ملنے نہیں جا سکتی تھی۔۔

اسی لئے فون پر ہی اسکی خیریت دریافت کر رہی تھی۔ماریہ بیگم تو منال کے ماتھے پر بندھی پٹی دیکھ کر گش کھانے لگی تھیں۔

"ارے امی بس کر جائیں میں اب ٹھیک ہوں۔۔"

انکی بددعاؤں سے عاجز آکر بالآخر منال بول ہی پڑی۔

کیسے بس کر جاؤں۔۔اگر تمہیں کچھ ہو جاتا تو۔۔؟جو گولی ڈرائیور کو لگی وہ" تمہیں یا ہدی کو لگ جاتی تو کیا ہوتا۔۔؟امن کی حالت دیکھی ہے بیچارہ کوما میں چلا گیا ایک گولی لگنے کی وجہ سے۔۔اللہ اس شخص کو کڑی سزا دے جس نے معصوم بچے کی یہ حالت کی ہے۔۔اسکا دکھ نہیں جاتا مجھے تو۔۔فاریہ کیسے

تڑپتی ہے اپنے بچے کو دیکھ دیکھ کر یہ تو بس میں جانتی ہوں۔۔اللہ بھلا کرے

"اس انجان شخص کا جس نے تم لوگوں کو بتایا۔۔

جانے امن ملک خوش نصیب یا بد نصیب کہ اسے دعا اور بد دعا ایک ساتھ مل رہی تھی۔

جبکہ منال تو ابھی تک شاویز کے اس فکر کرنے والے روپ میں کھوئی ہوئی تھی جیسے اس نے ہسپتال میں منال کا خیال رکھا اور پھر اسے گھر لے کر آیا۔۔ بیشک اس نے زیادہ بات نہیں کی تھی اور پچھلے دو دنوں سے وہ اسکا حال تک پوچھنے نہیں آیا تھا۔۔جانے کہاں مصروف تھا۔۔ لیکن ہسپتال سے گھر تک جو روپ منال کو شاویز کا دیکھنے کو ملا وہ انوکھا تھا۔۔۔ جس نے منال کی ساری تکلیف جیسے اڑن چھو کر دی تھی۔۔۔

جب ہمارا محبوب شخص ہماری فکت کرتا ہے تو وہ لمحے بڑے ہی پر لطف ہوتے ہیں۔۔۔اندر تک سرشار کرنے والے اور منال اس وقت اس سرشاری کے

زیر اثر تھی اور غلطی سے بھی اس ٹرانس کی کیفیت سے نکلنا نہیں چاہتی تھی۔

کبھی خود کو تجھ میں سمو کے"
میں لکھوں چاہتوں کے مکالمے
کبھی نام اپنا نکال لوں
تیرے نام کی کسی فال سے

جو تیرے خیال کو جاوداں
جو میرے سخن کو امر کرے
وہی ایک لمحہ تراش لوں
"تیرے ہجر کے مہ و سال سے

Zubi Novels Zone

مری کے اس خوبصورت سے گھر میں امن ملک ورزش کرنے میں مگن تھا۔۔۔وہ بٹر فلائے مشین کی کرسی پر بیٹھا اپنے مضبوط بازؤں سے مشین کے فلائز کو پھیلا اور سکیڑ رہا تھا۔۔وہ بنا بازؤں کی شرٹ پہنے ہوا تھا۔۔اسکے کسرتی بازو اس ورزش کے دوران مکمل طور پر نمایاں ہو جاتے تھے۔

جم روم میں دھیمی آواز میں شاعری چل رہی تھی۔۔اور اس زور طلب ورزش کو وہ کسی خیال کے زیر اثر آرام سے کر رہا تھا۔۔

Zubi Novels Zone

کبھی نام اپنا نکال لوں"

"تیرے نام کی کسی فال سے۔۔

ایک شعر بار بار اسکے ذہن میں گونج رہا تھا اور حناوے کا چہرہ اسکے تصور کے پردے پر خوبصورتی سے عیاں تھا۔

کتنا خوش کن احساس تھا اسکا کہ اس مشکل کام میں بھی امن کو لطف آ رہا تھا۔

وہ اسی خیال میں کھویا ہوا تھا کہ پولیس کے سائرن کی آواز سنائی دی لیکن وہ آواز امن تک پہنچ نہیں پائی تھی اسکے تصور میں تو حنا وے اسکے ساتھ تھی اور کھلکھلا رہی تھی۔۔اسکی ہنسی کی آواز ہر طرف گونج رہی تھی۔۔

کچھ دیر بعد گھبرایا گھبرایا سا خان کمرے میں داخل ہوا۔۔اس نے ڈرتے ڈرتے شاعری کی آواز آہستہ کی لیکن امن کی کیفیت میں کوئی بدلاؤ نہیں آیا۔۔وہ اب بھی اپنے کام میں مگن تھا۔۔یا شاید وہ شاعری سن ہی نہیں رہا تھا۔۔

"صاحب۔۔"

خان نے ادب سے ایک جانب کھڑے ہوتے ہوئے پکارا۔

"ہاں بولو۔۔"

امن نے اسکی آواز سن لی تھی لیکن آنکھیں نہیں کھولی۔۔اسکے چہرے پر ہلکی سی ناگواری ابھری تھی۔۔اسے خان کا اس وقت آنا نہیں بھایا تھا۔۔وہ اسکے اور حناوے کے درمیان کباب میں ہڈی کی مانند ثابت ہوا تھا۔

"وہ باہر پولیس آئی ہے۔۔"

خان نے خشک لبوں پر زبان پھیرتے ہوئے بتایا۔

"پولیس۔۔لیکن کس سلسلے میں۔۔؟"

امن نے جھٹ سے آنکھیں کھولیں۔

"پتا نہیں وہ آپکا پوچھ رہے ہیں اور ساتھ میں وہ بھی آئی ہیں۔"

خان نے اشارہ کیا تھا۔

"کون۔۔؟"

امن ابھی تک اپنے کام میں مگن تھا۔۔صرف پانچ منٹ باقی تھے اسکی ورزش کا وقت متعین تھا اور وہ اس وقت سے ایک آدھ منٹ بھی آگے پیچھے نہیں ہوتا تھا۔

اس سے پہلے خان کوئی جواب دیتا کمرے کا دروازہ ٹھاہ کی آواز سے کھلا اور پولیس اہلکار اندر داخل ہوئے۔۔وہ اس انداز میں آئے تھے جیسے امن ملک کو نہیں بلکہ کسی دہشت گرد کو پکڑنے آئے ہوں۔۔ہاتھوں میں انہوں نے پستولیں تھامی ہوئی تھیں۔

امن نے ایک نظر دروازہ کی جانب دیکھا اور پھر گھڑی پر نظر دورائی ابھی چار منٹ باقی تھے۔۔

وہ اتنے سارے پولیس اہلکاروں کو دیکھ کر چونکا نہیں تھا۔۔اسکی آنکھوں پر ابھی تک وہی اطمینان تھا اور چہرے پر پولیس والوں کو دیکھ کر ناگواری ابھری تھی۔

"امن ملک۔۔کیسے ہو۔۔؟"

خضر حیات اپنے مکمل یونیفارم میں کمرے میں داخل ہوا اور امن کو دیکھ کر پوچھا۔

"خوش آمدید ایس پی صاحب۔۔۔"

امن اسے دیکھ چکا تھا۔وہ اسے دیکھ کر بھی اپنے کام میں مشغول رہا تھا۔

Zubi Novels Zone

ویسے کیا انٹری ماری ہے۔۔اتنی ساری فوج کے ساتھ کسی دہشت گرد کو"

"پکڑنے آئے ہو کیا۔۔؟

امن کے چہرے پر ابھی تک وہی اطمینان تھا۔۔البتہ اسکی سانس ہلکی سی پھولی ہوئی تھی۔چہرے پر پسینے کے قطرے نمایاں تھے۔

دہشت گرد سے بھی خطرناک انسان ہے ایک اسے سسرال لے جانے "
"آئے ہیں۔۔
خضر کی بات پر امن کا قہقہہ ابھرا تھا لیکن اس نے اپنی پوزیشن اور توازن کو نہیں چھوڑا تھا۔

"کیا واقعی۔۔؟"
اسکا انداز لطف اٹھانے والا تھا۔

"گرفتار کرواسے۔۔"
خضر کے کہنے پر پولیس اہلکار آگت بڑھے۔اسے امن کا اس حد درجہ اطمینان سلگا رہا تھا۔

"ارے اتنی بھی کیا جلدی ہے ابھی تو دو منٹ رہتے ہیں۔۔تب تک مجھے میرا جرم بتا دو۔۔"

امن نے پولیس اہلکاروں کو دیکھتے ہوئے کہا جبکہ سنایا اس نے خضر کو تھا۔

"میں بتاتی ہوں کیا جرم ہے تمہارا۔۔"

ایک نسوانی آواز ابھری۔

امن نے چونک کر دروازے کی طرف دیکھا جہاں سے حناوے کمرے میں داخل ہوئی تھی۔وہ چادر اوڑھے ہوئے تھی۔حناوے کو اپنے سامنے دیکھ کر امن کا ذہن بھٹکا اسکا جسم ساکت ہوا۔۔۔اسکا توازن جو وہ پیک ڈیک ورزش کے دوران اپنائے ہوئے تھا وہ (pec deck back)بیک بگڑا اور اسکا بازو مشین کے بائیں فلائے کے پھسلنے پر پیچھے چلا گیا۔۔

یہ سب اتنی جلدی ہوا تھا کہ امن ملک کو کچھ سمجھنے کا موقع نہیں ملا تھا۔

"آہ۔۔"

اور پھر امن کے کراہنے کی آواز ابھری۔ فلائے کے زیادہ پیچھے جانے پر اسکے کندھے میں کھینچاؤ آ گیا تھا۔

وہ جیسے ہی کراہ کر جھکا خان نے آگے بڑھ کر مشین کے فلائے کو تھاما اور امن کا بازو اس میں سے نکالا۔ امن کو اپنے کندھے میں درد کی گہری لہر اٹھتی محسوس ہو رہی تھی۔

وہ جو اتنے لوگوں کو دیکھ کر اپنی پوزیشن برقرار رکھے ہوئے تھا وہ حناوے کو دیکھ لڑکھڑا گیا۔

امن نے دانت بھینچ کر اپنی تکلیف پر قابو پایا اور اپنا کندھا تھامتے ہوئے کھڑا ہو گیا۔

وہ آئے گھر میں ہمارے خدا کی قدرت ہے"

"کبھی ہم ان کو کبھی اپنے گھر کو دیکھتے ہیں۔۔

اس نے حناوے کو دیکھتے ہوئے شعر پڑھا۔اور پھر اسکی جانب قدم بڑھائے۔۔وہ ایک پل کیلئے بھول گیا تھا کہ اسکے ساتھ خضر بھی تھا۔اسے بس حناوے دکھائی دے رہی تھی جبکہ کندھے میں اٹھتا درد اسے کراہنے پر مجبور کر رہا تھا۔چہرے سے تکلیف واضح تھی۔

"سٹاپ۔۔"

خضر نے ہاتھ میں پکڑی پولیس کی چھڑی آگے کر کے اسے رکنے پر مجبور کیا۔ جبکہ حناوے کے چہرے پر امن کو دیکھ کر ازلی نفرت اور ناگواریت پھیل گئی تھی۔

تمہارے خلاف میرے پاس گرفتاری کے وارنٹ ہیں۔ تمہیں گرفتار کیا" "جا رہا ہے مسٹر امن ملک۔۔

خضر نے کہتے ہوئے ہتھکڑی پکڑے پولیس اہلکار کو اشارہ کیا جو ہتھکڑی لگانے کیلئے آگے بڑھا۔اس سے پہلے کہ وہ امن کو ہتھکڑی لگاتا خان جھٹکے سے آگے آیا۔

"آپ لوگ مالک کو ایسے گرفتار نہیں کر سکتے۔۔"

وہ امن کے آگے ڈھال بن کر کھڑا ہو گیا تھا۔

"ہمارے پاس آڈرز ہیں۔۔"

خضر نے پر سکون رہتے ہوئے وارنٹ کو خان کی جانب بڑھایا۔

"کس جرم میں گرفتار کرنے آئے ہیں آپ لوگ۔۔؟"

خان غضبناک ہو رہا تھا۔۔جبکہ امن کی نگاہیں حناوے پر جمی تھیں۔اسے خان اور خضر کی گفتگو سے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔

اسکی پیاسی نگاہیں حناوے کو دیکھ سیراب ہونے کی کوشش کر رہی تھی جبکہ حناوے کی آنکھوں سے نکلتے شعلے اسے جلا کر بھسم کرنا چاہتے تھے۔

وہ خان کی بات سن کر جھٹکے سے مڑی اور کمرے سے باہر نکل گئی۔۔امن کی نگاہوں میں اسکے آنکھوں سے اوجھل ہونے پر بے چینی پھیل گئی۔اگلے ہی پل وہ کسی کا ہاتھ تھامے کمرے میں داخل ہوئی تھی۔۔اسکے ساتھ بوسیدہ کپڑوں اور اجڑی حالت میں ایک عورت تھی۔۔۔

جو اپنا سر کھجا کر سہمی سہمی نگاہوں سے چاروں طرف دیکھ رہی تھی۔

اور پھر جیسے ہی اسکی نظر سامنے کھڑے امن پر پڑی اسکی آنکھوں میں خوف کے سائے ابھرے اور اگلے ہی پل وہ زور سے چلائی۔

"مار دیا۔۔مار دیا۔۔"

وہ اپنا ہاتھ حناوے کی گرفت سے چھڑانے کی کوشش کر رہی تھی اور بری طرح سے چلا رہی تھی۔

امن کوفت سے اس پاگل کو دیکھ رہا تھا۔۔اس بار اسکے چہرے کے نقوش گن گئے تھے۔

اویس۔۔یاد تو ہو گا نا۔۔اس پاگل راحیلہ کا منگیتر اور پیار جسے تم نے" بے دردی سے قتل کیا تھا۔۔قتل کے جرم میں تمہیں گرفتار کیا جاتا ہے۔۔"

خضر کے الفاظ پر امن نے چونک کر اسکی جانب دیکھا تھا جو سرد نظروں سے اسے ہی دیکھ رہا تھا۔

ایک ہفتہ پہلے؛

یہ ایک ہفتہ پہلے کی بات تھی جب مسز ازمیر کی کال کے بعد خضر حناوے سے ملنے رانا ہاؤس گیا تھا اور اسے سمجھانے کی کوشش کی تھی لیکن وہ کسی صورت ماننے کو تیار نہیں تھی۔

میں کسی صورت پیچھے نہیں ہٹنے والی۔۔ تم میرا ساتھ دو تب بھی نہ دو تب "بھی۔۔"

وہ دوٹوک لہجے میں کہتی کرسی سے کھڑی ہوئی تھی۔

خضر اسکی بات پر سر تھام کر رہ گیا تھا اور پھر اسکا ہاتھ پکڑ کر اسے جانے سے روکا۔

"بیٹھ جاؤ حناوے۔۔"

خضر اسکی ہٹ دھرمی سے واقف تھا وہ اسے اکیلا نہیں چھوڑ سکتا تھا اور اب جبکہ علیزے کے گھر والے راضی تھے تو وہ اعتراض کرنے والا کون ہوتا

تھا۔ وہ بس حناوے کو اس سب سے دور رکھنا چاہتا تھا۔ لیکن وہ تو خود اپنے پاؤں پر کلہاڑی مارنے کو تیار تھی۔

خضر کے کہنے پر حناوے بنا کچھ بولے واپس بیٹھ چکی تھی اور اب دھیان سے خضر کی بات سن رہی تھی۔

"اب میری بات غور سے سنو۔۔"

خضر نے سنجیدہ انداز میں کہنا شروع کیا اور حناوے نے اثبات میں سر ہلایا۔

"تم جس جرم کی امن ملک کو سزا دلوانا چاہتی ہو اس جرم کی پاکستان میں کوئی سزا ہے ہی نہیں۔۔"

خضر نے تاسف سے کہا اور یہ حناوے کے نزدیک گویا دھماکہ تھا۔

کک۔۔کیا مطلب سزا نہیں ہے۔۔اسکی وجہ سے علیزے نے خودکشی کی" اس نے ذہنی طور پر علیزے کو مجبور کیا کہ وہ خودکشی کرے اور تم کہہ رہے ہو سزا نہیں ہے۔۔"

حناوے بھڑک ہی تو گئی تھی۔

"میں نے کہا میری بات غور سے سنو۔۔تو مطلب سنو۔۔"

خضر نے دبی دبی آواز میں اسے ڈانٹا۔حناوے خالی خالی نظروں سے اسے دیکھنے لگی۔

"پاکستان میں خودکشی کے بہت سے کیس ہوتے ہیں لیکن جو شخص اس خودکشی کی سزا بنتا ہے اسکے لئے کوئی سزا نہیں بلکہ جو خودکشی کرتا ہے اگر وہ بچ جائے تو ایک سال کی سزا دی جاتی ہے۔۔جبکہ اب کچھ ترمیم کی گئی ہے اب خودکشی کرنے والے کو جیل نہیں ہسپتال بھیجا جاتا ہے علاج کیلئے۔۔"

Zubi Novels Zone

لیکن میں نے دیکھا ہے موویز میں ایسا ہوتا ہے سزا دی جاتی ہے۔۔اور وہ سی" آئی ڈی۔۔

"یہ پاکستان ہے حناوے۔۔اور اسکے اپنے قوانین ہیں۔۔"
خضر نے حناوے کی بات کاٹی۔

نہیں ایسا نہیں ہو سکتا۔۔امن ملک کو سزا ملنی چاہیے۔۔اس نے ہمارے" "امن کے ساتھ بھی تو۔۔
حناوے کی آواز بھرا گئی تھی۔وہ قانون نہیں جانتی تھی وہ تو اپنے جوش میں یہی سمجھ رہی تھی کہ امن ملک کو سزا دلوائے گی۔

پاکستان میں ایسے رپورٹ ہوئے جس میں والدین نے اپنے خودکشی کرنے" والے بچوں کے دوستوں یا ایسے لوگوں کے خلاف رپورٹ لکھوائی جو انہیں تنگ کررہے تھے۔۔ جسکی وجہ سے انکے بچوں نے خودکشی کی تھی لیکن اسکا "کوئی حل نہیں نکلتا۔۔

"لیکن عبدالرحمن بھائی نے تو کہا تھا وہ کیس لڑیں گے۔۔"

حناوے نے اپنے آنسو ضبط کرتے ہوئے بتایا۔

انہیں میں نے کہا تھا کہ تمہاری کال آئے تو وہ تمہیں ہر طرح سے تسلی دیں" تا کہ تم کہیں اور نہ جاؤ کیونکہ میں واقف ہوں تمہاری فطرت سے۔۔ اگر وہ "تمہیں سچ بتا دیتے تو تم یقیناً کہیں اور پہنچ جاتی۔۔

خضر کی بات سن کر حناوے کو گہرا صدمہ ہوا تھا۔۔ وہ جو اپنے آپکو ہوشیار سمجھ رہی تھی کہ سب کچھ اکیلے ہی کرلے گی اسے اب پتا چلا تھا کہ خضر اسکے اگلے

ہر قدم سے واقف ہوتا تھا اور اپنی مرضی کے مطابق وہ اٹھنے والے قدم کا رخ موڑنے کی صلاحیت رکھتا تھا۔اور اس نے ایسا ہی کیا تھا۔

"لیکن علیزے۔۔۔اسکے ساتھ برا ہوا تھا۔۔"

حناوے رو دینے کو تھی۔

میری بات سنو حناوے۔۔دنیا میں صرف ایک علیزے نہیں جسکے ساتھ" برا ہوا ہو۔۔اور علیزے کی تو اپنی غلطی تھی اور خود کشی کر کے اس نے جو گناہ کیا اسکے بارے میں کچھ نہیں کہہ سکتا میں۔۔لیکن دنیا میں ایسی بھی لڑکیاں ہیں جنکا کوئی گناہ نہیں تھا لیکن انہیں سزا ملی انکے ساتھ برا ہوا۔۔۔جن میں سے کچھ کا ذمہدار ارامن ملک ہے اگر ایسی لڑکیوں کو انصاف ملے اور ارامن ملک "کو سزا ملے تو علیزے کو بھی انصاف مل جائے گا۔۔

یہ بات کہتے ہوئے خضر کے ذہن میں حیدر آباد کے گاؤں اور انکے کچے پکے راستوں پر آتی جاتی گاڑیوں کے پیچھے بھاگتی ایک پاگل کی شبیہہ ابھری تھی۔

"میں کچھ سمجھی نہیں کیا کہنا چاہ رہے ہو۔۔؟"
حناوے نے سوالیہ نظروں سے خضر کو دیکھا۔

"تمہیں ایک کہانی سناتا ہوں تمہارے لئے فیصلہ کرنا آسان ہو جائے گا۔۔"
خضر نے کہتے ہوئے بولنا شروع کیا جبکہ حناوے الجھن آمیز نگاہوں سے اسے دیکھ رہی تھی۔

"یہ کہانی ہے راحیلہ اور اویس کی۔۔راحیلہ جو پڑھنے کا خواب لے کر ایک گاؤں سے اسلام آباد آئی تھی۔۔خوبصورت تھی ذہین تھی۔۔اور ایسی لڑکیاں کمزور مردوں کے دل پر کاری وار کرتی ہیں۔۔

اویس سے راحیلہ کی ملاقات یونیورسٹی میں ہوئی دونوں میں محبت ہوئی اور منگنی ہونے والی تھی۔۔اویس ایک ہونہار اور نفیس لڑکا تھا۔۔۔"

خضر وقفہ لینے کیلئے رکا۔

"پھر کیا ہوا۔۔؟"

حناوے جو پوری توجہ سے خضر کو سن رہی تھی اسکے خاموش ہونے پر حناوے کو جیسے کوفت ہوئی۔

"وہی جو اکثر محبت کی داستانوں کا حال ہوتا ہے۔۔راحیلہ پر امن ملک کے آوارہ دوست قدیر کا دل آگیا۔۔اور پھر اس نے راحیلہ اور اویس کو امن کا سہارا لے کر اٹھوالیا۔۔"

"پھر۔۔؟"

حناوے کو تجسس ہو رہا تھا۔۔اسکے تجسس کو دیکھتے ہوئے خضر نے اسے ساری کہانی سنادی۔

"راحیلہ پوری طرح سے ذہنی توازن کھو چکی ہے اویس کی باڈی دو تین دن بعد گندے نالے سے ملی تھی"۔۔

حناوے نے کرب کی شدت سے آنکھیں میچ لیں۔۔وہ شہزادوں جیسی ظاہری وضع وقطع رکھنے والا شخص کس قدر ظالم تھا اسکا احساس حناوے کو آج ہوا تھا۔۔

"صرف علیزے اور ہمارا پیارا اسامن ہی اسکے ظلم کا شکار نہیں ہوئے ایسے بہت سے لوگ ہیں جو اسکے عتاب کا شکار ہو چکے ہیں۔۔جنکی زندگیاں مکمل طور پر برباد ہو چکی ہیں۔۔امن ملک کو سزا دلوانے کیلئے ایک بوسیدہ سا کیس کافی نہیں ہے ایک مضبوط کیس بنانا ہو گا۔۔

راحیلہ کو انصاف دلانا ہو گا زیادتی اسکے ساتھ ہوئی۔۔ جبکہ علیزے نے تو محبت میں دھوکا کھایا تھا۔۔ ظلم اویس کے ساتھ ہوا ہے انصاف اسے ملنا چاہیے۔۔ اگر امن ملک کو سزا دلانی ہے تو جوش سے نہیں دماغ سے کام لینا ہو گا سمجھ آئی۔۔؟"

خضر نے حناوے کی کنپٹی کو شہادت کی انگلی سے چھوتے ہوئے کہا۔۔ جبکہ حناوے سر جھکائے اپنے آنسو ضبط کر رہی تھی۔ اویس کی موت سے اسے ننھا امن یاد آگیا تھا جو کوما میں تھا۔

"اگر لڑنا ہے تو مضبوط بننا ہو گا حناوے۔۔ رونے سے کچھ نہیں ہو گا۔۔" اسکی آنکھوں سے آنسوں چھلکتے دیکھ کر خضر نے نرم لہجے میں کہا۔

میں لڑوں گی۔۔ ہر قیمت پر لڑوں گی۔۔ اسے امن کی حالت کا حساب دینا" ہو گا۔۔ اور علیزے کو دیئے گئے دھوکا کا حساب بھی دینا ہو گا۔۔ اسے راحیلہ

کی زندگی برباد کرنے اور اویس کی موت کا بھی حساب دینا ہوگا۔۔اسے اسکے ہر جرم کی سزا ملے گی۔۔اور میں سب کو انصاف دلانے کیلیئے ہر حد تک جاؤں گی۔۔"

شدت جذبات سے حناوے کی آواز کانپ رہی تھی لیکن اسکا حوصلہ بلند تھا۔

"گڈ۔۔تو اب جب تک میں کچھ نہ کہوں تم کچھ نہیں کروگی۔۔خاموشی سے رہوگی سمجھ آئی۔۔؟"

اسکی بات پر حناوے نے اثبات میں سر ہلایا تو خضر نے ایک بوجھل سانس فضا میں خارج کیا۔۔اسکا مقصد حناوے کو دکھی کرنا نہیں تھا لیکن اسے سمجھانا بھی لازمی تھا جو اب وہ کچھ حد تک سمجھ گئی تھی۔اب خضر کو اگلی چال چلنی تھی۔

اسی رات کو شاویز نے اسے بتایا تھا کہ منال اور ہدی کو بچانے والے نے حناوے کا پوچھا تھا۔اور خضر سمجھ گیا تھا کہ وہ امن ملک تھا جو مری میں ہی تھا۔۔اور کہیں نا کہیں وہ حناوے پر نظر رکھے ہوئے تھے۔

اگلے دو دن تک اس نے دو سپاہیوں کے ذمہ کام لگایا تھا کہ وہ حناوے پر نظر رکھیں تا کہ پتا چل سکے کہ حناوے پر اور کون نظر رکھے ہوئے تھے۔اور دو دن بعد انہوں نے جس گاڑی کا نمبر بتایا کہ یہ گاڑی حناوے کو اکثر کالج جاتے ہوئے فالو کرتی ہے وہ کسی خان کے نام پر تھی جو امن ملک کا ذاتی ملازم تھا۔۔

یہ گین چار دن زیان ہدی اور حناوے کو کالج چھوڑنے گیا تھا۔سماب کو حیدر اپنے ساتھ جامشورو لے گیا تھا۔جبکہ منال ابھی ٹھیک نہیں ہوئی تھی۔شاویز نے زیان کو یہ ذمہداری سونپی تھی اور انکی گاڑی میں ایک گارڈ بھی موجود ہوتا تھا۔

تین دن بعد خضر نے حناوے کو فون کیا تھا۔

"تیار رہنا آج رات ہم اسلام آباد جا رہے ہیں۔۔"

خضر نے گویا حکم دیا تھا۔

"کیوں خیریت۔۔؟"

اویس کے گھر والوں سے بات کرنی ہے انہیں انصاف نہیں مل سکا۔ تم اویس کی بہنوں اور ماں سے بات کرنا جبکہ میں کچھ سوال جواب کروں گا۔

اسکے بعد مجھے حیدر آباد جانا پڑے گا راحیلہ کے گھر والوں سے ملنے۔۔ تم سمجھ رہی ہو نا میں کیا کہنا چاہ رہا ہوں۔۔؟"

جی میں سمجھ رہی ہوں۔۔ لیکن رات کو کیوں۔ یہ کام دن میں کیوں نہیں "ہو سکتا۔۔؟"

کیونکہ محترمہ امن ملک تمہاری نگرانی کر رہا ہے تمہارے ہر عمل پر اسکی" نگاہ ہے۔۔ تم کہاں جاتی ہو کیا کرتی ہو کس سے ملتی اسے ساری خبر ہے۔۔ اس لئے رات کو جانا ہو گا وہ بھی اس طریقے سے کہ امن ملک کو کانوں کان خبر نہ ہو سمجھ گئی۔۔؟"

خضر کی بات سن کر حناوے ایک پل کو ساکت رہ گئی تھی۔۔

کیا چیز تھا یہ امن ملک وہ سمجھنے سے قاصر تھی۔

Zubi Novels Zone

اویس کے گھر والے جو کسی مسیحا کے انتظار میں تھے اور اپنے بیٹے کی موت کا بدلا چاہتے تھے وہ ایک ایس پی کو اپنے گھر میں دیکھ کر حیران رہ گئے تھے۔ وہ لوگ امن ملک کے خلاف رپورٹ درج کرانا چاہتے تھے لیکن امن ملک کی طاقت اور ظلم سے ڈرتے تھے۔

ایسے میں جب خضر نے انکی مدد کرنے کا وعدہ کیا تو وہ رونے لگ گئے اور ان دونوں کا شکریہ ادا کرنے لگے۔۔

یہ بہت احتیاط کرنے کا وقت تھا کیونکہ اگر امن کو بھنک بھی پڑ جاتی تو اویس کے گھر والوں کیلئے مشکل ہو جاتی۔۔

اویس کی ماں ہر وقت اپنے بیٹے کی جدائی کے غم میں آنسو بہاتی رہتی تھی۔

جبکہ راحیلہ تو اپنا ذہنی توازن کھو چکی تھی۔

اسی رات وہ دونوں واپس مری نہیں گئے تھے بلکہ رحمن بھائی اور ثناء بھابھی کے گھر چلے گئے تھے جہاں نمل رہ رہی تھی۔

وہ حناوے سے مل کر بہت خوش ہوئی تھی۔

آگے کیا کرنا تھا کیس کو کس طرح لے کر چلنا تھا۔۔امن ملک کو کیسے گھیرنا تھا؟ خضر اور رحمن بھائی اس رات یہی ڈسکس کرتے رہے۔

اور جب اویس کے گھر والوں نے رپورٹ لکھوادی تو خضر نے حیدر آباد جانے کا فیصلہ کر لیا تھا۔

Click On The Link Above To Read More Novels / ✆ / ✉ 0344 4499420
https://www.zubinovelszone.com/

"ایک بات تو بتاؤ نمل آپی۔۔"

حناوے نے نمل کو خاموش دیکھا تو پوچھا۔وہ پہلے جیسی نہیں رہی تھی۔

حناوے کو یاد تھا نمل اور شاویز کے نکاح کی تاریخ پکی ہونے سے پہلے وہ کس قدر خوش رہتی تھی۔اسکا ہنسنا بولنا اب جیسے گم ہو گیا تھا۔

"شاویز بھائی سے شادی سے انکار کیوں کیا تھا کیا کسی اور کو پسند کرتی ہو۔۔؟"

حناوے کے سوال نے نمل کو چونکنے پر مجبور کیا تھا اور پھر وہ دھیرے سے مسکرا دی۔

منال شاویز سے محبت کرتی ہے۔۔اگر میری اور شاویز کی شادی ہو جاتی تو"
شاید منال کبھی خوش نہ رہ پاتی۔۔میری اور شاویز کی تو ویسے بھی نہیں بنتی
تھی۔۔جب مجھے یہ بات پتا چلی تو میں نے ایک فیصلہ کیا اور شاویز سے شادی
"سے انکار کر دیا۔۔

نمل نے پر سکون لہجے میں بتایا۔

کوئی پچھتاوا تو نہیں تمہیں آخر شاویز بھائی اتنے پر وقار ہیں اتنا نام ہے انکا"
"تو۔۔؟"

حناوے نے دوسرا سوال کیا۔

ارے نہیں حناوے۔۔مجھے یہ چیزیں متاثر نہیں کرتیں۔۔پچھتاوا تب ہوتا"
اگر میرے دل میں شاویز کیلئے یا اسکے دل میں میرے لئے کچھ ہوتا۔۔ایسا

کچھ تھا نہیں تو پچھتاوا کیسا۔۔؟ شاویز اور منال ایک دوسرے کیلئے بنے تھے ایک ہو گئے اللہ انہیں خوش رکھے۔۔"

نمل نے صدق دل سے دعا دی تھی لیکن کہیں نا کہیں اسکا دل کرلایا تھا۔۔

اور نرم لہجے اور مسکراتی آنکھوں والا لڑکا اسکے تصور میں جگمگایا تھا۔۔

کتنے عرصہ ہو گیا تھا ارحم سے بات کئے اسے دیکھے اسے ملے۔۔ جانے وہ کہاں تھا اور کیسا تھا؟ نمل نے اس سے رابطے کی ہر راہ بند کردی تھی۔

لیکن اسکا دل کہیں نا کہیں اسے دیکھنے کی ضد کرتا تھا۔۔ لیکن دل تو پاگل ہے اسکی تھوڑی نا سنی جاتی ہے۔۔۔!!

اسکے بعد خضر حیدر آباد گیا تھا وہاں وہ راحیلہ کے گھر والوں اور آس پاس کے لوگوں سے ملا تھا۔۔امن ملک کے خلاف اسے کافی ثبوت مل گئے تھے لیکن لوگ ڈرتے بولتے نہیں تھے۔

لیکن اپنے مطلب کے ثبوت وہ حاصل کر چکا تھا۔۔اور آج وہ ہر طرح تیار ہو کر امن ملک کے گھر میں اسے گرفتار کرنے کا پورا حق لے کر کھڑا تھا۔

حناوے نے اسکے ساتھ آنے کی ضد کی تھی۔۔وہ جانتی تھی امن ملک ہاتھ آنے والا نہیں تھا لیکن وہ اتنا جانتی تھی کہ حناوے کے سامنے امن ملک کا شاطر پن ختم ہو کر پاگل پن شروع ہو جاتا تھا۔۔اسکی سدھ بدھ کھونے لگتی تھی۔۔

اسی چیز کا وہ فائدہ اٹھانا چاہتی تھی اور اسکے ہاتھ ہتھکڑی لگتے وہ اپنی آنکھوں سے دیکھنا چاہتی تھی۔

جہاں حناوے نے خضر کی اتنی بات مانی تھی وہیں اسے حناوے کی یہ ضد پوری کرنی پڑ گئی تھی۔

حال؛

"خان پیچھے ہٹو۔۔"

امن نے اپنے سامنے ڈھال بنے کھڑے خان کو ہٹنے کا حکم دیا۔

"لیکن مالک۔۔"

خان نے کچھ کہنا چاہا۔

"کہانا پیچھے ہٹو۔۔میں خود دیکھ لوں گا۔۔"

امن کے سخت لہجے میں کہنے پر خان دل مسوس کر پیچھے ہٹ گیا۔

جبکہ امن خضر کو دیکھ کر مسکرایا۔

"توشکاری شیر کے شکار پر نکل چکا ہے۔۔ایس پی صاحب سوچ لیں شیر غضبناک ہوا ناتو کسی کو نہیں چھوڑے گا۔۔"

امن نے دھیمے لہجے میں دھمکی دی تھی۔

"تمہیں زیادہ شوق ہے نالڑکیوں کی زندگیاں برباد کرنے کااور لڑکوں کی جان لینے کا۔۔"

اس سے پہلے خضر کوئی جواب دیتا حناوے ایک قدم بڑھی اور امن کو مخاطب کیا۔

"زہے نصیب۔۔ہم سے کچھ کہا گیا۔۔؟"

امن جان لٹانے والے انداز میں بولا تھا۔

"سزاتو تمہیں ملے گی اور چونکہ اب گرفتاری کے وارنٹ بھی ہیں تو جیل جانے کیلئے تیار ہو جاؤ مسٹر ملک۔۔اب تم زیادہ بھاگ نہیں سکتے۔۔"

حناوے نے اسکی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا تھا۔

"جیل تو کیا میں جہنم میں جانے کیلئے بھی تیار ہوں۔۔ لیکن میری ایک شرط ہے۔۔"

امن نے پراسرار لہجے میں کہا تھا۔

راحیلہ کو پولیس اہلکاروں کی نگرانی میں واپس بھیج دیا گیا تھا۔

جبکہ باقی سب ادھر ہی تھے۔

"یہ ہتھکڑی مجھے اور کوئی نہیں حناوے لگائے گی۔۔"

پرشوق نگاہوں سے کہتا دلکش مسکراہٹ لئے حناوے اور خضر دونوں کو سلگا گیا تھا۔

"بکواس بند کرو اپنی۔۔"

خضر گویا دھاڑا تھا۔

"ارے ایس پی صاحب دھاڑنے کا حق صرف شیر کو حاصل ہے۔۔ ویسے بھی یہ میری آخری خواہش ہے۔۔ کیا پتا مجھے پھانسی ہو جائے اس آخری خواہش کو پورا نہیں کرو گے۔۔؟"

وہ معصومیت سے کہتا خضر کا دل جلا رہا تھا۔

اور وہاں موجود پولیس اہلکاروں نے خضر کے بعد کوئی اتنا ذہین نوجوان دیکھا تھا جو اس حالت میں بھی پر سکون تھا۔

"میں پورا کروں گی نا۔۔"

حناوے نے ہتھکڑی تھامتے ہوئے جواب دیا۔

"حناوے نہیں۔۔"

خضر گویا تڑپ اٹھا تھا۔ وہ اسے امن کے قریب جانے نہیں دے سکتا تھا۔

"مجھے پر بھروسہ ہے نا۔۔؟"

حناوے نے پلٹ کر خضر کو دیکھا تھا۔۔اسکی آنکھیں خضر سے سوال کر رہی تھیں کہ وہ اس پر یقین کرتا تھا یا نہیں۔۔؟

اور خضر نے خود کو پر سکون کرتے ہوئے اثبات میں سر ہلایا۔۔حناوے مسکرا دی۔

خضر اور حناوے کو آنکھوں ہی آنکھوں میں باتیں کرتے دیکھ کر امن لی آنکھیں جلنے لگی تھیں۔

وہ ہتھکڑی پکڑے امن کے سامنے کھڑی تھی۔امن کی بے چین و بے باک نگاہیں حناوے کے سیاہ چادر میں چمکتے چہرے کا طواف کر رہی تھیں۔اُس نے اِس پل شدت سے چاہا تھا کہ سب کچھ غائب ہو جائے اور وقت تھم

جائے۔۔بس اور حناوے ہوں۔۔حناوے اسکے سامنے رہے اور وہ ایسے ہی اُسے دیکھتا رہے۔۔

"ہاتھ اوپر کرو۔۔"

حناوے نے اسکے قریب پہنچ کر حقارت سے کہا تھا۔

"تم کہو تو جان بھی دے دوں۔۔"

وہ لٹ ہی تو چکا تھا اسے اپنے اتنے قریب دیکھ کر۔۔۔دل کی دھڑکن کی آواز صاف سنائی دے رہی تھی اور دل بذات خود اسکے چوڑا سینہ پھاڑ کر باہر نکلنے کو تیار تھا۔

جیسے ہی امن نے ہتھکڑی پہننے کیلئے ہاتھ اٹھائے تو درد کی ایک لہر اسکے بائیں کندھے سے اور وہ کراہ کر رہ گیا۔

لیکن پھر اس درد کو برداشت کرتے ہوئے امن نے دونوں ہاتھ مجرموں کی طرح حناوے کے سامنے کئے جنہیں حناوے نے ہتھکڑی ڈال کر قید کر دیا تھا۔

مجھے تو تم نے آج ہمیشہ کیلئے قید کر لیا حناوے رانا۔۔ لیکن یہ بات یاد رکھنا" "میں جب آزاد ہوں گا تو تمہیں بھی ہمیشہ کیلئے قید کر لوں گا۔۔

وہ اسکے کان کے قریب جھکتے ہوئے ہولے سے بڑبڑایا تھا۔حناوے بدک کر پیچھے ہٹی۔

مجھے تو تم نے آج ہمیشہ کیلئے قید کر لیا حناوے رانا۔۔ لیکن یہ یاد رکھنا میں" "جب آزاد ہوں گا تو تمہیں قید کر لوں گا وہ بھی ہمیشہ کیلئے۔۔

وہ اسکے کان کے قریب جھکتے ہوئے ہولے سے بڑبڑایا تھا۔حناوے بدک کر پیچھے ہٹی۔

اسکا دل تیزی سے دھڑک رہا تھا۔امن کے لہجے کا سرد پن اُسے اندر تک جھنجھوڑ گیا تھا۔

حناوے کے چہرے کی ہوائیاں اڑتے دیکھ کر امن دلکشی سے مسکرا کر سیدھا ہوا۔

"لے چلو اِسے۔۔"

اِس سے پہلے وہ مزید کچھ کہتا خضر نے غصے سے حکم دیا۔پولیس اہلکاروں نے آگے بڑھ کر امن کو بازو سے پکڑ کر کھینچا تھا۔

"آہ۔۔"

امن جو دیوانوں کی طرح حناوے کو دیکھ رہا تھا۔ پولیس اہلکاروں کے اس طرح بازو کھینچنے پر کراہ کر رہ گیا تھا۔ کندھے کی درد نے اسے بلکنے پر مجبور کر دیا تھا۔

"مالک۔۔ آپ ٹھیک ہیں۔۔؟"

خان تڑپ کر آگے بڑھا تھا۔ وہ امن کے ساتھ ہونے والے سلوک پر اندر سے تلملا رہا تھا لیکن کچھ کر نہیں سکتا تھا۔۔ کیونکہ امن یہ خود اپنے ساتھ ہونے دے رہا تھا۔

امن کے ایک جھٹکے سے اپنے بازو کو پولیس اہلکار کی گرفت سے چھڑایا اور قہر برساتی نظروں سے اسے دیکھا۔۔۔ آج تک کسی کی ہمت نہیں ہوئی تھی کہ وہ امن ملک کو اسکی مرضی کے بغیر چھو سکے۔۔ اگر حناوے سامنے نہ ہوتی تو جانے وہ کیا کر جاتا لیکن اسکے سامنے وہ بے بس تھا۔۔ کندھے سے اٹھتی درد کی ٹھیسوں کو وہ بری طرح سے نظر انداز کئے ہوئے تھا۔

"اب تم پولیس کی حراست ہو مسٹر ملک یہ نخرے کسی اور کو دکھانا۔۔"

اسکے اس طرح گھورنے پر حناوے خود کو بولنے سے روک نہیں پائی تھی۔

حناوے کی بات سن کر امن نے آنکھیں میچیں اور ایک گہرہ سانس فضا میں خارج کیا۔۔۔ وہ جیسے خود کو پر سکون کر رہا تھا۔ چند سیکنڈز بعد جب اس نے آنکھیں کھولیں تو ان میں پہلے والی وحشت اور سر د پن غائب ہو چکا تھا اور محبت کی الوہی چمک سے اُسکی آنکھیں ٹمٹما رہی تھیں جو حناوے پر جمی تھیں۔۔۔ ساتھ ہی ہونٹوں پر دلکش مسکراہٹ دوڑ گئی تھی۔ وہ دیوانوں کی طرح اُسے دیکھ رہا تھا جو اُسکے دیکھنے پر رخ موڑ گئی تھی۔

"چلو حناوے۔۔ تمہیں گھر چھوڑ دوں۔۔"

خضر نے حناوے کا بازو پکڑ کر کھینچا وہ مزید حناوے کو امن کے سامنے رکنے نہیں دے سکتا تھا۔

امن کی آنکھوں کی چمک اور اُسکا رویہ جو حناوے کو دیکھ کر بدل جاتا تھا جانے کیوں اُسکی حالت خضر کو ٹھٹکا گئی تھی۔

حناوے بنا کچھ کہے خضر کے ساتھ آگے بڑھ گئی تھی۔۔۔امن کی چمکتی اور لو دیتی آنکھیں اس منظر پر جلنے لگی تھیں۔

اس نے غور سے خضر اور حناوے کو جاتے دیکھا اسکے ساتھ ہی پولیس اہلکار اُسے لے کر گاڑی کی طرف بڑھ گئے تھے۔

"مالک میں بھی آپکے ساتھ چلوں گا۔۔"

خان پیچھے لپکا تھا۔

"نہیں خان۔۔۔تم یہیں رکو اور گھر بیٹھ کر ان سب کا تماشہ دیکھو۔۔"

حناوے کے نظروں سے اُوجھل ہوتے ہی وہ غضبناک ہوا تھا۔

اور پھر جبڑے بھینچے اپنے کندھے کی تکلیف برداشت کرتے وہ خاموشی سے ہتھکڑی لگے ہاتھوں کے ساتھ گاڑی میں بیٹھ چکا تھا جو فوراً پولیس اسٹیشن کی جانب روانہ ہو گئی تھی۔اُس گاڑی کے پیچھے مزید ایک اور گاڑی تھی۔

"بابا آپ ابھی تک مجھ سے ناراض ہیں؟"

نمل نے اپنے ساتھ بیٹھے عثمان رانا سے پوچھا جو سنجیدگی سے گاڑی چلا رہے تھے۔نمل نے ہی انہیں آفس سے پک کرنے کا کہا تھا۔۔اس نے ایک نیوز چینل میں جاب شروع کر دی تھی جو وہ کرنا چاہتی تھی۔عثمان رانا جو کسی کے کام کے سلسلے میں اسلام آباد ہوئے تھے وہ نمل کی بات کو ٹال نہیں سکے۔۔ اور یہ نمل نے جان بوجھ کر کیا تھا تاکہ وہ کچھ وقت اُنکے ساتھ گزار سکے جب سے نمل نے شاویز سے شادی سے انکار کیا تھا عثمان رانا اس سے بری طرح ناراض تھے۔

"جواب نہیں دیا آپ نے بابا۔۔؟"

انہیں خاموش دیکھ کر نمل نے دوبارہ پوچھا۔

"کیاجواب دوں نمل۔۔؟جو تم نے کیااُسکے بعد میرا ناراض ہونا نہیں بنتا

کیا۔۔؟تم میری سب سے اچھی بیٹی تھی۔۔میرا مان میرا غرور۔۔اور تم نے

ہی پورے خاندان کے سامنے میری ناک کٹوادی۔۔"

وہ بولے تو انکے لہجے سے ملال جھلک رہا تھا۔

"نہیں بابا نہیں۔۔"

نمل انکی بات سن کر تڑپ ہی تو گئی تھی۔وہ ٹھیک کہہ رہے تھے انہوں نے

ہمیشہ نمل کا ہر قدم پر ساتھ دیا تھا۔۔وہ این جی او میں جاب کرنا چاہتی تھی

عثمان صاحب نے اُسے اجازت دی۔۔شاویز کے منع کرنے کے باوجود بھی

اُسکے دور دراز کے علاقوں میں جانے دیا۔اور نمل نے بدلے میں انہیں کیا دیا تھا۔۔مان توڑ دیا تھا نمل نے اُنکا۔

"میں آپکو دکھی کرنے کا سوچ بھی نہیں سکتی بابا لیکن میں مجبور تھی۔۔" نمل ناچاہتے ہوئے بھی رو دی تھی۔وہ عثمان صاحب کی آنکھوں میں اپنے لئے بے اعتباری نہیں دیکھ سکتی تھی۔

کیسی مجبوری۔۔؟کیا شاویز میں کوئی کمی ہے؟اگر کوئی مسئلہ تھا تو مجھے" بتادیتی لیکن نہیں عین نکاح کے وقت انکار کیا۔۔اور تمہاری اِس غلطی کی "سزا منال کو اٹھانی پڑی۔۔

عثمان صاحب کے لہجے میں منال کیلئے رنج تھا۔نمل انہیں دیکھ کر رہ گئی اب وہ انہیں کیسے بتاتی کہ منال کیلئے ہی تو اس نے یہ سب کیا تھا جسے وہ منال کی

سزا سمجھ رہے تھے وہ اُسکی زندگی کا سب سے بڑا تحفہ تھا۔وہ اسکی خوشی تھی لیکن وہ سچ بتا کر منال کی اہمیت کم کرنا نہیں چاہتی تھی۔

اس سے پہلے وہ کچھ بولتی اسکی گود میں رکھا موبائل تھرتھرایا تھا۔

نمل نے موبائل اٹھا کر دیکھا تو سکرین پر چمکتے نمبر کو دیکھ کر وہ حیران رہ گئی تھی۔

"مسز ملک کا فون۔۔؟"

وہ حیران رہ گئی تھی۔جب سے اس نے این جی او کو چھوڑا تھا مسز ملک سے اسکا رابطہ تقریباً نہ ہونے کے برابر رہ گیا تھا۔اور آج انہوں نے خود کال کی تھی۔

نمل کو وہ بہت پسند تھیں اور انکی فون کال نے نمل کو خوشگوار حیرت میں مبتلا کر دیا تھا۔

"السلام علیکم میم کیسی ہیں آپ۔۔؟"
نمل نے خوشدلی سے کال ریسیو کی تھی۔

وعلیکم السلام۔۔ چلو شکر ہے نمل تمہیں میں یاد تو ہوں مجھے لگا تھا میرا چہرہ "
بھی بھول گئی ہو گی۔۔"
مسز ملک نے دھیمے لہجے میں شکوہ کیا۔

ارے نہیں میم آپکو کیسے بھول سکتی ہوں آپ تو میرے دل کے بہت "
قریب ہیں۔۔"
نمل مسکرا دی۔

اچھا اسی لئے تو مجھ سے رابطہ ختم کیا اور یوں غائب ہو گئی۔۔ خیر شادی کے "
بعد تو سبھی بدل جاتے ہیں تم بھی بدل گئی تو کیا ہوا۔۔؟"

مسز ملک کی بات پر نمل کے چہرے کا رنگ پھیکا پڑا۔۔چہرے کی مسکراہٹ سمٹ سی گئی تھی۔اس نے کن انکھیوں سے عثمان صاحب کی جانب دیکھا وہ اُنکے سامنے کھل کر بات نہیں کر سکتی تھی۔
کیسے بتاتی کہ اسکی شادی تو ہوئی ہی نہیں تھی۔

"کیا ہوا نمل میری کوئی بات بری لگی کیا۔۔؟"
دوسری جانب خاموشی پا کر مسز ملک نے پوچھا۔

ارے نہیں نہیں میم۔۔آپکی بات بھلا بری لگ سکتی ہے مجھے۔۔آپ "
سنائیں طبیعت کیسی ہے آپکی۔۔۔؟"
نمل نے بات کا رخ پلٹنا چاہا۔

"طبیعت ٹھیک ہے لیکن تم سے ملنا چاہتی ہوں۔۔مل سکتی ہو کیا۔۔؟"

مسز ملک کے لہجے میں عجیب سی التجا تھی نمل کے دل کو کچھ ہوا تھا۔

"جی جی کیوں نہیں آپ بتائیں کب ملنا ہے میں اسلام آباد میں ہی ہوں۔۔"
نمل کا ذہن اب تیزی سے کام کر رہا تھا۔

"ٹھیک ہے گھر آ جاؤ میرے میں اکیلی ہوں۔۔"
مسز ملک نے کہتے ہوئے اپنے پتہ لکھوایا جسے نمل نے برق رفتاری سے نوٹ کیا تھا۔۔یہی وہ موقع تھا جب وہ عثمان صاحب کے ساتھ زیادہ وقت گزار سکتی تھی۔

"بابا۔۔"
نمل نے دھڑکتے دل کے ساتھ عثمان صاحب کو مخاطب کیا تھا۔

Click On The Link Above To Read More Novels / ✆ / ✉ 0344 4499420
https://www.zubinovelszone.com/

"بولو۔۔"

وہ بھی شاید اسکی فون پر ہونے والی گفتگو سن چکے تھے۔

"مجھے میری میم سے ملنا ہے کیا آپ مجھے وہاں ڈراپ کر سکتے ہیں۔۔؟"

نمل نے پیار سے پوچھا تھا اور عثمان صاحب نے شاید ہی آج تک اسکی کوئی بات ٹالی تھی۔

"ٹھیک ہے لیکن زیادہ وقت نہیں ہے میرے پاس صرف دس منٹ اس سے زیادہ نہیں۔۔"

وہ سنجیدگی سے گویا ہوئے انکی بات سن کر نمل کے چہرے پر چمک ابھری اور وہ دل ہی دل میں یس کہتے ہوئے مسکرادی۔۔اسکے لئے یہی کافی تھا کہ وہ مسز ملک سے ملنے جارہی تھی اور عثمان صاحب نے اسکی بات مان لی تھی۔۔

"ارحم۔۔کیا وہ گھر ہو گا۔۔؟"

اچانک ہی ارحم کا خیال کسی آسیب کی طرح وارد ہوا تھا اور نمل کے دل نے ایک بیٹ مس کی تھی۔عرصہ ہو گیا تھا اسے دیکھے ہوئے۔۔جانے وہ کیسا تھا۔۔؟

وہ سوچنا نہیں چاہتی تھی لیکن ارحم کا خیال اسکے دل سے جا ہی نہیں رہا تھا۔

اپنے تیز دھڑکتے دل پر قابو پاتے ہوئے وہ خود کو ملامت کرنے لگی تھی۔۔ لیکن دل کہاں ماننے والا تھا۔

گاڑی ایک خوبصورت گھر کے سامنے جا کر رکی تھی۔"ملک ہاؤس"کا نام گیٹ کے پاس لگی تختی پر جگمگ کر رہا تھا۔

"جلدی واپس آنا۔۔"

نمل گاڑی سے اترنے لگی تو عثمان صاحب نے تلقین کی۔

"کیا مطلب آپ میرے ساتھ اندر نہیں چل رہے۔۔؟"

نمل نے مڑ کر پوچھا۔

"نہیں۔۔میں کیا لینے جاؤں گا اندر۔۔؟"

عثمان صاحب نے الٹا سوال کیا۔

"بابا مسز ملک ناراض ہو جائیں گی۔۔میں نے انہیں بتایا کہ میں اپنے بابا کے ساتھ آرہی ہوں اگر آپ ایسے باہر گاڑی میں ہی بیٹھے رہے تو انہیں برا لگے گا نا۔۔"

نمل نے سمجھانا چاہا۔ نمل کی بات سن کر وہ خاموش ہو گئے تھے۔

"پلیز چلیں نا۔۔"

نمل نے منت کی۔

"نہیں نمل ایسے کسی کے گھر نہیں جاتے جنہیں جانتے تک نہ ہوں۔۔"

عثمان صاحب نے احتجاج کیا۔

ہاں بھئی آپ ٹھہرے رانا خاندان کے سپوت مسٹر خیام رانا کے بیٹے عثمان "رانا۔۔آپ کسی کے گھر کیوں جانے لگے۔۔

نمل کا منہ بن گیا تھا۔۔۔عثمان صاحب سے اسکا رویہ بہت بے تکلفانہ تھا جو پچھلے کچھ عرصے سے عثمان صاحب کی سرد مہری کی وجہ سے کھنچا کھنچا سا تھا۔۔اب وہ تھوڑے نرم پڑے تو نمل اپنے اصلی روپ میں واپس لوٹ آئی تھی۔

نمل نے یہ بات کر کے جان بوجھ کر ان پر چوٹ کی تھی۔وہ جانتی تھی عثمان صاحب ایسے نہیں تھے۔۔انہیں اپنے خاندان کا زعم نہیں تھا۔اور انکی یہ خوبی نمل میں بھی منتقل ہو گئی تھی۔

"اچھا ٹھیک ہے۔۔"

نمل کا اترا ہوا منہ دیکھ کر وہ تھوڑے نرم پڑے۔

لیکن یہ مت سمجھ لینا کہ میری ناراضی تم سے ختم ہو چکی ہے۔۔مجھے آج" بھی اتنا ہی غصہ ہوں جتنا اس دن تھا جب تم نے میرا مان توڑا۔۔ہاں البتہ ساتھ اس لئے چل رہا ہوں کہ انجان لوگوں کے گھر میں اکیلے نہیں بھیج سکتا "تمہیں۔۔

عثمان صاحب نے گویا ایک طرح سے بہانہ بنایا تھا اور نمل نے بامشکل اپنی ہنسی کو ضبط کیا تھا۔

وہ دونوں ایک ساتھ گاڑی سے اتر کر گھر کی جانب بڑھ گئے۔

گیٹ پر گارڈ نے انہیں روکا اور تحقیق کے بعد اندر جانے دیا۔

"آپ لوگ یہاں بیٹھیں میں بی بی جی کو بلاتی ہوں۔۔"

ملازمہ انہیں ڈرائنگ روم میں بٹھانے کے بعد جا چکی تھی۔ نمل نے فرصت سے ڈرائنگ روم کا جائزہ لیا جسے نفاست سے سجایا گیا تھا۔

مسز ملک کی پسند ہر معاملے میں اچھی تھی۔

ابھی ایک منٹ گزارا تھا جب عثمان صاحب کے فون پر بیل ہوئی۔

"میں آتا ہوں ایک منٹ۔۔"

وہ معذرت ڈرائنگ روم سے باہر نکل گئے شاید کوئی اہم کال تھی۔انکے باہر نکلتے ہی ڈرائنگ روم کے دوسرے دروازے سے مسز ملک اندر داخل ہوئیں۔

"نمل۔۔"

انہوں نے دھیمے لیکن پیار بھرے لہجے میں نمل کو پکارہ جو سامنے دیوار پر لگے ایک مصوری کے شاہکار میں گم تھی۔آواز پر وہ چونکی اور پھر بے اختیار ہی مسز ملک کی جانب بڑھیں جو شفیق چہرے پر پیار سجائے اسے ہی دیکھ رہی تھیں۔

"تمہیں اپنے گھر میں دیکھ کر بہت خوشی ہوئی۔۔"

مسز ملک نے نمل کو گلے لگاتے ہوئے کہا جس پر نمل دھیرے سے مسکرا دی تھی۔

"اور مجھے آپکو دیکھ کر آپ سے مل کر بہت اچھا محسوس ہو رہا ہے۔۔"

نمل نے صاف گوئی سے کام لیا تھا۔اسے ویسے بھی مسز ملک اپنی اپنی سی لگتی تھی۔۔انکا چہرہ کسی اپنے سے ملتا جلتا سا تھا۔۔وہ جب بھی مسز ملک سے گلے ملتی تھیں ان سے اپنی اپنی سی خوشبو آتی تھی۔

"بابا نہیں آئے۔۔؟"

مسز ملک نے نمل کو اکیلے دیکھ کر سوال کیا۔وہ اس وقت سوٹ میں ملبوس تھیں اور دوپٹے کو سلیقے سے سر پر سجایا ہوا تھا۔انکی شخصیت میں ایک ٹھہراؤ سا تھا۔۔

"وہ آئے ہیں ضروری فون آگیا تھا اسے ہی سننے باہر گئے ہیں۔"

"معذرت میں نماز پڑھ رہی تھی اس لئے آنے میں دیر ہو گئی۔۔"

مسز ملک جیسے شرمندہ ہوئیں۔

نہیں نہیں میم۔۔آپ نے تو دو منٹ بھی انتظار نہیں کروایا وہ دراصل بابا" کو بہت ضروری کالز آتی رہتی ہیں اور صرف ابھی نہیں گھر میں بھی انکا یہی حال ہے۔۔"

نمل نے شرارت سے کہا تو مسز ملک مسکرا دیں۔

"اچھا یہ بتاؤ تمہارے ہسبنڈ کیسے ہیں؟ خیال تو رکھتے ہیں تمہارا۔۔؟"

مسز ملک کے سوال پر نمل ایک پل کو ساکت ہوئی تھی اسکے چہرے پر ایک سایہ سا آکر گزر گیا۔۔۔لیکن اس سے پہلے کہ وہ کوئی جواب دیتی عثمان صاحب ڈرائنگ روم میں داخل ہوئے اور پھر مسز ملک کو دیکھ کر وہ جیسے پتھر کے ہو گئے۔۔

کچھ ایسا ہی حال مسز ملک کا بھی تھا جو عثمان صاحب کو دیکھ کر اپنی جگہ سے کھڑی ہو گئی تھیں اور ساکت نظروں سے عثمان صاحب کو دیکھ رہی تھیں۔

"زِلے تم۔۔؟"

عثمان صاحب زیر لب بڑبڑائے۔۔موبائل انکے ہاتھوں سے گرتے گرتے بچا تھا۔

نمل نے حیرانگی سے ایک دوسرے کو دیکھا۔

"عثمان بھائی۔۔"

مسز ملک کے لب پھڑ پھڑائے تھے۔دیکھتے ہی دیکھتے انکی آنکھوں میں نمی ابھری۔

"آپ دونوں ایک دوسرے کو جانتے ہیں۔۔؟"

نمل کیلئے یہ سیچویشن عجیب سی تھی۔عثمان صاحب اور مسز ملک جیسے ایک دوسرے کو دیکھ رہے تھے نمل کیلئے یہ پریشان کن تھا۔

Zubi Novels Zone

Click On The Link Above To Read More Novels / ✆ / ✉ 0344 4499420
https://www.zubinovelszone.com/

"عثمان بھائی۔۔"

مسز ملک نے قدم عثمان صاحب کی جانب بڑھائے۔

"وہیں رک جاؤ زلے۔۔ خبردار جو ایک قدم بھی آگے بڑھایا۔۔"

عثمان صاحب گرجے۔۔ جبکہ نمل تو بت بنے یہ منظر دیکھ رہی تھی۔

"لیکن عثمان بھائی میں۔۔"

مسز ملک نے بھیگے لہجے اور نم آنکھوں کے سنگ کچھ کہنا چاہا تھا۔

کونسا بھائی۔۔؟ تم ہمارے لئے اسی دن مر گئی تھی جب تم نے ہمارے"
خاندان کی عزت کا خیال نہیں کیا تھا۔۔ گھر کے باہر "ملک ہاؤس" لکھا دیکھ
"کر مجھے سمجھ جانا چاہیے تھا۔۔ لیکن خیر۔۔ چلو نمل یہاں سے۔۔

وہ جس بے رحمی اور سرد پن سے کہہ رہے تھے نمل تو اس پر ساکت ہی رہ گئی تھی۔۔یہ اسکے بابا نہیں تھے جو نرم خو تھے۔۔اور مسز ملک کی حالت نے اسے ورطہ حیرت میں ڈال دیا تھا۔

"لیکن بابا آپ دونوں۔۔"

نمل کچھ کہنا چاہتی تھی۔

"کہانا چلو یہاں سے۔۔"

عثمان صاحب نے آگے بڑھ کر نمل کا بازو پکڑ کر کھینچا اور پھر بنا مڑے وہ نمل کو گویا گھسیٹتے

باہر کی جانب لے گئے۔

"عثمان بھائی رک جاؤ۔۔میری بات سن لو ایک بار۔۔"

مسز ملک انکے پیچھے لپکی تھیں لیکن انہوں نے تو گویا پیچھے نہ دیکھنے کی قسم کھالی تھیں۔

نمل کا بازو پکڑے وہ تیز تیز قدم اٹھاتے گھر سے باہر نکل گئے تھے جبکہ مسز ملک خالی خالی نظروں سے انہیں جاتے دیکھتے رہ گئی تھیں۔

اُس نے اس قدر تکلیف دی ہے مجھے"

"کہ اُسکی تکلیف سے اب سکون ملے گا۔۔

حناوے صوفے کی پشت سے ٹیک لگائے آنکھیں موندھے لیٹی تھی۔ تصور میں ابھی تک امن ملک کا چہرہ گھوم رہا تھا اسکا پاگل پن، اسکی آنکھوں کی چمک اور سرد پن۔۔۔ وہ کچھ بھی بھول نہیں پائی تھی۔

عجیب شخص تھاوہ کسی قدر پر سکون تھا۔۔اسکا پر سکون انداز حناوے کو ابھی تک جلا رہا تھا۔۔اسے لگا تھا کہ پولیس کو اپنے گھر دیکھ کر اور خود کو ہتھکڑی لگتے دیکھ کر وہ جل کر راکھ ہو جائے گا۔۔

اور یہی تو حناوے دیکھنا چاہتی تھی۔۔یہی تو وہ دیکھنے گئی تھی۔۔ لیکن یہاں تو منظر ہی کچھ اور تھا۔۔۔اسکی توقع کے مطابق کچھ نہیں تھا۔۔امن ملک کے چہرے کا اطمینان،اسکے ہونٹوں کی مسکراہٹ اور آنکھوں کی چمک حناوے کو چین نہیں لینے دے رہی تھی۔

حناوے کو دیکھ کر اسکا بے اختیار ہونا حناوے کی چھٹی حس کو جگا گیا تھا۔۔ امن ملک کو قابو کرنا اتنا آسان نہیں تھا۔

"خوش ہو تم اب۔۔؟"

اسکے پاس سے آواز ابھری تھی۔حناوے نے آنکھیں کھولیں تو منال اسکے سامنے بیٹھی تھی۔

ہلکے گلابی اور سفید رنگ کے شلوار سوٹ میں وہ مطمئن سی بہت خوبصورت لگ رہی تھی۔جب سے اُسکا نکاح ہوا تھا شاویز سے وہ دن بہ دن پیاری ہوتی جارہی تھی۔۔اُسکے پیچھے کیا لاجک تھا یہ تو حناوے نہیں جانتی تھی لیکن اسے پرسکون دیکھ کر حناوے کو اچھا لگتا تھا۔۔کم از کم کوئی تو تھا جو خوش تھا۔۔!

"خوشی تب ہوگی جب امن ملک کو سزا ملے گی۔اپنے کئے ہر ظلم کی سزا"
"جب وہ بھگتے گا مجھے تب ہی سکون ملے گا۔۔
حناوے نے صاف گوئی کا مظاہرہ کیا تھا۔

"کیا اس نے کوئی احتجاج نہیں کیا۔۔؟کیا وہ آسانی سے گرفتار ہوگیا۔۔؟" منال نے حیرت سے پوچھا۔کیونکہ جتنا اس نے امن ملک کے بارے میں سنا تھا جانا تھا اس سے وہ منال کو کوئی بہت ہی توپ چیز لگا تھا۔۔جسکے چہرے سے کرختگی جھلکتی ہو۔

"ہاں گرفتار تو ہو گیا ہے آسانی سے۔۔یہی تو بات پریشان کر رہی ہے کہ اس
نے کوئی احتجاج نہیں کیا۔۔"

حناوے نے پہلی دو انگلیوں کی مدد سے اپنی پیشانی کو سہلاتے ہوئے بتایا۔

اسے یقین تھا خضر امن کو چھوڑنے والا نہیں تھا لیکن وہ یہ بھی جانتی تھی کہ امن ملک سلاخوں کے پیچھے رہنے والا نہیں تھا۔۔جانے جیت کس کی ہونے والی تھی۔۔؟وہ یہ سوچ سوچ کر پریشان ہو رہی تھی۔امن ملک کسی آسیب کی طرح اسکی ذات سے چمٹ گیا تھا۔۔اسکا آزاد گھومنا حناوے کو جلاتا تھا اور آج جب وہ حراست میں تھا تو چین نہیں لینے دے رہا تھا۔۔کہیں نا کہیں حناوے کو یہ بات خوفزدہ کر رہی تھی کہ امن ملک سلاخوں کے پیچھے قید ہوتے ہوئے بھی بہت کچھ کر سکتا تھا۔

اور جانے اب وہ کیا کرنے والا تھا۔۔؟

کیا وہ بہت خوفناک قسم کا ہے؟ مطلب نام سے تو بڑا کول لگتا ہے دیکھنے میں "

"کیسا ہے۔۔؟؟

منال نے تجسس کے ہاتھوں مجبور ہو کر پوچھ ہی لیا تھا۔

اسکی بات سن کر حناوے کے چہرے پر مسکراہٹ ابھری جو اگلے ہی پل

ناگواریت میں بدل گئی۔

"چہرہ کتنا ہی خوبصورت کیوں نا ہو برے اعمال کی سیاہی اسکی خوبصورتی کو

خوفناک اژدھے کی مانند نگل جاتی ہے اور پھر خوبصورت چہرہ بدصورت لگنے

لگتا ہے___ اتنا بدصورت کہ اسے دیکھنے کو دل نہیں کرتا___!!"

حناوے نے جانے کس احساس کے تحت کہا تھا۔

"کیا میں امن ملک کو گرفتار ہوئے دیکھ سکتی ہوں۔۔؟"

منال نے دوسرا سوال کیا۔

"ٹی وی لگاؤ ذرا۔۔پورے میڈیا پر آج کی بریکنگ نیوز یہی خبر ہو گی۔۔"

وہ دونوں لاؤنج میں بیٹھی تھیں حناوے کے کہنے پر منال نے اٹھ کر دیوار میں نسب ایل ای ڈی کو کا سوئچ آن کیا تھا اور پھر واپس صوفے پر بیٹھتے ہوئے نیوز چینل لگایا۔حناوے بھی غور سے سکرین کی جانب دیکھ رہی تھی۔۔اس نے صحیح کہا تھا ٹی وی پر اس وقت امن ملک کی گرفتاری کی خبر چل رہی تھی۔

"وزیر اعلی سندھ بہرام ملک کے پوتے کو قتل کے جرم میں آج صبح گرفتار کر لیا گیا۔۔امن ملک پر محمد اویس کے قتل کا الزام ہے۔۔"

نیوز کاسٹر مہارت سے خبریں پڑھ رہی تھی اور امن ملک کو پولیس کی گاڑی سے نکلتے اور پھر جیل اندر داخل ہوتے دکھایا گیا تھا۔۔اسکے ہاتھوں میں ہتھکڑی تھی۔

جیسے ہی کیمرہ نے زوم ہو کر امن ملک کے چہرے کو واضح کیا منال اپنی جگہ پر سن رہ گئی تھی۔اسے امن ملک کا چہرہ اچھے سے یاد تھا۔۔۔وہ شخص جس نے انہیں بچایا تھا وہ اسے کیسے بھول سکتی تھی بھلا۔۔؟

امن ملک کی گرفتاری کی خبر نے میڈیا پر ہلچل مچا دی تھی اور ایسی ہی ہلچل ملک خاندان میں بھی ہوئی تھی۔۔جیسے ہی امن کی گرفتاری کی گرفتاری کی خبر بہرام ملک کو ملی تھی وہ غضبناک ہو گیا تھا۔

عوام میں امن ملک کی گرفتاری کو لے کر چہ میگوئیاں شروع ہو گئی تھیں۔

کوئی امن کی گرفتاری سے خوش تھا تو کوئی اسے ملک اور رانا خاندان کے درمیان چلی آ رہی دشمنی کی وجہ گردان رہا تھا۔لوگوں کا کہنا تھا کہ خضر

حیات نے اپنے نانا ابو کے الیکشن میں ہارنے کا بدلا امن ملک کو گرفتار کر کے لیا تھا "غرض جتنے منہ اتنی باتیں" والا حساب تھا۔۔

میرا دل بہت گھبرا رہا ہے پولیس نے امن کو کیوں گرفتار کیا ہے ملک "
"صاحب اس نے کیا غلطی کی ہے۔۔؟
زرمینے گل یعنی امن کی ماں ارباز ملک کے پیچھے پیچھے چل رہی تھیں جو ٹی وی پر چلتی خبر کو دیکھ کر غصے سے آگ بگولا ہو گیا تھا۔
میں نہیں جانتا زرمینے کہ کیا گل کھلایا ہے اس نے۔۔ایک تو لڑکا کبھی "
"سدھر نہیں سکتا۔۔
ارباز ملک حویلی سے باہر نکل آیا تھا اور اب اسکا رخ پورچ میں کھڑی گاڑیوں کی طرف تھا اسے دیکھ کر گارڈ اور ڈرائیور سیدھا ہوئے تھا۔

"یااللہ میرے امن کی حفاظت فرما۔۔"

زرمینے گل نے صدق دل سے بیٹے کی حفاظت کی دعا کی تھی۔اپنی لاکھ کوششوں اور چاہنے کے باوجود بھی وہ امن کی اچھی پرورش نہیں کر پائی تھی اور نہ اسے ایک اچھے انسان کے روپ میں دیکھ پائی تھی۔

وہ حیدر آباد کم کم ہی آتا تھا۔۔ کبھی سال چھ ماہ میں ایک دو ہفتوں کیلئے آجاتا تھا۔۔ باقی پورا سال وہ کہاں ہوتا تھا کیا کرتا تھا؟ وہ نہیں جانتی تھی بیٹے کی ایک جھلک دیکھنے کیلئے وہ تڑپتی رہتی تھی لیکن بیٹا اپنی دنیا میں اتنا مگن ہو چکا تھا کہ ماں سے بات کرنے کا وقت نہیں تھا اسکے پاس۔ آج جب وہ مصیبت میں تھا تو سب سے زیادہ تکلیف زرمینے کو ہی ہو رہی تھی۔

ارباز ملک اپنی گاڑی میں گارڈز کی گاڑیوں کے ہمراہ حویلی سے نکل چکا تھا جبکہ زرمینے پریشان نظروں سے بس دیکھتی رہ گئی تھی۔

بابا رکیں میری بات سنیں۔۔آپ مجھے ایسے کیوں لے جارہے ہیں اور کیا" "مسز ملک کو پہلے سے جانتے ہیں۔۔؟

عثمان صاحب نے نمل کو گاڑی میں بٹھانے کے بعد دروازہ بند کیا اور خود ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ کر گاڑی آگے بڑھادی۔

وہ ایک پل بھی مزید وہاں نہیں رک سکتے۔

انکے اس طرح کے رویے پر نمل بری طرح سے شرمندہ تھی اور ان انکے چہرے کے تنے ہوئے نقوش دیکھ کر وہ پریشانی سے سوال کر رہی تھی۔

"بابا بتائیں مسز ملک آپکی کیا لگتی ہے۔۔؟"

عثمان صاحب کی خاموشی پر نمل کا دم گھٹنے لگا تھا۔

"خاموش نمل۔۔اب تمہاری آواز نہ آئے مجھے۔۔"

عثمان صاحب بری طرح سے دھاڑے تھے۔ نمل انکی دھاڑ پر سہم کر پیچھے ہوئی تھی اور پھر خالی خالی نظروں سے انہیں دیکھنے لگی۔

عثمان صاحب کے چہرے اور آنکھوں سے وحشت اور غصہ چھلک رہا تھا۔۔

معاملہ کیا تھا نمل سمجھنے سے قاصر تھی۔۔انکے غصے کو دیکھ کر وہ فی الوقت خاموش ہو گئی تھی لیکن کچھ سوالوں نے اسکے دماغ کو گھما کر رکھ دیا تھا۔

"تو آخر تم نے اپنی اوقات دکھا ہی دی۔۔تم سے اور توقع بھی کیا کی جا سکتی ہے۔"

عرصے بعد بہرام ملک نے خیام رانا کو فون کیا تھا اور لہجے کی تلخی اور ناگواریت نفرت کا پتہ دے رہی تھی۔

"کیا کہنا چاہتے ہو صاف صاف کہو۔۔"

خیام رانا نے اسکے طنز کو نظر انداز کرتے ہوئے پوچھا تھا۔

تمہارے خاندان کا افراد جو معمولی سا پولیس والا ہے اسکی ہمت کیسے ہوئی"

"بہرام ملک کے پوتے پر ہاتھ ڈالنے کی۔۔؟

اس بار بہرام ملک گرجا تھا۔

خیام رانا کی پیشانی پر لکیریں ابھریں۔وہ نہیں جانتے تھے کہ معاملہ کیا تھا۔۔

ناساز طبیعت کے عرصے وہ گھر میں مقید تھے۔

زمینوں کا کام شاویز سنبھال چکا تھا اور سیاست کو حسن رانا انکا سب سے بڑا بیٹا دیکھ رہا تھا۔لوگوں کا کہنا تھا کہ شیر اب بوڑھا ہو کر جنگل میں کہیں چھپ کر بیٹھ گیا تھا۔۔جبکہ حقیقت تو یہ تھی کہ خیام صاحب اب دنیا اسکی سیاست اور کبھی نا ختم ہونے والی دشمنیوں سے تنگ آچکے تھے۔

میری بات سن لو خیام اگر میرے پوتے کو ذرا سا بھی نقصان پہنچایا جیل" میں اسکے ساتھ کوئی برا سلوک کیا گیا یا اسے ایک گھنٹے کے اندر اندر رہا نہیں "کیا گیا یاد رکھنا مجھ سے برا کوئی نہیں ہو گا۔۔

بہرام ملک وارن کرنے کے بعد فون بند کر چکا تھا۔اسکی پر وقار اور رعب دار شخصیت اس وقت شعلوں کی نظر تھی۔

وزیر اعلی سندھ کا پوتا قتل کے جرم میں گرفتار ہوا تھا یہ کوئی معمولی خبر نہیں تھی۔

وہ اب غصے سے کمرے میں ٹہل رہا تھا کچھ دیر سوچنے کے بعد اس نے وکیل کا نمبر ملایا۔۔جو انکا خاندانی وکیل تھا اور جسکی ٹکر کا کوئی وکیل آج تک پیدا نہیں ہوا تھا۔

"یہ ہے امن ملک۔۔؟"

منال گویا چلا اٹھی تھی۔حناوے نے چونک کر اسے دیکھا جو پھٹی پھٹی نظروں سے سکرین کو دیکھ رہی تھی۔وہ منال کے تاثرات سے کوئی اندازہ نہیں لگا پائی۔

"ہاں یہی ہے وہ ظالم شخص جس نے ناجانے کتنی زندگیاں برباد کی ہیں۔۔"

حناوے نے نفرت سے جواب دیا تھا۔

"نہیں۔۔یہ انسان برا نہیں ہو سکتا۔۔"

منال کیلئے یقین کرنا ناممکن تھا۔اتنی وجیہہ شخصیت کا مالک شخص جس نے انکی جان کے ساتھ ساتھ عزت بھی بچائی تھی وہ امن ملک نہیں ہو سکتا تھا جسکے بارے میں منال سنتی آرہی تھی۔

اسکی صورت پر مت جاؤ۔۔ سراب ہے سراب۔۔ یہ ایسا سراب جہاں" انسان بھٹک بھٹک کر پیاسا مر جاتا ہے لیکن یہ شخص بھٹکنے والے پر رحم نہیں "کرتا۔۔

کچھ ایسا ہی حال ہوا تھا علیزے کا بھی۔

میں صورت کی بات نہیں کر رہی۔۔ میری اور ہدی کی جان بچانے والا یہی" شخص تھا حناوے۔۔ یہی تھا وہ جو پاگلوں کی طرح تمہارا پوچھ رہا تھا۔۔ اسکی سانسیں اٹک گئی تھیں جب تم اسے گاڑی میں دکھائی نہیں دی تھی۔۔ دیوانہ وار وہ گاڑی کو چیک کر رہا تھا۔۔ مجھے اس وقت اس پر کسی پاگل کا گماں ہوا تھا اور جب ہدی نے بتایا کہ تم گھر ہو تو اسکا وجود جیسے ڈھیلا پڑ گیا تھا۔۔ ساری بے چینی بے تابی، ساری پریشانی جیسے اڑن چھو ہو گئی تھی۔۔ اگر یہ نہ ہوتا تو شاید آج میں اور ہدی بھی نہ ہوتے۔۔ تمہیں ضرور کوئی غلط فہمی ہوئی ہے یہ "وہ امن نہیں وہ کوئی اور ہو گا۔۔ یہ شخص کسی کا قتل نہیں کر سکتا۔۔

منال نے یقین کے ساتھ کہا تھا اور ساتھ ہی اسکے لہجے میں امن کیلئے ہمدردی بھی تھی۔

لیکن حناوے کیلئے یہ کسی دھماکے سے کم نہیں تھا وہ بے یقینی سے منال کو دیکھ رہی تھی جو تاسف سے سکریں کو گھور رہی تھی جس پر بار بار ایک خبر چل رہی تھی کبھی امن ملک تو کبھی خضر حیات کی تصویریں دکھائی جارہی تھیں۔

خضر اپنے آفس میں ٹانگ پر ٹانگ جمائے بیٹھا تھا۔پورے پولیس اسٹیشن میں رکھے فون لگاتار بج رہے تھے۔خضر کے ماتحت پولیس افسر ز ہاتھ باندھے کھڑے تھے لیکن کسی میں بھی اتنی ہمت نہیں تھی کہ وہ کسی فون کال کو اٹھا سکیں۔

امن ملک کی گرفتاری پر سب کے سانس خشک ہو چکے تھے۔ خضر اچھے سے جانتا تھا کہ اس سے اوپر والے امن کی گرفتاری پر کس قدر بے چین ہو گئے ہوں گے آخر وزیر اعلیٰ سندھ کا پوتا تھا وہ۔۔

سر فون اٹھا لیں کمشنر صاحب کا فون ہے آپ سے بات کرنا چاہتے ہوں گے۔۔"

پولیس انسپکٹر منت کرنے والے انداز میں خضر کے سامنے حاضر ہوا تھا۔ خضر آنکھیں موندھے کرسی کی پشت سے ٹیک لگائے بیٹھا تھا۔ وہ گہری سوچ کا شکارے ھا۔ وہ جانتا تھا کہ اوپر والے اس پر کتنا غصہ ہوں گے اور تھے بھی۔۔ لیکن آج کے دن وہ کسی بھی سننے والا نہیں تھا۔

خضر نے آنکھیں کھولیں اور گھور کر پولیس انسپکٹر کو دیکھا جو خضر کے اس طرح دیکھنے پر گھبرا گیا تھا۔

"سوری سر۔۔وہ میں۔۔"

وہ نظریں چرائے گڑ بڑاتے ہوئے کچھ کہنا چاہ رہا تھا۔

"مجرموں کو گرفتار کرنا جو عام لوگوں کو جینے نہ دیں وہی ہمارا مقصد ہے اور فرض بھی۔۔ڈرتے وہ لوگ ہیں جنہوں نے کچھ غلط کیا ہو۔۔اگر امن ملک کے پاس طاقت ہے تو ہمارے پاس بھی ہے اس وردی کی طاقت۔۔آج اس طاقت کے استعمال کرنے کا دن ہے۔۔کوئی کچھ نہیں کر سکتا ہمارے ساتھ جب تک ہمیں کسی کے غلام نہ ہوں۔۔اب جاؤ اور آزاد ہو کر اپنا کام کرو۔۔"

خضر نے پختہ لہجے میں کہا تھا پولیس انسپکٹر خضر کی بات سن کر شرمندہ ہو گیا تھا وہیں اسکے حوصلہ دینے پر خضر پر فخر کرتا چلا گیا جبکہ خضر اپنے موبائل پر ہونے والی تھر تھراہٹ کی طرف متوجہ ہوا۔

خیام رانا کا فون تھا۔ خضر نے گہرا سانس فضا میں خارج کیا اور خود کو نارمل کرتے ہوئے فون اٹھایا۔

"السلام علیکم نانا جان۔۔"

خضر نے ادب سے کہا۔

"وعلیکم السلام۔۔ یہ میں کیا سن رہا ہوں خضر کیا یہ خبر سچ ہے کہ تم نے بہرام ملک کے پوتے کو گرفتار کیا ہے۔۔؟"

خیام رانا کے لہجے سے پریشانی چھلک رہی تھی۔

"نانا ابو میں نے ایک مجرم کو گرفتار کیا ہے۔۔ مجھے اس سے فرق نہیں پڑتا کہ وہ کون ہے کیا ہے۔۔؟"

خضر نے دو ٹوک جواب دیا۔

"کیا واقعی وہ مجرم ہے یا پھر تم نے کسی دشمنی کے تحت۔۔۔"

خیام رانا نے بات ادھوری چھوڑی۔وہ خضر کو اچھی طرح سے جانتے تھے لیکن پھر بھی سچ جاننا چاہتے تھے۔

"آپ جانتے ہیں نانا ابو کہ مجرم اگر رانا خاندان میں سے بھی ہوتا نا تو میں اسے بھی نہیں چھوڑتا۔۔آپ بے فکر رہیں میں اپنی ڈیوٹی کر رہا ہوں وہ بھی ایمانداری سے۔۔"

خضر نے پختہ لہجے میں بتایا تو خیام رانا کے تنے ہوئے کندھے ڈھیلے پڑ گئے۔وہ سمجھ گئے تھے کہ خضر بلاوجہ کسی پر ہاتھ نہیں ڈالتا تھا۔

"ٹھیک ہے کچھ بھی کرنے سے پہلے خیال رکھنا کہ اس سے خاندان کی عزت اور تمہاری تربیت پر حرف نہ آئے۔۔"

خیام رانا اسے نصیحت کرنا نہیں بھولے تھے۔

"آپ پریشان نہ ہوں نانا جان۔۔ایسے لوگوں کا کیا کرنا ہے میں اچھے سے جانتا ہوں۔۔"

خضر نے خود کے غصے پر قابو پاتے ہوئے جواب دیا تھا۔۔دوسری جانب سے فون بند کر دیا تھا۔شام ہو گئی تھی۔۔اب اندھیرہ پھیلنے لگا تھا۔

امن ملک رات سلاخوں کے پیچھے کاٹے یہ کافی مشکل تھا۔۔کچھ بڑا ہونے والا تھا اب۔۔اور خضر خود کو اسکے لئے تیار کر رہا تھا۔

"ہمیں مالک سے ملنا ہے۔۔"

خان،اپنے پٹھانی نین نقوش جن میں غصہ بھرا تھا،پولیس اسٹیشن میں حاضر تھا۔وہ ہر صورت امن سے ملنا چاہتا تھا۔لیکن انسپکٹر اسے اندر نہیں آنے دے رہا تھا۔

مجرم سے ملنے کی اجازت نہیں ہے کسی کو۔۔۔جاؤاور کورٹ سے اجازت" "نامہ لے کر آؤ سمجھ آئی۔۔

انسپکٹر نے سخت لہجے میں خان سے کہا جو سرخ آنکھیں لئے سب کو گھور رہا تھا۔

"ہمیں ایک بار ملنے دو مالک کا وکیل جلد آتا ہو گا۔۔"

خان نے اس بار منت بھرے لہجے میں کہا تھا لیکن خضر نے سختی سے منع کیا تھا چاہے کوئی بھی ہو اسکے آڈرز کے بنا کسی کو بھی امن سے ملنے سے نہیں دینا۔

ٹھیک ہے جب وکیل آئے گا تب مل لینا سمجھ آئی جاؤ اب تنگ مت" "کرو۔۔

اسکی بات سن کر خان جل بھن کر رہ گیا تھا۔اسکی ایڈووکیٹ صدیقی صاحب سے بات ہو گئی تھی وہ بس پہنچنے ہی والا تھا۔

حیدر آباد سے ارباز ملک بھی مری پہنچنے والا تھا۔

خان کو پوری امید تھی کہ کچھ دیر بعد امن باہر آجاتا۔۔لیکن اس سے پہلے وہ ایک نظر امن کو دیکھنا چاہتا تھا جو ممکن نہیں تھا۔

امن انہی کپڑوں میں ملبوس سر جھکائے سلاخوں کے پیچھے لکڑی کے بنے ایک بینچ پر بیٹھا تھا۔اسکے جبڑے بھینچے ہوئے تھے۔سلیولیس شرٹ کے اندر سے اسکے بازو نمایاں تھے۔اسکے بائیں کندھے پر سوج آگئی تھی اور درد کی ٹھیسیں ابھی تک کندھے سے اٹھ رہی تھیں جنہیں وہ ضبط کئے بیٹھا تھا۔

خان کی آواز اس تک پہنچ رہی تھی۔

وہ جانتا تھا خضر کسی کو آسانی سے اس تک نہیں پہنچنے دے گا۔۔لیکن وہ بھی غصہ ہو کر یا چلا کر اپنے کمزور ہونے کا ثبوت نہیں دے سکتا تھا۔۔جس

حالت میں خضر اسے دیکھنا چاہتا تھا وہ خود کو اس حالت سے دوچار ہر گز نہیں کر سکتا تھا۔۔

اسے پر سکون رہنا تھا۔۔اتنا پر سکون کہ خضر دیکھے تو جل اٹھے۔

امن نے کندھے میں اٹھتی درد کی لہر کو نظر انداز کیا اور دیوار سے ٹیک لگا کر آنکھیں موندھ لیں۔

حناوے کا سراپا چھم سے اسکے تصور کے پردے پر جھلملایا تھا۔۔اسکا امن کے قریب آنا پھر اسے ہتھکڑی پہنانا۔۔وہ سب کتنا دلکش تھا یہ کوئی امن ملک سے پوچھتا۔

توہر لحاظ سے لگتا ہے ماتمی لیکن "

مجھے بتا تو عزادار کیوں نہیں لگتا؟

تمام شہر اسے ڈھونگ جانتا ہے تو پھر

مجھے وہ شخص اداکار کیوں نہیں لگتا؟

میں تیرا یار ہوں دشمن بھی جانتے ہیں میرے
"تو یار ہے تو مجھے یار کیوں نہیں لگتا؟

کچھ وقت اس نے حناوے کے دھوکے میں گزارا تھا۔۔ لیکن وہ شاطر انسان تھا جلد سمجھ گیا تھا کہ جسے وہ حناوے سمجھ رہا تھا وہ حناوے نہیں تھی۔۔ لیکن اس نے اس سلسلے کو روکا نہیں تھا چلنے دیا تھا۔۔ وہ جانتا تھا کبھی نا کبھی یہ چیز یہ دھوکا جو وہ جان بوجھ کر کھا رہا تھا اسکے کام آنے والا تھا۔۔۔
اسکی محبت کے قصہ کی دھوم بڑھنے لگی تھی۔۔ لیکن جس سے محبت تھی وہ دیکھنا گوارہ نہیں کرتی تھی۔۔ عجیب سا معاملہ تھا۔۔ لیکن اسے سوچنا بھی امن ملک کو سکون پہنچاتا تھا۔

"کیسا لگ رہا ہے اپنے سسرال آ کر۔۔؟"

آواز پر امن نے جھٹ سے آنکھیں کھولیں۔سامنے خضر چھڑی لئے کھڑا تھا جس سے ابھی اس نے جیل کی سلاخوں کو بجاتے ہوئے امن کو متوجہ کیا تھا۔

اسکی بات سن کر امن کے لبوں پر مسکراہٹ اُبھری۔

وہ سیدھا ہوا اور پھر اٹھ کر سلاخوں کی جانب بڑھا جنکے پار خضر حیات یعنی اُسکا رقیب کھڑا تھا۔

"سسرال تو واقعی ہے یہ میرا۔۔تمہارا گھر ہے نا یہ۔۔خضر حیات یعنی تم یہاں کے ایس پی یہاں کے مالک۔۔اور تم حناوے کے پھوپھوزاد بھائی بھی ہو۔۔ان ڈائریکٹلی یہ حناوے کا گھر بھی ہوا۔۔تو یہ پولیس اسٹیشن میرا سسرال ہی ہوا نا۔۔آخر کو حناوے نے میری ہی ہونا ہے۔۔اور سچ بتاؤں تو مجھے اپنے سسرال آ کر بہت اچھا لگ رہا ہے بھئی۔۔تم بتاؤ تمہیں کیسا لگ رہا ہے رانا خاندان کے ہونے والے داماد کو یہاں دیکھ کر۔۔؟"

امن ایک آنکھ دباتے ہوئے خباثت سے مسکرایا۔اسکا اندازاور اسکی باتیں خضر کو سرتاپیر سلگا گئی تھیں۔

"سسرال تو واقعی ہے یہ میرا۔۔ تمہارا گھر ہے نا یہ۔۔ خضر حیات یعنی تم یہاں کے ایس پی یہاں کے مالک۔۔اور تم حناوے کے پھوپھوزاد بھائی بھی ہو۔۔ان ڈائریکٹلی یہ حناوے کا گھر بھی ہوا۔۔تو یہ پولیس اسٹیشن میرا سسرال ہی ہوا نا۔۔آخر کو حناوے نے میری ہی ہونا ہے۔۔اور سچ بتاؤں تو مجھے اپنے سسرال آکر بہت اچھا لگ رہا ہے۔۔تم بتاؤ تمہیں کیسا لگ رہا ہے "رانا خاندان کے ہونے والے داماد کو یہاں دیکھ کر۔۔؟

امن ایک آنکھ دباتے ہوئے خباثت سے مسکرایا۔اسکا اندازاور اسکی باتیں خضر کو سرتاپیر سلگا گئی تھیں۔

"بکواس بند کرو اپنی گھٹیا انسان۔۔"

خضر گویا دھاڑا تھا۔امن کی باتیں سن کر خضر کا دل چاہا تھا کہ وہ اسے گولی سے اڑا دے۔اسکی زبان کاٹ دے۔۔۔لیکن وہ کچھ نہیں کر سکتا۔

چچ چچ۔۔ایس پی صاحب اتنا غصہ صحت کیلئے اچھا نہیں ہوتا۔۔جائیے اپنا" "کام کیجئے اور مجھے میرا کام کرنے دیں۔۔

امن اسے پوری طرح سلگا کر اپنی دنیا میں مست ہو چکا تھا۔وہ ایک بار پھر آنکھیں بند کر کے دیوار سے ٹیک لگا کر بیٹھ چکا تھا۔

جبکہ خضر اسے کھا جانے والی نظروں سے گھورتا واپس پلٹ گیا تھا۔

تمہیں ضرور کوئی غلط فہمی ہوئی ہے یہ وہ امن نہیں وہ کوئی اور ہو گا۔۔یہ" "شخص کسی کا قتل نہیں کر سکتا حناوے۔۔

منال نے یقین کے ساتھ کہا تھا اور ساتھ ہی اسکے لہجے میں امن کیلئے ہمدردی بھی تھی۔

لیکن حناوے کیلئے یہ کسی دھماکے سے کم نہیں تھا وہ بے یقینی سے منال کو دیکھ رہی تھی جو تاسف سے سکرین کو گھور رہی تھی جس پر بار بار ایک خبر چل رہی تھی کبھی امن ملک تو کبھی خضر حیات کی تصویر دکھائی جا رہی تھیں۔

اسے اب سمجھ آ رہا تھا اس دن ہدی اور منال کو بچانے والا امن ملک ہی تھا۔
وہ یقیناً اس پر نظر رکھے ہوئے تھا۔اور اسے بچانے کیلئے امن نے یہ سب کیا تھا۔۔ورنہ وہ کوئی اچھا کام کبھی نہیں کر سکتا تھا۔

"تم نے جو دیکھا وہ ایک دھوکا تھا منال۔۔تم اسکے اصل چہرے سے واقف نہیں ہو۔۔اس خوبصورت چہرے کے پیچھے کیسا بھیانک روپ ہے اس شخص کا وہ تم نہ ہی دیکھو تو بہتر ہے۔۔"

حناوے سنجیدہ لہجے میں کہتی اٹھی اور بنا منال کا جواب سنے سیڑھیوں کی جانب بڑھ گئی۔

جبکہ منال حیرت سے امن ملک کو دیکھ رہی تھی جو شخصیت سے قاتل کہیں سے بھی نہیں لگتا تھا۔

"آخر تم چاہتی کیا ہو۔۔کیوں خضر کی جان کے پیچھے پڑ گئی ہو۔۔؟"

حناوے فاریہ بیگم کے بار بار کہنے پر کھانا کھانے کچن میں آئی تھی ملازمہ نے اسے کھانا گرم کرکے دیا اور ابھی اس نے پہلا نوالہ ہی منہ میں ڈالا تھا جب ہدی کسی جن کی طرح اسکے سر پر پہنچی اور غصے سے چیخی۔

حناوے جو کچن میں ایک طرف رکھی کرسی پر بیٹھی تھی چونک کر ہدی کو دیکھا۔۔ہدی کی بات پر اسکی پیشانی پر بل پڑے۔

"کیا مطلب ہے تمہارا۔۔؟"

حناوے نے بھنویں سکیڑ کر پوچھا اور ہاتھ میں پکڑا نوالہ واپس پلیٹ میں رکھ دیا۔

مطلب صاف ہے حناوے۔۔بچی بننے کی ضرورت نہیں ہے تم ان سب میں خضر کو کیوں گھسیٹ رہی ہو۔۔امن کا اور تمہارا ذاتی مسئلہ ہے نا تو خضر کی جان کیوں خطرے میں ڈالی تم نے یہ جانتے ہوئے بھی کہ امن ملک کتنا خطرناک ہے۔"

"ذاتی مسئلہ۔۔۔؟"

حناوے کا تو گویا دماغ ہی گھوم گیا۔وہ پہلے ہی پریشان تھی اور اوپر سے ہدی کی باتیں جو اسکا حوصلہ بڑھانے کی بجائے الزام تراشی کر رہی تھیں۔

"کس ذاتی مسئلے کی بات کر رہی ہو تم ہدی۔۔؟"

حناوے نے کھانے کی پلیٹ پرے کھسکاتے ہوئے پوچھا اور کرسی سے کھڑی ہو گئی اسے شدید غصہ آیا تھا۔اتنے دن ہو گئے تھے بلکہ مہینے گزر گئے وہ ہدی کی باتیں برداشت کر رہی تھی لیکن آج تو اس نے حد ہی کر دی تھی۔

ہاں علیزے اور امن کا ذاتی معاملہ تھا جس میں تم نے ٹانگ اٹکائی اور اب" تمہارا اور امن ملک کا مسئلہ تھا نا جبھی تو امن ملک نے امن کو گولی ماری تمہیں حاصل کرنے کیلئے۔۔۔ان سب میں خضر کا کیا قصور ہے؟ کیوں تم اسکا "استعمال اپنے مقصد کیلئے کر رہی ہو۔۔آخر کیوں؟

ہدی اس سے حد درجہ بدگمان تھی۔حناوے تو اسکی باتیں سن کر ساکت رہ گئی تھی۔وہ جانتی تھی کہ ہدی اس سے ناراض تھی بدگمان تھی۔۔لیکن اس حد تک۔۔اسے اندازہ نہیں تھا۔

"تمہیں اندازہ بھی ہے تم کیا کر کہہ رہی ہو ہدی۔۔؟"

حناوے نے غصے سے سرخ پڑتے چہرے کے ساتھ پوچھا۔

اچھے سے جانتی ہوں میں۔۔پہلے حیدر۔۔پھر اس امن ملک کو اپنا دیوانہ" بنایا اور اب خضر کو اپنے جال میں پھانسنے کی کوشش کر رہی ہو۔۔میں نے کبھی سوچا بھی نہیں تھا کہ گیمز کھیلتے کھیلتے تم لوگوں کے دلوں سے کھیلنا "شروع کر دو گی۔۔

ہدی نے گویا حد ہی کر دی تھی۔اسے حناوے پر حد سے زیادہ غصہ تھا ایک تو سب جاننے کے باوجود بھی وہ خضر کے قریب ہوتی جا رہی تھی اور دوسرا خضر نے اسکی وجہ سے امن ملک سے دشمنی مول لے لی تھی اور یہی باتیں ہدی کو جلائے جا رہی تھی۔

خضر صرف امن ملک کی تو نہیں تھی۔۔علیزے بھی برابر کی ذمہدار تھی"

"پھر سزا صرف امن ملک کیوں بھگتے۔۔؟

اس سے پہلے حناوے اپنے اوپر لگائے گئے الزام کا جواب دیتی ہدی نے ایک اور سوال کھڑا کیا تھا۔غصے کی وجہ سے اسکے چہرے کے خوبصورت نقوش بگڑنے لگے تھے۔

رات کے اس پہر سب اپنے اپنے کمروں میں تھے۔منال جگ اٹھائے پانی لینے کچن میں آئی تھی اور اندر سے آتی آوازیں سن کر دروازے پر ہی رک گئی۔اور پھر ہدی کی باتیں سن کر اسکا منہ حیرت سے کھل گیا۔

علیزے اپنے گناہ کی سزا بھگت چکی اور بھگتتی رہے گی۔۔لیکن امن ملک" نے بہت سے گناہ کئے ہیں اسے اپنے کئے کی سزا ہر صورت بھگتنا پڑے گی۔۔"

حناوے دبی دبی آواز میں چلائی تھی۔اسکے گلے میں آنسوؤں کا گولا سا اٹک گیا تھا۔

کتنی اچھی دوستی تھی انکی۔۔ ہنستی کھیلتے پر سکون زندگی گزر رہی تھی۔۔ لیکن جب سے امن ملک آیا تھا سب درھم برھم ہو گیا تھا۔

"مانا علیزے کی غلطی تھی۔۔ لیکن میرے معصوم امن کی کیا غلطی تھی۔۔اسے کس بات کی سزا ملی۔۔؟اویس اور راحیلہ کی کیا غلطی تھی انہیں کیوں مارا گیا۔۔؟ کیوں انکی زندگیوں کو تباہ کیا گیا۔۔؟جو راحیلہ کے ساتھ ہوا وہ ہم سے کسی کے ساتھ بھی ہو سکتا تھا۔۔اگر تمہارے ساتھ ہوتا تم کیا کرتی معاف کر دیتی اسے۔۔؟ ہر گز نہیں۔۔ میں صرف علیزے کیلئے نہیں ہر اس انسان کیلئے لڑ رہی ہوں جسکا امن ملک مجرم ہے۔۔ سمجھ آئی۔۔اور ایک بات کان کھول کر سن لو مس ہدی رانا۔۔ایس پی خضر حیات میں نہ مجھے کل دلچسپی تھی نہ آج ہے اور نہ ہی کبھی ہو گی۔۔"

حناوے گالوں پر بہتے آنسوؤں کو ہتھیلی سے رگڑتی ہموار لہجے میں کہتی ہدی کے پاس سے گزرتی دروازے کی جانب بڑھ گئی تھی جہاں ہاتھ میں جگ تھامے پھٹی پھٹی نگاہیں لئے منال کھڑی تھی۔حناوے نے ایک نظر منال کو دیکھا پھر بنا کچھ کہے وہ کچن سے بھاگتی چلی گئی۔

نمل جب سے گھر آئی تھی پریشان تھی۔عثمان صاحب اسکا فون نہیں اٹھا رہے تھے وہ اسے گھر چھوڑ کر جانے کہاں چلے گئے تھے جبکہ نمل کا سوچ سوچ کر برا حال ہوچکا تھا۔۔وہ نہیں سمجھ پارہی تھی مسز ملک کا انکے خاندان سے کیا رشتہ تھا۔۔وہ اسکے بابا کو بھائی کیوں کہہ رہی تھی نمل کی سمجھ سے باہر تھا۔

کون تھا جو اسکے سوالوں کے جواب دے سکتا تھا۔۔"شاویز۔۔"اچانک اسکے ذہن میں نام گونجا۔۔وہ ساری خبریں رکھتا تھا۔لیکن نمل نے شاویز کے خیال کو جھٹکا۔۔وہ کسی صورت اس سے رابطہ نہیں کرنا چاہتی تھی اور نہ ہی وہ نمل کی بات سنتا۔

"رحمن بھائی۔۔"

دوسرا خیال نمل کو انکا آیا تھا۔لیکن وہ تو آج رات مری میں تھے۔گھر نہیں آنے والے تھے۔

"اب کیا کروں کس سے پوچھوں۔۔؟"

نمل بے چینی سے کمرے میں ٹہل رہی تھی۔

تھک ہار کر اس نے ٹی وی لگایا اور اس پر چلتی خبر نے نمل کو بری طرح چونکا دیا۔

امن ملک کو گرفتار کیا جا چکا تھا گرفتار کرنے والا خضر حیات تھا۔۔

"یہ تو ارحم کا کزن ہے۔۔اوو خدایا یہ کیا ہو رہا ہے کچھ سمجھ میں نہیں آرہا۔۔"

نمل نے دونوں ہاتھوں سے اپنے سر کو تھاما۔آج کا دن ہی عجیب تھا اسے شاک پر شاک مل رہے تھے۔

"کیسی طبیعت ہے اب آپکی۔۔؟"

ارحم نے مسز ملک کا ہاتھ تھامتے ہوئے پوچھا۔وہ انکے پاس ہی بیڈ پر بیٹھا تھا۔ سرخ آنکھیں بکھرے بال لئے وہ کافی پریشان تھا۔

نمل اور عثمان صاحب کے جانے کے بعد مسز ملک لی طبیعت خراب ہو گئی تھی۔وہ ہوش سے بیگانہ ہو کر لاؤنج میں ہی ڈھے گئی تھیں۔ملازمہ نے فون

کر کے ارحم کو اطلاع دی تھی۔وہ جب گھر پہنچا تو ڈاکٹر مسز ملک کا چیک اپ کر رہا تھا۔ملازمہ نے ہی ڈاکٹر کو فون کیا تھا۔

مسز ملک کو بے ہوش دیکھ کر ارحم کا دل کرلانے لگا تھا۔ڈاکٹر کے مطابق انہیں گہرا صدمہ لگا تھا۔وہ رونا نہیں چاہتا تھا لیکن بار بار اسکی آنکھیں نم ہو رہی تھیں۔

اب چار گھنٹے بعد مسز ملک کو ہوش آیا تھا تو ارحم انکا ہاتھ تھامے بے چینی سے پوچھ رہا تھا۔

"میں ٹھیک ہوں بیٹا۔۔"

مسز ملک نے مری مری سی آواز میں مصنوعی مسکراہٹ لبوں پر سجائے کہا اور دوسرے ہاتھ سے ارحم کے گال کو چھوا۔

آپ اپنا ذرا خیال نہیں رکھتیں مام۔۔یہ جانتے ہوئے بھی میرا آپکا سوا اور "
ہے ہی کون۔۔؟"

ارحم رو دینے کو تھا۔

"میں ٹھیک ہوں بیٹا بس وہ ذرا سا۔۔"

مسز ملک نے بات ادھوری چھوڑی۔وہ کافی کمزور اور مرجھائی ہوئی نظر آرہی تھی۔عثمان صاحب کی کہی گئی باتیں اب تک انکے ذہن میں گونج رہی تھیں۔جنہیں یاد کرکے مسز ملک کی آنکھوں کے گوشے نم ہوئے اس سے پہلے آنسو انکی پلکوں کی باڑ توڑ کر باہر نکلتے یا تکیے کو بھیگوتے ارحم نے ہاتھ بڑھا کر انکی آنکھوں کے نم گوشے صاف کیئے۔

کیوں روتی ہیں مام آپ کتنا۔۔آخر کیوں۔۔؟کیوں میں لاکھ کوششوں "
کے باوجود بھی آپکو خوش نہیں رکھ پایا۔آپ میرے لئے مسکرا بھی دیں تو

آپکی آنکھیں آپکی مسکان کا ساتھ نہیں دیتیں۔۔ایسا کون سا ایسا راز ہے ایسا کون سا دکھ ہے جو آپکو خوش نہیں ہونے دیتا۔۔آپکو اندر ہی اندر کھائے جا رہا ہے۔۔؟"

ارحم نا چاہنے کے باوجود بھی سوال کر بیٹھا تھا۔وہ اب مزید ضبط نہیں کر سکتا تھا۔

"کون آیا تھا آج دن میں آپ سے ملنے جسکے جانے کے بعد آپکی یہ حالت ہو گئی۔۔مام آپ کیا چھپا رہی ہیں مجھ سے پلیز بتائیں ورنہ میرا دماغ پھٹ جائے گا۔۔"

ارحم نے بے بسی سے التجا کی تھی۔

مسز ملک نے غور سے اپنے بیٹے کی سرخ آنکھوں کو دیکھا۔ایسا تب ہی ہوتا تھا جب اسے شدید سر درد ہوتا تھا۔وہ جانتی تھیں سوچ سوچ کر ارحم کا سر درد

سے پھٹا جارہا تھا۔۔اور وہ یہ بھی جانتی تھیں کہ اب وہ مزید راز پر پردہ نہیں ڈال سکتی تھیں اسی لئے انہوں نے ارحم کو سچ بتانے کا فیصلہ کیا تھا۔

"بتاتی ہوں۔۔سب بتاتی ہوں۔۔"

مسز ملک نے کہتے ہوئے اثبات میں سر ہلایا تو ارحم چونک سا گیا۔۔یعنی واقعی کچھ تھا جو چھپا ہوا تھا۔۔لیکن کیا تھا وہ۔۔یہ راز اب کھلنے جارہا تھا۔

حناوے کے جانے کے بعد ہدی بھی جانے کیلئے مڑی تو منال کو کچن کے دروازے پر کھڑی دیکھ کر چونک گئی۔

اور پھر قدم دروازے کی جانب بڑھائے۔

"یہ تم کیسی باتیں کر رہی تھی حناوے سے۔۔؟فم جانتی بھی تم نے کتنے الزام لگائے ہیں اس پر۔۔؟"

منال بولے بنا نہیں رہ پائی تھی۔

"میں نے جو کہا سچ ہی تو کہا ہے۔۔وہ خضر کا استعمال کر رہی ہے اپنے مقصد کیلئے۔۔"

ہدی نے ناگواری سے کہا۔جبکہ اسکی بات سن کر منال نے تاسف سے اسے دیکھا تھا۔یہ وہ ہدی تو نہیں تھی جسے وہ جانتی تھی۔

"تمہیں کیا ہو گیا ہے ہدی۔۔؟تمہاری سوچ پر مجھے افسوس ہو رہا ہے تم اتنی خود غرض کیسے ہو سکتی ہو۔۔؟"

منال کو حقیقتاً افسوس ہوا تھا وہ حناوے کی حالت سے واقف تھی کچھ کچھ ہدی کے جذبات کو بھی سمجھتی تھی لیکن اسے اندازہ نہیں تھا کہ ہدی اتنا بدل چکی تھی۔

"خود غرض۔۔؟ واہ میں خود غرض ہوں۔۔سب اپنی اپنی محبتوں کو پالیں اور اگر اپنی چاہت کا خیال کروں تو میں خود غرض۔۔واہ کیا بات کیا ہے منال تمہاری۔۔"

ہدی نے اب کی بار منال پر چوٹ کی تھی۔شاویز کی شادی نمل سے ہونے والی تھی لیکن منال اسے پسند کرتی تھی اور جیسے تیسے کر کے دونوں کا نکاح ہو گیا۔منال نے اپنی چاہت کو پالیا تھا۔

اسکی بات پر منال دھک سے رہ گئی تھی۔اسے اندازہ نہیں تھا کہ ہدی شاویز کو لے کر اسکے جذبات سے آگاہ تھی۔

"کک۔۔کیا مطلب ہے تمہارا۔۔؟"

منال گڑبڑا گئی تھی۔

مطلب صاف اور واضح ہے۔۔اس گھر میں جب ہر شخص کو اسکی پسند ناپسند" کا حق حاصل ہے تو مجھے کیوں نہیں؟ نمل کو شاویز بھائی نہیں پسند تھے اس نے شادی سے انکار کر دیا تم انہیں چاہتی تھی وہ تمہیں مل گئے اگر میں نے "خضر کی فکر کرلی تو کونسا قیامت آگئی بھئی۔۔؟

ہدی نے حددرجہ صاف گوئی کا مظاہرہ کیا تھا۔وہ اپنی جگہ پر ٹھیک تھی۔۔ لیکن اسکا انداز غلط تھا۔منال سے کوئی جواب نہیں بن پایا تھا اسے خاموش دیکھ کر ہدی اسکے پاس گزرتی کچن سے باہر نکل گئی جبکہ منال نے سر جھٹک کر ایک گہرا سانس فضا میں خارج کیا۔

"سر ایڈووکیٹ صدیقی آیا ہے امن ملک سے ملنا چاہتا ہے۔۔"

خضر کرسی کی پشت سے ٹیک لگائے آنکھیں موندھے بیٹھا تھا جب ایک آفیسر نے اسے خبر دی۔ خضر نے پٹ سے آنکھیں کھولی۔ خضر جانتا تھا ایسا کچھ ہونے والا تھا۔ اس نے امن پر بہت مضبوط کیس ڈالا تھا۔ اسکی ضمانت مشکل تھی۔ کل ویسے کورٹ کی چھٹی اور خضر دو چار دن لازمی امن کو حوالات میں بند رکھنا چاہتا تھا۔

وہ جانتا تھا امن چاہے جتنا بھی پر سکون تھا اسے جیل سے باہر نکالنے کی بھرپور کوششیں کی جا رہی تھیں۔

"ٹھیک ہے بھیج دو اسے۔۔"

خضر نے سیدھے ہوتے ہوئے کہا۔

کچھ دیر بعد ایڈووکیٹ صدیقی اندر داخل ہوا تھا۔ خضر پر نظر پڑتے ہی اسکے چہرے کے زاویے بگڑے تھے۔ خضر نے اسکے بہت سے کام کرنے سے انکار کیا تھا۔۔ بس تب سے ایڈووکیٹ صدیقی خضر کو ناپسند کرتا تھا۔

"آیئے صدیقی صاحب میں آپکا ہی انتظار کر رہا تھا۔۔"

"مجھے امن ملک سے ملنا ہے۔۔ میرے پاس آڈرز ہیں۔۔"

ایڈووکیٹ صدیقی بیٹھا نہیں تھا۔ اسکے بلانے پر پی اے اندر داخل ہوا اور فائل سے کچھ پیپرز نکال کر خضر کو پکڑائے۔ جنہیں پکڑنے کے بعد خضر آرام سے پڑھنے لگا تھا۔

جبکہ ایڈووکیٹ صدیقی دانت بھینچے خضر کو دیکھ رہا تھا جو جان بوجھ کر اسے زچ کر رہا تھا۔

"پڑھ لئے۔۔اب مل لوں۔۔؟"

ایڈووکیٹ صدیقی اپنی ناگواری پر قابو پاتے ہوئے پوچھ رہا تھا۔

"ٹھیک ہے مل لیجئے۔۔"

خضر نے پیپرز میز پر رکھتے ہوئے مسکرا کر جواب دیا تو ایڈووکیٹ صدیقی ایک پل بھی ضائع کئے بنا باہر نکل گیا۔

کچھ دیر بعد وہ امن ملک ایک دوسرے کے آمنے سامنے بیٹھے تھے۔

اویس کی فیملی کو ڈھونڈنے کی پوری کوشش کی ہے میں نے۔۔ لیکن وہ" کہیں نہیں ملے۔۔یہ ایس پی خضر نہایت شاطر انسان ہے۔۔وہ جانتا تھا ہم انہیں ڈھونڈنے کی کوشش کریں گے۔۔اس نے یقیناً انہیں کہیں محفوظ جگہ "پر منتقل کر دیا ہے جہاں ہم نہ پہنچ پائیں۔۔

ایڈووکیٹ صدیقی رازداری سے بتارہا تھا جبکہ امن سر جھکائے اور جبڑے بھینچے اسکی بات سن رہا تھا۔

"اگر وہ مل جاتے تو کسی نہ کسی طرح ان سے معافی نامہ سائن کروا لیتے پھر یہ کیس آج ہی ہمیشہ کیلیئے بند ہو جاتا۔۔افسوس وہ نہیں ملے۔۔لیکن تلاش جاری ہے۔۔جلد مل جائیں گے۔۔"

ایڈووکیٹ صدیقی جسکا وکالت کی دنیا میں ایک بڑا نام تھا وہ بھی امن ملک سے بات کرتے ہوئے گھبرا رہا تھا۔اسکی بات سن کر امن نے سر اٹھا کر شعلے اگلتی نظریں اس پر گاڑھ دیں۔

اسکے اس طرح دیکھنے پر ایڈووکیٹ صدیقی کی ریڑھ کی ہڈی میں ایک سنسناہٹ سی ہوئی تھی۔

اگر وہ مل جاتے تو کسی نہ کسی طرح ان سے معافی نامہ سائن کروا لیتے پھر یہ کیس آج ہی ہمیشہ کیلئے بند ہو جاتا۔۔افسوس وہ نہیں ملے۔۔لیکن تلاش جاری ہے۔۔جلد مل جائیں گے۔۔"

ایڈووکیٹ صدیقی جسکا وکالت کی دنیا میں ایک بڑا نام تھا وہ بھی امن ملک سے بات کرتے ہوئے گھبرا رہا تھا۔اسکی بات سن کر امن نے سر اٹھا کر شعلے اگلتی نظریں اس پر گاڑھ دیں۔

اسکے اس طرح دیکھنے پر ایڈووکیٹ صدیقی کی ریڑھ کی ہڈی میں ایک سنسناہٹ سی ہوئی تھی۔

کندھے میں اٹھنے والے درد کو ضبط کرنے کی وجہ سے امن کی آنکھیں سرخ ہو چکی تھیں۔

وہ جب-ڑے بھینچے ایڈووکیٹ صدیقی کو گھور رہا ہے۔

"چھوٹے ملک صاحب ہم پوری کوشش کر رہے ہیں جلد ہی اویس اور اسکے گھر والے مل جائیں گے۔۔آپ فکر نہ کریں اس ایس پی کو منہ کی کھانی پڑے گی۔۔"

اس نے خشک لبوں پر زبان پھیرتے ہوئے امن کو یقین دلایا۔

"میں دوراتیں بھی جیل میں گزارنے کیلئے تیار ہوں لیکن میری شرط یہ ہے کہ اس خضر حیات کو وہ سبق سکھاؤ کہ آئندہ یہ مجھ پر ہاتھ ڈالنے کی جرأت نہ کرے۔۔اسے اس شکست سے دوچار کرو کہ یہ اپنا منہ چھپاتا پھرے سمجھ آئی۔۔نہیں تو۔۔"

امن نے دبی دبی آواز میں دھمکی دی تھی۔

"سمجھ گیا چھوٹے ملک صاحب آپ فکر ہی نہ کرو۔۔اور میں ڈاکٹر کو بلاتا ہوں آپکے کندھے کا چیک اپ کروانا لازمی ہے۔۔"

صدیقی نے کپکپاتے ہاتھوں سے موبائل نکال کر اس پر نمبر ملایا تھا۔ وہ اپنے گھبراہٹ پر قابو پانے کی مکمل کوشش کر رہا تھا۔ ابھی اسے امن کیلئے بہت سے انتظامات کرنے تھے۔

ذلیخہ رانا عرف ذِلے خیام رانا کی سب سے چھوٹی اور لاڈلی بیٹی تھی۔

باپ کے لاڈ پیار نے اسے خود غرض اور آزاد خیال بنا دیا تھا۔ قدسیہ بیگم کی لاکھ سمجھانے پر بھی وہ اپنی لاپرواہی کو ختم کر کے ذمہدار نہیں بن پائی تھی۔

کچھ خاندان کی طاقت کا نشہ تھا تو کچھ عمر کا اثر تھا وہ ہزاروں خواب لے کر جب یونیورسٹی میں داخل ہوئی تو سب سے پہلے یونیورسٹی کے مشہور لڑکے سے اسکی ان بن ہو گئی۔

شہباز ملک۔۔۔ بہرام ملک کا بیٹا۔۔۔ جسے اپنی طاقت پر بڑا غرور تھا۔

دونوں ہی ایک دوسرے کو شدید ناپسند کرتے تھے۔

ذلے جہاں اسے دیکھ لیتی منہ پھیر کر چلی جاتی۔اور ایسا ہی کچھ حال شہباز ملک کا بھی ہوتا تھا جو تھا تو سینئر لیکن لاکھ چاہنے کے باوجود بھی وہ ذلے رانا پر اپنا رعب نہیں جما پایا تھا۔وہ نہ اسکی طاقت سے ڈرتی اور نہ اسکی شخصیت سے متاثر ہوتی تھی۔۔۔دونوں کی دشمنی کو پوری یونیورسٹی جانتی تھی۔

لیکن جیسے ہی شہباز ملک کو ذلے رانا کے خاندان کا پتا چلا اسکے لبوں پر کمینگی بھری مسکان ابھر گئی۔

اسکی آنکھوں کے سامنے خانم بیگم کا چہرہ ابھرا تھا جنہوں نے پیدا ہونے سے لے کر اب تک اسے رانا خاندان سے نفرت اور دشمنی کے قصے سنائے تھے۔

خیام رانا نے خانم بیگم (بہرام ملک کی بڑی بہن) کے ساتھ ناانصافی کی تھی اسکی عزت کو روندھا تھا جسکے بدولت دونوں خاندانوں میں دشمنی چلی آرہی تھی۔

اور اب ایسا وقت آیا تھا جب شہباز ملک اپنی خانم کا بدلا لے کر انہیں خوش کر سکتا تھا۔

Click On The Link Above To Read More Novels / ✆ / ✉ 0344 4499420
https://www.zubinovelszone.com/

بہرام ملک کا خاندان زیادہ بڑا نہیں تھا۔دو بیٹے تھے بڑا شہباز ملک اور چھوٹا ارباز ملک جبکہ ایک ہی بیٹی تھی جو کار حادثے میں اپنے شوہر کے ساتھ اپنی تین سالا بیٹی سیرت ملک کو چھوڑ کر ہمیشہ کیلئے مٹی تلے جا سوئی تھی۔

بہرام ملک کی بیوی جب بچے چھوٹے چھوٹے تھے تب ہی اللہ کو پیاری ہو گئی تھی۔بہرام ملک کے دونوں بیٹوں اور بیٹی کی پرورش خانم بیگم نے کی تھی جنکی شادی نہیں ہوئی جو بہرام ملک کی بڑی بہن تھیں اور زندگی کے ہر قدم پر انکے شانہ بشانہ کھڑی رہتی تھیں۔

ارباز ملک کی بیوی زرمینے گل اچھی طبیعت کی مالک تھیں لیکن اکلوتا بیٹا امن ملک اپنے خاندان سے بھی چار ہاتھ آگے تھا۔

دنیا کے ہر برے کام میں وہ مجبوراً اور شوقیہ طور پر ملوس رہتا تھا۔

شہباز ملک نے دو شادیاں کی تھیں۔اور دونوں اپنی پسند سے کی تھیں۔ایک ذلیخہ رانا سے جو ارحم ملک کی ماں تھی۔جبکہ دوسری شمیم آراء سے جس سے

دو بیٹیاں تھیں ایک ژالے ملک جبکہ دوسری انوشے۔۔اور شہباز ملک کو اپنی دونوں بیٹیاں بہت پیاری تھیں۔

ماضی

نفرت مجھے ایسی خودسر اور ضدی لڑکیوں سے خانم بی۔۔میرا بس نہیں چلتا" میں اس لڑکی کا چہرہ مسخ کر دوں یا اسے ایسا غائب کروں کہ اسکی شکل مجھے "کبھی دکھائی نہ دے۔۔

شہباز خانم بیگم کے کمرے میں بری طرح سے ٹہل رہا تھا۔اسکے لہجے اور آنکھوں میں ذلے کیلیئے نفرت ہی نفرت تھی۔

وہ واحد لڑکی تھی جو پورے ڈیپارٹمنٹ میں اس سے نہیں ڈرتی تھی اور ترکی بہ ترکی جواب دیتی تھی۔۔اسکی وجہ سے شہباز کے دوست اس پر ہنسنے لگے تھے۔

"اونہوں۔۔۔وہ لڑکی اس طوطے کی مانند ہے جس میں رانا خاندان کی جان ہے۔۔اسے مارنا نہیں ہے بلکہ اسکے ذریعے خیام رانا کو وہ شکست دینی ہے جس سے اسکی کمر ٹوٹ جائے۔۔وہ اتنا تڑپے جتنا اس نے مجھے تڑپایا ہے۔۔ جتنا مجھے رلایا ہے میں چاہتی ہوں تم اسکی لڑکی کو اتنا ہی رلاؤ۔۔وہ روئے گی تو تکلیف خیام رانا کو ہو گی۔۔ تبھی مجھے سکون ملے گا۔۔"

خانم بیگم نے اپنی شعلے اگلتی آنکھوں میں خیام رانا کا چہرہ بھر کر حقارت سے کہا تھا۔انکی بات سن کر شہباز ملک چونکا۔

"میں سمجھا نہیں خانم بی۔۔آپ کہنا کیا چاہتی ہیں۔۔؟"

وہ سوالیہ نظروں سے خانم بیگم کو دیکھتے ہوئے پوچھ رہا تھا۔

تم ایک مرد ہو شہباز ملک۔۔ایک خوبرو جوان مرد اور وہ لڑکی چاہے جتنی" بھی خود سر کیوں نہ ہو محبت کا جال اس چڑیا کو ہمیشہ کیلئے قید کر سکتا ہے۔۔۔ "قید کر لو اُسے۔۔۔

شہباز ملک کی بات کا خانم بیگم نے پراسرار انداز میں جواب دیا تھا۔انکی بات کا مطلب سمجھ کر شہباز ملک کی آنکھوں میں شیطانی چمک ابھری تھی۔خانم بیگم نے اسے راستہ دکھا دیا تھا۔۔۔باقی سب وہ خود کر سکتا تھا۔

امن ملک نے دو دو راتیں اور تین دن جیل میں گزارے تھے۔تیسرے دن اسکی عدالت میں پیشی تھی۔

جہاں خضر اور رحمن بھائی اپنی طرف سے مکمل تیار تھے وہیں امن حد درجہ پر سکون تھا۔

وہ جیل میں بھی شہزادوں کی طرح رہا تھا۔

اپنا پر سکون انداز خضر کو بہت کھٹکتا تھا لیکن وہ کچھ نہیں کر سکتا تھا۔

ان دو تین دنوں میں رحمن بھائی نے سارے ثبوت اور گواہ اکٹھے کر لئے جن سے ثابت ہوتا تھا کہ اویس کا قتل امن نے کیا تھا۔یہی نہیں بلکہ اور بھی کئی جرم اس سے جڑے تھے۔

ان تین دنوں میں میڈیا پر ایک ہی خبر سر گرم رہی تھی وہ تھی امن ملک کی گرفتاری۔۔

خضر پر اسے رہا کرنے کا پریشر ڈالا گیا لوگ کہہ رہے تھے اس نے اپنے مستقبل اور اپنے کریئر کو داؤ پر لگا دیا تھا۔

لیکن وہ ثابت قدم رہا تھا۔ویسے بھی وہ ہر کام قانونی طریقے سے کر رہا تھا۔

بہرام ملک کا غصہ ساتویں آسمان کو چھو رہا تھا اسے یہی لگتا تھا کہ یہ سب خیام رانا اسے نیچے دکھانے کیلئے کر رہا تھا۔۔۔ملک خاندان کا غصے سے جل جل کر برا حال ہو گیا تھا جبکہ امن سکون سے بیٹھا تھا۔

اسکے کندھے اور بازو پر پٹی بندھی تھی۔ مسلز اپیگمینٹ ہونے کی وجہ سے ڈاکٹرز کو ایک چھوٹا سا آپریشن کرنا پڑا تھا۔اور تین سے چار ماہ لگ جانے تھے اسے ٹھیک ہونے میں۔۔۔

حناوے رانا نے بڑا گہرا اور دلکش زخم دیا تھا اسے جو امن ملک کو ہمیشہ یاد رہنے والا تھا۔

آج اسکی پیشی تھی لوگ فیصلہ جاننے کیلیئے بے تاب تھے۔

حناوے کو یقین تھا پہلی ہی پیشی میں کیس کا فیصلہ ہو جانا تھا اور امن کو یقیناً سزا ملنی تھی۔۔ لیکن امن ملک نے تو صرف اسے محبت ہی دکھائی تھی۔۔۔۔وہ اسکے ظلم سے واقف تھی لیکن وہ کتنا شاطر تھا اسکا اندازہ کسی کو بھی نہیں تھا۔

کورٹ کے باہر میڈیا والوں کی ایک کثیر تعداد موجود تھی۔حناوے دھڑکتے دل کے ساتھ کورٹ میں موجود تھی۔۔وہ فاریہ بیگم کو بھی ساتھ لائی تھی جس نے انکے معصوم بیٹے کو کومہ میں پہنچا دیا تھا۔

حناوے انہیں امن کو سزا ملتے دکھانا چاہتی تھی۔

اسکی دائیں جانب فاریہ بیگم تو بائیں جانب پاگل راحیلہ بیٹھی تھی۔۔جو کبھی پھٹی پھٹی نظروں سے چاروں طرف دیکھتی تو کبھی خود میں مگن ہو جاتی۔۔

قدیر نے خونخوار نظروں سے حناوے اور راحیلہ کو دیکھا تھا جو اسکے ظلم کا شکار ہونے کے باوجود بھی زندہ بچ گئی تھی۔۔وہی تو تھا راحیلہ کی اس حالت کا ذمہدار۔۔اسکے لئے ہی تو امن نے اویس کا قتل کیا تھا اور راحیلہ کو اسکے حوالے کیا تھا تا کہ وہ اپنی خواہش پوری کر سکے۔

"سب ٹھیک ہے نا رحمن بھائی۔۔؟"
مکمل تسلی ہونے کے باوجود بھی خضر مطمئن نہیں تھا۔۔وہ امن ملک سے اچھی طرح واقف تھا اسی لئے پریشان تھا۔

"سب ٹھیک ہے تم پریشان مت ہو دیکھنا فیصلہ ہمارے حق میں ہی ہو گا"
رحمن بھائی نے خضر کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر اسے تسلی دی۔

جب عدالت کی کاروائی شروع ہوئی تو امن کو کٹہرے میں پیش کیا گیا تھا۔
پٹی بندھے کندھے کے ساتھ اسکی دلکش نظریں فاریہ بیگم کے ساتھ بیٹھی حناوے پر جمی تھیں جسکی نظروں میں امن کیلئے نفرت ہی نفرت تھی۔
پریشانی اس وقت ہوئی جب گواہ عدالت نہیں پہنچا امن ملک کے فارم ہاؤس میں مالی کا کام کرتا تھا۔۔ جس نے اویس کا خون ہوتا اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا۔
اور جسے ایک چھوٹی سی غلطی پر قدیر نے مار مار کر فارم ہاؤس سے نکال دیا تھا کیونکہ اس سے قدیر کے سامنے زبان کھولی تھی جو ہر روز لڑکیوں کو پکڑ کر فارم ہاؤس پر لاتا تھا۔
شکور جو ایک ادھیڑ عمر نیک انسان تھا وہ یہ سب دیکھ نہیں پایا اور چھپتے چھپاتے پولیس میں شکایت کر دی۔
پولیس والے بھی امن کے خریدے ہوئے تھے انہوں نے رپورٹ کیا لکھنی تھی الٹا امن کو خبر کر دی اور امن نے شکور کو قدیر کے حوالے کر دیا جس

نے شکور کو اتنا مارا کہ وہ مرنے کے قریب ہو گیا اور پھر اسے فارم ہاؤس سے نکال دیا۔

جہاں سے اویس اور راحیلہ کو اغواء کیا گیا تھا وہ مال کے باہر کا منظر تھا اور اسکی ویڈیو اور تصویریں سی سی ٹی وی کیمرہ سے مل گئی تھیں جو مال کے باہر لگا تھا۔

غرض کے رحمن بھائی کا ہر ثبوت اور گواہ پکا تھا۔

انہوں نے پہلے امن ملک کے پچھلے جرائم کی رپورٹ جج صاحب کو پیش کی جس میں امن کے جرائم کا لکھا گیا تھا۔۔اس پر کیس بھی درج کئے گئے تھے لیکن اسے سزا نہیں ملی تھی۔پھر اویس کا کیس پیش کیا گیا۔۔اسکے گھر والے نم آنکھیں لئے بیٹھے تھے۔

جبکہ امن پر سکون سا کٹھرے میں کھڑا تھا اسکی نظریں حناوے پر جمی تھیں۔

ایڈووکیٹ رحمن رانا اسکے خلاف کیا کیا کہہ رہا تھا وہ کب سن رہا تھا۔۔اور اس روران ایڈووکیٹ صدیقی نے بھی دخل دینا ضروری نہیں سمجھا تھا۔

Click On The Link Above To Read More Novels / ✆ / ✉ 0344 4499420
https://www.zubinovelszone.com/

ارحم اپنے چچا اور امن کے بابا ارباز ملک کے ساتھ بیٹھا تھا۔ جو راز اس پر اسکی ماں نے کھولا تھا وہ کافی خوفناک تھا۔

وہ سمجھ نہیں پا رہا تھا کہ اسے خضر کا ساتھ دینا چاہیے یا امن کا۔۔۔

ان دو خاندانوں میں کتنی سخت دشمنی تھی یہ اسے مسز ملک نے بتایا تھا۔

جج صاحب اس شخص نے نا صرف اویس کا خون کیا بلکہ علیزے ازمیر کی" موت کا ذمہدار بھی یہی شخص ہے۔۔اپنے خاندان کی طاقت اور زعم میں یہ شخص ظلم و بربریت کی تمام حدیں پار کر چکا ہے۔۔ تمام ثبوت اور گواہوں سے ثابت ہوتا ہے کہ اویس کا قتل امن ملک نے کیا ہے اور اسی سلسلے میں میں آج کے اپنے سب سے بڑے گواہ کو پیش کرنا چاہتا ہوں۔۔ عبدالشکور کو "جو کے مجرم کے فارم ہاؤس پر مالی کا کام کرتا تھا۔۔

رحمن بھائی نے جیسے ہی شکور کو اندر داخل ہوتے دیکھا تو کہا۔

"اجازت ہے۔۔"

جج صاحب نے رحمن بھائی کی بات غور سے سنتے ہوئے گواہ پیش کرنے کی اجازت دی۔

شکور کانپتے وجود کے ساتھ کٹہرے میں کھڑا ہوا اور سب سچ سچ کہنے قسم کھائی۔

جی عبدالشکور صاحب آپ اپنے بارے میں کچھ بتائیے کیا آپ مجرم امن "ملک کو جانتے ہیں۔۔؟"

رحمن بھائی نے خالص وکیلوں کے سے انداز میں پوچھ گوچھ شروع کی تھی۔

"جی جانتا ہوں۔۔"

شکور نے امن کو دیکھتے ہوئے کہا۔اسکی آنکھوں میں خوف واضح تھا۔چہرے کی رنگت زرد پڑ رہی تھی جبکہ ہونٹ خشک ہو چکے تھے۔امن کی نگاہیں ابھی

تک حناوے پر جمی تھیں۔۔اسکے لبوں پر وہی دلکش مسکراہٹ تھی جبکہ خضر پولیس کی وردی میں ملبوس ایک جانب کھڑا تھا۔۔وہ گہری نظروں سے امن کا جائزہ لے رہا تھا جو حد سے زیادہ پر سکون تھا۔۔کہیں سے لگتا ہی نہیں تھا کہ وہ ایک مجرم تھا اور اسے کچھ دیر بعد سزا ہونے والی تھی۔

جی تو بتایئے کہ اس رات کیا ہوا تھا جب امن ملک اپنے دوستوں کے ساتھ" مل کر ملزم اویس اور محترمہ راحیلہ کو اپنے فارم ہاؤس پر اغواء کر کے لایا "تھا۔۔؟

رحمن بھائی نے سوال کیا تھا۔

اغواء۔۔؟لیکن صاحب تو کسی کو اغواء کر کے نہیں لائے تھے اور نہ انہوں" "نے کسی کا خون کیا تھا۔۔بلکہ میں تو کسی اویس کو نہیں جانتا۔۔

شکور نے جو جواب دیا اس سے رحمن بھائی کو ایک جھٹکا لگا تھا۔۔ جبکہ خضر بھی ٹھٹک سا گیا تھا۔۔ یہ سن کر امن ملک اور ایڈووکیٹ صدیقی کے ہونٹوں پر مسکراہٹ دوڑ گئی تھی۔

"جج صاحب میں سچ بولوں گا صاحب کسی کو بھی اغواء کر کے نہیں لائے تھے اور نہ انہوں نے فارم ہاؤس پر کسی کا خون کیا تھا۔ بلکہ مجھے تو اس پولیس والے مجبور کیا تھا کہ میں ملک صاحب کے خلاف گواہی دوں۔۔"

شکور نے خضر کی طرف اشارہ کر کے کہا تھا۔ اسکی شکل رونے والی تھی جبکہ وجود میں واضح کپکپاہٹ تھی۔

"یہ تم کیا کہہ رہے ہو شکور۔۔ جو سچ ہے وہ بولو تمہیں کسی سے ڈرنے کی ضرورت نہیں ہے۔۔"

رحمن بھائی نے اپنی پریشانی پر قابو پاتے ہوئے کہا۔

سچ ہی تو بول رہا ہوں جج صاحب اس ایس پی صاحب نے مجھے لالچ دینا چاہا"
کہ میں چھوٹے ملک صاحب کے خلاف گواہی دوں جب میں نے انکار کیا تو
انہوں نے مجھے دھمکی دی کہ اگر میں نے ایسا نہیں کیا تو وہ مجھے قتل کے جرم
"میں اندر کر دیں گے بلکہ میرے خاندان کو بھی۔۔

شکور پھوٹ پھوٹ کر رو دیا تھا۔

حناوے کے چہرے کی رنگت پھیکی پڑ چکی تھی جبکہ خضر ایک پل کو ساکت ہوا
تھا۔رحمن بھائی کی پیشانی پر پسینے کی بوندیں ابھریں۔انہیں شکور سے یہ امید
نہیں تھی۔۔اسکی ان باتوں نے سارے کیس پر پانی ڈال دیا تھا۔

لیکن جج صاحب میں اپنے مالکوں کے خلاف جھوٹی گواہی نہیں دے"
"سکتا۔۔

یہ جھوٹ بول رہا ہے مائے لارڈ اسے یقیناً اس امن ملک نے ڈرایا دھمکایا"

"ہوگا۔۔

رحمن بھائی نے شکور کی بات کاٹی۔

"آبجیکشن مائے لارڈ۔۔"

ایڈووکیٹ صدیقی اس کاروائی کے دوران پہلی بار اپنی جگہ سے اٹھے تھے۔

میرے عزیز دوست آپ میرے موکل پر کچھ زیادہ ہی الزام تراشی کر چکے"

ہیں۔۔

مائے لارڈ گواہ کی باتوں سے صاف ظاہر ہوچکا ہے اسے میرے معزز موکل

کے خلاف گواہی دینے پر مجبور کیا گیا ہے۔۔اب میں کچھ ثبوت پیش کرنا

چاہوں گا جس سے ثابت ہوتا ہو کہ یہ قتل میرے موکل امن ملک نے نہیں

کیا اسکا مرحوم اویس اسکی منگیتر راحیلہ اور مرحومہ علیزے ازمیر سے کوئی "لینا دینا نہیں۔۔کیا اجازت ہے۔۔؟

"اجازت ہے۔۔"
جج نے اجازت دی تھی۔

اور پھر جو ثبوت ایڈووکیٹ صدیقی نے پیش کئے اسکے مطابق جس تاریخ کو اویس کا قتل ہوا تھا تب امن ملک پاکستان میں تھا ہی نہیں۔۔وہ ایک ہفتہ پہلے انگلینڈ گیا تھا جبکہ دو ہفتے بعد واپس لوٹا تھا۔۔اسکی ٹکٹس انگلینڈ میں اسکی رہائش کے ثبوت سب کچھ موجود تھا۔جس گاڑی کی تصویر اور نمبر سی سی ٹی وی فوٹیج میں تھا وہ گاڑی امن ملک کی تھی ہی نہیں۔۔

غرض کہ امن ملک کو بے گناہ ثابت کرنے کے تمام جھوٹے ثبوت اور گواہ موجود تھے۔۔۔اور عدالت ثبوتوں اور گواہوں پر ہی چلتی ہے یہ سب جانتے تھے۔

جو کھیل عدالت میں کھیلا جارہا تھا اسے دیکھ کر حناوے تو جیسے پتھر کی ہو گئی تھی۔

خضر نے پریشانی سے اپنی کنپٹی سہلائی تھی۔

"اور مائے لارڈ جہاں تک بات ہے علیزے ازمیر کی خودکشی کی تو اس سے میرے معزز موکل کا کوئی لینا دینا نہیں۔۔اس لڑکی کے میرے موکل کے دوست مسٹر قدیر کے ساتھ ناجائز تعلقات تھے۔۔جب مرحومہ نے خودکشی کی تب وہ حاملہ تھی ان ناجائز تعلقات کو مسٹر قدیر نے شادی کرکے جائز بنانا چاہا تھا اور پھر نکاح بھی ہو گیا تھا۔۔جو ایک چوری کیا گیا تھا۔یہ رہا "علیزے زمیر اور قدیر جاوید کا نکاح نامہ۔۔

ایڈووکیٹ صدیقی نے نکاح نامہ پیش کیا جسے جج صاحب نے غور سے دیکھا تھا

لیکن مرحومہ علیزے ازمیر کا دل میرے موکل امن ملک پر آگیا تھا اور" اس نے کئی بار میرے معزز موکل کو گناہ کی دعوت دی۔۔یہی نہیں بلکہ مرحومہ علیزے ازمیر کے اور بھی بہت سے لوگوں سے ناجائز تعلقات تھے۔۔جنکے تمام ثبوت اس فائل میں موجود ہیں۔۔"

ایڈووکیٹ صدیقی کی باتیں سن کر حناوے نے اذیت سے آنکھیں میچیں۔ اس سے پچھلی کرسی پر بیٹھی مسز ازمیر اپنی بیٹی کے بارے میں ایسی باتیں سن کر شرم اور دکھ سے اپنی جگہ سے ایک جھٹکے سے اٹھ کر عدالتی کمرے سے باہر نکل گئی تھیں۔

مرحومہ علیزے اور قدیر جاوید کے تعلقات کے بارے میں مزید بتانے"
"کیلئے میں مسٹر قدیر جاوید کو بلانا چاہوں گا۔۔

جج نے ایک بار پھر سے اجازت دی تھی۔

رحمن بھائی کے ایک بوجھل سانس فضا میں خارج کیا تھا۔وہ جانتا تھا وہ لوگ کیس ہار چکے تھے شکور کی گواہی نے انکے کیس کو کمزور بنا دیا تھا جبکہ شاطر صدیقی نے اسکی سوچ سے زیادہ تیاری کی تھی۔

اسی لئے ایڈووکیٹ صدیقی کے نام کا سکہ چلتا تھا وکالت کی دنیا میں۔۔۔وہ نہایت شاطر وکیل تھا۔کیس جیتنے کیلئے وہ کسی بھی حد تک جا سکتا تھا۔اور ایسا ہی ہوا تھا۔

میں اور علیزے ایک دوسرے سے محبت کرتے تھے وہ میرے بچے کی ماں" بننے والی تھی پھر میں نے سب سے چھپا کر اس سے نکاح کر لیا بعد میں مجھے پتا چلا کہ وہ ایک برے کردار کی لڑکی تھی اور اس نے میرے دوست امن ملک

کو بھی اپنی طرف مائل کرنا چاہا۔۔تب میں نے اسے طلاق دے دی اور رات اس نے امن کو ان سب کا ذمہدار مانتے ہوئے خود کشی کر لی صرف امن سے بدلا لینے کیلئے اس نے امن کو اپنی موت کا ذمہدار ٹھہرایا۔۔"

قدیر کچھ اور بھی کہہ رہا تھا لیکن حناوے کی سماعت جواب دے گئی تھی۔ اسکے کانوں میں خضر کے کہے گئے الفاظ گونجے تھے۔

"اگر تم نے ایسا ویسا کچھ کیا تو جتنی تکلیف امن ملک نے جیتے جی علیزے کو دی تھی اس سے زیادہ وہ علیزے کے مرنے کے بعد یعنی اب اسے دے گا۔۔"

خضر نے ٹھیک کہا تھا امن ملک نے حد کر دی تھی۔اس نے علیزے کو ہی بد کردار بنا دیا تھا۔اپنے گناہ کو کسی اور سر تھوپ کر وہ کیسے بے گناہ بن گیا تھا۔ امن ملک کو باعزت رہا کر دیا گیا تھا جبکہ خضر کو ایک ہفتے کیلئے عارضی طور پر پولیس فورس سے معطل کر دیا گیا تھا۔کیونکہ ایڈووکیٹ صدیقی کے مطابق

ایسے پولیس اہلکاروں کو بھی سزا ملنی چاہیے تھی جو عام شہریوں کو ڈراتے دھمکاتے تھے۔

امن ملک بنا ایک لفظ منہ سے بولے سب کچھ کر گیا تھا۔اسکی رہائی پر ارحم کو سمجھ نہیں آرہا تھا کہ وہ خوش ہو یا دکھی۔۔کیونکہ وہ جانتا تھا اویس کو اس نے ہی مارا تھا اور علیزے کی موت کا ذمہدار بھی وہی تھا۔

حناوے جو بڑی بڑی باتیں کر کے آئی تھی وہ ایک منٹ بھی وہاں رک نہیں پائی تھی۔

امن کی بے چین نگاہوں نے اسے بہت ڈھونڈا تھا۔اسکا مقصد حناوے کو نیچا دکھانا نہیں بلکہ خود کی باعزت رہائی کا تھا۔۔۔لیکن یہ حناوے کی بدقسمتی کہ امن ملک کی جیت اسکی ہار بن گئی تھی۔

اتنی کوشش کرنے کے باوجود بھی حناوے کچھ نہیں کر پائی تھی۔وہ تو امن ملک کا ایک بال بھی نہیں اکھاڑ پائی تھی کہاں وہ اسے پھانسی پر لٹکا دیکھنا چاہتی تھی۔

"مجھے معاف کر دینا حناوے میں اویس، راحیلہ اور علیزے کو انصاف نہیں دلا سکا۔۔"

رحمن بھائی نے تاسف سے کہا تھا۔وہ اپنی لاکھ کوششوں کے باوجود بھی ایڈووکیٹ صدیقی سے جیت نہیں پایا تھا۔

حناوے پورا راستہ گاڑی میں پتھر کا بت بنے بیٹھی رہی تھی اور گھر آ کر کمرے میں بند ہو گئی تھی۔

موسم آج صبح سے ہی ابر آلود تھا اور جب وہ لوگ کورٹ سے نکلے تھے بوندا باندی شروع ہو گئی تھی اور جواب تیز بارش کا روپ دھار چکی تھی۔

"امن ملک۔۔۔ تمہیں اللہ کبھی معاف نہیں کرے گا کبھی نہیں۔۔"

وہ طوفانی رات میں چیخ چیخ کر روئی تھی۔

علیزے کو جس طرح امن نے بد کردار ثابت کیا تھا۔۔ جس طرح راحیلہ کا دکھ دکھ ہی رہ گیا تھا۔۔۔ جس طرح وہ قاتل سے بے گناہ بن گیا تھا وہ سب حناوے کیلئے تکلیف دہ تھا۔۔۔امن کیلئے نفرت مزید گہری ہو گئی تھی۔

رحمن بھائی، ثناء بھابھی، نمل اور منال جو آج ہی

شاویز کے ساتھ آئی تھی نمل سے ملنے وہ سب بار بار اسے بلانے آئے تھے لیکن حناوے نے دروازہ نہیں کھولا۔۔۔ حناوے رانا نے پہلی بار شکست کھائی تھی۔۔۔اور ہارنے سے زیادہ اسے ان ناانصافیوں کا دکھ تھا جو اسکے پیاروں کے ساتھ ہوئی تھیں۔

آسمان ساری رات روتا رہا تھا اور حناوے کی آنکھیں بھی ساری رات برستی رہی تھیں۔

اگلے دن شام کو وہ منال کے ساتھ مری کیلئے نکل چکی تھی۔ڈرائیور کریم اسے اور منال کو لے کر واپس مری جارہا تھا۔

سب نے حناوے کو روکنے کی کوشش کی تھی لیکن وہ نہیں رکی تھی۔جہاں ملک خاندان میں جیت کا جشن منایا جارہا تھا وہیں حناوے اس شکست سے مکمل طور پر ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہو چکی تھی۔اسکا رویا ہوا چہرااور سوجھی آنکھیں اسکے درد کو بیان کرنے میں ناکام ٹھہرے تھے۔

گاڑی میں خاموشی چھائی تھی۔حناوے سیٹ کی پشت سے ٹیک لگائے آنکھیں موندھے بیٹھی تھی اسکی حالت کے پیش نظر منال بھی خاموش تھی۔

اچانک گاڑی ایک جھٹکے سے رکی تھی۔حناوے نے پٹ سے آنکھیں کھولیں۔

"کیا ہوا ڈرائیور انکل۔۔؟"

منال نے پریشانی سے پوچھا۔ڈرائیور نے کوئی جواب نہیں دیا۔اسکی نظریں شیشے سے پار بھیگی سڑک کے بیچوں بیچ کھڑی گاڑی پر جمی تھیں۔ہلکی ہلکی بارش ہو رہی تھی۔حناوے نے آگے ہو کر دیکھا تو اسکی آنکھیں حیرت اور نفرت کے ملے جلے جذبات سے پھیل سی گئیں۔

امن ملک اپنی گاڑی سے ٹیک لگائے کھڑا تھا جیسے اسی کا انتظار کر رہا ہو۔

"یہ یہاں کیا کر رہا ہے۔۔؟"

منال کا دل جانے کچھ غلط ہونے کے احساس سے لرزا تھا۔

حناوے نے ایک جھٹکے سے گاڑی کا دروازہ کھولا اور باہر نکل گئی۔

میری قسم ہے تمہیں منال گاڑی سے باہر مت نکلنا۔۔اور ڈرائیور انکل "آپ بھی باہر نہیں آئیں گے۔۔"

حناوے نے دونوں کو تلقین کی اور پھر اپنے اندر جلتے الاؤ پر قابو پاتی امن ملک کی طرف بڑھ گئی تھی۔

رات کے اس پہر جب وہ گھر سے کچھ دور تھیں وہ کسی جن کی طرح نازل ہو گیا تھا۔

وہ چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتی اسکے سامنے جا کر کھڑی ہو گئی تھی۔ بارش کے ننھے ننھے قطرے حناوے کے چہرے پر گاڑی کی ہیڈ لائٹس کی روشنی میں موتیوں کی طرح چمک رہے تھے۔

ڈرائیور انکل آپ باہر مت جائیں پلیز۔۔ ہم دونوں جانتے ہیں وہ حناوے کو کچھ نہیں کہے گا اسکی دیوانگی ہم دونوں دیکھ چکے ہیں۔۔ لیکن اگر آپ باہر گئے تو یہ بیسٹ بننے میں دیر نہیں لگائے گا۔۔"

ڈرائیور گاڑی سے باہر نکلنے لگا تھا جب منال نے اسکے کندھے پر ہاتھ رکھ کر باہر جانے سے روکا۔ منال اتنا تو جان چکی تھی کہ امن ملک کو اپنے اور حناوے کے درمیان آنے والا تیسرا شخص زہر لگتا تھا۔

"لیکن بیٹا اگر اس نے حناوے بیٹی کو کچھ۔۔"

ڈرائیور کریم بھی امن کو پہچانتا تھا اس نے ہی اسکی جان بچائی تھی لیکن کچھ غلط ہونے کے احساس سے وہ بھی ڈر رہا تھا۔

نہیں انکل۔۔۔یہ بیسٹ اپنی بیوٹی کو کچھ نہیں کہے گا۔۔۔بلکہ اسکی" موجودگی میں حناوے کو کچھ نہیں ہو سکتا۔۔حناوے کو اپنے دل کی بھڑاس "نکالنے کا موقع ملا ہے نکالنے دیجئے۔۔

منال کی بات میں وزن تھا۔ڈرائیور نے خاموشی اختیار کرلی تھی۔منال کے نزدیک امن ملک اور حناوے رانا کی کہانی ایک بیوٹی اور بیسٹ کی کہانی تھی۔

"یہاں کیا کر رہے ہو تم؟راستہ روکنے کا مقصد کیا ہے تمہارا؟"

حناوے نے اپنے لہجے کو ہموار بنانے کی کوشش کی تھی لیکن اندر ابلتے لاوے اور شدت جذبات سے اسکی آواز کانپ رہی تھی۔

چھپ جو گئی تھی تم۔۔۔ تمہیں دیکھنے کو دل کر رہا تھا۔۔اگر شرافت سے "

" نظر نہیں آؤ گی تو ایسا ہی کچھ کرنا پڑے گا نا۔۔

وہ معصومیت کے رہکارڈ توڑتے ہوئے بولا تھا۔

اس دھوکے کو اپنی جیت مت سمجھ لینا کیونکہ ایک نا ایک دن تمہیں "

تمہارے گناہوں کا حساب دینا ہی ہو گا۔۔اور تم اتنے گھٹیا ہو مجھ اب پتا

" چلا۔۔

حناوے نے نم لہجے میں کہا تھا۔

تمہیں پتا ہے حِناوے_رانا تم سے زیادہ مجھے تمہارا نام پسند آیا ہے___یہ ''

میرے دل پر چھپ گیا ہے___سینے میں اتر گیا ہے___اس نے میرے اندر

جنون بھر دیا ہے کہ میں اس نام کو اپنا بنالوں ہمیشہ ہمیشہ کیل ئی ے۔۔خود

___کے نام سے جوڑ دوں___تمہیں حناوے رانا سے حناوے ملک بنا دوں

"!!___حناوے___حناوے___حناوے

وہ سرور کی کیفیت میں گنگناتا ہوا حناوے کی جانب بڑھا۔ حناوے کی بات کا اس نے کوئی اثر نہیں لیا تھا۔ سفید شرٹ میں خوبصورت ہیئر اسٹائل کے ساتھ وہ شاندار لگ رہا تھا۔ بائیاں کندھا ابھی بھی پٹی کی قید میں تھا۔

"___بکواس بند کرو اپنی"

وہ اتنی زور سے چلائی ی تھی کہ اسکے سامنے کھڑے شخص کو اس پر پاگل کا گمان ہوا۔

تم ایک گھٹیا انسان ہو_انتہائی گھٹیا___تم نے میرے پندرہ سالہ بھائی ی کو بہت تکلیف دی ہے___تم نے میری دوست کی زندگی جہنم بنادی___اور اب اسکے مرنے کے بعد بھی تم نے اسے نہیں بخشا تم نے بہت سے معصوموں کو موت کے منہ میں دھکیل دیا تم اس سزا سے بچ نہیں سکتے___

تم ظالم ہو___ تمہیں سزا ضرور ملے گی___ میں تمہیں نہیں چھوڑوں گی___"

وہ ہیجانی انداز میں چلائی ی تھی۔ ضبط کے باعث خوبصورت چہرے کے نقوش بگڑ گ ئی ے تھے۔

مگر مقابل کو وہ اس روپ میں کچھ زیادہ ہی حسین لگ رہی تھی۔ وہ سیدھا اسکے دل پر وار کر رہی تھی۔ ہیڈ لائٹ کی روشنی میں چہرے اور بالوں پر چمکتے موتی لئے سرخ آنکھوں اور ناک کے ساتھ وہ اسے پتھر کا ہو جانے پر مجبور کر رہی تھی۔

"اچھا۔۔ ھاھاھا۔۔"

حناوے کی بات پر اسکا قہقہہ ابھرا۔

Zubi Novels Zone

کیا کرو گی تم۔۔؟؟ کیسے دلواؤ گی مجھے سزا۔۔ تم نے دیکھا نا کوئی میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتا؟؟" وہ دل جلانے والی مسکراہٹ لئے پوچھ رہا تھا۔۔

میں تمہیں روڑ پر لے آؤں گی امن ملک۔۔ تمہیں پھر سے کورٹ میں گھسیٹوں گی۔۔ تمہیں تڑپاؤں گی۔۔ تمہیں رُلاؤں گی۔۔ تمہیں رُلاؤں گی۔۔اتنا رُلاؤں گی کہ تم موت کو ترسو گے۔۔ یاد رکھنا۔۔
جتنے معصوم لوگوں کی زندگی تباہ کرنے کے تم ذمہدار ہو نا ان سب کا بدلہ لونگی___ محبت کے نام پر جو تم نے میری معصوم دوست کو دھوکا دیا ہے میں تمہیں نہیں بخشوں گی___ تمہیں سارے حساب دینے ہونگے___!!"

وہ اسے رلاتے رلاتے خود رو دی تھی۔۔ سامنے کھڑے شخص سے وہ بے انتہا نفرت کرتی تھی۔

اسے روتا دیکھ کر امن ملک کے غصے میں مزید اضافہ ہوا۔

"اگر اتنی نفرت کرتی ہو تو یہ لو یہ ریوالور اتار دو ساری گولیاں میرے سینے
میں___"

وہ اسکے ہاتھ میں ریوالور پکڑاتے ہوئے بولا تھا۔

"لے لو اپنا بدلا___ اگر میں مر گیا تو تمہیں سکون مل جائے گا۔اور اگر بچ
گیا تو___"

وہ اسکی طرف جھکا۔حناوے اپنی جگہ پر کھڑی شعلے برساتی آنکھوں سے
اسے گھور رہی تھی۔

اور اگر میں بچ گیا حناوے رانا۔۔تو تم میری ہو جانا۔۔ہمیشہ ہمیشہ ''

''!!___کیل ئی ے خود کو میرا بنا دینا

وہ انتہائی دلکشی سے کہہ رہا تھا۔۔وہ حناوے کو روتے ہوئے نہیں دیکھ سکتا

تھا۔۔وہ چاہتا تھا حناوے اس سے نفرت کرنا بند کر دے۔۔اسی لئے وہ آج

اپنی جان داؤ پر لگانے جا رہا تھا۔ایسا ہی تھا وہ خبطی انسان۔۔

ریوالور دیکھ کر گاڑی میں بیٹھی منال کا دل اچھل کر حلق میں آگیا۔

وہ اس سے پانچ فٹ کے فاصلے پر جا کر کھڑا ہو گیا تھا۔۔سینہ تانے۔۔فنا کر

دینے والی مسکراہٹ ل ئی ے۔۔

لیکن وہ نہیں جانتا تھا اسکے مد مقابل حناوے رانا تھی۔

حناوے نے کانپتے ہاتھوں سے ریوالور کو اوپر کیا۔۔اسکی آنکھوں سے نفرت

کی چنگاریاں نکل رہی تھیں۔۔جو امن ملک کو جلا کر خاک کر دینا چاہتی

تھیں۔سامنے کھڑے شخص کا نشانہ لیا۔۔اور پھر آنکھیں بند کر کے ٹریگر دبا

دیا___

گولی سیدھا امن ملک کو لگی تھی۔۔وہ ایک جھٹکے سے پیچھے ہوا۔۔اپنی سرخ

ہوتی شرٹ کو دیکھا اور پھر حناوے کو دیکھ کر مسکرا دیا___

جبکہ حناوے___وہ ہوش کھو کر گیلی سڑک پر گر چکی تھی___

ZNZ Zubi Novels Zone

حناوے نے کانپتے ہاتھوں سے ریوالور کو اوپر کیا۔۔اسکی آنکھوں سے نفرت

کی چنگاریاں نکل رہی تھیں۔۔جو امن ملک کو جلا کر خاک کر دینا چاہتی

تھیں۔سامنے کھڑے شخص کا نشانہ لیا۔۔اور پھر آنکھیں بند کر کے کانپتے

ہاتھوں سے ٹریگر دبا دیا___

گولی سیدھا امن ملک کو لگی تھی۔۔وہ ایک جھٹکے سے پیچھے ہوا۔۔اپنی سرخ

___ہوتی شرٹ کو دیکھا اور پھر حناوے کو دیکھ کر مسکرا دیا

___جبکہ حناوے___وہ ہوش کھو کر گیلی سڑک پر گر چکی تھی

"مالک۔۔"

خان کسی طوفان کی طرح گاڑی سے باہر نکلا تھا۔اسے اندازہ نہیں تھا کہ حناوے واقعی گولی چلا دے گی۔ ہلکی ہلکی بارش پھر سے تیز ہونے لگی تھی۔ پتھریلی سڑک پر گن کے گرنے کی آواز ابھری تھی۔

امن کو اپنے دائیں کندھے کے قریب شدید درد اٹھتا محسوس ہوا تھا۔

"حناوے۔۔۔"

اسے گیلی پتھریلی سڑک پر نیچے بے ہوش پڑا دیکھ کر امن تڑپ کر اسکی جانب بڑھا تھا۔

"چھوٹے مالک یہ۔۔"

خان نے اسکے جسم سے خون ابلتے دیکھا تو اذیت سے پکارہ تھا۔وہ امن کے قریب ہی کھڑا تھا جبکہ امن حناوے کے پاس تھا۔۔وہ تینوں مکمل طور پر بھیگ چکے تھے۔

امن کا ایک کندھا پہلے ہی زخمی تھا اور ایک اب ہو چکا تھا۔۔تکلیف اس قدر تھی کہ وہ حناوے کو اٹھا نہیں سکتا تھا جبکہ خان کو اجازت نہیں تھی کہ وہ حناوے کا نام بھی لے۔

"حناوے۔۔"

منال اور ڈرائیور اسے پکارتے انکے قریب پہنچ چکے تھے۔

"حناوے اٹھو۔۔حناوے۔۔"

Click On The Link Above To Read More Novels / ✆ / ✉ 0344 4499420
https://www.zubinovelszone.com/

منال نے اسکا گال تھپتھپاتے ہوئے اسے اٹھانے کی کوشش کی لیکن حناوے کے جسم میں کوئی جنبش نہیں ہوئی تھی۔

عجیب سا منظر تھا حناوے علیزے کیلئے تکلیف میں تھی اور امن حناوے کیلئے جبکہ خان امن کو اس حالت میں دیکھ کر اندر اندر ہی کر لا رہا تھا۔

"انکل اسے اٹھائیں ہمیں ہاسپٹل جانا ہو گا۔۔"

منال نے امن کو نظر انداد کرتے ہوئے ڈرائیور سے کہا تھا وہ امن کی جانب دیکھنے سے گریز کر رہی تھی۔۔جانے کیوں اسکا دل امن کی دیوانگی پر تڑپ اٹھا تھا۔

"نہیں خبر دار جو میری حناوے کو چھوا بھی تو۔۔میں خود اٹھاؤں گا۔۔"

امن نے کوشش کر کے اپنے دونوں بازوؤں کو ہلایا اور حناوے کو اٹھانے کی کوشش کی لیکن تکلیف کے باعث اسکے منہ کراہنے کی آواز ابھری تھی۔

مالک۔۔آپ ٹھیک نہیں ہیں مالک خون بہہ رہا ہے ہمیں ہسپتال جانا "ہو گا۔۔"

خان اسکی خون آلود شرٹ دیکھ کر التجاء کر رہا تھا۔اسکی آنکھوں سے بہتے آنسوں بارش کے پانی میں مل کر اپنی حقیقت چھپا رہے تھے۔

پاگل ہو گئے ہیں آپ۔۔اپنی حالت دیکھیں خون بہہ رہا ہے جائیں یہاں "سے حناوے ٹھیک ہے آپکی حناوے میری ذمہداری ہے میں اسے لے "جاؤں گی۔۔اسے کچھ نہیں ہو گا۔۔

منال جو تھوڑا سا خون دیکھ کر اپنے حواس کھو بیٹھتی تھی وہ امن کو اس حالت میں دیکھ نہیں پائی اور نا چاہتے ہوئے وہ اسے یقین دلا گئی کہ حناوے اسکی تھی۔امن نے چونک کر منال کو دیکھا تھا جو اسے ہی دیکھ رہی تھی۔

"آپ پلیز انہیں لے کر جائیں یہاں سے۔۔"

منال اب کی بار خان کی طرف دیکھ کر چلائی تھی اور پھر ڈرائیور کی مدد لے کر حناوے کو اٹھانے کی کوشش کی۔امن نے بند ہوتی آنکھوں سے یہ منظر دیکھا تھا۔ڈرائیور اور منال حناوے کو دونوں جانب سے تھام کر گاڑی کی جانب لے جا رہے تھے۔جبکہ خان بنا امن کے حکم کے کچھ نہیں کر سکتا تھا۔جیسے انہوں نے حناوے کو گاڑی میں ڈالا امن کی آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھانے لگا۔

"خان۔۔"

اس نے تکلیف کی شدت سے خان کو پکارہ تھا۔

"ج۔۔جی مالک۔۔"

خان امن کے پاس بیٹھ چکا تھا۔امن کو اپنا دل بند ہوتا محسوس ہوا تھا اس سے پہلے وہ ہوش ہو کر نیچے گرتا خان اسے تھام چکا تھا۔

"یااللہ رحم کر میرے بچے کی زندگی بخش دے۔اللہ جانے میرے بچے کو کس کی نظر لگ گئی ہے۔۔"

زرمینے گل ہسپتال کی راہداری میں رو رو کر امن کیلئے دعائیں کر رہی تھیں۔

انکا ایک ہی بیٹا تھا جو اپنی ساری تکلیفیں خود خریدتا تھا۔

ارحم، مسز ملک، شہباز ملک اور ارباز ملک سبھی ہسپتال میں تھے۔

امن کا خون بہت زیادہ بہہ گیا تھا اور گولی دائیں کندھے میں لگی تھی۔

"نظر نہیں لگی اسے محبت کرنے والوں کی بددعا لگی ہے۔۔جو دوسروں کی محبتیں چھینتے ہیں ان سے محبت خود انتقام لیتی ہے چچی جان۔۔"

ارحم نے ایک گہرا سانس فضا میں خارج کرتے ہوئے کہا تھا۔اسے اویس اور راحیلہ آج بھی یاد تھے۔۔اسے علیزے کی محبت کا دکھ تھا۔۔

امن کی شکست محبت کے ہاتھوں لکھی تھی اور آج وہ یہاں تک بھی محبت کے ہاتھوں ہی پہنچا تھا۔

"آخر تم بتاتے کیوں نہیں کہ امن کو گولی کیسے لگی خان۔۔اور تم اس وقت کہاں تھے جب یہ حادثہ ہوا۔۔؟"

ارباز ملک خان پر گرج رہا تھا جو سر جھکا کر زبان کو تالہ لگائے کھڑا تھا اسے امن نے بے ہوش ہونے سے پہلے حناوے کا نام لینے سے منع کیا تھا۔

"تم سے پوچھ رہا ہوں خان جواب کیوں نہیں دیتے گونگے ہوگئے ہو کیا۔۔؟"

اسکی خاموشی ارباز ملک کا پارہ مزید ہائی کر رہی تھی۔

Click On The Link Above To Read More Novels / ✆ / ✉ 0344 4499420
https://www.zubinovelszone.com/

"ہم کچھ نہیں جانتا بڑے مالک۔۔"

خان نے نظریں جھکائے جواب دیا تھا۔

اسکے اس جواب پر ارباز ملک کا ہاتھ اٹھا اور خان کے گال پر نشان چھوڑ گیا۔

دفع ہو جاؤ یہاں سے منحوس تمہیں اس لئے امن کے ساتھ رہنے کو کہا تھا"

"کے تم اس کا خیال بھی نہ رکھ سکو۔۔

ارباز ملک نے خان کو دھکا دیا تھا جبکہ خان اس سلوک پر کچھ نہیں بولا تھا۔

بس کر دیں چچا جان۔۔ آپ جانتے ہیں خان امن کی اجازت کے بغیر کچھ " نہیں بولتا۔۔اس وقت خان کو برا بھلا کہنے سے کچھ نہیں ہو گا آپ لوگ امن "کیلئے دعا کریں۔۔

ارحم نے آگے بڑھ کرار باز ملک کو سنبھالا اور خان کو وہاں سے جانے کا حکم دیا تھا جو سپاٹ چہرہ لئے ان سب کی نظروں سے اوجھل ہو گیا تھا۔

"امن ملک ہر گولی چلانے کی جرأت آخر کی کس نے۔۔؟"

شہباز ملک نے اپنے کندھے پر بکھری شال جھٹکتے ہوئے غصے سے کہا۔

ٹی وی پر اب ایک نئی خبر چل رہی تھی۔ ہسپتال کے باہر میڈیا والوں کا ہجوم اکٹھا ہو گیا تھا۔امن ملک کو گولی لگی تھی لوگ اسے ایس پی خضر حیات کے سر ڈال رہے تھے کہ بدلا لینے کیلئے اس نے یہ سب کیا تھا۔

لیکن سچ سے سب ہی ناواقف تھے۔

"خضر بیٹا۔۔"

رخسار پھوپھو نے اسکے کمرے کے دروازے پر دستک دی تھی۔دروازہ کھلا ہوا تھا اور خضر سامنے صوفے پر آنکھیں موندھے لیٹا تھا۔

"جی امی جان۔۔"

انکے پکارنے پر وہ چونک کر سیدھا ہوا۔

کمرے میں ٹی وی چل رہا تھا ہلکی آواز پر لیکن خضر سن کب رہا تھا وہ تو کہیں اور الجھا تھا۔

رخسار پھوپھو چلتے ہوئے اسکے قریب آئیں اور پھر صوفے پر بیٹھ گئیں۔

خضر کے چہرے پر پریشانی واضح تھی۔لوگ اسکے بارے میں غلط باتیں کر رہے تھے۔

کچھ دیر پہلے کمشنر کا فون آیا تھا اسے۔

Click On The Link Above To Read More Novels / / 0344 4499420
https://www.zubinovelszone.com/

میں نے کہا تھا نا کہ ملک خاندان سے اور خاص طور پر امن ملک سے جتنا ہو سکے دور رہو۔۔ تمہاری نیک نامی کی کوئی گواہی نہیں دے گا۔۔ سب لوگ بس کیچڑ ہی اچھالیں گے۔۔ اب ایک ہفتہ سکون سے گزارو اور اپنے آپکو ریلیکس کرو۔۔"

وہ اسے سمجھا بجھا کر فون بند کر چکے تھے جبکہ خضر گہری سوچ کا شکار ہو گیا تھا۔

"تم ٹھیک ہو نا۔۔؟"

رخسار پھوپھو نے اپنے وجیہہ بیٹے کے گال پر ہاتھ رکھ کر پیار سے پوچھا تھا۔

"میں ٹھیک ہوں امی جان۔۔"

خضر نے انکا ہاتھ اپنے دونوں ہاتھوں میں تھامتے ہوئے جواب دیا تھا۔

"جو ہوتا ہے اچھے کیلئے ہوتا ہے تم بالکل پریشان مت ہو۔۔"

رخسار پھوپھو نے اسے دلاسہ دیا۔

"میں اپنے لئے پریشان نہیں ہوں امی۔۔افسوس کہ میں چاہ کر علیزے اویس یار احیلہ اور کسی کو بھی انصاف نہیں دلا سکا۔"

خضر نے تاسف سے کہا تھا اسے اپنی اتنی پرواہ نہیں تھی صرف وہ ایک ہفتے کیلیئے ہی تو معطل ہوا تھا لیکن اسے حناوے کی فکر تھی جانتا تھا اسے کتنا بڑا دھچکا لگا تھا جو کورٹ میں ہوا تھا اس سے۔

"سب ٹھیک ہو جائے گا تم فریش ہو کر نیچے آجاؤ پھر کھانا کھاتے ہیں۔۔"

رخسار پھوپھو اسکا کندھا تھپتھپاتے واپس چلی گئی تھیں جب خضر کی نظر ٹی وی پر چلتی خبر پر پڑی۔

"امن ملک کو گولی۔۔:

وہ ششدر رہ گیا تھا۔

"حناوے۔۔"

جانے کیوں خضر کو اسکا خیال آیا تھا وہ بنا کچھ سوچے سمجھے کمرے سے نکلا اور نیچے کی جانب بھاگا تھا۔وہ حناوے کے پاگل پن سے واقف تھا۔۔نا جانے کیوں اسکا دل کہہ رہا تھا کہ اس حادثے کا حناوے سے کچھ تعلق تو ضرور تھا۔

"بہت زیادہ ذہنی دباؤ اور صدمے کے باعث یہ بے ہوش ہو گئی ہیں ہم نے سکون آور انجیکشن لگا دیئے ہیں۔۔گھبرانے کی ضرورت نہیں انہیں کچھ دیر رک ہوش آجائے گا۔۔"

لیڈی ڈاکٹر نے حناوے کا معائنہ کرنے کے بعد راہداری میں ٹھنڈ سے کانپتی منال کو خبر دی تھی۔ڈاکٹر کی بات سن کر منال کے اعصاب ڈھیلے پڑے تھے۔

اس نے ہسپتال آنے کے بعد سب سے پہلے شاویز کو فون کیا تھا جس نے کچھ دیر تک پہنچنے کا کہا تھا۔

اسے رہ رہ کر امن کا خیال آرہا تھا۔۔ایسا پاگل پن ایسی دیوانگی اس نے کہیں نہیں دیکھی تھی۔۔خود تکلیف میں ہو کر بھی وہ حناوے کو تکلیف میں نہیں دیکھ سکتا تھا حالانکہ اسے وہ تکلیف بھی حناوے نے دی تھی۔

دونوں ایک دوسرے کی تکلیف کا باعث تھے۔حناوے نے اسے جسمانی طور پر بری طرح سے زخمی کر دیا تھا جبکہ امن نے اسے اندرونی زخم دیئے تھے۔

ایک محبت میں پاگل تھا تو دوسرا نفرت میں۔۔جانے اس نفرت کی داستان کا کیا انجام ہونے والا تھا۔۔

"تم سے کس نے کہا تھا کہ تم دونوں ڈرائیور کے ساتھ آؤ۔۔؟"

شاویز منال پر برس پڑا تھا۔آج کافی عرصے بعد اس نے منال پر ایسے غصہ کیا تھا منال تو سہم کر پیچھے ہوئی۔

"وو۔۔وہ حناوے۔۔"

منال نے کچھ کہنا چاہا تھا لیکن شاویز کے تنے نقوش دیکھ کر اسکے الفاظ منہ میں ہی دم توڑ گئے۔

"میں خود تمہیں چھوڑ کر آیا تھا نا تو مجھے کال کر دیتی میں خود لینے آجاتا لیکن اکیلے ڈرائیور کے ساتھ سفر کرنے سے میں نے منع کیا تھا نا پھر اثر کیوں نہیں ہوتا۔۔؟"

اسکے لاکھ منع کرنے کے باوجود بھی وہ باز نہیں آتی تھیں۔

ڈر سے منال کا وجود لرزنے لگا تھا۔وہ پہلے ہی گیلے کپڑے ہونے کے باعث ٹھنڈ سے کانپ رہی تھی اوپر سے شاویز کا غصہ دیکھ کر اسکی جان ہی نکل گئی تھی۔

رحمن نے تم دونوں کو اکیلے آنے کیسے دیا اتنی بڑی غلطی کیسے کر سکتا ہے "

"وہ۔۔؟

شاویز کو رہ رہ کر غصہ آرہا تھا۔

وو۔۔وہ رح۔۔رحمن بھائی گھر نہیں تھے۔۔حنا۔۔حناوے کو آنے کی "

"جلدی تھی اسی لئے۔۔

منال نے آنکھوں میں آئے آنسوؤں کو پیچھے دھکیلتے ہوئے جواب دیا۔وہ شاویز کو سب بتا چکی تھی اور شاویز کو حناوے سے اس پاگل پن کی امید نہیں تھی۔

"اگر امن نے حناوے کے خلاف پولیس کو بیان دے دیا تو۔۔؟"

سوچ سوچ کر شاویز کا دماغ گھوم رہا تھا پہلے ہی امن کے کیس کو لے کر انکے خاندان کے خلاف کافی باتیں کی گئی تھیں وہ مزید نہیں سن سکتا تھا۔

اس سے پہلے شاویز مزید کچھ کہتا اسکے موبائل پر بیل ہوئی۔۔شاویز نے ایک نظر دیکھا تو خضر کا فون تھا۔

پھر اس نے نم آنکھیں لئے لرزتے وجود کے ساتھ کھڑی منال کو دیکھا جسکے کپڑے زیادہ نہیں لیکن کچھ حد تک گیلے تھے۔

شاویز نے کال کاٹنے کے بعد ایک گہرا سانس اندر کھینچا اور پھر اپنے کندھوں پر پڑی شال اتار کر دونوں جانب سے منال کے اوپر اوڑھائی۔

وہ ہمیشہ اپنے جاگیر درانہ روپ میں ہوتا تھا۔۔کلف لگا سوٹ اور اس پر کندھوں پر بکھری شال۔۔

منال نے شاویز کی اس حرکت پر بری طرح سے چونکی تھی اور پھر سر اٹھا کر اپنے قریب کھڑے شاویز کو دیکھا تھا جو اسے ہی دیکھ رہا تھا۔

منال کی نم آنکھیں اسے بہت کچھ کہنا چاہتی تھیں جسے سننا کا شاویز کے پاس وقت نہیں تھا۔ وہ بنا کچھ کہے سنے پلٹا اور آگے بڑھتا چلا گیا۔ اب وہ خضر کا نمبر ملائے اسے کچھ بتا رہا تھا جبکہ منال نے اسکی دی ہوئی شال کو اچھے سے خود کے گرد لپیٹا۔۔

اسے محسوس ہوا تھا جیسے وہ شال نہیں بلکہ شاویز کا حصار تھا جس میں قید ہونے کے بعد وہ خود کو محفوظ تصور کر رہی تھی۔

شب وصل تھی، چاندنی کا سماں تھا"

"بغل میں صنم تھا، خدا مہربان تھا

دیکھ لے، خاک ہے کاسے میں کہ زر ہے سائیں"
دستِ دادار بڑا شعبدہ گر ہے سائیں

تو مجھے اس کے خم و پیچ بتاتا کیا ہے
کوئے قاتل تو مری راہ گزر ہے سائیں

یہ جہاں کیا ہے بس اک صفحۂ بے نقش و نگار
اور جو کچھ ہے ترا حسنِ نظر ہے سائیں

شہر و صحرا تو ہیں انسانوں کے رکھے ہوئے نام
گھر وہیں ہے دلِ دیوانہ جدھر ہے سائیں

ہم نے پہلے بھی مآلِ شبِ غم دیکھا ہے

آنکھ اب کے جو کھلے گی تو سحر ہے سائیں

پاؤں کی فکر نہ کر بارِ کم و بیش اتار

اصل زنجیر تو سامانِ سفر ہے سائیں

آگے تقدیر پرندے کی جہاں لے جائے

حدِ پرّ واز فقط حوصلہ بھر ہے سائیں

شاعری کون کرامت ہے مگر کیا کیجئے

درد ہے دل میں سو لفظوں میں اثر ہے سائیں

عشق میں کہتے ہیں فرہاد نے کاٹا تھا پہاڑ

"ہم نے دن کاٹ دیئے یہ بھی ہنر ہے سائیں۔۔

امن کو ہوش آگیا تھا اسکے کندھے سے گولی نکال دی گئی تھی۔

سب نے اس سے پوچھنے کی کوشش کی تھی کہ اسے یہ گولی کیسے لگی تھی لیکن اس نے کسی کو کوئی جواب نہیں دیا تھا۔

امن میں آخری بار پوچھ رہا ہوں بتاؤ یہ سب کیسے ہوا ورنہ میں خود پتا لگوا لوں گا۔۔"

ارباز ملک نے اسے آخری موقع دیا تھا جبکہ امن آنکھیں موندھے لیٹا رہا اس نے کسی بات کا جواب دینا ضروری نہیں سمجھا تھا۔

"ٹھیک ہے میں خود ہی کچھ کرتا ہوں۔۔"

ارباز ملک نے اسکی خاموشی دیکھ غصے سے فون نکالا اور اپنے گارڈ کو بلایا۔

کمرے میں اس وقت امن اور ارباز ملک ہی تھے۔کچھ دیر بعد گارڈ سر جھکائے کھڑا تھا۔

"وہ لڑکی جس نے یہ کیس اوپن کروایا تھا جو اس پاگل لڑکی کے ساتھ تھی وہ زندہ نہیں بچنی چاہیے"۔۔

ارباز ملک نے کن انکھیوں سے امن کی طرف دیکھتے ہوئے گارڈ کو حکم دیا تھا۔
ارباز ملک کی بات سن کر امن نے پٹ سے آنکھیں کھولی۔۔اسکی آنکھوں سے وحشت اور غصہ چھلک رہا تھا۔
وہ ارباز ملک کو گھور رہا تھا۔

"جہاں تک مجھے لگتا ہے یہ کام اس نے ہی کروایا ہے اور امن کو گرفتار کروانے میں بھی اسکا ہاتھ تھا۔۔بہت بری موت دوا سے۔۔"

"خبردار۔۔"

امن کسی زخمی شیر کی طرح دھاڑا تھا۔

خبردار جو کسی نے حناوے کی طرف آنکھ اٹھا کر دیکھنے کی ہمت بھی کی تو"

"زندہ جلادوں گا۔۔

وہ بری طرح سے چیخا تھا۔گارڈ ڈر کر پیچھے ہٹا تھا۔دونوں کندھوں میں اٹھنے والی تکلیف کو نظرانداز کئے وہ اپنے باپ کو گھور رہا تھا اسکی آنکھیں اس قدر لال تھیں جیسے خون ٹپک رہا تھا۔

"تم جاؤ بس اور کچھ نہیں کرنا۔۔"

ارباز ملک نے گارڈ کو حکم دیا جو سر جھکا کر چلا گیا۔

جبکہ امن ابھی تک دروازے کو گھور رہا تھا جہاں سے وہ ہٹا کٹا گارڈ گیا تھا۔

Click On The Link Above To Read More Novels / ✆ / ✉ 0344 4499420
https://www.zubinovelszone.com/

تو میرا اشک درست نکلا تم اس لڑکی محبت میں گرفتار ہو۔۔جانتے ہو وہ کون "ہے؟ خاندانی دشمنی ہے ان سے ہماری۔۔اور تم دشمن کی بیٹی کے عشق میں پاگل ہو رہے ہو۔۔دماغ خراب ہو گیا ہے تمہارا امن۔۔"

اس بار ارباز ملک کو بھی شدید غصہ آیا تھا۔

"ہاں پاگل ہو گیا ہوں میں۔۔اور وہ میرا پاگل پن ہے اب اگر کسی نے اسے نقصان پہنچانے کی کوشش کی تو نقصان کا ذمہدار وہ خود ہو گا۔"

امن پہلے سے زیادہ اونچی آواز میں چلایا تھا اور پھر تکلیف کے باعث دوہرا سا ہو گیا تھا۔

"کیا ہو گیا ہے جی سب ٹھیک تو ہے نا۔۔؟"

چیخنے چلانے کی آوازیں سن کر زر مینے گل بھاگی آئی تھی۔

"سنبھالو اپنے اس پاگل بیٹے کو۔۔اپنے اس حالت کا یہ ذمہدار خود ہے۔۔"

ارباز ملک غصے سے کہتا کمرے سے چلا گیا تھا جبکہ زرمینے گل نے امن کو پکڑ کر سیدھا کیا اور پھر اسے بیڈ پر لٹا دیا۔اسکے زخم سے خون رسنے لگا تھا۔

"میں ڈاکٹر کو بلاتی ہوں تم لیٹے رہو۔"

زرمینے گل نے امن کی پیشانی پر بوسہ دیا تھا اور تبھی ارحم کمرے میں داخل ہوا۔

امن کی پٹی کو خون میں رسیا دیکھ کر اسے تکلیف ہوئی تھی لیکن وہ امن سے سخت ناراض تھا اسی لئے بنا کچھ کہے ڈاکٹر کو بلانے چلا گیا۔

کچھ دیر بعد ڈاکٹر نے سکون آور انجیکشن لگا دیا تھا۔

"حناوے کو کسی نے کچھ کہا تو میں اسکی جان لے لوں گا۔۔"

وہ نیم غنودگی کی سی حالت میں بڑبڑا رہا تھا۔ارحم نے تاسف سے امن کو دیکھا جو اپنی محبت کے ہاتھوں ختم ہو رہا تھا۔

"تم پاگل ہوگئی ہو حناوے تم نے امن ملک پر گولی چلادی۔۔"

شاویز بے چینی سے کمرے میں ٹہل رہا تھا جبکہ حناوے جیسے پتھر کا بت بنے بیٹھی تھی۔اسے خود یقین نہیں ہو رہا تھا کہ اس نے امن ملک کو گولی ماری تھی۔۔امن ملک کو۔۔

امن کی شرٹ سے ابلتا خون اسکے تصور میں بار بار ابھر رہا تھا۔اس نے کبھی سوچا نہیں تھا کہ وہ کسی سے اتنی نفرت کرے گی کہ اسکی جان تک لینے کی کوشش کرے گی۔

آنسوؤں کا ایک گولا اسکے گلے میں اٹکا تھا۔۔نہ وہ رو پا رہی تھی اور نہ کسی سے کہہ پا رہی تھی وہ یہاں سے بھاگ جانا چاہتی تھی۔۔کہیں دور جہاں امن ملک کا تصور نہ ہو۔۔

"اگر اس نے بیان دے دیا تو۔۔؟"

"نہیں وہ ایسا کبھی نہیں کرے گا۔۔"

خضر جو خاموش بیٹھا حناوے کے چہرے کے تاثر جانچ رہا تھا شاویز کی بات پر اس نے جواب دیا۔

"تم یہ کیسے کہہ سکتے ہو۔۔؟"

شاویز نے ٹھٹک کر خضر کو دیکھا۔

امن ملک کو اچھے سے جانتا ہوں۔۔۔وہ کبھی حناوے کا نام نہیں آنے دے گا۔۔"

خضر نے پورے یقین سے کہا۔

اگر ایسا ہو جائے تو اچھا ہے لیکن ملک خاندان بدلا لئے بغیر پیچھے ہٹنے والوں میں سے نہیں۔۔"

شاویز کی تسلی نہیں ہوئی تھی۔

بدلا تو وہ لے گا۔۔۔اور کوئی نہیں بلکہ امن ملک ہی لے گا۔۔اور بدلے "

"میں وہ۔۔

خضر کچھ کہتے کہتے رک گیا۔حناوے سامنے وہ ایسی بات نہیں کرنا چاہتا تھا۔

"باہر چلو تم سے ضروری بات کرنی ہے۔۔"

خضر نے شاویز کو اشارہ کیا اور وہ دونوں حناوے کو خاموش اور ساکت چھوڑ کر کمرے سے ناہر نکل گئے۔

ہم ہوئے تم ہوئے کہ میر ہوئے "

اس کی زلفوں کے سب اسیر ہوئے

جن کی خاطر کی استخواں شکنی
سو ہم ان کے نشان تیر ہوئے

نہیں آتے کسی کی آنکھوں میں
ہو کے عاشق بہت حقیر ہوئے

آ گئے یہ بے ادائیاں کب تھیں
ان دنوں تم بہت شریر ہوئے"

دو دن ہسپتال میں رہنے کے بعد امن گھر آ گیا تھا۔ملک خاندان کے افراد بہت غصے میں تھے لیکن امن ملک کافی پر سکون تھا۔۔اسکی یہ خاموشی اور

اسکا یوں مطمئن اور پر سکون ہونا پورے ملک خاندان کو حیرت میں مبتلا کر گیا تھا۔

وہ امن جسے کوئی آنکھ دیکھ بھی لے تو وہ آنکھ ہی نکال لیتا تھا آج گولی کھانے کے بعد بھی کتنے مزے میں تھا۔

ارحم نے اسکے خاموشی اور مطمئن ہونے پر شکر ادا کیا تھا کہ طوفان ٹک کر بیٹھا تھا۔

جبکہ امن نے گھر آنے کے بعد سب سے پہلا نمبر حناوے کا ملایا تھا۔۔وہ اسے سینکڑوں بار بلاک کر چکی تھی اور وہ ہر دفعہ اسکی آواز سننے کیلئے ایک نئے نمبر کے ساتھ موجود ہوتا تھا۔

دوسری بیل جانے پر فون اٹھالیا گیا تھا۔

"ہیلو۔۔"

حناوے کی کھوئی کھوئی سی آواز ابھری تھی۔

"حناوے۔۔"

اس نے جذبات سے چور لہجے میں حناوے کو پکارہ تھا جبکہ اسکی آواز سن کر حناوے کو اپنے پورے جسم پر چیونٹیاں سی رینگتی محسوس ہوئی تھیں۔اسکی زبان تالو سے چپک گئی تھی۔

حناوے رانا۔۔تمہاری بد قسمتی کہ میں بچ گیا لیکن میری خوش قسمتی دیکھو"
"اب تمہیں حناوے ملک بنناہی پڑے گا۔۔

وہ صوفے کی پشت سے ٹیک لگائے سامنے میز پر ٹانگ پر ٹانگ جمائے دلکش انداز میں کہہ رہا تھا۔

جبکہ حناوے تو مارے ضبط کے کچھ بول ہی نہیں پائی تھی۔عجیب شخص تھا حناوے کی سمجھ سے تو باہر تھا۔

Click On The Link Above To Read More Novels / ✆ / ✉ 0344 4499420
https://www.zubinovelszone.com/

"تمہیں پتا ہے حناوے تمہاری گولی اپنے وجود پر کھانے کے بعد میری محبت کی شدت میں اضافہ ہو گیا ہے۔۔ تم۔۔ حناوے رانا تم سب جیسی نہیں ہو۔۔ تم نے مجھے ہر طرف سے گھائل کر دیا ہے۔۔ تم نے امن ملک کو حیران کر دیا ہے۔۔ جو لڑکی نفرت میں کسی کی جان لے سکتی ہے اگر وہ محبت کرے گی تو کیا کرے گی۔۔؟"

وہ سرسراتی آواز حناوے کو عجیب سی کیفیت میں مبتلا کر رہی تھی اور آخری جملے پر حناوے کے ضبط کی انتہا ہوئی۔

"لیکن میں تم سے نفرت کرتی ہوں اور ہمیشہ کرتی رہوں گی۔۔"

وہ اتنی زور سے چلائی تھی کہ امن ملک کے ساتھ ساتھ پورا مری سن لے۔

"میں تمہیں محبت کرنے پر مجبور کر دوں گا حناوے رانا۔۔"

Click On The Link Above To Read More Novels / ✆ / ✉ 0344 4499420
https://www.zubinovelszone.com/

اسکی بات پر امن ملک پر کوئی اثر نہیں ہوا تھا۔

اور میں حناوے رانا آج تم سے وعدہ کرتی ہوں امن ملک۔۔کہ میں تمہیں" مرنے پر مجبور کر دوں گی جس طرح تم نے علیزے کو مرنے پر مجبور کیا تھا "ویسے ہی یاد رکھنا۔۔تم موت کو اپنے ہاتھوں سے گلے لگاؤ گے۔۔

وہ لال انگارہ آنکھیں موبائل کی سکرین پر گاڑے چلائی تھی جیسے اسکے ہاتھ میں موبائل نہیں بلکہ امن ملک ہو اور پھر موبائل کو زور سے دیوار پر دے مارا تھا۔

اسکے بعد وہ نیچے فرش پر بچھے بیش قیمتی قالین پر بیٹھ کر پھوٹ پھوٹ کر رو دی تھی۔

ماضی

Zubi Novels Zone

کہتے ہیں وقت سب سے بڑا کھلاڑی ہے۔۔۔اور خاص طور پر جب کھیلنے والا ایک مرد ہو۔

شہباز ملک جسکی آنکھوں سے ذلے کیلئے نفرت چھلکتی تھی ان آنکھوں کا مفہوم اب اچانک بدلنے لگا تھا۔۔

ایک الوہی سی چمک ذلے کو ان آنکھوں میں نظر آتی تھی جب بھی کہیں اسکا سامنا شہباز ملک سے ہوتا تھا۔

ویسا ہی ایک دن تھا جب ذلے کی دوست ملائکہ نہیں آئی تھی لیکچر فری تھا وہ بور ہو رہی تھی اور پھر کچھ سوچ کر اکیلے ہی لائبریری کی جانب بڑھ گئی۔

لائبریری کے باہر اسے شہباز ملک اپنے آوارہ دوستوں کے ساتھ نظر آ گیا تھا۔وہ پلٹ جانا چاہتی تھی تبھی شہباز ملک کی نظر اس پر پڑی۔دونوں کی آنکھیں چار ہوئیں اور ذلے کو اب واپس پلٹنا اپنی توہین لگا۔

وہ نہیں چاہتی شہباز ملک یہ سمجھے کہ وہ اس سے ڈر کر واپس پلٹ آ گئی تھی۔

اسی لئے وہ خود پر قابو پاتی لائبریری کے داخلی دروازے کی طرف بڑھی۔

Click On The Link Above To Read More Novels / ✆ / ✉ 0344 4499420
https://www.zubinovelszone.com/

لیکن شہباز ملک کے ایک دوست نے دروازہ کے بیچوں بیچ کھڑے ہوتے ہوئے اسکا راستہ روکا۔

"کیا بدتمیزی ہے یہ راستہ چھوڑو میرا۔۔"

ذلے نے گھور کر اسے دیکھا۔

"یہ راستہ تو نہیں چھوڑنے والا میں۔۔"

وہ ذلے کو دیکھتے ہوئے قہقہہ لگا کر ہنسا تھا۔

"جنید جانے دو اسے۔۔۔"

شہباز ملک نے ذلے کو دیکھتے ہوئے اپنے دوست کو حکم دیا۔

"ارے نہیں یار۔۔اتنی بھی جلدی کیا ہے۔۔؟"

جنید نے شہباز ملک کی بات کو مذاق میں اڑاتے ہوئے خباثت سے قہقہہ لگایا۔

جبکہ ذلے اسے گھور رہی تھی۔

"سنا ہے ذلیخہ نے عشق کیا تھا۔۔تم بھی ذلیخہ ہو ہمیں محبوب ہی بنا لو۔۔"

اسکی گھٹیا باتوں سے ذلے کا دماغ گھوما اسکا ہاتھ اٹھا اور جنید کے گال پر نشان چھوڑ گیا۔

راہداری سے گزرتے سٹوڈنٹس تھپڑ کی آواز پر رکے اور حیران نظروں سے ذلے اور جنید کو دیکھنے لگے۔

"تم۔۔گھٹیا لڑکی۔۔"

جنید نے گالی دیتے ہوئے ذلے کو واپس مارنے کیلئے ہاتھ اٹھایا تھا لیکن اس بار سٹوڈنٹس کے ساتھ ساتھ ذلے کو بھی حیرت کا جھٹکا لگا تھا کیونکہ جنید کا اٹھا ہوا ہاتھ شہباز ملک تھام چکا تھا۔

"تم سے کہا جانے دو اسے اثر نہیں ہوتا کیا۔۔؟"

شہباز نے جنید کو دھکا دیا۔ جبکہ ذلے حیرت سے شہباز ملک کو دیکھ رہی تھی اسکا بدلا بدلا روپ اس سے ہضم نہیں ہو رہا تھا۔

Zubi Novels Zone

"تم نے اس گھٹیا لڑکی کیلئے مجھے دھکا دیا۔۔؟"

جنید کو شدید غصہ آیا تھا اس نے پھر سے ذلے کو گالی دی تھی۔

"جنید بکواس بند کرواپنی۔۔"

اور شہباز ملک خود پر قابو نہیں رکھ پایا تھا اس نے جنید کے منہ پر ایک گھونسا رسید کیا تھا۔

ذلے نے منہ پر ہاتھ رکھ کر خود کو چیخنے سے روکا تھا۔ شہباز ملک اسے حیرت کے جھٹکے دے رہا تھا۔

اس سے پہلے وہ دونوں مزید الجھتے ذلے نے وہاں سے بھاگ جانا مناسب سمجھا تھا۔

رانا ہاؤس میں ایک عدالت سی لگی تھی۔ خاندان کے سبھی بڑے افراد وہاں پر موجود تھے۔

خیام رانا پریشان نظر آ رہے تھے۔ راجپوت اور ملک خاندان کی جو دشمنی سالوں سے دبی ہوئی تھی وہ پھر سے سر ابھار رہی تھی۔ دونوں خاندانوں میں

ہمیشہ سے ایک سرد جنگ جاری تھی۔۔جواب صرف سرد جنگ نہیں رہی تھی۔

حناوے رانا نے ملک خاندان کے سپوت پر گولی چلائی تھی۔

حناوے نے بالکل ٹھیک کیا دادا جان اگر وہ ملک خاندان کا آوارہ چشم وچراغ "جو لوگوں کی زندگیوں کو جہنم بناتا ہے وہ رات گئے یوں کسی کا راستہ روکے گا تو "اسکے ساتھ ایسا ہی ہونا چاہیے۔۔

شاویز نے حناوے کی طرفداری کی تھی۔

Zubi Novels Zone

حیرت اس بات پر ہے انہوں نے کوئی رد عمل نہیں کیا اس بات پر۔۔۔"

"حالانکہ ملک خاندان کیلئے یہ کوئی معمولی بات نہیں ہے۔۔

وہ پریشان تھے۔خیام رانا کی اس بات پر خضر اور شاویز نے ایک دوسرے کی جانب دیکھا تھا۔وہ دونوں ہی نہیں چاہتے تھے کے بات مزید آگے بڑھے۔

چھوڑیں ناناجان جب انہوں نے کوئی رد عمل ظاہر نہیں کیا تو ہمیں بھی اس "بات کو یہیں ختن کر دینا چاہیے۔۔"

خضر نے جواب دیا تھا۔

تم ٹھیک کہہ رہے ہو برخوردار۔۔اس بات کو یہیں ختم کر دینا چاہیے "دونوں خاندان کی بھلائی اسی میں ہے۔۔"

اس سے پہلے مزید کوئی کچھ کہتا گھبرائی ہوئی منال ڈرائنگ روم میں داخل ہوئی تھی اسکے چہرے پر ہوائیاں اڑی ہوئی تھیں۔

"خضر بھائی۔۔"

اس نے پریشانی سے خضر کو پکارہ تھا۔

"کیاہوا منال سب ٹھیک تو ہے نا۔۔؟"

اسکی حالت بھانپ کر خضر فوراً اپنی جگہ سے کھڑا ہوا تھا۔

"وہ۔۔وہ حناوے کو پتا نہیں کیا ہو گیا ہے۔۔وہ پاگل ہو گئی ہے۔۔"

منال نے اپنی پھولی سانسوں پر قابو پاتے ہوئے بتایا تھا۔

حناوے کا نام سنتے ہی خضر بجلی کی طرح اسکے کمرے کی جانب بھاگا تھا۔باقی افراد اسکے پیچھے تھے۔

حناوے نے کمرے کا حشر نشر کیا ہوا تھا۔ڈریسنگ ٹیبل پر رکھی چیزیں اٹھا اٹھا کر اس نے آئینے کو مکمل طور پر توڑ دیا تھا۔

"میں تمہیں نہیں چھوڑوں گی امن ملک۔۔ تمہیں سزا ملے گی۔۔"

وہ ہیجانی انداز میں چلا رہی تھی۔وہ اس وقت بالکل ہی پاگل لگ رہی تھی۔

"حناوے یہ کیا کر رہی ہو تم۔۔؟"

خضر نے آگے بڑھ کر اسکے ہاتھ سے وہ کانچ کے ٹکڑے چھینے تھے جنہیں وہ نیچے سے اٹھا اٹھا کر واپس آئینے پر مار رہی تھی جیسے وہ آئینہ نہیں امن ملک ہو۔۔اور اس دوران اسکے اپنے ہاتھ بری طرح زخمی ہو گئے تھے۔

"چھوڑو مجھے۔۔میں مار ڈالوں گی اسے۔۔ نہیں چھوڑوں گی۔۔"

وہ بے قابو ہو رہی تھی۔ہاتھوں سے رستا خون دیکھ خضر کا اپنا خون کھول اٹھا تھا۔

"حناوے ہوش میں آؤ۔۔"

خضر نے اسے بازوؤں سے پکڑ کر جھنجھوڑا تھا۔لیکن حناوے کو تو جیسے کچھ سنائی نہیں دے رہا تھا۔نہ چاہتے ہوئے خضر کا ہاتھ اٹھا اور حناوے کے گال پر نشان چھوڑ گیا۔

Zubi Novels Zone

اسکے ایسا کرنے پر حناوے نے ساکت نظروں سے خضر کو دیکھا۔۔اسکی آنکھوں میں عجیب سی اذیت تھی۔۔دروازے میں کھڑے زیان،شاویز، خیام رانااور باقی افراد نے یہ منظر دیکھا تھا۔

حناوے کی حالت پر سب کو افسوس ہورہا تھا۔گھر کے کچھ افراد اس سارے معاملے سے آگاہ تھے جبکہ باقی حناوے کی اس حالت اور حرکت پر حیران تھے۔

"خضر۔۔وو۔۔وہ۔۔امن۔۔ملک۔۔"

حناوے نے شاید پہلی بار خضر کو اسکے نام سے پکارہ تھا۔۔وہ ہمیشہ اسے الٹے سیدھے ناموں سے مخاطب کرتی تھی۔۔اور رشوت خور تو اسکا پسندیدہ تھا۔۔ وہ جیسے بہت کچھ کہنا چاہتی تھی لیکن اسکی زبان اسکا ساتھ نہیں دے رہی تھی۔۔اس نے پہلی بار خضر کو پکارہ تھا یقیناً وہ بہت تکلیف میں تھی۔۔اسکے

ہاتھ بری طرح سے زخمی تھے لیکن خضر جانتا تھا وہ اندر سے زیادہ زخمی تھے۔۔

حناوے رانا اور امن ملک دونوں ہی اپنی اپنی جگہ گھائل تھے ایک نفرت میں تو دوسرا محبت میں۔۔

اور دونوں ہی اپنے اپنے معاون جذبوں کے زیر اثر جی نہیں پا رہے تھے۔۔

امن ملک کو حناوے رانا کی محبت نہیں جینے دے رہی تھی جبکہ امن ملک کی نفرت نے حناوے کو جینا ہی بلا دیا تھا۔

"کیوں کر رہی ہو حناوے تم اپنے ساتھ یہ سب۔۔کیوں دے رہی ہو خود کو اتنی تکلیف میں نہیں دیکھ سکتی تمہیں اس حالت میں۔۔مجھے تو پہلے ہی امن کا دکھ جینے نہیں دیتا۔۔"

حناوے کے زخمی ہاتھ اور اسکی حالت دیکھ کر فاریہ بیگم اسکے سامنے رو دی تھیں۔

وہ بھی عورت تھیں اور اسکے ساتھ ساتھ ماں بھی تھیں۔۔اکیلی تھیں اوپر سے پندرہ سالا بیٹے کے غم نے جو کومہ میں تھا انہیں توڑ کر رکھ دیا تھا اور اب حناوے کی حالت انہیں اندر ہی اندر کھائے جا رہی تھی۔انہیں سمجھ نہیں آرہا تھا کہ انکے ہنستے کھیلتے بچوں کو کس کی نظر لگی تھی۔

"ماما۔۔"

جانے کتنے سالوں بعد حناوے نے انہیں اتنے پیار سے پکارہ تھا۔اسکے دونوں ہاتھوں پر پٹی بندھی تھی۔

خضر کچھ دیر پہلے ہی رانا ہاؤس سے گیا تھا۔حناوے اب کچھ پر سکون تھی۔

شاید خود کو جسمانی تکلیف کی اذیت میں مبتلا کر کے وہ اپنی اندرونی تکلیف کی شدت کو کم کرنے میں کامیاب ٹھہری تھی۔

Zubi Novels Zone

"بولو بیٹا۔۔"

فاریہ بیگم اسکے لہجے پر نثار ہوتے بولی تھیں۔

"مجھے یہاں نہیں رہنا۔۔مجھے دور جانا ہے۔۔بہت دور۔۔باہر۔۔دوسرے ملک۔۔مجھے پاکستان میں نہیں رہنا۔۔مجھے لاء پڑھنے جانا ہے وکیل بننا ہے اور پھر۔۔پھر امن ملک کے خلاف کیس لڑنا ہے اسے سزا دلوانی ہے۔۔مجھے یہاں سے بھیج دیں۔۔دور بھیج دیں مجھے پلیز ماما۔۔"

حناوے اپنے زخمی ہاتھوں سے انکے دونوں ہاتھ تھام کر التجاء کر رہی تھی جبکہ فاریہ بیگم اسکی بات سن کر ساکت رہ گئی تھیں۔

Click On The Link Above To Read More Novels / ✆ / ✉ 0344 4499420
https://www.zubinovelszone.com/

میرے خیال سے حناوے ٹھیک کہہ رہی ہے کچھ دنوں کیلئے اسکا یہاں سے "
"چلے جانا ہی بہتر ہے۔۔

اس بار لاؤنج میں نشست لگی تھی۔رانا ہاؤس کے مردوں کے ساتھ ساتھ خواتین بھی شامل تھیں۔

فاریہ بیگم نے حناوے کی بات کو شاویز تک پہنچایا تھا۔

"لیکن اس حالت میں ہم اسے اکیلے کہاں بھیجیں گے۔۔؟"

ماریہ چچی نے فکر مندی سے پوچھا۔

جس طرح سے اسکی ذہنی حالت ہے اگر وہ یہاں رہی تو مزید بگڑ جائے "
گی۔۔علیزے اور امن کا خیال اسے چین نہیں لینے دے گا۔۔اس فیصلے میں میں شاویز کا ساتھ دوں گا ہمیں واقعی حناوے کو کچھ دنوں کیلئے منظر سے ہٹانا
"پڑے گا۔۔

خضر نے بھی سنجیدہ لہجے میں شاویز کی حمایت کی تھی۔

فاریہ بیٹا آپ کیا کہتی ہیں حناوے آپکی بیٹی ہے ہم سے زیادہ آپکا حق ہے اس "پر۔۔آپکا جو فیصلہ ہو گا وہ ہمیں منظور ہو گا۔۔"

سب بات سن کر خیام رانا نے اپنے شہید بیٹے کی بیوی سے سوال کیا تھا۔فاریہ بیگم انہیں بہت عزیز تھیں جنہوں نے اپنی ساری عمر اپنے بچوں کیلیئے گزار دی تھی۔

میں ہر قدم پر اپنی بیٹی کے ساتھ ہوں۔۔میں حناوے کا ساتھ دوں گی۔۔"
"اسے مضبوط بننا ہو گا۔۔

فاریہ بیگم نے مضبوط لہجے میں کہا تھا انکی بات سن کر خضر کے لبوں پر مسکراہٹ ابھری تھی۔

"ٹھیک ہے لیکن میری ایک شرط ہے۔۔"

خیام رانا کی بات پر سب نے چونک کر انہیں دیکھا تھا جبکہ وہ پر اسرار نظروں سے خضر کو دیکھ رہے تھے۔

حناوے کو ملک سے باہر بھیجنے پر سب راضی ہو گئے تھے کیونکہ حناوے اور فاریہ بیگم دونوں خود راضی تھیں۔

اسی سلسلے میں خضر اور رحمن بھائی نے تفصیلی ملاقات کی تھی۔

"آپ تو جانتے ہیں رحمن بھائی حناوے کتنی ضدی ہے اور میرا اپنا بھی یہی خیال ہے کہ اسے کچھ وقت کیلئے یہاں سے چلے جانا چاہیے آپ امریکا سے قانون پڑھ کر آئے ہیں حناوے کا ایڈمیشن ہو جائے گا نا وہاں پر۔؟"

ایک ہفتہ لگ جائے گا لیکن مجھے پوری امید ہے جس یونیورسٹی سے میں نے"
"پڑھا ہے حناوے کا وہیں ایڈمیشن ہو جائے گا۔
رحمن بھائی نے پورے یقین سے کہا تھا۔

ٹھیک ہے اس فائل میں اسکے ڈاکومینٹس ہیں اور میں آپکو ای میل بھی"
"کر دیتا ہوں جتنی جلدی ہو سکے آپ یہ کام کریں۔۔
خضر سنجیدگی سے کہہ رہا تھا۔

"فکر نہ کرو ایس پی صاحب کام ہو جائے گا۔"
رحمن بھائی نے سنجیدہ ماحول کا اثر زائل کرنے کیلیئے خوشگوار لہجے میں کہا تو
خضر مسکرا دیا۔
ابھی اسے بہت سے ضروری کام کرنے تھے۔

Zubi Novels Zone

"ٹھیک ہے پھر شام میں ملتے ہیں"

گرم جوشی سے گلے ملنے کے بعد خضر رانا ہاؤس سے نکل گیا تھا جبکہ رحمن بھائی نے حناوے کے کمرے کا رخ کیا تھا۔وہ اسے بہت کچھ سمجھانا چاہتے تھے۔

ماضی

"پتا نہیں کیوں ملائکہ مجھے شہباز ملک سے عجیب سا خوف آنے لگا ہے۔۔" پہلے مجھے اس سے ڈر نہیں لگتا تھا لیکن کب سے اسکا رویہ بدلا ہے اور اس نے "اپنے دوست کو مارا ہے میرا دل کسی انہونی کے خوف سے ڈرنے لگا ہے۔۔ ذلے پریشانی سے کہہ رہی تھی۔وہ دونوں اس وقر یونیورسٹی کے گراؤنڈ میں بیٹھی تھیں۔ذلے کسی گہری سوچ میں غرق ہاتھوں سے گھاس نوچ رہی تھی۔

"جہاں محبت وہ وہاں ڈر نہیں ہوتا ذلے۔۔"

ملائکہ کی بات پر ذلے نے چونک کر اسے دیکھا۔اسے ملائکہ کی بات سمجھ نہیں آئی تھی۔

ہاں ذلے میں شہباز ملک کی آنکھوں میں تمہارے لئے محبت دیکھی ہے۔۔۔وہ شہباز ملک جسکی آنکھوں سے نفرت کے انگارے نکلتے تھے یہ وہ شہباز ملک تو نہیں ہے یہ تو کوئی اور ہی شہباز ملک ہے جو ذلے رانا کو دیکھ کر نظریں نیچی کر لیتا ہے۔۔جو اسکے لئے اپنے دوستوں سے ٹکرا رہا ہے۔۔"

ذلے نے ملائکہ کی بات سنتے ہوئے اسکی نظروں کے تعاقب میں دیکھا تو کچھ دور پارکنگ ایریا میں گاڑی سے ٹیک لگائے اپنی جانب تکتے شہباز ملک کو پایا۔ وہ اکیلا تھا اسکا کوئی دوست اسکے ساتھ نہیں تھی۔

ذلے کا دل بے اختیار دھڑ کا تھا۔ انکا یہ لیکچر فری تھا اور دوسرا لیکچر شروع ہونے میں ابھی آدھا گھنٹا باقی تھا۔

"کیا تمہیں اسکی آنکھوں میں محبت نظر نہیں آتی۔۔؟"

ذلے کو خاموش دیکھ کر ملائکہ نے سوال کیا۔

ذلے کو اپنے اندر ہلچل سی مچتی محسوس ہوئی تھی۔

وہ ایک جھٹکے سے اٹھی اور بیگ اٹھا کر تیز تیز قدم اٹھاتی مین گیٹ کی جانب بڑھ گئی۔

وہ مزید شہباز ملک کے بارے میں سننا نہیں چاہتی تھی۔ وہ شخص اس پر بری طرح اثرانداز ہونے لگا تھا۔

اسکی خاموشی، اسکی الوہی اور بولتی آنکھیں اسکے دیکھنے کا انداز اور مسکرانا۔۔

ذلے کی جان پر بنا ہوا تھا یہ سب۔۔ وہ بری طرح سے پریشان ہو گئی تھی۔ اتنا تو وہ تب بھی نہیں ہوتی جب اسکا شہباز ملک سے اینٹ پتھر کا بیر تھا۔

Click On The Link Above To Read More Novels / ✆ / ✉ 0344 4499420
https://www.zubinovelszone.com/

"ذلے کہاں جا رہی ہو۔۔"

ملائکہ اسکے پیچھے لپکی تھی۔

"ذلے رکو نا۔۔"

لیکن وہ بنا سنے تیز قدموں سے چلتی جا رہی تھی۔

اسے اس طرح جاتو دیکھ کر شہباز ملک کی پیشانی پر لکیریں ابھریں۔

"کہاں جا رہی ہو تم میری بات سنو تمہیں ہوا کیا ہے۔۔؟"

اسکے قریب پہنچ کر ملائکہ نے ذلے کا بازو پکڑا اسے کھینچا۔

"گھر جا رہی ہوں میں تنگ آگئی ہوں شہباز ملک اور اسکے ذکر سے اور تم اللہ کا واسطہ ہے اسکا ذکر کرنا بند کرو۔۔"

ڈلے پھوٹ پڑی تھی جبکہ ملائکہ اسکے انداز پر حیران رہ گئی تھی۔اسکی آنکھیں سرخ ہو چکی تھیں بلکہ چھلکنے کو تیار تھیں۔

"ٹھیک ہے ریلیکس ہو جاؤ۔۔ریلیکس۔۔"

ملائکہ نے اسکے کندھے پر ہاتھ اسے پر سکون کرنے کی کوشش کی۔

"تم ایسے کیسے جاؤ گی؟ڈرائیور کو کال کر و وہ تمہیں لینے آجائے گا۔"

"نہیں میں چلی جاؤں گی اور اب میرے پیچھے مت آنا۔۔"

وہ بے رخی سے کہتی گیٹ پار کر گئی تھی جبکہ ملائکہ حیرت اور پریشانی کے ملے جلے تاثرات سے اسے جاتے دیکھتی رہ گئی تھی۔

تمہاری دشمنی مجھ سے ہے خیام رانا خاندان کی بیٹیوں کو بیچ میں مت لاؤ تو"
"بہتر ہو گا۔۔

بہرام ملک نے خیام رانا کو فون کیا تھا امن کی حالت دیکھ کر وہ بری طرح سے بھڑک اٹھے تھے۔

وہ حناوے کیلئے پاگل ہو رہا تھا اور بہرام ملک یہ کسی صورت برداشت نہیں کر سکتا تھا۔

بہو بیٹیوں کو درمیان میں لا کر اور انہیں ہتھیار بنا کر استعمال کر کے دشمنی"
"نکالنا تمہیں زیب دیتا ہو گا مجھے نہیں بہرام ملک۔۔

خیام رانا کو بھی غصہ آ گیا تھا۔خوفناک ماضی انکے سامنے آ کھڑا ہوا تھا جب ملک خاندان نے انکے دل کو اپنی مٹھی میں جکڑا تھا۔

"اچھا تو پھر یہ سب کیا ہے؟ کیوں اپنی پوتی کو درمیان میں لا کر یہ سب کر رہے ہو۔۔؟"

"یہ بات تم اپنے خاندان کے افراد سے پوچھو تو بہتر ہو گا۔۔میری پوتی نفرت کرتی ہے اور ہمیشہ کرتی رہے گی۔۔"

"یہی تو چال چلی ہے تم نے سب سکھایا ہو گا نا اسے کہ کیسے ملک خاندن کے ہونہار سپوت کو پاگل کرنا ہے۔۔"

بہرام ملک کی بات سن کر خیام رانا کے چہرے پر مسکراہٹ ابھری۔
تمسخرانہ مسکراہٹ۔۔

"ہونہار۔۔واہ۔۔"

دیکھو خیام میں تم سے بحث نہیں کرنا چاہتا اتنی بری طرح سے ہار کر بھی تم" لوگوں کو سکون نہیں ملا کیا؟ اگر میرے پوتے کو پھر کچھ ہوا نہ تو انجام کے ذمہدار تم خود ہو گے۔۔"

بہرام ملک کی آواز میں بجلیوں کی سی کڑک تھی

میں بھی بحث میں نہیں پڑنا چاہتا اسی لئے بتا رہا ہوں کہ ایک ہفتے کیلئے اپنے" اس "ہونہار" پوتے کو کسی طرح قید میں رکھو پھر سب ٹھیک ہو جائے گا۔۔"

خیام رانا نے ہونہار پر زور دیا تھا۔

"کیا مطلب۔۔ کہنا کیا چاہتے ہو تم۔۔؟"

بہرام ملک نے بھنویں سکیڑیں۔اور پھر خیام رانا نے کچھ ضروری باتیں بہرام ملک کے کانوں میں ڈال کر فون بند کر دیا تھا۔ جبکہ بہرام ملک خیام رانا

کی کہی گئی باتوں پر غور کر رہا تھا۔وہ اب ایک بہت بڑے عہدے پر فائز تھا اور نہیں چاہتا تھا کہ امن کی کسی بے وقوفی کی وجہ سے اسکی عہدے کو نقصان پہنچے کیونکہ مقابل رانا خاندان تھا جو چپ کر کے بیٹھنے والا نہیں تھا۔

پہلے اس کیس کی وجہ سے بہت سی خبریں بنی تھی وہ اب مزید ایسا کچھ نہیں چاہتا تھا۔

اگلے تین چار دن امن نے سکون سے گزارے تھے وہ بھی گھر میں آرام کرتے ہوئے۔حناوے کا خیال ایک پل بھی اسکے ذہن سے نہیں نکلا تھا لیکن اس نے حناوے کا جتنی بار بھی نمبر ملایا وہ بند جا رہا تھا۔

وہ جانتا تھا حناوے ذہنی اذیت سے گزر رہی تھی لیکن اسے اپنی محبت زیادہ عزیز تھی۔

وہ اسے کسی صورت چھوڑ نہیں سکتا تھا اس لئے کچھ دن خاموش رہنے کا فیصلہ کیا تھا یوں بھی وہ مکمل طور پر صحت مند ہونا چاہتا تھا۔

دوسری جانب حناوے کے امریکا جانے کی ساری تیاریاں مکمل ہو چکی تھیں۔ کل اس نے چلے جانا تھا اور آج اسے خیام رانا کی شرط پر پورا اترنا تھا۔ یہ سارے کام اتنی رازداری اور خاموشی سے کئے جا رہے تھے کہ امن ملک کو بھنک تک نہ پڑے۔

حناوے اپنے بھائی کو دیکھنے ہسپتال آئی تھی۔

اور اسے دیکھ کر حناوے کی آنکھیں نم ہوئی تھیں۔ گالوں پر پھسلتے آنسوؤں کو اس نے بے دردی سے رگڑ ڈالا تھا۔

"میں تمہاری ہر تکلیف کا بدلا لوں گی۔۔ میں امن ملک کو کسی قیمت پر نہیں چھوڑوں گی۔۔"

وہ پختہ لہجے میں کہہ رہی تھی آنکھوں سے اندر جلتے الاؤ کی جھلک نظر آرہی تھی۔

سیاہ چادر لپیٹے وہ جس خاموشی سے ہسپتال آئی تھی اسی خاموشی سے واپس چلی گئی۔

ابھی اسے ایک بہت بڑے امتحان سے گزرنا تھا۔وہ جانتی تھی یہ سب اتنا آسان نہیں تھا۔۔اور امن ملک کو شکست دینا ناممکن تھا۔۔لیکن وہ بھی حنا وے رانا تھی۔۔اور اسے خود ہی امن ملک کی شکست بننا تھا۔۔!!

ماضی :

اس رات گھر آنے کے بعد ذلے خوب روئی تھی۔اسے سمجھ نہیں آرہا تھا اسے کیا ہو رہا تھا۔شہباز ملک کی محبت کی گرماہٹ سے وہ پگھلنے لگی تھی

یونیورسٹی میں ہر طرف اسکی باتیں ہوتی تھیں اور نا چاہتے ہوئے بھی ذلے رانا اسکی جانب کھنچی جا رہی تھی۔

اگلے دو دن وہ یونیورسٹی نہیں گئی جب تیسرے دن گئی تو شہباز ملک نے گیٹ پر ہی اسکا راستہ روک لیا۔

ذلے تو اسکی اس حرکت پر دھک سے رہ گئی تھی۔

"کیا بد تمیزی ہے یہ۔۔؟ راستہ چھوڑو میرا۔۔"

وہ دبی دبی آواز میں چلائی۔ دل ایک الگ سی تال پر دھڑکنے لگا تھا۔

پتھر کا دل لے کر پیدا ہوئی ہو تم؟ کہاں تھی پچھلے تین دنوں سے؟ جانتی"

"ہو کتنا پریشان ہو گیا تھا۔۔؟

وہ بے چینی سی کہہ رہا تھا۔ذلے کو اسکے بات کرنے کے انداز پر حیرت ہو رہی تھی۔۔وہ ایسے بات کر رہا تھا جیسے وہ دونوں ایک دوسرے کو صدیوں سے جانتے ہوں۔

"کک۔۔کیا مطلب۔۔؟"

ذلے نے نظریں چراتے ہوئے پوچھا تھا۔

سارے مطلب ابھی سمجھاؤں کیا؟ تمہیں نظر نہیں آتا میری کیا کہتی"
ہیں؟"

گیٹ سے داخل ہوتے سٹوڈنٹس انہیں دیکھ کر رک گئے تھے۔شہباز ملک اپنے جذبات کا اظہار کر رہا تھا۔۔وہ بھی ذلے رانا تھا۔۔سٹوڈنٹس اشتیاق سے دیکھ اور سن رہے تھے۔

"راستہ چھوڑیں میرا۔۔"

ذلے نے اپنی بے قابو ہوتی دھڑکنوں پر قابو پاتے کپکپاتے لہجے میں کہا تھا۔

"چھوڑ دوں گا لیکن اس سے پہلے میری بات سن لو۔۔"

وہ جیسے کہنے کو بے تاب تھا۔

"جلدی بولو وقت نہیں ہے میرے پاس۔۔"

وہ اسکے چہرے کی جانب دیکھنے سے گریز کر رہی تھی۔

"میں تم سے محبت کرتا ہوں ذلے رانا۔۔شادی کرو گی مجھ سے۔۔؟"

اس نے گویا دھماکا کیا تھا۔ذلے کے ساتھ ساتھ باقی سٹوڈنٹس کے منہ بھی حیرت سے کھل گئے تھے۔

ذلے کو اپنا دل رکتا ہوا محسوس ہوا تھا۔وہ حیرت سے بت بنے شہباز ملک کے چہرے کی جانب دیکھ رہی تھی جسکی آنکھوں سے محبت کے نرم گرم شعلے نکل رہے تھے۔

مجھے کوئی جلدی نہیں ہے تم اچھے سے سوچ لو جتنا چاہے وقت لے "لو۔۔لیکن یاد رکھنا ذلے رانا مجھے جواب ہاں میں چاہیے مجھے انکار سننے کی عادت نہیں۔۔مجھے جو چیز پسند آجائے وہ مجھے ہر قیمت ہر چاہیے ہوتی ہے اور "تم سے تو پھر محبت ہے۔۔
وہ اسکی جانب جھک کر رازدانہ انداز میں کہہ رہا تھا۔
ذلے تو جیسے اپنی جگہ پر جم سی گئی تھی۔
اسے پتھر کا بنے چھوڑ کر وہ سیاہ چشمہ اپنی مقناطیسی آنکھوں پر سجاتا مغرورانہ انداز سے چلتا واپس جا چلا تھا۔۔ایسے جیسے وہ آیا ہی صرف اسی کام کیلئے تھا۔
حسد و رشک کی ملی جلی نظریں ذلے کو گھور رہی تھیں۔

Click On The Link Above To Read More Novels / ✆ / ✉ 0344 4499420
https://www.zubinovelszone.com/

یہ سب ہونے کے بعد وہ وہاں نہیں ٹھہر سکتی تھی۔

اپنے ٹھنڈے پڑتے ہاتھوں کے ساتھ وہ سب کی نظروں سے بچتی واپس بھاگ گئی تھی۔

"پھر کیا ہوا تھا رحمن بھائی کیا ذلے پھوپھو مان گئی تھیں۔۔۔؟"

نمل جو انہماک سے ذلے اور شہباز ملک کی کہانی سن رہی تھی رحمن بھائی کے خاموش ہونے پر بے چین ہوئی۔

"وہی ہوا جو اسی فیصد کہانیوں میں ہوتا ہے آخر ذلے رانا کو بھی شہباز ملک سے محبت ہو گئی اور شدید محبت۔۔"

رحمن بھائی نے کہانی کا تسلسل پھر سے جوڑا۔

لیکن محبت کا انجام بھی اچھا ہو یہ لازمی نہیں ہوتا۔۔جب دادا جان کو پتا چلا" تو جیسے قیامت آگئ تھی دونوں خاندانوں میں گہری دشمنی تھی۔

اور ذلے پھوپھو اپنی محبت کو دشمنی کی بھینٹ چڑھتے نہیں دیکھ سکتی تھیں۔ وہ بھی ضدی اور ہٹ دھرم تھیں انہوں نے ایک دن چھپ کر شہباز ملک سے کورٹ میرج کرلی۔۔

ادھر راناہاؤس میں انکا رشتہ پکا ہوا تو شادی کی تاریخ طے کر دی گئ۔ذلے پھوپھو کی خاموشی پر سب حیران تھے۔۔سب کو یہ خاموشی کسی بڑے طوفان کا پیش خیمہ لگتی تھی۔۔اور نکاح والے دن شہباز ملک نکاح نامے کے ساتھ حاضر ہو گیا اسکے ساتھ پولیس تھی۔۔اسکے مطابق دادا جان اپنی بیٹی کی زبردستی شادی کر رہے تھے جو قانونی طور پر اسکی بیوی تھی۔

راناخاندان کیلئے یہ خبر کسی دھماکے سے کم نہیں تھی۔سب ساکت رہ گئے تھے اور پھر جھکے کندھوں کے ساتھ ذلے پھوپھو کو رخصت کر دیا گیا شہباز

ملک کے ساتھ۔۔۔ لیکن حقیقت میں تو انکا جنازہ اٹھا تھا۔۔ وہ واپس کبھی نہیں آئیں اور نہ انکا ذکر دوبارہ اس گھر میں ہوا۔۔"

رحمن بھائی خاموش ہوئے تو نمل کو ایک گہرے ملال نے آگھیرا۔

اسے یقین نہیں آرہا مسز ملک اسکی پھوپھو تھی۔

وہ بنا کچھ کہے اٹھ کر اپنے کمرے کی جانب بڑھ گئی۔

وہ سمجھ نہیں پارہی تھی کہ کون غلط تھا اور کون صحیح لیکن ماضی میں جو ہوا تھا وہ یقیناً غلط تھا۔

"اگر پھوپھو نے اپنی مرضی سے شادی کی تھی تو وہ خوش کیوں نہیں ہیں؟ اور انکے شوہر وہ کچھ عجیب سے ہیں۔۔ کیا چل رہا ہے انکی زندگی میں جو وہ پریشان رہتی ہیں؟"

ایسے اور بہت سے سوالات سے تھے جو نمل کے ذہن میں گردش کر رہے تھے اور انکا جواب ایک ہستی دے سکتی تھی اور وہ ذلیخہ رانا خود تھیں۔

خان۔۔"

"خان دروازہ کھولو۔۔

امن بری طرح سے دھاڑا تھا۔جانے اسکے کمرے کا دروازہ کس نے بند کیا تھا اسے سمجھ نہیں آ رہا تھا اور ایسی حرکت کرنے کی ہمت کس نے کی تھی۔

"خان۔۔"

امن پھر سے چلایا تھا لیکن خان جانے کہاں غائب ہو گیا تھا۔

اچانک اسے اپنا سر چکراتا محسوس ہوا تھا۔کمرے میں اندھیرا تھا اور امن کو ہر چیز گھومتی محسوس ہو رہی تھی۔اسے یاد تھا صبح وہ باہر جانے کیلئے تیار ہوا تھا تیار ہونے کے بعد اس نے کافی پی تھی اور پھر اسے کچھ ہوش نہیں آ رہا تھا۔

امن کو کچھ غلط ہونے کا احساس ہوا تھا۔اسکے ساتھ زندگی میں پہلی بار کسی نے ایسی حرکت کی تھی۔

Click On The Link Above To Read More Novels / ✆ / ✉ 0344 4499420
https://www.zubinovelszone.com/

"کیا بکواس ہے یہ۔۔کوئی دروازہ کیوں نہیں کھولتا؟"

امن نے زور سے دروازے کو ٹھوکر ماری اور پھر چکراتے سر کو تھامتے ہوئے بیڈ کی جانب بڑھا۔سائیڈ ٹیبل پر رکھا ہوا لیمپ جلایا اور موبائل اٹھا کر دیکھا تو رات کے دس بج رہے تھے۔

"شٹ۔۔"

اسے تو قدیر کے ساتھ آج اپنی فتح کا جشن منانا تھا۔۔خضر حیات کو ہرا کر جو سکون اسے ملا تھا اسکا جشن منانا تھا لیکن اسکے ساتھ کسی نے بہت ہی غلط حرکت کی تھی۔یقیناً اسکی کافی میں کچھ ملایا گیا تھا جسے پی کر وہ بے ہوش ہو گیا تھا۔

امن نے غصے سے خان کا نمبر ملایا۔

"کہاں مر گئے ہو خان۔۔؟"

پہلی ہی رنگ پر خان نے کال ریسیو کر لی تھی۔

وہ مالک ہم ہسپتال میں ہیں ہمارے بازو پر چوٹ آئی تھی۔۔کچھ دیر تک "

"آتے ہیں ہم۔۔

خان نے لڑکھڑاتے لہجے میں صفائی دی تھی۔امن نے بھنویں سکیڑیں۔

خان اس سے جھوٹ نہیں بولتا تھا یقیناً اسے چوٹ لگی ہو گی۔۔لیکن

کیسے۔۔؟

یہ کیا ہو رہا تھا وہ خود بھی نہیں جانتا تھا۔؟

لیکن کچھ تو تھا جو غلط تھا۔۔

"حناوے۔۔"

اسکے لبوں نے دھیرے سے حناوے کو پکارہ تھا۔پہلا خیال اسے حناوے کا ہی آیا تھا۔

ابھی وہ انہی سوچوں میں غرق تھا جب کمرے کا دروازہ کھلا اور آنے والے نے دروازے کے ساتھ لگے سوئچ بورڈ پر ہاتھ رکھا تو کمرے روشنی میں نہا گیا۔

امن نے تیز روشنی سے بچنے کیلیۓ بازو کو آنکھوں پر رکھا۔

پھر کچھ دیر بعد دیکھا تو حیران رہ گیا۔

"آپ یہاں۔۔؟"

امن نے حیرت سے بہرام ملک کو دیکھا۔اسے حیرت ہوئی تھی۔

کیسی طبیعت ہے اب صبح تم اچانک بے ہوش ہو کر گر گئے تھے۔۔شاید "کمزوری کی وجہ سے۔۔"

وہ پختہ لہجے میں کہتا امن کی جانب بڑھا۔

"میں اور بے ہوش۔۔؟"

امن کو حیرت ہوئی تھی۔

"خان کہاں ہے۔۔؟"

امن نے جبڑے بھینچ کر پوچھا۔وہ جانتا تھا اسکے ساتھ اسکے اپنے ہی کوئی کھیل کھیل رہے تھے۔

"وہ ضروری کام سے باہر گیا تھا واپسی پر چھوٹا سا ایکسیڈینٹ ہو گیا تھا آ جائے گا کچھ دیر تک۔۔"

"ایکسیڈینٹ وہ بھی خان کا۔۔؟ یہ ہو کیا رہا ہے؟"

امن اس بار خود کو چلانے سے باز نہیں رکھ پایا تھا۔

"تمہیں آرام کی ضرورت ہے امن لیٹ جاؤ۔۔"

بہرام ملک نے نرم لہجے میں اسے آرام کرنے کی تلقین کی۔

اس سے پہلے امن کوئی جواب دیتا کمرے کے دروازے پر دستک ہوئی امن نے دیکھا تو ملازم ہاتھ میں ایک لفافہ لئے کھڑا تھا۔

"صاحب یہ آپکے لئے۔۔"

ملازم جھکے سر کے ساتھ کہہ رہا تھا اسکا پورا جسم کانپ رہا تھا۔

"کیا ہے یہ ادھر لاؤ۔۔"

امن نے حکم دیا تو ملازم لفافہ پکڑانے کے بعد الٹے قدموں واپس بھاگ گیا تھا۔

Click On The Link Above To Read More Novels / ✆ / ✉ 0344 4499420
https://www.zubinovelszone.com/

"میں انتظار کرنا امن ملک میں جلد واپس آؤں گی۔۔"

حناوے رانا

صاف کاغذ پر لکھی گئی ایک سطر امن ملک کو بری طرح جھنجھوڑ گئی تھی۔اسکا دل ڈوب کر ابھرا تھا۔کچھ تو تھا جو غلط ہوا تھا۔

اس نے سطر کو دوبارہ پڑھا اور پھر غصے سے بہرام ملک کی جانب دیکھا جن کے چہرے پر اطمینان ہی اطمینان تھا۔

"میرا انتظار کرنا امن ملک میں جلد واپس آؤں گی۔۔"

حناوے رانا

صاف کاغذ پر لکھی گئی ایک سطر امن ملک کو بری طرح جھنجھوڑ گئی تھی۔اسکا دل ڈوب کر ابھرا تھا۔کچھ تو تھا جو غلط ہوا تھا۔

اس نے سطر کو دوبارہ پڑھا اور پھر غصے سے بہرام ملک کی جانب دیکھا جن کے چہرے پر اطمینان ہی اطمینان تھا۔

"یہ کیا ہو رہا ہے؟"

وہ غصے سے دھاڑا اور پھر تیز دھڑکتے دل کے ساتھ باہر کی جانب لپکا۔

اسے خوف تھا حناوے کے چھن جانے کا،اسکے دور جانے کا اور وہ یہ برداشت نہیں کر سکتا تھا۔سر ابھی بھی چکرا رہا تھا لیکن اس ایک جھٹکے سے اسکا دماغ تیزی سے کام کرنا شروع ہو گیا تھا۔

"جا چکی ہے وہ۔۔"

بہرام ملک کی آواز پر اسکے قدم ساکت ہوئے۔

Click On The Link Above To Read More Novels / ✆ / ✉ 0344 4499420
https://www.zubinovelszone.com/

وہ پلٹا اور حیرانی سے بہرام ملک کو دیکھا۔

"کک۔۔کیا مطلب؟"

امن ملک اپنی زندگی میں پہلی بار ہکلایا تھا۔پہلی بار اسکے الفاظ ٹوٹ کر نکلے تھے۔

"بہت دور جا چکی ہے وہ تمہاری دسترس سے بہت دور، بہتر ہو گا اب تم بھی اسے بھول جاؤ"

بہرام ملک نے سپاٹ لہجے میں کہا اور جانے کیلیئے کھڑے ہو گئے۔

"ایسا نہیں ہو سکتا۔۔"

امن زیر لب بڑبڑایا تھا۔

Zubi Novels Zone

یہی ہم سب کیلئے بہتر ہو گا کہ تم اس لڑکی کا خیال اپنے ذہن سے نکال دو اور "

"تمہاری وجہ سے جو ملک خاندان کی بدنامی ہو چکی ہے وہ مزید نہ ہو۔۔

بہرام ملک نے زندگی میں پہلی بار امن ملک سے سخت لہجے میں بات کی تھی۔

امن نے دوبارہ اس کاغذ کی جانب دیکھا جس پر لکھی ایک لائن اسکا منہ چڑا رہی تھی۔

"میرا انتظار کرنا امن ملک میں جلد واپس آؤں گی۔۔"

حناوے رانا

لیکن وہ حناوے رانا کا وعدہ تھا اتنا تو وہ جانتا تھا کہ وہ اپنا وعدہ نبھانے والی تھی۔

ہر صورت میں وہ لوٹ کر آنے والی تھی اور اسے حناوے رانا کا انتظار کرنا تھا۔

امن نے ایک بوجھل سانس فضا میں خارج کیا، حالت ایسی تھی کہ دل چاہ رہا تھا پوری دنیا کو آگ لگا دے اور حناوے کے الفاظ ایسے تھے کہ وہ قیامت تک اسی جگہ بیٹھ کر اسکا انتظار کر سکتا تھا۔۔اور اسے انتظار کرنا ہی تھا یہ اسکی قسمت میں لکھ دیا گیا تھا۔

Zubi Novels Zone

#پانچ_سال_بعد#

"تِرے آنے کا دھوکا سا رہا ہے۔۔"
!دِیا سارا رات بھر جلتا رہا ہے

عَجب ہے رات سے آنکھوں کا عالم۔۔
!یہ دریا رات بھر چڑھتا رہا ہے

سُنا ہے رات بھر برسا ہے بادل۔۔

مگر وہ شہر جو پیاسا رہا ہے!

وہ کوئی دوست تھا اچھے دِنوں کا۔۔

جو پچھلی رات سے یاد آرہا ہے!

کسے ڈھونڈو گے ان گلیوں میں ناصرؔ۔۔

"چلو اب گھر چلیں دن جارہا ہے!"

پانچ سال گزر گئے تھے پورے پانچ سال___ ان پانچ سالوں وہ حناوے کو ایک پل کیلئے نہیں بھولا تھا وہ خضر حیات جسے حناوے رانا سے انتہا کی چڑ تھی جب وہ گئی تو جیسے مری کی ساری خوبصورتی اپنے ساتھ لے گئی تھی۔

اسکا کام ایسا تھا کہ وہ سارا دن مصروف رہتا ہے گھر بھی کبھی کبھی آتا تھا لیکن حناوے کا خیال ذہن کے کسی گوشے سے چپک کر بیٹھ گیا تھا۔

ان پانچ سالوں میں بہت کچھ بدل گیا تھا اگر نہیں بدلی تھی تو حناوے رانا کی ضد نہیں بدلی تھی۔وہ ان پانچ سالوں میں کبھی لوٹ کر نہیں آئی تھی کبھی اس نے خضر کو فون نہیں کیا تھا۔

کوئی اسکا ذکر نہیں کرتا تھا۔رخسار پھوپھو بھی خاموش ہو گئی تھیں وہ جو ہر وقت حناوے حناوے کی رٹ لگا کر رکھتی تھیں اب وہ اسکا نام نہیں لیتی تھیں۔

اور ناشتے کی میز پر تو کبھی کھانے کے وقت خضر کا دل شدت سے چاہتا تھا کہ وہ حناوے کا ذکر کریں وہ کیسی تھی؟ٹھیک تھی یا نہیں؟خوش تھی یا نہیں؟وہ سننا چاہتا تھا لیکن کوئی بتانے والا نہیں تھا۔

رات کے ساڑھے گیارہ کا وقت تھا۔ہلکی ہلکی بارش نے مری کو اپنی لپیٹ میں لیا ہوا تھا۔

گیلی پتھریلی سڑک پر اسکی گاڑی گھر کی جانب رواں تھی۔

آج وہ دو دن بعد گھر جا رہا تھا اور اس موسم نے اسے حناوے کی یاد دلائی تھی۔ اکثر جب بارش کا موسم ہوتا تھا تو رانا ہاؤس کی آفتیں حیات ہاؤس میں جمع ہو جاتی تھیں اور جب وہ گھر جاتا تھا تو کچن میں ایک میلا لگا ہوتا تھا۔ اور انکے شور کی وجہ وہ اکثر چڑ جاتا تھا۔

اور اب تو عرصے ہی ہو گیا تھا نمل، منال، ھدی، سماب یا حناوے میں سے کوئی حیات ہاؤس میں نہیں آیا تھا۔

گیٹ کے سامنے پہنچنے پر اس نے ہارن دیا تو ڈرائیور نے گیٹ کھول دیا۔ گاڑی کو پورچ میں کھڑا کر کے وہ اندر کی جانب بڑھ گیا۔

لاؤنج میں ہی اسے رخسار بیگم مل گئی تھی۔

"السلام علیکم! سوئی نہیں آپ ابھی تک؟"

خضر نے نارمل لہجے میں پوچھا۔

"حناوے آرہی ہے پرسوں۔۔"

انہوں نے گویا دھماکہ کیا۔

خضر جو صوفے پر بیٹھ کر اسکی پشت سے ٹیک لگا چکا تھا اور دو انگلیوں اور انگوٹھے کی مدد سے پیشانی سہلا رہا تھا رخسار بیگم کے ان الفاظ پر ساکت رہ گیا۔

دل تیزی سے دھڑکنا شروع ہو گیا تھا آج کتنے سالوں بعد اس نے اپنی ماں کی زبان سے حناوے کا ذکر سنا تھا۔

"اچھی بات ہے۔۔"

وہ فوراً سیدھا ہوا اور نارمل انداز میں کہا۔ جیکٹ اتار کر صوفے پر رکھی اور گھڑی اتارنے لگ گیا۔ وہ ایسے ظاہر کر رہا تھا جیسے اسے اس بات سے کوئی فرق ہی نہیں پڑتا تھا۔

"تمہیں خوشی نہیں ہو رہی؟"

رخسار بیگم نے گہری نظروں سے اسکا جائزہ لیتے ہوئے پوچھا۔اسکا چہرہ سپاٹ تھا وہ اپنے تاثرات چھپانے میں ماہر تھا۔

خوش تو اسے ہونا چاہیے قانون کی پڑھائی مکمل کر کے لوٹ رہی ہے جس "مقصد کیلئے گئی تھی وہ مقصد پورا ہو گیا اسکا۔۔

خضر نے اٹھتے ہوئے جواب دیا۔

ابھی مقصد پورا نہیں ہوا اسکا۔۔اسے پورا کرنے میں تم اسکا ساتھ دو "گے۔۔

انہوں نے گویا حکم دیا۔

دل تو کرتا ہے اسے کال کوٹھری میں بند کر دو جتنا وہ مجھے تنگ کر چکی ہے"

"اسے سخت سزا ملنی چاہیے۔۔

وہ بس سوچ کر رہ گیا کچھ کہہ نہ سکا۔

"چائے ملے گی مجھے۔۔؟"

خضر نے انکی بات کو نظر انداز کرتے ہوئے سوال کیا۔

"میں کھانا لگواتی ہوں تم فریش ہو کر آ جاؤ۔۔"

"نہیں بھوک نہیں مجھے بس چائے بھجوا دیں میرے کمرے میں۔۔"

وہ کہہ کر رکا نہیں تھا تیزی سے سیڑھیوں کی جانب بڑھ گیا تھا۔ دل میں جو اتھل پتھل ہو رہی تھی وہ نہیں چاہتا اسکا عکس اسکے چہرے سے جھلکے۔۔

"حناوے آ رہی ہے پرسوں۔۔"

رخسار بیگم کا جملہ بار بار اسکی سماعت سے ٹکرا رہا تھا اور جو دل کی کیفیت ہو رہی تھی وہ سمجھنے سے قاصر تھا۔

آجاؤ حناوے رانا اس بار ایس پی خضر حیات رانا تمہیں کڑی سزا دے "گا"۔۔

آئینہ میں اپنا عکس دیکھتے ہوئے وہ سنجیدہ لہجے میں کہہ رہا تھا۔۔۔ یہ الگ بات تھی اسکے عکس میں حناوے کی جھلک نظر آ رہی تھی۔

اسکی دو دن بعد کی ٹکٹ کنفرم ہو گئی تھی۔ وہ واپس جا رہی تھی ہاں وہ پاکستان واپس جا رہی تھی۔

ان پانچ سالوں میں کتنا کچھ بدل گیا تھا وہ خود سر تا پیر بدل گئی تھی لیکن وہ آج بھی امن ملک سے اتنی ہی نفرت کرتی تھی جتنی پانچ سال پہلے۔۔

بلکہ وقت کے ساتھ ساتھ اسکی نفرت میں مزید اضافہ ہوا تھا۔اس نے امن ملک کی ایک ایک دن کی رپورٹ رکھی تھی۔ایک دن ایسا نہیں تھا جب وہ اسے بھولی ہو۔

اب وہ ایک مشہور ماڈل تھا۔اسکی وجاہت میں وقت کے ساتھ ساتھ اضافہ ہوا تھا اسکے غرور اور طاقت کا نشہ بھی بڑھ گیا تھا۔

وقت گزر گیا لیکن وہ ٹھہر گئی تھی وہ تب تک آگے نہیں بڑھ سکتی تھی جب تک امن ملک سے بدلا نہ لے لیتی۔۔

وہ تیز رفتار سے بھاگ رہی تھی۔جاگنگ ٹریک پر ٹراؤزر شرٹ میں ملبوس وہ جاگنگ کرنے آتی تھی لیکن امن ملک کا خیال اسے تیز بھاگنے پر مجبور کر دیتا تھا۔۔

پچھلے پانچ سالوں سے اسکی یہی روٹین تھی۔ صبح اٹھ کر وہ یہاں آتی تھی پہلے دن وہ ایک کلو میٹر بھاگی تھی پھر اسکی رفتار بڑھتی گئی اور سفر لمبا ہوتا گیا۔۔

اب روزانہ وہ آٹھ کلو میٹر سے دس کلو میٹر بھاگتی تھی۔

اس نے اپنے آپ کو مضبوط بنالیا تھا ذہنی اور جسمانی دونوں طرح سے ___ وہ اپنے آپکو اس مقام پر لے آئی تھی جہاں وہ اکیلے اور ہر طرح سے امن ملک کا مقابلہ کر سکتی تھی۔۔۔

گراؤنڈ کے گرد یہ اسکا پانچواں چکر تھا جب جیک نے تنگ آکر اپنے پاس بیٹھی سارہ سے کہا۔

"یہ تمہاری دوست تھکتی نہیں کیا؟ اسے دیکھ کر بالکل نہیں لگتا یہ ایک مشرقی لڑکی ہے۔۔"

وہ بری طرح جھنجھلایا ہوا تھا۔

"وہ جیسی بھی ہے تم اپنے دل سے اسکا خیال نکال دو سمجھ آئی۔۔"

سارہ نے ناک سے مکھی اڑائی۔

"تم جانتی ہو میں اسے پسند کرتا ہوں۔۔"

"اور تم اسکے پنچ کی مار ہو۔۔"

وہ بے دھڑک جواب دے رہی تھی۔

"آخر ایسا بھی کیا مسئلہ ہے اسکے ساتھ جو وہ خود پر اتنا ظلم کرتی ہے۔۔"

"تم اسکی کہانی سننا چاہتے ہو؟"

سارہ نے سوالیہ نظروں سے اسے دیکھا۔

"ہاں۔۔"

جیک نے اثبات میں سر ہلایا اور سارہ نے بولنا شروع کیا۔

وہ حناوے کے متعلق کافی کچھ جان گئی تھی اور اب جبکہ وہ واپس جا رہی تھی وہ جیک کو بتانا چاہتی تھی کہ وہ یہاں کیوں آئی تھی۔

تقریباً ایک گھنٹے بعد جب حناوے انہیں اپنی طرف آتی دکھائی دی تو جیک کی نظروں میں اسکے لئے عزت تھی۔۔وہ متاثر نظر آرہا تھا۔

"تو وہ واپس جا رہی ہے۔۔؟"

جیک کی نظریں ابھی بھی حناوے پر جمی تھیں

ہاں وہ واپس جا رہی ہے اور تمہارے لئے اچھا ہوگا اگر تم اسے بھول "جاؤ۔۔"

سارہ سنجیدہ لہجے میں جواب دیتی حناوے کی جانب بڑھ گئی تھی جبکہ جیک بس بیٹھا رہ گیا۔

Zubi Novels Zone

ہم سماعت کو ہتھیلی پہ لئے پھرتے ہیں"

تیری آواز میں کوئی تو پکارے ہم کو

تو ہے وہ قیمتی نقصان جو راس آیا ہے

"اچھے لگتے ہیں ترے بعد خسارے ہم کو۔۔

ھدی کتنی ہی دیر سے بخت کو فون ملا رہی تھی لیکن نمبر بند جا رہا تھا۔

"کتنے ظالم ہیں آپ بخت۔۔"

اسکی آنکھیں نم ہوئیں۔وہ بالکونی میں کھڑی تھی اور کچھ دیر پہلے اس نے خضر کو آتے دیکھا تھا۔

پانچ سالوں میں کتنا کچھ بدل گیا تھا۔ہر انسان وہ نہیں رہا تھا جیسے پہلے تھا۔

رانا ہاؤس جیسے ہوا کرتا تھا اب ویسا نہیں رہا تھا۔اسکی ساری رونقیں سارے قہقہے سب ختم ہو چکا تھا۔

وہ بھی تو بدل گئی تھی لیکن اس نے دیر کردی تھی۔۔اب تو بخت بھی وہ بخت نہیں رہا تھا جو اس سے محبت کرتا تھا

وہ روزانہ اسے فون کرتی تھی لیکن کبھی اسکا نمبر بند ملتا تو کبھی وہ کال نہیں اٹھاتا تھا۔

ٹھنڈی ہوائیں اسکی ہڈیوں میں گھسی جارہی تھیں لیکن وہ ظالم فون ہی نہیں اٹھا رہا تھا۔

"ھدی۔۔"

کسی نے اسے پکارہ تھا۔ھدی نے جلدی سے نم آنکھوں کو صاف کیا اور گہری سانس لیتی کمرے میں چلی گئی۔

جی چچی جان۔۔"ھدی نے فاریہ بیگم کو دیکھتے ہوئے کہا۔وہ نظریں چرا رہی تھی۔

"تمہاری طبیعت تو ٹھیک ہے نا؟"

وہ پریشانی سے پوچھ رہی تھیں۔

"ج۔۔جی۔۔چچی جان میں ٹھیک ہوں بالکل۔۔"

ھدی زبردستی مسکرائی تھی۔

ZNZ Zubi Novels Zone

تو پھر بالکونی میں کیوں کھڑی تھی؟ تمہیں پتا ہے ناموسم بدل رہا ہے"

سردیوں کا آغاز ہے اور آج تو ویسے بھی بارش ہو رہی ہے اگر ٹھنڈ لگ جاتی

"تو۔۔؟

وہ فکرمندی سے کہہ رہی تھیں انکے نرم لہجے پر ہدی کو مزید رونا آیا تھا۔اور ایک چچی جان کا بیٹا تھا ظالم جسے کوئی فرق ہی نہیں پڑتا تھا۔

"جی میں آئندہ خیال رکھوں گی۔۔"

وہ بس اتنا ہی کہہ پائی۔

"ادھر آؤ میرے پاس۔۔"

فاریہ بیگم نے اسے اپنے پاس بلایا تھا۔ہدی چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتی انکی جانب بڑھی۔

"یہاں بیٹھ جاؤ۔۔"

فاریہ بیگم نے اسے کندھوں سے پکڑ کر بیڈ پر بٹھایا اور خود اسکے پاس ہی بیٹھ گئیں۔

ہدی ابھی تک سر جھکائے ہوئے تھی۔وہ نہیں چاہتی تھی کہ اسکی نم آنکھوں کو فاریہ بیگم دیکھیں اور پریشان ہوں۔

Zubi Novels Zone

"بخت نے کچھ کہا۔۔؟"

انہوں نے سوال کیا۔

"نہیں۔۔"

ہدی نے گردن جھکائے یک لفظی جواب دیا۔

"بات ہوئی اس سے۔۔؟"

وہ اب جانچتی نگاہوں سے ہدی کو دیکھتے ہوئے پوچھ رہی تھیں۔

"انہیں ہی فون کر رہی تھی لیکن نمبر بند جا رہا ہے شاید نیٹ ورک کا مسئلہ

ہے یا پھر بیٹری نہیں ہو گی۔۔"

ہدی نے خود سے ہی بخت کی صفائی پیش کی۔

ہدی کی بات سن کر فاریہ بیگم کے دل کو ملال نے آگھیرا۔ گھنٹہ پہلے انکی بخت سے بات ہوئی تھی۔ وہ بالکل ٹھیک تھا اور بات بھی کی تھی۔ وہ جانتی تھیں بخت جان بوجھ کر ہدی سے بات نہیں کرتا تھا۔

اب جب میری بات ہوگی اس سے میں اسکی طبیعت صاف کروں گی۔۔" میری بہو کو تنگ کرتا ہے اسکے کان کھینچنے والے ہو گئے ہیں۔۔ تم آرام کرو اب اور اپنا خیال رکھا کرو۔۔"

فاریہ بیگم اسے اپنے ساتھ لگاتے ہوئے ہلکے پھلکے انداز میں کہا تھا جب انکی باتیں سن کر ہدی کا دل مزید بھر آیا تھا۔

"ٹھیک ہے۔۔"

وہ فاریہ بیگم کے پیار کرنے پر پھیکی سی ہنسی ہنس دی۔

Zubi Novels Zone

"خوش رہو۔۔"

وہ اسے ڈھیروں دعائیں دے کر جا چکی تھیں جبکہ ہدی کے دل کو ایک بار اداسی نے آگھیرا تھا۔اس نے دیوار پر لگی بخت کی تصویر کو دیکھا تھا۔۔ آرمی کی وردی میں وہ کتنا شاندار لگ رہا تھا یہ ہدی کو اب محسوس ہونے لگا تھا۔

"اور کتنی سزا دو گے مجھے بس کر جاؤ۔۔"

وہ اسکی تصویر سے شکوہ کرتے رودی تھی۔

جیسے ہی جہاز نے اسلام آباد ایئرپورٹ پر لینڈ کیا تھا حناوے کا دل تیزی سے دھڑکا تھا۔کچھ دیر بعد وہ اپنے سامان سمیت باہر آئی تھی۔آنکھوں پر کالا چشمہ لگائے وہ ڈرائیور کو تلاش رہی تھی۔نیلی رنگ کی جینز پر اس نے کرتا پہنا تھا۔دوپٹے کو سکارف کے انداز میں سر پر جمایا ہوا تھا اور اونچی پونی ٹیل کی ہوئی تھی۔

یہ حناوے اس حناوے سے بہت مختلف تھی جو پانچ سال پہلے امریکا گئی تھی۔ وہ ڈری سہمی روتی ہوئی لڑکی جو خود سے کتنی جنگیں لڑ کر اپنے پیاروں کو چھوڑ کر گئی تھی جب واپس آئی تو انتہائی مضبوط ہو چکی تھی۔

کچھ دیر بعد اسے رحمن بھائی ڈرائیور کے ساتھ اپنی جانب آتے دکھائی دیے تھے۔

حناوے نے بھی انکی جانب قدم بڑھائے۔

Click On The Link Above To Read More Novels / ✆ / ✉ 0344 4499420
https://www.zubinovelszone.com/

"!السلام علیکم۔۔"

وہ بولی تو لہجہ مضبوط تھا۔

"وعلیکم اسلام۔۔خوش آمدید خوش آمدید۔۔"

رحمن بھائی نے چاہت سے اسکے سر پر ہاتھ رکھا تھا۔

حال احوال پوچھنے کے بعد رحمن بھائی نے اسے گاڑی میں بیٹھنے کا کہا۔

"رحمن بھائی مجھے پہلے ہاسپٹل جانا ہے امن کو دیکھنے۔۔"

"ٹھیک ہے چلتے ہیں۔۔ڈرائیور گاڑی کا رخ ہسپتال کی جانب موڑ لو۔۔"

رحمن بھائی کو اسے دیکھ کر صحیح معنوں میں خوشی ہوئی تھی۔

"گھر میں سب کیسے ہیں۔۔؟"

Click On The Link Above To Read More Novels / ✆ / ✉ 0344 4499420
https://www.zubinovelszone.com/

وہ اب سب کے بارے میں پوچھ رہی تھی اور رحمن بھائی اسے جواب دے رہے تھے۔

کچھ دیر بعد وہ ہسپتال پہنچ گئے تھے جہاں امن کو رکھا گیا تھا۔۔یہ رانا خاندان کا اثر ورسوخ ہی تھا شاید کو امن شہر کے سب سے اچھے ہسپتال میں ابھی تک داخل تھا۔۔

وہ کوما میں تھا لیکن ہمہ وقت قابل ڈاکٹرز اور نرسیں اسکا خیال رکھتی تھیں۔ روزانہ اسکے پاس رانا خاندان میں سے کوئی نا کوئی فرد رات گزارتا تھا۔اتنے سال گزرنے کے بعد بھی کوئی اس سے اکتایا نہیں تھا۔

اسے دیکھ کر حناوے کا دل جیسے کٹنے لگا تھا اگر آج وہ صحت مند ہوتا تو جوان ہو چکا ہوتا۔

دیکھتے ہی دیکھتے حناوے کی آنکھیں نم ہونے لگیں اس نے فٹافٹ جو چشمہ آنکھوں سے اتارا تھا کچھ دیر کیلیئے وہ دوبارہ لگالیا۔

اور اسکی پیشانی پر پیار کرتی کمرے سے باہر نکل آئی تھی۔

دل تو کر رہا تھا کہ پھر سے چیخیں مار کر روئے لیکن وہ ان پانچ سالوں میں جتنا روئی تھی اتنا ہی خود کو مضبوط بھی کیا تھا۔اپنے غم پر اب وہ جلدی قابو پا لیتی تھی۔

آدھے گھنٹے بعد وہ رحمن بھائی کے ساتھ انکے گھر میں موجود تھی۔۔

سب سے ملنے کے بعد وہ اپنے کمرے میں آئی اور سب سے پہلا فون امن ملک کو کیا تھا۔۔اسکے اندر الاؤ سا دہک رہا تھا اور اب وہ وقت آ گیا تھا جب اس آگ میں امن ملک کو جلنا تھا۔

اب اسکے جل کر خاک ہونے کی باری تھی۔۔

حناوے کے لوٹ آنے کی خبر امن کو خان نے دی تھی یہ خبر سن کا اسکا دل تو جیسے دھڑکنا ہی بھول گیا تھا اب وہ بے طرح سے حناوے کے فون کا انتظار کر

رہا تھا۔۔وہ جانتا تھا وہ خود اس سے رابطہ کرے گی۔۔وہ اسے انتظار کرنے کا کہہ کر گئی تھی۔

اسکا یقین درست تھا۔۔ایک گھنٹے بعد اسکے موبائل پر بیل ہوئی ی۔
سامنے میز پر رکھا موبائل اس نے اٹھایا اور بنا نمبر دیکھے کال ریسیو کر کے اسے کان سے لگایا۔ چہرے پر دلفریب سی مسکراہٹ ابھری۔۔

"کیسی ہو جان۔۔؟؟"
محبت بھرے لہجے میں اس نے پوچھا۔
دوسری طرف گہری خاموشی چھائی ی تھی۔۔
پچھلے ساڑھے پانچ سالوں سے میں نے نا ایک بار بھی نمبر نہیں بدلا۔۔ایک پل کیلئے نمبر بند نہیں ہونے دیا۔ مجھے یقین تھا تم مجھے فون ضرور کرو گی۔۔"

"میں نے ہر ایک پل دعا کی ہے تم زندہ رہو۔۔جب تک میں چاہوں تب تک۔۔میں نے دعا کی تھی کی تمہیں کچھ نہ مسٹر ملک۔۔!!"

نفرت سے بھری آواز ابھری۔۔مگر اسے آج بھی اُسکی آواز میں وہی سحر محسوس ہوا تھا۔۔ایک سکون سا اندر اتر گیا تھا۔

"تمہاری نفرت میرے عشق سے جیت نہیں سکتی۔۔میں بس تمہارا انتظار کر رہا تھا، میں جانتا تھا تم لوٹ آؤ گی، میں بہت خوش ہو حسن۔۔

"ششش۔۔میرا نام مت لینا اپنی زبان سے۔۔کوشش بھی مت کرنا۔۔"

وہ دھاڑی۔۔

"ھاھاھا۔۔دل پر چھپا ہے۔۔کیسے مٹاؤ گی۔۔"

Click On The Link Above To Read More Novels / ✆ / ✉ 0344 4499420
https://www.zubinovelszone.com/

وہ اسکی بات سے محظوظ ہوا تھا۔

کچھ دیر تک خاموشی چھائی ی رہی اور پھر کال ڈراپ کر دی گ ئ ی ۔ وہ مسکرا کر فون کو دیکھتا رہا۔۔اور پھر اس نام کو جو سکرین پر چمک رہا تھا۔ کتنا دلکش و دلفریب احساس تھا اسکے لوٹ آنے کا فاصلے جیسے پل بھر میں سمٹ گئے تھے۔

مہک اٹھا ہے آنگن اس خبر سے"
وہ خوشبو لوٹ آئی ہے سفر سے

جدائی نے اسے دیکھا سرِ بام
دریچے پر شفق کے رنگ برسے

Zubi Novels Zone

میں اس دیوار پر چڑھ تو گیا تھا

اتارے کون اب دیوار پر سے

گلہ ہے اک گلی سے شہرِ دل کی

میں لڑتا پھر رہا ہوں شہر بھر سے

اسے دیکھے زمانے بھر کا یہ چاند

ہماری چاندنی سائے کو ترسے

مری مانند گزرا کر مری جاں

"کبھی تو خود بھی اپنی راہگزر سے۔۔

اب وہ اسے جلد دیکھنے والا تھا اسی احساس نے امن ملک کے رگ و پے میں ایک عجیب سی چاشنی بھری دی تھی۔

برسوں کا انتظار آخر کار ختم ہوا تھا____ لیکن وہ نہیں جانتا تھا کچھ لوگوں کی قسمت میں سمندر کو پا کر بھی پیاسا رہنا ہی لکھا ہوتا ہے۔۔!!

ZNZ Zubi Novels Zone

"میں مرنا نہیں چاہتی____ لیکن میں جینے کے قابل نہیں ہوں___ میں نے سب کچھ خاک میں ملا دیا اور میری محبت نے مجھے راکھ بنا کر اڑا دیا____ اپنے خاندان کے نام پر کالک ملنے سے بہتر ہے میں مر جاؤں___ اور میری موت کا ذمہدار وہ ایک شخص بس وہ ایک شخص جس نے محبت کے نام پر دھوکا دیا____ خدا اس سے میرے ہر درد کا بدلہ لے اور مجھے معاف کر دے____ آمین!!"

لمبے گھنے بال پشت پر بکھرے تھے۔وہ کمرے کی کھڑکی میں کھڑی باہر خالی آسمان کو تک رہی تھی جس پر شفق کی لالی پھیلی تھی۔

سورج مشرق سے مغرب تک کا سفر طے کرکے اب ڈوبنے کو تیار تھا۔

آسمان کو تکتے اسکی آنکھوں میں عجیب سا تاثر ابھرا تھا جب خالی آسمان پر یہ اسے الفاظ لکھے نظر آنے لگے تھے۔

اور دیکھتے ہی دیکھتے اسکی آنکھیں جلنے لگیں۔یہ الفاظ اسکا پیچھا نہیں چھوڑتے تھے___

اور اب وہ لوٹ آئی تھی ہر حساب برابر کرنے___سارے بدلے لینے____

"حناوے۔۔"

نسوانی آواز پر وہ چونکی تھی۔ہاتھ بڑھا کر فٹافٹ نم آنکھوں کو صاف کیا اور پلٹ کر دیکھا۔

ثناء بھابھی کمرے کے دروازے میں کھڑی تھیں۔

"جی بھابھی۔۔"

متوازن آواز میں کہا گیا تھا لیکن اسکا نم لہجہ ثناء بھابھی کو اسکے رونے کی جھلک دکھلا گیا تھا۔

"تم ٹھیک تو ہو نا؟؟"

وہ اب فکرمندی سے پوچھ رہی تھیں۔

"جی میں ٹھیک ہوں۔۔"

وہ زبردستی مسکرائی ی۔

"آجاؤ پھر کھانا تیار ہے۔۔ تمہارے بھائی ی تمہارا انتظار کر رہے ہیں۔۔"

ثناء بھابھی نے مسکرا کر کہا تھا۔

وہ غور سے حناوے کو دیکھ رہی تھیں۔وہ گزرے کچھ سالوں میں بہت بدل گ ئی ی تھی۔بال لمبے ہو گ ئی ے تھے پہلے سے بھی۔۔ حسن مزید نکھر گیا تھا___سوگوار حسن___لیکن اسکے چہرے کی رونق اور ہنسی کہیں کھو گ ئی ی تھی۔

"جی آپ چلیں بس میں آتی ہوں۔۔"

حناوے نے مسکرا کر کہا تو ثناء بھابھی اثبات میں سر ہلا کر چلی گ ئی یں۔

حناوے نے ہاتھ میں تھامے موبائل کو دیکھا تھا سکرین پر اس شخص کا نمبر تھا جسے اس نے کچھ دیر پہلے کال کی تھی۔

"!!___میں تمہیں بخشنے والی نہیں امن ملک___یاد رکھنا"

اسکا حوصلہ چٹان کی مانند پختہ و بلند تھا___اور آنکھوں سے اب چنگاریاں نکل رہی تھیں۔

"کبھی سراسر مہر کبھی قہر ہی قہر"

!!___میں لڑکی کے روپ میں کچھ امرت ہوں اور کچھ زہر

وہ قہر ہی تو بن کر لوٹی تھی___وہ زہر جو اپنے اندر برسوں سے لئے پھر رہی تھی جو اسے نہ جینے دیتا تھا اور نہ مرنے___وہ زہر وہ اب امن ملک کی رگوں میں اتارنے آئی تھی___!!

وہ فریش ہونے کے بعد نیچے آئی تو کھانے کی میز پر سب اسکا انتظار کر رہے تھے۔۔رحمن بھائی کے گھر میں زیادہ افراد نہیں تھے لیکن اب اضافہ ہو گیا تھا۔

رحمن بھائی، ثناء بھابھی، ماریہ چچی اور منال۔۔

ہاں منال جو سپاٹ سے تاثرات لئے بیٹھی تھی۔حناوے سے وہ خوشدلی سے ملی تھی اور ملتے وقت رودی تھی حناوے کو اسے سنبھالنا مشکل ہو گیا تھا۔۔یہ یقین کرنا کہ منال آج بھی ویسی ہی نرم مزاج اور نازک سی تھی تھوڑا مشکل تھا لیکن وہ ویسی ہی تھی۔

اسکی آنکھوں کے پپوٹے ابھی تک سوجھے ہوئے تھے حناوے کو محسوس ہو رہا تھا جیسے وہ کافی دیر تک روتی رہی تھی۔

"کیا ہوا منال تم ٹھیک ہو؟"

وہ پوچھے بنا نہیں رہ سکی۔۔ منال کی غائب دماغی اور اسکا سپاٹ چہرہ حناوے کو کوئی اور ہی داستان سنا رہا تھا۔

"ہاں میں ٹھیک ہوں۔۔"

وہ جیسے زبردستی مسکرائی تھی۔ماریہ چچی نے عجیب سی نظروں سے اسے دیکھا تھا اور منال نے نظروں ہی نظروں میں انہیں چپ رہنے کا اشارہ کیا تھا کو ماریہ چچی کو مزید بھڑکا گیا تھا۔

شاویز کا فون آیا تھا وہ کہہ رہا تھا کہ وہ منال کو لینے آنا چاہتا ہے لیکن یہ اس" سے بات نہیں کر رہی۔۔"

بالآخر وہ بول ہی پڑی تھیں منال کی نگاہوں کی التجاء کام نہیں آئی تھی۔

میں بتا رہی ہوں رحمن سمجھالو اپنی لاڈلی کو۔۔لڑکیاں اپنے شوہر کے گھر" میں ہی اچھی لگتی ہیں۔۔اسے سمجھادو کہ جب وہ لینے آئے تو بنا کوئی ڈرامہ "کئے اسکے ساتھ چلی جائے۔۔

انکی برداشت کی بھی حد ہوگئی تھی۔منال نے انہیں بری طرح زچ کردیا تھا۔انکی باتیں سن کر منال نے اذیت سے آنکھیں موندھیں۔

جبکہ حناوے تو حیرت سے کبھی منال تو کبھی باقی سب کو دیکھ رہی تھی۔وہ نہیں جانتی تھی اسکے پیچھے کیا کیا ہوا تھا۔

Zubi Novels Zone

مجھے نہیں جانا وہاں۔۔ کبھی نہیں جانا۔۔اور نہ مجھے شاویز کے ساتھ رہنا" ہے۔۔ایک بار کہہ دیا ناآپ لوگوں کو سمجھ کیوں نہیں آتی مجھے طلاق چاہیے "ان سے۔۔ نہیں رہنا مجھے انکے ساتھ۔۔

وہ ایک جھٹکے سے کھڑی ہوئی اور پھر غصے سے چلائی تھی۔۔بات کے آخر میں اسکا لہجہ بھیگ گیا تھا۔

شاویز کا فون آیا تھا وہ کہہ رہا تھا کہ وہ منال کو لینے آنا چاہتا ہے لیکن یہ اُس" سے بات نہیں کر رہی۔۔" بالآخر وہ بول ہی پڑی تھیں منال کی نگاہوں کی التجاء کام نہیں آئی تھی۔

میں بتا رہی ہوں رحمن سمجھالو اپنی لاڈلی کو۔۔لڑکیاں اپنے شوہر کے گھر" میں ہی اچھی لگتی ہیں۔۔اسے سمجھادو کہ جب وہ لینے آئے تو بنا کوئی ڈرامہ کئے اسکے ساتھ چلی جائے۔۔" انکی برداشت کی بھی حد ہو گئی تھی۔ منال نے انہیں بری طرح زچ کر دیا تھا۔ انکی باتیں سن کر منال نے اذیت سے آنکھیں موندھیں۔ جبکہ حناوے تو حیرت سے کبھی منال تو کبھی باقی سب کو دیکھ رہی تھی۔ وہ نہیں جانتی تھی اسکے پیچھے کیا کیا ہوا تھا۔

مجھے نہیں جانا وہاں۔۔ کبھی نہیں جانا۔۔اور نہ مجھے شاویز کے ساتھ رہنا" ہے۔۔ایک بار کہہ نا آپ لوگوں کو سمجھ کیوں نہیں آتی مجھے طلاق چاہیے ان

سے۔۔ نہیں رہنا مجھے انکے ساتھ۔۔" وہ ایک جھٹکے سے کھڑی ہوئی اور پھر غصے سے چلائی تھی۔۔ بات کے آخر میں اسکا لہجہ بھیگ گیا تھا۔

حناوے تو پھٹی پھٹی آنکھوں سے منال کو دیکھ رہی تھی، یہ وہ منال نہیں تھی جسے وہ جانتی تھی، وہ منال تو بہت نرم مزاج اور نازک سی تھی جبکہ سامنے کھڑی لڑکی تو کسی بہت بڑے زخم کا شکار لگ رہی تھی بالکل اسکی طرح۔۔

حناوے نے غور سے منال کو دیکھا وہ اسکے تاثرات سے اسکے دل کی حالت جان لینا چاہتی تھی، وہ یہ سب سیکھ گئی تھی اب اسے سوال کرنے کی ضرورت پیش نہیں آتی تھی وہ اپنی زیرک نگاہوں سے ہی بہت کچھ سمجھ جاتی تھی۔

منال بیٹھ جاؤ، اور سکون سے امی جان کی بات سنو۔۔" عبدالرحمن بھائی" نے تنبیہ کی تھی۔

نہیں بھائی۔۔ مجھے نہیں سننی کوئی بات، بہتر ہوگا آپ لوگ مجھے میرے" حال پر چھوڑ دیں اگر یہ بھی ممکن نہیں تو بتادیں مجھے میں یہاں سے بھی چلی

جاؤں۔۔" وہ بھیگے لہجے کے ساتھ کہتی واک آؤٹ کر گئی تھی۔ جبکہ ماریہ چچی تو منال کے منہ سے طلاق کا لفظ سن کر دھک رہ گئی تھیں۔ انہیں منال سے اس بات کی ہر گز امید نہیں تھی۔ وہ اب پریشانی سے عبدالرحمن بھائی کو دیکھ رہی تھیں۔

آپ پریشان نہ ہوں امی میں سمجھاتا ہوں اسے ٹھیک ہو جائے گی۔۔""

عبدالرحمن بھائی نے ماریہ چچی کا ہاتھ دباتے ہوئے انہیں تسلی دی تھی جبکہ حناوے نے ایک بوجھل سانس فضا میں خارج اور کھانے کی طرف متوجہ ہو گئی، بہت تو ویسے بھی اسکی مٹ ہو چکی تھی لیکن مجبوراً اسے سب کا ساتھ دینا تھا۔

تم سمجھ گئی ہونا سیرت تمہیں میڈیا کے سامنے کیا بیان دینا ہے؟" خانم بی نے سر جھکائے بیٹھی سیرت سے کہا، جو اپنے اندر اٹھتے طوفان کو دبائے بیٹھی تھی، اسکی آنکھیں چھلکنے کو تیار تھیں۔

تم نے یہ بات صاف صاف ظاہر کرنی ہے کہ خیام رانا کے پوتے اسسٹنٹ" کمشنر حیدر رانا نے تمہیں اغواء کیا اور پھر زبردستی تم سے نکاح کیا۔۔" خانم بی طوطے کی طرح سیرت کو جھوٹا بیان رٹا رہی تھیں جبکہ وہ نظریں جھکائے اس وقت کو یاد کر رہی تھی جب وہ مصیبت میں تھی، جب اسکی عزت اور اسکی جان سولی پر اٹکی تھی اور اسے بچانے والا حیدر تھا، اس رات تو وہ بچ گئی تھی لیکن بد قسمتی سے وہ شخص اسکا خاندانی دشمن نکلا تھا، جو بھی ہوا جیسے بھی ہوا تھا لیکن وہ شخص اسکا محسن تھا۔ اور ڈاکٹر سیرت ملک اپنے محسن پر الزام لگا کر اسے رسوا کیسے کر سکتی تھی؟ اس نے حیدر رانا سے سمجھدار اور باوقار انسان نہیں دیکھا جو ایمانداری میں بھی اپنی مثال آپ تھا اور وہ کیسے اس پر جھوٹا الزام لگا کر اسکی زندگی تباہ کر سکتی تھی؟

سیرت۔۔میں تم سے پوچھ رہی ہوں تم سمجھ گئی نا تمہیں کیا بولنا ہے؟" خانم بی نے اس بار بھنویں اچکا کر سخت لہجے میں پوچھا۔

جج۔۔جی خانم بی سمجھ گئی۔۔" وہ بامشکل بول پائی تھی، وہ مضبوط لڑکی اس وقت آندھیوں کی زد میں تھی۔ جب سے وہ حیدر رانا کے بنگلے سے واپس آئی تھی اسکا دل اداس تھا۔ نٹ کھٹ سی سماب اور باوقار سا حیدر اسے بھولتا نہیں تھا، کتنی عزت دی دونوں بہن بھائیوں نے اسے اور وہ کیا کرنے جا رہی تھی؟ جو مان حیدر نے اسے دیا تھا وہ اسے توڑنے جا رہی تھی، وہ اسے زندگی کو اندھیروں میں دھکیلنے جا رہی تھی؟ وہ جانتی تھی اسکے ایک بیان سے حیدر رانا کی دنیا ہل جانی تھی کیونکہ وہ وزیر اعلیٰ سندھ بہرام ملک کی نواسی تھی اور اُس پر ہاتھ ڈالنے والے کا حشر نشر ہو جانا تھا۔

شاباش۔۔اب تم کچھ دیر آرام کرو میڈیا والے آتے ہی ہوں گے پھر دیکھنا" آج کا دن رانا خاندان کا ہر فرد یاد رکھے گا۔۔" خانم بی نے کرخت لہجے میں کہا تھا انکے الفاظ سے بھی حقارت اور نفرت ٹپک رہی تھی لیکن یہ نفرت

سیرت کی سمجھ سے باہر تھی۔وہ بس خالی خالی نظروں سے دروازے کو دیکھ رہی تھی جہاں سے خانم بھی گئی تھیں۔

دو آنسو اسکی پلکوں کی باڑ توڑ کر گالوں پر بہہ نکلے تھے اور اسکے ظرف کا تماشہ بنا گئے تھے،سیرت نے صوفے کی پشت سے ٹیک لگایا اور آنکھیں موندھ لیں،حیدر کا وجیہہ چہرہ خیالوں کے پردے پر ابھرا تھا،جانے کیوں وہ اسے بھول نہیں پارہی تھی،جب سے وہ آئی تھی بے چین تھی۔

اور حیدر کے آخری الفاظ "اپنا خیال رکھنا،ڈرنے کی بالکل ضرورت نہیں جیسا آپ کہیں گی ویسا ہی ہوگا،یاد رکھنا آپ حیدر رانا کی بیوی ہیں اس لئے ہمیشہ سچائی کا ساتھ دیجئے گا۔۔"اسکے دل پر چھپ سے گئے تھے۔

آہ۔۔کتنی خوبصورت مسکراہٹ تھی اسکی۔۔!!سیرت کا دل جلنے لگا تھا، آنسوؤں کو پینے کی کوشش کرتی تو گلے میں کچھ اٹک جاتا تھا سانس لینا مشکل لگتا تھا۔

منال کا فون بار بار بج رہا تھا۔وہ عشاء کی نماز پڑھنے کے بعد جائے نماز تہہ کرکے، میز پر رکھ کر موبائل کی جانب بڑھی، کوئی انجان نمبر تھا۔

اس سے پہلے وہ کچھ سوچتی فون کی گھنٹی پھر سے بجی اٹھی۔

ہیلو۔۔!"کال اٹینڈ کرنے کے بعد اس نے موبائل کان سے لگایا۔"

میرا فون کیوں نہیں اٹھاتی ہو تم؟ تمہیں کیا لگتا ہے منال تم مجھ سے چھپ سکتی ہو؟"

شاہ ویز کی گرجتی آواز ابھری تھی۔منال کے ہاتھ سے موبائل گرتے گرتے بچا۔اسے اندازہ نہیں تھا کہ شاویز سے یوں بھی فون کر سکتا تھا، دل تیزی سے دھڑکنے لگا تھا اور منال کو اپنی ٹانگوں میں واضح لرزش محسوس ہوئی تھی۔وہ اسے نمبر بلاک کر چکی تھی۔کتنی مشکل سے اس ظالم انسان کو اپنی ذہن سے کچھ دیر کیلئے نکالا اور وہ پھر سے آ گیا تھا۔

جواب دو مجھے خاموش کیوں ہو؟" وہ دبی دبی آواز میں چلا رہا تھا، لہجے کی سختی وہ واضح محسوس کر سکتی تھی۔

"مم۔۔مجھے آپ سے بات نہیں کرنی۔۔" منال نے کانپتی آواز میں جواب دیا تھا، آنکھوں کے کونے بھیگ گئے تھے۔

"کیوں نہیں کرنی تمہیں بات؟ کیا سمجھتی ہو خود کو؟ تمہیں کیا لگتا ہے تم مجھ سے بچ سکتی ہو؟ اور تمہاری ہمت بھی کیسے ہوئی طلاق کی بات کرنے کی؟ تم شاویز رانا کی بیوی ہو۔۔شاویز رانا کی سمجھ آئی۔۔دوبارہ ایسی بات کی تو جان لے لوں گا، اور ہاں کل میں تم سے ملنے آرہا ہوں گیارہ بجے تیار رہنا وہ انجام کی زمہدار تم خود ہو گی۔۔"

وہ اپنی سنا کر کھٹاک سے فون بند کر گیا تھا اور منال پھوٹ پھوٹ کر رو دی تھی۔۔وہ شاویز سے ملنا تو کیا اسے دیکھنا بھی نہیں چاہتی تھی کیونکہ اسکے سامنے آتے ہی منال کو اپنے ارادے ٹوٹتے محسوس ہوتے تھے آخر اس نے محبت کی تھی اس ظالم شخص سے اور اسی وجہ سے اتنی تکلیف میں تھی۔ کتنی

ہی دیر وہ فون تھامے روتی رہی تھی اور رات دھیرے دھیرے سرک رہی تھی۔وقت ایسا تھا کہ رانا خاندان اور ملک خاندان کا ہر شخص ایک ان دیکھی آگ میں جل رہا تھا،نہ کسی کی جیت ہو رہی تھی اور نہ ہار،دونوں خاندانوں کے افراد اپنی اپنی جنگ لڑ رہے تھے جانے اس جنگ میں شکست کس کے مقدر میں لکھی تھی۔

میری فطرت میں رعایت کی گنجائش نہیں"
"میری نفرت کا تقاضہ ہے کہ تو مر جائے

رات کے اس پہر وہ فائل ہاتھ میں تھامے چند کاغذات کو غور سے دیکھ رہی تھی،اس نے ایک دن بھی آرام کرنا ضروری نہیں سمجھا تھا،امن ملک کو شکست دینا تھی تو اسے ہر پل ہر لمحہ کام کرنا تھا،ایک ایک سیکنڈ اسے امن ملک کے خلاف استعمال کرنا تھا تب ہی کہیں اسکی شکست ممکن تھی۔

صبح کے تین بجے کا وقت تھا جب اس نے فائل بند کی اور کرسی کی پشت سے ٹیک لگا لی۔

نیند سے بوجھل اور جلتی آنکھوں کو بند کیا تو پپوٹے درد سے جھنجھنا اٹھے تھے۔ کچھ باتیں جو سمجھ نہیں آرہی تھیں۔ کچھ نقات ایسے تھے جنہیں وہ کلیئر کرنا چاہتی تھی۔ یہ فائل اس پانچ سال کے عرصے میں خضر نے بنائی تھی جسے وہ اسکے آنے کی خبر سنتے ہی عبدالرحمن بھائی کے گھر پہنچا چکا تھا۔

میں ہمیشہ اور قدم پر تمہارا ساتھ نبھاؤں گا "بند آنکھوں کے پردے پر خضر" کا وجیہہ چہرہ ابھرا تھا۔ حناوے نے جھٹ سے آنکھیں کھولیں۔ اس پانچ سال کے عرصے میں اس نے کبھی خضر کو فون نہیں کیا تھا، کبھی اسکی خیریت دریافت نہیں کی تھی اور نہ کبھی خضر نے فون کرنا ضروری سمجھا تھا۔ وہ اسکا ساتھ نبھانے کا وعدہ تو کر چکا تھا لیکن حناوے کو لگتا تھا یہ خضر مجبوری تھی ورنہ وہ حناوے سے ہمیشہ کو ناپسند کرتا تھا۔ کچھ سوچتے ہوئے حناوے نے

فون اٹھایا، ایک گہرہ سانس لیتے ہوئے خود کو پر سکون کیا اور پھر خضر کا نمبر ملا دیا۔

بیل جارہی تھی لیکن وہ فون نہیں اٹھا رہا تھا۔

ایک پل کو ملال حناوے کے چہرے پر پھیلا تھا لیکن دوسرے ہی پل وہ خود پر قابو پا چکی تھی، یہ جذبات اور احساسات اب اسے زہر لگتے تھے۔ اسے تو ان پانچ سالوں میں کبھی حیدر کا خیال بھی نہیں آیا تھا جو اسے اچھا لگتا تھا کبھی۔۔

وقت انسان کو بدل دیتا ہے اور اسکی سب سے بڑی مثال حناوے تھی۔

اس شدت فراق سے آتے ہو یاد تم"

"جیسے کسی ضعیف کو بچپن کے چار دن

خضر جو پچھلے دو دنوں سے بے چین تھا اور چاہ کر بھی حناوے کو فون نہیں کر پایا تھا وہ حناوے کا فون دیکھ کر ایک پل کو ساکت رہ گیا تھا۔ حناوے نے اسے فون کیا تھا؟ ایس پی خضر حیات رانا کو جسے وہ ناپسند کرتی تھی، ہزار دفع شادی سے انکار کر چکی تھی، وہ اسے فون کر رہی تھی۔۔ اسکا حیران ہونا تو بنتا تھا۔ دل تیزی سے دھڑک رہا تھا۔

ضرور اسے کوئی کام ہو گا، اٹھالو فون۔" دماغ نے ایک پل کے اندر دل کی" خوشفہمیوں پر پانی ڈالا تھا، اس سے پہلے وہ فون اٹھاتا بیل بند ہو چکی تھی، اور خاموش موبائل کو ہاتھ میں تھامے وہ اسکے نمبر کو گھور رہا تھا جسے اپنے موبائل کی سکرین پر چمکتا دیکھنے کی خواہش وہ پچھلے پانچ سال سے کر رہا تھا۔
کچھ دیر سوچنے کے بعد خضر نے حناوے کا نمبر ملایا اور کمرے کی کھڑکی میں جا کر کھڑا ہو گیا تھا، اندر کہیں الاؤ سا جل رہا تھا، باہر ہلکی ہلکی بارش جاری تھی۔ تیز ہوا کا جھونکا اسکے چہرے سے ٹکرایا تو اسے اندر تک پر سکون کر گیا تھا۔
السلام علیکم!" حناوے کی سرسراتی آواز اسکی سماعت سے ٹکرائی تھی۔"

وعلیکم السلام" وہ بس اتنا ہی بول پایا تھا۔ پھر دونوں طرف خاموشی چھا گئی" تھی۔ وہ دونوں نہیں جانتے تھے کہ کیا بات کریں؟

حناوے کا لڑنا جھگڑنا، اسے جلی کٹی سنانا اور خضر کا اسے ڈانٹنا، کچھ بھی تو پہلے جیسا نہیں تھا۔

کیسے ہیں آپ؟" بالآخر حناوے نے ہی پہل کی تھی۔ اسکا لہجہ بالکل نارمل" تھا۔

ٹھیک ہوں۔۔" خضر نے دو لفظی جواب دیا تھا۔ وہ جو اسے ڈانٹنا چاہتا تھا،" اپنی حالت بیان کرنا چاہتا تھا اب خاموش کھڑا تھا۔

پھوپھو کیسی ہیں؟" حناوے کا دوسرا سوال آیا تھا۔"

وہ بھی ٹھیک ہیں۔۔" خضر کو اب بلاوجہ ہی الجھن ہونے لگی تھی۔"

یہ تو اچھی بات ہے، سب سے پہلے تو معذرت آپکو اس وقت فون کیا، جو" فائل آپ نے بھیجی ہے اس میں باتیں واضح نہیں ہیں کیا آپ مجھے کل مل

سکتے ہیں تا کہ میں اپنی الجھن کو دور کر سکوں۔۔" وہ کتنے آرام اور تمیز سے بات کر رہی تھی، خضر کو تو اسکی انداز پر شک سا ہو رہا تھا۔

ٹھیک ہے مجھے وقت بتا دینا میں آجاؤں گا۔" وہ بے تاثر سے لہجے میں بول رہا تھا، یہ اسکی حناوے نہیں تھی وہ جو اس سے لڑتی جھگڑتی اور زبر ستی باتیں منواتی تھی، یہ تو کوئی اور حناوے تھی، اجنبی سی، جو فاصلے ختم کرنے کا کہتے ہوئے بھی خضر کو خود سے کوسوں دور کھڑی نظر آئی تھی۔

نمل۔۔ نمل کہاں ہو یار تم میری واچ نہیں مل رہی، لیٹ ہو رہا ہوں آفس سے۔۔" ارحم جھنجھلایا ہوا بیڈ کے سائیڈ ٹیبل کے دراز چیک کر رہا تھا اور ساتھ ساتھ نمل کو بھی آوازیں دے رہا تھا۔

صبح صبح ہی اسلام آباد کو نرم ملائم سی دھوپ نے اپنی لپیٹ میں لیا تھا، ساری رات بارش برسنے کے بعد اب مطلع صاف تھا اور سورج آج معمول سے

زیادہ چمک رہا تھا اور ایسی ہی چمک اس چھوٹے سے گھر میں بھی تھی جسکے افراد خوش اور پر سکون تھے۔

نمل۔۔"کوئی جواب نہ آنے پر ارحم اسے پکارتا کمرے سے باہر نکل آیا تھا، اب اسکا رخ کچن کی جانب تھا جہاں وہ مصروف سی اسکے لئے ناشتہ بنا رہی تھی۔

جج۔۔جی۔۔بس آ رہی ہوں۔۔"وہ اسکی پکار سن چکی تھی شاید تبھی" مصروف سے انداز میں جواب دیا تھا۔

نمل تمہیں کتنی بار کہا ہے کہ جب میں ریڈی ہو رہا ہوں تو میرے پاس رہا" کرو، مجھے چیزیں نہیں ملتی ایسے۔۔"وہ بے بسی سے بولا تھا۔

کیا نہیں مل رہا اب۔۔؟"نمل نے آملیٹ کو پلیٹ میں سلیقے سے رکھتے" ہوئے سوال کیا تھا۔ جبکہ ارحم کی پیشانی پر لکیریں ابھری تھیں۔ وہ اس سے بات کر رہا تھا جبکہ وہ مصروف تھی۔ ارحم سے برداشت نہ ہوا۔ وہ غصے سے اسکی جانب بڑھا۔

"کتنی بار کہا ہے جب میں بات کر رہا ہوں تو صرف مجھ پر توجہ دیا کرو، مجھ نہیں پسند تمہارا مجھے یوں نظر انداز کرنا۔۔" وہ اسے بازو سے پکڑے اسکارخ اپنی جانب موڑے، خفا خفا سا کہہ رہا تھا۔ اسکا پھولا ہوا چہرہ دیکھ کر نمل بے ساختہ ہنس دی تھی۔

"یار تم ہنس رہی ہو اور یہاں میں لیٹ ہو رہا ہوں۔۔" وہ صدمے سے نمل کی جانب دیکھتے کہہ رہا تھا۔

"خود ہی کہتے ہیں آپ کہ میں ہی ناشتہ بنایا کروں آپکے لئے اب جب ناشتہ بنا رہی ہوں تو بھی غصہ کر رہے ہیں؟" وہ اسکی حالت سے لطف انداز ہوتے، مسکراہٹ چھپائے کہہ رہی تھی۔

"ٹھیک ہے ناشتہ بھی بنا لینا لیکن پہلے آؤ میری واچ ڈھونڈ کر دو اور جب تک میں ریڈی نہ ہو جاؤں تم میرے ساتھ رہو گی۔۔" وہ اسکا ہاتھ تھامے کچن سے باہر لے گیا تھا اب اسکارخ کمرے کی جانب تھا۔

یہ دیکھیں یہ رہی واچ۔۔کل خود ہی تو اسٹڈی ٹیبل پر رکھی تھی۔۔"نمل" نے میز سے گھڑی اٹھاتے ہوئے اسکی جانب بڑھائی جس نے پورے کمرے کا سامان بکھیر دیا تھا۔

او شکر ہے "ارحم کے تنے اعصاب ڈھیلے پڑے تھے۔وہ اب گھڑی کلائی" میں باندھ رہا تھا۔یہ اسکی پسندیدہ گھڑی تھی نمل جانتی تھی۔
آپ بھی نہ ارحم کیا حال بنا دیا ہے کمرے کا۔۔"نمل نے کمرے کی حالت" دیکھتے ہوئے کہا تھا۔ارحم نے چونک کر کمرہ دیکھا جسکا حال واقعی برا تھا اور پھر نمل کا چہرہ جس پر تھکاوٹ کے آثار نمایاں تھے۔وہ جب سے اسکی زندگی میں آئی تھی اسے،ذلیخہ پھوپھو اور انکی این جی او کو سنبھال رہی تھی۔گھر کا پورا خیال رکھتی تھی،صفائی ستھرائی،دوپہر اور رات کے کھانے کا خیال تو ملازمہ رکھتی تھی لیکن ارحم اور پھوپھو کا ناشتہ اور ارحم کے چھوٹے چھوٹے کام اسے

تھکا دیتے تھے۔ارحم کو اب سچ میں افسوس ہو رہا تھا،وہ نمل کے بنا اپنی زندگی کا تصور بھی نہیں کر سکتا تھا۔

ایم سوری۔۔"وہ دو قدم بڑھا کر اسکے قریب آیا اور اسکے دونوں ہاتھ "تھامتے ہوئے معذرت کی۔

کس لئے۔۔؟"وہ حیران ہوئی۔"

میں بہت تنگ کرتا ہوں نا تمہیں۔۔لیکن میرا یقین کرو تمہارے بنا نہ مجھے "کچھ نظر آتا ہے اور نہ کچھ ملتا ہے۔۔"وہ اب شرمندہ سا کہہ رہا تھا۔

کوئی بات نہیں ارحم آپ جلدی سے تیار ہو کر آجائیں میں ناشتہ لگا دیتی "ہوں پھر مجھے پھوپھو کو بھی میڈیسن دینی ہے۔۔"وہ بنا ماتھے پر شکن لائے کہہ رہی تھی اور ایسے فکر اور پرواہ سے کہتی وہ اسکے دل میں اتر رہی تھی۔

بہت شکریہ نمل۔۔میرے زندگی میں آنے اور اسے خوبصورت بنانے "کیلئے۔۔"ارحم نے اسکے ہاتھ کو لبوں سے لگاتے مان سے کہا تھا۔نمل پھیکا سا ہنس دی تھی۔بظاہر وہ بہت خوش تھی لیکن ارحم سے شادی کرنے پر اسے

وہی سزا ملی تھی جو ذلے رانا کو ملی تھی۔ خیام رانا اور اسکے بابا اس سے تعلق توڑ چکے تھے لیکن نمل جانتی تھی ذلیخہ پھوپھو کو واپس رانا خاندان تک لے جانے کیلئے اسکا یہ قدم اٹھانا لازمی تھا۔

"تمہیں پتہ ہے حناوے رانا، اکثر فوٹو شوٹ کے دوران، بھیگی سڑک پر چلتے ہوئے (اسی سڑک پر جس پر گولی تم نے میرے جسم کے آر پار کی تھی)، دوستوں کے درمیان، محفلوں کی رونق ہوتے ہوئے بھی میں ایک ہی بات سوچتا رہتا ہوں کہ کب وہ دن آئے گا جب تم میری ہو گی؟ کب میں تمہیں محسوس کر پاؤں گا؟ کب تمہیں ہاتھ سے چھو کر یہ یقین کر پاؤں گا تمہارا وجود ایک حقیقت ہے کوئی خواب نہیں جس نے میری سدھ بدھ چھین لی ہے، امن ملک کے اندر بے چینی بھر دی ہے، وہ سالوں سے ملن کی آگ میں جل رہا ہے آخر کب وہ دن آئے گا۔۔؟" وہ آئینے کے سامنے کھڑا تھا اور آئینے

میں ابھرتے حناوے کے عکس سے مخاطب تھا۔وہ جب بھی آئینہ دیکھتا تھا اسے اپنے شاہکار سراپے کی بجائے حناوے کا عکس نظر آتا تھا۔اسکی محبت بھی بڑی جگری نکلی تھی جواب اسی کے انتظار میں تھی۔

وہ جانے کب تک انہی خیالوں میں کھویا رہتا اگر دروازے پر ہونے والی دستک اسے چونکنے پر مجبور نہ کرتی۔

امن۔۔"آواز پر اس نے پلٹ کر دیکھا تھا۔ژالے اپنا قاتل سراپا لئے اسکے" کمرے کے دروازے میں کھڑی تھی۔وہ حسن اور ذہانت کا مجموعہ تھی۔ انتہائی شاطر اور حاضر دماغ۔۔پچھلے تین سالوں میں وہ کامیاب وکیل کا خطاب پا چکی تھی۔اگر اسکی جگہ کوئی اور ہوتا تو اب تک حناوے کو بھول کر ژالے ملک پر زندگی وار چکا تھا لیکن وہ امن ملک تھا اپنی ضد کا پکا اور اسکی محبت بھی اسکی طرح ضدی تھی۔

آؤژالے خیریت ہے؟" وہ صبح صبح اسے اپنے کمرے میں دیکھ کر تھوڑا حیران ہوا تھا، حیران تو اسے دیکھ کر ژالے بھی ہوئی تھی جو آج اپنے مقررہ وقت سے پہلے ہی نک سک سا تیار کھڑا تھا۔

"یہ سوال تو مجھے کرنا چاہیے کیا بات ہے بڑے تیار شیار ہو رہے ہو؟" ژالے کی آنکھوں نے امن کے وجود میں آج ایک غیر معمولی تبدیلی کو بھانپ لیا تھا۔

"زندگی کی نوید مل گئی ہے رات اب بس اسے حاصل کرنا ہے اور اسکے لئے ضروری ہے میں وقت کی پابندی کروں۔۔" وہ بات کو گول مول کر گیا تھا جبکہ چہرے پر دھیمی سی مسکان تھی جس پر ژالے بچپن سے فدا تھی۔

"میری گاڑی نہیں چل رہی کوئی مسئلہ ہو گیا ہے شاید مجھے آفس چھوڑ دو گے؟" ژالے نے سر جھٹکتے ہوئے پوچھا۔ اسکی آج کلائنٹ کے ساتھ ضروری میٹنگ تھی وہ دیر نہیں کرنا چاہتی تھی۔

ہاں آج تم جہنم میں جانے کا بھی کہو گی تو امن ملک چلے گا بس وہ راستہ میری" منزل کا پتہ دیتا ہو۔۔"وہ ہولے سے بڑبڑایا تھا جسے ژالے نہیں سن پائی تھی لیکن وہ چونک ضرور گئی تھی، کچھ تھا جو امن اس سے چھپا رہا تھا۔ وہ اسے جلدی آنے کا کہہ کر جا چکی تھی جبکہ حناوے کے خیال نے ایک بار پھر امن کے وجود کو معطر کیا تھا۔

جب نہیں آئے تھے تم , تب بھی تو تم آئے تھے
آنکھ میں نُور کی , اور دِل میں لہو کی صُورت
یاد کی طرح , دھڑکتے ہوئے دِل کی صُورت
تم نہیں آئے ابھی , پھر بھی تو تم آئے ہو
رات کے سِینے میں , مہتاب کے خنجر کی طرح
صبح کے ہاتھ میں , خورشید کے ساغر کی طرح

اب تم آئے ہو تو , میں کون سی شے نذر کروں ؟
کہ میرے پاس ،سِوا مہر و وفا کچھ بھی نہیں
ایک دِل ،ایک تمھاری تمنّا کے سِوا کچھ بھی نہیں

وہ پچھلے دس منٹ سے لاؤنج میں اکیلا بیٹھا حناوے کا انتظار کر رہا تھا، حناوے نے اکیلے ملنے کو کہا تھا۔ ماریہ چچی اور ثناء بھابھی اسکا حال احوال پوچھنے کے بعد جا چکی تھیں۔ خضر نے بے چینی سے پہلو بدلا اور گھڑی کی جانب دیکھا، دس بجنے میں ایک منٹ باقی تھا اور حناوے نے پورے دس بجے کا وقت دیا تھا۔ جانے کیوں وہ پہلے ہی آگیا تھا؟ جانے کیوں وہ اسے دیکھنا چاہتا تھا؟ جانے کیوں اسکا دل تیزی سے دھڑک رہا تھا، اس سے پہلے کہ خضر مزید کسی بے چینی کا شکار ہوتا اسے سیڑھیوں پر وہ نظر آئی، حناوے سیڑھیاں اتر رہی تھی۔ اس نے دس بجے کا وقت دیا تھا اور وہ اپنے وقت پر آئی تھی۔ جانے وقت کی اتنی پابندی کرنا کہاں سے سیکھا تھا اس نے؟

اس پر نظر پڑتے ہی خضر کو اپنا دل رکتا ہوا محسوس ہوا تھا۔ بالوں کی اونچی ٹیل پونی کیئے، نیلے رنگ کی جینز پر گھٹنوں تک آتی سفید شرٹ پہنے اور دوپٹے کندھے کے ایک سائیڈ پر پھیلائے یہ وہ حناوے رانا تو نہیں تھی جسے خضر نے سالوں پہلے دیکھا تھا۔

السلام علیکم" جانے وہ کب اسکے قریب پہنچ کر سلام کر چکی تھی لیکن خضر" تو حیرت کے شدید صدمے میں ساکت کھڑا تھا۔ اسے خاموش دیکھ کر حناوے کے چہرے پر الجھن ابھری۔

السلام علیکم" اس بار حناوے نے ذرا اونچی آواز میں کہا خضر کو جیسے جھٹکا لگا۔" وہ بھی سیاہ جینز پر سفید شرٹ پہنے سادہ حلیے میں تھا۔ اسکی شخصیت میں بھی پہلے سے زیادہ نکھار اور وقار آیا تھا۔ "پولیس والے اتنے باوقار کب سے ہونے لگ گئے؟" ایک پل کو حناوے نے سوچا تھا۔

وعلیکم السلام، کیسی ہو؟" وہ اب خود پر کافی حد تک قابو پا چکا تھا تبھی لہجے کو" عام بناتے ہوئے پوچھ رہا تھا۔

میں ٹھیک ہوں، پھوپھو کیسی ہیں؟" وہ اب بائیں ہاتھ میں تھامی فائل کو میز پر رکھتے ہوئے پوچھ رہی تھی، اسکی آنکھوں میں بھی جھجک سی تھی، وہ اب بے دھڑک اپنے سامنے کھڑے شخص کو "رشوت خور" نہیں کہہ سکتی تھی اور زبان سے لڑنا جھگڑنا تو وہ کب کا چھوڑ چکی تھی۔

لوگ کہتے ہیں کہ جو انسان جتنا زیادہ پر اعتماد ہوتا ہے وہ اتنا زیادہ بول لیتا ہے، لیکن شاید حقیقت کچھ اور ہے، انسان جتنی شعور کی منزلیں طے کر لیتا ہے اتنی ہی گہری خاموشی اسکی شخصیت کا خاصہ بن جاتی ہے" حناوے میں اعتماد کی کمی ہر گز نہیں تھی لیکن وہ اب فضول نہیں بولتی تھی، وہ حناوے رانا جو پورے رانا ہاؤس کو سر پر اٹھا کر رکھتی تھی وہ کہیں گم ہو گئی تھی۔ اس نئ حناوے کو دیکھ کر خضر کا دل جانے کیوں ہول اٹھا تھا، اسکی آنکھوں کی سرد مہری اور چہرے پر پھیلی سنجیدگی کسی بڑے طوفان کا پیش خیمہ تھی۔

اللہ کا شکر ہے وہ بالکل ٹھیک ہیں، تمہاری راہ دیکھ رہی تھیں" خضر نے صوفے پر بیٹھتے ہوئے خوشدلی سے بتایا۔ایک آسودہ سی مسکراہٹ اسکے حناوے کے لبوں کو چھو گئی تھی۔

جلد ملنے آؤں گی ان سے ان شاءاللہ، پہلے میرا مقصد پورا ہو جائے پھر ہی مری کی سرزمین پر قدم رکھوں گی۔۔" وہ سنجیدہ لہجے میں کہتی ایک بار پھر خضر کو چونکا گئی تھی، وہ ضدی تو پہلے سے تھی لیکن اب ہٹ دھرم بن گئی تھی۔

وہ جو سوچ کر آیا تھا کہ اسے سزا دے گا، اتنے سال اس نے خضر کو بے چین رکھا تھا وہ اسے اسکے بدلے میں ڈانٹے گا۔۔سب بے سود تھا۔

وہ تو وہ حناوے تھی ہی نہیں، خضر کو جانے کیوں اس پر ترس آیا تھا، وہ خود کو کھو چکی تھی، اپنی شرارتیں، کھلکھلاہٹیں اپنی ہنسی سب کچھ۔۔نفرت اسکو کھا رہی تھی اور وہ اسی نفرت کی آگ میں جل رہی تھی۔

تو پھر کام کی بات شروع کریں۔۔؟"خضر کو خاموش دیکھ کر حناوے نے" خود کی سوال کیا۔

ہاں۔۔"وہ اثبات میں سر ہلا گیا تھا۔حناوے پھر سے فائل اٹھاتے ہوئے" خضر کے ساتھ آکر بیٹھ گئی تھی۔خضر نے اب اپنے دل کو تیزی سے دھڑکتے پایا تھا۔وہ فائل کھولے چند کاغذات پر اہم جگہ پر پینسل سے گول دائرے بنا رہی تھی جب خضر دل میں اٹھنے والے طوفان کو مشکل سے دبائے اسکی باتوں پر دھیان دینے کی کوشش کر رہا تھا۔وہ بھی ایس پی خضر حیات رانا تھا اتنی جلدی تو ہار ماننے والا نہیں تھا جلد ہی خود کو نارمل کر کے وہ پوری توجہ سے اسکی بات سن رہا تھا۔

تقریباً آدھا گھنٹا وہ دونوں سر کھپاتے رہے اور بالآخر کسی اہم نتیجے پر پہنچ ہی گئے تھے۔

میں اب راحیلہ اور اویس کے گھر والوں سے ملنا چاہوں گی"حناوے نے" اپنا فیصلہ سنایا۔ان پانچ سالوں میں خضر نے راحیلہ اور اویس کے گھر والوں کا

ہر طرح سے خیال رکھا تھا، راحیلہ کو ہسپتال میں داخل بھی اسی نے کروایا تھا۔ اب اسکی حالت کافی بہتر تھی، لیکن وہ رات جب امن نے اویس کو مارا تھا وہ راحیلہ کو نہیں بھولتی تھی۔ اسکا علاج جاری تھا وہ وقت کے ساتھ بہتر ہو رہی تھی اور یہی حناوے کیلئے کافی تھا۔

"ان سے ملنے کے بعد ہی میں کیس ری اوپن کروں گی کیونکہ میں چاہتی ہوں اس بار کوئی غلطی نہ ہو۔۔" وہ اب وکیل تھی اور یہ کیس خود لڑنے والی تھی۔

"ٹھیک ہے۔ مجھے بتا دینا میں لے جاؤں گا تمہیں۔۔"

نہیں میں خود چلی جاؤں گی میں باقی کاموں پر دھیان دیں اب میں اب بچی نہیں رہی جو اکیلے آنے جانے سے ڈرے گی۔۔" حناوے نے خضر کی بات کو درمیان سے کاٹا تھا۔ وہ اپنی طاقت خود بننا چاہتی تھی، اس نے جو اپنے آپ کو ایک نئے روپ میں ڈال لیا تھا وہ اب اس روپ کو آزمانے والی تھی۔ اسکی بات سن کر خضر نے ایک گہرہ سانس لیا اور اثبات میں سر ہلا دیا۔ وہ کیسے

بھول گیا تھا کہ وہ پانچ ساڑھے پانچ سال امریکہ میں اکیلے رہ کر آئی تھی۔وہ اب اکیلے بہت کچھ کر سکتی تھی اور وہ اسے منع تو نہیں کر سکتا تھا لیکن اسکا دھیان بھی لازمی رکھنے والا تھا۔

ذلیخہ پھوپھو جائے نماز پر سر جھکائے بیٹھی تھیں۔انکا چہرہ آنسوؤں سے تر تھا، رو رو کر انکی ہچکی بندھ گئی تھی۔وہ پچھلے ایک گھنٹے سے ایک ہی دعا مانگ رہی تھیں۔

"یا اللہ مجھے معاف فرما، مجھے بخش دے میرے مالک میں نے اپنے ماں باپ کا دل دکھایا۔۔"ماضی میں کی گئی غلطی کا افسوس اور پچھتاوا انہیں سکون نہیں لینے دیتا تھا، کیا ملا تھا آخر انہیں اپنے ماں باپ خاندان کو چھوڑ کر اور محبت کی شادی کر کے؟ کچھ بھی نہیں۔۔وہ آج بھی وہ رات نہیں بھولی تھیں جس رات وہ اپنے ماں باپ کو چھوڑ کر شہباز ملک کے ساتھ اسکی دلہن بن کر ملک حویلی میں داخل ہوئی تھی، نئے نئے جذبات سے انہیں تب اپنا آپ درست

لگا تھا، خوش تھیں وہ اپنی محبت کو پا کر لیکن انکی خوشی زیادہ دیر قائم نہیں رہ سکی تھی۔ شہباز ملک کا بھیانک روپ کھل کر انکے سامنے آگیا تھا۔ خانم بی نے زوردار تھپڑ انکے گال پر رسید کیا تھا اور شہباز ملک اسے دھکا دے کر کمرے سے نکل گیا تھا۔۔ اسے بتایا گیا تھا کہ یہ اسکی سزا تھی، شہباز ملک اس سے محبت نہیں کرتا تھا بلکہ یہ سب اس نے رانا خاندان سے بدلا لینے کیلئے کیا تھا۔

سالوں بیت گئے آج تک انکے ذہن سے شہباز ملک کے الفاظ نہیں مٹے تھے، وہ انکی سماعت میں گونجتے رہتے تھے، سب کچھ گنوا چکی تھیں وہ۔۔ نہ ماں باپ بچے تھے نہ محبت۔۔۔ لیکن انکی خوش قسمتی کہ اللہ نے ارحم جیسا بیٹا دیا تھا۔

ارحم نے ہر قدم پر اپنی ماں کا ساتھ نبھایا تھا، خانم بی نے کبھی انہیں ملک خاندان کی بہو نہیں سمجھا تھا، جب نمل انکے آفس میں آئی تب وہ نہیں جانتی تھیں کہ وہ انکی اپنی تھی لیکن پھر جب نمل کی شادی کا کارڈ وصول ہوا تو وہ سر

پکڑ کر بیٹھ گئیں۔ شاید یہی وجہ تھی جو نمل انہیں اپنی اپنی لگتی تھی۔ اور جب ساڑھے پانچ سال پہلے نمل اپنے بابا کے ساتھ انہیں ملنے آئی تو اپنے بھائی کو دیکھ کر وہ رہ نہیں پائی تھیں جبکہ دوسری جانب عثمان رانا انہیں کھری کھری سنا کر چلے گئے تھے۔ بس تب سے نمل نے انکا ساتھ نہیں چھوڑا تھا۔

اس نے رحمن بھائی کو سب بتا دیا تھا کہ مسز ملک ہی انکی پھوپھو تھیں اور وہ کس حالت میں تھی۔ نمل کا طریقہ غلط تھا لیکن اس نے ایک صحیح فیصلہ کیا تھا اور اس فیصلے میں رحمن بھائی نے اسکا ساتھ دیا تھا۔ ذلیخہ پھوپھو کو واپس رانا ہاؤس میں لانے کیلئے ضروری تھا کہ نمل پہلے ملک ہاؤس کا حصہ بنتی اسی لئے نمل نے ارحم سے نکاح کر لیا تھا اور یہ نکاح خضر اور رحمن بھائی کی موجودگی میں ہوا تھا۔ پرانی روایات کی طرح اسے بھی خاندان سے الگ کر دیا گیا تھا۔ لیکن خضر اور رحمن بھائی اس سے رابطے میں تھے۔ ارحم ایک بہترین انسان تھا جسکی تربیت ذلیخہ پھوپھو نے کی تھی۔ وہ نہیں چاہتی تھیں کہ ارحم بھی اپنے باپ دادا جیسا بنے۔۔ اور انکی تربیت رنگ لائی تھی۔ ارحم نے نمل کو

بہت عزت اور محبت دی تھی۔ارحم نے جب نمل سے شادی کی تو خانم بی بہت خوش ہوئی تھیں رانا خاندان کی ایک اور لڑکی انکے خاندان میں آگئی تھی یہ ایک زخم تھا رانا خاندان کیلیئے لیکن اس بار محبت سچی تھی،خانم بی نے جو ارحم کو کہا اسے سن کر وہ ہتھے سے اکھڑ گیا تھا۔

"میں نے یہ شادی اپنی محبت کیلیئے کی ہے خانم بی۔۔میرا ظرف اتنا چھوٹا نہیں کہ میں محبت کو ہتھیار بنا کر استعمال کروں اور نمل کو نقصان پہنچاؤں۔۔یہ نفرتیں پالنا آپ نے سکھایا سب کو لیکن مجھے میری ماں نے محبت اور عزت کرنا سکھایا ہے،میرا دم گھٹتا ہے یہ سوچ سوچ کر میں اس خاندان کا حصہ ہوں لیکن اب نہیں۔۔میں اپنی ماں اور بیوی کو لے کر یہ گھر چھوڑ کر جا رہا ہوں۔۔مجھے آپ لوگوں سے کوئی تعلق نہیں رکھنا جہاں بچوں کے پیدا ہوتے ہی انکے کانوں میں خاندانی دشمنی کی کہانیاں سنائی جاتی ہیں اور اسے نبھانے کے وعدے لئے جاتے ہیں۔۔" وہ خانم بی اور شہباز ملک کو ساکت چھوڑ کر ذلیخہ پھوپھو اور نمل کو لے کر حویلی چھوڑ آیا تھا۔

اب وہ تینوں اپنی چھوٹی سی دنیا میں خوش تھے لیکن ذلیخہ پھوپھو کو آج بھی پچھتاوہ اندر ہی اندر کھائے جا رہا تھا۔

اسی صدمے میں وہ اب بیمار رہنے لگی تھیں۔ نمل ہر طرح سے انکی دل جوئی کر رہی تھیں۔ لیکن وہ ٹھیک نہیں ہو رہی تھیں۔

پھوپھو۔۔" نمل ان کے لئے گرم گرم دودھ لائی تھی ان کی دوا کا وقت تھا" اور پھر انہیں جائے نماز پر سسکتے دیکھ کر وہ تڑپ کر ان کی جانب بڑھی۔

پھوپھو کیا ہوا آپ کو؟ طبیعت ٹھیک ہے نا اور رو کیوں رہی ہیں۔۔؟" وہ" اب ان اکے پاس بیٹھی پریشانی سے پوچھ رہی تھی۔

کتنی بار کہا ہے آپ سے مت رویا کریں، ان شاءاللہ سب ٹھیک ہو جائے گا، " دادا ابو اور دادی اماں مان جائیں گی، سب آپ کو خود ملنے آئیں گے پھر کیوں روتی ہیں آپ۔۔؟" وہ اب خفا سی شکوہ کر رہی تھی اور ساتھ ہی انہیں سہارا دے کر بیڈ تک لائی تھی۔

جب تک اماں ابا مجھے معاف نہیں کریں گے اللہ بھی مجھے معاف نہیں کرے گا، میں اپنے ماں باپ کی ناراضی لے کر مرنا نہیں چاہتی۔۔" وہ نمل کا ہاتھ تھامے پھوٹ پھوٹ کر رو دی تھیں۔

"پھوپھو پلیز روئیں مت۔۔ یہ شادی میں نے اسی لئے کی ہے کہ آپ کو اس گھر میں واپس لے جاسکوں، آپ اس گھر کا حصہ ہیں وجود ہیں اس خاندان کا، وہ آپ سے ایسے کٹ نہیں کر نہیں سکتے۔۔ آپ بس رویا مت کریں یہ آپکی نمل کا وعدہ ہے میں سب ٹھیک کر دوں گی مجھے بس کچھ وقت اور دیں۔۔" نمل نے ان کی پیشانی پر بوسہ دیتے ہوئے ان کی ہمت ب۔ڑھائی تھی۔

"اللہ تمہیں ہمیشہ خوش رکھے میری بچی۔۔" ذلیخہ پھوپھو نے اسے خود میں بھینچ لیا تھا اور نمل ہولے سے مسکرا دی تھی۔ وہ مطمئن اسی لئے تھی کہ رحمن بھائی اور خضر اسکے ساتھ تھے باقی سب ناراض سہی لیکن اس سے منہ نہیں موڑ سکتے تھے۔۔ بہت ہو گیا تھا یہ ذات پات کا کھیل جس کی بھینٹ کئی زندگیاں چڑھ جاتی تھیں۔ وہ اس کھیل کو ختم کرنے والی تھی۔

Click On The Link Above To Read More Novels / ✆ / ✉ 0344 4499420
https://www.zubinovelszone.com/

ملکوں کی حویلی میں عجیب گہما گہمی تھی ایسا لگتا تھا پورے شہر کا میڈیا یہی اکٹھا ہو گیا تھا۔وزیر اعلی سندھ بہرام ملک کی بہن خانم بی نے پریس کانفرنس رکھی تھی جس میں وہ اہم اعلان کرنے والی تھیں۔انکا کہنا تھا کہ ملک کے کچھ سرکاری افسر اپنے عہدے کا ناجائز فائدہ اٹھا رہے تھے۔جانے کون سا دھماکہ ہونے والا تھا سبھی رپوٹر منتظر تھے۔

چلو سیرت بیان کا وقت ہو گیا ہے۔۔"سیرت کے کمرے میں داخل ہو کر" خانم بی سنجیدہ لہجے میں کہا۔سیرت کا دل تیزی سے دھڑک رہا تھا وہ جو کرنے جارہی تھی وہ ٹھیک یا نہیں وہ نہیں جانتی تھی لیکن وہ اتنا ضرور جانتی تھی وہ کبھی کسی کا برا نہیں سوچ سکتی تھی۔خانم بی کے ساتھ چلتے ہوئے وہ حویلی کے صحن میں آئی تھی جہاں روشنیوں کا سیلاب تھا۔مائیک ہاتھ میں تھامے رپوٹر عجیب وغریب سوال کر رہے تھے۔

مس سیرت ملک کیا آپ بتائیں گی آپکو اغواء کس نے کیا تھا اور کیوں کیا"

تھا؟" سوال شروع ہو چکے تھے۔

سنا ہے آپکا نکاح ہو چکا ہے؟ کیسے ہوا یہ نکاح؟ سننے میں آیا ہے کہ آپکا نکاح"

اسسٹنٹ کمشنر حیدر رانا کے ساتھ ہوا ہے؟

کیا اے سی حیدر رانا نے آپ کو اغواء کیا تھا؟

سوال کسی ہتھوڑے کی مانند اس کی سماعت سے ٹکرا رہے تھے۔اس نے اپنے سرد پڑتے ہاتھوں میں تھامے موبائل کو ایک نظر دیکھا جسکی سکرین صاف اور خاموش تھی، وہ ابھی تک نہی پہنچا تھا۔۔سیرت کو اپنا دل ڈوبتا ہوا محسوس ہوا تھا۔

اپنا خیال رکھنا، ڈرنے کی بالکل ضرورت نہیں جیسا آپ کہیں گی ویسا ہی"

ہو گا، یاد رکھنا آپ حیدر رانا کی بیوی ہیں اس لئے ہمیشہ سچائی کا ساتھ دیجیئے

گا۔۔" حیدر کے الفاظ اسکا حوصلہ اور ہمت بڑھاتے تھے۔

یہ آپ سب لوگ جانتے ہیں آپ لوگوں کو یہاں کیوں بلایا گیا ہے؟ میری" نواسی سیرت کو جامشورو کے ایک بہت ہی معززاے سی صاحب نے اغواء کر کے زبردستی نکاح کیا ہے وجہ صرف اور صرف خاندانی دشمنی نکالنا تھی۔۔" سر پر دوپٹہ جمائے اور کندھوں پر شال پھیلائے پر وقار سی خانم بی جن کے چہرے پر اس عمر بھی سرخیاں چھائی رہتی تھیں، اس وقت جھوٹ بھولتے ہوئے سیرت بری لگ رہی تھیں۔ جانے انکی رانا خاندان سے کیا دشمنی تھی سیرت نہیں جانتی تھی لیکن اس طرح سے دشمنی نکالنا ان کو زیب نہیں دیتا تھا۔

پوری کہانی کیا ہے یہ آپ لوگوں کو سیرت ہی بتائے گی۔۔" رعب دار" آواز میں بولتی وہ مجمع کو خاموش کرانے کا ہنر رکھتی تھیں۔ سیرت دھڑکتے دل کے ساتھ اسٹیج پر لگے مائک کے قریب آئی تھی۔ ایک ایماندار شخص کو خاندانی دشمنی کی وجہ سے اسے ذلیل کر لے اسکے عہدے سے ہٹانے کیلئے اتنا بڑا اہتمام کیا گیا تھا۔۔ سیرت کا دل افسوس سے بھر گیا۔ وہ سادہ شلوار قمیص

میں ملبوس تھی؟ سنہری سیدھے بال کندھوں پر بکھرے تھے جبکہ دوپٹہ اس نے سر پر اوڑھ رکھا تھا۔ میڈیا کے مجمع کو دیکھتے ہوئے اس نے ایک گہرہ سانس لیا اور پھر بولنا شروع کیا۔

"میں آج جو بھی کہنے جا رہی ہوں وہ بالکل سچ ہے، میں نہیں جانتی میرے آج کے اس بیان اور سچ کا کیا نتیجہ نکلنے والا ہے لیکن میں ڈاکٹر سیرت ملک ہمیشہ سچ اور حق کا ساتھ دیتی ہوں۔۔" وہ متوازن لہجے میں بول رہی تھی۔ کہیں بھی کوئی ہچکچاہٹ نہیں تھی۔ بائیں جانب رکھے صوفے پر بیٹھے شہباز ملک اور خانم بی نے چونک کر سیرت کو دیکھا تھا۔ جانے وہ کیا بولنے والی تھی۔

"اسسٹنٹ کمشنر حیدر رانا جواب میرے شوہر ہیں انہوں نے مجھے اغواء نہیں کیا تھا بلکہ مجھے بچایا تھا اور میری عزت کی حفاظت کیلئے مجھ سے نکاح کیا تھا۔۔" سیرت نے گویا دھماکہ کیا تھا۔ رپوٹرز کے درمیان ایک کھلبلی سی مچ

گئی تھی۔خانم بھی دھواں ہوتے چہرے کے ساتھ سیرت کو دیکھ رہی تھی جو اب حیدر کی حمایت میں بول رہی تھی۔انکا سکہ انہیں ہی دھوکا دے گیا تھا۔

مجھے منال سے ملنا ہے اور اس وقت میں تمہارے گھر کے باہر کھڑا ہوں، "وقت زیادہ نہیں ہے میرے پاس، جلدی سے منال کو باہر بھیج دو رحمن بھائی۔۔" منال کے فون نہ اٹھانے پر شاویز نے رحمن بھائی کو فون کیا تھا۔

افف۔۔یار یہ مسئلے کب حل ہونگے۔۔؟" رحمن بھائی نے اپنا سر پیٹ ڈالا" تھا۔

اسے باہر بھیج دو نا باقی سب میں خود ٹھیک کر لو گا۔۔" شاویز کا لہجہ حتمی تھا۔"

دیکھو شاویز یار میں اس وقت کورٹ میں ہوں، منال میرا فون اٹھائے نہ" اٹھائے جب تم یہاں تک پہنچ ہی گئے ہو تو اندر چلے جاؤ وہ تمہاری بیوی ہے جا کر منالو اسے اور اب کوئی مجھے ڈسٹرب نہ کرے، پاگل بنا دیا ہے مجھے۔۔"

رحمن بھائی تو پھٹ پڑے تھے، کبھی کس کا تو کبھی کس کا مسئلہ ان کے سامنے ہوتا تھا۔وہ دو چار شاویز کو سنا کر فون بند کر چکے تھے۔

سالے صاحب زیادہ نخرے نہیں دکھا رہے آج کل؟ خیر اسے تو میں بعد میں دیکھوں گا پہلے منال کو دیکھ لوں۔۔"وہ بڑبڑاتا گاڑی سے باہر نکلا تھا اور اب منال کی خیر نہیں تھی۔

برانڈڈ اور مہنگے کپڑے پہنے وہ ماڈل کے روپ میں اس وقت اسٹوڈیو میں موجود تھا۔اسکا فوٹو شوٹ چل رہا تھا۔آج کل امن ملک ملک کا ایک نامور اور ٹاپ ماڈل مانا جاتا تھا۔اسکے آگے پیچھے برانڈز کی لائن لگی ہوتی تھی۔حنا وے کے جانے کے بعد اس نے یہی تو کیا تھا۔وہ ظالم وڈیرہ اس روپ میں لوگوں کے دلوں میں گھر کر گیا تھا۔ملک خاندان میں کیا ہوتا تھا کیا نہیں اسے اس سے کوئی لینا دینا نہیں تھا۔اسکی اپنی دنیا تھی اپنی زندگی تھی۔

جیسے ہی شوٹ ختم ہوا وہ آدام دہ کمرے میں آگیا تھا۔ اسکی اب تک حناوے سے ملاقات نہیں ہو پائی تھی۔ وہ اسے کہیں نظر نہیں آئی تھی۔ رانا ہاؤس کے باہر تک وہ چکر لگا آیا تھا لیکن اسکی موجودگی کا پتہ نہیں چل پایا تھا۔ جانے وہ کہاں تھی؟ اور کیا کر رہی تھی؟ کچھ سوچتے ہوئے اس نے موبائل نکالا اور پھر لبوں پر مسکراہٹ سجاتے اسکا نمبر ملایا تھا۔ دو بیل جانے کے بعد فون ریسیو کیا گیا تھا۔

"بندہ ناچیز کو دیدار کا شرف کب حاصل ہوگا وکیل صاحبہ۔۔؟" تھک ہار کر امن نے اسے فون کیا تھا، وہ پچھلے تین دنوں سے حناوے کے اسلام آباد میں ہونے کے باوجود بھی اسے دیکھ نہیں پایا۔

"کورٹ میں ملتے ہیں مسٹر ملک، بلکہ تمہاری یہ خواہش جلد ہی جیل میں پوری ہو جائے گی۔۔" حناوے سکون سے کہتی اسے آگ لگا چکی تھی۔

ھاھا۔۔ تم آج بھی اپنی ضد پر قائم ہو۔۔ کیوں خوار کر رہی ہو خود کو۔۔؟"
نازک سی جان پر اتنا ظلم اچھا نہیں ہوتا میری جان۔۔" مقابل بھی امن ملک تھا، ہار نا تو اس نے سیکھا ہی نہیں تھا۔

اسکی بات سن کر حناوے سختی سے اپنے لب بھینچ گئی تھی۔

میری مانو ان سب جھمیلوں میں مت پڑو خود کو میرا کر دو، مجھے سونپ دو" اپنے آپ کو، میری برسوں کی تپسیا کا کچھ تو پھل دو۔۔" وہ پہلے سے زیادہ بے باک ہو گیا تھا۔ ایک پل کو حناوے کا چہرہ سرخ ہوا تھا۔ نفرت کی ایک لہر اٹھی اور اسکے پورے جسم کو اپنی لپیٹ میں لے گئی تھی۔

تمہیں اس تپسیا کی آگ میں جلا کر خاک نہ کیا تو میرا نام بھی حناوے رانا" نہیں۔۔" وہ دبی دبی آواز میں غرائی تھی اور اسکا جواب سنے بنا فون بند کر دیا تھا۔

خاک ہو تو چکا ہوں اب اور کتنا خاک کرو گی جنگلی بلی۔۔؟؟" وہ دلکش" مسکراہٹ لبوں پر سجائے موبائل کی سکرین کو گھور رہا تھا۔ اسکے نزدیک

حناوے کی نفرت کوئی معنی نہیں رکھتی،اسے سروکار تھاتواپنی محبت سے اور اسے یقین تھااسکی محبت کے سامنے حناوے کی نفرت گھٹنے لازمی ٹیک دے گی۔۔لیکن شاید وہ بھول گیا تھاحناوے نے محبت کی نہیں نفرت کی داستان کا آغاز کیا تھا۔۔جسکی قیمت امن ملک کی جان تھی۔

اسسٹنٹ کمشنر حیدر رانا جواب میرے شوہر ہیں انہوں نے مجھے اغواء نہیں کیا تھابلکہ مجھے بچایا تھااور میری عزت کی حفاظت کیلئے مجھ سے نکاح کیا تھا"۔۔

"یہ کیا بکواس کررہی ہو سیرت؟"شہباز ملک ایک جھٹکے سے اپنی جگہ سے اٹھا تھا۔سیرت نے حالات کو مکمل طور پر بدل ڈالا تھا۔

"بیٹھ جاؤ شہباز۔۔"اس سے پہلے کہ شہباز ملک اپنی بھانجی سیرت کی جانب بڑھتا خانم بی نے اسکا ہاتھ پکڑ کر روک لیا تھا۔

میں اسے جان سے مار ڈالوں گا خانم بی یہ کیا بول رہی ہے؟" شہباز ملک کا بس نہیں چل رہا تھا کہ وہ بیان دیتی سیرت کا جا کر گلا دبا دے۔

"ابھی کوئی تماشہ نہیں کر سکتے ہم۔۔ بیٹھ جاؤ، اب سکہ کھوٹا نکل آئے تو ہوشیاری سے کام لینا پڑتا ہے" خانم بی سرخ انار جیسا چہرہ مزید لال بھبوکا ہو گیا تھا۔ انہیں سیرت سے اس بات کی امید نہیں تھی۔

"یہ چھ ماہ پہلے کی بات ہے میں اور میری ٹیم جامشورو میں میڈیکل کیمپ لگانے گئے تھے، پورے تین دن وہاں کیمپ لگانے کے بعد میری پوری ٹیم دن میں ہی وہاں سے نکل آئی جبکہ میں رات میں ڈرائیور کے ساتھ واپس آ رہی تھی، سردیوں کی یخ بستہ رات میں شدید دھند پڑ رہی تھی وہ میری زندگی کا بدترین دن تھا۔ میر ممتاز عالم کا بیٹا مراد عالم جسکی ہمیشہ سے مجھ پر بری نظر تھی اس رات اس نے میری گاڑی کا راستہ روکا، ڈرائیور کو گولی مار کر ہلاک کرنے کے بعد وہ مجھے زبردستی اپنے ساتھ لے گیا۔۔" سیرت نم آنکھوں اور سرخ چہرے کے ساتھ اپنے ساتھ ہوئے حادثہ کا بتا رہی تھی۔

میڈیا دم سادھے اسکی بات سن رہا تھا۔ یہ دھماکہ جو سیرت نے کیا تھا یہ اگلے کئی دنوں تک اخبار کی ہیڈ لائن بنا رہنا تھا۔

میری خوش قسمتی کہ مجھے اغواء ہوتے ہوئے جامشورو کے اسسٹنٹ کمشنر" حیدر رانا کے پی اے قیوم نے دیکھ لیا تھا اس نے فوراً اپنے سر کو آگاہ کیا اور ایک زمیندار اے سی ہونے کی حثیت سے حیدر رانا نے مجھے ان ظالموں کے چنگل سے آزار کروایا۔ چونکہ میرا حیدر رانا سے کوئی رشتہ نہیں تھا اور مراد عالم مجھے کسی بھی صورت بخشنے والا نہیں تھا اسی لئے اسی رات صبح ہونے سے پہلے اے سی حیدر رانا کو مجھ سے نکاح کرنا پڑا تا کہ مراد عالم دوبارہ مجھ پر ہاتھ ڈالنے سے پہلے ہزار بار سوچے۔۔ بس یہی سچ ہے وہ انسان میرا شوہر ہے میرا محسن ہے، خانم بی نے ہمیشہ مجھے سچ اور حق کا ساتھ دینے کا سبق پڑھایا ہے تو آج میں نے سچ کا ہی ساتھ دیا ہے۔" سیرت نے آخری بات کہتے ہوئے خانم بی کی جانب دیکھا جو سرد نظروں سے سیرت کو دیکھ رہی تھیں۔ حالات

بالکل بدل گئے تھے۔اب رپورٹرز کے سوال شروع ہو گئے تھے۔کیمروں کی روشنی میں کھڑی سیرت خانم بی کو اپنے آپ سے بہت دور نظر آئی تھی۔

یااللہ تیرا تیرا لاکھ لاکھ شکر ہے سیرت نے سچ بول کر حیدر کو بچالیا۔" نمل" نے ٹی وی پر چلتی براہ راست کوریج کو دیکھتے ہوئے سکون کا سانس لیا۔اسکے ساتھ ذلیخہ پھوپھو بھی بیٹھی تھیں۔دونوں کو پتہ تھا خانم بی آج پریس کانفرنس کرنے جارہی ہیں،دونوں کے دل بری طرح سے ڈر رہے تھے۔ خانم بی دشمنی کی ضد میں کچھ بھی کرسکتی تھیں لیکن سیرت نے معاملہ سنبھال لیا تھا۔

سیرت بہت اچھی لڑکی ہے،مجھے امید تھی وہ کبھی جھوٹ کا ساتھ نہیں" دے گی۔۔"ذلیخہ پھوپھو کے چہرے اطمینان تھا۔

لیکن پھوپھو اب سیرت کا کیا ہو گا؟ خانم بی اور پھوپھا جی (شہباز ملک) کے "تیور بتا رہے ہیں کہ وہ سیرت کو بخشنے والے نہیں ہیں۔۔" نمل کے لہجے میں سیرت کیلئے فکر تھی۔اس سے دہرہ رشتہ تھا اب نمل تھا۔ایک طرف وہ شہباز ملک کی بھانجی اور عارحم کی کزن تھی تو دوسری جانب حیدر کی بیوی یعنی اسکی بھابھی تھی۔

حیدر اور سیرت دونوں سے دن میں بات ہوئی تھی میری، دونوں نے کافی" سوچ بچار کے بعد یہ فیصلہ کیا تھا اور حیدر بھی کچھ نہ کچھ کر ہی لے گا۔۔" ذلیخہ پھوپھو نے ایک گہرہ سانس فضاء میں خارج کرتے ہوئے بتایا۔

ہاں یہ تو ہے حیدر کبھی اپنی سیرت کو ایسے نہیں چھوڑے گا آخر وہ اسکی" بیوی ہے۔۔" نمل کے لہجے میں حیدر کیلئے مان تھا وہ دونوں ہم عمر تھے اور بچپن سے ہی دونوں کی سوچ کافی ملتی تھی۔دونوں آزاد خیال اور سچائی کا ساتھ دینے والے تھے،اسے سیرت کی قسمت پر رشک آ رہا تھا جسے حیدر جیسا لڑکا ملا تھا۔

Click On The Link Above To Read More Novels / ✆ / ✉ 0344 4499420
https://www.zubinovelszone.com/

میں آج سب سے یہ سوال کرنا چاہوں گی کہ لڑکی امیر ہو یا غریب خاندان" سے ہو وہ ہمیشہ دشمنی کی نظر کیوں ہو جاتی ہے؟ کیوں اسے ہی دشمنی کی بھینٹ چڑھایا جاتا ہے؟ کیوں ظالم مرد اپنی دشمنی نکالنے کیلئے ایک لڑکی کو ہی ذریعہ بناتے ہیں؟ کیا ایک مرد کی مردانگی بس یہاں تک ہی ہوتی ہے کہ وہ ایک لڑکی یا عورت کو ہتھیار کے طور پر استعمال کرے؟ اگر میر ممتاز عالم کو ملک خاندان سے کوئی دشمنی تھی تو کیوں اسکے بیٹے مراد عالم نے اپنی دشمنی نکالنے کیلئے مجھے اغواء کیا؟ میری جان اور عزت سے کھیلنا چاہا؟ ایسا کیوں ہوتا ہے؟ آخر کیوں؟" سیرت تو گویا پھٹ ہی پڑی تھی۔ وہ میڈیکل کیمپ کی غرض سے گاؤں گاؤں پھرتی تھی اور اسے اندازہ تھا ایسی سینکڑوں لڑکیاں جو زمینداروں کے ہاتھوں اپنی عزت گنوانے کے بعد موت کے بھینٹ چڑھ

جاتی تھیں، آخر انکا کیا قصور تھا؟ گاؤں کے غریب لوگ کچھ بول نہیں پاتے تھے ایسے وڈیروں کے سامنے۔

"لڑکی امیر خاندان سے ہو یا غریب خاندان سے انکی عزت ایک جیسی ہی ہوتی ہے، ان میں ایک جیسی جان ہوتی ہے، کیا ظالم لوگ ایسا کرنے سے پہلے ایک بار نہیں سوچتے کہ اللہ کو جواب دینا ہے۔۔" وہ کبھی اس رات کو نہیں بھول سکتی تھی جب مراد عالم نے اسکے سامنے ڈرائیور کو مارنے کے بعد اسے اغواء کیا تھا، قریب تھا وہ بھی گاؤں کی دوسری لڑکیوں کی طرح اپنی عزت اپنا مان گنوا دیتی جب حیدر نے اسے بچایا۔ وہ آج بھی اللہ کا شکر ادا کرتی تھی کہ وہ بچ گئی تھی، شاید کسی کی دعا لگی تھی اسے۔۔ شاید کوئی نیکی کام آگئی تھی جو اسکی حفاظت اللہ نے کی تھی۔ ورنہ وہ بھی کب کی ختم ہو چکی ہوتی۔

"ڈاکٹر سیرت ملک میرا آپ سے ایک سوال ہے، آپ جو کہہ رہی ہیں کہ عورت دشمنی نکالنے کا ذریعہ کیوں ہے؟ میں پوچھنا چاہوں گی تقریباً تیس

سال پہلے آپکے خاندان کے اہم فرد مسٹر شہباز ملک نے رانا خاندان کی لاڈلی بیٹی سے دھوکے سے شادی تھی اور سنا ہے آج تک وہ اس سے اپنی دشمنی نکال رہے ہیں تو آخر ایسا کیوں؟ انصاف تو سب کیلئے ہونا چاہیے آپ اپنے لئے انصاف مانگ رہی ہیں جبکہ آپکے اپنے خاندان میں مراد عالم جیسے لوگ موجود ہیں انکے بارے میں کیا کہیں گی آپ؟" یہ سوال کسی تیر کی طرح سیرت کے دل پر لگا تھا۔اور سوال کرنے والی ایک لڑکی تھی نوین۔۔جو نمل کی بیسٹ فرینڈ تھی دونوں نے این جی او کو چھوڑ کر تقریباً صحافت کو اپنایا تھا۔ نمل نے تو ارحم سے شادی کے بعد جاب چھوڑ دی تھی جبکہ نوین ایک رپورٹر کا فریضہ ابھی تک سرانجام دے رہی تھی۔خانم بی کے پاس بیٹھے شہباز ملک کے چہرے کا رنگ پھیکا پڑا تھا۔

اور تو اور ہم نے یہ بھی سنا ہے تقریباً چھ سال پہلے آپکے کزن امن ملک نے" جواب ایک مشہور ماڈل ہے ایک لڑکے کا قتل کیا تھا اور اسکے دوستوں نے لڑکی کی عصمت دری کرکے پھینک دیا تھا جواب کسی پاگل خانے میں داخل

ہے۔کیا یہ مکافات عمل نہیں ہے؟اپنے خاندان کے مردوں کے بارے "میں کیا کہنا چاہیں گی؟

نوین کے تیر صحیح نشانے پر لگ رہے تھے۔ٹی وی کے سامنے بیٹھی نمل کے چہرے پر مسکراہٹ پھیل گئی تھی۔اس نے نوین سے کہا تھا کہ وہ آج کانفرنس میں اسی طرح کے سوال پوچھے۔

اپنی بکواس بند کرو لڑکی۔۔"شہباز ملک غصے سے دھاڑا تھا۔سیرت کو اپنے "خاندان میں چلنے والے معاملات کا زیادہ علم نہیں ہوتا تھا۔پہلے وہ ڈاکٹری کی پڑھائی کرتے وقت ہاسٹل میں رہی تھی پھر اسکا زیادہ وقت باہر گزرا تھا۔ امن والا قصہ اس نے سن رکھا تھا لیکن امن بے قصور ثابت ہوا تھا۔پر آج جو سوال اٹھائے گئے تھے ان سوالوں نے اسے جھنجھوڑ کر رکھ دیا تھا۔اسے اندازہ نہیں تھا اسکے خاندان کے افراد اتنے ظالم تھے۔خانم بی اپنی جگہ پر ساکت بیٹھی تھیں وہ شاید بھول گئی تھیں کہ میڈیا آزاد ہے اور میڈیا کے پاس بہت

بڑی طاقت ہے اگر یہ میڈیا ملک خاندان کا دم بھرتا تھا تو یہی میڈیا اس خاندان کا تختہ بھی پلٹ سکتا تھا۔

شاویز کو دیکھ کر رحمن بھائی کا چوکیدار جو گیٹ پر موجود تھا ڈر کر پیچھے ہٹا۔ رانا خاندان کا ہر فرد ہر ملازم پھر چاہے رانا ہاؤس میں موجود ہو یا کہیں اور شاویز کو دیکھ کر سب کی روح فنا ہو جاتی تھی۔ کندھوں پر شال پھیلائے وہ گھر میں داخل ہوا تھا۔ سپاٹ چہرہ لئے تیز تیز قدم اٹھاتا لان سے گزر کر وہ گھر کے اندرونی حصے میں گیا۔ لاؤنج میں کوئی بھی نظر نہیں آرہا تھا سوائے ایک ملازمہ کے جو صفائی کر رہی تھی۔

منال کدھر ہے" بنا کوئی اور بات کئے شاویز نے سیدھا منال کا پوچھا تھا۔"

وہ بی بی جی تو۔۔" مارے ڈر کر ملازمہ کا گلا خشک ہو گیا تھا۔"

ارے شاویز تم۔۔کب آئے؟آؤ بیٹھو۔۔"ثناء بھابھی جو بولنے کی آواز پر" کچن سے باہر آئی تھیں شاویز کو دیکھ خوشگوار حیرت میں مبتلا ہو گئی تھیں۔

السلام علیکم بھابھی۔۔"شاویز نے سنجیدہ لہجے میں سلام کیا تھا۔"

وعلیکم السلام۔۔آؤ بیٹھو نا۔۔"اسے کھڑا دیکھ کر ثناء بھابھی نے دوبارہ بیٹھنے" کا کہا تھا۔

نہیں وہ مجھے کچھ دیر بعد حیدر آباد کیلئے نکلنا ہے بس منال سے ملنے آیا تھا"

کہاں ہے وہ۔۔؟"پورے گھر میں نظریں دوڑاتے ہوئے وہ پوچھ رہا تھا۔

سفید کلف لگے کپڑوں میں جواب کہیں کہیں سے شکن کا شکار تھے، سرخ آنکھیں لئے وہ پریشان سا لگ رہا تھا۔

منال تو گھر پر نہیں ہے ابھی کچھ دیر پہلے یونیورسٹی گئی ہے۔۔"ثناء بھابھی" بے اطمینان سے بتایا۔شاویز کے سر پر گویا بم گرا تھا۔

یونیورسٹی گئی ہے؟ لیکن اسکا ماسٹر تو مکمل ہو چکا ہے اب کس لئے گئی ہے؟""

شاویز کے چہرے پر واضح ناگواری تھی۔ اسے امید نہیں تھی کہ منال اسکے آنے کی خبر سن کر گھر سے غائب ہو جائے گی۔

ہاں لیکن اب اس نے ایم فل میں داخلہ لیا ہے آج پہلا دن ہے، پہلے تو نہیں" جا رہی تھی لیکن پھر اسکی دوست کا فون آگیا تو چلی گئی۔۔ تم بیٹھو نا میں اسے فون کر دیتی ہوں آجائے گی واپس۔۔"ثناء بھابھی شاویز اور منال کے درمیان چلنے والے جھگڑے سے واقف تھیں لیکن وہ یہ بھی جانتی تھیں یہ میاں بیوی کے آپس کا معاملہ تھا جو وہ دونوں خود ہی سلجھاتے تو اچھا تھا۔

نہیں رہنے دیں، میں خود مل لوں گا ابھی تو مجھے حیدر آباد جانا ہے۔ پھر" ملاقات ہوگی۔۔"وہ جن قدموں سے واپس آیا تھا انہی سے لوٹ گیا تھا۔

اسکے دل پر گھونسا سا پڑا تھا، منال نے اس سے بنا پوچھے ایڈمیشن لے لیا تھا۔ پوچھنا تو کیا بتانا تک ضروری نہیں سمجھا تھا۔ شاویز کو افسوس ہو رہا تھا وہ کس حد تک بدل گئی تھی۔

ہر جرم کی ایک سزا ہوتی ہے اور جرم کرنے والو کو وہ سزا بھگتنی ہی پڑتی ہے" اگر ملک خاندان کسی بے گناہ کا گنہگار ہے اور اس خاندان کے افراد نے جرم کئے ہیں تو انہیں بھی سزا ملے گی۔۔"سیرت کی نظروں کے سامنے اسکی ذلیخہ ممانی کا چہرہ گھوم گیا تھا جنہیں خانم بی اور اسکے ماموں شہباز ملک نے کبھی عزت نہیں دی تھی۔وہ اب سمجھ رہی تھی اسکی وجہ کیا تھی۔

سیرت کی بات سن کر شہباز ملک غصے سے اسکی جانب بڑھا اور پاس پہنچ کر ایک زوردار تھپڑ سیرت کے گال پر جڑ دیا تھا۔

ہر طرف ایک گہری خاموشی چھا گئی تھی۔حویلی کے باہر گاڑی میں بیٹھے حیدر کی تیوری چڑھی وہ مزید نہیں رک سکتا تھا۔ایک جھٹکے سے گاڑی سے نکلا اور حویلی کی جانب قدم بڑھا دیے۔

وہ سیرت کو مزید ان ظالمو کے حوالے نہیں کر سکتا تھا۔

آپ کون ہیں اور آپ اندر نہیں جا سکتے۔۔"گیٹ پر گارڈ نے اسے روک" لیا تھا۔

اسسٹنٹ کمشنر حیدر رانا اور میں سیرت کا شوہر ہوں" حیدر نے اپنا کارڈ" نکالتے ہوئے کہا۔اسک لہجہ رعب دار اور آنکھوں میں عجیب سی سرد مہری تھی۔گارڈ چاہتے ہوئے بھی اسے روک نہیں پایا تھا۔وہ آنکھوں پر سیاہ چشمہ لگاتے اندر کی جانب بڑھ گیا تھا۔سیاہ جینز پر سفید ڈریس شرٹ پہنے اپنے لمبے قد کے ساتھ وہ نمایاں نظر آرہا تھا۔

شہباز ملک سے تھپڑ کھانے کے بعد سیرت پھٹی پھٹی نگاہوں سے انہیں دیکھ رہی تھی۔

ماموں آپ۔۔"اسکے لہجے اور آنکھوں میں بے یقینی سی تھی۔اسے امید" نہیں تھی اسکے ساتھ ایسا ہوگا۔وہ تو سمجھ رہی تھی یہ سب جھوٹ تھا لیکن شہباز ملک کا ردعمل اسے بہت کچھ سمجھا گیا تھا۔

چلو اندر تمہیں میں بتاتا ہوں اپنے ہی خاندان کے خلاف گواہی دینے کی کیا" سزا ہوتی ہے وہ آج تمہیں پتہ چلے گی۔۔" وہ اسے بازو سے پکڑ کر اندر کی جانب بڑھے تھے۔خانم بی کو شہباز ملک سے یہ امید نہیں تھی۔وہ میڈیا کے سامنے کوئی تماشہ نہیں چاہتی تھیں۔

کہاں لے جا رہے ہیں آپ اسے۔۔؟"ایک گرج دار آواز پر شہباز ملک" کے قدم ساکت ہوئے تھے۔میڈیا والوں کی گردنیں اور کیمرے آواز کی جانب مڑ گئے تھے۔اسٹیج سے کچھ فاصلے پر شعلے اگلتی آنکھیں لئے حیدر شہباز ملک کو گھور رہا تھا۔یہی وہ شخص تھا جس نے اسکی پھوپھو سے محبت کا دھوکا دے کر شادی کی تھی اور پھر پورے میڈیا کے سامنے اسکے خاندان کو رسواء کیا تھا۔شہباز ملک کے ساتھ ساتھ خانم بی بھی حیدر کو پہچان گئی تھیں۔حیدر کو دیکھ کر سیرت کی جان میں جان آئی تھی۔

تمہاری ہمت کیسے ہوئی یہاں آنے کی۔۔؟"شہباز ملک کسی بھوکے شیر کی" مانند اسکی جانب بڑھا تھا۔

"کچھ بھی کرنے سے پہلے سوچ لیجیئے گا مسٹر شہباز ملک کہ پورے شہر کا میڈیا یہاں موجود ہے اور جس لڑکی کو آپ اندر قید کرنے جا رہے ہیں وہ میری قانونی اور شرعی بیوی ہے۔۔ میں اسے ہی لینا آیا ہوں اچھا ہو گا اگر آپ لوگ بنا کوئی ڈرامہ کئے میری بیوی کو میرے ساتھ جانے دیں۔۔" اسکا لہجہ بلا کا سنجیدہ تھا۔ میڈیا والے دھڑا دھڑ انکی ویڈیو اور تصویریں بنا رہے تھے۔

اسکی بات سن کر شہباز ملک نے غصے سے اپنی مٹھیاں بھینچیں۔

"چلو سیرت اپنے گھر چلتے ہیں۔۔" حیدر نے سیرت کی جانب دیکھتے ہوئے مسکرا کر کہا۔ وہ بھاگنے والے انداز میں حیدر کی جانب بڑھی تھی۔ شہباز ملک نے آگے بڑھ کر اسے روکنا چاہا جب خانم بی نے اپنی جگہ سے اٹھ کر شہباز ملک کو بازو سے پکڑ کر روکا۔

"جانے دو اسے پہلے ہی بہت تماشہ ہو چکا ہے اور کتنی بار کہا ہے تمہیں اپنے غصے پر قابو رکھا کرو۔۔" بی جان نے دھیمی آواز میں شہباز ملک کی کلاس لی

تھی۔اور پھر حیدر بنا کچھ کہے سیرت کا ہاتھ تھام کر اسے وہاں سے لے کر چلا گیا تھا۔

شہباز ملک کی نظروں کے سامنے وہ رات کسی فلم کی طرح چلنے لگی تھی جب وہ ذلے رانا کو دلہن کے لباس میں رانا حویلی سے لے کر آیا تھا۔ایسے ہی میڈیا والوں کا ہجوم تھا اس دن۔۔ایسے ہی وہ رانا خاندان کی بے عزتی کر کے آیا تھا اور وقت نے آج اسے کڑی چپیڑ ماری تھی۔بیشک حیدر کی نیت غلط نہیں تھی لیکن وقت کچھ نہیں بھولتا اور آج وقت نے اچھا انتقام لیا تھا۔

منال تم اپنے اور شاویز بھائی کے ساتھ اچھا نہیں کر رہی ہو۔۔"طوبی نے" اپی سامنے بیٹھی منال سے کہا تھا جسکی آنکھیں رونے کے بعد سوجن کا شکار ہو چکی تھیں۔وہ دونوں یونیورسٹی کے لان میں بیٹھی تھی۔منال کی طوبی سے دوستی ایم ایس سی میں ہوئی تھی۔منال کی نرم اور رحم دل نیچر کی وجہ سے وہ

طوبی کو بہت پسند آئی تھی۔اور شاویز اور منال کے درمیان چلنے والے جھگڑے سے بھی واقف تھی۔

اچھا تو میرے ساتھ نہیں کیا قسمت نے نہیں کیا مجھے سمجھ نہیں آتا کہ آخر" میری محبت میں کمی کیا تھی جو شاویز نے میرے ساتھ ایسا کیا۔۔"وہ بات کے آخر پر پھر سے پھوٹ پھوٹ کر رودی تھی۔

منال پلیز رونا بند کرو۔۔اور تم ایک موقع رودو شاویز بھائی کو اپنی" بے گناہی ثابت کرنے کا۔۔میرا دل کہتا ہے وہ ایسے نہیں ہیں تمہیں یقیناً کوئی غلط فہمی ہوئی ہے۔۔"طوبی نے ایک اچھی دوست ہونے کی حثیت سے اسے سمجھانا چاہا تھا۔

نہیں میں اب مزید درد نہیں سہہ سکتی مجھ میں ہمت نہیں ہے۔۔"منال" نے نم آنکھوں کو ہتھیلی سے رگڑتے ہوئے کہا تھا جبکہ طوبی افسوس سے اسے دیکھ کر رہ گئی تھی۔

چھاگئے ہواے سی صاحب ملک خاندان کی بنیاد ہلا آئے ہو۔۔"خضر نے

رات کے اس پہر حیدر کو فون کیا تھا اس نے جو کیا تھا بہترین کیا تھا۔

تم جانتے ہو خضر میں خاندانی دشمنی نبھانے والوں میں سے نہیں لیکن یہاں"

معاملہ سیرت کا تھا میں اسے وہاں نہیں چھوڑ سکتا تھا۔۔" حیدر کے لہجے میں

سیرت کیلیئے پرواہ تھی۔ خضر کے چہرے ہر بے اختیار مسکراہٹ ابھری

تھی۔

تو اے سی صاحب کو بھی محبت ہو ہی گئی۔۔؟"وہ اب شرارتی لہجے میں پوچھ"

رہا تھا۔اسکی بات سن کر حیدر کا قہقہہ ابھرا تھا۔

میری چھوڑو ایس پی صاحب اپنی آفت کو سنبھالو میں نے تو بخش دیا ملک"

خاندان کو وہ نہیں بخشنے والی۔۔" حیدر کا اشارہ حناوے کی طرف تھا۔اسکی

بات سن کر خضر کے دل کو اداسی نے آگھیرا تھا۔وہ جانتا تھا حناوے اور اسکے

درمیان بہت فاصلے تھے۔ جسے وہ چاہ کر بھی مٹا نہیں سکتا۔

Click On The Link Above To Read More Novels / ✆ / ✉ 0344 4499420
https://www.zubinovelszone.com/

کچھ دیر مزید بات کرنے کے بعد وہ فون بند کر چکا تھا اور ماضی کی ایک خوبصورت یاد اسکے ذہن کے پردے سے ٹکرائی تھی۔یہ تب کی بات تھی جب وہ اس سے شادی سے انکار کرنے آئی تھی۔

"میں تم سے شادی نہیں کرنا چاہتی۔۔"

میں تو تم سے شادی کرنے کیلئے مرا جا رہا ہوں ہے نا۔۔؟"خضر نے طنزیہ" انداز میں کہا تھا۔

جو بھی ہے۔۔لیکن مجھے تم سے شادی نہیں کرنی۔۔تم خود پھوپھو کو منع" کرو۔۔"حناوے نے منہ پھولاتے ہوئے کہا تھا۔

واہ واہ کیا کہنے محترمہ کے۔۔میرے کندھے پر بندوق رکھ کر چلانا چاہتی" ہو۔۔"خضر نے اسکی بات سے حظ اٹھاتے ہوئے کہا تھا۔

"تم بھی نہیں کرنا چاہتے نا شادی تو منع کردو۔۔سمپل۔۔"

"تم خود کیوں نہیں کردیتی۔۔بقول تمہارے تم تو سب کچھ کر سکتی ہو۔۔"

میں نہیں کر سکتی انکار۔۔تم کر دو ہم دونوں کا فائدہ ہوگا۔۔"حناوے کی آنکھیں چمکی تھیں۔

"میں بھی نہیں کر سکتا۔۔"خضر نے غور سے اسکے چہرے کی طرف دیکھتے ہوئے کہا تھا۔اسکا دماغ تیزی سے کام کر رہا تھا۔اسکے ہاتھ حناوے کی کمزوری آئی تھی وہ اسکا فائدہ اٹھا سکتا تھا۔

کیوں نہیں کر سکتے۔۔؟"حناوے دبی دبی آواز میں چلائی تھی۔"

"کیونکہ مجھے تم سے شادی کرنے پر کوئی اعتراض نہیں ہے۔میں تو اپنی پسند سے شادی کر ہی لوں گا دوسری۔۔البتہ تم سے شادی کر کے میں امی کی خواہش پوری کر سکتا ہوں۔تم امی کے ساتھ رہنا گھر کے کام کاج کرنا۔اور میں اپنی من پسند بیوی کے ساتھ تمہارے سائے سے دور رہوں گا۔۔"

اسکا لہجے کا انداز اچانک ہی بدلا تھا۔حناوے آنکھیں پھاڑے اپنے سامنے کھڑے اس شخص کو دیکھ رہی تھی جو اسکی سوچ سے بھی زیادہ مطلب پرست تھا۔

اور سنو اگر آئندہ تم نے مجھے "تم" کہنا تو میں امی سے کہہ کر ایک ہفتے کے "
اندر تم سے نکاح کر کے یہاں لے آؤں گا، پھر سڑتی رہنا یہاں پر تمہارے
"سارے ایڈوانچرز میں پورے کروں گا۔۔

وہ خطرناک لہجے میں کہہ رہا تھا۔ حناوے کی ریڑھ کی ہڈی میں سنسناہٹ
ہوئی تھی۔

ویسے کمال ہے ابھی منگنی بھی نہیں ہوئی اور حناوے رانا کیلئے میں اپنے "
ہونے والے شوہر سے ملنے پہنچ گئی۔۔ اور اگر یہ خبر رانا ہاؤس میں پھیل گئی تو
جانتی ہو کیا ہو گا۔۔؟؟" وہ صوفے سے اٹھ کر حناوے کی جانب بڑھا تھا۔۔
آنکھوں میں الوہی سی چمک تھی۔ حناوے ایک جھٹکے سے پیچھے ہوئی تھی۔
اسکے چہرے پر بے یقینی پھیلی تھی۔

آؤ ایک ساتھ چلتے ہیں سب کے سامنے ہاتھ پکڑ کر۔۔ پھر سب خود ہی سمجھ "
جائیں گے اور یقیناً ہماری شادی سب سے پہلے ہو جائے گی۔۔" خضر نے کہتے
ہوئے ہاتھ حناوے کی جانب بڑھایا تھا جسکے چہرے پر خوف واضح تھا اس سے

پہلے خضر مزید کچھ کہتا وہ جھٹکے سے پلٹی اور پھر سرپٹ بھاگی تھی وہاں سے۔۔ لاؤنج کے دروازے میں پہنچ کر اسکا ٹراؤزر پاؤں میں اٹکا تھا اور وہ دھڑام سے نیچے گری تھی۔اور پھر جھٹکے سے اٹھ کر دوبارہ گیٹ کی جانب بھاگی۔۔ اُسکے چہرے پر ہوائیاں اڑی ہوئی تھی۔اسکی حالت دیکھ کر خضر کا بے ساختہ قہقہہ بلند ہوا تھا۔اتنا تو یقین ہو گیا تھا خضر کو کہ اب حناوے کبھی اسے تنگ کرنے نہیں آنے والی تھی۔

اس منظر کو یاد کر کے بے اختیار ہی خضر کے چہرے پر مسکراہٹ ابھری تھی۔وقت بھی کتنا ظالم ہے بدل جاتا ہے اور ہم انسان پچھتانے کے علاوہ کچھ نہیں کر سکتے۔

تم کیوں نہیں آئی مجھ سے ملنے۔۔؟"ہدی نے حناوے کو فون کیا تھا آج" سالوں بعد وہ دونوں بات کر رہی تھیں اسکے فون کرنے ہر حناوے نے سوال کیا تھا۔

میں سوچ رہی تھی تم آجاؤ گی مری لیکن تم بھی بہت بدل گئی ہو حناوے"

بخت کی طرح۔۔"ہدی کے لہجے میں ٹوٹے کانچ جیسی چبھن تھی حناوے

چونک سی گئی تھی۔ابھی ایک سال پہلے ہدی اور بخت کی شادی ہوئی تھی اور

ساتھ ہی منال کی رخصتی بھی کردی گئی تھی۔اتنے بڑے موقع پر بھی

حناوے نہیں آئی تھی۔وہ اپنی پڑھائی مکمل کرکے لوٹی تھی۔

کیا ہوا بخت بھائی کو؟! انہیں تو خوش ہونا چاہیے؟ یا تم ابھی بھی۔۔؟""

حناوے بات ادھوری چھوڑ گئی تھی اور یہ ادھوری بات ہدی کو کسی تیر کی

مانند لگی تھی۔

نہیں حناوے پلیز۔۔پرانی باتوں کو مت دہراؤ میری کم عمری کی نادانی کو"

میرے لئے سزا مت بناؤ کوئی بھی۔۔"ہدی کا لہجہ بھیگ گیا تھا۔اسکی بات

سن کر حناوے کے چہرے پر پریشانی ابھری تھی۔وہ سمجھ گئی تھی اسکے اور

بخت کے درمیان کچھ غلط تھا یقیناً۔

کیا ہوا ہے مجھے کچھ بتاؤ تو۔۔؟" یہاں معاملہ حناوے کے جان سے پیارے "
بھائی کا تھا۔

کچھ نہیں ہوا بس میں اتنا چاہتی ہوں ماضی میں جو میں نے غلطی کی اور تم "
سے جو بد گمان رہی تمہیں الٹا سید ھا سنایا اسکے لئے مجھے معاف کر دو۔۔اور دعا
کرو سب ٹھیک ہو جائے اس سے پہلے کہ میرا ضبط جواب دے جائے۔۔" وہ
رو کر کہتی فون بند کر چکی تھی جبکہ حناوے نے ایک بوجھل سانس فضا میں
خارج کیا تھا۔ بہت کچھ تھا جو اسے ٹھیک کرنا تھا اور سب سے پہلے تو امن ملک
کو اسے کئے کی سزا دینی تھی۔ اور اسکے لئے وہ پوری طرح سے تیار تھی اب
بس کھیل شروع ہونے والا تھا۔

میں پوچھنا چاہوں گی تقریباً تیس سال پہلے آپکے خاندان کے اہم فرد مسٹر "
شہباز ملک نے رانا خاندان کی لاڈلی بیٹی سے دھوکے سے شادی تھی اور سنا ہے

آج تک وہ اس سے اپنی دشمنی نکال رہے ہیں تو آخر ایسا کیوں؟" قدسیہ بیگم لکڑی کی کرسی پر براجمان تھیں۔ پاس ہی دانا چگتے کبوتروں کو دانا ڈال رہی تھیں جبکہ ان کے ذہن میں سیرت سے پوچھے گئے ایک رپوٹر کے سوال گونج گئے تھے۔ تیس سال سے انہوں نے اپنی لاڈلی بیٹی کو نہیں دیکھا تھا۔ انکا دل بے چین تھا۔ کبوتروں کی غٹر غوں کی آواز فضا میں گونج رہی تھیں۔ وہ اس عمر بھی کافی چاکس و چوبند تھیں۔ ان کا دل کچھ غلط ہونے کی دہائی دے رہا تھا۔

"کیا وہ رپوٹر ذلے کی بات کر رہی تھی؟ کیا وہ لوگ میری ذلے کے ساتھ کچھ برا کرتے ہیں۔۔ نہیں ذلے نے تو اپنی مرضی سے اپنی محبت کی شادی کی تھی اور اگر ایسا کچھ ہوتا تو یقیناً وہ پلٹ کر آتی۔۔ وہ خوش ہے تبھی تو اسے کبھی ہماری یاد نہیں آئی۔۔" بوڑھی آنکھیں یہ سب سوچتے ہوئے نمکین پانیوں سے بھر گئی تھیں۔ ذلے کے بعد انہوں نے نمل سے اتنی محبت کی تھی جتنی ذلے سے اور نمل نے بھی دھوکا دے دیا تھا نہیں۔۔ اپنے بوڑھے کندھوں

پر وہ پورے خاندان کا بوجھ اٹھائے ہوئے تھیں۔ ہر کام ہر فیصلہ سوچ سمجھ کر کرتی تھیں لیکن ان کے کئے ہر فیصلہ پر اب انہیں پچھتاوہ سا ہوتا تھا۔ منال اور شاویز خوش نہیں تھے بات طلاق تک جا پہنچی تھی۔ حناوے سالوں بعد لوٹی تھی تو الگ معاملات میں الجھی تھیں۔ وہ جتنا اپنے خاندان کو خوش دیکھنا چاہتی تھیں اتنے دکھ دیکھنے کو مل رہے تھے۔

یا اللہ میرے خاندان کی حفاظت فرما میرے مالک۔۔۔ آمین" انہوں نے دامن پھیلا کر رب کے آگے دعا کی تھی اور کبھی کبھی قبولیت کا وقت ہوتا ہے دعائیں فوراً نہ سہی لیکن اپنے وقت پر قبول ہو جاتی ہیں۔

خان کہاں ہو۔۔ جوس لاؤ میرا۔۔" بہت کچھ بدل گیا تھا اگر نہیں بدلا تھا تو" امن اور خان کا رشتہ نہیں بدلا تھا۔ امن کو آج بھی اپنا ہر کام خان سے کروانے کی عادت تھی جبکہ خان آج بھی امن پر اپنی جان وارتا تھا۔

ابھی لایا سائیں۔۔" خان کی آواز ابھری تھی اور کچھ دیر بعد وہ تروتازہ جوس کے ساتھ امن کے جم روم میں حاضر تھا۔ امن نے گلاس پکڑا اور گھونٹ گھونٹ پینے لگا تھا۔ ورزشی وردی میں اسکے کسرتی بازو نمایاں تھے۔ خان نے ایک نظر امن کو دیکھا اور نظریں جھکا لیں۔ جتنی محبت وہ امن سے کرتا تھا ڈرتا تھا کہیں امن کی شاندار شخصیت کو اسکی کی ہی نظر نہ لگ جائے۔

مجھے اندازہ نہیں تھا سیرت اتنی بے وقوف نکلے گی۔۔" وہ ٹی وی پر چلنے والی کچھ دن پہلے ہی خبریں سن رہا تھا جو ابھی تک سرگرم تھیں۔ اسے افسوس ہو رہا تھا جو سیرت نے رانا خاندان کا ساتھ دیا تھا۔

اس سے پہلے وہ مزید کچھ کہتا گیٹ پر موجود ایک چوکیدار ہاتھ میں لفافے تھامے وہاں آیا تھا۔ اور خان کو تھمانے کے بعد واپس جا چکا تھا۔

کیا ہے یہ کھولو اسے۔۔" امن نے لفافہ دیکھتے ہوئے خان سے کہا۔ امن" کے حکم پر خان نے لفافہ کھولا اور اندر موجود کاغذات کو دیکھ کر حیران رہ گیا تھا۔

کیا ہے خان بتاؤ۔۔؟"خان کے چہرے پر پریشانی دیکھ کر امن نے پوچھا۔"

مالک وہ۔۔"خان کچھ کہنا چاہتا تھا لیکن الفاظ منہ میں ہی دم توڑ گئے تھے۔"

وہ کبھی امن کو مالک کبھی سائیں تو کبھی صاحب کہتا تھا۔امن کیلئے اسکے دل میں عجیب سی محبت تھی۔

آپ خود دیکھ لیں سائیں۔۔"خان نے وہ کاغذات امن کی جانب" بڑھائے۔جسے امن نے تھامنے کے بعد دیکھا اور پھر ایک پل کو ساکت رہ گیا تھا۔یہ کورٹ کی طرف سے نوٹس تھا۔حناوے راحیلہ اور اویس کے کیس کو ری اوپن کروا چکی تھی۔امن کی تیوری چڑھی تھی۔

آپ خود دیکھ لیں سائیں۔۔"خان نے وہ کاغذات امن کی جانب" بڑھائے۔جسے امن نے تھامنے کے بعد دیکھا اور پھر ایک پل کو ساکت رہ گیا تھا۔یہ کورٹ کی طرف سے نوٹس تھا۔حناوے راحیلہ اور اویس کے کیس کو ری اوپن کروا چکی تھی۔امن کی تیوری چڑھی تھی۔حناوے سے حد درجہ

محبت سہی لیکن اسکی نفرت اب امن کو چبھنے لگی تھی۔ جانے وہ لڑکی اتنی ضدی کیوں تھی؟

اب کیا کرنا ہے سائیں۔۔؟" خان سر جھکائے پوچھ رہا تھا۔"

اس ضدی اور گھمنڈی لڑکی سے ملاقات کرنی پڑے گی، محبت اپنی جگہ " لیکن وہ میری ذات کا اس طرح تماشہ ہرگز نہیں بنا سکتی۔۔"کاغذ کے ٹکڑے کو غصے سے جھٹکنے کے بعد وہ کمرے سے باہر نکل گیا تھا جبکہ خان نے جھک کر وہ کاغذ اٹھایا اور افسوس سے سر کو جھٹکا۔ یہ آگ پانی کا کھیل تھا اس میں نہ کوئی جیت سکتا تھا اور نہ کوئی ہار مان سکتا تھا۔ اور آگ پانی کا ملاپ تو ناممکن تھا۔

وہ کچن میں مصروف سی کافی بنا رہی تھی۔ پریشانی اور سر درد سے اسے اپنا دماغ پھٹتا محسوس ہو رہا تھا۔ جب سے وہ ملک حویلی سے واپس آئی تھی اس نے کہیں دفعہ خانم بی کو فون کیا تھا لیکن ایک بار بھی انہوں نے بات کرنا

ضروری نہیں کیا تھا اور تو اور حویلی میں بھی کوئی اسکا فون نہیں اٹھا رہا تھا۔ بیشک سیرت نے سچ کا ساتھ دیا تھا لیکن جنہیں وہ چھوڑ کر آئی تھی وہ اسکے اپنے تھے۔اور اپنوں کو چھوڑ دینا انکے بنا رہنے کا تو سیرت نے کبھی سوچا ہی نہیں تھا۔سچ کا ساتھ دے کر اسکا دل تو مطمئن تھا لیکن اپنوں کو چھوڑ دینے کا دکھ اسے اندر سے کھانے لگا تھا۔اوپر سے ژالے نے فون کر اسے الگ سے سنائی تھیں۔وہ ایک مضبوط لڑکی تھی۔لیکن کبھی کبھی اپنوں کی بے رخی انسان کی آنکھوں میں آنسو لے آتی ہے اور سیرت کی آنکھیں بھی نم ہونے لگی تھیں۔

سیرت۔۔"نام کی پکار وہ چونکی اور فٹافٹ آنکھوں میں آئی نمی کو صاف" کیا۔یہ حیدر کی آواز تھی یقیناً وہ اسے ڈھونڈتا ہوا وہاں تک آیا تھا۔

جج۔۔جی۔۔"چاہ کر بھی وہ اپنے لہجے کو ہموار نہیں رکھ پائی تھی۔حیدر" اسکے لہجے کی نمی کو محسوس کر گیا تھا۔تبھی تو قدم اٹھاتا اسکی جانب بڑھا جواب

کافی کے کپ لکڑی کی خوبصورت سی ڈش میں رکھنے کے بعد اسے اٹھا رہی تھی۔

سیرت۔۔"اسکے عین پیچھے پہنچنے کے بعد حیدر نے پھر اسکا نام پکارہ تھا۔"

اس بات سیرت کے ہاتھوں میں کپکپاہٹ واضح تھی۔آنکھوں میں پھر سے نمی ابھرنے لگی تھی۔

ادھر دیکھو میری جانب۔۔"وہ اب مان سے کہہ رہا تھا۔سیرت نے گہرہ" سانس فضا میں خارج کیا اور کافی کے کپوں کو وہیں چھوڑ کر پلٹ کر حیدر کو دیکھا۔اسکی سرخ آنکھیں دیکھ کر حیدر کے دل کو گہرے ملال نے آگھیرا تھا۔

تم رو رہی ہو۔۔؟"وہ بے چینی سے اسکے دونوں ہاتھ تھام گیا تھا۔"

وہ بس ویسے ہی۔۔"سیرت نے زبر ستی مسکرانا چاہا۔"

ایم سوری سیرت۔۔میری وجہ سے تمہیں اپنوں کو چھوڑنا پڑا یقین کرو میں" نے ایسا نہیں سوچا تھا کہ تمہیں تمہاری فیملی سے دور کروں گا۔میرا کبھی ایسا

کوئی ارادہ نہ تھا اور نہ ہوگا۔۔" وہ شرمندہ سا کہہ رہا تھا۔اسکی بات سن کر سیرت کے دل کو کچھ ہوا تھا۔

نن۔۔نہیں۔۔ آپکا کوئی قصور نہیں ہے حیدر، آپ تو محسن ہیں میرے، شوہر ہیں اور ایک بہت اچھے انسان ہیں۔آپ کبھی کسی کا برا سوچ ہی نہیں سکتے۔۔"

پھر رو کیوں رہی ہو۔۔؟" اسکی بات سن کر حیدر کو اپنے اندر سکون اترتا محسوس ہوا تھا۔

اس بات پر کہ میں نے اپنوں کو ہمیشہ اعلیٰ ظرف سمجھا اور وہ۔۔ جانے خانم بی کو آپ کے خاندان سے اتنی نفرت کیوں ہے؟" سیرت ابھی تک الجھی ہوئی تھی۔

ان کا نفرت کرنا شاید جائز ہے، لیکن اتنے سالوں تک نفرت کرجا جائز نہیں۔۔۔" حیدر نے اسکے ہاتھوں کو ہولے سے دبایا تھا۔

کیا مطلب۔۔؟" سیرت چونکی۔"

مطلب ماضی کی لمبی کہانی ہے۔۔"حیدر نے افسردہ لہجے میں کہا۔"

مجھے جاننا ہے آخر ماضی میں ایسا کیا ہوا تھا جو خانم بی اور ناناجان اتنی نفرت"

"کرتے ہیں آپکے خاندان سے۔۔

ٹھیک ہے آجاؤ پھر تمہیں کہانی سناتا ہوں دو جگری دوستوں کی جواب جانی"

دشمن بنے بیٹھے ہیں۔۔"وہ اسکا گال تھپتھپا کر کچن سے باہر نکل گیا تھا جبکہ

سیرت تجسس سے مجبور کافی کے دونوں کپ اٹھا کر اسکے پیچھے لپکی تھی۔

ماضی:

کہتے ہیں دو جانی دشمن ماضی میں کبھی جو جگری دشمن رہ چکے ہوتے ہیں۔ایسی

ہی کچھ دوستی خیام رانا اور بہرام ملک کے درمیان تھی۔دونوں کا تعلق

زمیندار گھرانے سے تھا۔دونوں کی دوستی کالج میں ہوئی اور پھر یونیورسٹی

میں بھی وہ دونوں ساتھ رہے تھے۔دونوں کے شوق ایک جیسے تھے۔شکار

کرنا اور سیر و تفریح کا دونوں کو خاصا شوق تھا البتہ بہرام ملک غصے کا تھوڑا تیز تھا۔ وہ جلد آگ بگولہ ہو جاتا تھا ایسے میں خیام کی سلجھی ہوئی طبعیت اسے سنبھالنے میں کام آتی تھی۔ پورے حیدر آباد میں دونوں کی دوستی کا ڈنکہ بجتا تھا۔ ذات پات کبھی ان کی دوستی کے درمیان دیوار نہ بن سکی تھی۔

دونوں کی دوستی میں عجیب موڑ تب آیا جب بہرام ملک کی بڑی بہن خانم نے خیام کو دیکھا۔ دونوں کے دلوں میں ایک دوسرے کیلئے پسندیدگی ابھری اور یہ بات بہرام سے چھپی نہ رہ سکی۔ خیام جیسا لڑکا ملک خاندان کو ڈھونڈنے سے بھی نہیں ملنے والا تھا۔

بات آگے بڑھی تو دونوں خاندانوں کی رضامندی سے خانم اور خیام کی شادی پکی کر دی گئی۔ دونوں بہت خوش تھے دونوں اپنی محبت کو پانے والے تھے لیکن جو انسان سوچتا ہے چاہتا ہے ویسا ہوتا کب ہے؟ قدرت کو کچھ اور منظور تھا۔

Zubi Novels Zone

خیام رانا کے بڑے بھائی احتشام رانا کی شادی بچپن سے چچازاد قدسیہ بیگم سے طے تھے لیکن عین نکاح کے دن احتشام نے نکاح سے انکار کر دیا وہ کسی اور کو پسند کرتا تھا۔ قدسیہ کا باپ جو خیام کا چچا تھا وہ یہ صدمہ برداشت نہ کر سکا کہ نکاح کے وقت اس کے اپنے بھتیجے نے نکاح سے انکار کر دیا تھا۔

صدمے اور پریشانی میں اسے ہارٹ اٹیک ہوا اور ایمرجنسی میں اسے ہسپتال پہنچایا گیا۔ بدقسمتی سے اسی دن خیام اور خانم کا بھی نکاح تھا۔ خانم دلہن کے لباس میں سجی سنوری خیام رانا کا انتظار کرتی رہی لیکن وہ نہیں آیا۔

صبح سے شام ہونے کو تھی لیکن بارات کا کوئی اتہ پتہ نہیں تھا۔ ملکوں اور راجپوتوں کے گاؤں میں بھی زیادہ فاصلہ نہیں تھا۔ اور یہ خبر ملکوں کی حویلی تک کسی جنگل میں لگی آگ کی طرح پہنچی تھی کہ خیام رانا نے اپنی چچازاد قدسیہ بانو سے نکاح کر لیا تھا۔ خیام کو اپنے چچا کی عزت کی خاطر اپنی محبت کی قربانی دینی پڑی تھی لیکن یہ بات نہ خانم سمجھ پائی اور نہ بہرام۔۔ کہتے ہیں اس روز عروسی لباس میں خانم طوفانی بارش میں حویلی کے صحن میں بیٹھ کر

دھاڑیں مار مار کر روئی تھی۔ پوری حویلی اسکی تکلیف پر کانپ اٹھی تھی۔ خیام رانا نے اسے دھوکا دیا تھا محبت کر کے وہ شخص نبھا نہیں پایا تھا۔ اپنی بہن کی یہ حالت دیکھ بہرام ملک کے دل میں خیام کیلئے نفرت جاگ اٹھی تھی۔ وہ خیام رانا کو مارنے پہنچ گیا تھا لیکن راجپوتوں کی حویلی میں خیام رانا کے چچا کے اٹھتے آیا تھا البتہ اب دوستی اور جنازے کو دیکھ کر وہ الٹے قدموں واپس لوٹ محبت کی جگہ نفرت نے دل میں ڈیرے جما لیے تھے۔

اس روز خانم بی نے قسم کھائی تھی کہ اب ان کی زندگی میں کوئی مرد نہیں آئے گا اور نہ وہ کسی پر بھروسہ کریں گی۔ وہ دن اور آج کا دن خانم اب خانم بی کہلاتی تھیں اور انہوں نے کبھی شادی نہیں کی۔۔ ساری عمر خیام رانا کی بے وفائی کو سینے سے لگا کر گزار دی تھی البتہ شدید محبت کی جگہ وہ اب خیام رانا سے شدید نفرت کرتی تھیں۔ قدسیہ بانو سے شادی کے بعد خیام نے بہرام اور خانم سے بات کرنے کی بہت کوشش کی، معافی مانگی لیکن دوستی

دشمنی میں بدل چکی تھی۔ لحاظ سب ختم ہو گیا تھا۔ بہرام جو پہلے ہی غصے کا تیز تھا اب ظالم وڈیرہ بن گیا تھا۔

خانم بی نے تو شادی نہیں کی تھی البتہ بہرام ملک نے اپنی پسند سے افشاں گل سے شادی کرلی تھی۔ بہرام ملک کے دو ہی بیٹے تھے۔ شہباز ملک اور ارباز ملک جبکہ ایک بیٹی صائمہ تھی۔ وقت گزرتا گیا اور بچے بڑے ہوتے گئے اور اسکے ساتھ ہی دونوں خاندانوں میں دشمنی بھی بڑھتی گئی۔ قدسیہ بیگم خیام کیلیئے ایک اچھی اور وفادار بیوی ثابت ہوئی تھی۔ وہ وقت کے ساتھ خیام رانا کے دل میں اپنی سلجھی ہوئی طبعیت، سمجھداری اور وفاداری کی بدولت جگہ بنانے میں کامیاب ہو چکی تھی۔

جب خیام اور بہرام کی پہلی نسل جوان ہوئی تو خانم بی نے تاک کر نشانہ مارا۔ شہباز ملک کے دل میں جو نفرت کا بیج انہوں نے بویا تھا وہ اب تناور درخت بن چکا تھا۔ بہرام ملک کی بیوی افشاں گل زیادہ ساتھ نہ نبھا سکی اور جوانی میں

ہی اچانک موت کے باعث دارِ فانی سے کوچ کر گئی۔ بہرام کے تینوں بچوں کی پرورش خانم بی نے کی تھی۔ وہ ان کیلئے ماں ہی تھیں۔

شہباز ملک نے ذلے سے شادی کر کے جو طمانچہ رانا خاندان کے منہ پر مارا تھا اس سے خانم بی کے دل کو سکون ملا تھا۔ لیکن وقت ہمیشہ ایک سا نہیں رہتا۔

شہباز ملک نے ذلیخہ سے جھوٹی محبت کی شادی کے بعد ارم حبیب سے اپنی پسند کی شادی کی تھی وجہ صرف اور صرف ذلے کو تکلیف پہنچانا تھی۔ ذلیخہ سے شہباز ملک کا ایک ہی بیٹا تھا ارحم ملک جبکہ ارم سے دو بیٹیاں تھیں بڑی ژالے ملک جو اپنی خوبصورتی اور ذہانت کی بدولت مشہور تھی جبکہ اس سے چھوٹی رابیل ملک جس میں شہباز ملک کی جان بستی تھی۔

جبکہ ارباز ملک اور ذرمینے گل کا ایک ہی بیٹا تھا امن ملک جو پورے رانا خاندان پر بھاری تھا۔

سیرت، بہرام ملک کی اکلوتی بیٹی صائمہ ملک کی بیٹی تھی۔ صائمہ اور اسکے شوہر کا ایک کار حادثے میں انتقال ہو چکا تھا اسی لئے سیرت کو بھی خانم بی نے ہی پال پوس کر بڑا کیا تھا۔

ژالے کے لندن جانے سے پہلے ارم ملک بھی اس دنیا سے جا چکی تھی۔ یوں ملک خاندان کے سارے بچوں کی تربیت خانم بی نے کی تھی سوائے ارحم کے۔۔۔ وہ ہمیشہ اپنی ماں کے ساتھ رہا تھا۔ ذلیخہ کے آنسو اور شہباز ملک کا ذلیخہ سے رویہ ہمیشہ ارحم کو تکلیف پہنچاتا تھا۔ اسی لئے آج وہ اپنی ماں اور اپنی بیوی کے ساتھ ملک خاندان کو چھوڑ کر اپنی ایک الگ دنیا بسائے ہوئے تھا۔

جہاں محبت زندہ رہتی ہے وہاں نفرت بھی جلد ختم نہیں ہوتی۔ جتنی نفرت خانم بی کو خیام رانا سے تھی اتنی ہی اب حناوے رانا امن ملک سے کرتی تھی۔۔ محبت ہو نہ ہو لیکن نفرت خانم اور خیام کی تیسری پیڑی میں منتقل ہو چکی تھی۔

"ارے بیٹا میں تو کتنی بار کہہ چکی ہوں شاویز کو کہ ختم کرو یہ رشتہ طلاق دو منال کو اور جان چھڑاؤ اپنی لیکن وہ میری بات سنتا ہی نہیں جانے کیا جادو کر دیا ہے اس دو گز کی لڑکی نے میرے شیر جیسے بیٹے پر جو وہ اسکو چھوڑنے پر راضی ہی نہیں۔۔" شہناز تائی ناگواریت لئے کہہ رہی تھیں۔ فون کی دوسری جانب علیشہ تھی شہناز تائی کی بھانجی جو بچپن سے شاویز کو پسند کرتی تھی اور اس سے شادی کرنا چاہتی تھی لیکن شاویز کی سنجیدہ اور غصیلی طبیعت کے باعث وہ کبھی کچھ بول نہ پائی تھی۔ البتہ اپنی چالاکیوں اور شہناز تائی کے بل بوتے پر وہ منال کے دل میں شاویز کی طرف سے بدگمانی ڈال چکی تھی۔

"ارے خالا جان آپ فکر نہ کریں جو میں نے منال کے ساتھ کیا ہے نا اسکے بعد وہ کبھی شاویز کے ساتھ رہنے کو تیار نہ ہو گی بس آپ اب کچھ ایسا کریں کہ شاویز اسے طلاق دے دے۔۔" وہ بے تابی سے کہہ رہی تھی۔

ہزار بار کہہ چکی ہوں اب وہ حیدر آباد ہے جیسے ہی واپس آئے گا پھر کہوں" گی لیکن میری سنتا کون ہے؟ میری اولاد نے کبھی میرا ساتھ نہیں دیا ہمیشہ اپنی من مرضی کی ہے۔۔"اب کی بار شہناز تائی کے لہجے میں افسوس تھا جو انکی اولاد ان کا ساتھ نہیں دیتی تھی،ان کی ہر ناجائز بات نہیں مانتی تھی۔

منال کو طلاق۔۔؟"دروازے کے باہر کھڑی ہدی نے بے اختیار اپنے منہ" پر ہاتھ رکھا تھا۔اسے اپنی ماں کی فطرت کا کچھ کچھ اندازہ تھا۔وہ ماریہ اور فاریہ بیگم کی طرح ایک ساتھ خوش رہنے والوں میں سے نہیں تھی۔ نمل،منال اور حناوے کو تو وہ شروع سے ہی خاص پسند نہیں کرتی تھیں۔ نمل کو بالکل بھی نہیں البتہ منال کیلئے ان کے دل میں نرم گوشہ تھا لیکن اب۔۔۔

ہدی کو گہرے ملال نے آگھیرا تھا۔یہی وجہ تھی شاید کہ وہ خوش نہیں تھی کیونکہ اسکی ماں دوسروں کی بیٹی کا گھر اجاڑنے کا سوچ رہی تھیں۔خاندان کے نو افراد اگر اچھے ہیں تو دسواں انسان ضرور ایسا ہوتا ہے جو خاندان میں خوش نہیں رہ سکتا۔۔اور رانا خاندان میں شہناز تائی ایسی تھیں۔

Click On The Link Above To Read More Novels / ✆ / ✉ 0344 4499420
https://www.zubinovelszone.com/

ہدی نے ایک جھٹکے سے دروازہ کھولا اور غصے سے کمرے میں داخل ہوئی۔
اسکے چہرے ہر انتہا کی سنجیدگی چھائی تھی۔ شہناز تائی ہدی کو اپنے کمرے میں دیکھ کر حیران رہ گئی تھیں۔

اچھا علیشہ میں تم سے بعد میں بات کرتی ہوں اپنا خیال رکھنا۔۔" شہناز تائی" نے فون بند کرتے ہوئے کہا اور ہدی کی طرف سوالیہ نظروں سے دیکھا جو گہرے افسوس سے اپنی ماں کو ہی دیکھ رہی تھی۔

آگئی آج تمہیں ماں کی یاد۔۔؟" شہناز تائی نے خفگی سے کہا۔ کیونکہ جب" سے ہدی کی شادی ہوئی تھی وہ بالکل بدل گئی تھی۔ سارا دن اپنے کمرے میں بند رہتی جانے کیا کرتی تھی۔ اسکی ہنسی قہقہے سب کھو گئے تھے۔ نہ اب وہ پہلے کی طرح غصہ کرتی تھی، نہ ضد اور نہ فرمائشیں۔۔ ورنہ زیان تو اسکی فرمائشیں پوری کر کر کے تھک جاتا تھا۔

مجھے یقین نہیں ہوتا کہ آپ ایسا کر سکتی ہیں۔۔؟" ہدی کی نظروں میں" بے یقینی سی تھی۔

کک۔۔کیا کیا میں نے۔۔؟" شہناز تائی نے نظریں چرائیں۔"

امی آپ ایک ماں ہو کر اپنے بیٹے کا گھر کیسے برباد کر سکتی ہیں۔۔؟" ہدی کے لہجے میں ملال ہی ملال تھا۔اسکا گلابی چہرہ غصے اور ضبط کے باعث سرخ ہو چکا تھا۔

برباد نہیں آباد کرنا چاہتی ہوں اور منال کے ساتھ شاویز کبھی خوش نہیں" رکھ سکتا ان دونوں کا کوئی جوڑ نہیں ہے۔۔" شہناز تائی نے پہلو بدلتے ہوئے نخوت سے کہا۔ہدی کا دل کیا وہ اپنا سر پیٹ لے۔

کیوں؟ کیوں خوش نہیں رہ سکتے وہ؟ کیا کمی ہے منال میں۔۔؟" ہدی نے" تنک کر پوچھا۔وہ جانتی تھی منال بچپن سے شاویز کو پسند کرتی تھی۔اسکی محبت کی شدت سے وہ اچھی طرح واقف تھی۔اور یہ خاموش محبت ہی تھی جو شاویز کو منال کا بنا دیا گیا۔

ہے ہی کیا اُس میں؟ ایک بھولی صورت ہے بس؟ باقی تو جیسے سب کہتے ہیں" کر لیتی ہے اٹھنے بیٹھنے کی تمیز نہیں ہے اُسے۔۔میرا بیٹا ایک اعلیٰ تعلیم یافتہ

انسان ہے جس کا تعلق سیاست سے ہے منال اسکے ساتھ کہاں بھائے گی؟ ایک سیاست دان کی بیوی ڈری سہمی اچھی لگتی ہے کیا؟ فیشن کا اسے شوق نہیں جب دیکھو عجیب حلیہ لئے گھومتی رہتی تھی۔۔" شہناز تائی نے تو کدورت کی انتہا کردی تھی۔ ہدی تو پھٹی پھٹی آنکھوں سے انہیں دیکھ رہی تھی۔ اسے سامنے بیٹھی سو برسی عورت پر شبہ ہوا تھا کہ وہ اسکی ماں تھی بھی یا نہیں؟

"یہ آپ کہہ رہی ہیں امی؟ جب نمل کی شادی بھائی سے طے ہوئی تھی تب بھی آپکو اعتراض تھا کیونکہ پراعتماد نمل آپکو پسند نہیں تھی۔ وہ اپنے حق کیلئے بولتی تھی اور آپکو بدتمیز لگتی تھی۔ آپکو تو منال جیسی بہو چاہیے تھی ٹھنڈے اور نرم مزاج کی پھر اب کیا ہوا؟" ہدی کا دل بھر آیا تھا وہ جان گئی تھی اسکی ماں کو علیشہ پٹیاں پڑھا رہی تھی۔

"بس مجھے علیشہ جیسی بہو چاہیے۔ مجھے اللہ میاں کی گائے جیسی لڑکیاں نہیں بھاتی۔۔" شہناز تائی نے دوٹوک جواب دیا تھا۔

میں جانتی ہوں امی یہ آپ نہیں بلکہ علیشہ کی زبان ہے۔اور منال جیسی بہو" آپ کو دنیا میں کہیں نہیں ملنی اور ایک بات یاد رکھیے گا جو دوسروں کی بیٹیوں کو دکھ دیتے ہیں انکی خود کی بیٹیاں کبھی خوش نہیں رہتی۔۔اللہ کی لاٹھی بے آواز ہے امی مکافات عمل سے ڈریں۔۔" بات کرتے کرتے ہدی بے طرح رودی تھی اور پھر بنا کچھ سنے بھاگنے والے انداز میں کمرے سے نکل گئی تھی۔

ہائے اللہ اس کو کیا ہو گیا۔۔؟ ہدی میری بات سنو۔۔" ہدی کی آنکھوں" میں آنسو دیکھ کر شہناز تائی کا دل ہول اٹھا تھا۔ہدی انکی سب سے چھوٹی اور لاڈلی بیٹی تھی جس کی ہر ضد کو انہوں پورا کیا تھا۔وہ جلدی سے روتی نہیں تھی اور اب وہ رہی تھی۔شہناز تائی اسکے پیچھے لپکی تھیں لیکن تب تک ہدی اپنے کمرے کا دروازہ بند کر چکی تھی اور شہناز تائی کے لاکھ کھٹکھٹانے پر بھی ہدی نے دروازہ نہیں کھولا تھا۔

تو یہ تھی رانا اور ملک خاندان کی اب تک کی کہانی۔۔ کہو کیسی لگی۔۔؟""""

حیدر نے اپنے ساتھ کھڑی سیرت سے پوچھا تھا۔وہ دونوں ٹیرس پر تھے اور حیدر پچھلے ایک گھنٹے سے اسے دونوں خاندانوں کی تاریخ بتا رہا تھا اور اب ختم ہونے پر ہمہ تن گوش سیرت سے سوال کیا تھا۔

افف۔۔اتنی خوفناک کہانی۔۔"سیرت جھرجھری سی لے کر رہ گئی" تھی۔اس دشمنی میں کتنے لوگوں کی زندگی برباد ہوئی تھی یہ اب اسے پتہ چلا تھا۔اسکی بات سن کر حیدر کا بے ساختہ قہقہہ ابھرا تھا۔

میرے دادا ابو دھیمے مزاج کے آدمی ہیں دشمنی کی شروعات خانم بھی اور" تمہارے نانا ابو نے کی تھی جو شہباز ملک نے نبھائی اور اب تک چل رہی ہے۔۔"حیدر نے دھیمے لہجے میں بتایا۔

جانتی ہوں۔۔اب سمجھ آیا کہ خانم بی نے شادی کیوں نہیں کی؟ مجھے کبھی" کبھی لگتا تھا کوئی گہرا دکھ انکے اندر موجود ہے جس پر انہوں نے اپنی رعب دار

شخصیت کا کھول چڑھا کر چھپار کھا ہے۔وہ دکھ کیا تھا اب سمجھ آیا۔حیدر مجھے لگتا ہے خانم بی آج تک دادی جی مطلب خیام رانا کو نہیں بھول پائیں۔"

سیرت نے اپنے دل کی بات کی تھی۔سیاہ آسمان ٹمٹماتے ستاروں سے مزین تھا۔ایسے لگتا تھا سفید موتیوں سے جڑی کوئی سیاہ چادر بنگلے کے اوپر ڈھک دی گئی ہوئی۔سامنے لمبی بل کھاتی دور تک چار کول کی سڑک نظر آتی تھی جس کے دونوں جانب کھیت تھے۔حیدر کو یہ بنگلا بہت پسند تھا اور اب سیرت کو بھی اس گاؤں اور بنگلے سے عشق ہونے لگا تھا۔یہاں کا ماحول بہت پر سکون تھا۔نوکر چاکر سب کچھ تھا۔

ہاں بھولی تو واقعی نہیں ہیں اگر بھول جاتی تو شاید یہ دشمنی بھی ختم ہو جاتی۔۔"حیدر نے گہرا سانس فضا میں خارج کیا۔

ہاں لیکن وہ جیسی بھی ہیں میرے لئے میری ماں وہی ہیں اور اب وہ مجھ سے ناراض ہیں تو مجھے کسی پل سکون میسر نہیں ہے حیدر میں کیا کروں۔۔؟"

سیرت نم لہجے میں کہتی اپنا سر جھکا گئی تھی۔اسکی اداسی حیدر کو بھی اداس کر گئی تھی۔

تم فکر نہ کرو سیرت،ہر جذبے کی ایک حد ہوتی ہے جہاں پہنچ کر وہ جذبہ" دم توڑ جاتا ہے ان شاءاللہ جلد ہی یہ دشمنی کو اپنے انجام کو پہنچ جائے گی۔ سب ٹھیک ہو جائے گا ان شاءاللہ۔۔"حیدر نے اپنا بازو اسکے کندھے کے گرد پھیلاتے ہوئے اسے حوصلہ دیا تھا اور اسکی بات پر سیرت نے صدق دل سے آمین کہا تھا۔

ہر انسان کی کچھ کمزوریاں ہوتی ہیں رحمن بھائی،اور ہمیں اپنی دشمن کی" طاقت اور کمزوریوں دونوں سے واقف ہونا چاہیے۔۔"رحمن بھائی اور حناوے دونوں اس وقت اسٹڈی روم میں موجود تھے۔وہ ہمیشہ کی طرح جینز پر لمبا کرتا پہنے ہوئے تھی۔بال پونی میں قید اور دوپٹہ کندھوں پر پھیلا تھا۔

پاؤں بند جوتوں میں قید تھے۔وہ اسی حلیے میں رہتی تھی جیسے ابھی کسی پہاڑ کی چوٹی کو سر کرنے جارہی ہو۔

سامنے دیوار پر ایک بڑا سا بورڈ آویزاں تھا جس پر پورے ملک خاندان کی تصوریں چسپاں تھیں۔

درمیان میں سب سے بڑی تصویر امن ملک کی تھی۔

امن ملک کی کمزوری کیا ہے۔۔۔؟"رحمن بھائی نے پر سوچ انداز میں" پوچھا تھا۔وہ دونوں وکیل تھے اور جہاں دو وکیل جمع ہو جائیں ان کے شاطر پن کو دیکھتے ہوئے شیطان بھی وہاں سے کھسک جاتا ہے۔اور حناوے رانا تو اب اکیلی بھی کسی قیامت سے کم نہیں تھی۔

وہی جاننے کی کوشش کر رہی ہوں، لیکن امن ملک کی طاقت وہ خود ہے" اور اسکا دایاں بازو خان ہے۔۔"حناوے نے خان کی تصویر پر سرخ مارکر سے ایک گول دائرہ بناتے ہوئے سنجیدہ لہجے میں بتایا۔واقعی یہ سچ تھا امن

ملک تک پہنچنے کیلیئے راستہ میں ایک مضبوط دیوار کو سر کرنا پڑتا تھا اور وہ ڈھال خان تھا جو سائے کی طرح امن کے پیچھے رہتا تھا۔

یوں تو پورا خاندان ہی طاقت ور ہے اور ہر حال میں امن کا ساتھ دے گا" لیکن جو خان کے قدم سے قدم ملا کر کھڑی ہو گی وہ ژالے ملک ہے۔۔ جو امن ملک سے بے تحاشہ محبت کرتی ہے اور اسکے لئے کسی بھی حد تک جا سکتی ہے۔ ژالے ملک کی کمزوری امن ملک ہے البتہ امن ملک کی کمزوری شاید اسکا دوست۔۔" حناوے بات ادھوری چھوڑ گئی تھی۔ وہ امن ملک کی کمزوری پکڑ نہیں پائی تھی۔

بالکل نہیں۔۔ قدیر امن کا دوست ہے اسکی پیروی کرنے والا لیکن اسکی" کمزوری نہیں اور پورے خاندان میں سے کوئی ایسا شخص نہیں جو امن ملک کی کمزوری ہو۔۔" رحمن بھائی نے پر سوچ انداز میں جواب دیا تھا۔

پھر امن ملک کی کمزوری کیا ہے۔۔؟" حناوے مار کر کو میز پر پھینکتے ہوئے" بڑبڑائی تھی۔ امن ملک کو پھانسنا اتنا آسان نہیں تھا۔

تم۔۔۔" رحمن بھائی کی بات پر چونک کر حناوے نے انہیں دیکھا جو پہلے ہی آنکھوں میں عجیب چمک لئے اسے دیکھ رہے تھے۔ حناوے نے آنکھوں ہی آنکھوں میں جیسے کچھ سوال کئے تھے۔

ہاں امن ملک کی ایک ہی کمزوری ہے اور وہ ہے حناوے رانا۔۔" رحمن بھائی نے پتے کی بات کی تھی حناوے رانا کی دل کی دھڑکن بے ساختہ تیز ہوئی تھی۔

ہاں وہیں پر میرا نشیمن ہے
تتلیوں کا جہاں بسیرا ہے
آج میں بھی سنور کر نکلی ہوں
آج پھولوں کا رنگ بھی گہرا ہے

وہ آج ایک خاص مقصد کیلئے تیار ہو کر آئی تھی۔ سیاہ چشمہ آنکھوں پر لگاتے وہ ڈرائیونگ سیٹ سے نیچے اتری تھی۔ گردن اٹھا کر اپنے سامنے کھڑے ایک عالیشان ریستوران کو دیکھا تھا جو امن ملک کا پسندیدہ ریستوران تھا۔ وہ اکثر نہیں بلکہ روزانہ لنچ اسی ریستوران سے کرتا تھا۔

سفید رنگ کے لباس میں وہ آج کسی پر بجلی گرانے آئی تھی۔ جانتی تھی امن ملک نے پہلی بار اسے سفید کپڑوں میں دیکھا تھا اور آج تقریباً ساڑھے پانچ سال بعد وہ اسے دیکھنے والے تھا۔ اگر حناوے رانا امن ملک کی کمزوری تھی تو حناوے اب اس کمزوری سے فائدہ اٹھانے والی تھی۔ دل میں اٹھتی نفرت کی گہری لہروں کو اس نے اپنے اندر ہی دبایا اور مضبوط قدم اٹھاتی وہ ریستوران کے اندر داخل ہو چکی تھی۔ اندر داخل ہونے کے بعد اس نے طائرانہ نظروں سے ارد گرد کا جائزہ لیا لوگ کھانے اور خوش گپیوں میں مشغول تھے۔ کچھ سوچتے ہوئے حناوے نے ایک کونے والی خالی میز کا

انتخاب کیااور خاموشی سے جا کر بیٹھ گئی۔چشمہ اتار کر اس نے میز پر رکھااور ویٹر کو اشارہ کیا۔

ایک گلاس سادہ پانی ملے گا پلیز۔۔"غصے کو کم کرنے کا سب سے موثر" طریقہ ٹھنڈہ پانی ہے اور حناوے اب حکمتوں پر عمل کرتی تھی۔اگر اسکے لباس پر نظریں دوڑائی جائیں تو وہ سیاہ جینز پر گھٹنوں تک آتی سفید رنگ کی شرٹ میں ملبوس تھی۔بال ابھی بھی پونی میں قید تھے جو پیچھے سے کمرے پر بکھرے پڑے تھے۔

گھڑی کی ٹک ٹک کے ساتھ اسکے دل کی دھڑکن بھی تیز ہو رہی تھی کیونکہ کسی بھی وقت امن ملک وہاں پہنچنے والا تھا۔ویٹر پانی کا گلاس رکھ کر جا چکا تھا۔ جسے حناوے نے اٹھا کر گھونٹ گھونٹ پینا شروع کیا تھا۔اسکی پیشانی پر بل پڑے ہوئے تھے آنکھیں کسی چوکنا شکاری کی طرح سکڑی ہوئی تھیں۔وہ خضر کو بنا بتائے یہاں آئی تھی جانتی تھی وہ اسے کبھی اکیلے نہ آنے دیتا۔اسے

وہ واقعی آج بھی یاد تھا جب وہ پہلی بار امن سے ملی تھی علیزے کی وجہ سے ہوٹل میں۔۔اور امن نے اسکی اس بے وقوفی کا کتنا فائدہ اٹھایا تھا۔

بہت سے حساب نکلتے ہیں تمہاری طرف امن ملک۔۔۔ایک ایک زیادتی کا" بدلا لوں تم سے۔۔"وہ اسکے تصور سے مخاطب اسے وارن کر رہی تھی۔

بہت سے حساب نکلتے ہیں تمہاری طرف امن ملک۔۔۔ایک ایک زیادتی کا" بدلا لوں تم سے۔۔"وہ اسکے تصور سے مخاطب اسے وارن کر رہی تھی۔وقت تیزی سے بیت رہا تھا لیکن امن ملک ابھی تک نہیں آیا تھا۔اب حناوے جو بے چینی ہونے لگی تھی۔وہ یہ سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ اسکا یہاں آنا ضائع جا سکتا تھا۔اسکے وقت کا ایک ایک لمحہ بہت قیمتی تھا۔اپنے اندر اٹھتی بے چینی کو کم کرنے کیلئے اب اس نے میز کو اپنی دائیں ہاتھ کی انگلیوں سے بجانا شروع کر دیا تھا۔پیشانی پر نہ چاہتے ہوئے بھی بل سے پڑ گئے تھے۔

وہ اضطراب کی کیفیت میں بار بار بائیں ہاتھ کی کلائی پر بندھی گھڑی کو دیکھ رہی تھی۔

کہیں اسے پتہ تو نہیں چل گیا۔۔؟"ایک لمحے کے ہزارویں حصے میں یہ" سوچ اسکے دماغ سے ٹکرائی جسے دوسرے ہی پل وہ ذہن سے جھٹک چکی تھی۔

میرا انتظار کیا جارہا ہے۔۔؟"آواز تھی یا کرنٹ وہ جھٹکے سے مڑی اور پھر" اپنے سامنے کھڑے امن ملک کو دیکھا۔ گرے رنگ کے ڈریس سوٹ میں ملبوس وہ نظر لگ جانے کی حد تک شاندار لگ رہا تھا۔ایک پل کو حناوے کا دل ساکت ہوا اور دوسرے ہی پل تیزی سے دھڑکنا شروع ہو گیا تھا۔اور اسے اپنے سامنے دیکھ کر امن ملک کو وقت کی گردش تھمتی ہوئی محسوس ہوئی تھی۔وہ پہلے سے زیادہ خوبصورت اور مغرور لگ رہی تھی۔ حناوے ایک جھٹکے سے کرسی سے کھڑی ہوئی تھی۔اسے اندازہ نہیں تھا اسکے خاموشی سے کھیلے گئے کھیل کا امن ملک کو پتہ چل جائے گا۔

امن کے پیچھے خان ہاتھ باندھے سر جھکائے کھڑا تھا۔اسے اجازت نہیں تھی کہ وہ حناوے کو دیکھے۔

حناوے نے میز پر رکھا اپنا چشمہ اٹھایا،اسکا ارادہ وہاں سے غائب ہونے کا تھا۔ اس نے امن ملک کے منہ لگنے کا سوچا ہی نہیں تھا لیکن وہ شخص اسکی سوچ سے زیادہ شاطر نکلا تھا۔غصے کے باعث اسکے چہرے کے خوبصورت نقوش تن سے گئے تھے۔امن ملک محبت بھری نگاہوں سے اسکی ایک ایک حرکت کو نوٹ کر رہا تھا۔

کیا لگا تھا حناوے رانا کہ تم مجھ پر نظر رکھو گی اور میں بے خبر رہوں گا۔۔؟"""

وہ اسے اتنی جلدی وہاں سے جانے نہیں دے سکتا تھا تبھی قدم بڑھا کر اسکے قریب ہوا۔حناوے نے اسکی بات کا کوئی جواب نہیں دیا تھا۔وہ اب بیگ اٹھائے جانے کیلئے مڑی تھی جب وہ دیوار بن کر اسکے راستے میں حائل ہوا۔

کیا بدتمیزی ہے یہ؟راستہ چھوڑو میرا۔۔"وہ جیسے پھنکاری تھی۔چہرہ ضبط" کے باعث سرخ ہو چکا تھا۔

ساڑھے پانچ سال کم نہیں ہوتے حناوے،میں نے یہ وقت تمہیں بنا دیکھے" گزارا ہے۔آج موقع ملا ہے دیکھنے دو خود کو۔۔"وہ جذبات سے چور لہجے میں اپنے دل کا حال بیان کر رہا تھا۔نگاہیں کسی پیاسے کی طرح اسکے چہرے کا طواف کر رہی تھیں۔وہ چاہ کر بھی اسے اپنا دشمن نہیں سمجھ سکتا تھا۔جتنا اسکے کیس ری اوپن کرنے پر غصہ آیا تھا وہ دشمن جان کے سامنے آتے ہی جھاگ کی طرح بیٹھ چکا تھا۔

تمہاری خوشی اور ذہنی کیفیت کیلئے تمہیں میں نے خود سے دور جانے دیا اور" صرف تمہارے لوٹ آنے کے وعدے پر میں نے خود کو انتظار کی سولی پر لٹکائے رکھا ورنہ تم تک پہنچنا امن ملک کیلئے مشکل نہیں تھا حناوے۔۔"وہ اسکا ہاتھ تھامنا چاہتا تھا جب حناوے بدک کر پیچھے ہٹی۔

وہ حرف حرف سچ بول رہا تھا لیکن پرواہ کس کو تھی۔

جانتا تھا تم لوٹ آئی ہو اور یہ بھی جانتا تھا تم مجھ پر نظر رکھو گی اور یہ بھی جانتا" تھا تم یہاں آؤ گی۔۔لیکن کیا تم جانتی ہو میں ہر روز صبح سے شام تک

تمہارے یہاں آنے کا انتظار کرتا ہوں صرف تمہیں ایک نظر دیکھنے کیلئے۔۔"

ریستوران میں موجود لوگ اب امن ملک کو پہچان گئے تھے۔ جیسے جیسے لوگوں کی نظر اس پر پڑ رہی تھی وہ مارے اشتیاق کے اسکے گرد اکٹھے ہو رہے تھے۔ وہ دونوں اب ہجوم میں گر گئے تھے۔ وہ بول رہا تھا اور لوگ دم سادھے سن رہے تھے جبکہ حناوے کو اپنا دل رکتا ہوا محسوس ہوا تھا۔ وہ یہ کیسے بھول گئی تھی کہ مد مقابل "امن ملک" تھا۔

اپنی بکواس بند رکھو مسٹر امن ملک ورنہ انجام کے ذمہدار تم خود ہو گے۔۔" وہ اب خود پر قابو پاتے ہوئے بولی تھی۔

انجام کی پرواہ کس کو ہے؟ میں صرف اتنا کہنا چاہتا ہوں سالوں پہلے بھی" اپنی جان میں نے تمہاری ہتھیلی پر رکھ دی تھی اور میری جان آج بھی حاضر ہے حناوے۔۔ صرف اور صرف تمہیں حق ہے تم جب چاہو اسے لے سکتی ہو لیکن یہ کورٹ کچہری، یہ کیس، یہ قانون کی لڑائیاں یہ سب مجھے نہیں

Click On The Link Above To Read More Novels / ✆ / ✉ 0344 4499420
https://www.zubinovelszone.com/

پسند۔۔کیوں اپنا اور میرا وقت ضائع کر رہی ہو، مجھ سے بدلا لینا ہے تو گولی مار دو مجھے اُس رات کی طرح جیسے ساڑھے پانچ سال پہلے ماری تھی لیکن میری وہی شرط ہے میں بچ گیا تو تمہیں میرا ہونا پڑے گا۔۔" وہ ساڑھے پانچ سال سے دل میں دبے جذبات کا اظہار کر رہا تھا۔ وہ واقعی انتہا کا بے باک اور لاپرواہ تھا۔ عوام دیکھ رہی تھی لیکن اسے ذرہ برابر فرق نہیں پڑتا تھا۔

حناوے نے نظر اٹھا کر لوگوں کے ہاتھوں میں موبائل دیکھے تھے یقیناً اُن کی ویڈیو بھی بن رہی تھی۔ اب حناوے کو اپنی غلطی کا احساس ہو رہا تھا اسے واقعی وہاں نہیں آنا چاہیے تھا۔ جبکہ امن کی نگاہیں اسکے بے چین چہرے پر جمی تھیں۔ وہ اسکی پریشانی کو بھانپ چکا تھا۔

بولو کب دوں تمہیں اپنی جان۔۔؟" وہ سراپا سوال تھا۔ ہجوم میں سے کسی" نے سیٹی بجائی تھی۔ دبی دبی سی سرگوشیاں اور ہنسی کی آواز حناوے صاف سن سکتی تھی۔ اور حناوے کی برداشت جواب دے چکی تھی۔

جسٹ شٹ اپ اوکے، تم جیسے گھٹیا انسان کو مار کر میں اپنے ہاتھ گندے نہیں کرنا چاہتی، تم سے حساب قانون لے گا اُن سب لوگوں کا جن کی زندگی کے ساتھ تم نے کھیلا ہے سمجھ آئی۔۔" وہ اب غصے سے دھاڑی تھی۔ ہجوم کو جیسے سانپ سونگھ گیا تھا۔ لوگ اچھنبے سے حناوے رانا کو دیکھ رہے تھے جو امن ملک جیسے انسان پر چلا رہی تھی جو اپنی جان اس کے قدموں میں بچھانے کو تیار تھا۔

کون ہے یہ لڑکی؟ پاگل ہے کیا؟ امن ملک نے پہلی بار کسی کو پرپوز کیا ہے ہر طرف عجیب و غریب سے سوال تھے۔ لوگ حناوے رانا کو نہیں جانتے تھے البتہ امن ملک سے سب واقف تھے۔

جب سے حناوے رانا امن ملک کی زندگی میں آئی اس نے حقیقتاً فلرٹ کرنا چھوڑ دیا تھا۔ اور جب سے اس نے شوبز کی دنیا میں قدم رکھا تھا جب جانتے تھے اس نے کبھی کسی لڑکی کو پرپوز تو کیا کسی کا پرپوزل بھی قبول نہیں کیا تھا۔ اور اب اچانک وہ ایک لڑکی کیلئے پاگل سا نظر آ رہا تھا۔

Click On The Link Above To Read More Novels / ✆ / ✉ 0344 4499420
https://www.zubinovelszone.com/

تمہارا انجام لکھا جا چکا ہے امن ملک۔۔ تم جو آسمان کا ستارہ بنے بیٹھے ہو" یقین کرو تمہیں فنا ہونا ہے۔۔" وہ اپنے بھیگے لہجے پر قابو پاتی جھٹکے سے مڑی تھی۔ ہجوم نے بے ساختہ ہی اسے گزرنے کی جگہ دی اور وہ بنا پیچھے دیکھے ہجوم کو چیرتی گزرتی چلی گئی تھی۔ امن ملک کو اپنی آنکھوں کے سامنے دھندلاہٹ سی محسوس ہوئی تھی وہ چونک گیا جب اسے محسوس ہوا کہ اسکی آنکھوں میں نمی تھی۔ وہ اپنی جان دے کر بھی اس لڑکی کے دل سے نفرت اور کدورت کو نہیں مٹا سکتا تھا۔ اس نے گہرہ سانس اندر کھینچتے ہوئے پھیپھڑوں کو تازہ ہوا سے بھرا کیونکہ اسکے جانے کے بعد فضا میں آکسیجن کی کمی سی محسوس ہو رہی تھی اور اپنا سیاہ چشمہ آنکھوں پر جماتے اس نے ہجوم پر ایک طائرانہ نظر ڈالی۔

سر آٹو گراف، سر ایک ایک سیلفی ہو جائے پلیز۔۔" عوام اب بے طرح" اسکی جانب لپک رہی تھی جسے خان اکیلا سنبھال رہا تھا۔

"اگرہماری ایک بھی ویڈیو سوشل میڈیا پر اپلوڈ ہوئی یا کہیں اور مجھے دکھائی دی تو یقین جانو اگلے دن اس انسان کی موت کی نیوز پیپر میں ہیڈلائن ہو گی۔۔" وہ انتہائی سفاک لہجے میں کہتا ہجوم کی جان سی نکال چکا تھا۔ کچھ لوگوں نے ڈر کر وہیں پر ویڈیو اپنے موبائل سے ڈیلیٹ کر دی تھی البتہ کچھ لوگ کسی نایاب چیز کی طرح وہ ویڈیو اپنے پاس رکھنا چاہتے تھے۔

"چلو خان۔۔" اس نے خان کو حکم دیا تھا اور پھر وہ دونوں بھی ریستوران سے نکلتے چلے گئے پیچھے ریستوران کی ساری رونق جیسے مدھم پڑ گئی تھی۔

آج صبح سے ہی قدسیہ بیگم کا دل بے چین تھا۔ پچھلے کچھ دنوں سے ذلے انہیں بہت یاد آرہی تھی۔ لیکن وہ چاہ کر بھی اسے نہ مل سکتی تھیں اور نہ رابطہ کر سکتی تھیں کیونکہ یہ ان کے شوہر کو نہیں پسند تھا۔ وہ ذلے سے اپنے تمام رشتے ناطے تیس سال پہلے ہی توڑ چکے تھے۔ ان کے نزدیک ان کی بس دو ہی

بیٹیاں تھیں۔ لیکن قدسیہ بیگم وہ توماں تھیں وہ چاہ کر بھی اپنے دل کو خیام رانا جیسا نہیں بنا سکتی تھیں۔

کچھ دیر دل و دماغ کی جنگ کے بعد آخر دماغ اور ممتا جیت گئی۔ انہوں نے کانپتے ہاتھوں سے نمل کا نمبر ملایا۔ دل تیزی سے دھڑک رہا تھا۔

ایک دو بیل جانے کے بعد فون ریسیو کر لیا تھا۔

السلام علیکم! اماں جان یہ آپ ہی ہیں نا؟ میں کوئی خواب تو نہیں دیکھ رہی؟" آپ نے ہی فون کیا ہے نا مجھے۔۔؟" نمل کی بے چین سی آواز اسپیکر سے ابھر رہی تھی۔ قدسیہ بیگم کی آنکھیں نم ہونا شروع ہو گئی تھیں۔

کیسی ہو نمل میری بچی۔۔؟" وہ چاہ کر بھی اپنا لہجہ ہموار نہیں رکھ پائی تھیں" اور رو دی تھیں۔

میں بالکل ٹھیک ہوں اماں جان آپ روئیں مت پلیز۔۔" نمل کا لہجہ بھی" بھیگ سا گیا تھا۔

ذل۔۔ذلے کیسی ہے۔۔؟"سالوں بعدان کی زبان پر اپنی بیٹی کا نام آیا" تھا۔ نمل کو تو حیرت کا ایک اور جھٹکا لگا تھا۔وہ بے یقینی سے فون کو دیکھ رہی تھی۔یقیناً ذلیخہ پھوپھو کی دعائیں رنگ لے آئی تھیں۔

پھوپھو۔۔ہاں وہ ٹھیک ہیں۔۔بہت یاد کرتی ہیں آپ سب کو۔میں ابھی آپ" کی بات کرواتی ہوں۔۔"وہ موبائل تھامے ذلیخہ پھوپھو کے کمرے کی جانب بڑھ گئی تھی۔جبکہ قدسیہ بیگم کی آنکھ سے ایک آنسو پھسل کر جھولی میں جا گرا تھا۔

ابھی حناوے کو گھر پہنچے کچھ ہی دیر گزری تھی جب اس کے موبائل نے بجنا شروع کیا۔وہ بے چینی سے کمرے میں ٹہل رہی تھی۔اسکی پہلی چال کسی حد ناکام بھی ہوئی البتہ کامیاب بھی ہو چکی تھی۔جیسی حالت وہ امن ملک کی دیکھنا چاہتی تھی اسکی حالت ویسی ہی تھی۔البتہ اسے حناوے کی چال کا پتہ

چل گیا تھا یہاں حناوے کو مات ہوئی تھی۔رنگ ٹون کی آواز سے تنگ آ کر حناوے نے موبائل اٹھایا اسکی توقع کے عین مطابق خضر کا فون تھا۔جانتی تھی یہ خبر سب سے پہلی اس تک ہی پہنچے گی۔

ہیلو۔۔"وہ بات نہیں کرنا چاہتی تھی اس وقت لیکن نظر انداز بھی نہیں کر سکتی۔

حناوے تم ٹھیک ہو؟"خضر کی پریشان سی آواز ابھری تھی۔"

ہاں میں ٹھیک ہوں۔۔"حناوے نے اپنے تنے اعصاب کو ڈھیلا چھوڑا۔وہ چاہ کر بھی خضر سے دور نہیں بھاگ سکتی تھی۔

امن سے ملنے گئی تھی۔۔؟"وہ اب خفگی بھرے لہجے پوچھ رہا تھا۔"

ملنے نہیں گئی تھی لیکن ملاقات ہو گئی۔۔"حناوے نے ایک گہرا سانس فضا میں خارج کرتے ہوئے جواب دیا تھا۔

بیٹھ جاؤاب تھک جاؤ گی ٹہل ٹہل کر۔۔"وہ پر سکون سے لہجے میں کہتا"
حناوے پر دھماکہ سا کر گیا تھا۔حناوے نے بے اختیار ہی ارد گرد دیکھا تھا وہ
اپنے کمرے میں اکیلی تھی پھر خضر کو کیسے پتہ چلا۔۔؟

زیادہ پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے حناوے، جانتا ہوں پریشانی میں"
ٹہلنے کی عادت ہے تمہیں۔۔"وہ اسکے بارے میں اتنا کیسے جان گیا تھا؟
حناوے پوچھنا چاہتی تھی لیکن الفاظ دم توڑ گئے۔

خیر تم مجھے بتا سکتی تھی حناوے کہ تم ایسا کچھ کرنا چاہتی ہو۔۔اتنا تو حق ہونا"
چاہیے میرا۔۔"وہ ناچاہتے ہوئے بھی شکوہ سا کر گیا تھا۔حناوے کو پل بھر کا
ملال ہوا لیکن اگلے پل وہ خود کو قابو پا چکی تھی۔

یہ میری اور امن ملک کی جنگ ہے۔۔آپ کب تک اس جنگ میں پستے"
رہیں گے؟اور میں کیوں اپنے ساتھ آپ لوگوں کو بھی پریشان کروں۔۔؟"
وہ متوازن لہجے میں سوچ سمجھ کر بول رہی تھی۔چہرے پر تکان کے آثار

Click On The Link Above To Read More Novels / ✆ / ✉ 0344 4499420
https://www.zubinovelszone.com/

نمایاں تھے۔وہ ذہنی اور جسمانی طور پر تھکاوٹ کا شکار تھی۔جب سے آئی تھی سوچ بچار اور کام میں لگی ہوئی تھی۔

لوگ۔۔؟کیا میں لوگوں میں شامل ہوں؟"خضر کا سوال بے ساختہ تھا۔" حناوے لاجواب ہو چکی تھی۔ سمجھ نہیں آرہا تھا خضر کو کیسے مطمئن کرے۔ اور اسے یہ بھی سمجھ نہیں آرہا تھا وہ کیوں اتنا بدل سا گیا تھا۔اتنی نرم مزاجی اسکے لہجے میں کہاں سے آگئی تھی۔

آپ نے ٹھیک کہا۔۔مجھے آرام کرنا چاہیے میں ذہنی تھکن کا شکار ہوں" فریش ہو کر بات کروں گی۔۔"وہ بنا اسکا جواب سنے بنا فون بند کر چکی تھی اور پھر موبائل کو سائلنٹ پر لگا کر بیڈ کے سائیڈ ٹیبل پر رکھ دیا۔کھلے بال جو کندھوں اور کمر پر بکھرے پڑے تھے انہیں فولڈ کرنے کے بعد کلپ میں قید کیا اور منہ دھونے کی غرض سے واشروم میں چلی گئی۔دونوں ہاتھ بھر بھر کر چہرے پر پانی گراتے اسکے سماعت میں ایک ہی جملہ گونج رہا تھا۔

کیا میں لوگوں میں شامل ہوں۔۔" خضر کے لہجے میں جانے کیا تھا وہ سمجھ نہیں پا رہی تھی۔اسے وہ وقت نہیں بھولا تھا جب خضر اس سے شادی نہیں کرنا چاہتا تھا وہ شاید نفرت کرتا تھا اسے۔۔اسکا رشتہ زبردستی خضر سے جوڑا گیا تھا۔۔کم از کم حناوے کو تو یہی لگتا تھا۔وقت آگے بڑھ چکا تھا سب ہی اپنی اپنی زندگیوں میں مصروف ہو گئے تھے۔سب کے اپنے مسائل تھے اور وہ جیسے وہیں ٹھہر گئی تھی۔وہ رات جب اس نے امن ملک کو گولی ماری تھی اور بے ہوش ہو کر پتھریلی سڑک پر گری تھی وہ اس رات سے کبھی آگے بڑھ ہی نہیں پائی تھی۔

منہ اچھی طرح دھونے کے بعد وہ کمرے میں واپس آئی۔ٹاول سے منہ صاف کیا اور دوپٹہ کندھے پر ڈالتی کمرے سے باہر نکل گئی۔اب اسکا رخ منال کی کمرے کی طرف تھا۔ابھی اسے ایک اور ضروری کام کرنا تھا شاید تب ہی اسکی آنکھ لگ پاتی۔

دل کر بیٹھا ہے

غلطی بیٹھا ہے دل

گھنگروؤں کی چھنکار میں گانے کی مدھم آواز امن کی سماعت سے ٹکرا رہی تھی۔وہ آج عرصے بعد اس کوٹھے پر آیا تھا۔کبھی وہ یہاں پر سکون ہونے کیلئے آیا کرتا تھا۔حسینہ اس سے آج اتنا ہی عشق کرتی تھی۔اسی کوٹھے پر امن نے حسینہ سے کہا تھا کہ جب تک اسے حسینہ سے خوبصورت لڑکی نہیں مل جاتی وہ اسکا رہے گا۔اور حنا وے کو دیکھنے کے بعد اسے کبھی حسن دیکھنے کی طلب ہی نہیں ہوئی۔آج بھی وہ آیا تھا تو نیت وہ نہیں تھی۔وہ آنکھیں موندھے دیوار سے ٹیک لگائے بیٹھا تھا۔اس سے کچھ فاصلے میں سجی سنوری حسینہ ہتھیلی پر ٹھوڑی جمائے اس بت کو دیکھ رہی تھی جو پہلے دن سے اسکے دل پر قبضہ کیا بیٹھا تھا۔

ہم نے جگنو جگنو کر کے

تیرے ملن کے دیپ جلائے ہیں

آنکھوں میں موتی بھر بھر کے

تیرے ہجر میں ہاتھ اٹھائے ہیں

تیرے نام کی حرف کی تسبیح کو

سانسوں کے گلے کا ہار کیا

دنیا بھولی اور صرف تجھے

ہاں صرف تجھے ہی پیار کیا

گانے کے بول حسینہ اور امن دونوں کی سماعت سے ٹکرا رہے تھے۔ امن کے ہلتے لب اس بات کی گواہی دے رہے تھے کہ وہ گانے کے جملوں کو ساتھ ساتھ دہرا رہا تھا اور اسکے تصور میں حناوے عکس تھا۔ کچھ ایسی ہی حالت حسینہ کی بھی تھی لیکن اسکا محبوب سامنے بیٹھا تھا جسے وہ دیکھ سکتی تھی لیکن چاہ کر بھی چھو نہیں سکتی تھی۔ عجیب بات تھی وہ اسکے قریب ہو کر بھی دور تھا جبکہ جو اس سے دور تھی اسکی یاد کو وہ سینے سے لگائے بیٹھا تھا۔

تم جیت گئے ہم ہارے

ہم ہارے اور تم جیتے

تم تو جیتے ہو لیکن

ہم سا کوئی ہارا نہ ہو گا

میرے دل کی دل سے توبہ

دل سے توبہ میرے دل کی

دل کی توبہ اے دل

اب پیار دوبارہ نہ ہو گا

حسینہ نے محسوس کیا تھا من بیٹھے بیٹھے اب جیسے جھومنے لگا تھا۔اسکی آنکھیں ابھی بھی بند تھیں۔وہ خود بھی ساتھ ہولے ہولے گنگنا رہا تھا۔یہ حسینہ کا کمرہ تھا جہاں امن کے موجود ہوتے کسی کو آنے کی اجازت نہیں تھی۔ہلکے قہقہوں اور میوزک کی آواز کمرے کی کھلی سے کھڑکی سے آ رہی تھی۔حسینہ

کے کمرے سے باہر ایک بڑا گول سا کمرہ تھا جہاں میوزک لگا تھا اور لڑکیاں شاید رقص کی مشقیں کر رہی تھی۔ وہ خاموش دیکھ دیکھ کر اب تھک گئی تھی۔ اسی لئے دھیرے سے اٹھی۔ وہ اپنی طرف سے ایسے اٹھی تھی کہ کوئی آواز پیدا نہ ہو لیکن کمرے کی خاموشی میں اسکی چوڑیوں اور پاؤں میں بندھی وزنی پائل پر لگے گھنگروؤں کی آواز گونج سی گئی تھی۔ حسینہ نے جا کر کھڑکی بند کی تو گانے کی آواز آنا بالکل بند ہو گئی۔ امن کا سکتہ ٹوٹا۔۔ اس نے آنکھیں کھول کر دیکھا تو حسینہ کو اپنے سامنے پایا۔ دل مرجھا سا گیا تھا بند آنکھوں کے پردے پر وہ اور حنا وے ایک ساتھ تھے۔

شکر ہے آپ نے آنکھیں تو کھولیں۔۔" وہ نزاکت سے چلتے ہوئے واپس" اسکے قریب آ کر بیٹھ گئی تھی۔

بند آنکھوں کے پردے پر جس کا عکس ابھرتا ہے ناحسینہ تب دل کرتا ہے یہ "ہمیشہ کیلئے بند ہو جائیں اور اسکا چہرہ کبھی پردے سے نہ ہٹے۔۔" وہ دھیمے لہجے میں کہتا بے بسی سے مسکرا دیا تھا۔

صاحب عشق تو نہیں ہو گیا اس سے۔۔؟" وہ ڈرتے ڈرتے سوال پوچھ رہی "تھی۔

کیا تمہیں کوئی شک ہے۔۔؟" امن نے دوبارہ آنکھیں موندھتے ہوئے الٹا" سوال کیا۔

نہیں۔۔" وہ پھیکی سی ہنسی ہنس دی تھی۔ جانتی تھی وہ اسکی دسترس میں" نہیں تھا۔ اس کیلئے اتنا ہی کافی تھا وہ اسے دیکھ پاتی تھی۔ جسمانی طور پر کبھی وہ اسکے قریب رہا تھا لیکن حسینہ کو آج محسوس ہوا تھا اس کے سامنے بیٹھے شخص کی روح کسی اور کے قبضے میں تھی۔

مجھے کچھ دیر اکیلے بیٹھنا ہے تم یہاں سے چلی جاؤ حسینہ تمہاری موجودگی" میرے تصورات میں خلل ڈالتی ہے۔۔" وہ جیسے التجا کر رہا تھا اور حسینہ بنا کچھ

بولے اٹھ کر خاموشی سے کمرے سے باہر نکل گئی تھی۔ چھن چھن کی آواز کمرے میں گونج کر رہ گئی تھی۔ جبکہ وہ ابھی تک آنکھیں موندھے دیوار سے ٹیک لگائے جانے کس دنیا میں گم تھا۔

قدسیہ بیگم نے ہولے سے اسٹڈی روم کے دروازے پر دستک دی تھی۔

خیام رانا نے کتاب سے نظریں ہٹا کر دروازے کی جانب دیکھا۔ پر وقار سی قدسیہ بیگم ہاتھ میں چائے کا کپ تھامے کھڑی تھیں۔ وہ ابھی تک اپنے شوہر کے چند کام خود ہی کرتی تھیں۔ انہیں اچھا لگتا تھا جب خیام رانا اسٹڈی روم میں ہوتے اور وہ ان کے لئے چائے بنا کر لے جاتیں۔ یہ عادت ان کی برسوں پرانی تھی اور اب تک قائم تھی۔

آجائیں۔۔" خیام رانا نے کتاب کو بند کر کے میز پر رکھتے ہوئے کہا۔ وہ" آہستہ آہستہ چلتی اندر داخل ہوئیں اور خیام رانا کے پاس آکر بیٹھ گئیں۔

کتنی بار کہا ہے بیگم صاحبہ کہ دستک دینے کی ضرورت نہیں آپکو ایسے ہی" آجایا کریں۔۔" وہ اب ماں سے انہیں سمجھا رہے تھے۔

اچھا نہیں لگتا آپ کو آج بھی ڈسٹرب کرنا۔" وہ ہولے سے مسکرا دی" تھیں۔

کسی ملازمہ کو کہہ دیا ہوتا کیوں آپ میرے لئے پریشان ہوتی رہتی ہیں؟""

وہ اب چائے کا کپ اٹھا کر لبوں سے لگاتے ہوئے کہہ رہے تھے۔ چائے کی پہلی چسکی لیتے ہی انہیں اندر تک سکون سا اترتا محسوس ہوا تھا۔ پچھلے کئی برسوں سے وہ ان کے ہاتھ کی بنی چائے ہی پی رہے تھے عادت ہو گئی تھی۔

ان کی بات سن کر قدسیہ بیگم کے چہرے پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

ملازمہ کے ہاتھ کی بنی چائے پی لیں گے آپ؟" قدسیہ بیگم نے ترچھی" نگاہوں سے دیکھتے ہوئے سوالیہ کیا۔

پی تو نہیں سکتا لیکن کوشش کر سکتا ہوں۔" وہ انہیں کسی طرح کی تکلیف" نہیں دینا چاہتے تھے۔

خیام کچھ مانگوں آپ سے تو دیں گے مجھے۔۔؟"قدسیہ بیگم نے اپنی زندگی" میں پہلی بار ایسا سوال کیا تھا۔خیام رانا چونک گئے تھے۔

کبھی انکار کیا میں نے؟ یہ سچ ہے آپ نے کبھی کچھ نہیں مانگا لیکن چاہیں تو" آزما کر دیکھ لیں۔۔"وہ اب سنجیدہ لہجے میں کہہ رہے تھے۔قدسیہ بیگم کشمکش کا شکار نظر آ رہی تھیں۔وہ ہر صورت آج خیام رانا سے یہ بات کرنا چاہتی تھیں۔

مجھے میری ذلے لوٹا دیں خیام۔۔مجھے میری ذلے واپس" چاہیے۔۔"انہوں نے جیسے التجا کی تھی۔خیام صاحب کو رانا حویلی کی چھت اپنے اوپر گرتی محسوس ہوئی تھی۔

وہ جو اک شخص بضد ہے کہ بُھلا دو مجھ کو"

"بھول جاؤں تو اسی شخص کو صدمہ ہو گا

منال نے لیپ ٹاپ بند کر کے سائیڈ پر رکھا اور آنکھیں بند کر کے کرسی کی پشت سے ٹیک لگائی۔

پچھلے دو گھنٹے سے وہ اپنی اسائمنٹ بنانے میں مگن تھی۔اب جیسے ہی آنکھیں بند کی شاویز کا چہرہ ابھر آیا تھا۔اس نے پٹ سے آنکھیں کھول دیں۔ تبھی دروازے پر دستک ہوئی اور دروازہ کھلا۔منال نے گردن موڑ کر دیکھا تو حناوے کو دروازے میں کھڑا پایا۔منال کو بہت حیرت ہوئی۔جب سے حناوے واپس آئی تھی تب سے اسکی حناوے سے ٹھیک طرح سے بات نہیں ہوئی تھی۔

حناوے تم؟آؤ اندر آؤ۔۔"منال نے کرسی سے اٹھتے ہوئے کہا۔حناوے" اندر داخل ہوئی۔

کیسی ہو منال۔۔؟"وہ اب کمرے کا جائزہ لیتے ہوئے پوچھ رہی تھی۔"

ٹھیک ہوں۔۔"وہ زبردستی مسکرائی تھی۔"

میں دن میں بھی آئی تھی لیکن تم شاید یونیورسٹی گئی تھی۔" حناوے اب اسکے کمرے میں بنے بک شیلف پر رکھی کتابوں کو دیکھ رہی تھی۔

"ہاں میں یونیورسٹی گئی تھی۔۔" منال کو حناوے کے آنے کا مقصد سمجھ نہیں آیا تھا۔ ایک وقت تھا جب ان کا ان انکی رات ایک ساتھ گزرتی تھی۔ ایک دوسرے کی ہر بات کا پتہ ہوتا تھا۔ ہر الٹے سیدھے کام میں وہ ایک دوسرے کے ساتھ ہوتی تھیں اور اب ایسا وقت تھا جب بات کرنے پر شک سا گزر رہا تھا۔

"تمہیں برا تو نہیں لگا میرا یہاں آنا؟" حناوے نے ایک کتاب اٹھا کر اسکے پنوں کو پلٹتے ہوئے سوال کیا تھا۔

"ارے نہیں مجھے کیوں برا لگے گا۔۔؟" منال چاہ کر بھی حناوے سے بدل نہیں ہو پا رہی تھی۔

"سنا ہو تم شاویز بھائی سے طلاق لینا چاہتی ہو۔۔؟" حناوے کے عام لہجے میں کیا گیا سوال منال کے دل پر تیر کی طرح لگا تھا۔ اس سے کوئی جواب نہیں بن

پایا تھا۔اسے خاموش پا کر حناوے نے کتاب واپس رکھی اور کمرے کی کھڑکی کی جانب بڑھی اسے کھولنے کے بعد وہ اب کھڑکی میں کھڑی ہو گئی تھی۔

ٹھنڈی ہوا کا جھونکا اسکے چہرے سے ٹکرایا تو حناوے کو اپنے اندر ٹھنڈک اترتی ہوئی محسوس ہوئی تھی۔

بولو منال۔۔جہاں تک مجھے یاد ہے تم تو شاویز بھائی سے محبت کرتی تھی نا" اور نکاح پر بھی بہت خوش تھی پھر اب ایسا کیوں۔۔؟"حناوے اسکی طرف دیکھے بنا سوال کر رہی تھی۔منال نے کن انکھیوں سے حناوے کو دیکھا۔اسکی زندگی میں سب غلط ہونے کی ایک وجہ حناوے بھی تھی لیکن منال اسے کچھ کہہ نہیں پا رہی تھی۔وہ اس سے کچھ شکوے شکایات کرنا چاہتی تھی لیکن جانے کیوں دل نہیں کر رہا تھا۔

میرے خیال سے حناوے یہ میرا اور شاویز کا ذاتی معاملہ ہے بالکل ایسے" جیسے تمہارا اور امن کا معاملہ ہے اور میں نے کبھی کوئی سوال نہیں کیا میں بھی یہی چاہتی ہوں کہ میں اور شاویز اپنا مسئلہ خود سلجھائیں۔۔"منال نے لہجے

کو سر دبناتے ہوئے جواب دیا تھا۔البتہ آنکھوں میں آئی نمی کو چھپانے کیلیئے اس نے چہرے کا رخ موڑ لیا تھا۔اسکی بات سن کر حناوے چونک گئ تھی۔ منال واقعی بدل گئ تھی۔

"جانتی ہوں یہ ہسبنڈ وائف کا معاملہ لیکن میں کچھ کہنا چاہتی ہوں۔۔اگر یہ واقعی ہسبنڈ وائف کا معاملہ ہے تو تم دوسرے لوگوں کو موقع کیوں دے رہی ہو کہ وہ تم دونوں کے رشتے میں داخل ہو کر اسے توڑنے کی کوشش کریں۔۔؟"اب کی بار چونکنے کی باری منال کی تھی۔

"کیا مطلب میں سمجھی نہیں۔۔؟"منال نے چہرے پر الجھن واضح تھی۔

"میرے خیال سے تمہیں شاویز کے ساتھ رہ کر اپنے حق کی جنگ لڑنی چاہیے۔تمہارے میدان چھوڑ کر بھاگ آنے پر تمہارے دشمنوں کا راستہ صاف ہو چکا ہے منال۔۔ تمہیں بے وقوفی نہیں کرنی چاہیے۔میرے خیال سے تمہیں رانا ہاؤس واپس جانا چاہیے۔تمہارے اور شاویز بھائی کے درمیان جو بھی ہو رہا ہے اسے خود سلجھاؤ موقع مت دو دوسروں کو بات کرنے

کا۔۔" وہ دھیمے لہجے میں اسے سمجھا رہی تھی۔ منال حیرت سے حناوے کو دیکھ رہی تھی وہ حد سے زیادہ سمجھدار اور ذہین ہو گئی تھی۔ یہ بات تو اس نے سوچی ہی نہیں تھی۔

تمہارے رانا ہاؤس چھوڑ کر آ جانا تمہیں کمزور ثابت کرتا ہے منال اور کمزور" لوگوں کی اس دنیا میں کوئی جگہ نہیں ہے۔ اپنی جنگیں خود لڑنی پڑتی ہیں۔ اب تم بچی نہیں ہو جو جذبات میں بہہ کر فیصلے کر لو گی۔ ہر چیز پر غور و فکر کرنے کے بعد ہی کوئی قدم اٹھانا اور شاویز بھائی سے بھاگو گی تو اپنی ذات کو ہی کمزور ثابت کرو گی۔۔ تمہیں ان کے ساتھ ان کے پاس رہ کر اپنی ذات کو منوانا ہو گا۔۔ باقی جو تمہیں ٹھیک لگے میرا کام تو سمجھانا تھا۔۔" وہ بات کے آخر میں مسکرائی اور پھر منال کو خاموش دیکھ کر کمرے سے باہر نکل گئی۔

حناوے تو چلی گئی تھی لیکن وہ منال کے سامنے سوچوں کا ایک نیا در کھول گئی تھی۔

کیا بات ہے مسٹر ملک آج تمہارے چہرے پر وہ تازگی اور چمک نہیں ہے جو" عام روٹین میں ہوتی ہے۔ کیا بات ہے سب خیریت ہے نا؟" وہ اسٹوڈیو میں موجود تھا۔ فوٹو گرافر دھڑا دھڑا اسکی تصویریں بنا رہا تھا لیکن وہ ان تصویروں سے مطمئن نہیں تھا۔

مجھے لگتا ہے میری طبیعت کچھ ٹھیک نہیں ہے۔ میرے خیال سے آج کا" شوٹ کینسل کر دینا چاہیے۔۔" امن نے تھکے تھکے سے لہجے میں جواب دیا تھا۔ جب سے وہ حناوے سے ملا تھا اس کے بعد سے امن کو اپنی طبیعت میں عجیب بے چینی بے زاری محسوس ہو رہی تھی۔ اور اب یہ بے زاری اس کے چہرے سے بھی چھلکنے لگی تھی۔

سر باہر پولیس آئی ہے۔۔" ابھی وہ دونوں باتیں کر ہی رہے تھے جب گارڈ" نے اطلاع دی تھی۔

پولیس لیکن کس لئے۔۔؟" فوٹو گرافر حیران ہوا۔"

یقیناً میرے لیے آئی ہو گی۔"امن کا دماغ پل کے ہزارویں حصے میں پولیس کے یہاں آنے کا مقصد سمجھ گیا تھا۔حناوے لوٹ آئی تھی تو پولیس کا آنا بنتا تھا۔اس سے پہلے کہ امن باہر نکلتا پولیس ایک فوج سی اندر داخل ہو گئی تھی۔انہیں دیکھ کر امن کی تیوری چڑھی تھی۔

مسٹر امن ملک ہمارے پاس آپکی گرفتاری کے وارنٹ ہیں آپکو ہمارے ساتھ چلنا ہو گا۔"علاقہ کا ایس ایچ او ہاتھ میں چھڑی تھامے کھڑا تھا۔اسکی بات سن کر امن کو اپنے دماغ کی رگیں پھولتی ہوئی محسوس ہوئی تھیں۔اسکے جبڑے بھنچ سے گئے تھے۔

کیا بکواس ہے یہ۔۔؟اور کیسے وارنٹ۔۔؟"امن کو یاد کرنے پر بھی پچھلے ایک سال میں کیا اپنا کوئی گناہ یاد نہیں آیا تھا۔وہ شوبز کی دنیا میں اتنا مگن ہو چکا تھا کہ قدیر سے ملنے اور لڑکیوں کو اغواء کرنا جیسے بھول ہی گیا تھا۔قدیر خود ہی اس سے ملنے آجاتا تھا۔

محترمہ راحیلہ شبیر نے آپ کے خلاف مقدمہ درج کیا ہے اور وہ ہے اس" کے مرحوم منگیتر کے قتل اور اسکے ساتھ ہوئی زیادتی کا مقدمہ۔۔اسی بنا پر آپ کو ہمارے ساتھ چلنا ہوگا۔بہتر ہوگا آپ خود چلیں ورنہ۔۔۔"ایس ایچ او بات ادھوری چھوڑ گیا تھا۔جبکہ مارے ضبط اور غصے کی وجہ سے امن کی آنکھوں سے شعلے نکل رہے تھے۔

راحیلہ۔۔لیکن وہ تو پاگل ہو چکی تھی۔۔"امن کو اچھی طرح یاد تھا اس نے" راحیلہ کو ذہنی مریضہ کے روپ میں دیکھا تھا اب اچانک سے وہ کہاں سے آگئی تھی۔؟

ہمت کیسے ہوئی کسی کی کہ وہ امن کو گرفتار کرے یا اسے ہاتھ لگائے۔۔؟""""
ژالے ہذیانی انداز میں چلائی تھی۔غصے کی وجہ سے اسکے خوبصورت چہرے کے نقوش بگڑ رہے تھے۔

ژالے آپی امن بھائی پر قتل کا کیس ہے۔آپکو پتہ جب آپ لندن میں تھی" تب بھی انہیں گرفتار کیا گیا تھا اسی قتل کے کیس کی وجہ سے۔۔اور سنا ہے حناوے رانا نے یہ کیس ری اوپن کروایا ہے۔۔"رابیل نے غصے سے بھری اپنی بہن کی جانب دیکھتے ہوئے کہا تھا۔اسکا انداز سہمہ ہوا تھا وہ ژالے کے غصے سے واقف تھی۔

کون ہے یہ حناوے رانا؟اور پہلے تو کبھی اسکا نام نہیں سنا۔۔"ژالے کا غصہ" کس طور کم نہیں ہو رہا تھا۔وہ بے چینی سے ٹہل سے رہی تھی۔اپنے غصے پر قابو پانے کی وہ پوری کوشش کر رہی تھی۔

آپ۔۔آپکو نہیں پتہ۔۔؟"انیس سالا رابیل نے کن انکھیوں سے ژالے" کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔رابیل نے بھی سارے نین نقوش ژالے سے چرائے تھے البتہ رابیل کے چہرے میں ارحم کی جھلک بھی نظر آتی اسکی وجہ یہ کہ وہ دونوں ارحم کی سوتیلی بہنیں تھی۔ژالے نے تو کبھی ارحم کو بھائی نہیں سمجھا تھا۔وہ تو اسکے لیے کزن جیسا تھا جبکہ رابیل کو ارحم سے کافی پیار

تھا۔وہ اکثر چوری چھپے اسے فون کرتی رہتی تھی۔ژالے کا مزاج اپنے باپ شہباز ملک جیسا تھا۔جبکہ رابیل ٹھنڈے مزاج کی لڑکی تھی بالکل ارحم کی طرح۔یہی وجہ تھی ژالے کو رابیل سے پیار ہونے کے باوجود اکثر اسکا غصہ رابیل پر اترتا تھا۔ژالے کو ملک خاندان کی سب سے خوبصورت اور ذہین لڑکی ہونے پر انتہا کا گھمنڈ تھا۔

بتاؤ مجھے رابی کون ہے یہ حناوے رانا۔۔؟"ژالے نے اپنی کنپٹی سہلاتے" سوال کیا تھا۔وہ بظاہر تو رابیل سے باتیں کر رہی تھی، چیخ رہی تھی، چلا رہی تھی لیکن اسکا ذہن اسی بات میں الجھا تھا کہ امن کو کیسے رہا کرایا جائے۔؟ ایک وکیل ہونے کی وجہ سے وہ جانتی تھی قتل کے مقدمے پر ضمانت اتنی آسانی سے نہیں ملتی تھی۔اور اسے ابھی کچھ دیر پہلے ایڈووکیٹ صدیقی نے فون کر کے بتایا تھا کہ کافی مضبوط ہاتھ ڈالا گیا تھا امن پر۔

وہ۔۔حناوے رانا نمل بھابھی کی کزن ہیں اور۔۔اور۔۔"رابیل کو امن کی" محبت کا ژالے کے سامنے انکشاف کرنا پل صراط سے گزرنے جیسا لگ رہا۔

اور کیا رابی۔۔۔؟" جانے کیوں ژالے کو کسی گڑبڑ کا احساس ہوا تھا۔"

امن بھائی کا عشق ہے حناوے رانا۔۔"رابیل نے گویا دھماکہ کیا تھا۔"

کیا۔۔؟"ژالے نے حیرت سے آنکھیں پھیلا کر رابیل کو دیکھا تھا جو ترحم" بھری نظروں سے ژالے کو دیکھ رہی تھی جسے پچھلے دو تین سال سے پاکستان میں ہونے کے باوجود حناوے کے متعلق کچھ بھی معلوم نہ ہو پایا تھا کیونکہ امن کبھی کسی کے سامنے اسکا نام نہیں لیتا تھا اور خود حناوے پانچ ساڑھے پانچ سال بعد پاکستان لوٹی تھی۔ژالے رابیل کو اب ایسے دیکھ رہی تھی جیسے رابیل نے کوئی مذاق کیا ہو اسکی سماعت نے کچھ غلط سنا ہو۔

حناوے نے اس بار خضر کو سامنے نہیں آنے دیا تھا بلکہ اُس کو اِس معاملے سے بہت دور رکھا تھا یہ الگ بات تھی حناوے کے پیچھے اسکی ہی پشت پناہی تھی۔

مجرم ہمارے سامنے بیٹھا ہے محترمہ اور یقین رکھیں اس بار یہ مجرم بنا سزا" کے باہر نہیں نکل سکتا۔۔"ایس ایچ او کو حناوے نے فون کیا تھا جو خاموش بیٹھے امن کو نفرت سے دیکھتے ہوئے حناوے کو اطلاع کر رہے تھے۔امن ملک نے ان سب کو ناکوں چنے چبوائے تھے اب ہاتھ آیا تھا اور اسکی یہ بات امن نے بھی اچھی طرح سے سنی تھی وہ یہ بھی جانتا تھا فون کے دوسری جانب حناوے تھی۔امن نے ایک گہرا سانس لیا اور دیوار سے ٹیک لگا لیا۔ پوری دنیا سے جیتنے والا امن ملک حناوے کے ذکر پر ہار جاتا تھا۔باہر کی دنیا میں ایک تہلکہ مچ گیا تھا۔امن اب صرف وزیر اعلیٰ سندھ کا پوتا ہی نہیں ملک کی جانی مانی شخصیت تھا۔عوام اسے مشہور ماڈل کے طور پر جانتی تھی۔

تم اچھا نہیں کر رہی ہو حناوے۔۔"آنکھیں موندھنے کے بعد وہ زیر لب" بڑبڑایا تھا۔محبوب اگر لاپرواہ ہو تو چل جاتا ہے لیکن محبوب اگر نفرت کرتا ہو تو ایک عاشق کیلئے جینا مشکل ہو جاتا ہے۔اسکے لیے اس دنیا میں جگہ کم پڑنے لگ جاتی ہے۔اور امن کو اس وقت فضا میں آکسیجن کی شدید کمی کا احساس ہوا

تھا۔ وہ لمبے لمبے سانس لے کر خود کو نارمل کرنا چاہتا تھا۔ جانتا تھا وہ جیل سے چھوٹ جائے گا۔ پہلے وہ اپنے سامنے کسی کی بات سننا گوارہ نہیں کرتا تھا۔ اور اب خاموشی اسکی ذات کا خاصہ تھی۔ اسکی آنکھوں کا سرد پن سامنے والے کی ریڑھ کی ہڈی سنسناہٹ دوڑا جاتا تھا۔ یہ ہفتے کی شام تھی اور اگلے دن اتوار تھا۔ کورٹ بند ہونا تھا وہ جانتا تھا ضمانت کے کاغذات بننے میں دو دن لگ جانے تھے اور حناوے رانا ایک بار پھر اسے حوالات کی سیر کروا چکی تھی۔

آج پورے ہفتے بعد شاویز حیدر آباد سے واپس لوٹا تھا۔ رانا ہاؤس میں معمول کے مطابق خاموشی چھائی تھی اور یہ خاموشی پچھلے پانچ چھ سالوں سے رانا ہاؤس کا حصہ بن چکی تھی۔ پورچ میں گاڑی کھڑی کرنے کے بعد وہ باہر نکلا اور اندر کی جانب قدم بڑھائے۔ لاؤنج ویران پڑا تھا۔ شاویز ایک پل کیلئے رکا اور اسکی آنکھوں کے سامنے سالوں پہلے کا منظر ٹھہر گیا تھا جبکہ

ہدی، منال، حناوے اور سماب کا لاؤنج پر قبضہ ہوتا تھا اور وہ جب بھی لاؤنج میں داخل ہوتا وہاں سے چھت پھاڑ قہقہوں کی آواز سنائی دیتی تھی۔ اور چھوٹا امن بھی ان کے ساتھ ملا ہوتا تھا۔ اکثر وہ آگے ہوتا اور آفت حناوے اسکے پیچھے ہوتی تھی۔ شاویز نے ایک گہرہ سانس لیا اور اب کمرے کی جانب بڑھ گیا۔ رانا ہاؤس کو جانے کس کی نظر لگی تھی کہ اسکی ساری رونقیں ختم ہو چکی تھیں۔ شاویز جیسے ہی اپنے کمرے کا دروازہ کھول کر اندر داخل ہوا تو ایک خوشبو اسکے نتھنوں سے ٹکرائی تھی۔ اسے عجیب و غریب سا مانوس سی احساس ہوا جیسے کوئی اس کے کمرے میں موجود رہا ہو۔ سامنے دیوار پر اسکی اور منال کے نکاح کی ایک بڑی سی تصویر چسپاں تھیں۔ شاویز نے بھنویں سکیڑ کر ارد گرد دیکھا۔ اسکے بیڈ پر دوپٹہ پڑا تھا۔ اس نے آگے بڑھ کر وہ دوپٹہ اٹھایا اور عجیب نظروں سے اسے دیکھا۔ اس کمرے میں صرف منال دلہن بن کر آئی تھی وہ بھی کچھ دن رہی تھی۔ اس کے جانے کے بعد کسی لڑکی کو اجازت نہیں تھی کہ وہ اس کے کمرے میں آئے اور شاویز کے ڈر کی وجہ

سے کوئی آتا بھی نہیں تھا۔اس سے پہلے کہ وہ ملازمہ کو آواز دیتا ڈریسنگ روم کا دروازہ کھلا اور منال باہر آئی۔اسے دیکھ کر شاویز کو حیرت کا شدید جھٹکا لگا تھا۔دوپٹہ اس کے ہاتھ سے پھسل کر دوبارہ بیڈ پر جا گرا تھا وہ پھٹی پھٹی نگاہوں سے منال کو دیکھ رہا تھا۔شاویز تو کیا اس کے فرشتوں نے بھی منال کی موجودگی کا نہیں سوچا ہو گا۔

"تم۔۔۔؟" وہ اب بے یقینی کی کیفیت میں منال کی جانب بڑھا تھا۔ساکت تو اسے دیکھ کر منال بھی ہوئی تھی لیکن وہ جلد ہی اپنے جذبات پر قابو پا گئی تھی۔اس نے ایک نظر شاویز کو دیکھا اور پھر نظریں جھکا لیں۔ایک ہی نظر میں وہ شاویز کو سر تا پیر دیکھ چکی تھی۔وہ چٹانوں جیسا مضبوط مرد بکھرا بکھرا سا نظر آ رہا تھا۔وہ اتنا لمبا سفر کر کے یہاں پہنچا تھا۔بال رف سے تھے۔شیو بڑھی ہوئی تھی۔آنکھیں لمبے سفر کی وجہ سے سرخ تھیں۔ایک پل کو منال کا دل لرزہ تھا۔جو بھی تھا،جیسا بھی تھا اس شخص نے منال نے محبت کی تھی

اور محبت بھی انتہا کی۔۔بیشک وہ ظالم تھا لیکن اسکی یہ حالت دیکھ کر منال کے دل کو کچھ ہوا تھا۔

منال تم یہاں۔۔؟"ہاتھ بڑھا کر اسکے گال کو چھو کر شاویز نے اسکی" موجودگی کا یقین کرنا چاہا تھا۔اس سے پہلے کہ اسکا ہاتھ منال کے چہرے کو چھوپاتا وہ جھٹ سے اس کے پاس سے گزر کر بیڈ کی جانب بڑھی اور اپنا دوپٹہ اٹھایا۔شاویز کا ہاتھ فضا میں ہی معلق رہ گیا۔وہ کچھ دیر پہلے یونیورسٹی سے واپس آئی تھی۔رانا ہاؤس وہ دو دن پہلے ہی آگئی تھی۔حناوے کی باتوں کا اس پر اثر ہوا تھا۔وہ وہاں آ ضرور گئی تھی لیکن اس نے خود سے وعدہ کیا تھا وہ شاویز کو اتنی آسانی سے معاف نہیں کرے گی۔

ہاں جی میں یہاں۔۔؟یہ میرا گھر ہے میرا کمرہ ہے کیا آپ کو میرے یہاں" ہونے پر کوئی مسئلہ ہے۔۔؟"دوپٹہ بیڈ سے اٹھا کر کندھے پر ڈالتے منال نے متوازن لہجے میں الٹا سوال کیا تھا۔اب وہ دونوں بازو سینے پر باندھے اس

کے سامنے ایستادہ تھی۔ دھلے دھلائے چہرے کے ساتھ، بالوں کو کندھے پر پھیلائے وہ پہلے سے کافی تبدیل اور پر اعتماد نظر آرہی تھی۔

نن۔۔ نہیں مجھے کیوں اعتراض ہوگا۔۔؟"شاویز پہلی بار بوکھلایا تھا۔"

ھمم۔۔ تو پھر فریش ہو کر نیچے آجائیں میں کھانا لگواتی ہوں یقیناً بھوک لگی ہوگی آپکو۔۔"وہ سنجیدہ لہجے میں کہتی کمرے سے باہر نکل گئی تھی۔اس کے جانے کے بعد شاویز نے ایک گہرہ سانس فضا میں خارج کیا۔تنے ہوئے اعصاب کو ڈھیلا چھوڑا اور منال کی موجودگی کو محسوس کر کے ایک آسودہ سی مسکراہٹ اسکے لبوں پر رینگ گئی تھی۔جانتا تھا وہ ناراض تھی لیکن لوٹ آئی تھی اس کے لیے اتنا ہی کافی تھا۔

گاڑی میں نمل کے پہلو میں بیٹھی زلیخہ پھوپھو کا دل تیزی سے دھڑک رہا تھا۔شام کے سائے پر پھیلا چکے تھے۔گاڑی تیزی سے کچے پکے راستوں کو

چیرتے آگے بڑھ رہی تھی۔ذلیخہ بیگم گاڑی کے شیشوں سے باہر سڑک کے دونوں جانب لہلہاتے کھیتوں کو دیکھ رہی تھیں۔آج وہ تیس سال بعد ان راستوں پر سفر کر رہی تھیں۔ تیس سال بعد وہ راجپوتوں کے گاؤں جانے والے راستے پر چل رہی تھیں۔بہت کچھ بدل گیا تھا بہت کچھ ویسا ہی تھا۔ان کی آنکھیں نمکین پانیوں سے بار بار نم ہو رہی تھیں۔قدسیہ بیگم سے بات کر کے وہ زار وزار روئی تھیں۔اور آج انہی سے ملنے وہ حیدر آباد آئی تھیں۔ اپنے ماں باپ سے ملنے کا کتنا احساس کتنا خوبصورت تھا جس سے وہ سالوں سے محروم تھیں۔

"ارے پھو پھو یہ وقت رونے کا نہیں ہے اب تو آپکو خوش ہونا چاہیے کہ دادا جان اور اماں جان نے آپکو معاف کر دیا ہے۔آج آپ ان سے ملنے جا رہی ہیں یہ وقت رونے کا نہیں بلکہ خوشیاں منانے کا ہے۔۔"انکی نم آنکھیں دیکھ کر نمل نے انہیں شرارت سے چھیڑا تھا۔

ہاں میری بچی تم ٹھیک کہہ رہی ہو یہ وقت رونے کا نہیں۔۔لیکن اپنا گاؤں" دیکھ کر خوشی کے آنسو نکل ہی آئے۔۔"ذلیخہ پھوپھو نے نم آنکھوں سے مسکراتے ہوئے نمل کو اپنے سینے سے لگایا تھا۔

واہ ساس بہو میں بڑا پیار ہو رہا ہے کبھی مجھ غریب پر بھی رحم کر لیا کریں" دونوں آپس میں لگی رہتی ہیں۔۔"گاڑی چلاتے ارحم نے مصنوعی شکوہ کیا تھا۔

ساس بہو کسے کہہ رہے ہیں آپ؟ یہ ساس بہو نہیں پھوپھو بھتیجی کا رشتہ" ہے اور آپ جناب کا اس میں کوئی حصہ نہیں ہے۔۔"نمل نے تنک کر جواب دیا تھا۔

میرے ساتھ اس ناانصافی پر نمل تمہارا الگ سے حساب ہو گا دیکھ لینا۔۔"""" ارحم کے منہ بنا کر کہنے پر نمل کا گاڑی میں قہقہہ گونجا تھا جبکہ ذلیخہ پھوپھو نے دونوں کو خوش دیکھ ہزاروں بلائیں لے ڈالی تھیں وہ نہیں چاہتی تھیں ان کے ہنستے بستے گھر کو کسی کی نظر لگے۔

امن ملک سے ملنا ہے مجھے۔۔"ژالے نے کاغذات سے بھری ایک فائل" کو ایس ایچ او کے میز پر پھینکنے کے انداز میں رکھتے ہوئے سپاٹ لہجے میں کہا۔ وہ اس وقت کالے کوٹ میں ملبوس تھی۔ایس ایچ او ژالے ملک سے اچھی طرح واقف تھا۔اس کی زبان گجرات کی چھریوں کو مات دیتی اور ذہانت میں اسکا کوئی مقابلہ نہیں تھا۔عقاب جیسی تیز نظریں رکھتی تھی وہ اور وزیر اعلیٰ سندھ کی پوتی ہونے کا غرور اس کے اندر کوٹ کوٹ کر بھرا تھا۔بہت کم عرصے میں وکالت کی دنیا میں اس نے اپنا بڑا نام بنایا تھا۔

بیٹھ جائیں محترمہ۔۔"ایس ایچ او صاحب نے اسے دیکھتے ہوئے کہا اور" فائل اٹھا کر کاغذات کو چیک کیا۔اور پھر فائل بند کر کے میز کی دوسری جانب کھڑی ژالے کی طرف کھسکا دی۔اس نے بیٹھنے کی زحمت نہیں کی تھی وہ سپاٹ چہرہ لیے کھڑی تھی۔

ٹھیک ہے آپ اس سے مل سکتی ہیں۔۔"ایس ایچ او نے ژالے کے پیچھے" کھڑے ایک پولیس افسر کو اشارہ کیا تھا مقصد یہی تھا کہ وہ ژالے کو امن سے ملوادے۔

کچھ دیر بعد ژالے امن کے سامنے بیٹھی تھی۔اسکی آنکھیں سرخ تھیں شاید وہ روتی رہی تھی۔

وہ اب شکوہ کناں نظروں سے امن کو دیکھ رہی تھی جبکہ خان باہر انتظار کر رہا تھا اسکی لاکھ منتیں کرنے پر بھی اسے امن سے ملنے نہیں دیا گیا تھا۔

تم نے ایسا کیوں کیا امن۔۔؟"ژالے نے کرسی کی پشت سے ٹیک لگائے" شاندار شخصیت کے مالک امن سے شکوہ کیا تھا۔وہ اب بھی آنکھیں موندھے ہوئے تھا۔جانے اسے کیا ہو گیا تھا۔کچھ تھا جو اسکے اندر جل رہا تھا یہ امن کی سمجھ سے بھی باہر تھا۔

ژالے کی نگاہیں امن کے چہرے پر جمی تھیں اس نے کبھی خواب میں بھی نہیں سوچا تھا کہ امن اسے چھوڑ کر کسی اور سے محبت کر سکتا تھا۔جب سے

ژالے نے شعور کی منزل پر قدم رکھا تھا اس نے امن کے نام کو اپنے ساتھ منسلک پایا تھا۔خانم بی نے بچپن میں ہی ژالے کو امن کے ساتھ منسوب کر دیا تھا۔اور ژالے نے ہمیشہ یہی سمجھا تھا کہ امن پر صرف اسکا حق تھا۔کچھ بھی ہو جاتا امن کو آخر ہونا تو اسی کا تھا۔اسے اپنے حسن اور اپنی ذہانت پر بلا کا غرور تھا اس نے کبھی سوچا ہی نہیں تھا کہ امن کی زندگی میں کوئی اور لڑکی آ سکتی تھی اور امن کی نظروں کو اس کے علاوہ کوئی اور بھا سکتا تھا۔وہ بچپن سے محبت کرتی آئی تھی امن سے۔۔اسے امن کا لڑکیوں کے ساتھ فلرٹ کرنا نہیں پسند تھا تبھی وہ پڑھنے باہر چلی گئی تھی لیکن اسے اتنا یقین تھا امن چاہے ہزار لڑکیوں سے فلرٹ کر لے آخر محبت اور شادی تو اسے ژالے ہی کرنی اور یہاں ژالے حد سے زیادہ پر اعتماد ہو گئی تھی۔وہ بھول گئی تھی کہ تھی دل پر کسی کا اختیار نہیں ہوتا یہ کسی پر بھی آ سکتا ہے۔اور جب سے اسے امن اور حناوے کی سالوں سے چلتی آ رہی بے نام کہانی کا پتہ چلا تھا وہ اندر سے بری طرح جل رہی تھی۔البتہ ایک اطمینان تھا کہ حناوے اس سے محبت

نہیں کرتی تھی یہ امن کی یک طرفہ محبت تھی ورنہ "محبت اور جنگ میں سب جائز ہے" کے اصول کے مطابق وہ حناوے کو نقصان پہنچانے میں بھی دیر نہ کرتی۔

"کیا کیا ہے میں نے۔۔؟" امن نے آنکھیں کھول کر اپنے سامنے بیٹھی چھوٹے چھوٹے بھورے بالوں والی ژالے سے پوچھا جسکی آنکھیں سوجن کا شکار تھیں۔

"مجھے چھوڑ کر دشمنوں کی لڑکی سے محبت۔۔ آخر کیسے کر لی تم نے امن۔۔؟" وہ دبی دبی آواز میں چلائی تھی۔

"تم میری وکیل بن کر آئی ہو یا۔۔" امن اس وقت کسی سوال کا جواب نہیں دینا چاہتا تھا تبھی اکتا کر پوچھا اور بات ادھوری چھوڑ دی۔ اس کی بات سن کر ملاقاتی کمرے میں کچھ دیر خاموشی چھائی رہی پھر ژالے نے ایک گہرہ سانس لے کر خود کو نارمل کیا اور پہلو بدل کر متوجہ ہو کر بیٹھ گئی۔

توٹھیک ہے مسٹر امن ملک اب کام کی بات کرتے ہیں۔۔ محبت اور جنگ " دونوں میں سب جائز ہوتا ہے یہ جنگ تو پھر محبت کی جنگ ہے سمجھ رہے ہو نا میری بات۔۔؟"اس نے سوالیہ نظروں سے امن کو دیکھتے ہوئے پوچھا۔اور امن اثبات میں سر ہلا گیا۔اب وہ خاموشی سے ژالے کی باتیں سن رہا تھا۔یہ تو طے تھا امن ملک کو یہ جنگ ہر حال میں جیتنی تھی اور حناوے کو حاصل کرنا تھا۔۔اور ژالے کا مقصد بھی کچھ ایسا ہی تھا حناوے کو ہرانا اور امن کو پانا۔۔دونوں اپنے اپنے مقصد لیے ہوئے تھے جبکہ قدرت کو جانے کیا منظور تھا۔

"ارے واہ آج تو گھر میں بڑی رونق لگی ہوئی ہے۔۔"زیان نے میز پر کھانے کے برتن ترتیب سے رکھتی منال کو دیکھتے ہوئے کہا۔سالوں پہلے منال اسے

اچھی لگتی تھی لیکن جب منال کا نکاح شاویز سے ہوا زیان نے فوراً اپنے دل سے منال کیلئے پسندیدگی کو نکال دیا تھا۔اب وہ صرف اسکے لیے قابل احترام بھابھی اور کزن تھی۔ سبھی بدل گئے تھے سوائے زیان کے وہ ابھی بھی ویسا ہی نت کھٹ سا تھا۔

ظاہر سی بات ہے جہاں منال رانا ہو وہاں رونق بھی ہونی چاہیے نا۔۔؟""" منال مسکرائی تھی۔ جبکہ شہناز تائی جو ابھی اپنے کمرے سے آئی تھیں ڈائننگ ہال اور کچن پر منال کا قبضہ دیکھ کر سخت بدمزہ ہوئیں۔بلکہ وہ تو منال کو دیکھ کر حیران رہ گئی تھیں جب وہ واپس آئی تھی اور اسی دن سے شہناز تائی کا موڈ بگڑا ہوا تھا۔

یہ اتنا کھانا کس خوشی میں بن رہا ہے کسی کی بارات ہے کیا؟" شہناز تائی نے " غصے سے پوچھا تھا۔منال نے حیرت سے انہیں دیکھا اُنکا لہجہ عجیب تھا۔اُس نے محسوس کیا تھا جب سے وہ رانا ہاؤس آئی تھی تب سے شہناز تائی کا رویہ عجیب سا تھا۔

کیا ہو گیا ماما یہ کیسا سوال کیا ہے آپ نے ؟" زیان کو اس سوال پر حیرت ہوئی تھی۔ یہ سوال کبھی اس گھر میں کسی نے نہیں کیا تھا۔

وہ تائی امی آج رخسار پھو پھو اور خضر بھائی بھی آرہے ہیں ہماری طرف شام میں اور بخت بھائی نے بھی آنا ہے آج تو اسی لیے۔۔" منال نے نارمل لہجے میں جواب دیا جبکہ بخت کے نام پر لاؤنج میں بیٹھی ہدی کے کان کھڑے ہوئے تھے۔ اسکا دل تیزی سے دھڑکنا شروع ہو گیا تھا۔

واؤ اسکا مطلب رانا ہاؤس میں بھی کچھ بدلاؤ آنے والا ہے۔۔" زیان خوش ہو گیا تھا۔ وہ بھی گھر کے ماحول سے اکتا گیا تھا۔ ہدی صوفے سے اٹھ کر کچن کی جانب بڑھی وہ اب بلاوجہ ہی کھانا لگاتی ملازماؤں کو دیکھ رہی تھی۔

کیا کیا بنایا ہے آج۔۔؟" عرصہ ہو گیا تھا اسکی کھانے پینے سے دلچسپی ختم ہوئے جانے کیوں بخت کا نام سن کر وہ خود پر قابو نہیں رکھ پائی تھی۔

فکر مت کرو ہدی میں نے بخت بھائی کے پسند کے کھانے بھی بنوائے ہیں۔۔" منال نے کچن میں داخل ہوتے کہا اور زبردستی مسکرائی۔ اس نے

Click On The Link Above To Read More Novels / ✆ / ✉ 0344 4499420
https://www.zubinovelszone.com/

رانا ہاؤس پر چھائی کلفت ختم کرنے کا فیصلہ کیا تھا۔ ہدی نے چونک کر منال کو دیکھا تھا۔ رشتے میں وہ اسکی بھابھی تھی لیکن منال نے کبھی اپنا رشتہ نہیں جتایا تھا۔

منال۔۔" وہ پانی کا جگ اٹھا کر کچن سے باہر نکلنے لگی تھی جب ہدی نے اسے " پکارہ۔

ہاں۔۔" منال نے پلٹ کر اسے دیکھا۔ اسکی نظروں میں الجھن تھی۔ آج" کافی عرصے بعد ہدی نے اسے بلایا تھا۔ منال کو خوشگوار سی حیرت ہوئی تھی۔

ایم سوری۔۔" وہ ندامت بھرے میں لہجے میں کہہ رہی تھی۔"

کس لیے۔۔؟" منال نے جگ شیلف پر رکھ کر ہدی کی جانب متوجہ ہوتے " پوچھا۔

میں نے تم سب کے ساتھ بہت برا رویہ رکھا پلیز مجھے معاف کردو۔""" ہدی نے منال کا ہاتھ تھامتے التجا کی تھی۔

تم پاگل ہو ہدی۔۔ماضی کی باتوں کو بھول جاؤ اور اپنی زندگی کو خوشگوار بناؤ۔۔"منال نے اسکا گال تھپتھپایا۔

اچھی بھابھی والی فیلنگز آرہی ہیں تم سے۔۔"ہدی شرارت سے مسکرائی تو" منال کا قہقہہ بے ساختہ تھا۔آج برسوں بعد رانا ہاؤس میں کسی کی ہنسی گونجی تھی۔

ارے واہ نند بھابھی میں پہلی بار اتنا پیار دیکھا ہے۔۔"زیان کی رگ" شرارت پھڑکی تھی وہ جانے کب وہاں حاضر ہوا تھا۔

تم اپنی شکل غائب کرو پہلے بھی تمہاری بددعائیں لگی ہیں ہمیں۔۔"ہدی" نے خفگی سے زیان کو ڈانٹا۔

نعوذ باللہ۔۔ معصوم بچے پر اتنا بڑا الزام۔۔کچھ خدا کا خوف کرو ظالم" عورتو۔۔"زیان تو ہدی کے الزام پر بلبلا اٹھا تھا۔

ہم بچپن کی دوستیں اور کرائم پارٹنرز ہیں اور رہیں گی تم یہ نند بھابھی کا" رشتہ اپنے پاس رکھو سمجھ آئی۔۔" منال نے بھی اسے ڈپٹا جبکہ زیان تو کندھے اچکا کر رہ گیا تھا۔

منال تمہیں کیسے پتہ کہ بخت آرہا ہے۔۔؟" ہدی نے دھڑکتے دل کے " ساتھ سوال کیا۔ واپس جاتے زیان کے تیز کانوں تک ہدی کی بات پہنچ گئی تھی۔

واہ واہ محترمہ شوہر تمہارے ہیں اور پوچھ تم منال سے رہی ہو۔۔ کیا بات " ہے ؟" وہ بولے بنا نہیں رہ سکا تھا۔

مجھے پتہ ہو یا نہ ہو تمہیں کوئی مسئلہ ہے ؟" ہدی چڑ گئی تھی۔ "

مجھے کیا مسئلہ ہو گا بھلا لیکن تمہیں کیپٹن صاحب کو منانا چاہیے اور ان پر نظر " بھی رکھنی چاہیے آفٹر آل تمہارا اکلوتا شوہر اور جیجا جی ہے وہ میرا۔۔" زیان

نے بات کے آکر پر ایک آنکھ دباتے کہا تھا وہ کبھی باز نہیں آسکتا تھا۔ہدی کا چہرہ سرخ ہوا۔

زیان تم مر جاؤ۔۔"اس نے زیان کو مارنے کیلئے شیلف پر رکھا گلاس اٹھایا" لیکن اس سے پہلے بھی وہ وہاں سے غائب ہو چکا تھا۔اسکے جانے بعد ہدی مسکرا دی تھی۔

فون آیا تھا فاریہ چچی کا ہاسپٹل سے انہوں بتایا کہ بخت آج رات مری آرہا" ہے اور چچی بھی گھر آئیں گی بتا رہی تھیں حناوے امن کے پاس ہاسپٹل میں رکنا چاہتی ہے۔۔"منال نے اپنے اور فاریہ بیگم کے درمیان ہوئی بات ہدی کو بتائی۔

حناوے بھی آجاتی یہاں تو اچھا تھا۔۔"ہدی نے تاسف سے کہا۔"

تمہیں پتہ ہے ہدی وہ اپنی ضد کی پکی ہے جس کام کیلئے وہ اتنے سال باہر پڑھ" کر آئی ہے اسے لازمی پورا کرے گی اور تم نے خبریں نہیں سنی آج صبح ہی امن ملک کو گرفتار کیا گیا ہے۔۔"منال کو آج بھی امن ملک بے قصور سا

لگتا تھا وہ آج بھی وہ دن نہیں بھولی تھی جب امن نے اسکی اور ہدی کی جان بچائی تھی۔

"میری تو بس دعا ہے سب ٹھیک ہو جائے ہم سب پہلے کی طرح ہنسی خوشی رہنے لگیں۔۔" ہدی نے اپنی خواہش کا اظہار کیا تھا اور منال نے اسکی اس دعا پر صدق دل سے آمین کہا تھا۔

حناوے اس وقت ہاسپٹل میں موجود تھی اسے محسوس ہو رہا تھا اسکی آج کی یہ رات سکون سے گزرنے والی تھی کیونکہ امن ملک سلاخوں کے پیچھے تھا۔ اس کیلیے آج کی سب سے بڑی خبر یہی تھی۔

صوفے کی پشت سے ٹیک لگائے وہ تھکاوٹ کے باوجود خود کو ہشاش بشاش محسوس کر رہی تھی۔ شاید یہ پہلی فتح تھی جو اس نے امن ملک کو شکست

دے کر حاصل کی تھی اسی لیے وہ تھوڑی پر سکون تھی۔ جانتی تھی اگلے دو دن امن کے جیل میں گزرنے والے تھے اور اسکے لیے اتنا ہی کافی تھا۔

حناوے گہرہ سانس لیتے ہوئے بیڈ پر ساکت پڑے اپنے چھوٹے بھائی امن رانا کو دیکھا تھا۔ اسکی تکلیف وہ آج تک نہیں بھولی تھی۔ جب بھی وہ اپنے بھائی کو دیکھتی تھی امن سے شدید نفرت کی لہر اس کی رگ رگ میں دوڑ جاتی تھی۔ کیا قصور تھا اس معصوم کا جو اسے اتنی بڑی سزا ملی تھی؟ آج اگر وہ بالکل ٹھیک ہوتا تو کبھی شاید سب ٹھیک ہوتا۔ وہ جو سونے کے علاوہ پانچ منٹ بھی بستر پر لیٹنا گوارہ نہیں کرتا تھا وہ سالوں سے بستر پر لیٹا تھا۔ امن کو دیکھتے دیکھتے ایک آنسو حناوے کی آنکھ سے پھسلا اور گود میں رکھے ہاتھ پر جا گرا۔ اسکی آنکھیں نم ہو چکی تھیں۔ اس نے فاریہ بیگم کو گھر بھیج دیا تھا جبکہ خود وہ آج رات امن کے پاس گزارنے والی تھی۔ ان چھ سالوں میں ایک بھی دن ایسا نہیں گزرا تھا جب امن اکیلا ہسپتال میں رہا کر وہو۔۔ زیادہ تر فاریہ بیگم اور زیان بھی اپنے بیٹے کے پاس ہوتی تھیں۔ کبھی شاویز، کبھی رحمن بھائی

اکثر وہاں رکتا تھا۔یہ حناوے کا فیصلہ تھا کہ امن کو ہر وقت ڈاکٹرز کی نظروں کے سامنے رکھا جائے۔

پلیز امن جلدی سے ٹھیک ہو جاؤ۔۔"وہ صوفے اٹھ کر اسکے پاس آئی تھی" اور پھر جھک کر اسکی پیشانی پر پیار کیا تھا۔اسے اب بھی یاد تھا کیسے وہ دونوں بہن بھائی ہر الٹے کام میں ایک دوسرے کے ساتھ ہوتے اب وہ ٹھیک کام کر رہی تھی تو وہ اسکے ساتھ نہیں تھا۔

وہ اب اسکے بالوں کو سہلا رہی تھی جب اس کے موبائل نے تھر تھرانا شروع کیا۔حناوے نے نمبر دیکھا تو خضر کا فون تھا۔آنکھوں میں آئی نمی کو صاف کرتے وہ کمرے کا دروازہ بند کر کے باہر نکل آئی تھی۔

السلام علیکم "حناوے نے لہجے کو حد درجہ نارمل بناتے ہوئے سلام کیا تھا۔"

وعلیکم السلام !روئی ہو تم۔۔؟"وہ چاہے جتنا بھی چھپا لے خضر جانے کیسے" اسکی ہر بات جان لیتا تھا۔

نہیں تو میں کیوں روؤں گی۔۔؟" حناوے نے لہجے کو خشگوار بناتے الٹا" سوال کیا تھا۔

وہی تو میں سوچ رہا ہوں آج تو حناوے رانا کو خوش ہونا چاہیے امن ملک" ایک بار پھر سے سلاخوں کے پیچھے ہے۔۔" خضر نے اسے داد دی تھی۔

مجھے سکون تب ہی ملے گا جب اسے سزا ملے گی اپنے ہر جرم کی سزا۔۔" وہ" سرد سے لہجے میں بولی تھی کچھ پل کیلیے خضر لاجواب سارہ گیا تھا۔

دھیان سے حناوے۔۔ملک خاندان کسی صورت امن کو جیل میں نہیں" رہنے دے یہ بات ہم اچھے سے جانتے ہیں اور امن ملک کو سزا مل جائے یہ تو "معجزے جیسا ہی ہے۔۔

تو پھر آپ دیکھنا ایس پی صاحب اس بار یہ معجزہ ہو گا اور امن ملک اپنا ہر گناہ" خود اپنے منہ سے قبول کرے گا۔۔" حناوے نے عجیب سے لہجے میں کہا۔

اسکی بات سن کر خضر چونک سا گیا تھا۔کیا کرنے جارہی تھی وہ۔۔؟

دھیان سے حناوے۔۔ملک خاندان کسی صورت امن کو جیل میں نہیں رہنے دے یہ بات ہم اچھے سے جانتے ہیں اور امن ملک کو سزا مل جائے یہ تو معجزے جیسا ہی ہے۔۔"

"تو پھر آپ دیکھنا ایس پی صاحب اس بار یہ معجزہ ہو گا اور امن ملک اپنا ہر گناہ خود اپنے منہ سے قبول کرے گا۔۔"حناوے نے عجیب سے لہجے میں کہا۔

اسکی بات سن کر خضر چونک سا گیا تھا۔کیا کرنے جا رہی تھی وہ۔۔؟

نفرت کی اس جنگ میں کہیں تم کسی کے ساتھ زیادتی نہ کر بیٹھو"

حناوے۔۔"خضر نے حسرت بھرے لہجے میں کہا تھا اس بار چونکنے کی باری حناوت کی تھی۔

Zubi Novels Zone

کیا مطلب ؟کیا کہنا چاہتے ہیں آپ۔۔؟" جانے وہ سب جان کر انجان کیوں بن رہی تھی؟

اگر حناوے رانا کو بھی مطلب سمجھانے پڑھیں پھر وہ حناوے رانا تو نہ ہوئی" نا؟" وہ سنجیدہ لہجے میں کہہ کر فون بند کر چکا تھا جبکہ حناوے موبائل فون کی سکرین کو تاسف سے دیکھ کر رہ گئی تھی۔

میں جس راستے پر چل رہی ہوں اسکی کوئی منزل نہیں ہے۔۔اور میں نہیں" چاہتی کہ آپ میرے ساتھ گمنام راستوں پر سفر کریں۔۔" وہ فون کی سکرین کو دیکھتے ہوئے ہولے سے بڑبڑائی اور ایک افسردہ سانس فضا میں خارج کر کے امن کے کمرے کی جانب بڑھ گئی۔

ہمارے ہاتھ میں کی ریکھا میں صرف ہجرت ہے"

"ہمارے ساتھ اگر سفر پر گئے۔۔۔۔ تو بس گئے۔۔۔۔

شاویز فریش ہو کر جیسے ہی لاؤنج میں پہنچا تو وہ گھر والوں کا ہجوم دیکھ کر حیران رہ گیا تھا۔

ماشاءاللہ آج تو کافی رونق لگی ہے۔۔" بے ساختہ اسکے منہ سے پھسلا تھا۔"

لاؤنج میں حسن صاحب، شہناز تائی، ماریہ چچی، فاریہ بیگم، رخسار پھوپھو، خضر، زیان، ہدی اور منال سب موجود تھے۔

ہاں اسکا سارا کریڈٹ میری پیاری سی بہو منال کو جاتا ہے اس نے ہی گھر" کے سارے افراد کو آج یہاں اکٹھے کیا ہے۔۔" حسن صاحب نے اپنے ساتھ بیٹھی منال کے سر پر شفقت سے ہاتھ پھیرا تھا۔ منال ہلکا سا جھینپی تھی۔ جبکہ شہناز تائی اپنے غصے کو دباتیں پہلو بدل کر رہ گئی تھیں۔

السلام علیکم باباجان !" شاویز حسن صاحب کے گلے ملا تھا۔"

وعلیکم السلام۔۔ بھئی بڑی دیر لگادی تم۔۔ کھانے پر صرف تمہارا ہی انتظار" ہو رہا تھا میرے تو پیٹ میں بھوک سے چوہے رقص کرنا شروع ہو گئے

ہیں۔۔"حسن صاحب نے ہلکے پھلکے انداز میں کہا تو سب کے چہروں پر مسکراہٹ ابھری۔

کیسے ہو ایس پی صاحب۔۔؟"حسن صاحب سے الگ ہو کر شاویز خضر کی" جانب بڑھا جو سیاہ جینز پر مہرون رنگ کی ڈریس شرٹ پہنے ہوئے تھا۔ شرٹ کے کف فولڈ کیے، بال سلیقے سے پیچھے کی جانب سیٹ کیے وہ شاندار لگ رہا تھا۔

ایک دم فٹ۔۔"خضر نے شاویز سے گلے ملتے مسکرا کر جواب دیا تھا۔" بڑے دنوں بعد دیدار کروایا لگتا ہے آج کل مجرموں کی شامت آئی ہوئی" ہے۔۔؟"وہ دونوں آج تقریباً پندرہ دن بعد ایک دوسرے سے مل رہے تھے اور شاویز کبھی بھی خضر کو نہیں بخشتا تھا۔

مجرموں کا تو پتہ نہیں سنا ہے آج کل کوئی شاویز رانا سے ناک سے لکیریں" لگوا رہا ہے۔۔"خضر کونسا کم تھا اس نے منال کی جانب دیکھتے ہوئے بولے

سے شاویز کے کان میں سرگوشی کی تو اسکی بات سن کر شاویز گڑبڑا کر رہ گیا تھا۔ گھنی مونچھوں تلے دبے عنابی لب دھیرے سے مسکرا دیے۔

یار پبلک پلیس ہے کیوں بے عزتی کروانے پر تلے ہو۔۔؟" شاویز نے اسے ٹہوکا دیا اور پھر منال کی جانب دیکھا جو اسے مکمل نظرانداز کیے ہدی اور رخسار پھوپھو سے باتوں میں مگن تھی۔

یہ تم دونوں آپس میں کیا کھسر پھسر کر رہے ہو؟ محفل ہے یہ نواب زادو" اور محفل کے اصولوں کو مدنظر رکھنا چاہیے۔۔" حسن صاحب نے دونوں کو ڈپٹا جس پر وہ دونوں ہی سر کھجا کر رہ گئے تھے۔

کچھ نہیں ماموجان بس آج کل شاویز کی خاص قسم کی کلاسز چل رہی ہیں" انہی کے متعلق پوچھ رہا تھا۔۔" خضر نے شرارت سے بھرپور لہجے میں کہا تھا۔ اسکی بات سن کر کلف لگے کپڑوں پر سیاہ شال کندھوں پر پھیلائے شاویز نے اسے گھور کر دیکھا لیکن وہاں پرواہ کس کو تھی۔

ہائیں کلاسز؟شاویز تم نے پی ایچ ڈی کب شروع کی۔۔؟"حسن صاحب" نے حیرت سے شاویز کو دیکھا جو خضر کو گھور رہا تھا جبکہ خضر سے اپنا قہقہہ ضبط کرنا مشکل ہو گیا تھا۔

نہیں بابا ایسی کوئی بات نہیں۔میرے خیال سے اب کھانا شروع کرنا" چاہیے ویسے بھی آپکو کافی بھوک لگی ہے۔۔"شاویز بات بدلنے میں ماہر تھا۔

تمہیں تو میں بعد میں پوچھوں گا۔۔"اس نے آنکھوں ہی آنکھوں میں خضر" کو وارن کیا تھا۔جبکہ خضر ہولے سے مسکرا دیا۔

جاؤ منال دیکھو سب ریڈی ہے نا۔۔؟"ماریہ چچی نے پرسکون سی بیٹھی" منال سے کہا تھا جس نے کچھ دیر پہلے کھانے کی میز کو اچھے طریقے سے سیٹ کیا تھا۔

سب ریڈی ہے اماں۔۔آجائیں آپ لوگ ایسا نہ ہو اب کہ کھانا ٹھنڈہ" ہو جائے۔۔"اس نے اٹھ کر ڈائننگ روم کی طرف جاتے ہوئے کہا۔ہدی بھی اسکے پیچھے پیچھے چلی گئی تھی۔کچھ دیر بعد خوشگوار ماحول میں کھانا کھایا گیا

تھا۔اس دوران ہدی مسلسل بے چین رہی تھی۔اسکی نظریں بار بار کبھی گھڑیال کو تو کبھی دروازے کو تک رہی تھیں۔بخت ابھی تک نہیں آیا تھا۔ اس نے کھانے کے دو لقمے بھی جان مار کر لیے تھے۔اسکا دل ہی نہیں لگ رہا تھا کسی چیز میں بھی۔

صبر رکھو صبر میری بہن۔۔کیپٹن صاحب اتنے فارغ آدمی نہیں ہیں جو" شام ہوتے ہی گھر پہنچ جائیں گے۔سیاچن سے آنا ہے انہوں نے صبح کے کسی پہر پہنچیں گے تم کب تک راہ تکتی رہو گی۔۔؟" ہدی جو سب سے نظر بچا کر بلاوجہ ہی باہر گیٹ تک آئی تھی اپنے پیچھے زیان کی آواز سن کر پھدک پڑی۔ کیا بدتمیزی ہے زیان کیوں تنگ کر رہے ہو۔۔؟"اسکی بات سن کر وہ بری" طرح تپ گئی تھی۔تھا تو وہ اس سے تین سال بڑا لیکن ہدی نے کبھی اسے بڑا بھائی نہیں سمجھا تھا اور نہ زیان کی حرکتیں بڑے بھائیوں والی تھی۔وہ ہر وقت کسی نا کسی کے سر پر سوار اسکا دماغ کھاتا رہتا تھا۔

میں تنگ کب کر رہا ہوں میں تو بس بتانے آیا تھا فون آیا تھا مجھے تمہارے "
ان کا۔۔ کہہ رہے تھے صبح تین بجے تک پہنچ جائیں گے۔۔ "زیان نے فوراً
معصوم صورت بنا کر کہا تو ہدی کے تنے اعصاب ڈھیلے پڑے۔

یہ بات تم مجھے پہلے ہی بتا سکتے تھے نا۔۔؟ "ہدی نے کھا جانے والی نظروں "
سے زیان کو دیکھا۔

ہاں لیکن انتظار کا اپنا مزہ اپنی تڑپ ہے۔۔ میں نے سوچا تم بھی تھوڑا تڑپ "
لو۔۔ "وہ قہقہہ لگا کر ہنسا تھا۔ ہدی کا چہرہ سرخ ہوا۔ اس نے کھا جانے والی
نظروں سے زیان کو دیکھا تھا۔

شرم نہیں آتی تمہیں اپنی چھوٹی بہن سے اس طرح کی باتیں کرتے "
ہوئے؟ "ہدی نے اسے ڈپٹا۔

شرم۔۔ کیسی شرم بھئی؟ ویسے بھی تم نے کبھی مجھے اپنا بڑا بھائی نہیں سمجھا "
اور تم صرف میری بہن ہی نہیں بلکہ غلطی سے میرے بیسٹ کی بیوی بھی

ہو۔۔اس رشتے سے میں تمہیں تنگ کر سکتا ہوں۔۔"زیان بھی اپنے نام کا ایک ہی تھا۔

اسکی بات سن کر ہدی صرف اسے دیکھ کر رہ گئی تھی۔

تمہارا کچھ نہیں بن سکتا۔۔"وہ سر جھٹکتی اندر کی جانب بڑھ گئی جبکہ زیان مسکرا دیا تھا۔

یااللہ تیرا شکر ہے اس بے وقوف کو بھی عقل آئی۔۔"ہدی کے جانے کے بعد زیان نے آسمان کی جانب دیکھ کر اللہ کا شکر ادا کیا تھا اور پھر سیٹی بجاتا اندر کی جانب بڑھ گیا۔باہر تاروں سے بھری رات دھیرے دھیرے سرکنے لگی تھی۔

کھانے کے بعد چائے کا دور چلا تھا۔آج خضر بھی کافی دنوں بعد فری ہوا تھا اسی لیے رانا ہاؤس میں موجود تھا۔حسن صاحب اور شہناز تائی تو کھانے کے

فوراً بعد اپنے کمرے میں چلے گئے تھے ان کی چائے بھی ہدی نے کمرے میں بجھوادی تھی۔چائے اسی نے بنائی تھی اور اب وہ سب کو خاموشی کے ساتھ پیش کر رہی تھی۔

فاریہ بیگم،ماری چچی اور رخسار پھوپھو اپنی محفل لگا کر بیٹھ گئی تھیں جبکہ زیان،شاویز اور خضر تینوں ایک جانب بیٹھے تھے۔

شاویز کی نظریں بار بار منال کے چہرہ کا طواف کر رہی تھیں مگر مجال ہے جو منال نے غلطی سے بھی شاویز کی جانب دیکھا ہو۔وہ سب سے ہنس ہنس کر باتیں کر رہی تھی سوائے شاویز کے۔اور شاویز رانا خود کا اتنی دیر نظرانداز کیے جانا کیسے برداشت کر سکتا تھا۔؟

"یہ چائے میں پتی اتنی کم کیوں ہے؟"شاویز چائے کی ایک چسکی لینے کے بعد ہدی سے کہا۔

پتی کم ہے؟"ہدی کو حیرت ہوئی۔ڈر تو آج بھی شاویز سے اسے اتنا ہی لگتا" تھا جتنا پانچ سال پہلے۔ہاں البتہ شاویز کا رویہ اب پہلے جتنا سخت نہیں ہوتا تھا۔

ہاں تم لوگوں کو پتہ ہے میں کڑک چائے پیتا ہوں۔۔"شاویز نے سنجیدہ" لہجے میں جواب دیا۔اسکی آواز سن کر تینوں خواتین بھی اسکے جانب متوجہ ہو چکی تھیں۔منال نے حیرت سے شاویز کی جانب دیکھا تھا جس کے چہرے پر کہیں بھی شرارت کی رمق نہیں تھی۔

اچھا لائیں بھائی میں دوبارہ بنا دیتی ہوں۔۔"ہدی نے آگے بڑھتے ہوئے" کہا وہ کپ شاویز کے ہاتھوں سے لینا چاہتی تھی۔

نہیں تم رہنے دو ہدی۔۔جاؤ منال تم جاؤ دوبارہ چائے بنا کر دو شاویز کو۔۔"''' ماریہ چچی نے بات کو سمجھتے ہوئے ہدی کو منع کیا اور منال کو حکم دیا تھا۔

اماں۔۔" منال نے اپنے غصے پر ضبط کرتے ہوئے بے بسی سے اپنی ماں کی جانب دیکھا تھا جو شاویز پر صدقے واری جاتی تھیں۔انہیں شاویز ہمیشہ سے اپنے داماد کے روپ میں بہت پسند تھا۔

میرا منہ کیا دیکھ رہی جاؤ چائے بنا کر دو شاویز کو شوہر ہے تمہارا اسکا خیال رکھنا تمہاری ذمہداری ہے۔۔" منال کا پھولا منہ دیکھ کر ماریہ چچی نے دوبارہ سخت لہجے میں کہا تو شاویز کے لبوں کو مسکراہٹ نے چھوا۔اب وہاں بیٹھا ہر شخص شاویز کی شرارت کو سمجھ چکا تھا۔مرتی کیا نہ کرتی کے مصداق منال اپنی جگہ سے اٹھی اور شاویز کی جانب بڑھی۔

لائیں دیں کپ۔۔" منال نے سرخ چہرے کے ساتھ شاویز کے سامنے کھڑے ہو کر ہاتھ پھیلایا۔ضبط کے باعث اسکے چہرے کے نقوش تنے ہوئے تھے۔شاویز نے غور سے اسے دیکھا اور پھر کپ اسے تھما دیا۔

اور کتنی کڑک چائے پیئیں گے آپ۔۔؟" منال نے ابھی چائے کا ایک "گھونٹ نہیں لیا تھا لیکن شاویز کے کپ میں موجود چائے کو دیکھ کر وہ حیرت سے بولی۔

بس تھوڑی سی اور۔۔" شاویز نے چہرے پر سنجیدگی سجا کر نارمل لہجے میں "کہا اور پھر خضر اور زیان کی جانب متوجہ ہو گیا۔ منال کپ تھامتی پاؤں پٹختی کچن کی جانب بڑھی۔

اچھا سنو، ایسا کرو یہی کپ دے دو مجھے ابھی یہی پی لیتا ہوں تم مجھے کچھ دیر "بعد دوبارہ بنا دینا مجھے کافی کام کرنا ہے رات کو۔۔" شاویز کی بات سن کر منال کے قدم ساکت ہوئے۔ اس نے حیرت سے آنکھیں پھیلا کر شاویز کو دیکھا جو آنکھوں میں شرارت بھرے اسے ہی دیکھ رہا تھا۔ ایک پل کو منال کا دل کیا وہ یہی کپ اس ظالم انسان کے سر پر دے مارے لیکن اگلے ہی پل اس

نے اپنی سوچ پر لعنت بھیجی اور آنکھوں میں آئی نمی کو پیچھے کی جانب دھکیلا۔
وہ جانتی شاویز اسے جان بوجھ کر تنگ کر رہا تھا۔

کیوں تنگ کر رہے ہو اسے۔۔"خضر جو اسکے ساتھ ہی صوفے پر بیٹھا شاویز" کی ٹانگ پر ٹانگ مارتے ہوئے کہا۔ انکے سامنے رکھے بڑے سے میز کی بدولت کوئی بھی خضر کی اس حرکت کو نہیں دیکھ پایا تھا۔ منال نے لب بھینچ کر زبان پر آئے سخت الفاظ کو روکا اور خاموشی سے جا کر چائے کا کپ میز پر رکھ دیا۔ جبکہ شاویز نے جھک کر اپنی ٹانگ کو سہلایا تھا۔
بیٹھ جاؤ منال۔۔" وہ جانے کیلیے پلٹنے لگی تھی جب خضر نے کہا تو منال بنا کچھ" کہے ان کے سامنے بیٹھ گئی۔ سب کو چائے پیش کر کے ہدی رخسار پھوپھو کے ساتھ لگ کر بیٹھ گئی تھی۔

سنا ہے ایم فل میں ایڈمیشن لے لیا ہے تم نے۔ کیسی جا رہی ہے پڑھائی۔؟"""
خضر نے نارمل لہجے میں سوال کیا۔

اچھی جا رہی ہے خضر بھائی۔۔ ابھی تو شروع ہوا ہے اکنامس کی کچھ خاص" سمجھ بھی نہیں آ رہی ایک سال کا گیپ آ گیا درمیان میں تو اب کچھ سمجھ نہیں آتا۔۔" منال نے گہرا سانس لے کر خود کو نارمل کیا اور پھر خضر کے سوال کا جواب دیا۔

تو اس میں پریشان ہونے والی کیا بات ہے شاویز تو گولڈ میڈ لسٹ ہے" معاشیات میں اس سے پڑھ لیا کرو۔۔" خضر نے جیسے فوراً مسئلے کا حل پیش کیا تھا۔ شاویز نے ایم فل اکنامکس کے بعد سیاست کی پڑھائی کی تھی۔ اور دونوں شعبوں میں اسے خاصی معلومات تھی۔ خضر کی بات شاویز اور منال دونوں نے چونک کر ایک دوسرے کی جانب دیکھا۔ ایک پل کو نظریں ملیں۔ منال کا دل تیزی سے دھڑکا اور دوسرے ہی پل وہ نظریں چرا گئی تھی۔

"جی میں کوشش کروں گی، آپ سنائیں حناوے کیسی ہے؟ بات ہوئی آپکی اور کب واپس آئے گی وہ۔۔؟" منال سب جانتی تھی بس اس نے بات بدلنے کیلیے حناوے کا ذکر کیا تھا۔

"ہاں وہ ٹھیک ہے صبح جارہا ہوں میں اسلام آباد اس کیس کے فیصلے کے بعد ہی واپس آؤں گا۔۔" وہ ہولے سے مسکرایا تھا۔

"اب جب آپ واپس آئیں تو حناوے کو ساتھ لائیے گا۔۔رانا ہاؤس اسکے بنا ادھورا سا ہے۔۔" منال نے نظریں جھکائے کہا تو خضر نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

رات کے دس بجے کا وقت تھا۔ حناوے نے رحمن بھائی سے کچھ اہم باتیں کرنے کے بعد وضو کیا اور امن کے بیڈ کے بائیں جانب صاف ستھری جگہ پر جائے نماز بچھایا۔ اسکا اللہ سے رابطہ کبھی اتنا زیادہ نہیں رہا تھا۔ وہ اکثر جب رزلٹ آنے والا ہوتا تبھی اللہ کے حضور کھڑی ہوتی تھی۔ امریکہ جانے کے بعد اچانک سے اسکا دل اللہ کے حضور جھکنے لگا وہ دل ہی دل میں اپنے بھائی کیلیے ڈھیروں دعائیں کرتی تھی۔ امن رانا کی صحت یابی اور امن ملک کو اسکے گناہوں کی سزا دلوانا یہ بس دو ہی دعائیں تھی اسکی۔

اب وہ دن میں پانچ وقت نہ سہی دو سے تین وقت جب اذان کی آواز اسکے کانوں میں پڑتی نماز پڑھ لیتی ورنہ تو الجھی ہی رہتی تھی۔

نماز کے بعد اس نے دعا کیلیے ہاتھ اٹھائے آنسو خود بخود لڑیوں کی صورت میں گالوں پر بہنے لگے۔

"یا اللہ پاک سنا ہے آپ ہمیشہ سچ اور حق کا ساتھ دیتے ہیں، سالوں پہلے بھی میں حق پر بھی تو آج بھی حق پر ہوں۔ لیکن سالوں پہلے جیت امن ملک کی

ہوئی تھی میں نہیں چاہتی اس بار بھی برائی جیتے۔۔یا میرے مالک میری مدد کر مجھے حق اور سچ کے راستے پر چلنے کی ہمت دے۔۔مجھے اتنی ہمت دے کہ میں راحیلہ اور اویس کے گھر والوں کو انصاف دلا سکوں۔میرے مالک مجھے اتنی ہمت دے کہ میں علیزے کے ساتھ ہوئی زیادتی کا بدلا لے سکوں۔۔ میرے مالک مجھے اتنی ہمت دے کہ میں اپنے معصوم بھائی کو اس حال میں پہنچانے والے کو سزا دلوا سکوں۔۔یا اللہ میری مدد فرما۔یا میرے مالک میرے ننھے بھائی کو صحت یابی عطا کر یا میرے مالک علیزے کو بخش دینا میرے مالک اسکے ساتھ رحمت والا معاملہ رکھنا۔۔یا میرے اللہ میں گنہگار ہوں لیکن میرے مالک میری دعاؤں پر کن فرما یا اللہ میرے بھائی کو ٹھیک کر دے آمین۔۔"

روتے روتے اسکی ہچکیاں بندگئی تھی۔آج کتنے عرصے بعد وہ کھل کر روئی تھی وہ بھی اللہ کے سامنے۔۔دل بالکل ہلکا پھلکا سا ہو گیا تھا۔اور جو اللہ کو اپنا سب کچھ مانتے ہیں اسی سے مانگتے ہیں وہ سکون میں رہتے ہیں۔اور حناوے

اس وقت اپنے اندر ایک عجیب سی طاقت محسوس کر رہی تھی۔ سرخ ناک اور چہرے کے ساتھ وہ جائے نماز تہہ کر کے کمرے میں ایک جانب رکھے میز پر رکھتی امن کی جانب پلٹی تو ایک پل کو ساکت رہ گئی تھی۔

سامنے بیڈ پر پڑے وجود میں جنبش سی ہو رہی تھی۔ امن کے دونوں ہاتھوں کی انگلیاں دھیرے دھیرے حرکت کر رہی تھیں۔

قدسیہ بیگم کو ذلیخہ پھوپھو اور ارحم نے دونوں جانب سے گھیرا ہوا تھا۔ قدسیہ بیگم نے حویلی میں اپنی بیٹی کا پر تپاک طریقے سے استقبال کیا تھا۔ دونوں ماں بیٹی گلے لگے کتنی ہی دیر روتی رہی تھیں۔ سارے شکوے شکایتیں، سوال جواب سبھی آنسوؤں کے ذریعے بہہ گئے تھے۔ اور اب وہ آسودہ سی مسکراہٹ لیے بیٹھی تھیں۔

حویلی میں قدسیہ بیگم کے علاوہ ملازمین تھے۔(حسن صاحب انکے بڑے بیٹے)جو اکثر ہی حویلی میں ہوتے تھے آج کل وہ رانا ہاؤس گئے ہوئے تھے۔اسی لیے ذلیخہ پھوپھو بھی پر سکون تھیں۔

ارحم قدسیہ بیگم کی گود میں سر رکھے لیٹا تھا۔

نانو آپکو پتہ ہے میں اکثر سوچتا تھا کہ باپ کے گناہوں کا بیٹا سے بدلا کیوں لیا جائے؟ پتہ ہے مجھے اب تک یہی لگتا تھا بابا نے جو کیا اسکی وجہ سے آپ سب یہاں تک کہ نمل بھی مجھ سے نفرت کرے گی لیکن پھر اللہ نے ایسا وقت بدلا کہ میں تو حیران رہ گیا۔۔"وہ سنجیدہ لہجے میں اپنی کیفیات بیان کر رہا تھا۔

میں یہاں آنے سے پہلے بھی ڈر رہا تھا کہ کہیں آپ اور نانا جی شہباز ملک کا" بیٹا ہونے کہ وجہ سے مجھ سے منہ نہ موڑ لیں۔۔"وہ اب دھیرے دھیرے اپنے دل میں چھپے ڈر کو بیان کر رہا تھا۔اسکی بات سن کر قدسیہ بیگم ہولے سے مسکرادیں۔

ہماری خاندان میں یہ روایت نہیں ہے بیٹا کہ باپ کا بدلا بیٹے سے لیا" جائے۔۔اور پھر تم تو بہت اچھے بچے ہو نمل نے بہت اچھا کیا تم سے شادی کر کے۔۔"انہوں نے ارحم کے بالوں میں ہاتھ پھیرتے مسکرا کر کہا۔

اچھا۔۔ لیکن شاویز بھائی انہوں نے مجھے جاب دینے سے انکار کر دیا تھا تب" مجھے نہیں پتہ تھا کہ ہماری خاندانی دشمنی بھی ہے۔۔"ارحم آج بھی سالوں پہلی بات نہیں بھولا تھا جب وہ جاب کیلیے انٹرویو دینے گیا تھا اور شاویز نے اسکی سی وی دیکھ کر ہی اسے ریجیکٹ کر دیا تھا۔

Zubi Novels Zone

شاویز غصے کا تھوڑا تیز ہے اور پھر وزیر اعلیٰ سندھ کا پوتا ایک معمولی نوکری" کیلیے انٹرویو دینے آئے گا یہ کوئی عام بات تھوڑی ہے
شاویز کا ٹھٹھکنا تو بنتا ہی تھا ویسے بھی وہ ہر چیز پر نظر رکھتا ہے۔۔"اس بار جواب ذلیخہ پھوپھو نے دیا تھا۔

ماما لگتا ہے آپکو اپنے بیٹے سے زیادہ اپنے بھتیجے پیارے ہیں، گھر میں آپ" حیدر کے گن گاتی رہتی ہیں اور اب یہاں شاویز بھائی میں تو کسی گنتی میں ہی نہیں ہوں۔۔"ارحم نے مصنوعی خفگی سے کہا اسکی بات سن کر وہ دونوں مسکرا دیں۔

میں ہوں نا اپنے نواسے کو پیار کرنے کیلیے تم فکر مت کرو۔۔"قدسیہ بیگم" نے اسے دلاسہ دیا تھا۔ تبھی چائے کی ٹرالی لیے نمل ڈرائنگ روم میں داخل ہوئی اسے دیکھ کر ارحم سیدھا ہوا۔

اور نانو یہ آپکی پوتی میرا ذرا خیال نہیں رکھتی بس اپنی پھوپھو سے چپکی رہتی" ہے مجھ سے تو پیار ہی نہیں کرتی۔۔"نمل کو دیکھتے ہوئے ارحم نے بالکل بچوں والے انداز میں قدسیہ بیگم سے اسکی شکایت کی۔اسکی بات سن کر نمل نے صدمے سے آنکھیں پھیلائیں۔

Zubi Novels Zone

تم سے محبت نہ کرتی تو کیا سارے خاندان کی ناراضی مول لیتی۔۔؟ خبردار" جو تم نے میری نمل نے بارے میں کچھ کہا تو۔۔" ذلیخہ پھوپھو نے فوراً نمل کی طرفداری کی تھی۔ انکی بات سن کر ارحم کے اندر سرشاری سی پھیل گئی تھی۔ یہ بات تو سچ تھی نمل نے ان دونوں کیلیے بہت بڑی قربانی دی تھی۔

ہاں میں کرتی ہوں اپنی پھوپھو سے پیار آپکو کوئی مسئلہ ہے؟" نمل نے منہ پھلایا۔

اس سے پہلے کوئی کچھ کہتا سوٹڈ بوٹڈ میں ملبوس خیام رانا ڈرائنگ روم میں داخل ہوئے انکے پیچھے ہاتھ میں بڑی سی گن تھامے شیر دل انکا ڈرائیور اور گارڈ ساتھ تھا۔

ڈرائنگ روم میں بیٹھے نفوس کو دیکھ کر خیام رانا ایک پل کو ساکت ہوئے۔ ان کے سامنے ان کی سب سے لاڈی بیٹی تھی جس سے وہ سالوں پہلے سارے رشتے ختم کر چکے تھے۔ قدسیہ بیگم کے آنسوؤں کے سامنے وہ ہار گئے تھے تبھی انہوں ذلے سے ملنے کی اجازت دے دی تھی لیکن آج اتنے سالوں

بعد اپنی بیٹی کو اپنے سامنے دیکھ کر انکی حالت عجیب ہو گئی تھی۔اور پھر نمل وہ بھی ذلے کے قدموں پر چلی تھی۔دیکھتے ہی دیکھتے خیام رانا کے چہرے کے تاثرات بدلے شدید حیرت اب شدید غصے کا روپ دھار گئی تھی جسے وہ ضبط کرتے الٹے قدموں واپس چلے گئے تھے۔ڈرائنگ روم اب موت جیسی خاموشی چھا گئی تھی۔

شوق اسکے بدل گئے شاید"

"وہ میرے شعر اب نہیں پڑھتا۔۔

ژالے کیلئے آج کا دن کسی صدی کی مانند تھا جو گزرنے کا نام ہی نہیں لے رہا تھا۔وہ جب سے امن سے مل کر آئی تھی اپنے کمرے میں بند ڈھیر ساری فائلوں پر جھکی بیٹھی تھی۔وہ اس کیس کے ہر ایک نقطے کو دیکھ رہی تھی۔

امن پر بہت سارے الزامات تھے اور اسے ہر صورت سوموار کو امن کی ضمانت کرانی تھی۔ایک جگہ بیٹھے رہنے سے اسکی گردن اور کمر بری طرح اکڑ گئی تھی۔دل کا درد الگ تھا۔وہ اپنے اندر ہی بہت ساری جنگیں لڑ رہی تھی۔حناوے کیلئے نفرت،امن کیلئے محبت،امن کو کھو دینے کا خوف یہ ساری سوچیں اسکے دماغ میں صبح سے گردش کر رہی تھیں۔تھک ہار کر اس نے کرسی کی پشت سے ٹیک لگائی اور آنکھیں موندھ لیں۔بامشکل کندھوں تک آتے بال جو اس نے فولڈ کیے تھے ان کی کچھ لٹیں کلپ سے نکل کر چہرے کو چھو رہی تھیں۔خوبصورت چہرے پر تھکن کے آثار نمایاں تھے۔ اس نے اب تک حناوے کو نہیں دیکھا تھا لیکن جانے وہ کتنی ہی بار اپنے ہی خیالوں میں اسکا قتل کر چکی تھی۔امن جیل میں تھا یہ سوچ اسے چین نہیں لینے دے رہی تھی۔

ابھی اسے آنکھیں موندھے چند پل ہی گزرے تھے جب اسکے موبائل نے تھرتھرانا شروع کیا۔اس نے چونک کر آنکھیں کھولی اور سکرین پر چمکتا نمبر

دیکھا۔داؤد کا فون تھا۔داؤد اور وہ دونوں لندن میں ایک ساتھ پڑھے تھے۔ وہ اسکا سب سے اچھا اور بہترین دوست تھا۔داؤد اسکے لئے صرف دوست تھا جب وہ داؤد کیلیئے بہت خاص تھی۔وہ واپس آچکی تھی لیکن داؤد لندن میں رہ گیا تھا۔وہ وہیں پر اپنی وکالت کے جوہر آزمارہا تھا۔ہاں البتہ ایک دودن بعد وہ لازمی اسے فون کرتا تھا۔

ہیلو۔۔"ژالے نے ناچاہتے ہوئے بھی اسکا فون ریسیو کیا تھا۔دل جانے" کیوں دکھ رہا تھا۔ایک تو امن کی فکر اوپر سے امن کا کسی اور سے محبت کرنا ژالے ملک جیسی لڑکی بھی ٹوٹ کر رہ گئی تھی۔شاید محبت چیز ہی ایسی ہوتی ہے اپنے محبوب کو کسی اور کا ہوتے دیکھنا تو دور محبوب کسی اور سے محبت کرتا ہو یہ خیال ہی جان لیوا ہوتا ہے۔اور ژالے ملک آج صبح سے اس آگ میں جل رہی تھی۔

کیسی ہو ملکہ حسن جہاں۔۔؟ہم سے تو بات کرنا گوارہ نہیں کرتی۔۔"اسکی" آواز سنتے ہی داؤد شروع ہو گیا تھا۔وہ خاصہ ہنس مکھ انسان تھا اور ژالے کو تو وہ ہمیشہ تنگ کرتا رہتا تھا۔

بہت تکلیف میں ہوں داؤد۔۔"ژالے کی آواز بھیگ گئی تھی۔"

کیا ہوا ژالے تم ٹھیک ہو؟گھر میں سب ٹھیک ہے نا؟داؤد نے فوراً سیدھا" ہوتے پوچھا تھا۔

کچھ ٹھیک نہیں ہے داؤد کچھ بھی ٹھیک نہیں ہے"وہ خود پر قابو پاتے بولی" تھی۔

ہوا کیا ہے کچھ بتاؤ تو۔۔"داؤد بے چین ہو گیا تھا"

وہ امن۔۔"ژالے کو سانس لینا مشکل لگ رہا تھا۔امن کا نام سنتے ہی داؤد کے چہرے کی رنگت پھیکی پڑ چکی تھی۔جانتا تھا ژالے بے انتہا محبت کرتی تھی امن سے اسکے باوجود اسکی چاہت میں کمی نہیں آئی تھی۔

کیا ہوا امن کو۔۔؟"ژالے نے دھڑکتے دل کے ساتھ پوچھا۔اور پھر اگلے پندرہ منٹ وہ داؤد کو سب کو بتا چکی تھی۔اسکی بات سن کر داؤد نے ایک گہرہ سانس لیا اور سنجیدگی سے بولنا شروع کیا۔

"میرے خیال سے ژالے سب سے بہترین طریقہ یہی ہے اس لڑکی کو ڈھونڈا جائے جس کے ساتھ امن کے دوست نے زیادتی کی تھی اور جس کے فیانسی کو امن نے مارا تھا اسے ڈھونڈ کر اس سے معافی مانگنی چاہیے اگر وہ معافی نامہ سائن کر دے تو یہ کسی یہیں ختم ہو جائے گا۔۔"

تم ٹھیک کہہ رہے ہو داؤد لیکن یہ کام مشکل ہی نہیں ناممکن ہے کیونکہ اسی" لڑکی نے کیس ری اوپن کروایا ہے وہ کس صورت معافی نامہ سائن نہیں کرے گی۔۔"ژالے نے حقیقت بتائی۔

یقین نہیں ہوتا ژالے ملک بھی کسی معاملے کو لے کر اتنی پریشانی ہو سکتی" ہے اسکا مطلب ہے صورتحال کافی خطرناک ہے۔ خیر میں نے یہ بتانے کیلئے فون کیا تھا کہ ایک دو دنوں تک میں پاکستان آرہا ہوں۔ میں آتا ہوں تو پھر مل کر اس مسئلے کو حل کرتے ہیں تمہیں پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے سمجھ آئی۔۔؟"داؤد نے اسے حوصلہ دیا تو ژالے نے اثبات میں سر ہلا دیا۔
داؤد کا ساتھ اسے کافی مطمئن کر گیا تھا۔

خضر اور رخسار پھوپھو کے جانے کے بعد ہدی اور منال کافی دیر تک ایک دوسرے سے باتیں کرتی رہی تھیں آج دونوں نے بہت سی پرانی یادیں تازہ کی تھی۔شاویز اپنے کمرے میں جا چکا تھا اور زیان بھی غائب تھا۔اسی لئے وہ دونوں پر سکون تھیں۔ہدی تو آنکھوں سے تو نیند کافی دور تھی البتہ منال جان بوجھ کر کمرے میں نہیں جا رہی تھی ہو چاہتی تھی جب وہ کمرے میں جائے تو شاویز سو چکا ہو۔جانے کیوں وہ اسکی بولتی آنکھوں کا سامنا نہیں کرنا چاہتی تھی۔

"میرے خیال سے اب تمہیں جانا چاہیے منال۔۔شاویز بھائی تمہارا انتظار کر رہے ہوں گے۔۔"ہدی نے لاؤنج میں لگے بڑے گھڑیال کو دیکھتے ہوئے کہا جس پر ایک کا گھنٹا بج چکا تھا۔اسکی بات سن کر منال خاموشی سے سر جھکا گئی۔

کیا ہوا کیا تم اب شاویز بھائی سے محبت نہیں کرتی۔۔؟"اسے خاموش دیکھ کر ہدی نے سوال کیا اسکے سوال پر منال نے سر اٹھا کر اسے شاکی نظروں سے دیکھا لیکن بولی کچھ نہیں۔اسے کم از کم ہدی سے اس سوال کی توقع نہیں تھی۔وہ جانتی تھی کہ منال شاویز کیلئے پاگل تھی۔

"دیکھو میں نہیں جانتی تمہارے اور شاویز بھائی کے درمیان ایسا کیا ہوا ہے جو تم ان سے دور ہو گئی ہو۔لیکن یقین کرو جو بھی ہوا اس میں شاویز بھائی کا قصور نہیں ہے تم جانتی ہو وہ بہت اچھے ہیں اور تم انکی زندگی میں داخل ہونے والی پہلی اور آخری لڑکی ہو۔۔ہو سکتا ہے کسی نے تمہارے دل میں بدگمانی ڈالی ہو انکی طرف سے۔۔ سمجھنے کی کوشش تو کرو۔۔"ہدی نے منال کا ہاتھ دبا کر کہا تو منال نے چونک کر اسے دیکھا۔
"لیکن کوئی ایسا کیوں کرے گا؟"منال حیران ہوئی۔

تمہیں کیا لگتا ہے صرف تم ہی شاویز بھائی سے محبت کرتی ہو؟ ہو سکتا ہے" کوئی اور بھی انہیں چاہتا ہو اور تمہیں ان سے بدگمان کرنا چاہتا ہو تا کہ تم خود شاویز بھائی کو چھوڑ دو اور اسکا راستہ صاف ہو جائے۔۔" ہدی نے ڈھکے چھپے لفظوں میں منال کو حقیقت سے روشناس کرانا چاہا۔ منال خاموش رہی۔

اب تم جاؤ اور انہیں سمجھنے کی کوشش کرو۔ شاویز بھائی کیلئے سب کچھ تم ہو" اور تم جانتی ہو اپنی چیزوں اور اپنے خاندان کو لے کر شاویز بھائی کس قدر ٹچی ہیں تم تو پھر انکی وائف ہو۔۔" ہدی کافی سمجھدار ہو گئی تھی منال کو تو یہی لگا تھا۔ اسکی بات کا بنا کوئی جواب دیے منال اٹھی اور اپنے کمرے کی جانب بڑھ گئی جو

نیچے ہی سیڑھیوں کے قریب تھا۔

جیسے ہی وہ کمرے میں داخل ہوئی تو حیران رہ گئی۔ اسے نیند آئی تھی لیکن وہ خود پر ضبط کئے بیٹھی تھی اسے اندازہ نہیں تھا شاویز اب تک جاگ رہا ہو گا۔

وہ بیڈ پر فائلیں پھیلائے بیٹھا تھا۔ دروازے کھلنے کی آواز پر سر اٹھا کر منال کو دیکھا اور پھر سر جھکا لیا۔

مجھے لگا تھا آج تمہارا لاؤنج میں سونے کا ارادہ ہے۔۔"وہ بولنے سے خود کو" باز نہیں رکھ پایا تھا۔ منال نے اپنے دھڑکتے دل پر قابو پایا اور خود کو ریلیکس کرتی آگے بڑھی۔

جی نہیں میں کیوں باہر سوؤں گی؟ ہدی سے باتیں کر رہی تھی۔ اور آپ" نے کیا کباڑ پھیلایا ہوا ہے بیڈ پر اٹھائیں اسے یہاں سے پلیز۔۔ مجھے نیند آئی ہے سونا ہے۔۔"اس نے بوجھل ہوتی آنکھوں کے ساتھ کہا تھا۔ شاویز نے اسکے لفظ "کباڑ" کو ذہن میں رکھتے ہوئے اپنی اہم فائلوں کو دیکھا جو زمین کے کاغذات تھے اور پھر ایک سنجیدہ نظر منال پر ڈالی جو اسکی محنت کو کباڑ کہہ رہی تھی۔

میں پچھلے دو گھنٹے سے چائے کا انتظار کر رہا ہوں۔۔کب ملے گی۔۔؟"اسکی" بات کو ہوا میں اڑاتے ہوئے شاویز نے اپنا مسئلہ پیش کیا۔

اس وقت کون چائے پیتا ہے؟اور اتنی کڑوی چائے میں تو ہر گز نہیں بنا" رہی۔۔ایسی چائے پیتے ہیں تبھی تو خود کڑوے ہیں۔"آخری بات منال نے آہستہ سے کہی تھی لیکن شاویز کی تیز سماعت تک وہ بات پہنچ چکی تھی۔

میں کڑوا ہوں لیکن تم تو میٹھی ہو نا پھر کیوں آج کل مرچیں چبا رہی ہو؟""" وہ اچانک ہی اپنی جگہ سے اٹھا اور منال کی جانب بڑھا تھا۔
منال کا نازک دل جانے کیوں لرز رہا تھا۔

مجھے کیا ضرورت ہے مرچیں چبانے کی یہ کام آپ کو زیب دیتا ہے اور آپ" پر ہی جچتا ہے مجھ پر ہر گز نہیں۔۔"اس سے پہلے شاویز اس تک پہنچتا منال

نے آگے بڑھ کر بیڈ سے فائلیں اٹھانا شروع کر دی تھیں۔شاویزاب سینے پر بازو جمائے دلچسپی سے خفا خفا سی منال کو دیکھ رہا تھا۔

اگر آپ نے مزید کام کرنا ہو تو پلیز اسٹڈی روم میں چلے جائیں میں کافی" تھک چکی ہوں مجھے صبح یونیورسٹی بھی جانا ہے۔۔"اس نے فائلوں کو اٹھا کر کمرے میں ایک جانب پڑی میز پر رکھا اور بیڈ شیٹ کو درست کرنے لگ گئی۔ اور ہاں مجھے یونیورسٹی بھی چھوڑ آیئے گا اگر وقت ہو آپ کے پاس نہیں تو" ڈرائیور سے کہہ دیجئے گا۔۔"وہ بنا اسکی خاموشی کی پرواہ کئے بولے جا رہی تھی اور پھر بیڈ کے ایک جانب بیٹھ کر ایک نظر شاویز کو دیکھا جو اسے ہی دیکھ رہا تھا۔نیند کی وجہ سے منال کی آنکھیں سرخ تھیں۔

لائٹ بند کر دیں پلیز۔۔"وہ کمبل سر تک اوڑھتی سکون سے لیٹ چکی" تھی۔شاویز تو حیرت سے اس لڑکی کو دیکھ رہا تھا جو کس قدر بہادر ہو گئی تھی

تبھی اس پر یعنی شاویز رانا پر حکم چلا رہی تھی۔ نیند تو اسے بھی آ رہی تھی۔ وہ بھی سفر سے تھکا ہوا آیا تھا اسکا ارادہ تھا منال سے کھل کر بات کرنے کا لیکن اسکی حالت دیکھ کر شاویز نے اپنا ارادہ ترک کر دیا اور اسے سکون سے سونے دیا تھا۔

رات کے اس پہر رانا ہاؤس میں خاموشی کا راج تھا جب بخت رانا ہاؤس میں داخل ہوا۔ وہ یونیفارم پہنے ہوئے تھا اور ہمیشہ کی طرح پر وقار لگ رہا تھا۔ اسکے اختیار میں ہوتا تو وہ کبھی رانا ہاؤس نہیں آتا کیونکہ اسکی محبت نے گہرا زخم دیا تھا اسے۔۔ لیکن وہ مجبور تھا اسکی زندگی میں صرف ہدی نہیں باقی لوگ بھی تھے۔ فاریہ بیگم پچھلے ایک مہینے سے اسے بلا رہی تھیں اب جیسے ہی اسے چھٹیاں ملی تھیں وہ نا چاہتے ہوئے بھی چلا آیا تھا۔ اور اب تو حنا وے بھی واپس آ گئی تھی۔ میجر اغوان رانا کے بیٹے بخت رانا کو ایک لڑکی کی

بے رخی نے پتھر کا بنا دیا تھا۔ وہ پکا ارادہ کر کے آیا تھا کہ اس بار ہدی کو آزاد کر کے ہی واپس جائے گا۔ وہ زبردستی کا قائل ہر گز نہیں تھا اور نہ وہ ہدی کو زبردستی اپنے ساتھ باندھ کر رکھ سکتا تھا۔

اسے یاد تھا جب پہلی بار منال اور شاویز کے نکاح پر ہدی نے کیسے اسکی محبت کو ٹھکرایا تھا۔ پھر دو سال وہ اس سے کتنی اکھڑی اکھڑی رہی تھی۔ بخت وجہ نہیں جانتا تھا وہ ایسا کیوں کر رہی تھی؟ لیکن پھر اچانک سب ٹھیک ہونے لگا تھا شاید ہدی کو اسکی محبت پر یقین آنے لگا تھا۔ بہت خوش تھا وہ جب اسکی اور ہدی کی شادی ہونے والی تھی۔ مہندی کی رسم کے بعد وہ دل کے ہاتھوں مجبور ہو کر ہاتھوں میں خوبصورت گجرے تھامے سب سے چھپتے چھپاتے اسکے کمرے میں آیا تھا۔ وہ اسے کمرے میں نظر نہیں آئی تھی۔ شاید وہ چینج کر رہی تھی۔ ڈریسنگ روم کا دروازہ بند تھا۔ کچھ دیر انتظار کرنے کے بعد وہ گجرے میز پر رکھ کر پلٹنے لگا تھا تبھی اسکی نظر میز پر اوپر نیچے رکھی تین چار ڈائریوں پر پڑی تھی۔

ھدی اور ڈائری؟" اسے حیرت ہوئی تھی۔ نا چاہتے ہوئے بھی بخت نے ایک ڈائری اٹھائی اور اسے کھولا۔ یہ وہ ڈائری تھی جسے ہدی لکھا کرتی تھی جو ایک بار شاویز کے ہاتھ لگی تھی اور حناوے اسکے کمرے سے چرا کر لائی تھی۔ پہلا صفحہ پڑھتے ہی اسکے چہرے کا رنگ پھیکا پڑا تھا۔ جگہ جگہ خضر کا نام تھا۔ بخت کے ہاتھ لرزے اور ڈائری ہاتھ سے چھوٹ کر نیچے جا گری۔

"ہدی خضر سے محبت کرتی تھی۔۔؟" وہ بے یقینی کی سی کیفیت میں تھا۔ اسے اب سمجھ آرہا تھا ہدی اس رشتے سے خوش کیوں نہیں تھی۔ تبھی ڈریسنگ روم کا دروازہ کھلا اور ہدی باہر آئی تھی۔ وہ بخت کو وہاں دیکھ کر ٹھٹھکی تھی اور پھر بخت کے قدموں میں پڑی ڈائری دیکھ کر ہدی کو اپنے اپنی زندگی گہری کھائی کا شکار ہوتی نظر آئی تھی۔

ھدی اور ڈائری؟" اسے حیرت ہوئی تھی۔ نا چاہتے ہوئے بھی بخت نے" ایک ڈائری اٹھائی اور اسے کھولا۔ یہ وہ ڈائری تھی جسے ہدی لکھا کرتی تھی جو ایک بار شاویز کے ہاتھ لگی تھی اور حناوے اسکے کمرے سے چرا کر لائی تھی۔

پہلا صفحہ پڑھتے ہی اسکے چہرے کا رنگ پھیکا پڑا تھا۔ جگہ جگہ خضر کا نام تھا۔ بخت کے ہاتھ لرزے اور ڈائری ہاتھ سے چھوٹ کر نیچے جا گری۔

"ہدی خضر سے محبت کرتی تھی۔۔؟" وہ بے یقینی کی سی کیفیت میں تھا۔

اسے اب سمجھ آرہا تھا ہدی اس رشتے سے خوش کیوں نہیں تھی۔ تبھی ڈریسنگ روم کا دروازہ کھلا اور ہدی باہر آئی تھی۔ وہ بخت کو وہاں دیکھ کر ٹھٹھکی تھی اور پھر بخت کے قدموں میں پڑی ڈائری دیکھ کر ہدی کو اپنے اپنی زندگی گہری کھائی کا شکار ہوتی نظر آئی تھی۔

بخت نے ایک شکوہ بھری نظر ہدی پر ڈالی اور خاموشی سے کمرے سے نکل گیا۔

بخت میری بات سنیں پلیز۔۔"ہدی اسکے پیچھے لپکی تھی لیکن وہ اسے" روک نہ پائی۔وہ بھاگنے کے انداز میں سیڑھیاں پھلانگتا وہاں سے غائب ہو چکا تھا۔ہدی نم آنکھیں لئے واپس کمرے میں آگئی تھی۔اس نے نیچے قیمتی قالین پر گری ڈائری اٹھائی اور اسے میز پر رکھ دیا اور پھر میز پر رکھے خوبصورت موتیے کے گجرے دیکھ کر اسکا دل کرلا یا تھا۔دو آنسوں موتیوں کی طرح ٹوٹ کر آنکھ سے پھسلے اور گالوں پر بہتے چلے گئے تھے۔

وہ ساری رات بخت رانا ہاؤس سے غ-ائب رہ-ا تھا۔

گھر والے اسے ڈھونڈ ڈھ-ونڈ کر تھک گئے تھے۔اگلی صبح نکاح تھا۔وہ سرخ آنکھیں لئے رانا ہاؤس پہنچا تھا۔ساری رات اسکی کانٹوں پر گزری تھی۔ایک جانب ہدی تھی تو دوسری طرف اسکی اپنی بہن تھی حناوے۔۔۔اب وہ نہ ہدی کو اپنا سکتا تھا اور نہ چھوڑ سکتا تھا۔اپنا لیتا تو ہدی اس سے کبھی محبت نہ کرتی اور اگر چھوڑ دیتا تو وہ خضر اور حناوے کے درمیان آجاتی۔۔۔۔بخت کو تو کم ازکم یہی لگ رہا تھا۔اسے اپنی دماغ کی رگیں پھٹتی محسوس ہو رہی تھیں۔

شادی والا گھر تھا ہر طرف گہما گہمی تھی۔وہ چاہ کر بھی کسی سے اس موضوع پر بات نہیں کر پایا تھا۔نکاح سے پہلے ایک بار اسکا ہدی سے سامنا ہوا تھا اسکی نم آنکھیں بخت کو اندر تک خاک کر گئی تھیں اسے اپنی قسمت پر رونا آرہا تھا۔۔ایک ایسی لڑکی کو اسکا بنایا جا رہا تھا جو کسی اور پر مرتی تھی۔

اور پھر وہ پہاڑوں جیسی مضبوطی کا مالک لڑکا خاموشی سے سب سہہ گیا تھا۔بنا کسی کو کچھ بتائے اس نے ہدی سے نکاح بھی کر لیا تھا۔دلہن بن کر ہدی کا حسن دو آتشی ہو گیا تھا۔بخت ایک سرسری سی بے اختیار نظر اس پر پڑ گئی تھی۔"وہ اسکی ہو کر بھی اسکی نہیں تھی۔۔"وہ نظروں کا رخ پھیر گیا اور دوبارہ غلطی سے بھی ایک نگاہ اس پر نہیں ڈالی تھی۔شادی کے دو دن بعد ہی وہ ڈیوٹی پر چلا گیا۔اس سارے عرصے میں اس نے ایک بار بھی ہدی سے بات نہیں کی تھی۔وہ بھی حناوے رانا کا بھائی تھی۔۔کیپٹن شاہ بخت رانا جو اسکا نہیں تھا وہ اسے ایک نظر دیکھنا گوارہ نہیں کرتا تھا اور اسکا ہوتا تھا وہ کسی اور کی نظر اس پر نہیں پڑنے دیتا تھا۔۔۔لیکن معاملہ یہاں بہت ہی عجیب

تھا۔بخت کو لگتا تھا ہدی اسکی ہو کر بھی اسکی نہیں تھی اور یہی چیز اسے اندر سے توڑ رہی تھی۔

آج وہ اتنے عرصے بعد گھر آیا تھا۔اس عرصے میں ہدی نے اسے بہت فون کئے تھے مگر مجال ہے جو اس نے ایک بار بھی اسکی بات سنی ہو۔اور اب وہ ہدی کو آزاد کرنے کا فیصلہ کر لے آیا تھا۔وہ جس خاموشی سے گھر میں داخل ہوا تھا ہوا تک کو احساس نہیں ہوا تھا۔وہ سیدھا فاریہ بیگم کے کمرے میں گیا۔ انکے کمرے کی لائٹ جل رہی تھی۔بخت نے جیسے ہی ہینڈل گھما کر دروازہ کھلا سامنے ہی بیڈ کے ایک جانب اسے فاریہ بیگم جائے نماز پر کھڑی نظر آگئی تھیں۔وہ یقیناً تہجد کے نوافل ادا کر رہی تھیں۔فاریہ بیگم کی زبان پر اب ہمیشہ دعائیں رہتی تھیں۔ایک بیٹا سالوں سے زندگی اور موت کی کشمکش کا شکار تھا۔بخت کی زندگی بھی وطن کا رکھوالا ہونے کی حثیت سے خطروں کی

زد میں رہتی تھی اور حناوے۔۔۔وہ تو آگ کا کھیل کھیل رہی تھی۔فاریہ بیگم کو سمجھ نہیں آتی تھی کہ انکا کونسا بچہ انکی دعاؤں کا زیادہ مستحق تھا۔

پہلے شوہر کے چھوڑ جانے کا غم تھا لیکن وہ اتنا زیادہ نہیں تھا۔تین بچے تھے ان کے جو ہمیشہ کھلکھلاتے رہتے تھے زندگی ہنسی خوشی گزر رہی تھی کہ ایک دن طوفان آیا اور سب بکھر گیا۔اس طوفان کا نام امن ملک تھا جو خود آج کل آندھیوں کی زد میں تھا۔

وہ دبے پاؤں کمرے میں داخل ہوا اور پھر فاریہ بیگم کے بائیں جانب زمین پر گھٹنے ٹیک کر بیٹھ گیا۔کچھ دیر بعد فاریہ بیگم نے سلام پھیرا تو بخت کو اپنے سامنے دیکھ کر کھل اٹھیں۔

میرا بچہ آگیا۔۔"انہوں نے بخت کو سینے سے لگایا اسکی کشادہ پیشانی پر بوسہ" دیا اور کتنی ہی دیر نم آنکھیں لئے وہ اسے دیکھتی رہیں۔

ارے اماں چپ کر جائیں نا کیوں رو رہی ہیں دیکھیں تو میں آگیا ہوں۔۔""""

بخت نے انہیں اپنے ساتھ لگاتے ہوئے چپ کروایا۔

"تم تو اپنی ماں کو بھول ہی جاتے ہو بخت۔۔ایسی بھی کیا وطن کی محبت جو ماں کی یاد ہی نہیں آتی۔۔" وہ اسکے سینے سے لگی شکوہ کر رہی تھیں۔

"اچھا پریشان مت ہوں اس بار لمبی چھٹی پر آیا ہوں آپکے سبھی شکوے شکایات دور ہو جائیں گی۔۔" بخت نے اپنے دکھتے دل پر قابو پاتے انہیں بہلانے کی کوشش کی تھی۔

"طبیعت کیسی ہے اب آپکی۔۔؟" کچھ دیر بعد فاریہ بیگم بیڈ پر بیٹھی تھیں اور وہ انکی گود میں سر رکھے لیٹا تھا۔

"میں تو ٹھیک ہوں لیکن مجھے لگتا ہے تمہاری طبیعت صاف ہونے والی ہے۔۔" فاریہ بیگم نے مصنوعی غ۔صے سے کہا۔

"لیکن وہ کیوں؟ میں نے کیا کیا؟" بخت چونک کر سیدھا ہوا۔اب وہ سوالیہ نظروں سے فاریہ بیگم کو دیکھ رہا تھا۔وہ ان پانچ سالوں میں عمر کا ایک بہت بڑا حصہ گزار گئی تھیں۔پریشانیوں نے انہیں بوڑھا سا کر دیا تھا۔بخت کی نظریں ان کے چہرے کا طواف کر رہی تھیں۔

ہدی کو تنگ کرتے ہو ناتم؟ شرم نہیں آتی تمہیں معصوم بچی کو رلاتے "
ہوئے۔۔؟" فاریہ بیگم نے ایک سیکنڈ کے اندر اسکی کلاس لے ڈالی تھی۔ وہ
ایسی ہی تھیں جتنا مرضی پیار کر لیتیں لیکن غلط بات پر وہ اسے بخشتی نہیں
تھیں اور نہ حناوے کو۔ ہدی نے نام پر بخت کا دل زور سے دھڑکا تھا لیکن پھر
اسکے رونے کی وجہ سے سمجھ کر اسے اپنے اندر آگ جلتی محسوس ہوئی تھی۔
ارے اماں میں کیوں رلاؤں گا اسے؟ آپکو پتہ تو ہے میرے پاس اتنا وقت "
نہیں ہوتا کہ میں اس سے روز یا ہر وقت بات کر سکوں۔۔" بخت نے نظریں
چراتے ہوئے بہانہ بنایا۔

جانتی ہوں تم مصروف ہوتے ہو لیکن اسکا یہ مطلب نہیں تم اپنی نئی نویلی "
دلہن کو، جس نے کوئی بھی خوشی نہیں دیکھی صرف اسی وجہ سے کہ تم
" شادی کے دوسرے دن چلے گئے، اب اسے رلاؤ گے۔۔؟
اچھا اماں معاف کر دیں اب نہیں رلاتا آپکی بہو کو۔۔" بخت نے کان "
پکڑتے ہوئے معافی مانگی۔ وہ اس موضوع پر بات نہیں کرنا چاہتا تھا۔

ٹھیک ہے۔اب جاؤاپنے کمرے میں جا کر معافی مانگو ہدی سے اور خبر دار جو اب اسکی آنکھ میں تمہاری وجہ سے ایک بھی آنسو آیا۔" فاریہ بیگم نے اسے دھمکی دی تھی۔اور بخت مسکرا کرانکے ہاتھوں پر بوسہ دیتا،انکے کمرے کا دروازہ بند کر کے باہر نکل آیا تھاالبتہ اپنے کمرے میں جانا اسے موت نظر آرہا تھا۔

ساری رات ہدی بخت کاانتظار کرتی رہی تھی۔اسے ایک پل کیلئے بھی نیند نہیں آئی تھی۔نیند تواس سے اسی دن روٹھ گئی تھی جب بخت غلط فہمی کا شکار ہوا تھا۔انتظار کرتے کرتے صبح کے تین بج گئے تھے جب وہ نم آنکھیں لئے اٹھی اور جانے دل میں کیا آیا کہ وضواور رب کے حضور سجدہ ریز ہو گئی۔ کہیں دنوں کا غبار دل میں جمع تھا جواب آنسوؤں کے ذریعے بہہ رہا تھا۔اپنے

جذبات اور اپنی تکلیف کو کس سے بانٹتی وہ؟ غلطی اسکی ہی تھی اسی لئے خاموشی سے بخت کی دی سزا سہہ رہی تھی۔

"یا اللہ میری کم عمری کی نادانی اور غلطی مجھے اتنی بڑی سزا مت دے۔ میں جانتی ہوں میں گنہگار ہوں لیکن میں نے کبھی حدود کو نہیں توڑا جو تھا بچپنا تھا یا میرے مالک میری چھوٹی سی غلطی کی وجہ سے مجھے بخت کی نظروں سے مت گرا۔۔" وہ روئی تو روتی چلی گئی۔

اب تک وہ جس آگ میں جل رہی تھی صرف وہ جانتی تھی۔ راتوں کو اپنی غلطی پر رونا اور صبح ہوتے ہی سب کے سامنے ہنسنا مسکرانا بہت مشکل تھا اور بخت کا رویہ اسے اندر سے کھا رہا تھا۔

اسکے دل میں بخت کیلیئے جذبہ تب جاگا تھا جب وہ حادثہ ہوا تھا جس میں امن ملک نے اسے اور منال کو بچایا تھا۔ اس رات جب بخت نے اسے فون کیا وہ

کتنا پریشان تھا سکے لئے۔ حالانکہ حناوے اور خضر کی منگنی پر اس نے بخت کے ساتھ بدتمیزی کی تھی۔

وہ اس سے میلوں دور ہو کر اسکا خیال رکھتا تھا ورنہ سہی جب بھی اسے وقت ملتا وہ لازمی اسے فون کرتا تھا۔ بخت کا رکھ رکھاؤ اور اسکا نرم رویہ ہدی کے دل میں اپنا گھر کرنے لگا تھا۔ پھر حناوے چلی گئی سب بدل گیا۔ وہ اب خضر کو لے کر کسی سے نہیں لڑتی تھی۔ اور لڑنے کی کوئی وجہ بچی ہی نہیں تھی۔ حناوے جا چکی تھی جبکہ خضر اسے کبھی کبھی نظر آتا تھا۔ وقت گزرتا گیا اور خضر کا خیال ہدی کے ذہن سے مٹنا شروع ہو گیا تھا۔ اسکی ایک اور بڑی وجہ تھی۔ خضر اسے بالکل بہنوں کی طرح سمجھتا تھا۔

یہ اس دن کی بات تھی جب ہدی اور بخت کے نکاح کی تاریخ پکی ہو گئی تھی اور اسی روز شاویز اور منال کی رخصتی بھی تھی۔

وہ رخسار پھوپھو سے ملنے حیات ہاؤس آئی تھی۔ خضر اسے لاؤنج میں ہی مل گیا تھا۔ جبکہ رخسار پھوپھو اپنے کمرے میں سو رہی تھیں۔

ہدی نے کبھی خضر سے نہیں کہا تھا کہ وہ اسے پسند کرتی تھی۔بس وہ اسے اچھا لگتا تھا اور وہ اپنے کچی عمر کے جذبات کو ڈائری پر اتارتی رہتی تھی۔رخسار پھوپھو کے آرام کرنے کا سن کر وہ واپس جانا چاہتی تھی جب خضر نے اسے بیٹھنے کو کہا۔جانے کیوں اسے اب خضر سے جھجک سی محسوس ہوتی تھی بات کرنے کی تو اسکی ہمت ہی نہیں ہوئی تھی کبھی۔۔

ہدی بیٹھ جاؤ تم سے ضروری بات کرنی ہے"اور وہ سر جھکائے بیٹھ گئی تھی۔" یہ بس حناوے ہی تھی جو خضر کو اسکے منہ پر "رشوت خور"اور پتہ نہیں کیا کیا بولتی رہتی تھی ورنہ راناہاؤس کی باقی لڑکیاں تو اسکا احترام ہی کرتی تھی۔

ہدی تم میرے اور حناوے کو رشتے کو اچھی طرح جانتی ہو بیشک وہ اب" یہاں نہیں ہے لیکن رشتہ تو قائم ہے نا جو اس سے بنا تھا،اور یہ بھی جان لو میں نے ہمیشہ تمہیں چھوٹی بہن سمجھا ہے۔یہ بچپن کے کرش جسے ہم محبت سمجھ بیٹھتے ہیں یہ بہت نقصان دہ ہوتے ہیں۔۔"جانے وہ کیا کہنے والا تھا ہدی کا دل تیزی سے دھڑک رہا تھا۔

اب تمہاری اور بخت کی شادی ہونے والی ہے۔ تم واقعی بخت والی ہو جسے" بخت رانا جیسا لڑکا مل رہا ہے۔ آج سے پہلے تم نے میرے بارے میں جو بھی سوچا ہوا سے نادانی سمجھ کر بھول جاؤ۔۔" وہ کیسے بھول گئی تھی کہ خضر ایک زیرک پولیس والا تھا جسکی نگاہوں سے کچھ چھپا نہیں رہ سکتا تھا۔ ہدی نے شرمندگی سے آنکھیں بند کی اور اسکا جھکا سر مزید جھک گیا۔

اب تم بچی نہیں ہو بڑی ہو گئی ہو۔۔ اور میں جانتا ہوں اب تم سمجھدار بھی" ہو گئی ہو میں نہیں چاہتا کل کو تمہاری بخت سے شادی ہو اور تم دونوں میں کوئی غلط فہمی پیدا ہو کیونکہ بخت محبت کرنے والا شخص ہے وہ یہ سب سہہ نہیں پائے گا۔۔ اور یاد رکھو کہ بڑوں کے فیصلے ہمارے حق میں ہمیشہ درست ہوتے ہیں۔۔ سمجھ آئی۔۔؟" وہ نرم لہجے میں سمجھا رہا تھا۔ اسے حناوے کی قسمت پر رشک آیا تھا۔ چار سال ہو گئے تھے اسے گئے ہوئے اور خضر خود کو صرف اسی کا سمجھتا تھا۔ اس نے کبھی امانت میں خیانت کا نہیں سوچا تھا۔ کس قدر خود کو سنبھال کرر کھا ہوا تھا۔ اور بخت بھی تو کچھ ایسا ہی تھا۔ اپنے تمام تر

جذبات اس نے ہدی کے نام کر رکھے تھے۔بخت کو لے کر ہدی کا دل گداز ہوا تھا۔

جج۔۔جی۔۔"وہ بس سر ہلا کر رہ گئی تھی۔"

گڈ گرل۔۔اب جاؤ اور خوش رہو اگر کبھی کوئی مسئلہ ہو تو مجھے بتانا میں" کرلوں گا ہینڈل۔۔"وہ دلکشی سے مسکرایا تھا اور ہدی سر پر پیر رکھ کر وہاں سے بھاگی تھی۔اور اس نے ہدی اپنی لڑکپن کے جذبات پر ہنستی رہی تھی۔ خضر کا احترام اسکے دل میں مزید بڑھ گیا تھا اور بخت کیلئے خوبصورت جذبات گہرے ہوتے گئے۔

لیکن خوشیاں اتنی آسانی سے کہاں مل جاتی ہیں۔کتنی خوش تھی وہ اپنی شادی کو لے اور مہندی کی رات جب وہ اپنی الماری سے کچھ ڈھونڈ رہی تھی تب اسکی نظران ڈائریوں پر پڑی جو اس نے اپنی نادانی میں لکھی تھیں۔

ارے ان کو تو میں جلانا ہی بھول گئی۔۔" اپنے سر پر چت لگاتی وہ الماری" سے انہیں نکالنے لگی۔ پھر اس نے وہ ڈائریاں میز پر رکھی اور خود چینج کرنے چلی گئی۔ اور جب وہ باہر نکلی تو بد قسمتی سے سب بدل گیا تھا۔ بخت ڈائری دیکھ چکا تھا اور ہدی کو رانا ہاؤس کی چھت اپنے اوپر گرتی محسوس ہوئی تھی۔ وہ اسے روکنا چاہتی تھی اسکی غلط فہمی کو دور کرنا چاہتی تھی لیکن وہ نہیں رکا۔۔۔ اور اس دن بخت جو فاصلے بڑھائے تھے وہ آج تک کم نہ ہوئے تھے۔

شادی والے دن بھی وہ ڈرتی رہی تھی کہیں بخت انکار نہ کردے۔۔ جب نکاح ہوا تو ایک سکون سے اسکے اندر اتر گیا تھا۔ اسے یقین تھا وہ بخت کی غلط فہمی دور کردے گی لیکن وہ کمرے میں ہی نہیں آیا۔ پھر دو دن بعد وہ چلا گیا بنا اسکی سنے۔۔ بنا اپنی کہے اور تب سے وہ انتظار کی سولی پر لٹک رہی تھی۔

اور بخت کو تو حیرت کا شدید جھٹکا لگا تھا جب اس نے ہدی کو نماز پڑھتے دیکھا۔ کتنی ہی دیر وہ اسے دعا مانگتے دیکھتا رہا تھا۔

Click On The Link Above To Read More Novels / ✆ / ✉ 0344 4499420
https://www.zubinovelszone.com/

اور جب ہدی جائے نماز تہہ کر کے کھڑی ہوئی تو بخت کو دروازے پر دیکھ کر ساکت رہ گئی۔وہ جو اسے ہی دیکھ رہا تھا فوراً چونکا۔

السلام علیکم۔۔"وہ سلام کرتا آگے بڑھا۔بیگ کو بیڈ پر رکھا اور خاموشی سے" بیڈ ہر بیٹھ کر اپنے بھاری بھرکم بوٹ اتارنے لگا۔ہدی بت بنے کھڑی تھی۔
کتنے عرصے بعد اس ظالم شخص کی آواز سنی تھی اسکی صورت دیکھی تھی۔ہدی کی آنکھیں پھر سے نم ہونے لگی تھیں۔

بت بن کر کیوں کھڑی کیوں ہو بھوت دیکھ لیا ہے کیا۔۔؟"وہ لہجے کو حد" درجہ نارمل رکھتے ہوئے بولا تھا۔
اور ہدی اپنی بے اختیاری پر جھینپ گئی تھی۔
وہ جائے نماز کو صوفے پر رکھتی اسکی جانب بڑھی تھی۔

کیسے ہیں آپ۔۔؟" وہ اب اسکا بیگ اٹھا کر الماری میں رکھتے پوچھ رہی تھی۔وہ کتنی بدل سی گئی تھی بخت نے محسوس کیا تھا۔وہ شوخی شرارت اسکے چہرے کی وہ ہنسی غائب سی ہو گئی تھی۔

الحمد اللہ ٹھیک ہوں۔" سنجیدہ لہجے میں کہتا وہ کھڑا اور ننگے پاؤں قالین پر چلتا الماری کی جانب بڑھ گیا اسکا ارادہ شاور لینے کا تھا۔اور ہدی سے تو بات کرنے کی ہمت نہیں ہو رہی تھی۔

کتنا ظالم ہو گیا تھا وہ حال تک نہیں پوچھا تھا اسکا۔ہدی بھی خاموش رہی۔وہ اپنا سادہ سا سوٹ نکالتا باتھ روم کی جانب بڑھ گیا تھا اور ہدی خاموشی سے بیڈ پر بیٹھ گئی تھی۔دس منٹ بعد وہ نہا کر نکلا تھا۔تولیے سے بال صاف کرتے وہ ٹھٹھک گیا تھا کیونکہ ہدی ابھی بھی جاگ رہی تھی۔

تم سوئی نہیں۔۔؟" وہ بھنویں اچکائے پوچھ رہا تھا۔ہدی کا روپ بخت سے ہضم نہیں ہو رہا تھا۔

نہیں وہ میں سوچ رہی تھی بھوک لگی ہو گی آپکو کھانا لادوں۔۔؟"ہدی نے" تمیز سے پوچھا تھا۔

نہیں۔۔اس وقت کھانا نہیں ایسا کرو ایک کپ چائے بنادو بس تھوڑا سا" تھک گیا ہوں ویسے بھی فجر کا وقت ہونے والا ہے نماز پڑھ کر ہی سوؤں گا۔۔"سفید رنگ کے سادہ سے سوٹ میں وہ بہت واقعی وجیہہ لگ رہا تھا یا پھر ہدی کو پیارا الگ رہا تھا وہ فیصلہ نہیں کر پائی تھی۔وہ اسے دیکھتی رہی تھی۔ کیا ہوا؟چائے نہیں بن سکتی اس وقت۔۔؟"بالوں کو برش کرتے ہوئے" بخت نے سوال کیا وہ اسے ہی تک رہی تھی۔اسکے سوال پر وہ خجل ہوتی چہرے کا رخ موڑ گئی۔
ابھی بنا کر لاتی ہوں۔۔"وہ خود کو ڈپٹتی کمرے سے چلی گئی تھی جبکہ بخت" کندھے اچکا کر رہ گیا تھا۔

امن کی حالت اب پہلے سے بہتر ہو رہی ہے ہمیں پوری امید ہے وہ جلد ہی" ہوش ہی دنیا میں لوٹ آئے گا۔۔"ڈاکٹر کی بات سن کر فاریہ بیگم کے ساتھ ساتھ کمرے میں موجود باقی افراد کے اندر بھی خوشی کی لہر دوڑ گئی تھی۔

حناوے نے صبح ہوتے ہی فاریہ بیگم کو فون کر دیا تھا۔وہ اب بخت، خضر اور ہدی کے ساتھ وہاں موجود تھیں۔

Zubi Novels Zone

اللہ میرے بچے کو جلد ٹھیک کر دے مجھے اور کچھ نہیں چاہیے۔۔"فاریہ" بیگم نے امن کی پیشانی پر بوسہ دیتے ہوئے بھیگے لہجے میں دعا کی تھی۔

چچی جان پریشان مت ہوں دیکھنا ہمارا امن بہت جلد ہمارے سامنے اپنے" پیروں پر کھڑا ہو گا۔۔"ہدی نے انکا ہاتھ تھامتے ہوئے حوصلہ دیا تھا۔

حناوے ہدی کو اس روپ میں دیکھ کر بہت خوش ہوئی تھی۔

بھول گی ہے ہمیں کھانا شانا ملے گا یا نہیں۔۔؟"بخت نے ماحول پر چھائی" آسودگی کو کم کرنا چاہا تھا۔ صبح اس نے ہلکا پھلکا ناشتہ کیا تھا۔اور پھر مری سے اسلام آباد تک کا سفر اب واقعی اسے بھوک لگی تھی۔ جبکہ خضر ہمیشہ کی طرح اہم فون کال سن رہا تھا۔حناوے نے ایک نظر اسے دیکھا تھا پھر وہ بخت کی طرف متوجہ ہو گئی۔

ویسے تو رحمن بھائی گھر پر سب کا انتظار کر رہے ہیں آپ لوگ چاہیں تو وہاں" چلے جائیں یا پھر میں کچھ آڈر کر دوں۔۔؟"حناوے نے ان تینوں کی جانب دیکھتے ہوئے پوچھا۔

Zubi Novels Zone

میں کہیں نہیں جاؤں گی اپنے بچے کے پاس رکوں گی۔۔ تم لوگ چلے جاؤ۔۔" فاریہ بیگم تو امن کا ہاتھ تھامے بیٹھی تھیں۔

"ہاں اماں ٹھیک رہی ہیں رحمن بھائی کی طرف شام میں جائیں گے ابھی یہیں پر کچھ کھا لیتے ہیں ویسے بھی اتنے سالوں بعد تمہاری شکل دیکھی ہے کچھ وقت تمہارے ساتھ گزارنا چاہتا ہوں" بخت کو آئیڈیا اچھا لگا تھا۔اس نے حناوے کا گال تھپتھپاتے ہوئے کہا تھا حناوے مسکرا دی۔

"ٹھیک ہے میں آڈر کر دیتی ہوں آپ لوگ بیٹھیں۔۔" ہدی اپنا موبائل تھامتی کمرے سے نکل گئی تھی۔

"یہ سورج مغرب سے کب سے نکلنے لگ گیا۔۔؟" اسکے جانے کے بعد بخت نے حناوے سے سوال کیا۔

"کیا مطلب۔۔؟" حناوے نے نا سمجھی سے پوچھا۔

مطلب یہ کہ منہ سے آگ نکالنے والی یہ چھوٹی سی ڈائنا سور پلس نک چڑھی اتنی معصوم اوع فرمانبردار کب سے بن گئی۔۔؟"بخت کا اشارہ ہدی کی طرف تھا۔بے ساختہ حناوے کھکھلا کر ہنس دی تھی۔

شرم کریں بھائی بیوی ہے وہ آپکی اور اتنی تو اچھی ہے ابھی بھی اعتراض ہے آپکو؟"حناوے مسکرادی تھی۔

ہاں اتنی اچھی اور فرمانبردار ہونے پر اعتراض ہے مجھے۔۔"بخت نے منہ بنا کر کہا تھا۔تبھی خضر کمرے میں داخل ہوا۔

کیا باتیں ہو رہی ہیں بہن بھائی میں۔۔؟"خضر نے ہلکے پھلکے سے انداز میں پوچھا تھا۔حناوے کو دیکھنے سے وہ گریز کر رہا تھا۔

کچھ نہیں سال بعد ملے ہیں دکھ سکھ بانٹ رہے ہیں۔۔"بخت مسکرادیا تھا۔

یہ تو اچھی بات ہے۔۔"خضر نے کہتے ہوئے نیٹ آن کیا اور خبریں سننے لگا۔

یہ پولیس والے بھی نا۔۔"حناوے زیر لب بڑبڑائی تھی۔خضر کا پسندیدہ" مشغلہ یہی تھا۔وہ فارغ ہوتا تھا تو بس خبریں سنا رہتا تھا۔ملک میں کیا ہو رہا تھا کیا نہیں وہ ہر چیز پر نظر رکھتا تھا۔

مشہور و معروف ماڈل اور وزیر اعلیٰ سندھ بہرام ملک کے پوتے امن ملک" کو، جو محمد اویس کے قتل کے سلسلے میں جیل میں تھا، فی الحال ضمانت پر رہا کر دیا گیا ہے۔۔"خبر کسی دھماکے سے کم نہیں تھی۔وہ تینوں خبر سننے کے بعد ساکت رہ گئے تھے۔

میں اچھی طرح جانتا یہ ملک خاندان اور ژالے ملک کسی صورت بھی امن" ملک کو جیل میں نہیں رہنے دیں گے۔۔"رحمن بھائی نے اپنا خدشہ ظاہر کیا

تھاجواب سچ ہو گیا تھا۔وہ سبھی اس وقت رحمن بھائی کے گھر پر تھے۔
حناوے،بخت،خضراور رحمن بھائی وہ چاروں سر جوڑے بیٹھے۔

"یہ سراسر ناانصافی ہے امن ایسے ضمانت پر رہا نہیں ہو سکتا اور آج تو ویسے بھی اتوار ہے کورٹ بند ہے کاغذات کیسے بنے۔۔؟"بخت کو غصہ آیا ہوا تھا۔
جس ملک میں طاقت کی حکمرانی ہو جہاں قانون بکتا ہو وہاں کچھ بھی ہو سکتا ہے۔۔"خضر جو بار بار ایس اوچ او نمبر ملا رہا تھا سپاٹ لہجے میں کہا تھا۔اسے اس ایس ایچ او پر غصہ آرہا تھا جسکی حراست میں امن ملک تھا۔یقیناً وہ بک گیا تھا۔
"مجھے بھی اندازہ تھا ایسا ہی کچھ ہو گا لیکن یہ چال امن ملک کو بہت مہنگی پڑے گی۔۔"حناوے جو کب سے خاموش بیٹھی ان سب کی باتیں سن رہی تھی وہ بولی تو اسکے لہجے میں چٹانوں جیسی سختی تھی اور اسکی آنکھوں میں عجیب سی

پراسرار چمک تھی۔اسکی بات سن کر بیک وقت ان تینوں نے حناوے کو دیکھا تھا جو میز پر رکھی فائلوں کو گھورتے ہوئے جانے کیا سوچ رہی تھی۔

"تم جانتی ہو حناوے دنیا کا کوئی قانون مجھے قید نہیں کر سکتا۔۔پھر کیوں اپنا اور میرا وقت ضائع کر رہی ہو۔۔؟"آج امن ملک کی آواز میں بے بسی تھی۔وہ حناوے سے نفرت کی جنگ نہیں کرنا چاہتا تھا۔اتنے سال گزر جانے کے باوجود بھی حناوے کے دل سے نفرت نہیں گئی تھی۔

"ضد چھوڑ دو۔۔ ختم کرو اس نفرت کو میں تمہارے لئے سب کچھ کر سکتا ہوں مجھے ایک موقع تو دو۔۔"وہ جیسے التجاؤں پر اتر آیا تھا بالکل ویسے ہی جیسے کبھی علیزے نے اسکی منتیں کی تھیں۔حناوے کے سامنے علیزے کا چہرہ گھوما اور پھر بستر پر پڑے چھوٹے امن رانا کا وجود۔۔

غصے اور نفرت کی ایک تیز اور زوردار لہر اسکے رگ وپے میں سرایت کر گئی تھی۔

"تم کیا سمجھتے ہو امن ملک تمہاری اس دو کوڑی کی جھوٹی محبت پر میں ایمان لے آؤں گی؟ تمہاری ان بے ہودہ باتوں پر میں پھسل جاؤں گی۔۔ سمجھ کیا رکھا ہے تم نے مجھے؟ ہمارے درمیان صرف ایک رشتہ اور وہ ہے نفرت کا۔۔ تمہیں یہ نفرت جینے نہیں دے گی جلا کر راکھ کر دے گی اور یاد رکھنا یہ جو تم اپنی طاقت کے بل بوتے پر جیل سے باہر نکل آئے ہو نا یہ حرکت تمہیں بہت مہنگی پڑے گی۔۔" وہ ناگن کی طرح پھنکارتی اسکی نس نس میں زہر اتار کر فون بند کر چکی تھی۔ جبکہ امن ملک بے بسے فون دیکھ کر رہ گیا تھا۔ اسکی گہرے راز جیسی آنکھیں سرخیوں کا شکار تھی۔۔ اسکا جسم ایسے جل رہا تھا جیسے اسکے چاروں طرف آتش نمرود ہو۔۔ اسے اپنے جسم سے گوشت پگھلنے جیسی تکلیف محسوس ہوتی تھی جب جب حناوے اپنی نفرت کا اظہار

کرتی تھی لیکن وہ بے بس تھا۔وہ پچھلے کچھ دنوں سے رت جگوں کا شکار تھا۔

خان اسکے کمرے میں ایک جانب سر جھکائے اور ہاتھ باندھے کھڑا تھا۔وہ امن کی ایک ایک بات سے واقف تھا۔وہی امن کا ہمراز تھا اور وہی اسکا سچا ساتھی تھا۔

خان۔۔"امن نے خشک ہوتے لبوں پر زبان پھیرتے اسے پکارہ تھا۔"

جی میرے مالک۔۔"خان کسی غلام کی طرح کورنش بجالایا تھا۔"

پانی چاہیے مجھے۔۔"امن کو اپنے گلے میں کانٹے چبھتے محسوس ہو رہے تھے" جبکہ ہاتھ پاؤں کی جان سی نکل رہی تھی۔

خان نے فوراً آگے بڑھ کر بیڈ کے ساتھ میز پر رکھے جگ سے پانی ڈال کر امن کو اپنے ہاتھوں سے پلایا۔امن کو چھوتے ہی اسے کرنٹ لگا تھا۔

آپکو تو بہت تیز بخار ہے سائیں۔۔"وہ امن کی تکلیف پر تڑپ اٹھا تھا۔"

تم جاؤ مجھے سونا ہے۔۔" امن نے موبائل ایک جانب پھینکتے کہا تھا اور پھر وہ اوندھے منہ بیڈ پر گر گیا تھا۔ جانے نیند تھی یا بے ہوشی وہ کچھ دیر بعد ہی ہوش کی دنیا سے بیگانہ ہو گیا تھا۔

خان نے آگے بڑھ کر اسکے جوتے اتارے اور پھر اسے سیدھا کرنے کے بعد کمرے سے نکل گیا۔ وہ ژالے کو اسکے بخار کی خبر دینے جا رہا تھا۔

تین بجے کا وقت تھا جب شاویز رانا ہاؤس واپس آیا۔ وہ آج صبح سویرے ہی کام کے سلسلے میں بنا ناشتے کیے گھر سے نکل گیا تھا۔ جیسے ہی وہ لاؤنج میں داخل ہوا منال کو ٹی وی کے سامنے بیٹھا دیکھ کر حیران رہ گیا۔ عموماً یہ اسکے یونیورسٹی جانے کا وقت تھا۔ کتنے ہی پل وہ اسکے پیچھے کھڑے وہ اسے ٹی وی میں مگن دیکھتا رہا پھر سلام کیا۔ سلام کی آواز پر منال نے پلٹ دیکھا۔

"آپ۔۔؟" وہ تھوڑا حیران ہوئی تھی۔

کیوں مجھے نہیں آنا منع ہے ؟"شاویز نے قدم بڑھا کر صوفے پر بیٹھتے الٹا سوال کیا۔

نہیں ایسی بات نہیں۔۔"منال جانے کیوں گڑبڑا گئی تھی۔"

یونیورسٹی نہیں گئی تم ؟"اب وہ صوفے کی پشت سے ٹیک لگائے آنکھیں موندھے بیٹھا تھا۔ جبکہ ذہنی طور پر وہ منال کی جانب متوجہ تھا۔شاویز کی بات سن کر منال کی آنکھوں میں الجھن ابھری۔

آج سنڈے ہے۔۔"وہ ناچاہتے ہوئے بھی اسکی باتوں کا جواب دے رہی تھی۔

اووہ۔۔سوری میں بھول گیا تھا۔۔"شاویز نے اپنی کنپٹی مسلتے جواب دیا"
تھا۔وہ صبح جاتے ہوئے ڈرائیور سے کہہ کر گیا تھا کہ منال کو دھیان سے یونیورسٹی لے جا کر جائے اور واپسی پر ساتھ لے کر آئے۔

شاویز رانا دن اور تارخ بھول جائے یہ کیسے ہو گیا۔۔؟"منال کو حیرت کا جھٹکا لگا تھا۔

ہفتے کو کلاسز ہوتی ہیں میری جبکہ اتوار اور سوموار کو چھٹی ہوتی ہے۔۔" وہ وہاں سے اٹھ کر جانا چاہتی تھی لیکن جانے کیوں شاویز کو چھوڑ کر جا نہیں پا رہی تھی۔ وہ اسے پریشان لگ رہا تھا۔

ٹھیک ہے آئندہ میں خیال رکھوں گا۔۔" وہ سنجیدہ لہجے میں کہتا اٹھ کھڑا ہوا تھا۔

کھانا کھائیں گے آپ۔۔؟" منال بے ساختہ پوچھ بیٹھی تھی۔"

نہیں۔۔" شاویز اس کے سوال پر حیران ہوا تھا۔ وہ ہولے سے جواب دیتا کمرے کی جانب بڑھ گیا۔"

ایک کپ چائے مل سکتی ہے یا پھر ملازمہ سے کہہ کر بنوا دو۔۔" وہ رکا اور پھر بنا اسکی جانب دیکھے عرض کیا تھا۔ جبکہ منال پریشان سی اسے دیکھ رہی تھی۔ وہ عام روٹین والا شاویز نہیں تھا جو غصے میں رہتا تھا۔ یہ تو کوئی بہت ہی پریشان حال شخص تھا۔

آپ روم میں جائیں میں لاتی ہوں۔۔" منال نے فٹافٹ اٹھتے ہوئے" جواب دیا۔ شاویز اثبات میں سر ہلا کر کمرے کی جانب بڑھ گیا تھا جبکہ وہ پریشان سی کچن کی جانب قدم بڑھا چکی تھی۔ رانا ہاؤس آج پھر سے ویران پڑا تھا۔

اسلام آباد کا موسم صبح سے ہی ابر آلود تھا۔ محکمہ موسمیات والوں نے پورا ہفتہ بارش کی پیشین گوئی کی تھی۔ خضر کو کوئی کام تھا وہ گھر نہیں تھا جبکہ بخت اور رحمن بھائی بھی جانے کہاں چلے گئے تھے۔ ہلکی ہلکی بارش نے شہر کو اپنی لپیٹ میں لیا تھا تو ہدی کی بیزاریت میں اضافہ ہوا۔ حناوے بھی اپنے کمرے میں گھسی جانے کیا کر رہی تھی۔ بیزاریت سے تنگ آ کر ہدی نے حناوے کے کمرے کی جانب قدم بڑھائے تھے۔

حناوے باہر چلیں۔۔دیکھو نا موسم کتنا اچھا ہو رہا ہے۔۔"ہدی کے کہنے پر" حناوے نے لیپ ٹاپ کو بیڈ پر رکھا اور کمرے کی کھڑکی کھول کر باہر کا نظارہ کیا۔ایک تازی ہوا کا جھونکا اسکے چہرے سے ٹکرایا تو اسکے روم روم تک سرشاری کو بھر گیا۔باہر آسمان سیاہ بادلوں سے ڈھکا ہوا تھا۔اچانک ہی اسے وہ پرانے دن یاد آگئے تھے جب وہ چاروں بارش کے موسم میں خوب نہایا کرتی تھیں۔

ہاں چلو۔۔"وہ جھٹ سے بولی تھی۔"

واقعی۔۔؟"ہدی اسکے اتنی جلدی مان جانے پر حیران ہوئی تھی۔"

ہاں واقعی۔۔اب تیار ہو جاؤ فٹافٹ۔۔"حناوے نے مسکرا کر کہا تو ہدی" پرجوش سی شال لینے اپنے کمرے کی جانب بھاگی۔

پورے دس منٹ بعد وہ دونوں پورچ میں کھڑی گاڑی کی جانب بڑھ رہی تھیں جب خضر کی جیپ گھر میں داخل ہوئی۔وہ ان دونوں کو دیکھ چکا تھا۔

کہاں جارہی ہو تم دونوں؟" وہ پورچ میں ایک جانب اپنی جیپ کھڑی کرتا" انہی کی طرف آیا تھا۔

باہر جارہے ہیں موسم اچھا ہے سوچا ہے تھوڑا انجوائے کر آئیں۔۔"""

حناوے نے ڈرائیونگ سیٹ کا دروازہ کھولتے ہوئے بتایا۔

اکیلے۔۔؟" خضر کی پیشانی پر بل ابھرے۔"

کیوں اکیلے جانے میں کیا برائی ہے؟" گاڑی کا دروازہ کھولتے حناوے کے" ہاتھ ساکت ہوئے تھے اس نے خضر کی جانب رخ کر کے بھنویں اچکا کر پوچھا۔ جبکہ ہدی خاموشی سے کھڑی دونوں کی گفتگو سن رہی تھی۔

برائی ہے۔ تم دونوں کسی صورت اکیلی باہر نہیں جاسکتیں۔۔" خضر نے" حناوے کے سر پر گویا بم پھوڑا۔

کیا مطلب۔۔؟" حناوے نے حیرت اور غصے کے ملے جلے تاثرات سے" پوچھا تھا۔اسے یقین نہیں آرہا تھا کہ خضر اسے منع کر رہا تھا۔۔حناوے رانا کو؟جو پانچ سال سے زائد عرصہ اکیلے امریکہ میں رہ کر آئی تھی۔

مطلب صاف ہے حناوے۔تم اور ہدی باہر نہیں جاؤ گی۔بخت اور رحمن" بھائی آجائیں تورات میں اکٹھے چلیں گے۔۔"وہ سنجیدہ لہجے میں جواب دیتا گھر کے اندرونی حصے کی جانب بڑھ گیا تھا۔اسکی بات سن کر حناوے بری طرح تپ گئی تھی۔

میں کوئی بچی نہیں ہوں اور نہ ہدی بچی ہے۔مجھے ڈرائیونگ آتی ہے میں" پانچ سال امریکہ میں رہ کر آئی ہو اور آپ مجھے اسلام آباد میں اس وقت باہر جانے سے منع کر رہے ہیں۔۔واؤ۔۔"وہ بھڑک ہی تو اٹھی تھی۔پورے پانچ سال اس نے اپنی مرضی کی تھی کوئی روکنے والا نہیں تھا اور اب یہ پولیس والا اس پر پابندیاں لگا رہا تھا۔

Click On The Link Above To Read More Novels / ✆ / ✉ 0344 4499420
https://www.zubinovelszone.com/

پہلی بات یہ کہ یہ امریکہ نہیں پاکستان ہے اور دوسری بات اب تم اکیلی" نہیں ہو ھدی تمہارے ساتھ ہے اسی لئے تم کسی صورت باہر نہیں جا سکتی۔۔ سمجھ آئی۔۔"خضر بھی کونسا کم تھا۔سینے پر بازو جماتے وہ حد درجہ سنجیدہ لہجے میں کہہ کر حناوے کو خاموش کروا گیا تھا۔جبکہ حناوے نے ہونٹوں کو ایک دوسرے میں پیوست کر کے اپنے آپ کو کچھ کہنا غلط کہنے سے روکا تھا۔

جبکہ ہدی جو دلچسپی سے ان دونوں کو دیکھ رہی تھی حناوے کو مٹھیاں بھینچتے دیکھ کر بامشکل اپنی ہنسی ضبط کی۔

اب چلو اندر یارات یہیں گزارنی ہے۔۔؟"حناوے کو بت بنے دیکھ کر" خضر نے ایک اور حکم دیا تھا۔شام کے سائے گہرے ہو چکے تھے۔اور خضر کسی قیمت پر ان دونوں کو اکیلے باہر نہیں جانے دے سکتا تھا۔

رشور خور سمجھتا کیا ہے خود کو۔۔مجھے باہر جانے سے روکتا ہے حناوے رانا" کو؟آنے دو بخت بھائی کو بتاؤں گی انہیں کہ یہ پولیس والا زیادہ کچھ زیادہ ہی شوخا ہو جاتا ہے۔۔"اپنے کمرے میں آنے کے بعد وہ بند جوتے اتارتی بڑبڑا رہی تھی۔جبکہ ہدی اسکا سرخ پھولا چہرہ دیکھ کر اور اسکی جلی کٹی باتیں سن کر ہنس ہنس کر بے حال ہو رہی تھی۔آج برسوں بعد ہدی کو اس میں پرانی حناوے والی جھلک نظر آئی تھی۔

امن ملک آزاد ہے حناوے۔۔وہ کچھ بھی کر سکتا ہے اور میرے ہوتے" ہوئے وہ تمہیں نقصان پہنچائے ایسا میں ہونے نہیں دوں گا۔۔"ان دونوں کے جانے کے بعد خضر نے آسمان پر ایک نظر ڈالی اور گہرہ سانس لیتا اندر کی جانب بڑھ گیا تھا۔بنا یہ جانے کہ جس امن ملک سے وہ خطرہ محسوس کر رہا تھا وہ آزاد ہو کر بھی قید میں تھا۔۔وہ بے بس تھا کچھ نہیں کر سکتا تھا۔وہ تو خود ہوش کی دنیا سے بیگانہ ایک عجیب ہی جہاں میں بھٹک رہا تھا۔

گھبرانے کی ضرورت نہیں ہے امن نے شاید پچھلے کئی دنوں سے ٹھیک" طریقے سے کھانا نہیں کھایا ہے۔۔وہ اس وقت جسمانی کمزوری اور کسی ذہنی پریشانی کے زیر اثر ہے اسی وجہ سے بے ہوش ہے۔۔بخار بھی ہے۔میں نے انجیکشن لگا دیا ہے ان شاءاللہ وہ جلد ٹھیک ہو جائے گا آپ لوگ اسکے کھانے پینے اور ذہنی سکون کا خیال رکھیں۔۔"ڈاکٹر نے امن کا مکمل معائنہ کرنے کے بعد پریشان سی کھڑی ژالے سے کہا تھا جو امن کو اس حالت میں دیکھ اندر سے مر رہی تھی۔

کوئی پریشانی والی بات تو نہیں ہے نا ڈاکٹر۔۔؟"ژالے نے دھڑکتے دل کے" ساتھ پوچھا تھا۔امن کو اس حالت میں دیکھنا اسکے لیے قیامت جیسا تھا۔

نہیں پریشانی والی بات نہیں ہے۔آپ دواانہیں وقت پر دیں اگر صبح تک "بخار نہ اترا تو پھر ہمیں ان کے کچھ ٹیسٹ کرنے پڑیں گے۔۔"ڈاکٹر نے سنجیدہ لہجے میں کہا تو ژالے اثبات میں سر ہلا کر رہ گئی تھی۔

بہت بہت شکریہ۔۔"وہ زبردستی مسکرائی تھی جبکہ خان اب ڈاکٹر کو باہر "تک چھوڑنے گیا تھا۔ان دونوں کے جانے کے بعد ژالے امن کی جانب بڑی جو آنکھیں موندھے گہری بے ہوشی کے زیر اثر تھا۔

میں تمہیں کچھ نہیں ہونے دوں گی امن۔۔کچھ بھی نہیں۔۔"اس نے "امن کی پیشانی کو چھو کر بخار چیک کیا اور پھر اسکا ہاتھ پکڑ کے بیک کے کنارے بیٹھ گئی۔امن اسے اپنی زندگی میں ہر چیز، ہر رشتے سے زیادہ عزیز تھا اور اسکی یہ حالت اس وقت ژالے کو کانٹوں پر گھسیٹ رہی تھی۔

محبت اگر تکلیف کا باعث بنے تو ایسی محبت کو ختم ہو جانا چاہیے۔۔"ژالے "نے آنکھوں میں آئی نمی کو خوبصورت ہاتھ کی ہتھیلی سے رگڑ کر صاف کیا اور پراسرار سے لہجے میں امن کی سماعت میں سرگوشی کی تھی۔اسے اس دنیا میں

جس ذات سے سب سے زیادہ نفرت محسوس ہو رہی تھی وہ حناوے رانا تھی۔۔وہ اتنی آسانی سے حناوے رانا کو جیتنے نہیں دے سکتی تھی۔

وہ مجھ سے۔۔اتن۔۔اتنی نف۔۔ نفرت کیوں کرتی ہے۔۔؟"ژالے" نے وہ پوری رات امن کے کمرے میں بیٹھ کر گزاری تھی۔اور جیسے ہی امن کو تھوڑا ہوش آیا اسکی زبان سے ٹوٹے پھوٹے الفاظ میں ایک جملہ برآمد ہوا تھا۔خان امن کے کمرے کے باہر کسی روبوٹ کے مانند کھڑا تھا۔ژالے کے ہزار کہنے کے باوجود بھی وہ سونے نہیں گیا تھا۔

امن۔۔امن تم ٹھیک ہو۔۔؟"اسکی ب-ڑبڑاہٹ سن کر ژالے نے اسکا" گال تھپتھپاتے پوچھا تھا۔

حنا۔۔حناوے۔۔"اس نے بے خودی کے عالم بھی اس دشمن جان کو ہی" پکارہ تھا۔ژالے کو اپنا جسم تندور میں جلتا محسوس ہوا تھا۔وہ اسکے اتنے قریب ہو کر بھی اس سے دور تھی جبکہ حناوے رانا صدیوں کی مسافت پر ہو کر بھی اسکے لاشعور میں قید تھی۔

امن آنکھیں کھولو۔۔"ژالے نے دل پر پتھر رکھتے ہوئے دوبارہ امن کو" جگانے کی کوشش کی جو مندھی مندھی آنکھیں کھول رہا تھا۔خوبصورت وجیہہ چہرہ پیلا پڑ چکا تھا جب سے ہوٹل میں حناوے اور اسکی ملاقات ہوئی تھی تب سے امن کو سب برا لگنے لگا تھا۔حناوے کے الفاظ،اسکی نفرت نہ اسے سونے دیتے تھے اور نہ کھانے پینے دیتے تھے۔عجیب مردہ سی زندگی گزارنے لگا تھا وہ۔

ایک انسان کیلیے اس سے زیادہ تکلیف دہ بات کیا ہو سکتی ہے کہ اس کا محبوب اسکی آغوش میں ہو کر کسی کا اور نام پکارے۔ژالے اس وقت اسی تکلیف

سے گزر رہی تھی۔اسکے پکارنے پر امن نے آنکھیں کھول کر ژالے کو دیکھا تھا۔

تم ٹھیک ہونا۔۔۔؟"ژالے نے بھیگے لہجے میں پوچھا تھا۔"

ہن۔۔ہاں۔۔"وہ ہولے سے بڑبڑایا تھا۔"

مجھے سونا ہے جاؤ یہاں سے۔۔"امن نے التجا کی تھی۔وہ اس وقت ژالے" یا کسی اور کی مداخلت نہیں چاہ رہا تھا۔انسان کی تکلیف اور غم جب حد سے زیادہ بڑھ جائیں توان سے راہ فرار حاصل کرنے کیلیے انسان بے خودی کا راستہ اختیار کرتا ہے۔۔ایک ایسا جہان جہاں کوئی سوچ اسے پریشان نہ کر سکے اور وہ سب کچھ بھلائے سکون سے سو یا رہے اور امن کی حالت بھی ایسی ہی تھی یہ بے ہوشی حناوے کی نفرت کو اس سے دور رکھ رہی تھی۔۔جبکہ ہوش وحواس کی دنیا میں آتے ہی تکلیف کسی بلا کی طرح اسکے جسم سے چمٹ گئی تھی۔

امن تم پچھلے کئی گھنٹوں سے سو رہے ہو اٹھ جاؤ اب تمہاری ماما آتی ہوں" گی۔۔وہ تمہیں اس حالت میں دیکھ کر پریشان ہو جائیں گی۔۔"ژالے نے اسے زرمینے گل کے آنے کی اطلاع دی تھی جو پچھلے کئی دنوں سے حیدر آباد میں تھیں۔

ژالے جاؤ یہاں سے۔۔"اب کی بار امن کا لہجہ سخت ہو گیا تھا اور ژالے کو" مجبوراً وہاں سے جانا پڑا۔اسکا بخار اب اتر چکا تھا البتہ سر چکرا رہا تھا۔

خان۔۔"امن خان کو آواز دینا چاہتا تھا لیکن اس سے پہلے ہی اسکی آنکھیں" ایک بار پھر سے بند ہو چکی تھی اور اسکے الفاظ لبوں پر ہی دم توڑ گئے۔

کسی روز بارش جو آئے"

"سمجھ لینا بوندوں میں میں ہوں

وہ کافی کا کپ ہاتھ میں تھامے بالکونی میں کھڑی تھی۔بارش کل سے متواتر ہو رہی تھی۔کبھی کچھ پل کیلیے ریگستان میں سر پر گھڑا رکھے چلتی دوشیزہ کی طرح سانس لینے کو ٹھہر جاتی اور پھر سے برسنے لگی تھی۔وہ نیچے لان میں اور کبھی صاف ستھرے فرش پر بہتی بارش کی بوندوں میں جانے کیا کھوج رہی تھی۔

حناوے۔۔"خضر کی آواز پر وہ خیالوں کی دنیا سے باہر آئی تھی۔اور پھر بنا" پلٹے بنا کچھ کہے خاموش کھڑی رہی۔اسے کل سے خضر پر غصہ تھا۔وہ دھیمے قدموں سے چلتا اسکے برابر آکر کھڑا ہو گیا تھا۔بارش کی ایک بوچھاڑ ہوا چلنے کے باعث وقفے وقفے سے حناوے کے چہرے کو چھو رہی تھی۔

ایم سوری۔۔"خضر نے زندگی میں شاید پہلی بار کسی سے سوری کہا تھا۔"
حناوے نے حیرت سے چہرے کا رخ موڑ کر اسے دیکھا تھا جو مہرون رنگ کی پولو شرٹ پہنے ہوا تھا۔حناوے کے اس طرح دیکھنے پر خضر مسکرا دیا تھا۔

حیران ہونے کی ضرورت نہیں ہے اگر نہیں چاہیے سوری تو مجھے واپس" کر دو۔۔" وہ اب شرارت بھرے لہجے میں کہہ رہا تھا۔

آپ جانتے ہیں مجھے خود پر یہ پابندیاں نہیں پسند۔۔اور اب میں بچی نہیں" ہوں بلکہ چوبیس پچیس سال کی ایک مضبوط اعصاب کی مالک لڑکی ہوں کوئی ٹین ایج، نادان نہیں ہوں جو اکیلے باہر نہیں جا سکتی۔۔" وہ ناچاہتے ہوئے بھی شکوہ کر گئی تھی۔

تم بھی مجھے جانتی ہو حنا وے اور تم چاہے پچاس سال کی بھی ہو جاؤ میں ایسا" ہی رہوں گا یہ تم اپنے دماغ میں بٹھا لو جہاں مجھے لگے گا وہاں میں تم پر لازمی پابندی لگاؤں گا۔۔" وہ اسے جتا گیا تھا کہ وہ ہمیشہ اسے ایسے ہی تنگ کرنے والا تھا۔

آپ ایسا نہیں کر سکتے میرے ساتھ۔۔" وہ دبی دبی آواز میں چلائی تھی۔"

میں تو ایسا ہی کروں گا اور یہ میں تمہیں پہلے بتا رہا ہوں۔۔" وہ بھی اپنے نام کا ایک تھا۔غصے کے باعث حناوے کے کان کی لوئیں سرخ ہونا شروع ہوئیں۔

اچھا چلو غصہ چھوڑو میں تمہیں لے چلتا ہوں باہر جتنا چاہو انجوائے کرنا۔۔" خضر نے مصالحتاً کہا تھا۔

نہیں جانا مجھے آپ کے ساتھ۔۔ ہدی کے ساتھ جانا تھا اسے تو بخت بھائی" صبح ہی مری واپس لے گئے۔۔ اب نہیں جانا مجھے۔۔" ایک پل کے اندر ہی اسکا منہ پھول گیا تھا۔

ہاں تو اچھی بات ہے۔اتنا اچھا موسم ہے ان دونوں کو انجوائے کرنے دو تم" کیوں کباب میں ہڈی بننا چاہتی ہو۔۔" خضر نے اسکی عقل پر ماتم کرتے ہوئے کہا۔حناوے نے چونک کر اسے دیکھا کہہ تو وہ ٹھیک ہی رہا تھا۔

Zubi Novels Zone

تم امن ملک کو اچھے سے جانتی ہو حناوے ہم اس دفعہ کوئی رسک نہیں لے سکتے۔وہ صرف تمہیں نقصان نہیں پہنچا سکتا جبکہ باقیوں کیلیے وہ کسی سے کم نہیں ہے اگر تم کل ہدی کے ساتھ چلی جاتی اور وہ ہدی کو beast کوئی نقصان پہنچاتا یا اسے لے کر کوئی ہمیں کمزور کرنا چاہتا تو پھر؟ میری بات سمجھنے کی کوشش کرو۔۔"وہ ٹھیک کہہ رہا تھا۔وہ ہدی کو اغواء کر سکتا تھا یہ حناوے جانتی تھی۔وہ اسکے ظلم سے واقف تھی۔

ٹھیک ہے سمجھ گئی۔۔"حناوے نے روکھے سے انداز میں جواب دیا۔کچھ بھی ہو جائے خضر کے سامنے جھک نہیں سکتی تھی وہ۔

رحمن بھائی پوری کوشش کر رہے ہیں کورٹ میں جلداز جلد امن ملک کی پیشی ہو جائے ورنہ ڑالے ملک کچھ بھی کر سکتی ہے اسے زیادہ وقت نہیں ملنا

چاہیے۔۔"خضر کی بات پر حناوے نے اثبات میں سر ہلا دیا تھا اتنا وہ جانتی تھی کچھ بھی ہو جائے اس بار ہارا امن ملک کا مقدر تھی۔

کیونکہ جو داؤ وہ کھیلنے جارہی تھی اس میں امن ملک حناوے رانا سے کبھی جیت نہیں سکتا تھا۔

میرے ساتھ چلو گی مجھے امی جان کیلیے کچھ لینا ہے۔ڈنر بھی باہر کر لیں گے۔"خضر نے دھڑکتے دل کے ساتھ پوچھا تھا۔جانے کیوں وہ اسکے ساتھ وقت گزارنا چاہتا تھا۔ مستقبل میں وہ اسکے ساتھ ہو نا ہو یہ کون جانتا تھا۔

ابھی۔۔؟"حناوے نے موسم کے تیور دیکھتے ہوئے پوچھا۔"

کیوں نہیں جا سکتے کیا؟ویسے بھی کل ہدی کے ساتھ بھی تو جارہی تھی""

خضر کی نے دوسری بات دھیمی آواز میں کہی تھی لیکن حناوے رانا اسے سن چکی تھی۔

Click On The Link Above To Read More Novels / ✆ / ✉ 0344 4499420
https://www.zubinovelszone.com/

ہاں ٹھیک ہے چلیں۔۔"وہ امن ملک کو اپنے ذہن سے نکالنا چاہتی تھی جو" کسی آسیب کی صورت اسکے ذہن سے چپکا ہوا تھا۔ نفرت ہو یا محبت تاریخ گواہ ہے ہمیشہ جو اس جذبے کی لپیٹ میں آیا ہے اس نے کبھی سکون نہیں پایا۔

امن تم اپنا بالکل خیال نہیں رکھتے ہو۔۔ دیکھو کیا حالت بنالی ہے اپنی۔۔"" زرمینے گل نے اپنی گود میں سر رکھے امن سے کہا تھا جسکی طبیعت اب کچھ بہتر تھی۔

آپ نہیں جانتی مام۔۔ میرے اندر ہمہ وقت ایک آگ سی جلتی رہتی ہے،" کبھی کبھی ایسا لگتا ہے جیسے کوئی چیز مجھے اندر سے کھا رہی ہے۔۔"اسے اپنی ماں آغوش میں سکون ملا تو وہ بنا سوچے سمجھے اپنے دل کا حال بیان کر گیا تھا۔

اللہ جانے کونسی منحوس بلا چمٹ گئی ہے میرے بچے سے۔۔ تمہیں کتنا"
سمجھاتی تھی شام کے بعد باہر مت نکلا کرو اچھا نہیں ہے تمہارے لیے۔۔"
زر مینے گل نے اسکو بالوں کو سہلاتے ہوئے پیار سے ڈانٹا تھا۔

انہیں آج بھی یاد تھا وہ دن جب امن کی پہلی سالگرہ تھی۔ملک حویلی کو برقی قمقموں سے سجایا گیا تھا۔شادی کے پورے پانچ سال بعد اللہ نے ارباز ملک اور زرمینے گل کو خوشی سے نوازہ تھا۔حویلی کے لان میں زرمینے گل نے غریب اور مسکین لوگوں کیلیے کھانے کا بڑا انتظام کیا تھا۔جہاں آس پاس کے گاؤں کے غریب لوگ اکٹھے ہو کر کھانا کھا رہے تھے۔زرمینے گل ایک نیک اور رحم دل عورت تھی۔

وہ امن کو گود میں اٹھائے لوگوں کو پیٹ بھر کھانا کھاتے دیکھ رہی تھیں جب اچانک انکی نظر ایک فقیر پر پڑی جو کھانے کی پلیٹ کو سامنے رکھے امن کو غور رہا تھا۔

کیا ہوا بابا جی کھانا اچھا نہیں بنا کیا۔۔؟" ملازموں کے ہمراہ چلتی ہوئیں وہ" اس فقیر تک آئیں اور پھر نرم لہجے میں پوچھا جس کی نظری ابھی بھی امن پر جمی تھیں۔

سمجھ نہیں آتا اس موقع پر خوش ہونا چاہیے یا افسوس کرنا چاہیے۔۔" فقیر" نے عجیب سے لہجے میں کہا۔

کیوں کیا ہوا بابا جی ایسا کیوں کہہ رہے ہیں آپ۔۔؟" وہ استفسار کر رہی" تھیں۔

محلوں میں پیدا ہو کر بھی کچھ لوگوں کے مقدر میں فقیری اور در در بھٹکنا" ہی آتا ہے، شام ہوتے ہی جو بلائیں زمین پر پھیل جاتی ہیں اپنے اس بیٹے کو ان سے بچا کر رکھنا۔۔" وہ بنا کچھ کھائے، عجیب و غریب سی باتیں کر کے محل

جیسی حویلی سے باہر نکل گیا تھا جبکہ زرمینے گل نے اپنے پھول کیسے بیٹے کو سینے میں بھینچ لیا تھا۔

وہ ملکوں کا لاڈلا بیٹا تھا۔اسکی ہر ضد کو پورا کیا جاتا تھا۔اپنے ارد گرد کے ماحول کو دیکھ کر وہ لڑکپن تک پہنچتے پہنچتے ایک ظالم و جابر وڈیرے کا روپ دھار گیا تھا اور زرمینے گل کی آغوش سے بہت دور جا چکا تھا۔آج بھی جب زرمینے گل کو اس فقیر کی باتیں یاد آتی تھیں ان کا دل سہم جاتا تھا۔

آج وہ برسوں بعد اپنی ماں کی آغوش میں تھا۔ایسے محسوس ہوتا تھا جیسے ساری بلائیں کہیں چھپ گئی ہوں۔سارے درد دور ہونے لگے تھے سوائے محبت کے درد کے۔۔

سو جاؤ امن میرے بچے سکون دو خود کو۔۔"وہ دھیرے دھیرے اسکے" بالوں کو سہلا رہی تھیں اور وہ واقعی گہری اور پر سکون نیند سو گیا تھا۔

خضر بلاوجہ ہی اسے لے کر مال میں گھومتا رہا تھا جبکہ حناوے خاموشی سے اسکی ہر حرکت کو نوٹ کر رہی تھی۔اس نے رخسار پھوپھو کیلیے شال خریدی تھی اور ویسی ہی شال حناوے کیلیے بھی لی تھی۔

دو شال کا کیا کرو گے ؟" حناوے نے اچھنبے سے پوچھا۔"

ایک امی جان کیلیے اور دوسری۔۔"وہ بات ادھوری چھوڑ گیا تھا۔"

دوسری۔۔؟" حناوے اسے ہی دیکھ رہی تھی۔"

ہے ایک خاص انسان۔۔تم دیکھو تمہیں جو اچھا لگتا ہے لے لو۔۔"وہ بات" بدل گیا تھا۔ایس پی خضر حیات رانا حناوے رانا کے ساتھ شاپنگ کر رہا تھا اگر کوئی دیکھ لیتا تو پھر ؟یقیناً زیان دیکھتا تو قہقہہ لگاتا اور کہتا "کیوں ایس پی آ گئے نا آفت کے قبضے میں" اور حناوے سے کہتا "میں نے کہا تھا نا کچھ بھی

کرلو لڑکیوں کو آخر جانا تو پھوپھو کے گھر ہی ہوتا ہے" لیکن یہ ان دونوں کی خوش قسمتی تھی کہ کوئی انہیں دیکھنے والا نہیں تھا۔

نہیں مجھے کچھ نہیں چاہیے۔۔" حناوے کا دل نہیں تھا کچھ بھی خریدنے کو۔ باہر بارش پھر سے تیز ہو گئی تھی۔ شام اب رات میں ڈھل چکی تھی۔ مال کے شیشوں سے سڑک پر برستی بارش الگ ہی نظارہ پیش کر رہی تھی۔ کچھ دیر بعد وہ دونوں ایک ریستوران میں موجود تھے۔ ان دونوں نے کبھی نہیں سوچا تھا کہ وہ کبھی ایسے کسی ریستوران میں ایک ساتھ بیٹھے ہوں گے۔ کچھ دن دھوپ نکلنے کے باعث سردی کی شدت میں جو کمی آئی تھی وہ دو تین دنوں سے برستی بارش نے پھر سے بڑھا دی تھی۔ حناوے کی نظریں اب ریستوران کے شیشے کی دیوار سے باہر موتیوں کی مانند چمکتی بارش کو تک رہی تھیں جبکہ خضر کی نگاہیں اسکے چہرے پر جمی تھیں۔ وہ پہلے سے زیادہ خوبصورت ہو گئی تھی بیشک خضر نے اسکی خوبصورتی پر امن کی طرح دل

نہیں ہارا تھا اور نہ کبھی اسے پانے کی تمنا کی تھی البتہ ان دونوں کے مابین جو رشتہ تھا اسکے بدولت حناوے اسکے دل پر راج کرنے لگی تھی۔

سنہری مائل آنکھیں کہیں اٹکتی تھیں تو کہیں الجھی رہتی تھیں کبھی کبھی ان آنکھوں میں نمی ابھر آتی تھی جیسے وہ اندر ہی پی جاتی تھی، سنہری مائل بال پشت پر بکھرے پڑے تھے۔ خضر نے شاید پہلی بار اسے اتنے غ-ور سے دیکھا تھا۔اس دل نے ایک بیٹ مس کی تھی۔امن ملک ایسے ہی تو دل نہیں ہارا تھا اس پر یہ خضر کو آج احساس ہوا تھا۔چہرے پر نگاہوں کی تپش محسوس کر کے حناوے نے خضر کی جانب دیکھا تو وہ نظریں جھکا گیا تھا۔

"کیا کھاؤ گی۔۔؟" وہ اب مینیو دیکھتے پوچھ رہا تھا۔

"کچھ بھی اچھا سا۔۔" وہ زبردستی مسکرائی تھی۔جانے کیوں چاہ کر بھی ایک حقیقی مسکراہٹ اسکے لبوں کو چھو نہیں پاتی تھی۔

ویٹر کو بلانے کے بعد خضر نے اپنی مرضی سے آڈر کیا تھا۔

انہیں وہاں بیٹھے ابھی کچھ دیر ہی گزری تھی جب ریستوران کے دروازے سے داخل ہوتے شخص پر حناوے کی نظر پڑی تھی۔دروازے کی جانب خضر کی پشت تھی اسی لیے وہ اندر آنے والوں کو نہیں دیکھ سکتا تھا۔

امن ملک۔۔"حناوے کے لب پھڑ پھڑائے تھے۔ژالے اسے زبردستی باہر لائی تھی تاکہ اسکی طبعیت کچھ فریش ہو۔وہ دونوں اکیلے نہیں تھے بلکہ زرمینے گل اور رابیل بھی انکے ساتھ تھیں۔حناوے بس امن کو پہچانتی تھی۔اس نے کھانا کھاتے خضر کو دیکھا اور پھر اسکے دماغ نے تیزی سے کام کیا۔بد قسمتی سے امن بھی حناوے کو دیکھ چکا تھا۔حناوے نے ایک گہرہ سانس لیا اور میز پر رکھے خضر کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھ دیا۔

خضر۔۔"شاید ہی اس نے کبھی خضر کو نام سے پکارہ تھا۔خضر کو تو زور کا اچھو لگا وہ بری طرح کھانسنے لگا تھا۔

یہ پانی پی لیں۔۔"حناوے نے پانی کا گلاس اسے تھمایا۔امن نے جلتی آنکھوں کے ساتھ یہ منظر دیکھا تھا۔

کیا ہوا۔۔؟" پانی پینے پر جب خضر کے حواس بحال ہوئے تو اس نے "
حیرت سے حناوے کو دیکھا۔

کچھ نہیں۔میں کہہ رہی تھی میری طبعیت ٹھیک نہیں ہے۔۔ہمیں گھر چلنا "
چاہیے۔۔" وہ اب شرمندہ سی کہہ رہی تھی۔اسے اندازہ نہیں تھا اسکی اس
حرکت پر خضر کا یہ رد عمل ہو گا۔

ہاں ہاں چلو۔۔" اس نے ویٹر کو بل لانے کا کہا اور پھر بل دینے کے بعد وہ "
فوراً اٹھ کھڑا ہوا۔
ان سے کچھ فاصلے پر بیٹھے امن کی نظریں ابھی بھی حناوے پر تھیں۔ژالے،
رابیل اور زرمینے گل نے بھی حناوے کو نہیں دیکھ رہا تھا اسی لیے انہوں نے
نہیں پہچانا۔

امن تم ٹھیک ہو۔۔"ژالے نے اسے بت بنے بیٹھا دیکھا تو اسے کندھے سے پکڑ کر ہلایا۔

ہا۔۔ہاں ٹھیک ہوں۔۔"وہ چونک کر سیدھا ہوا تھا جبکہ اسے اپنے سینے میں موجود دل کسی تیز دھار آری کے نیچے کٹتا محسوس ہو رہا تھا۔اسے گلے میں موجود ہوا کی نالی جیسے بند ہوتی محسوس ہوئی۔فضا سے آکسیجن جیسے غائب ہو گئی تھی۔اسکا جسم ہولے ہولے کانپ رہا تھا۔

امن میرے بچے کیا ہوا تمہاری طبعیت ٹھیک ہے نا۔۔؟"زرمینے گل نے اسکے زرد پڑتے چہرے کو چھو کر دیکھا۔

کیسے بتاتا وہ کہ کچھ ٹھیک نہیں تھا۔حناوے اور خضر کو ایک ساتھ دیکھنا اتنا تکلیف دہ تھا جیسے کوئی اپنے ہاتھ سے اپنی آنکھیں نکال کر تیزاب میں ڈال دے۔

کوئی پوچھتا امن ملک سے کہ محبوب کو رقیب کے ساتھ دیکھنا کیسا تھا تو وہ بتاتا کہ بالکل ایسا تھا جیسے انسان اپنی تمام رگوں کو کاٹ ڈالے اور پھر زخموں پر نمک چھڑک دے خون قطرہ قطرہ بہتا رہے انسان تل تل تڑپتا رہے لیکن جان نہ نکلے۔۔ بالکل ایسا تھا۔۔ لیکن وہ گنگ ہو گیا تھا۔ زبان تالو سے جا چپکی تھی وہ اب بولنے کے قابل کہاں رہا تھا۔ وہ بھلا کسی کو کیا بتاتا۔

ریستوران کے دروازے کے باہر کھڑے خان نے خضر اور حناوے کو ایک ساتھ جاتے دیکھا اور پھر درد اور افسوس کی ایک لہر اسکے جسم میں پھیل گئی تھی۔۔ وہ جانتا تھا آج پھر اسکا مالک بن پانی کی مچھلی جیسے تڑپنے والا تھا۔

اپنی خبر، نہ اُس کا پتہ ہے، یہ عشق ہے"

جو تھا، نہیں ہے، اور نہ تھا، ہے، یہ عشق ہے

پہلے جو تھا، وہ صرف تمہاری تلاش تھی
لیکن جو تم سے مل کے ہُوا ہے، یہ عشق ہے

تشکیک ہے، نہ جنگ ہے مابینِ عقل و دل
بس یہ یقین ہے کہ خدا ہے، یہ عشق ہے

بے حد خوشی ہے، اور ہے بے انتہا سکون
اب درد ہے، نہ غم، نہ گلہ ہے، یہ عشق ہے

کیا رمز جاننی ہے تجھے اصلِ عشق کی؟
جو تجھ میں اس بدن کے سوا ہے، یہ عشق ہے

شہرت سے تیری خوش جو بہت ہے، یہ ہے خرد

اور یہ جو تجھ میں تجھ سے خفا ہے، یہ عشق ہے

زیرِ قبا جو حسن ہے، وہ حسن ہے خدا
بندِ قبا جو کھول رہا ہے، یہ عشق ہے

ادراک کی کمی ہے سمجھنا اسے مرض
اس کی دعا، نہ اس کی دوا ہے، یہ عشق ہے

شفّاف و صاف، اور لطافت میں بے مثال
سارا وجود آئینہ سا ہے، یہ عشق ہے

یعنی کہ کچھ بھی اُس کے سِوا سوجھتا نہیں؟
ہاں تو جناب، مسئلہ کیا ہے؟ یہ عشق ہے

جو عقل سے بدن کو ملی تھی، وہ تھی ہوس
جو روح کو جنوں سے ملا ہے، یہ عشق ہے

اس میں نہیں ہے دخل کوئی خوف و حرص کا
اس کی جزا، نہ اس کی سزا ہے، یہ عشق ہے

سجدے میں ہے جو محوِ دعا، وہ ہے بے دلی
یہ جو دھمال ڈال رہا ہے، یہ عشق ہے

ہوتا اگر کچھ اور تو ہوتا انا پرست
اِس کی رضا شکستِ انا ہے، یہ عشق ہے

عرفان ماننے میں تأمل تجھے ہی تھا

"میں نے تو یہ ہمیشہ کہا ہے، یہ عشق ہے

خان خاموشی سے سر جھکائے ایک جانب کھڑا تھا اور نم آنکھیں لیے امن ملک کو دیکھ رہا تھا۔ جو اس گھنے جنگل میں خود سے بیگانہ شباب کو چھوڑ کر آج شراب کے سہارے جی رہا تھا۔

وہ سادہ سے شلوار قمیص میں ملبوس تھا۔ ایک بڑے سے پتھر سے ٹیک لگائے بیٹھا تھا۔ اسکی چادر کا ایک پلو کندھے پر تھا جبکہ دوسرا زمین کو پر پڑا تھا۔ اسے کچھ ہوش نہیں تھا۔ جب سے اس نے حناوے کو خضر کے ساتھ دیکھا تھا تب سے وہ ایک پل بھی سکون حاصل نہیں کر پایا تھا۔

وہ نشے کی حالت میں نا جانے کیا کیا بول رہا تھا۔

آنکھیں سرخ انگارہ ہو چکی تھیں۔ ایسا لگتا تھا جیسے ابھی خون رسنا شروع ہو جائے گا۔

حن۔۔۔حنا۔۔حنا۔۔حناوے۔۔" اسکی زبان بس ایک ہی نام پکارتی تھی۔یہ گھنا جنگل جہاں وہ پہلی بار نظر آئی ی تھی، امن ملک کو اپنی کل کائنات لگتا تھا۔ اسکے حلق میں پیاس کے باعث کانٹے اگ آئے تھے۔وہ جتنا ہاتھ میں پکڑی بوتل محلول کو اپنے اندر اُتارتا تھا اتنا ہی اسکی پیاس بڑھتی جاتی تھی۔

خان۔۔"حناوے کے بعد اس نے کسی کا نام پکارہ تھا۔"

جی جی۔۔خان کی جان۔۔"خان اپنے دکھتے دل کے ساتھ حاضر تھا۔امن" کے پکارنے پر وہ اسکے قدموں میں بیٹھ گیا تھا۔

Zubi Novels Zone

مجھ سے وجہِ گناہ جب پوچھی"

"سر جھکا کے کہا شباب شباب

میرا گناہ شباب تھا۔اور اب میرا سکون یہ ہے۔۔یہ۔۔شراب" وہ ایک" شعر گنگنانے کے بعد ہاتھ میں پکڑی بوتل کی طرف اشارہ کرتے ہوئے مسکرایا۔

آنکھوں سے نمی نکل رہی تھی۔

مالک گھر چلیے۔۔" خان نے ادب سے کہا تھا۔"

"گھر۔۔کونسا گھر خان۔۔میرا گھر تو یہی ہے۔۔"

وہ بہکی بہکی باتیں کر رہا تھا۔

اس سے پہلے خان مزید کچھ کہتا اسکے موبائل پر رنگ ہوئی تھی۔خان نے موبائل دیکھا اور پھر ادب سے کھڑا ہو گیا۔

سلام۔۔مالکن جی۔۔" فون پر امن کی ماں تھی۔"

خان میرا بیٹا کہاں ہے۔۔وہ تو ٹھیک تو ہے نا؟؟''زر مینے کی بے قرار سی'' آواز گونجی تھی۔

جج۔۔جی مالکن۔۔وہ ٹھیک ہے۔۔''خان نے بامشکل جواب دیا تھا۔''

''اسے گھر لے آؤ خان۔۔گھر لے آؤ اسے۔۔''
زر مینے گل نے بھیگے لہجے میں التجا کی تھی۔

جی مالکن۔۔میں لے کر آتا ہوں۔۔''خان نے ادب سے جواب دیا تھا۔''

دوسری جانب سے فون بند ہو چکا تھا۔
صاحب اٹھیں گھر چلیں۔۔سب آپکی راہ دیکھ رہے ہیں۔۔آپکے'' اسٹوڈیوں سے بھی کتنے ہی فون آ چکے ہیں۔۔''خان نے دھیمے لہجے میں امن کی منت کی تھی۔

امن ملک۔۔ جسکی ہر میگزین پر اسکی تصویر موجود ہوتی ہے وہ آج اس حالت میں تھا۔

نہیں جانا۔۔ مجھے یہیں رہنا ہے۔۔ یہیں جینا ہے۔۔ یہیں مرنا ہے۔۔" امن بامشکل بول پا رہا تھا۔ اسکی حالت دیکھ کر خان کا دل کٹ رہا تھا۔ وہ آج اسی جنگل میں موجود تھا جہاں حناوے کو پہلی بار دیکھا تھا اور یہاں سے ان دونوں کی داستان کا آغاز ہوا تھا۔ وہ سکون کی غرض سے یہاں تک آگیا تھا لیکن سکون کہاں تھا؟

خان۔۔ وہ مجھ سے اتنی نفرت کیوں کرتی ہے؟؟ کیوں۔۔؟؟" امن سراپائے سوال بنا ہوا تھا۔ خان جانتا تھا اسکے اندر سے سب جل رہا تھا۔۔ اور اسکی جلن نمی بن کر آنکھوں سے بہہ رہی تھی۔

میرے عشق کی شدت بھی اسکی نفرت کو کم نہیں کر پائی ی۔۔کیوں کرتی"

"ہے وہ اتنی نفرت۔۔؟؟

خان جواب کیا دیتا وہ تو خود امن کے ساتھ ساتھ جل رہا تھا۔

"آپ اس سے اتنا عشق کیوں کرتے ہیں مالک۔؟؟"

خان نے جھجھکتے ہوئے الٹا سوال کیا تھا۔

میں نہیں جانتا خان۔۔میں نہیں جانتا۔۔"وہ بے بسی سے بولا تھا۔امن"

بیٹھے بیٹھے ایک طرف کو گرنے لگا تھا جب خان نے ہاتھ آگے بڑھا کر اسکے

چہرے کے نیچے رکھا اور اسے گرنے سے بچایا۔

مالک آپکو کام پر جانا تھا نا۔اسٹوڈیو۔۔چلیں گھر۔۔"خان نے اسے کچھ یاد"

کروانا چاہا تھا۔آج اسکی میٹنگ تھی۔

عشق نے غالب نکما کر دیا"

" ورنہ ہم بھی آدمی تھے کام کے

امن بے خودی کی حالت میں بڑبڑایا تھا اور پھر بے سدھ کر ہو کر خان کے اوپر ڈھے گیا تھا۔

عشق زہر بن کر امن ملک کی نس نس میں اتر چکا تھا اور اب اسے تل تل ختم کر رہا تھا۔

امن ملک کی رگ رگ میں حشر برپا تھا۔ اسکی روح تک گھائل ہو چکی تھی۔ تکلیف نے اسے بری طرح سے جکڑ لیا تھا لیکن وہ کہہ نہیں سکتا تھا۔ بتا نہیں سکتا تھا۔ وہ بس مر رہا تھا۔۔ جل رہا تھا۔۔ عشق کی آگ اسے جلا رہی تھی۔

جتنا وہ جلتا تھا اتنا ہی اسکا عشق شدت اختیار کر رہا تھا جسے کوئی ی چاہ کر بھی مٹا نہیں سکتا تھا۔

Click On The Link Above To Read More Novels / ✆ / ✉ 0344 4499420
https://www.zubinovelszone.com/

ارے واہ ماشاءاللہ بنگلہ تو بہت شاندار ہے حیدر بھائی کا۔۔"زیان نے ایک نظر اپنے سامنے شان و شوکت سے ایستادہ سرکاری بنگلے کو دیکھا تھا۔ کئی کنالوں پر پھیلا یہ سرکاری بنگلہ جسے سرکاری افسران کیلیے بنایا گیا تھا ایک الگ ہی کشش اپنے اندر رکھتا تھا۔ زیان آج ہی جامشورو پہنچا تھا۔ پچھلے کئی دنوں سے حیدر اسے جامشورو بلا رہا تھا۔ رانا ہاؤس کے مکینوں کی زندگی میں کچھ بہتری آئی تو زیان نے بھی ادھر کا رخ کر لیا۔

"ٹھیک ہے بھائی صاحب بہت بہت شکریہ اب آپ جا سکتے ہیں۔۔"زیان" نے اپنے پاس کھڑے موٹر سائیکل سوار کا شکریہ ادا کیا تھا جو اسے اپنی موٹر سائیکل پر بیٹھا کر گاؤں تک لایا اور پھر بنگلے کے سامنے اتارا تھا۔ اسسٹنٹ کمشنر حیدر رانا کو آس پاس کے سبھی گاؤں والے جانتے تھے۔ وہ سرکاری افسر تھا اور گاؤں دیہات میں سرکاری افسران کو ایک الگ ہی عزت

کی نگاہ دیکھا جاتا ہے۔ جیسے ہی زیان نے حیدر کا بتایا موٹر سائیکل سوار ہاتھ باندھ کر اسکے سامنے کھڑا ہو گیا۔

ارے واہ زیان بھائی کی تو بڑی عزت ہے یہاں۔۔" پھر اس نے" موٹر سائیکل سوار سے ملنے والے پروٹوکول کو خوب انجوائے کیا اور اب وہ بنگلے کے سامنے کھڑا تھا۔ گیٹ پر گارڈ نے اسے روک لیا۔

تم جانتے بھی ہو میں کون ہوں؟" گارڈ کی اس حرکت پر وہ ششدر رہ گیا" تھا۔

آپ جو بھی ہے لیکن ہمارے صاب کا بنگلہ ہے آپ کو ام ایسے اندر نی جانے" دے گا۔۔" گارڈ پٹھان تھا بنا زیان کی بات سنے وہ اسے گیٹ پر ہی روک چکا تھا۔

ارے خان صاحب میں زیان رانا ہوں حیدر بھائی کا فرسٹ کزن۔۔"""

زیان نے دانت بھینچتے چہرے پر زبردستی مسکراہٹ لاتے بتایا۔

ام کیسے مان لے کہ تم سچ بول رہے او؟ام کو پوچھنے دو۔۔"اس سے پہلے کہ گارڈ انٹر کام پر فون کر کے پوچھتا اور زیان کا مزید خراب کرتا،زیان نے خود اپنے فون سے حیدر کا نمبر ملایا۔

کیا یار یہ ہٹا کٹا سانڈ کس لیے رکھا ہے گیٹ پر مجھے اندر نہیں جانے دے رہا۔۔"زیان نے جھنجھلا کر کہا۔

تم جامشورو میں ہو؟ مجھے بتا دیتے میں خود لینے آجاتا۔۔"حیدر کی خوشی اور حیرانی سے ملے جلے تاثرات بھری آواز ابھری تھی۔

سوچا تھا تمہیں سرپرائز دوں گا لیکن یہ سانڈ تو مجھے ایک انچ ملنے نہیں دے رہا۔۔"زیان نے گارڈ کو دیکھتے ہوئے دانت کچکچائے جبکہ گارڈ بھنویں سکیڑے زیان کو ہی دیکھ رہا تھا۔

میری بات کرواؤ اس سے۔۔"حیدر ہنس دیا تھا۔"

یہ لو ساؤنڈ بات کرو حیدر بھائی سے۔۔"زیان نے بنا لگی لپٹی کے کہا تھا۔"

جی صاب۔۔"گارڈ نے فون کان سے لگاتے پوچھا۔"

"گل خان اندر جانے دو اسے میرا بھائی ہے۔۔"

جی جی صاحب ام ابھی جانے دیتا۔۔"گارڈ فوراً الرٹ ہوا۔"

آجاؤ صاب۔۔"گل خان نے آگے بڑھ کر فوراً گیٹ کھولا۔"

اب بھی نہ جانے دو میری بات پر تو یقین ہی نہیں ہوتا۔۔"زیان اسے کھا جانے والی نظروں سے گھورتا اندر داخل ہوا اور پھر بنگلے کی خوبصورتی دیکھ مبہوت رہ گیا۔

وسیع و عریض سر سبز و شاداب لان جو دور تک پھیلا تھا ایک دلکش منظر پیش کر رہا تھا۔گیٹ سے لے کر بنگلے کے اندرونی حصے تک سرخ ٹائیلوں کی روش

تھی جسکے دونوں جانب پھول پودے لگے تھے۔ سرخ روش کے دونوں جانب لان تھا۔ بائیں جانب لان کے وسط میں ایک خوبصورت سا فوارہ بنا تھا جس سے پانی کسی آبشار کی طرح اطراف میں بہہ رہا تھا۔ ابھی زیان لان کی خوبصورتی پر ساکت تھا جب اچانک اسکی نظر لان میں ورزش کرتی ایک لڑکی پر پڑی۔ وہ ٹراؤزر شرٹ پہنے ہوئے تھی۔ بالوں کی اونچی پونی کیے، کانوں پر ہیڈ فون لگائے وہ دونوں بازو ہوا میں سیدھا کیے دائیں بائیں جھک رہی تھی۔

یہ کون ہے؟ حیدر بھائی کی وائف تو نہیں؟ اور وہ موٹی کہیں نظر نہیں آ رہی" اب تو بھینس بن گئی ہو گی" وہ اچھنبے سے اسے دیکھتا اسکی جانب بڑھا۔

لان میں مالی پودوں کی کانٹ چھانٹ کر رہا تھا۔ لڑکی کی نظر پر بھی زیان پر پڑ گئی تھی اسکے حرکت کرتا جسم ساکت ہوا اور آنکھوں میں شناسائی ابھری۔

اس نے فوراً کانوں سے ہیڈ فون اتارے۔

السلام علیکم۔۔"زیان نے قریب پہنچ کر سلام کیا تھا۔وہ لڑکی آنکھیں" پھاڑے حیرت سے زیان کو دیکھ رہی تھی۔زیان کو بھی اسکا چہرہ جانا پہچانا سا لگا تھا۔

میں زیان رانا ہوں حیدر بھائی کا فرسٹ کزن آپ کون ہیں اور کیا آپ نے" سماب کو کہیں دیکھا؟"ل-ڑکی کے خاموش رہنے پر زیان نے خود ہی اپنا تعارف کروایا۔

زیان تم۔۔۔"اس سے پہلے کے زیان کچھ کہتا وہ لڑکی زور سے چلائی زیان" تو ڈر کر پیچھے ہوا۔

تمہیں ہماری یاد کیسے آگئی اتنے سالوں بعد۔۔؟"اسکا لہجہ جانا پہچانا تھا۔"

تم۔۔۔؟"زیان ابھی بھی الجھن کا شکار تھا۔"

تم نے مجھے پہچانا نہیں ؟ڈفر میں سماب ہوں۔۔"اس نے تو گویا زیان کے پر" بم پھوڑا تھا۔زیان کے کندھے پر لٹکا بیگ نیچے گر چکا تھا۔وہ حیرت سے آنکھیں پھاڑے،منہ کھولے اپنے سامنے کھڑی سلم سمارٹ لڑکی کو دیکھ رہا تھا جو کہیں سے گول مٹول سماب نہیں لگ رہی تھی۔اسکا رد عمل دیکھ کر سماب کا ایک بھرپور قہقہہ ابھرا۔

اسکے ہنسنے کے انداز اور چہرے پر غور کرنے سے زیان اسے پہچان گیا تھا وہ واقعی سماب تھی۔

ZNZ
Zubi Novels Zone

او میرے خدایا۔۔یہ تم ہو؟ مجھے یقین نہیں آرہا۔۔"زیان نے دونوں سے" ہاتھوں سے سر کو تھاما۔

ڈرامے باز ناٹک بند کرو اب چلو میرے ساتھ اندر تمہیں بھابھی سے ملواتی" ہو۔۔"وہ بازو سے پکڑ کر کھینچ کر بنگلے کے اندرونی حصے میں لے گئی تھی جبکہ زیان کسی روبوٹ کی مانند اسکے پیچھے چلتا گیا تھا۔

مالکن ہمیں ایک دن کی چھٹی چاہیے۔۔"وہ سر جھکائے زر مینے گل کے سامنے کھڑا تھا۔زر مینے گل نے حیرت سے خان کو دیکھا۔یہ زندگی میں پہلا موقع تھا جب وہ کچھ مانگنے آیا تھا خاص طور پر اپنے لیے۔

"کیا ہوا خیریت ؟سب ٹھیک تو ہے نا؟"زر مینے گل کے چہرے پر پریشانی کے آثار ابھرے۔

ZNZ
Zubi Novels Zone

"جی مالکن وہ ہمیں حیدر آباد جانا ہے بس ایک دن کی چھٹی چاہیے۔۔"وہ سر جھکائے ادب سے کہہ رہا تھا۔زر مینے گل کی پر سوچ نگاہیں خان پر جمی تھیں جس نے اپنی پوری زندگی امن کے نام لکھ دی تھی۔جب امن پیدا ہوا تھا تو زر مینے گل کے ماں باپ نے اپنے خاندانی ملازموں سے خان کو امن کے نام کر دیا تھا۔امن کی پیدائش پر خان بارہ سال کا تھا جب وہ حویلی آیا۔اسکے ماں

باپ نے اسے یہ سمجھا کر بھیجا تھا کہ اب سے اسکا سب کچھ امن ہے۔اور خان کو گول مٹول سا امن بہت بھایا تھا۔وہ دن اور آج کا دن خان نے اپنی سانسیں تک امن کے نام کر دی تھیں۔خان کے ہوتے ہوئے دنیا میں کسی انسان کی اتنی ہمت نہیں تھی کہ وہ امن کو اسکی مرضی کے بغیر چھو سکے۔
خان نے شادی بھی نہیں کی تھی۔

"اتنے سالوں میں آج تک کبھی ایسا نہیں ہوا خان کہ تم امن کو چھوڑ کر کہیں گئے ہو پھر آج کیوں؟ایسی کیا بات ہے؟کیا مجبوری ہے؟جس کیلیے تم امن کو اس حالت میں چھوڑ کر جا رہے ہو؟"زرمینے گل سراپائے سوال تھیں،شاید ماں تھیں اسی لیے ڈر رہی تھیں۔
"وہ مالکن ہم اماں ذلیخہ کی درگاہ پر جا کر مالک کیلیے دعا کرنا چاہتے ہیں،سنا ہے وہاں محبت کے حق میں مانگی گئی ہر دعا قبول ہوتی ہے۔۔"خان نے

سر جھکائے کہا تو زر مینے گل کی آنکھوں میں نمی ابھری اور یہ بات اپنی ماں کے کمرے میں داخل ہوتے امن کے کانوں میں بھی پڑ گئی تھی۔

میں تمہارے ساتھ چلوں گا خان۔۔"امن نے گویا دھماکہ کیا تھا۔وہ یعنی" مشہور و معروف ماڈل امن ملک کسی درگاہ پر جانے کی بات کر رہا تھا یہ سن کر ہی زر مینے گل کی آنکھیں چھلک اٹھی تھیں لیکن ہونی کو کون ٹال سکتا ہے اور شاید امن ملک کے در در بھٹکنے کا وقت آ گیا تھا۔

ابا ناراض ہوں گے اماں، کہیں وہ اپنے ساتھ کچھ غلط نہ کر لیں۔۔"ذلیخہ" پھوپھو نے ہاتھ میں چائے کا کپ تھامے اندیشہ ظاہر کیا۔

کچھ نہیں ہو گا انہیں ذلے تم جاؤ اور معافی مانگوان سے۔۔"قدسیہ بیگم نے اپنی بیٹی کی ہمت بندھاتے ہوئے اسے اسٹڈی روم کی جانب دھکیلا۔اندر خیام رانا ہاتھ میں کتاب تھامے اپنی مخصوص نشست پر بیٹھے تھے۔

ذلیخہ پھوپھو مرے مرے قدموں سے چلتی ان کے قریب آئیں اور ان کے سامنے رکھے میز پر چائے کا کپ رکھ دیا اور ہاتھ میں باندھ کر ایک جانب کھڑی ہو گئیں۔اسٹڈی روم میں اندھیرا تھا۔خیام رانا کی نسشت کے پیچھے ایک بڑی جہاز سائز کھڑکی تھی جس سے روشنی چھن کر اندر آرہی تھی۔

اور خیام صاحب اسی روشنی میں کتاب پڑھ رہے تھے انہیں جب اسٹڈی روم میں ایک غیر معمولی سا احساس ہوا تو انہوں نے نظریں اٹھا کر دیکھا اور پھر ذلیخہ پھوپھو پر نظر پڑتے ہی ان کے چہرے کے تاثرات بگڑے۔

کس لیے آئی ہو تم یہاں؟ جاؤ یہاں سے اور آئندہ مجھے اپنی شکل مت "
دکھانا۔۔" وہ اپنی جگہ سے کھڑے ہوتے دھاڑے تھے۔ان کی گرج دار
آواز سن کر وہ ڈر کر پیچھے ہٹیں۔ لیکن وہاں سے گئی نہیں۔
میں نے کہانا جاؤ یہاں سے۔۔" وہ اب رخ کھڑکی کی جانب موڑ کر کھڑے "
ہو گئے تھے۔

بابا جان۔۔" ذلیخہ پھوپھو نے کس قدر تکلیف اور درد بھرے بھیگے لہجے "
میں اپنے باپ کو پکارہ تھا۔خیام صاحب نے تقریباً تیس سال بعد اپنی لاڈلی
بیٹی کی آواز سنی تھی انہوں نے ضبط سے آنکھیں میچیں۔
کتنا پیار کرتے تھے وہ اپنی لاڈلی بیٹی سے، کتنے لاڈوں سے پالا تھا اسے، اسکی ہر
جائز اور ناجائز ضد پوری تھی خیام صاحب نے اور وہ۔۔۔چار دن کی محبت
کیلیے اپنے ماں باپ اپنے خاندان کو چھوڑ کر چلی گئی تھی، خیام صاحب کو یہی

دکھ نہیں جاتا تھا۔ اگر قدسیہ بیگم التجانہ کرتیں تو وہ کبھی ذلے کو یہاں آنے کی اجازت نہ دیتے۔

مجھے معاف کر دیں بابا میں گنہگار ہوں، میں نے آپ لوگوں کا دل دکھایا" مجھے اسکی سزا ملی ہے میں کبھی خوش نہیں رہ پائی مجھے کبھی ملک خاندان نے اپنی بہو تسلیم نہیں کیا۔۔" وہ اب رو رہی تھی اور خیام صاحب جبڑے بھینچے کھڑے تھے۔

مجھے لگا تھا شہباز ملک مجھ سے محبت کرتا ہے، اگر مجھے ذرا بھی علم ہوتا کہ وہ" مجھ سے محبت کا ناٹک صرف خاندانی دشمنی نکالنے کیلیے کر رہا ہے یقین مانیں بابا میں خود اسے گولی مار دیتی خود مر جاتی۔۔ لیکن میں کیا کروں میں آپکی بیٹی ہوں محبت کرنے والوں نے مجھے دھوکا دیا بالکل ویسے ہی جیسے آپ سے محبت کرنے والوں نے آپکو تکلیف دی ہمیشہ۔۔" ذلیخہ کا اشارہ خانم بی کی جانب تھا۔ خیام صاحب کی آنکھوں میں نمی ابھرنے لگی تھی۔

"مجھے آپ سے کچھ نہیں چاہیے میں نے ساری زندگی آپ لوگوں سے دور گزار دی میں بس اتنا چاہتی ہوں آپ مجھے معاف کر دیں تا کہ میں سکون سے مر سکوں۔۔" وہ ایک پل کے اندر ان کے قدموں میں جا کر بیٹھ گئی تھیں۔

خیام صاحب کرنٹ کھا کر پیچھے ہٹے۔

ایک باپ کیلیے اس سے بڑا دکھ کیا ہو گا کہ اسکی لاڈلی اولاد اسکے سامنے اپنی موت کا ذکر کر رہی ہو۔

"پیچھے ہٹو ذلے یہ کیا کر رہی ہو؟" جذبات کی شدت سے خیام صاحب کی آواز کپکپا کر رہ گئی تھی۔ پھر نا چاہتے ہوئے بھی، نم آنکھیں لیے انہوں نے جھک کر اپنے قدموں میں بیٹھی بے طرح روتی ذلے کے سر پر ہاتھ رکھ دیا تھا۔

وہ باپ تھا آکر کب تک ناراض رہ پاتا؟ لیکن اگر ذلے رانا کبھی یہ غلطی نہ کرتی تو ہمیشہ اپنے ماں باپ کی شفقت اور دعاؤں کی زیر اثر رہتی۔۔ماں باپ کا دل دکھا کر اسے بھی کچھ نہیں ملا تھا۔ ہر غلطی کی سزا ہوتی ہے اور ذلے رانا

نے اپنی ایک غلطی کی پورے تیس سال سزا بھگتی تھی اب شاید تقدیر کو اس پر رحم آ گیا تھا۔

ژالے آپی بہت پریشان ہیں بھائی۔۔"رابیل نے ارحم کو فون کیا تھا اور پھر ساری داستان اسے سنائی۔وہی تھی جو ارحم کو ہر طرح کی خبر پہنچاتی تھی۔

اور امن؟امن کی طبیعت کیسی ہے؟"ارحم نے بے چینی سے امن کا پوچھا تھا۔وہ اسکا دوست تھا زیادہ نہیں سہی لیکن وہ دونوں اکثر اوقات ساتھ رہے تھے۔

وہ بہت بیمار ہیں، جانے انہیں کیا ہو گیا ہے۔زرمینے آنٹی بہت پریشان ہیں۔۔"امن کی حالت بتاتے ہوئے رابیل رو دی تھی۔وہ ابھی اتنی سمجھدار نہیں تھی کہ سب کچھ دیکھ سن کر پر سکون رہ پاتی بلکہ امن کی حالت اور ژالے کی پریشانی اسے پریشان کر رہی تھی۔

اچھا گڑیا تم کیوں رو رہی ہو؟ چپ کرو تم تو ایک بہادر لڑکی ہو نا۔۔رونا" نہیں سمجھ آئی۔۔؟"وہ اسکی سوتیلی ہی سہی لیکن بہن تھی جو اس سے بہت پیار کرتی تھی اسی لیے ارحم کو وہ زیادہ عزیز تھی۔

بھائی آپ واپس گھر آجائیں نا۔۔بڑی ماما(ذلیخہ بیگم) کو بھی لے آئیں مجھے" بہت ڈر لگ رہا ہے۔۔"وہ سسکیوں سے رو رہی تھی۔

رابی میرے بچے چپ کر جاؤ،بس ان شاءاللہ کل ہم واپس آجائیں گے" اسلام آباد اور پھر میں ملک ہاؤس ہی آؤں گا تم پریشان مت ہو میں سب ٹھیک کر دوں گا۔۔"ارحم نے اسے پچکارہ تھا۔

آپ سچ میں ہمارے پاس آئیں گے نا۔۔؟"رابیل کو یقین نہیں ہو رہا تھا۔"
نمل سے شادی کے بعد ارحم نے گھر چھوڑ دیا تھا اسی لیے اب اس نے واپس
آنے کی بات کی تو رابیل کو یقین نہیں ہوا تھا۔

ہاں میں تمہارے پاس آؤں گا سیدھا لیکن ایک شرط پر اگر تم رونا بند کرو"
تو؟"ارحم کے کہنے پر رابیل کے بہتے آنسوؤں کو جیسے بریک لگی تھی۔
ٹھیک ہے بھائی اب نہیں روتی۔۔"رابیل نے معصوم لہجے میں اپنے نہ"
رونے کا یقین دلایا تو ارحم مسکرا دیا۔

پچھلے دو دنوں سے شاویز اور منال کے درمیان کوئی بات نہیں ہوئی تھی۔
شاویز جانے کہاں الجھا تھا۔ گھر آتا تو اسٹڈی میں گھس جاتا۔ کمرے میں ہوتا تو
فون پر لگا رہتا۔ وہ چاہ کر بھی منال کو نہ وقت دے پا رہا تھا نہ اس سے بات کر

پار ہا تھا۔آج کل اسے کھانے کا بھی دھیان نہیں تھا۔اور منال تو ویسے ہی اس سے ناراض تھی وہ بھی اپنے خول میں سمٹی ہوئی تھی۔

مجھے یونیورسٹی چھوڑ آئیں پلیز۔۔"وہ اسکا انتظار کرتے کرتے خود اسٹڈی" روم میں چلی آئی تھی۔اسکی یونی کا وقت ہو رہا تھا۔آواز پر شاویز نے نظر اٹھا کر دیکھا تو اپنے سامنے یونی جانے کیلیے تیار کھڑی منال کو دیکھا۔اسے دیکھتے ہی جانے کیوں دکھتی آنکھوں کو ایک راحت سی پہنچی تھی۔وہ حد درجہ مصروف تھا لیکن چاہ کر بھی گھر ہوتے ہوئے منال کو ڈرائیور کے ساتھ نہیں بھیج سکتا تھا۔آج کل وہ جس پریشانی کا شکار تھا نہ کسی سے کہہ سکتا تھا اور نہ کوئی رسک لے سکتا تھا۔

ٹھیک ہے چلو۔۔"شاویز نے صوفے سے اٹھتے ہوئے کہا اور میز پر رکھی" گاڑی کی چابی اٹھا کر دروازے کی جانب بڑھ گیا۔وہ رف سے حلیے میں تھا۔

چیلنج نہیں کریں گے آپ۔۔؟" منال نے حیرت سے پوچھا۔وہ وڈیروں" سے بڑھ کرآن بان رکھنے والا شخص جانے آج کل کہاں الجھا تھا جو اپنا خیال بھی نہیں رکھ پاتا تھا۔

نہیں ایسے ہی ٹھیک ہے، ویسے بھی مجھے کون دیکھنا چاہے گا تم بھی نفرت" کرتی ہو مجھ سے باقی بچتا ہی کون جسے میں شاندار بن کر دکھاؤں گا۔۔؟" وہ شکوہ نہیں کرنا چاہتا تھا لیکن کر گیا تھا۔۔جانے اسکے لہجے میں ایسا کیا تھا منال تو تڑپ ہی اٹھی تھی۔اس سے پہلے کہ وہ کوئی جواب دیتی شاویز دروازہ کھول کر باہر نکل گیا تھا اور مجبوراً منال کو بھی اسکی پیروی کرنی پڑی۔کچھ دیر وہ دونوں گاڑی میں بیٹھے یونیورسٹی کی جانب رواں دواں تھے۔شاویز کے لبوں پر گہری چپ تھی۔آسمان سیاہ بادلوں سے ڈھکا ہوا تھا لیکن بارش نہیں ہو رہی تھی۔منال کچھ کہنا چاہتی تھی لیکن ماضی کی چند یادیں چند باتیں اسے شاویز سے دوری بڑھانے پر مجبور کر دیتی تھیں۔

منال نے آنکھیں بند کی اور گاڑی کی سیٹ سے پشت ٹکالی۔شادی کے بعد ایسا ہو گا اس نے یہ کب سوچا تھا۔اس نے شاویز کو پانے کیلیے ہزاروں دعائیں کی تھیں لیکن یہ کہاں لکھا ہے جس شخص کو ہم منتوں مرادوں سے اپنا بنائیں اس کے دل پر بھی ہم ہی راج کریں۔وقت نے تقدیر ایک پنّا پلٹا تو ماضی ایک بری یاد نے منال کے تصور پر قبضہ کیا۔

کس قدر خوش تھی وہ شاویز کی دلہن بن کر۔رنگ روپ اس پر ٹوٹ کر برسا تھا۔شاویز کے سجے سجائے کمرے میں وہ دھڑکتے دل کے ساتھ اسکا انتظار کر رہی تھی جب دروازہ کھلا اور علیشہ کمرے میں داخل ہوئی۔اُسے اِس وقت اپنے کمرے میں دیکھ کر منال حیران ہوئی تھی۔

آپ یہاں۔۔؟"وہ پوچھے بنا نہیں رہ پائی تھی۔"

شاویز کا انتظار کر رہی ہو؟" وہ چلتے ہوئے اسکے قریب آئی اور بیڈ پر ایک جانب بیٹھ گئی۔ اُسکے اس سوال پر منال کی پیشانی پر لکیریں ابھریں۔

آپ کے سوال کرنے کا مطلب سمجھ نہیں آیا مجھے۔۔؟ ظاہر سی بات ہے" شاویز کی دلہن ہوں تو اسی کا انتظار کروں گی نا۔۔؟" منال چاہ کر بھی اپنے لہجے کی تلخی نہیں چھپا پائی تھی۔ منال کو علیشہ کچھ عجیب لگی تھی جب سے وہ رانا ہاؤس آئی تھی اسکا رویہ منال سے کچھ عجیب سا تھا۔

ھاھا ارے تم تو برا ہی مان گئی میں تو ویسے ہی پوچھ رہی تھی۔۔" دلہن بنی" منال اس وقت علیشہ کو زہر لگ رہی تھی۔ دلہن بننے کے بعد جس قدر خوبصورت وہ لگ رہی تھی اس پر شاویز تو کیا کوئی بھی دل ہار سکتا تھا۔

میں تو صرف یہ پوچھنے آئی تھی کیا شاویز بھی تم سے محبت کرتا ہے؟" علیشہ" نے دوسرا تیر پھینکا تھا۔ منال سوالیہ نظروں سے اسے دیکھ رہی تھی۔

میرا مطلب ہے تم محبت کرتی ہو نا شاویز سے کیا وہ بھی تم سے محبت کرتا ہے؟" وہ منال کے معصوم ذہن کا رخ موڑ رہی تھی جس نے صرف شاویز کو سوچا تھا۔ جو بھی تھا لیکن منال کے پاس علیشہ کے اس سوال کا جواب نہیں تھا۔

"اب دیکھو نا شاویز رانا ایک شاندار شخصیت کا مالک ہے وہ تم سے عمر میں بھی کافی بڑا ہے۔ کیا پتا اُسکی زندگی میں کوئی اور لڑکی رہی ہو تم نے کبھی جاننے کی کوشش کی؟"

"یہ کیس باتیں کر رہی ہیں آپ علیشہ آپی؟ شاویز کا کبھی کسی لڑکی سے کوئی تعلق نہیں رہا۔۔" منال بھڑک اٹھی تھی۔ اس نے ہمیشہ شاویز کو اپنی نظروں کے حصار میں رکھا تھا۔ اسکا اور نمل کا رشتہ قائم رہا تھا لیکن دونوں کی آپس میں کبھی نہیں بنی اور یہ بات منال کو اچھے سے معلوم تھی۔ منال کی بات پر علیشہ کا قہقہہ ابھرا۔

تم بہت بھولی ہو منال۔۔ تم اُسکے دل کا حال تھوڑی نہ جانتی ہو کیا پتا وہ دل "
ہی دل میں کسی کو چاہتا ہو۔۔ ویسے بھی وہ آج نہیں آنے والا کیونکہ حناوے
تو جا چکی ہے اور ابھی میں اسے چائے بنا کر دے کر آئی ہوں۔ اسے مجھ جیسی
لڑکیاں پسند ہیں منال تمہارے جیسی ہر گز نہیں۔۔ اور میں اُسکی آنکھوں
میں اپنے لیے پسندیدگی دیکھ چکی ہوں کیا تم نے اُسکی آنکھوں میں میرا عکس
نہیں دیکھا؟" وہ تابوت میں آخری کیل ٹھوکنے کے بعد اٹھی اور کمرے سے
باہر نکل گئی جبکہ منال پریشان ہو گئی تھی۔ اس نے گہرے گہرے سانس لے
کر خود کو نارمل کیا اور پھر شاویز کا انتظار کرنے لگی۔

دو گھنٹے مزید انتظار کرنے کے بعد وہ کمرے میں نہیں آیا تو منال کو گھٹن
محسوس ہونے لگی تھی۔ رات کے دو بج رہے تھے اور شاویز کا کہیں پتہ نہیں
تھا۔ تھک ہار کر منال اپنی جگہ سے اٹھی اور بھاری بھرکم سوٹ اتارنے کا
سوچا۔

اسکا دل جانے کیوں برا ہو رہا تھا۔وہ معصوم تھی اور علیشہ کی باتیں اسکے دل پر لگی تھیں۔

اس نے اپنے کپڑے نکالنے کیلیے جیسے ہی الماری کا پٹ کھولا تو ایک عجیب سی آواز ابھری۔کوئی چیز الماری سے نکل کر نیچے جا گری تھی۔کانچ ٹوٹنے کی آواز ابھری تھی۔وہ ایک فوٹو فریم تھا۔منال نے جھک کر اسے اٹھایا اور پھر سیدھا کیا۔جیسے ہی اسکی نظر فریم میں موجود تصویر پر پڑی تھی وہ ساکت رہ گئی۔وہ حناوے کی تصویر تھی۔

"کیا پتا وہ دل ہی دل میں کسی کو چاہتا ہو؟"علیشہ کا سوال اسکی سماعت میں گونجا تو منال کو اپنے اندر کچھ چھن سے ٹوٹتا محسوس ہوا تھا۔

"شاویز حناوے کو پسند کرتے ہیں؟"منال زیر لب بڑبڑائی تھی۔یہ حناوے کی تب کی تصویر تھی جب اسے پاؤں میں موچ آئی تھی اور منال کو یاد تھا جب اسے پاؤں میں موچ آئی تھی شاویز نے اسکا کتنا خیال رکھا تھا۔

اسکا مطلب وہ میرے ہو کر بھی میرے نہیں۔۔"دو آنسو پلکوں کی باڑ" توڑتے گالوں پر پھسل گئے تھے۔اس نے وہ تصویر ایک طرف رکھی اور اپنا سادہ سا جوڑا نکال کر ڈریسنگ میں گھس گئی۔

دل خون کے آنسو رو رہا تھا۔شاویز کا آج وہاں نہ ہونا اس بات کا ثبوت تھا کہ منال زبردستی اسکے سر پر تھونپ دی گئی تھی وہ اسے پسند نہیں کرتا تھا۔اور منال نے بھی فیصلہ کر لیا تھا وہ شاویز اور علیشہ کے درمیان نہیں آئے گی۔

کچھ دیر بعد جب شاویز کمرے میں داخل ہوا تو منال کو سکون سے سوتے دیکھ کر حیران رہ گیا تھا۔ابھی تو اس نے اسے جی بھر دیکھا بھی نہیں تھا اور منال۔۔وہ پریشان سا اسے دیکھ رہا تھا۔

شاید میں نے آنے میں زیادہ دیر کر دی۔۔"گھڑی صبح کے پونے تین بجا" رہی تھی۔شاویز نے ایک گہرہ سانس لیا اور ڈریسنگ روم کی جانب بڑھ گیا۔

منال تو ویسے بھی سوچکی تھی اب وہ اسے اٹھانا نہیں چاہتا تھا۔

Click On The Link Above To Read More Novels / ✆ / ✉ 0344 4499420
https://www.zubinovelszone.com/

ہاں اب بولو مکرم۔۔"موبائل فون جیب سے نکال کر اس نے اپنے" سیکرٹری کا نمبر ملایا جو کچھ ضروری باتیں اس سے ڈسکس کر رہا تھا۔

سر اگر ہم نے جلد ہی کچھ نہ کیا تو ہم اپنی ساری زمینوں سے ہاتھ دھو" بیٹھیں گے۔۔"مکرم نے پریشان کن لہجے میں کہا تو شاویز سر اثبات میں ہلا کر رہ گیا۔

دوسری جانب سونے کا ناٹک کرتی منال کی آنکھ سے آنسو بہتے جا رہے تھے۔وہ سوچ بھی نہیں سکتی اسکے خواب یوں چکنا چور ہو جائیں گے۔

پھر دو دن بعد وہ رحمن بھائی کے پاس آگئی تھی اور واپس جانے سے انکار کر دیا تھا۔وہ چاہتی شاویز اب علیشہ کے ساتھ خوش رہے وہ دونوں کے درمیان نہیں آنا چاہتی تھی۔شاویز نے اس سے کئی بار بات کرنے کی کوشش کی لیکن منال نے ہمیشہ انکار کر دیا۔وہ تو طلاق تک پہنچ گئی۔اگر حناوے اسے نہ سمجھاتی تو وہ آج شاویز کے ساتھ نہ ہوتی۔

گاڑی ایک جھٹکے سے رکی تھی۔منال چونک کر خیالوں سے باہر آئی اور آنکھیں کھولیں۔وہ یونی کے گیٹ پر تھے۔

یونیورسٹی آگئی تمہاری۔۔"شاویز نے نرم لہجے میں کہا۔"

شکریہ۔۔"وہ اپنا بیگ اور کتابیں اٹھاتی گاڑی سے نکل کر گیٹ کی جانب" بڑھ گئی تھی۔شاویز کی نظروں نے تب اسکا پیچھا کیا تھا جب تک وہ آنکھوں سے اوجھل نہیں ہو گئی تھی۔

سنا ہے تم بچھڑوں کو ملاتے ہو"

"میرا بھی ایک یار ہے سائیں۔۔۔

برگد کے پیڑ کے نیچے بنی اماں ذلیخہ کی یہ چھوٹی سی درگاہ آج بھی ویسی ہی تھی جیسے سالوں پہلے جب امن یہاں سے گزرا تھا اور پاگل راحیلہ نے تھپڑوں

سے اسکی گاڑی پر حملہ کر دیا تھا۔ درگاہ کی دیوار سے ٹیک لگائے بیٹھا وہ فقیر آج بھی وہیں تھا۔ درگاہ کے قریب لگا پانی کا نل آج بھی اپنی جگہ پر تھا۔۔۔ ایک تبدیلی آئی تھی آج وہاں پاگل راحیلہ نہیں تھی جو آتی جاتی گاڑیوں پر پتھر برساتی تھی۔

دھول اڑاتی گاڑی نے درگاہ کے قریب جا کر بریک لگائی تھی۔ خان نے نیچے اتر کر گاڑی کا پیچھے کا دروازہ کھولا۔ سیاہ رنگ کی شال لپیٹے امن گاڑی سے باہر آیا تھا جس کے چہرے گہرے پر غم کے آثار تھے۔ خوبصورت بال جو کبھی جیل کی مدد سے سیٹ رکھے تھے آج پیشانی پر بکھرے پڑے تھے۔ اسکی آنکھیں سرخ تھیں۔ بیمار رہنے کی وجہ سے جسمانی کمزوری اس حد تک ہو گئی تھی کہ وہ ٹھیک سے چل بھی نہیں پا رہا تھا۔ خان اسے سہارہ دے کر درگاہ تک لایا۔ آہٹ پر فقیر نے آنکھیں کھول کر امن کو دیکھا اور پھر اسکے چہرے پر ایک گہری پر اسرار مسکراہٹ پھیل گئی۔۔۔ دیکھتے ہی دیکھتے وہ پر اسرار سی مسکراہٹ ایک زخمی مسکان میں ڈھل گئی۔

میں یہاں بیٹھنا چاہتا ہوں۔۔" وہ درگاہ کی دیوار سے ٹیک لگا کر بیٹھ گیا جبکہ "
خان فاتحہ پڑھنے اندر چلا گیا۔

وقت کسی کا نہیں رہتا، کل جو بادشاہ تھے آج وہ فقیر ہیں۔۔ محبتیں چھیننے "
والوں کو محبتیں نہیں ملا کرتیں۔۔" آواز پر امن نے چہرے کا رخ موڑا تو
اپنے سے کچھ فاصلے پر ایک فقیر کو بیٹھے دیکھا۔ وہ امن کو ہی دیکھ رہا تھا۔

سنا ہے یہاں ہر دعا قبول ہوتی ہے یہ کسی نیک انسان کی جگہ ہے۔۔" امن "
کی زبان سے پھسلا تھا۔

خدا کی کائنات میں تم کہیں بھی چلے جاؤ، جہاں مرضی جا کر پکار لو وہ وہیں "
سے سنتا ہے یہ جگہ تو ہم فقیروں کے رہنے کا ایک سہارہ ہے ورنہ زمانے

والے ہمیں کہا برداشت کر پاتے ہیں۔۔"اس فقیر نے عجیب سے لہجے میں کہا جو امن کے سر سے گزر گیا۔اسے بھلا خالق اور بندے کے رشتے کا کب پتا تھا؟اسے کیا پتا تھا خدا کیا ہوتا ہے؟دعا کیا ہوتی ہے؟وہ بس اپنے طاقت کے نشے میں راج کرتا آیا تھا۔

"اور تو محبت کی بات کرتا ہے تجھے محبت کا علم بھی ہے محبت کہتے کسے ہیں۔۔؟"اچانک ہی فقیر کا لہجہ بدلا اور اسکی آنکھوں میں سرخی اتر آئی۔اب وہ امن کو کھا جانے والی نظروں سے گھور رہا تھا۔

"مجھے نہیں معلوم محبت کسے کہتے ہیں بس اتنا جانتا ہوں اسکے بنا جینے کا تصور بھی نہیں کر سکتا میں۔۔وہ عشق ہے میرا۔۔"امن نے آنکھوں میں آئی نمی کو اندر کھینچتے بھیگے لہجے میں بتایا تھا۔اسکی بات پر فقیر کا قہقہہ ابھرا تھا۔امن نے چونک کر اسے دیکھا۔

عشق کرتا ہے تو؟ تو اسے حاصل کرنا چاہتا ہے بس اپنی ہوس کو عشق کا نام" مت دے نہیں تو خاک ہو جائے گا خاک۔۔" فقیر کڑک کر بولا تھا اور امن ساکت رہ گیا تھا۔

جا جا کر عیش کر، شباب شراب سے دل بہلا عشق تیرے بس کا روگ" نہیں۔۔ جا چلا جا۔۔ تو نے جو گناہ کیے ہیں انکا بوجھ اٹھا کر یہاں مت آنا دوبارہ۔۔ جا معافی مانگ جا کر۔۔ توبہ کر تو نے محبت کرنے والوں کو جدا کیا تھا۔۔ گنہگار ہے تو جا کر معافی مانگ۔۔" فقیر اونچی آواز میں چلاتا اٹھا اس کمرہ نماز درگاہ کے پیچھے چلا گیا تھا جبکہ امن کے پاس اتنی سمجھ بوجھ نہیں تھی کہ وہ فقیر کی باتوں کو سمجھ پاتا۔

"تم امن سے کتنی محبت کرتے ہو خان۔۔؟"

خان امن کو لے کر خانم بی کے بلانے پر ملک حویلی آگیا تھا۔اور اب خانم بی کے کمرے میں اسکی پیشی تھی۔

میرا تن من دن سب مالک پر قربان مالکن۔۔اس سے زیادہ کیا کر سکتا" ہوں۔۔؟"خان نے سر جھکائے جواب دیا تھا۔

امن کیلیے کسی کی جان لے سکتے ہو؟"خانم بی جانچتی نگاہوں نے خان کے" چہرے پر نظریں جمائے پوچھا۔

جی بالکل مالکن۔۔"خان نے سپاٹ چہرے کے ساتھ جواب دیا۔اسکی" شخصیت بھی عجیب تھی اسکے چہرے پر ہمیشہ ایک سرد مہری چھائی رہتی تھی۔۔سپاٹ چہرہ۔۔کوئی چاہ کر بھی اسے تاثرات کا اندازہ نہیں لگا سکتا تھا۔

تو پھر ٹھیک ہے اگر تم چاہتے ہوا من ٹھیک ہو جائے تو اس لڑکی حناوے " کو ختم کر دو۔۔ ہمیشہ ہمیشہ کیلیے۔۔ کیونکہ تمہارے علاوہ یہ کام اور کوئی نہیں کر سکتا۔۔" خانم بی نے زہر خند لہجے میں کہا تھا۔ حناوے کیلیے ان کے لہجے میں نفرت ہی نفرت تھی۔ خان نے تڑپ کر خانم بی کی طرف دیکھا تھا۔۔ آج پہلی بار کسی کے سامنے اسکی گردن اٹھی تھی۔۔ جانے کیا ہونے والا تھا؟

Zubi Novels Zone

اگر آپ ناول پڑھنے کے شوقین ہیں تو ہم آپکے لیئے لائے ہے دنیا کا سب سے بڑا
ناولز کا مشہور ویب سائٹ جہاں سے آپ دنیا جہاں کے مزے کے ناولز پڑھ اور
ڈاؤنلوڈ کرسکتے ہے جو ناولز آپکو کہی کسی اور ویب سائٹ سے نہیں ملے گے

ZUBINOVELSZONE.COM 👉 ZNZ.LIFE

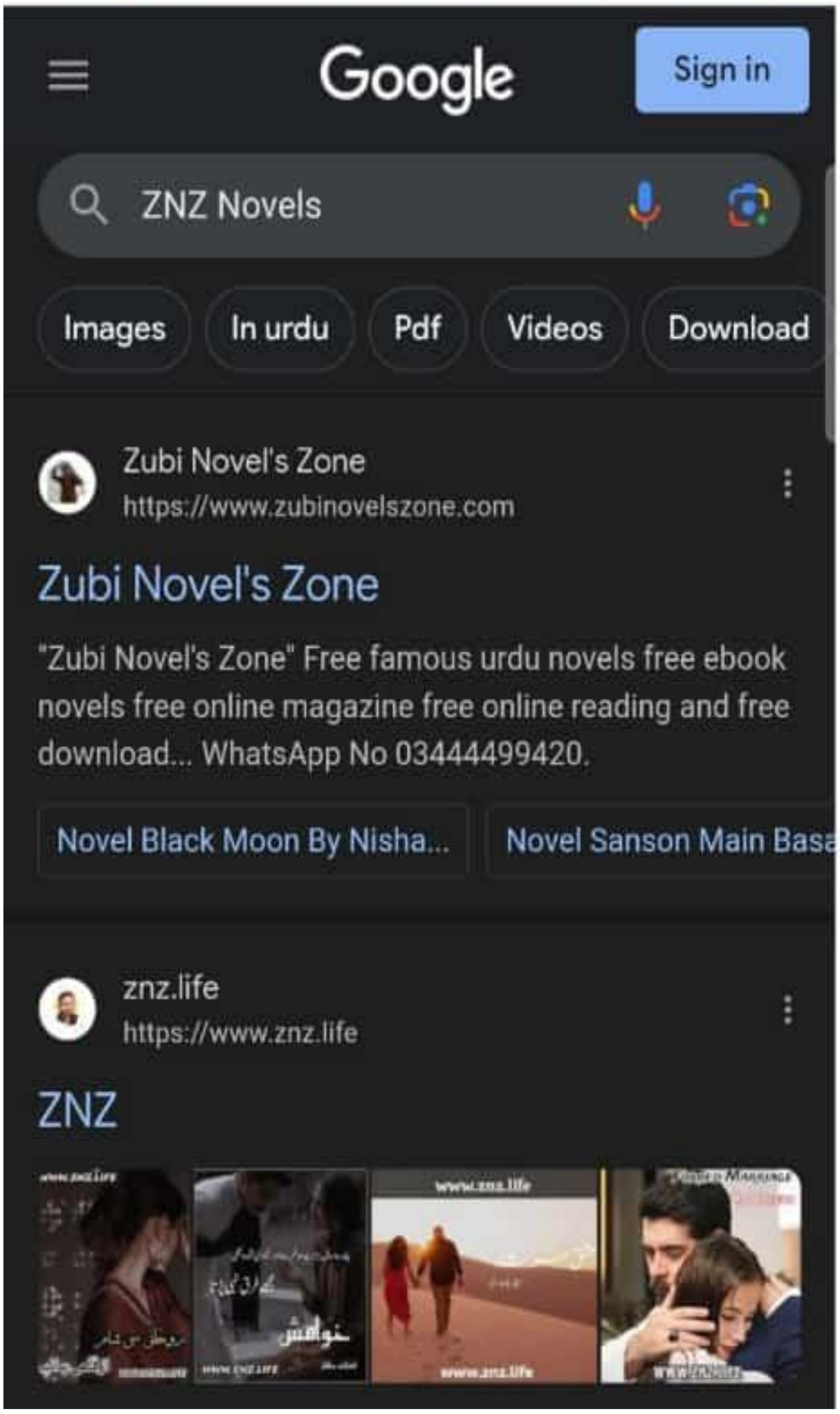

تو دیر کس بات کی ابھی گوگل پر
جائے اور ٹائپ کریں

ZNZ NOVELS

ٹوپ پر دو ویب سائٹ آجائے
گے جسکی سکرین شاٹ آپ
سامنے دیکھ سکتے ہے کوئی بھی
ایک سائٹ وزٹ کریں اور
اپنے پسند کا ناول سرچ کرکے
باآسانی ڈاؤنلوڈ کرکے پڑھ لیں
مزید کے لیئے رابطہ کریں

0344 4499420

For Free Ebook Novels Link

https://heylink.me/ZUBI_NOVELS_ZONE

اسلام علیکم !

اگر آپ میں لکھنے کی صلاحیت ہے اور آپ اپنا لکھا ہوا دنیا

تک پہنچانا چاہتے ہیں تو زوبی ناولز زون

https://www.zubinovelszone.com

https://www.zubinovelszone.in

https://www.znz.life

آن لائن ویب سائٹ آپکو پلیٹ فارم فراہم کر رہا ہے اگر آپ ہماری ویب سائٹ پر اپنا ناول، افسانہ، کالم آرٹیکل یا شاعری پوسٹ کروانا چاہتے ہیں تو ابھی ای میل کریں۔

ZUBINOVELSZONE@GMAIL.COM

آپ ہمارے فیس بک پیج اور ای میل اور وٹس ایپ کے ذریعہ رابطہ کر سکتے ہیں

وہاٹسپپ پر رابطہ کرنے کے لئے نیچے لنک پر کلک کرے

0344 4499420

https://www.facebook.com/zubairkhanafridi2020

انتباہ! اس ناول کے تمام جملہ حقوق زوبی ناولز زون کے پاس محفوظ ہیں کسی بھی طرح کاپی کرنے سے گریز کیا جائے۔

https://www.facebook.com/groups/Z.Novel.Zone

WhatsApp Channel Link

Channel Join Now

"کچھ نہیں ہوتا امن کو اور نہ وہ تمہیں کچھ کہے گا تمہیں جتنا کہا جائے اتنا کیا کرو اب جاؤ اور جلد مجھے خوشخبری دو۔۔" خانم بی سرد لہجے میں کہا تو خان نے سر جھکا لیا، چہرے کی رگیں مزید تن گئی تھیں۔اس نے خانم بی کی بات کا جواب نہ دینے کیلیے جبڑے بھینچے اور نظریں جھکائے وہاں سے چلا آیا۔بہت کڑے امتحان میں ڈال دیا تھا خانم بی نے اسے، وہ چاہ کر بھی ایسا نہیں کر سکتا تھا۔وہ امن کو حناوے کی موت کا غم نہیں دینا چاہتا تھا اور محبوب کی موت کا غم کیسا ہوتا ہے یہ خان سے بہتر کون جانتا تھا۔؟

"ارحم بس کردیں آپ پریشان ہونے سے کیا ہوگا؟" نمل نے ارحم کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر اُسے حوصلہ دیا جو سرخ آنکھیں، سپاٹ چہرہ لیے کمرے کی کھڑکی میں کھڑا تھا۔نظروں کے سامنے آج دوپہر کا منظر گھوم رہا تھا جس نے ارحم کے دل کو چھلنی کردیا تھا۔وہ ذلیخہ پھوپھو کو حویلی چھوڑ کر واپس اسلام آباد جا رہے تھے جب اُن کی گاڑی اماں ذلیخہ کی درگاہ کے قریب سے گزری تو وہاں بیٹھے امن کو دیکھ وہ دونوں ساکت رہ گئے تھے۔جلدی سے گاڑی روکنے کے بعد ارحم بھاگتے ہوئے امن تک پہنچا جو درگاہ کی کچی پکی دیوار سے ٹیک لگائے ، آنکھیں موندھے بیٹھا تھا۔

"امن۔۔"ارحم نے اسکی حالت دیکھ کر تڑپ کر اسے پکارہ تھا۔آواز پر امن نے آنکھیں کھولیں تو اپنے سامنے ارحم کو دیکھ کر وہ خود پر قابو نہیں رکھ پایا اور میلے میں گمشدہ بچے کی مانند ارحم سے لپٹ گیا جیسے وہ گمشدہ بچہ اپنی ماں کو دیکھ کر اس سے لپٹ جاتا ہے۔

"تم یہاں کیا کر رہے ہو امن۔۔؟" ارحم نے اُسے خود میں بھینچتے پوچھا تھا۔آنکھیں خودبخود ہی نم ہونے لگی تھیں۔نمل بھی حیرت اور پریشانی کے ملے جلے تاثرات سے امن کی حالت دیکھ رہی تھی۔یہ وہ امن ملک تو نہیں جس سے حناوے جنگ لڑ رہی تھی۔۔یہ توکوئی اور ہی امن تھا جو پہلے ہی لٹ چکا تھا ہار چکا تھا۔

اس سے پہلے امن کوئی جواب دیتا خان درگاہ سے باہر آیا اور پھر ارحم اور نمل کو وہاں دیکھ کر ٹھٹکا۔

"سلام صاحب۔۔"خان نے ادب سے دونوں کو سلام کیا تھا۔

"ار۔۔ارحم۔۔وہ۔۔وہ مجھ سے نفرت کرتی ہے۔۔"ارحم کے گلے سے لگے امن کے منہ سے الفاظ ٹوٹ پھوٹ کر ادا ہوئے تھے۔ارحم نے اسکے گرد اپنا حصار مزید تنگ کیا ایسے جیسے اسکی آغوش میں امن سب بھول جائے گا۔

"خان تم یہاں کیوں لائے ہو اسے۔۔؟" ارحم خان پر گرجا تھا۔لیکن اس سے پہلے خان کوئی جواب دیتا امن بے جان سا ہو کر ارحم کی بازوؤں میں جھول گیا تھا۔وہ کسی بچے کی مانند اُسے اٹھا کر ملک حویلی لے آئے تھے۔ارحم کو نمل کے ساتھ وہاں آنے کی اجازت نہیں تھی لیکن امن کی حالت دیکھ کر خانم بی خاموش ہوگئی تھیں البتہ وہ نمل کو کھاجانے والی سرد اور نفرت سے بھرپور نگاہوں سے گھور رہی تھیں۔امن کو کمرے میں پہنچاتے ہی ڈاکٹر کو فون ملایا گیا تھا۔

اسکا جسم تیز بخار میں تپ رہا تھا۔یہ محبت چیز ہی ایسی ہوتی ہے یہ جب نگاہوں کے ذریعے انسان کے دل میں اترتی ہے تو نہ صرف انسان کی روح پر قبضہ کرتی ہے بلکہ اسکا زہر انسانی دماغ کو مفلوج کرکے رکھ دیتا ہے اور انسان کا جسم ایسے ہی بے جان ہوجاتا ہے جیسے اس وقت امن ملک بے بس تھا۔

"میں نے کبھی خواب میں بھی نہیں سوچا تھا کہ امن کی ایسی حالت ہوگی۔۔"ارحم نے آنکھوں میں آئی نمی کو صاف کرتے کہا۔اسکا دل اس وقت خون کے آنسو رو رہا تھا۔

"میں تو امن کی حالت دیکھ کر کچھ بھی کہنے سننے سے قاصر ہوں۔۔"نمل نے گہرہ سانس فضا میں خارج کرتے بتایا۔اسے بھی امن کی حالت دیکھ کر دلی افسوس ہوا تھا۔لیکن وہ کچھ نہیں کر سکتی تھی، وہ شخص قابل رحم نظر آرہا تھا لیکن حقیقت تو یہ تھی اس پر رحم نہیں کھایا جا سکتا تھا۔

"مجھے ڈر سا لگ رہا ہے نمل۔۔امن جیسا بھی ہو مجھے جان سے پیارا ہے۔میں چاہتا ہوں کہ وہ سدھر جائے لیکن۔۔"شدت جذبات سے ارحم کی آواز کانپ اٹھی تھی۔

"اچھا آپ پریشان مت ہوں ان شاء اللہ سب ٹھیک ہوجائے گا۔۔"نمل نے مسکرا کر ارحم کا ہاتھ تھاما تا وہ اثبات میں سر ہلا کر رہ گیا۔جانے اب اُن سب کی زندگی کیا موڑ لینے والی تھی۔

"ارے بھابھی کیا کھلاتی رہی ہیں آپ اس موٹو کو جو یہ اتنی پتلی ہوگئی ہے۔۔"زیان نے پکوڑوں کی پلیٹ پر ہاتھ صاف کرتے میز پر کھانا لگاتی سیرت بھابھی سے پوچھا تھا جو اسکی باتیں سن کر مسکرا رہی تھیں۔وہ ایسا ہی تھا جب سے جامشورو آیا تھا اپنی نٹ کھٹ باتوں اور حرکتوں سے پورے بنگلے میں رونق لگا رکھی تھی۔سیرت بھابھی کو تو اپنا یہ شریر سا دیور بہت پسند آیا تھا۔

"تم کیوں جل رہے ہو میری سمارٹنس سے۔۔؟" سماب نے آنکھیں چھوٹی کیے تنک کر پوچھا تھا۔

"لو میں بھلا میں کیوں جلوں گا؟ میں تو خوش ہو رہا ہوں کہ دھرتی پر تھوڑا بوجھ کم ہوا۔۔"زیان بھی اپنے نام کا ایک تھا۔ اس نے کندھے اچکا کر جواب تو دیا تو سیرت بھابھی نے بامشکل اپنا قہقہہ ضبط کیا جبکہ سماب نے کھا جانے والی نظروں سے اسے گھورا۔اپنے چہرے پر گہری نظروں کی تپش محسوس کرکے زیان نے پکوڑوں سے نظر اٹھا کر سماب کی جانب دیکھا جو اسے گھور رہی تھی۔

"ایسے مت دیکھو، بچے کی جان لو گی کیا؟" زیان نے ڈرنے کی بھرپور اداکاری تھی۔

"بھابھی اسے سمجھا لیں یہ کچھ زیادہ ہی بول رہا ہے اگر مجھے غصہ آیا تو گارڈ سے کہہ کر اسے باہر پھینکوا دوں گی۔۔"

گارڈ کا نام سنتے ہی زیان کے منہ کے زاویے بگڑے۔

"اس وقت اس سانڈ کا نام لینا ضروری تھا کیا۔۔؟" زیان کی بھر سخت بدمزہ ہوا تھا۔اس نے پکوڑوں کی پلیٹ سے ہاتھ کھینچ لیا تھا۔اسے ایسا کرتے سیرت بھابھی نے دیکھ لیا تھا۔

"سماب غلط بات ہے ایسے نہیں کہتے اتنا تو اچھا ہے زیان۔۔" انہوں نے پیار سے سماب کو ڈپٹا جو چہرہ پھلائے زیان کو گھور رہی تھی جبکہ زیان تو اپنی تعریف پر کھکھلا اٹھا تھا۔

"تم لوگ کھانا شروع کرو میں حیدر کو بلا کر لاتی ہوں، اور سماب خبردار جو اب تم نے زیان کو کچھ کہا تو۔۔"

"بس بھابھی سمجھ گئی میں، جب سے یہ زیان آیا ہے آپ بدل گئی ہیں، آپ بھی بےوفا نکلیں۔۔" وہ گہرے صدمے کے زیراثر تھی جبکہ زیان اسے منہ بنا کر چڑا رہا تھا۔

سیرت ان دونوں کو لڑتا چھوڑ کر کمرے کی جانب بڑھ گئی تھی۔

Urdu Novels Ghar

"خبر پکی ہے نا۔۔" وہ دروازے کی قریب پہنچی تھی جب اندر سے حیدر کی سنجیدہ سی آواز ابھری۔سیرت کے چہرے کے تاثرات بدلے تھے۔جانے کیوں حیدر کو لے کر اسکے دل میں ہر وقت ایک دھڑکا سا لگا رہتا تھا۔ایک انجانا خوف تھا جو اُسے تنگ کیے رکھتا تھا۔

"ٹھیک ہے میں آفس پہنچ رہا ہوں تم سارے ثبوت لے کر آجاؤ، مجھے پہلے ہی اس میر ممتاز عالم پر پورا شک تھا۔ایسے لوگوں کو سزا ملنی ہی چاہیے۔۔" وہ شاید اپنے پی اے قیوم سے بات کر رہا تھا۔اور سیرت مزید نہیں سن سکتی تھی۔وہ آہستہ سے دروازہ کھولتے کمرے میں داخل ہوئی۔آہٹ کی آواز پر حیدر نے پلٹ دروازے کی جانب دیکھا تھا۔

"اچھا چلو ٹھیک ہے تم پہنچو میں آتا ہوں۔" سیرت کو دیکھتے ہوئے حیدر نے آخری بات کہہ کر فون بند کر دیا تھا۔وہ اسے پریشان نہیں کرنا چاہتا تھا۔

"کہاں جارہے ہیں آپ اس وقت۔۔" چہرے پر پریشانی کے نمایاں آثار لیے وہ سوالیہ نظروں دیکھتے ہوئے اسکی جانب بڑھی۔

"قیوم کا فون تھا ایک بہت ضروری کام کی غرض سے جانا ہے۔۔" حیدر نے مسکرا کر کہتے ہوئے ایک قدم سیرت کی جانب بڑھایا اور دونوں میں موجود فاصلہ ختم کیا۔

"یہ کونسا وقت ہے باہر جانے کا؟ آپ جانتے ہیں حیدر کہ آپ کی جان کو خطرہ ہو سکتا ہے پھر کیوں آپ میری بات نہیں سمجھتے۔۔؟" بات کے آخر میں سیرت کا لہجہ بھیگ سا گیا تھا۔وہ اب کسی صورت بھی حیدر کو کھونا نہیں چاہتی تھی۔

"ارے پگلی میں دور تھوڑی نہ جا رہا ہوں یہیں ہوں۔اور تمہیں کتنی بار کہا ہے کہ تم اسسٹنٹ کمشنر حیدر رانا کی بیوی ہو ڈرا مت کرو۔۔" حیدر نے اس کے دونوں ہاتھ تھامتے ہوئے نرمی سے کہا تھا۔

"جو بھی ہے لیکن میں انسان ہوں حیدر میں نے ماما بابا کو بہت پہلے کھو دیا تھا میرے اپنے مجھ سے ناراض ہیں اور میں کسی صورت تمہیں نہیں کھو سکتی۔۔" وہ ضبط کے باجود رو دی تھی۔

"کچھ نہیں ہوگا مجھے سیرت یقین رکھو، میں ہمیشہ تمہارے ساتھ رہوں گا لیکن ابھی مجھے جانا ہوگا ایک ضروری کام ہے کچھ دیر تک لوٹ آؤں گا ٹھیک ہے؟۔۔" حیدر نے اس کے آنسو صاف کرتے پیار سے اسکا گال تھپتھپایا تو سیرت اثبات میں سر ہلا کر رہ گئی۔وہ جانتی تھی حیدر کسی صورت اپنے کام سے پیچھے نہیں ہٹنے والا تھا۔

"یار مسکرا کر رخصت کرو مجھے بیویاں روتی اچھی نہیں لگتیں بلاوجہ ہی سینے میں درد ہونے لگتا ہے۔۔" اُسکی نم کو دیکھتے ہوئے وہ شرارت سے بولا تو سیرت ناچاہتے ہوئے بھی مسکرادی تھی۔اور حیدر کے لیے اتنا ہی کافی تھا۔وہ سیرت کے ہمراہ ڈائننگ ہال میں آیا تھا جہاں زیان اور سماب ابھی تک جھگڑا کر رہے تھے۔

"تم لوگ کب سدھرو گے۔۔؟" حیدر نے انہیں ایک دوسرے پر جملے کستے دیکھ کر مسکرا کر پوچھا تھا۔

"حیدر بھائی اس موٹی کی(جو غلطی سے پتلی ہوگئی ہے) زبان بہت لمبی ہوگئی ہے بالکل اُس آفت کی طرح۔۔" زیان نے حناوے کی طرف اشارہ کیا تھا۔

"دیکھ رہے ہیں آپ حیدر بھائی جب میں موٹی تھی تب بھی اِس کو تکلیف تھی ابھی سمارٹ ہوگئی ہوں تو اِس سے ہضم نہیں ہو رہا۔۔" سماب روہانسی ہوگئی ہے۔

"ہاں تو مجھے بھی بتاؤ کیسے پتلی ہوئی ہو مجھے تو شک ہے حیدر بھائی کہیں کسی ہسپتال میں بدل تو نہیں گئی یہ۔۔؟" زیان نے دماغ پر زور ڈالتے، آنکھیں چھوٹی کیے، کھوجتے انداز میں سماب کی جانب دیکھتے پوچھا تھا۔اسکی بےوقوفانہ سی بات پر حیدر کا بےساختہ قہقہہ ابھرا تھا۔اور سماب تو ساکت رہ گئی تھی۔

"یار تم بھی کمال کرتے ہو یہ کوئی ایک دن کی بچی تھی کیا جو جو ہسپتال میں بدل جاتی۔۔" حیدر نے ہنسی کے فوارے کو بامشکل روتے جواب دیا تھا۔جبکہ سیرت ان کی باتیں سن کر مسکرا رہی تھی۔اسے احساس ہوتا تھا کہ رانا خاندان ان کے خاندان سے زیادہ اچھا تھا۔یہاں سب ایک دوسرے سے محبت کرتے تھے۔

"بھائی آپ بھی اس کے ساتھ مل گئے، مجھے نہیں بات کرنی کسی سے۔۔" وہ پاؤں پٹختی ناک آوٹ کر گئی تھی جبکہ زیان نے اس کے جانے کے بعد قہقہہ لگایا تھا۔

Urdu Novels Ghar

"ناٹ فیئر زیان، میری پیاری اور معصوم سی نند کو ناراض کر دیا۔۔" سیرت اب کسی حد تک خود پر قابو پاچکی تھی۔

"معصوم۔۔؟ خدا کا خوف کریں بھابھی اگر آپ ان آفتوں کے قصے سنیں نا تب آپکو پتا چلے گا یہ کتنی معصوم ہیں۔۔" زیان نے کانوں کو ہاتھ لگایا تھا۔

"اچھا زیان میں ایک ضروری کام سے جا رہا ہوں، اپنا موبائل آن رکھنا اور گھر والوں کا خاص طور پر خیال رکھنا۔۔" حیدر زیان کو سمجھاتے جا چکا تھا جبکہ سیرت بھابھی اور زیان سماب کو منانے اس کے کمرے کی جانب بڑھ گئے تھے۔کھانے کی میز پر کھانا ایسے ہی پڑ رہ گیا تھا۔باہر رات معمول سے زیادہ تاریک تھی۔دور کہیں کتوں کے بھونکنے کی آواز وقفے وقفے سے ابھر رہی تھی۔

"ہماری زمین پر بلاوجہ قبضہ کرنے کی کوشش کرکے یہ شہباز ملک اچھا نہیں کر رہا بابا جان۔۔وہ اپنی پوری طاقت استعمال کر رہا ہے ہماری زمینوں کو ہڑپنے کی لیکن میں ایسا ہونے نہیں دوں گا۔۔" شاویز کی آنکھیں سرخ تھیں۔وہ پچھلے کئی دنوں سے شہباز ملک کی طرف سے جاری جنگ لڑ رہا تھا۔وزیراعلیٰ سندھ کا بیٹا ہونے کا شہباز ملک پورا پورا فائدہ اٹھا رہا تھا۔اسے لگتا تھا وہ رانا خاندان سے سب کچھ چھین لے گا اور اسکی وجہ وہ بےعزتی تھی جو خانم بی کے مطابق حیدر رانا نے انکی میڈیا کے سامنے کی تھی۔اسی لیے اس نے سب سے پہلے حیدرآباد میں موجود ان کی کچھ زمینوں پر قبضہ کرلیا تھا جہاں خیام رانا ایک ہسپتال اور لڑکیوں کیلیے کالج بنانا چاہتا تھا۔

"ملک خاندان نے ہمیشہ ہمیں نقصان پہنچانے اور نیچا دکھانے کی کوشش کی ہے لیکن مجھے یہ سمجھ نہیں آرہا یہ زمین کوئی اتنی زیادہ نہیں ہے جس پر ملک خاندان قبضہ کرنا چاہے گا پھر وہ ایسا کیوں کر رہے ہیں۔۔" حسن رانا بھی پریشان تھے۔

"جہاں تک مجھے لگتا ہے بابا جان یہ لازمی ان کی کوئی چال ہے، وہ ہمیں اس مسئلے میں الجھا کر کچھ اور کرنا چاہتے ہیں۔۔" شاویز بھی ایک ذہین اور شاطر انسان تھا وہ اس مسئلے کے ہر پہلو پر غور کر رہا تھا۔

"ہاں مجھے بھی کچھ ایسا ہی لگ رہا ہے، ہمیں محتاط رہنا ہوگا ملک خاندان اپنی دشمنی نبھانے کے لیے کسی بھی حد تک جا سکتا ہے" پچاس پچپن سالا حسن رانا کے چہرے پر پریشانی صاف واضح تھی۔وہ شہباز ملک کو اچھے سے جانتے تھے۔

"آپ بے فکر رہیں بابا جان اور آپ بنا کسی ہچکچاہٹ کے حیدرآباد جائیں دادا ابو کو آپکی ضرورت ہے الیکشن کے دن نزدیک ہیں باقی میں سب سنبھال لوں گا اور میں جلد حیدرآباد آنے کی کوشش کروں گا۔۔" وہ انہیں ہر پریشانی سے آزاد کرنے کی کوشش کر رہا تھا جبکہ خود کبھی مری، کبھی اسلام آباد اور حیدرآباد وہ خود گھن چکر بنا ہوا تھا۔

"میں آج ہی تمہاری اماں کے ساتھ حیدرآباد کے لیے نکلتا ہوں تم بس محتاط رہنا۔۔" حسن رانا نے اپنے بہادر بیٹے کا کندھا تھپتھپاتے کہا اور اسٹڈی روم سے باہر نکل آئے۔جبکہ شاویز نے رحمن بھائی کا نمبر ملایا تھا۔وہ وکیل تھا اور اس مسئلے کو سلجھانے میں وہی شاویز کی مدد کر سکتا تھا۔

"خیام رانا کی طاقت اسکے بیٹے اور اُسکے پوتے ہیں جو اپنی اپنی جگہ پر مضبوطی سے جڑے ہیں۔اب وقت آگیا ہے کہ اُس خاندان کی طاقت کو توڑا جائے اور اُسکے لیے لازمی ہے کہ ایک ہی وقت میں مختلف جگہ پر موجود رانا ہاؤس کے افراد پر ایک ہی کاری وار کیا جائے جس سے خیام رانا بلبلا اٹھے۔اگر کسی ایک پر وار کریں گے تو باقی سب مل کر سنبھال لیں گے لیکن اگر ایک ہی وقت میں سب کو نشانہ بنائے تو پورے خاندان میں ہڑبڑاہٹ مچ جائے گی اور ہم اسی ہڑبڑاہٹ کا فائدہ اٹھائیں گے" دنیا میں اگر کوئی شیطانی عورت تھی تو وہ خانم بی تھی جو اس وقت اپنے اکلوتے بھائی بہرام ملک، اپنے دونوں بھتیجوں شہباز ملک اور ارباز ملک کے ساتھ اپنے کمرے میں موجود شیطانی کھیل رچا رہی تھی۔اسکی آنکھوں میں اس وقت برف جیسا سرد پن اور چہرہ سپاٹ تھا۔

"میرے خیال سے ہمیں کچھ انتظار کرنا چاہیے الیکشن کے دن ہیں اگر کوئی ہنگامہ ہوگیا تو ہمیں اور ہماری پارٹی کو بھاری نقصان اٹھانا پڑے گا۔۔" بہرام ملک نے کچھ سوچتے ہوئے سنجیدگی سے جواب دیا تھا۔انکی بات سن کر خانم بی کی آنکھوں میں خون اتر آیا تھا۔

UrduNovelsGhar

"مجھے لگتا ہے تمہاری غیرت مر چکی ہے بہرام ملک۔۔شاید تم وہ ذلت بھول گئے ہو جو اُس اے سی نے ہمارے گھر کی بیٹی کا استعمال کرکے ہماری خاندان کے سر تھوپی ہے۔۔" خانم بی دبی دبی آواز میں چلائی تھی۔اسکی سرخ آنکھوں سے انگارے پھوٹ رہے تھے۔

"خانم بی ٹھیک کہہ رہی ہیں ابا جان ہمیں ابھی کچھ کرنا ہوگا۔۔وہ خیام رانا اور اسکا پوتا شاویز الیکشن پر پوری توجہ دے رہے ہیں اگر ہم نے ابھی ان کی کمر نہ توڑی تو ہو سکتا ہے ہمیں عہدے سے ہاتھ دھونا پڑے۔۔" شہباز ملک خانم بی کا پر تو تھا۔

"میرے خیال سے ہمارے لیے اس وقت سب سے ضروری الیکشن ہونا چاہیے۔۔یہاں کی عوام پہلے ہی ہماری کوتاہیوں کی وجہ سے ہم سے ہی بد ظن ہو چکی ہے، خیام رانا کے حامیوں کی تعداد تیزی سے بڑھ رہی ہے۔۔بابا ٹھیک کہہ رہے ہیں ایسا نہ ہو ہمیں اپنی ہی بےوقوفی کی وجہ سے اس عہدے سے ہاتھ دھونا پڑ جائے۔۔" اباز ملک نے اپنے باپ کی پیروی کی تھی۔خانم بی نے ایک گہرہ سانس فضا میں خارج کیا تھا۔کمرے میں کچھ دیر کیلیے گہری خاموشی چھا گئی تھی۔

"تم دونوں باپ بیٹا الیکشن دیکھو باقی میں اور شہباز دشمنی نبھا لیں گے۔۔" خانم بی نے ہلکے طنز کے ساتھ کہا تھا۔آنکھوں سے گہری سفاکی چھلک رہی تھی۔

"ارحم سے تو کسی کام کی توقع نہیں کی جا سکتی اور امن پر جو کیس چل رہا ہے اسکا کیا کرنا ہے؟ ویسے تو ژالے سنبھال لے گی لیکن پھر بھی اس کیس کی وجہ سے بھی ہماری پارٹی کو نقصان پہنچ رہا ہے۔میڈیا بڑھا چڑھا کر اسے پیش کر رہا ہے۔۔" شہباز ملک کے ماتھے پر پریشانی کی ہلکی سی لکیر ابھری تھی۔

"اس کی فکر نہ کرو آج شام ہر صورت اس مسئلے کا حل نکل آئے گا بلکہ یہ مسئلہ ہمیشہ کے لیے جڑ سے ختم ہو جائے گا۔۔" خانم بی کی نگاہیں کسی گہری سوچ کا شکار تھیں۔جانے کیا ہونے والا تھا۔وہ دو دن پہلے خان کو جو کام سونپ چکی تھیں آج اس کام کا نتیجہ انہیں ملنے والا تھا اور وہ شدت سے منتظر تھیں۔

Urdu Novels Ghar

"امن۔۔" ژالے نے اسکے اندھیر کمرے میں داخل ہوتے اسے پکارہ تھا۔وہ کیس کے سلسلے میں اس سے کچھ پوچھنا چاہتی تھی۔لیکن امن تو کمرے میں اندھیرا کیے جانے کس دنیا میں مگن تھا۔

"امن۔۔کہاں ہو تم۔۔؟" ژالے نے گہرے اندھیرے میں آنکھیں پھاڑ کر اسے دیکھنے کی کوشش کی تھی لیکن وہاں گہری خاموشی چھائی تھی۔تب اس نے اندازۃً دیوار پر سوئچ بورڈ کی جانب ہاتھ بڑھایا اور پھر تیسرا بٹن دبانے کے بعد کمرے میں روشنی ابھری تھی۔وہ اب کمرے میں چاروں طرف نظریں دوڑا رہی تھی وہ کہیں بھی نہیں تھا حالانکہ خان کے مطابق وہ اپنے کمرے میں ہی تھا۔تب اچانک ژالے کی نظر نیچے قالین پر سکون سے لیٹے امن پر پڑی تھی جو بائیں کروٹ لیٹا تھا اور داہنے ہاتھ سے قالین پر کچھ لکھ رہا تھا۔کمرے میں ہونے والی روشنی کے باعث اس نے آنکھیں موندھی تھیں۔

"امن کیا ہوا تمہیں۔۔؟" وہ تڑپ کر اسکی جانب بڑھی تھی۔ہاتھ سے فائل چھوٹ کر دروازے میں ہی گر گئی تھی۔

"بس عشق ہوا ہے مجھے۔۔اور تو کچھ نہیں۔۔" امن کی بےبس سی آواز گونجی تھی۔

"اٹھو یہاں سے نیچے کیوں لیٹے ہو۔۔؟" ژالے نے کندھے سے پکڑ کر اسے اٹھانا چاہا تھا۔

"دور رہو مجھ سے ہاتھ مت لگاؤ مجھے۔۔" اس نے جھٹکے سے ژالے کا ہاتھ دور کیا تھا۔امن کی اس حرکت پر ژالے کا چہرہ خفت سے سرخ پڑا تھا۔

"امن وہ میں۔۔" وہ کچھ کہنا چاہتی تھی لیکن آنسوؤں کا گولا گلے میں اٹک سا گیا تھا۔پلکیں پٹپٹاتی وہ آنسو اندر کھینچنے کی کوشش کر رہی تھی۔

"جاؤ یہاں سے مجھے کوئی بات نہیں کرنی کسی سے۔۔" وہ بیزار سا کہہ رہا تھا۔پھر اٹھ کر بیٹھ گیا۔ژالے نے ایک گہرہ سانس اندر کھینچ کر خود کو نارمل کیا اور پھر دونوں ہاتھ چہرے پھیرنے کے بعد کندھے پر بکھرے بالوں کو پیچھے کی جانب فولڈ کیا، اس ملال کی حالت میں بھی وہ حد درجہ حسین لگتی تھی، اور پھر کھڑکیوں پر پڑے بھاری بھرکم پردوں کو ہٹانے کی غرض سے اُنکی جانب بڑھی۔

"تم کیوں ہر وقت کمرے میں اندھیرا کیے رکھتے ہو امن۔۔؟ یہ اندھیرا انسان کو کھاجاتا ہے۔۔" ژالے نے کھڑکیوں سے پردے ہٹاتے ہوئے کہا تھا۔وہ حد درجہ چہرے کو نارمل رکھے ہوئے تھی۔

"ویسے بھی میں کونسا جی رہا ہوں یہ عشق مجھے کھا ہی تو رہا ہے دھیرے دھیرے۔۔" وہ نم لہجے میں بولا تھا اور پھر بیڈ سے ٹیک لگا کر آنکھیں موندھ لی تھیں۔کمرے میں اب کس قدر روشنی پھیل گئ تھی۔ژالے کے ہاتھ ایک پل کو ساکت ہوئے تھے۔

"میں تمہیں کچھ نہیں ہونے دوں گی امن میرا یقین کرو۔۔" وہ دھیمے قدموں سے چلتی اُسکے قریب آئی تھی اور پھر اُسکے سامنے بیٹھتے ہوئے پورے اعتماد سے کہا تھا۔

"مجھے بچا کر کیا کروں گی ژالے؟ میں تمہارے کسی کام کا نہیں۔۔" امن نے آنکھیں کھول کر اسے دیکھا تھا۔اسکی سرخ آنکھوں میں جانے کیا تھا ژالے کا دھڑکتا دل پل بھر کو رکا تھا۔وہ اسکا جواب سنے بنا آنکھیں موندھ گیا تھا۔شکن زدہ سیاہ شال آدھی کندھے پر تو آدھی قالین پر پڑی تھی۔

"میں تم سے محبت کرتی ہوں امن تم جانتے ہو۔۔"وہ بے بسی سے بولی تھی حالانکہ اس اظہار کی خواہش اس نے امن کی جانب سے کی تھی۔

"لیکن میں تم سے محبت نہیں کرتا۔۔ "

"مت کرنا تم بس ٹھیک ہوجاؤ میں ہوں نا محبت کرنے کیلیے۔۔تمہارے حصے کی بھی میں ہی کرلوں گی۔۔" ژالے نے اسکے ہاتھ پر ہولے سے ہاتھ دھرتے کہا تھا۔

"کہا نا دور رہو مجھ سے میں جل رہا ہوں تم بھی جل جاؤ گی۔۔" امن نے غصے سے چلاتے اسکا ہاتھ جھٹکا تھا۔آنکھوں میں خون اتر آیا تھا۔ژالے تو اُسکی اِس حرکت پر سہم سی گئی تھی۔

"پلیز ژالے چلی جاؤ یہاں سے۔۔میں کچھ کہنے کی حالت میں نہیں ہوں۔۔" وہ اب جیسے منت کر رہا تھا۔

"میں تمہیں ٹھیک کردوں گی امن مجھ پر بھروسہ کر کے تو دیکھو۔۔" ژالے نے جیسے امید دلائی تھی۔

امن نے اسکی آنکھوں میں دیکھا تھا۔اسکی بات سن کر امن کے خشک لبوں پر دھیمی سی مسکان ابھری تھی۔اذیت بھری مسکان۔۔

میری تصویر بنانے کی جو دُھن ہے تم کو

کیا اداسی کے خد و خال بنا پاؤ گے؟؟

تم پرندوں کے درختوں کے مصور ہو میاں

کس طرح سبزۂ پامال بنا پاؤ گے۔۔۔؟؟

سر کی دلدل میں دھنسی آنکھ بنا سکتے ہو

آنکھ میں پھیلتے پاتال بنا پاؤ گے؟؟؟

جو مقدر نے مری سمت اچھالا تھا کبھی

میرے ماتھے پہ وہی جال بنا پاؤ گے؟؟

مل گئی خاک میں آخر کو سیاہی جن کی

میرے ہمدم وہ میرے بال بنا پاؤ گے؟؟

یہ جو چہرے پہ خراشوں کی طرح ثبت ہوئے

یہ اذیت کے مہ و سال بنا پاؤ گے؟؟

زندگی نے جو مرا حال بنا چھوڑا ہے

میری تصویر کا وہ حال بنا پاؤ گے؟؟

میری تصویر بنانے کی جو دھن ہے تم کو۔۔

وہ کسی در در بھٹکتے جوگی کی طرح کہہ رہا تھا اور ثرالے ساکت سی بیٹھی رہ گئی تھی۔

Urdu Novels Ghar

"یہ اے سی آج کل کچھ زیادہ ہی اونچی اڑان اڑ رہا ہے ابا حضور، اس کے پر کاٹنے پڑیں گے۔۔" میر مراد عالم اپنے باپ ممتاز عالم سے کہہ رہا تھا۔اُس کے چہرے اور آنکھوں سے حیدر کے لیے نفرت واضح جھلک رہی تھی۔حیدر کی وجہ سے اُسکے ہاتھ سے سیرت نکل گئی تھی۔

"پر تو ایسے کاٹوں گا میں اُس کے کہ وہ اڑنا بھول جائے گا لیکن اس سے پہلے یہ ملک خاندان سے نبٹنا ہو گا۔الیکشن کے دن نزدیک ہیں جتنا ہو سکے ملک خاندان کو نقصان پہنچایا جائے تا کہ الیکشن سے ان کا دھیان ہٹ جائے۔۔" میر ممتاز عالم گہری سوچ کا شکار تھے۔

ہر دشمن کا ایک دشمن ہوتا ہے۔جو دوسروں کا برا سوچتے ہیں یقیناً کہیں نہ کہیں کوئی اُن کے جیسی سوچ رکھنے والا بھی موجود ہوتا ہے۔

"لیکن ہم کریں گے کیا؟" مراد عالم نے چونک کر اپنے باپ کی جانب دیکھا تھا۔جو انتہائی چلاک اور شیطانی سوچ کا مالک تھا۔

"میں نے اپنے زرائع سے معلوم کیا ہے شہباز ملک جامشورو آرہا ہے اے سی کو ختم کرنے بس اب وہ یہاں سے جا نہیں سکے گا۔۔" ممتاز عالم کے چہرے پر مکروہ ہنسی پھیلی تھی۔جبکہ مراد عالم اپنے باپ کو داد دیئے بنا نہیں رہ سکا تھا۔

"ارے خالا جان جانے کس ڈھیٹ مٹی کی بنی ہے یہ لڑکی مجال ہے جو کوئی بات ذہن میں آئے۔۔مجھے تو یہ سمجھ نہیں آتا کہ جب ایک بار یہ گھر چھوڑ کر چلی گئی تھی تو واپس کیوں آئی؟ طلاق کا مطالبہ بھی کرلیا تھا پھر اب اسکے واپس آنے کی سمجھ نہیں آئی مجھے۔۔" علیشہ دبی دبی آواز میں غصے سے بول رہی تھی۔وہ منال کی وجہ سے شدید تپی ہوئی معلوم ہو رہی تھی۔

"بس اِسی لیے میں نے تمہیں یہاں بلایا ہے، میں تو کل تمہارے خالو کے ساتھ حیدرآباد چلی جاؤں گی اب جو کرنا تمہیں ہی کرنا ہے۔۔" شہناز تائی دھیمے لہجے میں بول رہی تھیں لیکن ان کا مقصد بالکل بھی صاف اور اچھا نہیں تھا۔

"میں نے تو کافی حد تک اپنا کام کرلیا تھا۔میں نے تو منال کو یقین دلا دیا تھا خالا کہ شاویز پہلے حناوے سے محبت کرتا تھا اور اب مجھ سے کرتا ہے، منال اُسکی زندگی میں کہیں بھی نہیں ہے بلکہ وہ اُس کے سر پر زبردستی تھوپی گئی ہے۔۔" دھیمے لہجے میں بولنے کے باوجود بھی ان دونوں کی آواز باہر دروازے تک واضح سنائی دے رہی تھی۔اور دروازے کے باہر کھڑا شاویز تو جیسے ساکت رہ گیا تھا۔اُسے یقین نہیں آیا تھا اُسکی جان سے پیاری ماں ہی اُسکے گھر کو برباد کرنے پر تُلی تھی۔

"ارے اپنی بہن اور ماں کی طرح میسنی ہے وہ بس چہرہ ہی معصوم ہے اور اب تو مجھے اُسکی شکل سے بھی نفرت ہونے لگی ہے میں اُسے شاویز کے ساتھ بالکل بھی برداشت نہیں کر سکتی۔۔تم اب یہاں رہو اور کچھ ایسا کرنا کہ شاویز خود ہی منال کو طلاق دے دے۔۔" شہناز تائی انتہائی نفرت آمیز لہجے میں کہہ رہی تھیں اور شاویز پر تو جیسے رانا ہاؤس کی چھت دھڑا دھڑ گر رہی تھی۔

اسے اپنا سانس اٹکتا ہوا محسوس ہوا تھا۔وہ کبھی اپنی ماں سے ملے بنا باہر نہیں جاتا تھا۔ابھی بھی وہ رحمن بھائی سے زمینوں کے کیس کے سلسلے میں ملنے جا رہا تھا اور جانے سے پہلے وہ شہناز تائی سے پیار لینے آیا تھا۔لیکن اندر سے آتی آوازوں کی بدولت وہ بلاوجہ ہی باہر کھڑا ہوگیا اور پھر جو انکشاف اُس پر ہوا تھا اُس نے اُسکے دل کو مٹھی میں جکڑ لیا تھا۔

اُسکی شخصیت ایسی تھی کہ وہ زبان سے اپنے جذبات کا اظہار نہیں کر پاتا تھا۔وہ جب دیکھتا تھا تو اُسکی آنکھیں بولتی تھیں۔وہ چپ ہوتا تھا تو اِرد گرد خاموشی رقص کرنے لگتی تھی اور جب وہ بولتا تھا تو ہر چیز دم سادھے اُسے ہی سنتی تھی۔۔اُسکے گھنی موچھوں تلے دبے لب جب دھیرے سے مُسکراتے تھے تو ہر چیز پر سرشاری چھا جاتی تھی۔وہ اتنا شاندار شخص آج اپنی ماں کی بلاوجہ نفرت کی وجہ سے ٹوٹ گیا تھا۔۔

"آپ فکر نہ کریں خالا جان پچھلی بار بھی میں نے چھپتے چھپاتے شاویز کے کمرے میں حناوے کی تصویر رکھ کر منال کوشاویز سے بدگمان کیا تھا اور اب شاویز کے دل سے منال کو نکالنے کی پوری کوشش کروں گی۔"

اور شاویز مزید نہیں سن سکتا تھا۔وہ پلٹا اور اپنے پیچھے کھڑی ہدی کو دیکھ کر چونکا پھر بنا کچھ کہے باہر کی جانب قدم بڑھا دیئے تھے۔ہدی کے دل کو کچھ ہوا تھا یقیناً وہ اپنی ماں کی حقیقت جان گیا تھا۔

پورچ میں پہنچ کر اس نے گہرے گہرے سانس لیے اور پھر ٹوٹے دل کے ٹکڑے جوڑتا، گاڑی میں بیٹھ کر اسے زن سے بھگا کر لے گیا تھا۔

ایک گہرا دکھ تھا جو اس کے رگ و پہ میں سرائیت کرگیا تھا۔کہیں بار اس نے ڈھکے چھپے الفاظ میں منال کے جانے کے بعد اپنے جذبات کا شہناز تائی کے سامنے ذکر کیا تھا لیکن وہ کتنی خود غرض نکلی تھیں اپنے ہی بیٹے ہی خوشیوں کو ختم کرنے کے در پے تھیں۔

بادل زور سے گرجے تھے اور اُسکے ساتھ ہی بجلی کی کڑک بھی وقفے وقفے سے جاری ہوگئی تھی۔سیاہ بادلوں نے آسمان کو اپنی لپیٹ میں لیا تو ہلکی ہلکی بوندوں نے زمین کو سیراب کرنا شروع کردیا تھا۔بادلوں کے گرجنے کی آواز پر منال سہم کر اٹھی تھی۔اس نے تیزی سے دھڑکتے دل پر ہاتھ رکھا۔اسکے دل کے دھڑکنے کی آواز کو وہ واضح محسوس کر سکتی تھی۔کمرے میں بادلوں کے گرجنے کے علاوہ کھلی کھڑکی کے پٹ کی کھڑکی سے ٹکرانے کی آواز اُبھر رہی تھی۔منال نے اپنے چہرے پر ہاتھ رکھا تو پسینہ کی ننھی ننھی بوندوں نے اسکے چہرے کو تر کیا ہوا تھا۔

"شاویز۔۔" وہ ایک جھٹکے سے بیڈ سے نیچے اتری۔ابھی کچھ دیر پہلے اس نے شاویز کو لے کر ایک برا خواب دیکھا تھا۔خشک ہونٹوں پر زبان پھیرتی وہ دوپٹہ اٹھا کر بنا جوتے پہنے کمرے سے باہر نکلی تھی۔شاویز اسے کہیں نظر نہیں آرہا تھا۔جانے کیوں اسکا دل عجیب سے خوف کی لپیٹ میں سکڑ اور پھیل رہا تھا۔

"رضیہ تم نے شاویز کو دیکھا۔۔" اُس نے لاؤنج میں صفائی کرتی ملازمہ سے پوچھا تھا۔

"وہ تو چلے گئے بی بی جی۔۔" ملازمہ نے ادب سے جواب دیا۔

"چلے گئے؟ لیکن کہاں۔۔؟" وہ ہولے سے بڑبڑائی۔چہرے پر ابھی تک خوف کے گہرے آثار نمایاں تھے۔

"کب گئے وہ۔۔؟" منال نے دھڑکتے دل کے ساتھ دوسرا سوال کیا۔

"ابھی آدھا گھنٹہ پہلے۔۔" ملازمہ نے پریشانی سے جواب دیا۔

"اچھا ٹھیک ہے۔" منال خود پر قابو پاتی واپس اپنے کمرے کی جانب لوٹ آئی تھی۔

"اتنے خراب موسم میں باہر جانے کی کیا ضرورت تھی۔؟ یا اللہ میرا دل بہت گھبرا رہا ہے یہ بس ایک برا خواب ہی ہو۔۔" وہ اب دل ہی دل میں شاویز کیلیے دعائیں مانگ رہی تھی۔پھر اس نے موبائل اٹھا کر شاویز کا نمبر ملایا جو بند جا رہا تھا۔منال کا دل مزید ڈوب گیا تھا اوپر سے موسم کے آثار اسے خوفزدہ کر رہے تھے۔

"میں نے آج تک حناوے کو دیکھا تو نہیں ہے لیکن اتنا ضرور جانتی ہوں کچھ تو خاص ہو گا اُس میں جو میرا بیٹا اُسکی بے رخی نہیں سہہ پا رہا۔۔تم بہت اچھی بچی ہو نمل تم اپنی بہن سے کہو نا کہ وہ یہ بلاوجہ کی دشمنی ختم کردے میں اپنے اکلوتے بیٹے کو یوں پل پل مرتے نہیں دیکھ سکتی۔۔" زرمینے گل نے اپنے سامنے بیٹھی پروقار سی نمل سے التجا کی تھی۔وہ ماں تھی اور ماں تو اپنے بچوں کی خوشی کیلیے کچھ بھی کر سکتی ہے۔

دو دن پہلے ہی نمل، ارحم، امن اور خان کے ساتھ اسلام آباد آئی تھی۔اسکا ارادہ اپنے گھر(جہاں وہ ارحم اور ذلیخہ پھوپھو کے ساتھ رہتی تھی) جانے کا تھا لیکن ارحم اُسے اکیلا نہیں چھوڑ سکتا تھا۔ذلیخہ پھوپھو کو وہ رانا حویلی قدسیہ بیگم کے پاس ہی چھوڑ آئے تھے۔

یہ ژالے کا گھر تھا جہاں وہ رابیل اور امن کے ساتھ رہتی تھی البتہ جب سے نمل یہاں آئی تھی ژالے کا موڈ بری طرح بگڑا ہوا تھا۔

"آنٹی جی آپ یقین کریں میں خود بہت پریشان ہوں جانے پشتوں سے چلی آرہی اس دشمنی کا کا نتیجہ نکلے گا۔۔حناوے کبھی پیچھے نہیں ہٹے گی۔۔" نمل نے سنجیدہ لہجے میں جواب دیا تھا۔

"حناوے کو تو میرے بیٹے نے کبھی نقصان نہیں پہنچایا۔۔وہ تو اُس سے عشق کرتا ہے، کبھی اُسے غلط نگاہ سے نہیں دیکھا کبھی اسکے ساتھ زبردستی نہیں کی، اسکے ہاتھ سے گولی بھی کھائی ہے پھر کیوں وہ میرے بیٹے کو موت کے تختے پر لٹکانا چاہتی ہے۔۔؟" زرمینے گل کی آواز جذبات کی شدت کی وجہ سے کانپ اٹھی تھی۔انکی آنکھوں میں نمی اُبھر آئی تھی۔انکا دل کرتا

تھا کہ وہ حناوے کو بد دعائیں دیں لیکن وہ یہ بھی نہیں کر سکتی تھیں۔ حناوے کو پہنچنے والی تکلیف انکے بیٹے کے اندر سے ہو کر گزرتی۔اس بات سے وہ واقف تھیں۔

"آنٹی تکلیف لفظ چھوٹا ہے شاید، آپ نہیں جانتی کہ اپنے چھوٹے سے بھائی کو کوما میں پڑے دیکھنا کیسا ہوتا ہے؟ اپنی بہترین دوست کو کھونا کیسا ہوتا ہے؟ پانچ سال تک اپنوں کی شکل تک نہ دیکھنا کیسا ہوتا ہے؟ امن سے تو کچھ بھی نہیں چھینا اس نے۔۔وہ تو بس انصاف کیلیے لڑ رہی ہے اب امن کو اس سے محبت ہوئی اس میں حناوے کا قصور نہیں ہے۔۔" نمل نے استہزاہیہ ہنستے ہوئے کہا تھا۔وہ چاہ کر بھی امن ملک کیلیے کچھ نہیں کر سکتی تھی۔

"یہ کیوں کرے گی بات اُس سے؟ کیا ہوا اگر اِسکی شادی ارحم سے ہوئی ہے اِسکی رگوں میں خون تو دشمنوں کا ہی ہے نا۔۔" آواز پر ان دونوں نے پلٹ کر دیکھا تھا۔ژالے ہاتھ میں فائل تھامے سرخ آنکھیں لیے نمل کو گھور رہی تھی۔اسکا بس نہیں چلتا تھا وہ رانا خاندان کا نام و نشان مٹا دیتی اور حناوے کو تو جہنم میں ہی چھینک دیتی لیکن وہ مجبور تھی۔امن کے سامنے مجبور تھی۔وہ اسے تکلیف نہیں دے سکتی تھی۔

"ایسی بات نہیں ہے ژالے وہ۔۔ "

"بس کرو تم اور مجھے اپنی شکل مت دکھایا کرو۔" وہ آنکھوں میں آئی نمی کو رگڑتی، انتہائی غصے میں نمل کو سنانے کے بعد وہاں سے جا چکی تھی۔نمل نے افسوس سے اسے جاتے دیکھا تھا۔

"آپ پریشان نہ ہوں بھابھی وہ ایسی ہے غصے کی تھوڑی تیز۔۔خود ہی ٹھیک ہوجائے گی۔۔" رابیل نے چائے کی ٹرے میز پر رکھتے کہا۔وہ ژالے کا الٹ تھی اور اُسے نمل عزیز تھی۔اُسکی بات سن کر نمل ہولے سے مسکرادی تھی جبکہ اُسکا ذہن بری طرح سے الجھا ہوا تھا۔

"یہ جو تم کرنے جا رہے ہو نا ایس پی یہ تمہیں بھاری پڑ سکتا ہے، ایک بار پھر سوچ لو ایسا نہ ہو تمہیں بعد میں پچھتانا پڑے۔۔" کمشنر کی سنجیدہ سی آواز فون سے اُبھر رہی تھی۔انکی بات سن کر خضر کی پیشانی پر بل اُبھرے۔وہ اس وقت اسلام

آباد پولیس اسٹیشن کے باہر تھا۔جہاں عوام کا ایک بڑا ہجوم جمع تھا۔ہجوم کے جھرمٹ میں راحیلہ تھی۔آج وہ امن ملک کے خلاف پریس کانفرنس کرنے جا رہی تھی اور اس کانفرنس کا انعقاد کرنے والے حناوے اور خضر تھے۔

"سر آپ نے ٹھیک کہا ایس ایچ او صاحب جیسے انسان پر بھروسہ کرکے میں پچھتا ہی رہا ہوں، لیکن آپ جانتے ہیں ڈرتا تو میں کسی کے باپ سے بھی نہیں۔۔آپ بے فکر رہیں مجرموں سے نبٹنا میں اچھے سے جانتا ہوں۔۔" ہلکے پھلکے سے انداز میں وہ کمشنر کو بہت کچھ سمجھا گیا تھا۔اس سے پہلے کمشنر مزید کچھ کہتا خضر فون بند کرچکا تھا۔

"بہت ہوگیا تھا چوہے بلی کا کھیل اب جو ہوگا تھا وہ سامنے سے ہوگا۔" فون بند کرنے کے بعد وہ زیرلب بڑبڑایا اور پھر موسم کے تیور دیکھتے ہوئے حناوے کو ڈھونڈنے کی کوشش کی۔جتنا جلدی ہوسکے وہ یہ کانفرنس ختم کرنا چاہتا تھا۔

"کیا دنیا میں انصاف صرف طاقتور کے لیے ہے یا یہ دستور صرف پاکستان میں نافذ ہے؟ ہم جیسے غریب لوگ کیا یہ حق نہیں رکھتے کہ اپنے ساتھ ہوئی زیادتی کے خلاف کوئی کاروائی کر سکیں یا انصاف مانگ سکیں۔۔۔؟" راحیلہ جذباتی لہجے میں بول رہی تھی۔وہ کیمروں کی روشنیوں میں گھری اپنے ساتھ ہوئی زیادتی کا بتا رہی تھی۔وہ آج ملک کے تمام انصاف پہنچانے والے اداروں سے اپنے ساتھ ہوئی ناانصافی پر سوال اٹھا رہی تھی۔

"میں اس ملک کے ہر باپ اور ہر بھائی سے سوال کرتی ہوں کہ کیا کریں گے آپ لوگ اگر آپ لوگوں کی بیٹیوں اور بہنوں کے ساتھ ویسا ہی ہو جیسا میرے ساتھ ہوا تھا؟ طاقت کے نشے میں گم ایک شخص کسی بے جان گڑیا کی طرح اگر آپکی بہن یا بیٹی قدیر جیسے درندے کے ہاتھ میں دے دے کہ جاؤ کھیلو، اپنا جی بہلاؤ اور پھر مار ڈالو تو پھر بھی آپ لوگ ایسے ہی خاموش رہیں گے جیسے آج ہیں؟" اسکی آواز میں نمی گھلی تھی۔

حناوے ہجوم سے ہٹ کر ایک جانب کھڑی راحیلہ کی باتیں سن رہی تھی جسکا چہرہ ضبط کے باعث سرخ پڑ چکا تھا۔وہ واقعی امن کے ظلم کا بری طرح شکار ہوئی تھی۔قدیر نے اسکے ساتھ اچھا نہیں کیا تھا۔میڈیا والے دھڑادھڑ اسکی فوٹو اور ویڈیو بنا رہے تھے۔

Urdu Novels Ghar

راحیلہ کی سیکیورٹی کا پورا انتظام خضر کے سر پر تھا جس نے ہر چیز پر کڑی نظر رکھی ہوئی تھی۔ہجوم کو چاروں طرف سے پولیس والوں نے گھیرا ہوا تھا تاکہ مشکوک انسان وہاں نہ گھس سکے۔

"میم سنا ہے امن ملک کو ضمانت پر رہا کردیا گیا ہے اور ساڑھے پانچ سال پہلے بھی وہ بے گناہ ثابت ہوا تھا آپ اس ضمن میں کیا کہنا چاہیں گی۔۔؟" کسی نے رپورٹر نے سوال اٹھایا تھا۔

"کیوں کیا گیا اس ظالم شخص کو ضمانت پر رہا؟ اگر اسکی جگہ آپ، میں یا ہم میں سے کوئی جیل میں ہوتا اور اس پر قتل کا مقدمہ ہوتا تو کیا اسے رہائی مل جاتی؟ ہم جیسے عام بےگناہ شہری بنا کسی جرم کے بھی سالوں جیل میں سڑتے رہتے ہیں۔۔ ہمارا گناہ ثابت ہوتے ہوتے بھی سال لگ جاتے ہیں، لیکن وہ شخص گنہگار ہو کر بھی آزاد گھوم رہا ہے، ایسا کیوں ہے؟ کیونکہ اس ملک کا انصاف غریب کیلیے کچھ اور جبکہ طاقتور کے لیے کچھ اور ہوتا ہے۔" راحیلہ آج دل کھول کر بول رہی تھی۔دور کھڑے خضر کی نظر حناوے پر جمی تھی۔یہ اُسکا آیڈیا تھا۔اس نے وعدہ کیا تھا کہ امن کا رہائی پانا اسکے لیے نقصان دہ ثابت ہوگا۔اور اس نے آج پورا کردیا تھا۔وہ کافی مطمئن نظر آرہی تھی۔

خضر نے ایک گہرہ سانس اندر کھینچا اور پھر دھیرے دھیرے اسے خارج کرتا، کچھ ہدایات دینے کیلیے ایک سپائی کی جانب بڑھا۔وہ ایک پل تھا جب خضر کی نظر حناوے سے ہٹی۔

دور کھڑی حناوے کو اپنے پیچھے کسی معمولی سی آہٹ کا احساس ہوا تھا۔لیکن اس سے پہلے کہ وہ پیچھے مڑ کر دیکھتی کسی نے کلوروفام بھرا رومال اسکے منہ پر رکھ دیا تھا۔اس نے ہاتھ پاؤں مارنے کی پوری کوشش کی تھی اور پھر چند ہی سیکنڈ کے اندر اُسکا دماغ اندھیروں میں ڈوبتا چلا گیا۔

"مالک چلیے فارم ہاؤس جانا ہے بہت ضروری کام ہے" خان امن کے پاس حاضر ہوا تھا۔وہ پہلی بار اسے کہیں چلنے کا کہہ رہا تھا۔امن نے چونک کر اُسے دیکھا تھا۔

"چلو۔۔" وہ بنا کوئی سوال اٹھائے ساتھ جانے کیلیے کھڑا ہوگیا تھا۔شکن زدہ شال کو خود کے گرد لپیٹتا وہ آگے بڑھا۔

کچھ دیر بعد انکی گاڑی تیز رفتاری سے فارم ہاؤس کی جانب بھاگ رہی تھی۔

حناوے کی جیسے ہی آنکھ کھلی تو سر چکراتا ہوا محسوس ہوا تھا۔اس نے بمشکل آنکھیں کھول کر چاروں طرف دیکھا۔وہ ایک کمرہ تھا اور کمرے کی ہر چیز عمدہ تھی۔کچھ پل ذہن پر غور کرنے کے بعد وہ اپنے ساتھ ہوئے حادثے کو جان چکی تھی۔یقیناً اسے اغواء کیا گیا تھا۔ایک پل کو اسکا دل ڈوب کر ابھرا تھا۔

وہ کرسی پر بیٹھی تھی۔حیرانی والی بات یہ تھی اسکے ہاتھ کھلے ہوئے تھے۔وہ ایک جھٹکے سے اٹھ کھڑی ہوئی۔کمرے میں مدھم سی روشنی تھی۔کمرے کا دروازہ بند تھا جبکہ ایک کھڑکی کھلی تھی جس سے باہر کا موسم صاف نظر آرہا تھا۔بادلوں کی گرج و چمک اور تیز برستی بارش اسے طوفانی موسم کا پتہ دے رہی تھی۔

وہ کھڑکی جانب بڑھی۔اس نے کھلی کھڑکی کے پٹ سے باہر جھانک کر دیکھا تو نیچے اسے دور دور تک سبزہ زار نظر آیا تھا۔لان میں تھوڑے تھوڑے فاصلے پر گارڈ کھڑے تھے جو تیز بارش کی وجہ سے سائے کی تلاش میں ارد گرد بھاگ رہے تھے۔شام کا اندھیرا پھیل چکا تھا اور کچھ سیاہ بادلوں نے شام کو مزید سیاہ بنا دیا تھا۔

اسے کتوں کے بھونکنے کی آواز آرہی تھی۔کھڑکی تو کھلی تھی لیکن کھڑکی کے باہر کی جانب لوہے کی سلاخیں نصب تھیں۔وہاں سے صرف ہاتھ گزر سکتا تھا انسان نہیں۔۔

وہ جانتی تھی اسے اغواء کرنے والا دنیا میں ایک ہی شخص تھا اور وہ تھا امن ملک۔۔

حناوے نے کمرے میں نظریں دوڑا کر اپنا موبائل ڈھونڈنا چاہا مگر اسے نہیں ملا۔یقیناً وہ غائب کیا جا چکا تھا۔

حناوے نے ایک گہرا سانس فضا میں خارج کیا اور پھر تنے ہوئے اعصاب کو ڈھیلا چھوڑ دیا۔اب اسے ہوش سے کام لینا تھا۔وہ دھیمے قدموں سے چلتی بیڈ تک آئی اور خاموشی سے بیٹھ گئی۔اس نے نظریں اٹھا کر کمرے میں لگی گھڑی کو ڈھونڈنا چاہا، اسکے پیچھے کی دیوار پر ایک عمدہ سی گھڑی لٹکی تھی۔لیکن کمرے میں دھندلی روشنی کی وجہ سے وہ وقت نہ دیکھ پائی۔ایک ہی پل کے اندر اس نے محسوس کیا تھا کہ کمرے کی دیواروں پر بہت زیادہ تصویریں لگی تھیں لیکن ان تصویروں میں جو چہرہ تھا

وہ واضح نہیں تھا۔اس سے پہلے کہ وہ اٹھ کر کمرے کا بلب روشن کرتی دروازے کے باہر آہٹ ہوئی تھی۔حناوے چونک کر سیدھی ہوئی۔

جیسے ہی امن کی گاڑی فارم ہاؤس میں داخل ہوئی وہاں موجود سبھی گارڈز اور ملازم چوکنے ہوگئے تھے۔گاڑی روکنے کے بعد خان تیزی سے باہر آیا۔اس نے گاڑی کا پچھلا دروازہ کھول کر چھاتہ نکالا اور پھر امن کی جانب کا دروازہ کھول کر چھاتہ اوپر کیا۔سرخ چہرہ لیے وہ باہر آیا تھا۔اسے آج صبح سے ہی بخار تھا۔اور بخار کی شدت کی وجہ سے اسکا چہرہ سرخ ہوچکا تھا۔

چھاتے کے باوجود بھی فارم ہاؤس کے اندرونی حصے تک پہنچتے پہنچتے وہ کسی حد تک بھیگ چکا تھا۔جبکہ خان تو پورا ہی بھیگ گیا تھا۔

لاؤنج میں پہنچنے کے بعد امن کے قدم رکے تھے۔

اب وہ سوالیہ نظروں سے خان کی جانب دیکھ رہا تھا۔

"اندر چلیے مالک" خان نے سر جھکائے کہا۔امن نے اثبات میں سر ہلا کر اندر کی جانب قدم بڑھائے۔خان نے چھاتہ بند کرکے صوفے پر رکھا اور امن کے پیچھے سیڑھیوں کے جانب قدم بڑھائے۔امن سے سیڑھیاں چڑھنا مشکل ہوگیا تھا۔اسے اپنے جسم میں کمزوری محسوس ہو رہی تھی۔زرمینے گل نے اسے حناوے کی قسم دے کر اسے شراب دور رکھا ہوا تھا۔لیکن امن اب وہ امن نہیں رہا تھا جو خود پر دھیان دے پاتا۔وہ پہلے سے بہت زیادہ کمزور ہوگیا تھا۔

کمرے کے دروازے پر پہنچ کر وہ رک گیا تھا۔جانتا تھا اُسکے کمرے کو کو تالا لگا ہوتا تھا اور اُسکی چابی خان کے پاس ہوتی تھی۔ خان نے پھرتی کے ساتھ جیب سے چابی نکالی اور کمرے کے دروازے میں نصب تالے میں گھما کر اُسے کھول دیا۔

امن نے کمرے میں قدم رکھا۔عین اُسی وقت بجلی چمکی اور اُسکی روشنی میں امن کی نظر کمرے میں موجود نفوس پر پڑی تھی۔وہ ساکت رہ گیا تھا۔اسے اپنی آنکھوں پر یقین نہیں آیا تھا۔وہ حناوے تھی۔حناوے رانا۔۔جو کبھی اسکی ضد تھی اور اب صرف عشق۔۔لیکن کوئی سمجھنے والا نہیں تھا نہ وہ کسی کو سمجھا سکتا تھا۔

Urdu Novels Ghar

خان نے دروازے کے قریب لگے سوئچ بورڈ پر ہاتھ رکھ کر ایک بٹن دبایا تو کمرے میں تھوڑی سی مزید روشنی پھیلی۔اب ان کے چہرے واضح نظر آرہے تھے۔حناوے بیڈ کے قریب کھڑی اسے گھور رہی تھی۔

"حناوے۔۔" امن کے لب ہلے تھے۔

"تمہارا مجھ پر زور نہیں چلا تو تم نے مجھے اغواء کروالیا۔۔بس اتنا ہی دم تھا تم میں مسٹر امن ملک۔۔؟" وہ سرخ نگاہوں سے اُسے گھورتی زہر خند میں لہجے کہہ رہی تھی۔بات کے آخر میں اسکا لہجہ طنزیہ ہوگیا تھا۔

امن نے حیرت اور بے یقینی کے ملے جلے تاثرات سے حناوے کو دیکھا جو اُسکے کمرے میں موجود تھی اور پھر اس کی نظر دروازے کے قریب ہاتھ باندھے سر جھکائے کھڑے خان پر پڑی تھی۔شاید زندگی کا یہ پہلا موقع تھا جب خان نے امن کی اجازت کے بغیر کوئی کام کیا تھا بلکہ غلطی کی تھی جسکی تلافی ناممکن تھی۔

وہ شکن زدہ شال کو خود کے گرد لپیٹے خاموش کھڑا تھا۔اس کے چہرے پر عجیب سی سوگواریت تھی۔سر کے بال بڑے ہوئے تھے۔جانے کتنے دنوں سے اس نے شیو نہیں کی تھی۔عجیب لُٹاپُٹا سا حلیہ تھا اس کا۔ہونٹوں پر گہری جامد خاموشی تھی۔

"دکھا دی نا تم نے اپنی اوقات۔۔لیکن ایک بات یاد رکھنا امن ملک تمہیں یہ غلطی بہت مہنگی پڑے گی کیونکہ میں جس شخص کی بیوی ہوں نا وہ ہے تو قانون کا نگہبان لیکن اگر اسے ذرا سی بھنک پڑی کہ تم نے مجھے اغواء کیا ہے تو بنا کسی قانون کی پرواہ کیے وہ تمہیں آگ لگانے سے بھی دریغ نہیں کرے گا۔۔"بادل زور سے گرجا تھا۔بجلی کے کڑکنے کی آواز ابھری تھی اور یہ بجلی کہیں دور کسی ہرے بھرے درخت پر ہی نہیں بلکہ امن ملک کے پھڑپھڑاتے دل پر بھی گری اور پل بھر کے اندر اُسے جلا کر راکھ کر گئی تھی۔

خان نے جھٹکے سے حناوے کی جانب دیکھا تھا۔شاید پہلی بار اسکی نظر اس انداز میں حناوے پر اٹھی تھی۔وہ کیا کہہ رہی تھی؟

کمرے کی دیواریں حناوے کی تصویروں سے سجی ہوئی تھیں۔جانے کب اور کہاں کہاں امن نے اسکی تصویریں لی تھیں اور پھر انہیں فریم کروا کر اپنے اس کمرے میں لگایا تھا جہاں بس وہ آ سکتا تھا یا خان۔۔

"حناوے۔۔" وہ پھڑپھڑاتے لبوں سے پکارتا اسکی جانب بڑھا تھا۔

"خبردار جو تم نے ایک قدم بھی آگے بڑھایا ورنہ اچھا نہیں ہو گا۔۔" حناوے کسی ناگن کی طرح پھنکاری تھی۔وہ اس وقت سیاہ اور سفید رنگ کے سوٹ میں ملبوس تھی۔سیاہ ٹراوزر پر سفید رنگ کی قمیص اور سیاہ ہی دوپٹہ جو کندھے پر جھول رہا تھا اسے امن کی نظر میں اپسرا بنا رہا تھا۔بال اونچی پونی میں مقید تھے۔بائیں ہاتھ کی کلائی میں گھڑی تھی۔جبکہ کانوں میں چھوٹے چھوٹے سے سیاہ آویزے نمایاں تھے۔اسکے چہرے پر پھیلا خوف اور غصہ چہرے کو سرخ بنا رہا تھا۔امن کا شدت سے دل چاہا تھا کہ وہ اپنا دل نکال کر سامنے کھڑی اس ظالم لڑکی کے قدموں مین رکھ دے جو اسکی ہر طرح سے جان لے چکی تھی۔

خان ابھی بھی دروازے میں سر جھکائے ہاتھ باندھے کھڑا تھا۔اسکا دل تیزی سے دھڑک رہا تھا۔حناوے نے جو انکشاف کیا تھا اُس نے خان کو جھنجھوڑ کر رکھ دیا تھا۔

"میری ایک بات یاد رکھنا امن ملک تم چاہ کر بھی مجھے حاصل نہیں کر سکتے، اور اگر تم نے ایسی ویسی کوئی کوشش بھی کی تو یاد رکھنا میں کسی اور کی امانت ہوں اور جو دوسروں کی امانتوں پر بری نظر رکھتے ہیں وہ ذلیل و رسوا ہو کر مرتے ہیں۔۔" شدت جذبات سے حناوے کی آواز کانپ اٹھی تھی۔

امن کا تو پتا نہیں البتہ اسکے ان لفظوں سے خان کو کرنٹ لگا تھا اس نے ایک بار پھر چونک کر حناوے کو دیکھا تھا۔اسکے ذہن کے دریچے میں کچھ الفاظ رقص کرنے لگے تھے۔

"میں تمہاری امانت ہوں خان، تم اپنی امانت کسی دوسرے کو سونپ تو رہے ہو لیکن اتنا یاد رکھنا خان امانت میں خیانت کرنے والوں کو وقت بری طرح سے رسوا کرتا ہے۔۔" کہیں دور فضا میں کسی کے کہے الفاظ گونجے تھے۔

باہر موسلادھار بارش جاری تھی۔اور ایسی ہی بارش اندر کہیں امن کے دل میں بھی ہو رہی تھی۔

"تم میری ہو حناوے۔۔" اس نے اپنی جسم کی بچی کھچی طاقت کو جمع کیا اور الفاظ اسکے خشک ہونٹوں سے کسی پھڑپھڑاتے پرندے کی مانند ابھرے تھے جیسے موت کے قریب پرندہ آخری بار پھڑپھڑاتا ہے۔

Urdu Novels Ghar

"بالکل بھی نہیں۔۔میں ایس پی خضر حیات رانا کی منکوحہ ہوں، آج سے نہیں بلکہ ساڑھے پانچ سال پہلے سے جب میں یہ ملک چھوڑ کر گئی تب سے۔۔" شاید اتنی طاقت بادلوں کے گرجنے میں نہیں تھی جتنی کہ حناوے کے الفاظ میں جو امن پر کسی ٹوٹے کانچ کی طرح گرے تھے اور اسکے پورے جسم کے ساتھ ساتھ روح کو بھی زخمی کر گئے تھے۔وہ حیرت سے اس لڑکی کو تک رہا تھا جسے وہ اپنا سب کچھ مانتا تھا۔لیکن آج وہ خود کو کسی اور کی امانت کہہ رہی تھی۔یہ وہ کیسے نہیں جان پایا تھا؟

یہ سچ تھا حناوے کا امریکہ جانے سے خضر سے نکاح ہوا تھا وہ بھی خیام رانا کی شرط پر۔

"اور تمہیں کیا لگتا ہے یہ سب کرکے (اس نے کمرے میں لگی تصویروں کی جانب اشارہ کیا تھا) اپنی یہ حالت بنا کر تم اپنی جھوٹی اور ہوس زدہ محبت کو ثابت کردو گے؟ تم جانتے بھی ہو محبت کسے کہتے ہیں؟ ارے تمہیں کیا پتا محبت کسے کہتے ہیں تم تو بس جسموں سے کھیل سکتے ہو جیسے علیزے کے ساتھ کھیلے۔۔اگر تمہیں ذرا سا بھی احساس ہوتا تو تم اویس کو راحیلہ سے الگ نہ کرتے، تم کبھی راحیلہ کے ساتھ ہوئی زیادتی کا سبب نہ بنتے، تم کبھی علیزے کی موت کی وجہ نہ بنتے۔۔ارے پریگنٹ تھی وہ۔۔ماں بننے والی، کیا تم جانتے ہو ماں کسے کہتے ہیں؟ جینا چاہتی تھی وہ تمہارے ساتھ اپنے بچے کے ساتھ لیکن اسے مرنا پڑا صرف تمہاری وجہ سے، تم نے ذرا خیال نہیں کیا بلکہ تم نے کٹہرے میں اپنے کیے گناہ کو کسی اور سر تھوپ دیا تم نے اپنے بچے کو کسی اور کا نام دے دیا کتنے ظالم ہو تم امن ملک انتہا کے ظالم۔۔" علیزے کے نام پر وہ خود پر ضبط نہ رکھ پائی تھی اور پھوٹ پھوٹ کر رو دی تھی۔سامنے کھڑے اسے ٹکٹکی باندھے دیکھتے امن کا سر جھکا تھا زندگی میں پہلی بار امن ملک کا سر جھکا تھا۔اسکے تصور کے پردے پر علیزے کی موہوم سی شبیہہ ابھری تھی۔وہ خوبصورت تھی، ہنستی تھی تو اور خوبصورت لگتی تھی۔۔وہ ایسی لڑکی تھی جسکے ساتھ ساری عمر گزاری جا سکتی تھی لیکن وہ جی نہیں پائی تھی۔اس نے جذبات میں بہہ کر جو گناہ کیا وہ اسے اپنی جان لینے پر مجبور کرگیا تھا۔۔

"سچ تو یہ ہے کہ تم کبھی محبت کر ہی نہیں سکتے، محبت کیلیے انسان کے من کا صاف ہونا لازمی ہے اور تمہارے سیاہ دل میں۔۔ محبت اپنا بسیرہ کرے یہ ہو ہی نہیں سکتا۔۔"

خان بت بنے کھڑا تھاجبکہ حناوے کو اپنی ٹانگوں کی جان نکلتی محسوس ہورہی تھی۔وہ روتے روتے نیچے قالین پر بیٹھ گئی تھی۔ اسکی آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔جو امن کو وہ آنسو کسی تپتے لاوے کی مانند اپنی روح پر گرتے اور اسے جھلساتے محسوس ہو رہ تھے۔

وہ کہنا چاہتا تھا 'مت رو حناوے' لیکن الفاظ لبوں پر آکر دم توڑ گئے تھے۔۔

"محبت تو احترام سکھاتی ہے، محبت تو ادب کا نام ہے، محبت تو عزت دینے کا نام ہے، محبوب کو ڈھانپنے کا نام ہے اسے بےلباس کرنے کا نہیں۔۔" حناوے نے گہری چوٹ کی تھی۔امن کا جھکا سر مزید جھک گیا تھا۔آج پہلی بار زندگی میں کسی نے اسے آئینہ دکھایا تھا اور وہ اپنا ہی عکس دیکھ کر تڑپ اٹھا تھا۔

"محبت تو وہ ہے جو خضر نے کی ہے، مجھ پر حق رکھنے کے باوجود اس نے کبھی بنا اجازت مجھے آنکھ بھر کر نہیں دیکھا ہمیشہ عزت کی حفاظت کی ہے اور تم نے کیا کِیا تھا؟ یاد تو ہوگا میری چھوٹی سی غلطی کی بدولت تم نے میرے کردار کو مسخ کرنے کی کوشش کی تھی، میرے اپنوں کی نظروں میں مجھے گرا دیا تھا، اسے تم محبت کہتے ہو؟" حناوے نے جھکا سر اٹھا کر امن کی جانب دیکھا تھا۔وہ آج بھی وہ بات نہیں بھولی تھی جب وہ امن سے علیزے کے سلسلے میں ملنے آئی تھی اور امن نے وہ ویڈیو اور تصویریں خضر کو بھیج دی تھیں۔فاریہ بیگم کا وہ تھپڑ اسے آج بھی یاد تھا۔وہ بھلا ایسے شخص سے محبت تو کیا اسکی محبت بھی قبول نہیں کر سکتی تھی۔سب کی نظروں میں وہ ضدی، ظالم اور انا پرست بنی ہوئی تھی کوئی اسکے اندر جھانک کر دیکھتا وہ کتنا کچھ سہہ کر یہاں تک پہنچی تھی۔خود امن نے اسے مجبور کردیا تھا کہ وہ اس سے نفرت کرتی۔۔

"اس سے پہلے کہ مزید دیر ہو مجھے یہاں سے جانے دو امن ملک، میں نہیں چاہتی خضر تمہارے خون سے اپنے ہاتھ گندے کرے، تمہیں سزا قانون دے گا اور لازمی دے گا۔۔" آنکھوں میں آئے آنسوؤں کو دونوں ہاتھوں کی ہتھیلیوں سے رگڑتی وہ اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔امن نے گہری اذیت سے آنکھیں میچ تھیں۔

"خان۔۔جس حفاظت سے تم اِنہیں یہاں لائے ہو اسی حفاظت سے واپس چھوڑ آؤ۔۔" اس نے جھکے سر کے ساتھ انتہائی سنجیدہ لہجے میں کہا تھا۔یہ الگ بات تھی دل کو کسی مٹھی میں بھینچا ہوا تھا۔گلے میں آنسوؤں کا گولا اٹکا ہوا تھا۔

آنسو صاف کرتی حناوے اسکے الفاظ پر چونک سی گئی تھی۔اسے امید نہیں تھی امن اُسے ایسے ہی جانے دے گا۔

Urdu Novels Ghar

"وہ بدل گیا ہے حناوے۔۔وہ پہلے جیسا امن نہیں رہا۔۔" نمل کے الفاظ اسکی سماعت میں گونجے تھے۔

"اگر بدل گیا ہوتا تو مجھے اغواء کرنے کی حرکت کرتا ہہنہہ؟" حناوے نے کوفت سے سر جھٹکا تھا۔

"چلیے آپکو چھوڑ آتے ہیں۔۔" امن کے پیچھے کھڑے خان کی آواز ابھری تھی۔اور حناوے دوپٹہ درست کرتی امن کے پہلو سے گزر کر کمرے سے باہر نکل گئی تھی۔وہ ایک پل بھی مزید وہاں نہیں رک سکتی تھی۔امن جانتا تھا ایک خان ہی تھا جس پر بھروسہ کر سکتا تھا۔آج اگر وہ حناوے وہ وہاں نہ لاتا تو امن کبھی اپنا مکروہ عکس دیکھ ہی نہیں پاتا وہ کبھی اپنے گریبان میں نہیں جھانکتا۔

حناوے کے باہر نکلنے کے بعد خان نے دروازہ بند کردیا تھا۔اور امن نیچے قالین پر بیٹھتا چلا گیا تھا۔آنسو کسی لڑی کی صورت اسکی آنکھوں سے رواں تھے۔

منال بار بار شاویز کا نمبر ملا رہی تھی جو مسلسل بند جا رہا تھا۔وہ لاؤنج میں بے چینی سے ٹہل رہی تھی۔ اسکا دل کسی انجانے سے وسوسے کا شکار تھا۔

آج تو بارش نے سال جیسے سال کے سارے ریکارڈ توڑ دیئے تھے۔

اس نے ایک بار پھر شاویز کا نمبر ملایا تھا جب لاؤنج میں رکھے فون کی گھنٹی بجی۔منال کا دل کسی انجانے خدشے سے دھڑکا تھا۔فون کی گھنٹی مسلسل بج رہی تھی۔وہ خشک لبوں پر زبان پھیرتی فون کی جانب بڑھی۔

"ہیلو۔۔"کریڈل اٹھانے کے بعد اس نے مری مری سی آواز کہا تھا۔

"آپ شاویز رانا کے گھر سے بات کر رہے ہیں۔۔" کوئی آدمی تھا جو پوچھ رہا تھا۔منال کا دل ڈوب کر ابھرا تھا۔فون کی آواز پر ہدی بھی لاؤنج میں آگئی تھی۔

"انکا بہت برا کار ایکسیڈینٹ ہوا ہے انکی جان اس وقت شدید خطرے میں ہے۔۔" وہ شخص مزید بھی کچھ بول رہا تھا لیکن منال کے ہاتھ سے کریڈل چھوٹ کر نیچے جا گرا تھا۔اسے رانا ہاؤس کی چھت اپنے اوپر گرتی محسوس ہوئی تھی۔اسکے چہرے کی رنگت ایک پل کے اندر زرد پڑی تھی۔

"منال کیا ہوا؟" اسکی حالت دیکھ کر ہدی اسکی جانب بڑھی تھی۔لیکن اس سے پہلے کہ وہ منال تک پہنچتی وہ ہوش کھو کر نیچے گر چکی تھی۔

شاویز جب رانا ہاؤس سے نکلا تو کافی پریشان تھا۔اسکا دماغ بری طرح گھوما ہوا تھا۔اسے منال کی ناراضی کی وجہ اب سمجھ آئی تھی۔لیکن اسے جس بات نے دھچکا دیا وہ شہناز تائی کا اپنے ہی بیٹے کے خلاف سازشیں کرنا تھا۔کیسی ماں تھی وہ جو اپنے ہی بیٹے کی خوشیاں کے پیچھے ہاتھ دھو کر پڑ گئی تھی۔

جیسے جیسے اسکی گاڑی بھیگی سڑک پر آگے بڑھ رہی تھی ویسے ویسے بارش کی شدت میں اضافہ ہو رہا تھا۔وہ اسلام آباد میں داخل ہوچکا تھا جب اسکی آنکھوں میں نمی سی ابھری تھی۔وہ مرد تھا لیکن اپنے اندر دل رکھتا تھا۔سڑکیں بارش کے پانی سے بھر گئی تھیں۔اچانک ہی اسکا دھیان بھٹکا اور گاڑی سے توازن ہٹا تو سامنے سے آتا ٹرک زور دار دھماکے کے ساتھ اسکی گاڑی سے ٹکرا گیا تھا۔ایک دھماکہ ہوا تھا اور شاویز کو اپنے سر میں درد کی ایک گہری لہر اٹھتی محسوس ہوئی تھی۔پھر اسکا ذہن تاریکیوں میں ڈوبتا چلا گیا تھا۔لیکن اسکے تصور کے پردے پر جو آخری چہرہ ابھرا وہ منال کا تھا۔۔ہنستی مسکراتی معصوم سی منال۔۔اور پھر وہ ہوش کھوتا چلا گیا۔

راحیلہ کے بیان نے پورے سوشل میڈیا پر آگ لگا دی تھی۔ہر نیوز چینل پر ایک خبر گردش کر رہی تھی۔لوگ انصاف مانگ رہے تھے۔اسمبلی کے اعلیٰ ارکان کی طرف سے بہرام ملک پر کافی دباؤ تھا۔اسے اسمبلی سے نکالنے کی باتیں کی جا رہی تھیں۔

کچھ جذباتی لوگ ملک خاندان کے خلاف نعرے لگا رہے تھے۔خانم بی غصے سے بھری بیٹھی تھیں۔ حناوے انکی توقع سے زیادہ چالاک اور ذہین نکلی تھی۔اس نے کاری وار کیا تھا جس سے خانم بی کی روح بلبلا اٹھی تھی۔اسمبلی سے نکلنا یعنی اپنا عہدہ اپنی طاقت کھونا تھا۔اور وہ ایسا ہرگز نہیں چاہتی تھیں۔

دوسری طرف گاڑی میں بیٹھی حناوے کا چہرہ سپاٹ تھا۔گاڑی میں گہری خاموشی چھائی تھی۔خان تیز رفتاری سے گاڑی چلا رہا تھا۔چند سیکنڈز بعد گاڑی ہسپتال کے گیٹ کے سامنے رکی تھی۔حناوے نے ہی خان سے کہا تھا وہ اسے ہسپتال چھوڑ دے۔وہ فاریہ بیگم اور چھوٹے امن سے ملنا چاہتی تھی۔اس سے پہلے کہ حناوے نیچے اترتی خان نے فٹافٹ گاڑی سے اتر کر اسکی کی جانب کا دروازہ کھولا تھا۔

حناوے سپاٹ چہرہ لیے باہر نکلی اور گیٹ کی جانب قدم بڑھایا۔

"یہ چھاتہ لے لیں آپ۔۔" خان نے گاڑی سے چھتری نکال کر اسکی جانب بڑھائی جسے حناوے نے خاموشی سے تھام لیا تھا۔

اب پھر وہ واپسی کیلیے قدم بڑھا چکی تھی۔لوگ بارش سے بچنے کے لیے تیزی سے بھاگ رہے تھے۔

"یہ سچ ہے مالک آپ سے بہت محبت کرتے ہیں۔۔"خان کی بات پر حناوے کے قدم ساکت ہوئے تھے۔اس نے پلٹ کر خان کو دیکھا تھا جو شیشوں والی ٹوپی سر پر اوڑھے سر جھکائے کھڑا تھا۔بارش نے اسے پورا بھگا دیا تھا۔عجیب شخص تھا وہ ابھی تک امن کا وفادار تھا۔ذرا اس سے نفرت نہیں کرتا تھا۔

حناوے نے ایک بوجھل سانس فضا میں خارج کیا اور تیز تیز قدم اٹھاتی گیٹ پار کرگئی تھی۔اور تب ہی خان کی نظر ہسپتال کی سامنے والی عمارت سے باہر آتے شخص پر پڑی تھی وہ ساکت رہ گیا تھا۔

شاویز کے ایکسیڈینٹ کی خبر پورے رانا خاندان میں جنگل کی آگ کی طرح پھیلی تھی۔ہدی کی چیخیں رانا ہاؤس میں گونج اٹھی تھیں۔شہناز تائی تو اس خبر پر گنگ رہ گئی تھی۔جبکہ منال ابھی تک بے ہوش تھی۔

اسکا خواب سچ ثابت ہوا تھا۔شاویز سے الگ ہونے کا خوف ہی اسکی روح فنا کردیتا تھا اور کہاں اسے ہمیشہ کیلیے کھو دینا۔

"یا اللہ رحم کر میرے بچے کو کس کی نظر لگ گئی۔۔؟" شہناز تائی دوپٹے کا پلو آنکھوں پر رکھے بری طرح رو رہی تھیں۔

"اور کسی کی نہیں امی آپکی ہی نظر لگی ہے۔۔" ہدی سے اب برداشت کرنا مشکل ہوگیا تھا وہ دبی دبی آواز میں چلائی تھی۔

"کیا بکواس کر رہی ہو تم ہوش میں تو ہو؟ میں اپنے بیٹے کو کیوں نظر لگاؤں گی بھلا۔۔؟" شہناز تائی بھڑک اٹھی تھیں۔

"آپ ہی چاہتی تھیں نا شاویز منال کو چھوڑ دے، اسے طلاق دے دے، یہ دونوں الگ ہوجائیں۔۔یہی چاہتی تھیں نا آپ اب دیکھ لیں الگ ہوگئے نا۔۔اللہ نہ کرے اللہ نہ کرے اگر شاویز بھائی کو کچھ ہوگیا تو کیا کریں گی آپ؟ بلکہ آپکو کیا فرق پڑے گا منال ہی بیوہ ہوگی نا۔۔" ہدی چیخ اٹھی تھی۔اسکا چہرہ اور آنکھیں ضبط کے باعث سرخ ہوچکا تھا۔شہناز تائی تو اسکی باتوں پر کنگ رہ گئی تھی۔

"کیسی ماں ہیں آپ امی آپ نے اپنے بیٹے کی خوشیوں کی پرواہ بھی نہیں کی، اتنا بھی نہیں سوچا کہ شاہویز بھائی منال کے ساتھ خوش ہیں انکی خوشی منال ہے علیشہ نہیں۔۔لیکن آپ کیا سمجھیں گی آپکی آنکھوں پر تو پٹی بندھی ہے نفرت کی خود پرستی کی۔۔یاد رکھنا امی اگر بھائی کو کچھ ہوگیا نا تو کوئی بھی آپکو معاف نہیں کرے گا۔۔" وہ آنسو صاف کرتی دروازے کی جانب بڑھی تھی اور دروازے پر بخت کو دیکھ کر پل بھر کو ساکت ہوئی پھر بھاگنے والے انداز میں اسکے پہلو سے نکلتی چلی گئی تھی۔

بخت کی نگاہوں نے دور تک اسکا پیچھا کیا تھا۔پھر وہ کمرے میں داخل ہوگیا جہاں شہناز تائی پتھرائی نگاہوں سے دروازے کی جانب دیکھ رہی تھیں۔

"ریلیکس ہوجائیں تائی جی اور جلدی ریڈی ہوجائیں ہمیں ابھی ہسپتال کیلیے نکلنا ہوگا۔۔" وہ انکے کندھے کو زور سے دباتا انہیں حوصلہ دے رہا تھا جبکہ دماغ کہیں اور ہی الجھا تھا۔

خان جب حناوے کو چھوڑ کر فارم ہاؤس لوٹا تو امن اپنے کمرے کی کھڑکی میں کھڑا سگرٹ پھونک رہا تھا۔آج اس نے کافی دنوں بعد اس دھویں کو اپنے اندر دھکیلا تھا۔

Urdu Novels Ghar

باہر بارش جاری تھی۔پہلے جتنی رفتار تو نہیں لیکن مسلسل برس رہی تھی۔رات کے تقریباً نو بج چک تھے۔ٹھنڈی ہواؤں کے جھونکے بار بار امن کے چہرے سے ٹکرا رہے تھے۔اسکا ذہن گہری سوچ کا شکار تھا۔جبکہ آنکھیں کہیں الجھی ہوئی تھیں۔کبھی کبھی آنکھوں میں نمی ابھر آتی تھی جسے وہ واپس پی جاتا تھا۔

"چھوڑ آیا مالک۔۔" خان نے دروازے میں کھڑے ہو کر ادب سے سر جھکائے کہا تھا۔خان کی آواز پر امن نے چونک اسے دیکھا تھا۔دائیں ہاتھ میں سگریٹ دبا تھا جو ہوا چلنے کے باعث وقفے وقفے سے بُجھنے کی پوری کوشش کر رہا تھا۔امن نے سر پاؤں تک خان کو دیکھا۔اور پھر بے ساختہ ہی سوال کر بیٹھا۔

"تم نے کبھی کسی سے محبت کی ہے خان۔۔؟" سوال غیر متوقع تھا۔خان نے جھٹکے سے امن کی جانب دیکھا۔اسکی آنکھوں میں خوف ابھرا تھا اور پھر وہ سر جھکا گیا۔

"نن۔۔نہیں مالک۔۔" وہ گڑبڑا گیا تھا۔

"سچ بتاؤ خان تمہیں میری قسم ہے۔۔" امن کا روم روم جل رہا تھا۔وہ سگریٹ پی کر اپنے اندر کی آگ بجھانا چاہ رہا تھا۔اب وہ کھڑکی سے ٹک لگا کر پورا خان کی جانب متوجہ ہو کر کھڑا ہو گیا تھا۔

"وہ مالک۔۔" امن کی قسم کیسے ٹال سکتا تھا وہ۔۔امن نے محسوس کیا تھا اس سوال پر خان کے جسم میں لرزش سی ہو گئی تھی۔وہ ہلکا ہلکا کانپ رہا تھا۔

"بولو خان۔۔کبھی محبت کی تم نے کسی سے؟" امن نے اپنا سوال دہرایا۔وہ اب پہلے سے بہتر نظر آرہا تھا۔یا شاید بہتر دکھنے کی کوشش کر رہا تھا۔

"آپ سے بہت محبت کرتا ہوں مالک" خان نے سرجھکائے جواب دیا۔اسکی بات سن کر امن کے ہونٹ دھیمی سی مسکراہٹ میں ڈھلے تھے۔بلاشبہ وہ سچ بول رہا تھا۔

"میں اپنی بات نہیں کر رہا خان۔۔کبھی کسی لڑکی سے محبت کی ہے تم نے۔۔؟"

"جی کی ہے۔۔" خان نے سر جھکائے جواب دیا تھا۔

امن ایک بار پھر سے چونکا تھا۔اس نے آج تک خان کے آس پاس تو کیا کبھی اُسکی زبان سے کسی لڑکی کا ذکر تک نہیں سنا تھا۔

"کون ہے وہ؟ کہاں ہے؟ کیا نام ہے اسکا؟" وہ جانے کیوں اتنے سوال کرگیا تھا۔خان چپ رہا۔خاموشی کا وقفہ گہرا تو امن کو گھٹن محسوس ہوئی۔اسکی پرسوچ نگاہیں خان کے چہرے پر جمی تھیں جہاں عجیب سا رنج پھیلا تھا۔

"بتاؤ خان کون ہے وہ؟" امن کو کوفت ہونے لگی تھی۔

"ہے نہیں مالک تھی۔۔حُس۔۔حُسنی۔۔" خان کی زبان لڑکھڑا گئی تھی۔

"کون حسنی؟ اور کہاں گئی وہ؟ "آج تو امن خان کی جان ہی لینا چاہتا تھا۔

"مرگئی مالک۔۔" خان نے گویا دھماکہ کیا تھا۔خاموشی کا وقفہ پھر سے حائل ہوا تھا۔ٹپ۔۔ٹپ۔۔مینہ برسنے کی آواز اُبھر رہی تھی۔

"مرگئی؟ لیکن کیسے؟" امن کو اپنا دل رکتا محسوس ہوا تھا۔

"جی مالک خودکشی کرلی تھی اس نے۔۔" خان نے اذیت سے کہا تھا۔اسکی جھکی آنکھوں میں نمی تھی۔اسکے بندھے ہوئے ہاتھوں میں لرزش تھی جبکہ خشک لب کپکپا رہے تھے۔

اب کی بار امن کے ذہن میں ایک جھماکہ ہوا تھا۔

"حُسنی۔۔" یہ نام وہ پہلے بھی سن چکا تھا۔اسے کچھ غلط ہونے کا احساس ہوا تھا۔اسکے لاشعور نے کسی گزشتہ انہونی کی ظاہر ہونے کی خبر دی تھی جسکا اسکا شعور جھٹلا دینا چاہتا تھا۔

"کہاں رہتی تھی وہ۔۔؟" وہ سانس روکے پوچھ رہا تھا۔

"گاؤں میں مالک، ڈیرے پر کام کرنے آنے والی صُغراں کی بیٹی تھی۔۔" دونوں آنکھوں کو سختی سے میچتے بتایا تھا۔وہ بھلا امن کی کسی بات سے انکار کر سکتا تھا؟

Urdu Novels Ghar

اور امن کی دو انگلیوں کے درمیان دبی سگریٹ چھوٹ کر نیچے جا گری تھی۔اسے اپنی ٹانگوں سے جان نکلتی محسوس ہوئی تھی۔وہ ہاتھوں کو گرائے بیٹھتا چلا گیا تھا۔اس وقت اسکا دل شدت سے چاہا تھا کہ زمین پھٹے اور وہ اس میں غرق ہوجائے۔ امن نے ایک نظر خان کو دیکھا جو سر جھکائے کھڑا تھا۔ایک آنسو اسکی جھکی آنکھوں سے پھسلا اور نیچے جا گرا تھا۔

"نہیں ایسا نہیں ہو سکتا۔۔میں ایسا کیسے کر سکتا ہوں۔۔" امن نے اپنے دونوں ہاتھ سر پر رکھے تھے۔ ماضی کی یادیں کسی فلم کی طرح ذہن کے پردے پر چلنے لگی تھیں۔

یہ تقریباً آٹھ نو سال پہلے کی بات تھی جب امن نے لڑکپن سے جوانی میں قدم رکھا تھا۔ضدی اور خودسر تو وہ بچپن سے ہی تھا۔عمر کے تقاضے کے مطابق اسکی دلچسپی لڑکیوں میں بڑھنے لگی تھی۔ایسا ہی دن تھا وہ جب ملکوں کے ڈیرے پر کام کرنے والی مائی صغراں طبیعت خراب تھی تو اس نے صفائی کی غرض سے اپنی بیٹی حسنی کو ڈیرے پر بھیج دیا تھا۔

حسنی ایک خوبصورت لڑکی تھی۔اسے دیکھتے ہی امن کا اس پر دل آگیا تھا۔

"خان مجھے یہ لڑکی چاہیے بس ایک رات کے لیے۔۔" اس نے خان سے ایسے فرمائش کی تھی جیسے وہ کسی لڑکی کو نہیں بلکہ کسی کھلونے کو مانگ رہا ہو۔خان نے نظر اٹھا کر صفائی کرتی حسنی کو دیکھا تھا اور پھر آنکھ موندھ کر

"ٹھیک ہے مالک" کہہ دیا تھا۔امن زبردستی نہیں کرتا تھا اسے ہر خوبصورت چیز اسکی مرضی سے اپنے پاس چاہیے ہوتی تھی۔ ابھی بھی اس نے خان سے کہا تھا تاکہ وہ حسنی کو راضی کر سکے۔

اور پھر شام کو گاؤں کے باہر برگد کے پیڑ کے نیچے خان حسنی کے سامنے موجود تھا۔

"تمہارا دماغ تو خراب نہیں ہوگیا خان۔۔" غصے اور تذلیل سے حسنی کا چہرہ سرخ پڑا تھا۔اس نے کبھی خواب میں بھی نہیں سوچا تھا کہ خان اس سے ایسی بات کرے گا۔وہ پچھلے دو سالوں سے محبت کے رشتے میں بندھے تھے۔ خان نے روز روز ملنا تو دور کبھی اسے چھونے کی کوشش نہیں کی تھی۔

"تم بھول رہے ہو ہم بہت جلد شادی کرنے والے ہیں اور اب تم کہہ رہے ہو کہ میں تمہارے مالک کے ساتھ ایک رات۔۔" حسنی کی آواز آنسوؤں میں ہی دب کر رہ گئی تھی۔

"میں اپنے مالک کا کوئی حکم نہیں ٹال سکتا۔۔" خان نے نظریں چرائی تھیں۔ حسنی نے شکوہ کناں نظروں سے اسکی جانب دیکھا تھا۔ کیسا عجیب شخص تھا تو اپنی ہونے والی بیوی کو اپنے مالک کے حوالے کر رہا تھا۔

"میں تمہیں ہر حال میں اپناؤں گا حسنی ہم اسی تاریخ کو نکاح کریں گے جس تاریخ کا میں نے اماں (صغراں) جی سے وعدہ کیا ہے۔ بس تم میری خاطر میری بات مان لو۔۔" وہ التجا کر رہا تھا۔

"محبت کی بہت بڑی قیمت مانگی ہے تم نے خان۔۔ جاؤ کہہ دو مالک سے میں آجاؤں گی۔ تم اپنی وفاداری نبھاؤ میں قیمت چکالوں گی۔۔" حسنی نے آنسوؤں کا گلا گھونٹے کہا تھا۔ اسکا چہرہ سپاٹ تھا۔ خان نے نظر اٹھا کر اسے دیکھا اور پھر نظریں جھکا گیا کر پلٹ گیا۔

"میں تمہاری امانت ہوں خان، تم اپنی امانت کسی دوسرے کو سونپ تو رہے ہو لیکن یاد رکھنا امانت میں خیانت کرنے والوں کو وقت بری طرح سے رسوا کرتا ہے۔۔" وہ دو قدم چلا تھا جب حسنی کی آواز ابھری۔ خان کے ساکت ہوئے تھے لیکن اس نے پلٹ کر نہیں دیکھا تھا۔ اسے لگ رہا تھا اگر وہ پلٹا تو اسکا دل پھٹ جائے گا۔

اور پھر حسنی نے اپنا وعدہ نبھایا تھا۔ اور خان نے اپنی وفاداری۔۔ لیکن ان دونوں کے درمیان محبت مر گئی تھی۔ اگلے ہی دن شام کو حسنی نے گھر میں پنکھے سے لٹک کر خودکشی کرلی تھی۔ وہ اس گناہ کے بعد خود سے نظریں نہیں ملا پائی تھی۔ امن کو تو احساس بھی نہیں تھا کہ وہ مرگئی ہے۔ اسے مرنے کی وجہ صرف ایک شخص جانتا تھا اور وہ تھا خان۔۔

"ال۔لّ۔ہ۔۔۔" وہ بری طرح چلایا تھا۔ امن کو اپنا سینا پھٹتا محسوس ہوا تھا۔ بادلوں کی گرج میں اسکی چیخ دب کر رہ گئی تھی۔

"مالک۔۔" بے چینی سے خان اسکی جانب بڑھا تھا۔

Urdu Novels Ghar

"دور رہو خان میرے گندے وجود سے دور رہو۔۔" وہ زمین پر ڈھے گیا تھا۔

"ایسے مت کہیں مالک آپکے لیے تو میری جان قربان۔۔" خان نے اسکے قریب پہنچ کر اسے کندھوں سے پکڑ کر اٹھانے کی کوشش کی تھی۔

"مجھے مار دو خان خدا کا واسطہ ہے مجھے مار دو۔۔" امن نے خان کے پاؤں پکڑ لیے تھے۔خان جھٹکے سے پیچھے ہٹا اور زور لگا کر امن کی گرفت سے اپنے پاؤں چھڑائے۔

"گنہگار مت کریں مالک۔۔مجھے کوئی دکھ کوئی پچھتاوا نہیں ہے آپ سب بھول جائیں سب۔۔" خان اسکے قریب بیٹھ کر رو دیا تھا۔قالین پر اوندھے منہ پڑا امن اب دھیرے دھیرے سسک رہا تھا۔اسے اپنا جسم جہنم کی آگ کی لپیٹوں میں محسوس ہو رہا تھا۔

انسان کتنا نادان ہے جوانی اور طاقت کے نشے سب بھول جاتا ہے وہ یہ تک نہیں سمجھتا کہ جس راستے پر وہ چل رہا ہے جو اسے دلکش بنا رہا ہے وہ اسے جہنم کی جانب لے جا رہا ہے۔

کتنے بڑے بڑے ظلم کر گیا تھا وہ آج اسے احساس ہو رہا ہے۔

"مجھے مار دو خان میں جینا نہیں چاہتا تھا۔۔" وہ اب دھاڑیں مار مار کر رونے لگا تھا۔اسے اپنے وجود سے اپنے جسم سے نفرت ہو رہی تھی۔

"مالک اٹھیں یہاں سے آپکی طبیعت پہلے ہی بہت خراب ہے۔۔" خان نے بمشکل خود پر ضبط کر رکھا تھا۔

"تم جاؤ یہاں سے خان چلے جاؤ۔۔مجھے کچھ دیر کیلیے اکیلا چھوڑ دو۔۔"

اور خان اثبات میں سرہلاتے اٹھا۔ایک آخری نظر امن پر ڈالی اور کمرے کا دروازہ بند کرتے باہر نکل گیا تھا۔

"ی۔۔ا ال۔لّ۔ہ مجھے ب۔خ۔ش دے ی۔ا مجھے م۔وت دے" شاید ہی زندگی میں پہلی بار اُس نے اللہ کو پکارہ تھا۔

Urdu Novels Ghar

بخت کمرے میں آیا تو ہدی بیڈ پر بیٹھی بے طرح رو رہی تھی۔خبر ہی ایسی تھی کہ وہ چاہ کر بھی اپنے آنسو نہیں روک پارہی تھی۔اُسے روتے دیکھ کر بخت کے دل کو کچھ ہوا تھا۔

"ہدی۔۔" اُس نے جانے کتنے عرصے بعد اُسے پکارہ تھا۔ہدی نے چونک کر اُسے دیکھا اور پھر اُسکے رونے میں شدت آگئی تھی۔بخت چلتا ہوا اُسکے قریب آیا اور ہولے سے اُسکے پہلو میں بیٹھ گیا۔

"پریشان مت ہو سب ٹھیک ہوجائے گا۔۔" بخت نے اُسکا ہاتھ تھاما تھا۔ہدی تو ساکت رہ گئی تھی۔اُس نے رونا چھوڑ کر سرخ آنکھوں سے بخت کی جانب دیکھا جو اُسے ہی دیکھ رہا تھا۔

"بخت وہ شاویز بھائی۔۔" ہدی کچھ کہنا چاہتی تھی لیکن ہچکیوں کے درمیان الفاظ پھنس کر رہ گئے تھے۔

"وہ ٹھیک ہوجائیں گے جلد ہی۔۔" بخت نے اُسے ساتھ لگایا۔اب وہ اتنا ظالم تو نہیں تھا جو ان حالات میں بھی اُسکے ساتھ بے رخی برتتا۔ہدی چاہ بھی کر اپنے آنسوؤں پر ضبط نہیں کر پارہی تھی۔اچانک ہدی کے ذہن میں جھماکہ ہوا تھا۔اُسے یاد آیا تھا بخت اس سے ناراض تھا۔

"میں نے کچھ نہیں کیا بخت۔۔ کبھی کچھ غلط نہیں کیا وہ خضر بھائی بس مجھے اچھے لگتے تھے۔۔پلیز مجھے معاف کردیں مجھے خود سے دور مت کریں اتنی بڑی سزا مت دیں۔۔" ہدی کا وجود ہولے ہولے کانپ رہا تھا۔وہ روتے ہوئے اپنی صفائی پیش کر رہی تھی۔

"ریلیکس ہدی۔۔میں نے کچھ کہا کیا۔۔؟" بخت کے دل میں ملال اترا تھا۔کتنے عرصے سے وہ اُسے نظرانداز کر رہا تھا۔اسے رلا رہا تھا۔اب اُسکا ضبط جواب دے گیا تھا۔

"نہیں وہ آپ مجھے طلاق۔۔۔میرا یقین کریں بخت میں اپنی ماں جیسی بالکل نہیں ہوں۔۔مم۔۔میں۔۔" کتنا خوف تھا اُسکی آنکھوں میں بخت کو کھو دینے کا اُس سے دور ہونے کا۔۔یہ بخت کو آج محسوس ہوا تھا۔

"ششش۔۔چپ بالکل چپ۔۔" بخت نے اُسکے لبوں پر شہادت کی انگلی رکھ کر اُسے خاموش رہنے کا اشارہ کیا۔

Urdu Novels Ghar

"اُفف کتنا بولتی ہو یار تم۔۔بنا بریک ہی شروع ہوجاتی ہو۔۔" وہ مصنوعی کوفت سے بولا تھا۔وہ ماحول پر چھائی کلفت کو ختم کرنا چاہتا تھا جبکہ اندر سے اُسکا اپنا دل شاویز کیلیے رو رہا تھا۔

"آج کے بعد یہ لفظ تمہاری زبان پر نہ آئے میں کبھی تمہیں خود سے الگ نہیں کروں گا سمجھ آئی۔۔اور اگنور تو میں تمہیں اس لیے کر رہا تھا کیونکہ بہت سال تم نے مجھے اگنور کیا۔بس میں نے بدلا لے لیا اپنا۔۔ اب سب ٹھیک ہوجائے گا۔۔" وہ لبوں پر دھیمی مسکراہٹ سجائے بولا تو ہدی ساکت رہ گئی تھی۔

"بدلا۔۔؟" وہ گہرے صدمے کا شکار نظر آرہی تھی۔

"ہاں اب ایسے تو مت گھورو مجھے۔۔" بخت نے کسی معصوم بچے کی طرح ڈرتے ہوئے کہا۔ہدی کے تاثرات فوراً بدلے اب وہ تیوری چڑھائے، آنکھیں پھاڑے اسے گھور رہی تھی۔

"میں جارہی ہوں ڈرائیور کے ساتھ ہاسپٹل۔۔مجھے نہیں جانا آپکے ساتھ۔۔" وہ غصے سے کہتی کھڑی ہوئی اور تیز تیز قدم اٹھاتی کمرے سے باہر نکل گئی۔

"ہدی میری بات تو سنو۔۔" بخت گڑبڑا کر اُسکے پیچھے بھاگا تھا۔

"یہ میں نے کیا کردیا؟ کیوں کیا میں نے یہ سب؟" آج امن کو اپنے سارے گناہ یاد آرہے تھے۔وہ نیچے قالین پر پڑا سسک رہا تھا۔اسے سمجھ نہیں آرہا تھا وہ کیا کرے؟ ایک موت کی سزا بھی اسے تو اپنے گناہوں سے کم محسوس ہو رہی تھی۔اسے آج احساس ہوا تھا اسکی اتنی چاہت کی باوجود بھی اسے حناوے کیوں نہیں ملی تھی۔وہ محبتوں کے قابل نہیں تھا۔اسے تو سنگسار کردیا جانا چاہیے تھا۔اپنے وجود سے اسے گھن آرہی تھی۔کچھ سوچتے ہوئے وہ اٹھا اور لڑکھڑاتے قدموں سے کمرے میں ایک جانب رکھے بڑے سے سنگھار میز کی جانب بڑا جس پر بیش قیمتی پرفیوم اور باقی چیزیں رکھی تھیں۔وہ لُٹے پُٹے حلیے میں آئینے کے سامنے جا کر کھڑا ہوگیا۔اور اپنے عکس کو غور سے دیکھنے لگا۔کتنا مکروہ چہرہ تھا اسکا یہ اسے آج نظر آیا تھا۔پھر اسکی نظریں پرفیوم کی بوتلوں سے پھسلتی میز کے ایک کونے پر رکھے بیش قیمتی شیشے کے گلدان پر پڑی تھی۔ اس نے کچھ

Urdu Novels Ghar

سوچ کر وہ گلدان اٹھایا اور اپنے سامنے نصب جہاز سائز آئینے پر دے مارا تھا۔ایک چھناکے سے کانچ ٹوٹنے کی آواز ابھری تھی۔کانچ کے ٹکڑے ٹوٹ کر ارد گرد بکھر گئے تھے۔امن نے جھک کر ایک ٹکڑا اٹھایا اور اسے گھورنے لگا۔

کمرے کے دروازے پر دستک شروع ہوگئی تھی جسے وہ آئینے کے سامنے کھڑے ہونے سے پہلے مقفل کرچکا تھا۔

"مالک دروازہ کھولیں۔۔" خان کی گھبرائی گھبرائی آواز ابھر رہی تھی۔

درد زہر بن کر اسکی نس نس میں گردش کر رہا تھا۔امن کا شدت سے دل چاہ رہا تھا وہ اپنی ساری رگیں کاٹ ڈالے اور اسکے جسم سے وہ گندا خون قطرہ قطرہ بہہ جائے۔اور پھر وہ رکا نہیں تھا اپنے خیال کو عملی جامہ پہنایا اور کانچ کے اس تیز دھار ٹکڑے سے اپنی بائیں کلائی کاٹ ڈالی تھی۔درد کی لہر اٹھی تھی جسکے بعد اسے اپنے اندر سکون اترتا محسوس ہوا تھا۔پھر وہ رکا نہیں تھا بلکہ وحشت زدہ انداز میں وہ ٹکڑے کو اپنے جسم پر مارتا چلا گیا تھا۔وہ خود کو بری طرح زخمی کر رہا تھا۔اذیت تھی کہ ختم نہیں ہو رہی تھی۔

اب باہر خان گارڈ کے ساتھ مل کر دروازے کو توڑنے کی پوری کوشش کر رہا تھا۔چابی اسکے ہاتھ سے کھڑکی کے قریب ہی گر گئی تھی جب امن نے اسکے پاؤں پکڑے تھے۔

امن کے جسم سے خون رسنے لگا تو وہ بےسدھ ہو کر ایک طرف کو ڈھے گیا تھا۔

"حناوے کہاں ہو تم؟" جیسے ہی وہ ہسپتال میں داخل ہوئی تو خضر کا فون آیا تھا۔

"میں امن اور ماما سے ملنے آئی ہوں۔۔" حناوے نے سنجیدہ لہجے میں جواب دیا تھا۔

"آئی سی یو کی جانب آجاؤ۔۔" خضر کی پریشان سی آواز ابھری تھی۔

"کیا ہوا سب ٹھیک ہے نا۔۔؟" حناوے نے آئی سی یو کی جانب تیزی سے قدم بڑھاتے دھڑکتے دل کے ساتھ پوچھا تھا۔

"ہاں تم آؤ جلدی بتاتا ہوں۔۔"

Urdu Novels Ghar

حناوے کو کچھ غلط ہونے کا احساس ہوا تھا۔وہ آئی سی یو کے سامنے پہنچی تو وہاں رحمن بھائی، خضر، ثناء بھابھی، حسن تایا، عثمان تایا ان سب کو دیکھ کر حیران رہ گئی تھی۔فاریہ بیگم بھی وہیں پر موجود تھیں۔

"کیا ہوا؟ آپ سب لوگ یہاں کیا کر رہے ہیں۔۔؟" وہ دھڑکتے دل کے ساتھ پوچھ رہی تھی۔اور پھر فاریہ بیگم نے اسے شاویز کے ایکسیڈنٹ کا بتایا تھا۔سب کی آنکھیں نم تھیں اور ہونٹ دعا کیلیے ہل رہے تھے۔حناوے کے ذہن میں پہلا خیال منال کا آیا تھا۔جانے وہ کس حالت میں ہوگی؟

"کام ہوگیا خانم بی وہ لڑکا کسی صورت بچ نہیں پائے گا ہاں البتہ خان نے اپنا کام نہیں کیا۔۔" یہ منصور تھا خانم بی کا خاص ملازم تھا جو خانم بی ہر طرح کی خبر پہنچاتا تھا۔یہ خبر سن کر خانم بی کے چہرے پر تیوری چڑھی۔

"ہمارا ملازم ہو کر ہمارا ہی حکم ٹالتا ہے۔۔ختم کردو اسے بھی" وہ تو جیسے زمین کی خدا بن بیٹھی تھیں۔

"ٹھیک ہے خانم بی خان نہیں بچے گا۔۔" منصور سرد لہجے میں کہہ کر فون بند کرچکا تھا۔اب اسکا ارادہ خان کو ڈھونڈ کر اسے ختم کرنے کا تھا۔

ایک گھنٹے بعد منال کو ہوش آیا تھا۔اور اٹھتے ہی اس نے رونا شروع کردیا تھا۔ہدی اسے سمجھا رہی تھی۔اسے چپ کروا رہی تھی۔

"مجھے شاویز کے پاس جانا ہے پلیز مجھے لے جاؤ۔۔" وہ روتے ہوئے منتیں کر رہی تھی۔ہدی نے سوالیہ نظروں سے بخت کی جانب دیکھا تھا۔جس نے اثبات میں سر ہلا دیا تھا۔

وہ لوگ منال کے ہوش میں آنے کا ہی انتظار کر رہے تھے۔کچھ دیر بعد ایک گاڑی میں ہدی، منال، شہناز تائی اور ماریہ چچی کو بٹھائے وہ اسلام آباد کا رخ کرچکا تھا۔سفر لمبا تھا وہ جانتا تھا لیکن جانا بھی ضروری تھا۔منال خشک ہونٹوں سے کبھی دعائیں

مانگنے لگتی تو کبھی اسکی آنکھیں موسم کی طرح برسنے لگتی تھیں۔کچھ ایسی ہی حالت ہدی کی بھی تھی جبکہ شہناز تائی تو بت بنی بیٹھی تھیں۔ان میں کسی سے بھی نظریں ملانے کی ہمت نہیں تھی۔

"جامشورو کے بہادر اے سی حیدر رانا نے اینٹی نارکوٹکس ڈیپارٹمنٹ کے ساتھ مل کر میر ممتاز عالم کی شوگر فیکٹری کے خلاف آپریشن کیا اور وہاں سے شوگر کی آڑ میں بننے اور اسمگل ہونے والی ٹنوں منشیات کو ضائع کردیا گیا۔" بہرام ملک ٹی وی پر چلنے والی خبریں سن رہا تھا۔وہ کافی پریشان نظر آرہا تھا۔کل صبح امن کی کورٹ میں پیشی تھی۔اگر وہ قاتل ثابت ہوجاتا تو اسے اپنا عہدہ کھونا پڑتا۔

"ناظرین اسکے ساتھ ہم آپکو دینے جارہے ہیں ایک اہم خبر، جامشورو کی حدود میں داخل ہوتے وزیراعلی سندھ بہرام ملک کے بڑے بیٹے شہباز ملک کی گاڑی پر ہونے والی اچانک فائرنگ۔۔ جسکی وجہ سے شہباز ملک موقع پر دم توڑ گئے۔فائرنگ کرنے والی گاڑی میر ممتاز عالم کے بیٹے مراد عالم کی تھی جو جوابی فائرنگ کی وجہ سے شدید زخمی اور ہسپتال منتقل کیے جا چکے ہیں۔۔" بہرام ملک کے ہاتھ سے ریموٹ چھوٹ کر گرا تھا۔جو دوسروں کیلیے کنواں کھودتے ہیں وہ پہلے خود اس میں گرتے ہیں۔شہباز ملک حیدر کو مارنے گیا تھا اور خود ہی شکار ہوگیا تھا۔

ٹی وی کی سکرین پر اب شہباز ملک کے مردہ وجود کی تصویریں دکھائی جا رہی تھیں۔وہ خون سے لت پت تھا۔بہرام ملک کو اپنے سینے میں بائیں جانب شدید درد اٹھتا محسوس ہوا تھا۔وہ کسی کو آواز دینا چاہتے تھے لیکن الفاظ منہ میں ہی دم توڑ گئے تھے۔

امن ملک کو بری حالت میں ہسپتال منتقل کردیا گیا تھا۔وہ اس وقت شدید زخمی تھا اسکا کافی خون بہہ گیا تھا۔ارحم، ژالے اور زرمینے گل کو جب یہ خبر ملی تو وہ دھک سے رہ گئے تھے۔

شہباز ملک کی موت، امن کا خودکشی کرنا اور بہرام ملک کو ہارٹ اٹیک کا آنا۔۔ملک خاندان پر قیامت ٹوٹنے جیسا تھا۔

Urdu Novels Ghar

ارحم کا دل پھٹنے کو تھا۔اسے سمجھ نہیں آرہا تھا وہ باپ کی لاش لینے جائے یا امن کے پاس ہسپتال جائے یا پھر اپنے دادا جان کے پاس جائے جو اس عمر میں بیٹے اور پوتے کا غم جھیل رہے تھے۔

رات کے دو بجے کا وقت تھا۔بارش قدرے تھم گئی تھی۔فضا میں ایک پراسرار سا سکوت چھایا تھا۔دونوں خاندان ہی خاموش تماشائی بنے بیٹھے تھے۔شاویز کے سر پر گہری چوٹ لگی تھی۔اسکا آپریشن کیا گیا تھا۔لیکن اسکی حالت خطرے سے باہر نہیں تھی۔ڈاکٹرز نے دعا کیلیے کہا تھا۔منال بار بار ہوش کھو رہی تھی۔پٹی میں جکڑے شاویز کی ایک جھلک اسے اندر تک چھلنی کر گئی تھی۔

خضر اور بخت ایکسیڈنٹ والی جگہ پر تھے۔دونوں حادثے کی جانچ پڑتال کر رہے تھے۔خضر کے مطابق یہ صرف حادثہ نہیں تھا یقیناً کسی نے شاویز کو مارنے کی کوشش کی تھی۔

دوسری جانب اسی ہسپتال کے ایک کمرے میں امن بےہوش پڑا تھا۔کبھی کبھی ہم موت چاہتے ہیں لیکن ہمیں موت بھی نہیں ملتی۔اور امن وہ بدنصیب تھا جو بچ گیا تھا۔اسکے کمرے کے باہر ژالے اور زرمینے گل رابیل کے ساتھ بیٹھی تھیں۔ تینوں دعائیں مانگ رہی تھیں۔ژالے کو اپنی زندگی میں اندھیرا چھاتا محسوس ہو رہا تھا۔راحیلہ کے بیان کے بعد قدیر کو گرفتار کرلیا گیا تھا۔پولیس اب امن کی تلاش میں تھی۔حکام بالا کی جانب سے اُسے گرفتار کرنے کا حکم دیا گیا تھا۔

ایک طرف باپ کی لاش تھی تو دوسری جانب امن وہ گھمنڈی اور مغرور لڑکی بھی اس وقت بری طرح ٹوٹ چکی تھی۔اسے اندازہ نہیں تھا کہ امن حناوے کی محبت میں اس حد تک جائے گا۔اسے بیک وقت حناوے سے رشک اور حسد محسوس ہوا تھا۔رابیل بری طرح رو رہی تھی۔زرمینے گل کبھی رابیل کو چپ کرواتیں تو کبھی خود رونے لگتی تھیں۔ارحم جامشورو چلا گیا تھا۔ژالے بظاہر مضبوط بنی ہوئی تھی۔لیکن وہ اندر سے کرچی کرچی ہوچکی تھی۔

"مجھے آپ سے ضروری بات کرنی ہے مالکن۔۔" خان نے ژالے کے پاس آکر دھیمے لہجے میں کہا تھا۔

Urdu Novels Ghar

"میں اس وقت بات کرنے کے موڈ میں نہیں ہوں خان۔۔" ژالے نے بھیگے لہجے میں جواب دیا تھا۔وہ بار بار ارحم کا فون ملا رہی تھی جو بند جا رہا تھا۔

"بات بہت اہم ہے مالکن۔۔مالک کے بےگناہ ہونے کا ثبوت ہے۔۔" خان نے پراسرار لہجے میں کہا تو ژالے نے چونک کر اسے دیکھا۔اسکی سرخ آنکھوں میں الجھن تھی۔اور پھر جو خبر خان نے اسے دی وہ ششدر رہ گئی تھی۔

"کہاں ملے گا وہ۔۔؟" ژالے ایک جھٹکے سے کھڑی ہوئی تھی۔

"چلیے میرے ساتھ۔۔" خان نے سرجھکا کر دھیمے لہجے میں کہا تو ژالے اسکی پیروی کرتی ہسپتال سے باہر نکل گئی تھی۔

"اب بتاؤ خان کہاں دیکھا تم نے اسے؟ کیا وہ سچ میں۔۔؟" ژالے بےیقینی کی کیفیت سے پوچھ رہی تھی۔

"میں نے اسے اس عمارت سے نکلتے دیکھا تھا۔اور پھر اسکا پیچھا کیا۔۔" خان نے سنجیدہ لہجے میں جواب دیا تھا۔

"اسکا پتہ بتاؤ مجھے جلدی۔۔" ژالے کو جینے کی ایک امید سی ملی تھی۔خان اسے پتہ لکھوا رہا تھا جبکہ ژالے چمکتی آنکھوں سے اسے موبائل میں سیو کر رہی تھی۔بارش بند ہوچکی تھی۔سڑک بھیگی ہوئی اور خالی تھی۔آس پاس کافی خاموشی چھائی تھی۔

تب اچانک وہاں ایک گاڑی آکر رکی۔ان دونوں نے دھیان نہیں دیا۔گاڑی سے نقاب پوش اترا اور اس نے خان کا نشانہ لے کر ایک ساتھ کئی بےآواز گولیاں اسکے سینے میں اتار دی تھیں۔

"خان۔۔" ژالے نے اسکے سینے سے خون ابلتا دیکھا تو وہ خوف سے چلائی۔گاڑی جس رفتار سے آئی تھی چند ہی پل میں غائب ہوچکی تھی۔خان گیلی زمین پر پڑا تڑپ رہا تھا جبکہ ژالے تو ساکت رہ گئی تھی۔

امن کی آنکھ کھلی تو اس نے زرمینے گل کو اپنے اوپر جھکے پایا تھا۔

"امن میرے بچے تم ٹھیک ہو؟ اور یہ تم نے اپنی کیا حالت بنا لی ہے؟" وہ گول دوپٹہ کیے، نم آنکھیں لیے اسے دیکھ رہی تھیں۔جبکہ انکے ہاتھ امن کے بالوں کو سہلا رہے تھے۔"وہ زندہ تھا" یہی اذیت اُسکے پورے جسم میں پھیل گئی تھی۔

اسے پہلا خیال خان کا آیا تھا۔

"خان کہاں ہے؟" وہ بامشکل بول پایا تھا۔جسم پر جگہ جگہ زخم تھے۔اور انکی تکلیف بہت گہری تھی لیکن یہ تکلیف اس سے کئی گناہ کم تھی جو امن کی روح کو جھلسا رہی تھی۔خان کے نام پر زرمینے گل نے اپنے منہ پر دوپٹہ رکھ کر اپنی چیخ روکی تھی۔کمرے میں دوسری جانب رابیل بیٹھی سسک رہی تھی۔اسکے بابا اس دنیا سے چلے گئے تھے اسکا رونا بنتا تھا۔

"خان۔۔خان کو بلاؤ مام۔۔" وہ چیخنا چاہتا تھا لیکن الفاظ ساتھ نہیں دے رہے تھے۔اسکی ایک پکار پر حاضر ہونے والا خان جانے کہاں تھا۔امن اسے دیکھنا چاہتا تھا۔

"خان ہمیں چھوڑ کر چلا گیا امن، ہمیشہ کیلیے چھوڑ گیا وہ ہمیں۔۔ظالمو نے مار ڈالا اُسے۔۔" زرمینے گل پھوٹ پھوٹ کر رو دی تھیں۔امن نے کچھ اس انداز سے اپنی ماں کی جانب دیکھا تھاجیسے وہ پاگل ہوگئی ہوں۔خان بھلا کیسے چھوڑ کر جا سکتا تھا؟ وہ تو ہمیشہ سائے کی طرح اسکے قریب رہتا تھا لیکن شاید امن بھول گیا تھا جب اندھیرا ہوجائے تو سایہ بھی ساتھ چھوڑ جاتا ہے۔زرمینے گل بری طرح رو رہی تھیں۔انہیں بھی خان امن کی طرح عزیز تھا۔امن نے جسم میں اٹھتی ٹھیسوں کو نظر انداز کرتے رابیل کی جانب دیکھا تھا جو ہچکیوں سے رو رہی تھی۔

"رابی خان کو بلاؤ۔۔" وہ اٹھنا چاہتا تھا لیکن اسکا جسم ہرگز ساتھ نہیں دے رہا تھا۔

"بھائی خان مر گیا۔۔بابا بھی۔۔سب ختم ہوگیا۔۔" وہ معصوم سی لڑکی ضبط نہیں رکھ پائی تھی اور زور سے چلا اٹھی تھی۔

جان کیسے نکلتی ہے؟ مرنا کسے کہتے ہیں یہ امن کو آج پتا چلا تھا۔

وہ خان کو آوازیں دے رہا تھا لیکن جانے والے کب لوٹ کر آتے ہیں۔اُسکے بار بار بلانے پر بھی جب وہ نہیں آیا تو اُسے اپنی روح فنا ہوتی محسوس ہوئی تھی۔

موسم ہمارے پیار کا آیا چلا گیا

کتنا حسین خواب دکھایا چلا گیا

ترک تعلقات کی منزل ہے سامنے

مژدہ یہ اس نے ہم کو سنایا چلا گیا

محنت کی اس غریب کو قیمت نہیں ملی

کاندھے پہ اس نے بوجھ اٹھایا چلا گیا

کتنا عجیب شخص تھا کچھ دن رکا مگر

گلشن کو اس نے خوب سجایا چلا گیا

دشمن میری حیات کا جاں لے گیا میری

بن کے بدن میں روح سمایا چلا گیا

دیتے رہے جواب بڑی دیر تک سبھی

اس نے عجب سوال اٹھایا چلا گیا

عکس خیال یار کو دل میں کیا جو قید

نقش جمال یار بنایا چلا گیا

کل شب کسی کی یاد نے سونے نہیں دیا

اس کا خیال دیر تک آیا چلا گیا

آیا تھا اس مدار میں کوئی نیا قمر

چکر زمیں کے گرد لگایا چلا گیا

Urdu Novels Ghar

ذلیخہ پھوپھو کو جب شہباز ملک کی موت کی اطلاع ملی تو انہیں سمجھ نہیں آیا وہ کیا کریں؟ وہ ظالم شخص انکی محبت تھا جو سالوں پہلے ہی ختم ہوگئی تھی۔

"صبر رکھو میری بچی اللہ کو یہی منظور تھا۔۔" خیام رانا نے ان کے سر پر ہاتھ رکھا تھا۔آنسو لڑیوں کی صورت میں انکی آنکھوں سے نکلے اور گالوں پر بہتے چلے گئے۔وہ ظالم شخص کسی کو موت سے نوازنے گیا تھا اور خود اسکا شکار ہوگیا تھا۔

خیام رانا کیلیے بھی یہ خبر تشویشناک تھی۔بہرام ملک ہسپتال میں داخل تھا۔وہ اسکا جتنا بڑا دشمن ہی سہی لیکن دوست بھی رہا تھا اور ملک خاندان پر آنے والی یہ آفت قیامت سے کم نہیں تھی۔وہ انہیں دلاسہ دے کر خود ہسپتال کی جانب نکل گئے تھے کیونکہ بہرام ملک تو حیدرآباد میں ہی تھا اور وہ انکے بیمار کی خبر سن کر رہ نہیں پائے تھے تبھی چلے گئے۔

صبح ساڑھے پانچ بجے کا وقت تھا۔حناوے مصلہ بچھائے نماز پڑھ رہی تھی۔کافی دیر بھیگی پلکوں سے وہ دعا مانگتی رہی تھی۔اس نے اپنے اور سب کے حق میں بہتری مانگی تھی۔شاویز رانا اور امن رانا کی تندرستی کی دعائیں کی تھیں۔

منال دعا مانگ کر جاچکی تھی جبکہ وہ ابھی تک بیٹھی تھی۔ہسپتال میں اب صرف حناوے، خضر، بخت، ہدی، منال اور شہناز تائی تھیں۔باقی سب کو رحمن بھائی اپنے گھر لے گئے تھے۔

جیسے ہی وہ دعا مانگ کر فارغ ہوئی تو نمل کی کال آنے لگی۔

"السلام علیکم" حناوے نے بھیگے لہجے پر قابو پاتے سلام کیا تھا۔

"وعلیکم السلام۔۔کیسی ہو حناوے اور شاویز اب کیسا ہے؟" نمل بھی شاید روتی رہی تھی۔اُسکی آواز بھاری ہو رہی تھی۔دو خاندانوں کو جوڑنے کے چکر میں وہ دونوں خاندانوں کا دکھ دیکھ رہی تھی۔

"انہیں ہوش آگیا ہے الحمداللہ ڈاکٹرز کا کہنا ہے اب وہ خطرے سے باہر ہیں۔۔" حناوے نے گہرا سانس لیتے بتایا۔

"تمہیں پتا ہے حناوے خان نہیں رہا۔۔اسے کسی نے قتل کردیا۔۔" نمل نے گویا دھماکہ کیا تھا۔حناوے تو پل بھر کو پتھر کی ہوگئی تھی۔ابھی شام تو وہ ٹھیک تھا۔اسے چھوڑ کر گیا تھا۔

"کب؟ کیسے۔۔"حناوے کو حقیقتاً دکھ ہوا تھا۔

"رات دو بجے کے بعد ہسپتال کے باہر۔۔اور تمہیں پتا ہے امن نے خودکشی کرلی وہ اسی ہسپتال میں ایڈمٹ ہے تم نے دیکھا نہیں اسے۔۔؟" نمل گویا دھماکے کر رہی تھی۔امن کے نام پر حناوے کی تیوری چڑھی۔

"کہاں کس روم میں ہے وہ۔۔؟" خود پر ضبط رکھتے ہوئے اس نے پوچھا تھا۔

"دوسری منزل کمرہ نمبر 106۔۔" نمل نے بےساختہ بتادیا تھا اور حناوے نے فون بند کرکے بیگ میں رکھا۔ایک نظر بیڈ پر لیٹے امن کو دیکھا پھر فاریہ بیگم کو جو نماز پڑھ رہی تھیں پھر وہ خاموشی سے کمرے سے نکل گئی۔

یہ شہر کا سب سے اچھا،بڑا اور مہنگا ہسپتال تھا۔جہاں شاویز کے دوست ڈاکٹر تھے۔اسی لیے خان امن کو وہیں لایا تھا جبکہ شاویز کو بھی خبر ملتے ہی رحمن بھائی یہاں لے آئے تھے۔

وہ سپاٹ چہرہ لیے کمرے سے نکلی اور سیڑھیوں کی تلاش میں آگے بڑھی۔پھر سیڑھیاں چڑھتی وہ اوپری منزل پر آئی اور امن کو کمرہ تلاش کرنے لگی۔خضر جو کچھ دیر پہلے بخت کے ساتھ حادثے کی جگہ سے واپس لوٹا تھا حناوے کو اوپر جاتا تو دیکھا تو خاموشی سے اسکے پیچھے ہو لیا۔

حناوے جیسے ہی امن کے کمرے کے باہر پہنچی تو بنا دستک دیئے دروازہ کھول کر اندر داخل ہوگئی تھی۔ بیڈ پر پڑے وجود کو دیکھ کر وہ ساکت رہ گئی تھی۔پٹیوں میں جکڑا وہ شخص مشہور و معروف امن ملک تو نہیں تھا۔اسکے چہرے پر تو جگہ جگہ زخموں کے نشان تھے۔زرمینے گل ایک جانب بیٹھی تھیں۔دروازے کھلنے کی آواز پر امن نے آنکھیں کھول کر دیکھا تھا، حناوے کو اپنے سامنے دیکھ کر وہ حیران رہ گیا تھا۔زرمینے گل امن کے چونکنے کے انداز سے اسے پہچان گئی تھی۔ایک پل کو حناوے کی غصے بھری نگاہیں امن کی زخمی نگاہوں سے ٹکرائی تھیں۔اس ظالم وڈیرے کی آنکھیں نم تھیں۔اسکے چہرے پر گہری اذیت تھی۔دوسرے ہی پل وہ آنکھیں موندھ گیا تھا۔اسکی آنکھیں اس قابل نہیں تھیں کہ وہ حناوے کا دیدار کرتیں۔

Urdu Novels Char

"بہت شوق ہے نا تمہیں مرنے؟ فکر مت کرو میں ایسے تمہیں مرنے نہیں دوں گی۔۔بزدل انسان۔۔" حناوے نے انتہائی زہریلے لہجے میں کہا تھا۔لیکن امن نے آنکھیں کھول کر اسے نہیں دیکھا تھا۔حناوے کے پیچھے کھڑا خضر امن کی حالت دیکھ کر پتھر کا بن گیا تھا۔وہ اجڑا ہوا شخص کسی اور دیس کا باسی تھا۔۔وہ امن ملک نہیں تھا۔اور نہ ہی اسکے جذبات وہ پہلے والے تھے۔

حناوے نے کہا تھا "ادب محبت کا پہلا قرینہ ہے"

اور امن نے آنکھیں جھکالی تھیں۔بلکہ بند کرلی تھیں اب یہ آنکھیں کبھی حناوے کو تکنے کی گستاخی نہیں کرنے والی تھیں۔

رابیل اور زرمینے گل ہونک سی حناوے کو دیکھ رہی تھیں۔ژالے وہاں موجود نہیں تھیں۔

کتنا عجیب اتفاق تھا نا۔۔وہ ظالم شخص جس نے علیزے کو خودکشی پر مجبور کیا تھا آج خود کو نقصان پہنچائے بیٹھا تھا، وہ جس نے دوسروں سے انکے اپنے چھینے تھے آج وہ اپنا سب کچھ لٹا کر ہارے ہوئے جواری کی طرح موت کا انتظار کر رہا تھا۔

"خان۔۔" امن نے زیرلب اسے پکارہ تھا۔لیکن وہ وہاں تھا ہی نہیں۔

اسے آج محسوس ہوا تھا حناوے کی نفرت بجا تھی۔کیونکہ وہ اتنی نفرت اس وقت اس شخص کیلیے محسوس کر رہا تھا جس نے خان کو موت کے گھاٹ اتارا تھا۔وہ چلنے کے قابل ہوتا یا پہلے والا امن ملک ہوتا تو اب تک اس شخص کا نام صفحہ ہستی سے مٹا چکا ہوتا۔

"حناوے چلو یہاں سے۔۔" خضر کی آواز پر حناوے چونکی تھی۔اس نے پلٹ کر خضر کو دیکھا تھا جو ابھی تک امن کو تک رہا تھا۔

"یہ شخص ایسے کیسے کر سکتا ہے؟" حناوے نے امن کی جانب انگلی کرکے خضر سے سوال کیا تھا۔اسکا لہجہ بھرا گیا تھا۔خضر کو جانے کیوں اپنا دل رکتا ہوا محسوس ہوا تھا۔ایسے ہارے ہوئے شخص سے وہ کیسے جیت سکتا تھا؟

"چلو حناوے۔۔" خضر نے اسکا ہاتھ پکڑ کر باہر کھینچا تھا۔اس پل امن نے آنکھیں کھول کر خضر کو دیکھا۔دونوں کی آنکھیں چار ہوئیں تو امن دھیرے سے مسکرادیا۔اذیت بھری مسکراہٹ لیکن ہر طرح کی دشمنی سے پاک۔۔امن کی نظروں نے

خضر کو سلام پیش کیا تھا۔اور وہ حناوے کا بازو تھامتے وہاں سے نکلتا چلا گیا تھا۔پیچھے ایک بار پھر سے گہری خاموشی چھا گئی تھی۔

"شاویز بھائی کی کوئی غلطی نہیں ہے منال۔۔وہ سب امی اور علیشہ نے کیا جو بھی کیا۔۔وہ تمہیں چاہتے ہیں جب سے تمہارا ان سے نکاح ہوا ہے انہوں نے کبھی کسی اور کے بارے میں نہیں سوچا۔۔" ہدی نے جو کچھ چھپا رکھا تھا وہ سب منال کو بتا دیا تھا۔وہ نہیں چاہتی تھی منال اور شاویز کے درمیان جو غلط فہمیاں تھی وہ قائم رہیں۔

"شاویز بھائی غصے کے تھوڑے تیز لیکن دل کے بہت اچھے ہیں۔وہ کب سے تمہاری راہ تک رہے ہیں جاؤ انہیں مل لو۔۔انکی آنکھوں کو سکون دو۔۔" آخری بات ہدی نے شرارت سے کہی تھی۔سوں سوں کرکے آنسو بہاتی منال جھینپ گئی تھی۔

"مجھے معاف کردو منال یہ سب میری وجہ سے ہوا ہے۔۔میں جانے کیوں بلاوجہ کی نفرت میں اندھی ہوگئی تھی۔۔میں اپنے بچے کی خوشیاں سمجھ ہی نہیں پائی تھی۔۔" منال کی پشت پر شہناز تائی کی آواز ابھری تھی۔وہ ایک جھٹکے سے کھڑی ہوئی۔ شہناز تائی ہاتھ جوڑے اسکے سامنے کھڑی تھی۔

"ارے تائی جی کیسی باتیں کر رہی ہیں آپ؟ ایسے مت کہیں پلیز۔۔" منال نے تڑپ کر انکے ہاتھ تھامے تھے۔

"جیتی رہو میری بچی اللہ تمہیں ہمیشہ خوش رکھے۔۔" شہناز تائی نے اسے اپنے ساتھ لگا کر پیار کیا تھا۔نفرت و کدورت کی سیاہی دھلی تو ہر چیز نکھری نکھری اور صاف نظر آرہی تھی۔رات خوفناک تھی جو گزر گئی تھی یہ صبح اپنے ساتھ ایک نیا اُجالا لائی تھی۔

"جاؤ مل لو شاویز سے۔۔" شاویز تائی نے اسے کندھے سے پکڑ کمرے کی جانب دھکیلا تھا۔منال کانپتی ٹانگوں سے کمرے میں داخل ہوئی تھی۔اسکا ہاتھ پاؤں میں واضح لرزش تھی جبکہ چہرہ جذبات کی ہدت سے سرخ ہوگیا تھا۔جب پتا چلا کہ شاویز بے گناہ ہے اسے اپنا آپ اسکے سامنے بہت بہت چھوٹا چھوٹا لگ رہا تھا۔آہٹ پر شاویز نے آنکھیں کھول کر اسے دیکھا تھا جو

ڈری سہمی دروازے کے قریب کھڑی تھی۔وہ جذبے لٹاتی آنکھوں سے اسے تک رہا تھا۔آنکھوں میں نمی سی پھیلنے لگی تھی۔ اگر وہ مرجاتا تو۔۔؟ کون جیتا منال کے ساتھ؟ یہ خیال ہی اسے خوف سے دوچار کر رہا تھا۔

"وہیں کھڑی رہو گی یا آگے بھی آؤ گی۔۔" وہ اپنی پوری ہمت جمع کیے بول رہا تھا۔منال مرے مرے قدموں سے آگے بڑھی اور بیڈ کے قریب رکھی کرسی پر بیٹھ گئی تھی۔

"ابھی بھی اتنے فاصلے رکھو گی۔۔؟" وہ بےساختہ شکوہ کرگیا تھا۔منال نے تڑپ کر اسکی جانب دیکھا تھا جو نم آنکھیں لیے اسے ہی دیکھ رہا تھا۔

"ایم سوری شاویز وہ میں۔۔" منال کرسی سے اٹھ کر اسکے پاس بیڈ کے کنارے ٹک گئی تھی۔پلکیں بھیگنا شروع ہوئی تو الفاظ گلے میں اٹک گئے تھے۔

شاویز کے ایک ہاتھ پر ڈرپ لگی تھی جبکہ دوسرے ہاتھ سے اس نے منال کا کانپتا لرزتا ہاتھ تھاما تھا۔

"میں زندگی میں پہلی بار ڈرا ہوں منال۔۔تم سے الگ ہونے کا خوف سوہان روح جیسا ہے، قیامت جیسا ہے۔۔" وہ گہری اذیت سے کہہ رہا تھا۔

"مجھ سے بہت بڑی غلطی ہوگئی ہے مجھے معاف کردیں۔۔" منال نے اپنے نازک سے دونوں ہاتھوں اسکا ہاتھ تھام لیا تھا۔وہ رودی تھی۔آنسو پلکوں کی باڑ توڑ کر گالوں پر بہنے لگے تھے۔

"میرا حال تو پوچھ لو۔۔" شاویز نے اسے چھیڑا تھا۔وہ اسے روتے ہوئے نہیں دیکھ سکتا تھا۔

"کیسے ہیں آپ۔۔؟" اسکے بےساختہ سوال پر وہ مسکرادیا تھا۔

"کیسا ہو سکتا ہے وہ شخص جسکی بیوی اپنے ہی شوہر کو کسی اور کے حوالے کرنا چاہتی ہو۔۔؟" اب وہ اسکی کلاس لے رہا تھا۔ منال نے شکوہ کناں نظروں سے اسے دیکھا تھا۔کتنا ظالم تھا وہ ابھی تک نہیں سمجھ پایا تھا وہ کتنی محبت کرتی تھی اس سے۔۔

وہ کچھ کہہ نہ پائی بس آنسو آنسو ٹپ ٹپ گرتے رہے تھے۔

Urdu Novels Ghar

"کیوں ظلم کر رہی ہو ان آنکھوں پر؟" کچھ دیر خاموشی کے بعد وہ پھر سے بولا تھا۔

"آپ ٹھیک ہوجائیں بس میں نہیں جی سکتی آپکے بنا۔۔" وہ روتے روتے اظہار کر گئی تھی۔شاویز کے لبوں پر مسکراہٹ ابھری۔

"اگر مجھے پتا ہوتا تم مجھ سے اتنی محبت کرتی ہو اور ایسے اظہار کردو گی تو میں پہلے ہی۔۔"

"خبردار جو ایک بھی لفظ اور بولا تو۔۔" منال نے غصے سے اسکی بات کاٹی تھی۔وہ اب منہ بنائے انگلی اٹھائے اسے گھور رہی تھی۔

"ویسے اتنی ہمت کہاں سے آئی تم میں کہ تم شاویز رانا کو دھمکیاں دے سکو۔۔؟" جو سوال شاویز کے ذہن میں تھا آخر وہ پوچھ ہی چکا تھا۔

اسکے سوال پر منال نے اپنی دھمکی کی انداز میں اٹھی انگلی کو پیچھے کیا۔وہ جھینپ گئی تھی۔جبکہ شاویز اسکے اس روپ پر کُھل کر مسکرادیا تھا۔

"مجھے تم سے ضروری بات کرنی ہے حناوے۔۔" خضر اسکا ہاتھ تھام کر نیچے امن رانا کے کمرے میں لایا تھا۔فاریہ بیگم اب وہاں نہیں تھیں۔

"اسے کیا لگتا ہے وہ خودکشی کرلے گا تو اسکی جان بخشی جائے گی؟ ایسے نہیں ہو سکتا۔۔اور کتنے گناہ کرے گا وہ شخص؟" وہ پھٹ پڑی تھی۔

"ریلیکس ہوجاؤ حناوے۔۔" خضر نے اسے کندھوں سے تھامتے ہوئے صوفے پر بٹھایا۔

"اب میری بات دھیان سے سنو۔۔"

اسکے انداز پر حناوے نے چونک کر اسے دیکھا تھا۔

"کہیں ایسا تو نہیں تم کچھ غلط کررہی ہو؟ جس امن کو سزا دلوانا چاہتی ہو اوپر پڑا وہ شخص وہ امن ملک ہرگز نہیں ہے حناوے۔۔" خضر نے سنجیدہ لہجے میں کہنا شروع کیا۔

"کیا مطلب۔۔؟" حناوے کے چہرے پر الجھن ابھری۔

"تم نے اسکی حالت نہیں دیکھی حناوے وہ بالکل ٹوٹ چکا ہے۔وہ شدید محبت کرتا ہے تم سے۔۔اور تم ایک محبت کرنے والے شخص سے ٹکرانا چاہتی ہو؟ وہ تو ختم ہوجائے گا لیکن تمہارے پاس کیا بچے گا؟" کچھ تھا امن کی آنکھوں میں جو خضر کو جھنجھوڑ گیا تھا۔

حناوے خاموش نظروں سے اسے دیکھتی رہی۔اسکی آنکھیں ضبط کے باعث سرخ ہوچکی تھیں۔

"نفرت کا انجام ایسا ہی ہوتا ہے جیسا اب خانم بی کا ہے اگر تم امن کو سزا دلوانا بھی چاہتی ہو تو پہلے اس نفرت کو ختم کرو جو تم اس سے کرتی ہو۔۔تم اسے صرف ایک مجرم سمجھو۔۔اس سے اتنی نفرت مت کرو۔۔" خضر نے پرسکون انداز میں سمجھایا۔

"یعنی آپ چاہتے ہیں میں اسے معاف کردوں؟" حناوے نے شکوہ بھرا سوال کیا تھا۔

"معاف کرنے والی تو خدا کی ذات ہے حناوے۔ہمارے امن کے ساتھ جو ہوا وہ ایک حادثہ تھا۔علیزے اپنی غلطی کی وجہ سے مری ہے۔باقی امن ملک کی حالت ایسی نہیں ہے کہ تم اسے آج کٹھرے میں پیش کرکے سزا دلوا سکو۔۔" خضر کہتا رہا۔جبکہ حناوے جبڑیں بھینچے خاموشی سے سنتی رہی تھی۔

"جو عورتیں اپنے ساتھ ہوئی معمولی سی ناانصافی کو خدا کی مصلحت سمجھ کر اسے بھول نہیں جاتیں اس پر صبر نہیں کر لیتیں بلکہ انتقام پر اتر آتی ہیں وہ نسلیں تباہ کر دیتی ہیں۔اور خانم بی نے ایسا ہی کیا تھا۔حناوے بس اتنا یاد رکھنا تم خانم بی۔۔ نہیں ہو اور نہ تمہیں خانم بی جیسا بننا ہے"

"میں بس اتنا چاہتا ہوں جس نفرت کی آگ میں تم جل رہی ہو اور اپنے ساتھ امن کو جلا رہی ہو اسے ختم کردو۔۔ امن ملک کے اندر باہر کا مجرم مکمل طور پر مرچکا ہے۔وہ اب ایک بےضرر سا انسان ہے جو صرف محبت کر سکتا ہے۔۔"

Urdu Novels Ghar

"تو آپ چاہتے ہیں اسکی محبت کی وجہ سے میں یہ کیس بند کردوں؟" حناوے نے اچھنبے سے پوچھا۔

"ہرگز نہیں۔۔اسے معاف کرنے کا حق اس وقت صرف اللہ اور اویس کے خاندان کے پاس ہے، اسے سزا مل بھی جائے تو تمہیں کیا ملے گا؟ کیا تم پہلے کی طرح رہ پاؤ گی؟ کیا تمہاری ہنسی لوٹ آئے گی؟ کیا تم پہلے جیسی ہوپاؤ گی؟ نہیں نا۔۔

تم نفرت کا شکار ہوئی ہو حناوے بالکل اسی طرح جیسے خانم بی ہوئی تھی۔لیکن تم تو حناوے رانا ہو خیام رانا کی پوتی۔۔تمہیں نفرت زیب نہیں دیتی۔۔تم یہ کیس ضرور لڑو بس اس نفرت کو ختم کردو جو تمہیں ختم کر رہی ہے۔۔" خضر بات کے اختتام پر ہولے سے مسکرایا تھا جبکہ حناوے بار بار آنکھوں میں امڈ آنے والے آنسوؤں کو اندر کی جانب کھینچ رہی تھی۔

"مجھے کمشنر سر کا فون آیا ہے، امن ملک نے انہیں بلایا ہے شاید وہ کیس کے بارے میں اپنا بیان دینا چاہتا ہے۔۔" خضر کہتا ہوا اٹھ کھڑا ہوا۔حناوے چونک گئی تھی۔امن ملک بھلا کمشنر کو کیوں بلانے لگا۔۔؟ خضر تو جا چکا تھا لیکن حناوے کو اپنے سر میں درد کی ٹھیسیں اٹھتی محسوس ہو رہی تھیں۔

آج جانے کتنے سالوں بعد خیام رانا نے ملک حویلی میں قدم رکھا تھا۔وہاں سوگ کا ماحول تھا۔خانم بی حیرت سے بت بنی بیٹھی تھیں۔ایسا انہوں نے کب سوچا تھا۔ بھتیجے کی میت حویلی کے صحن میں پڑی تو بھائی وہیل چیئر پر اپنے آدھے مردہ وجود کے ساتھ بےبسی کی مورت بنا بیٹھا تھا۔بہرام ملک کو ہارٹ اٹیک کے ساتھ فالج کا اٹیک ہوا تھا۔۔

"اب خوش ہیں نا آپ۔۔؟ دوسروں کو مروانا چاہتی تھیں آپ دیکھیں کیا ہوگیا۔۔چھوڑ گئے بابا ہمیں۔۔" ارحم نے آستین کی مدد سے نم آنکھیں صاف کرکے خانم بی سے کہا تھا۔یہ سارا کھیل انکا رچایا گیا تھا۔اللہ نے ایسی سزا دی تھی کہ خود سلامت تھیں اور اپنی آنکھوں سے اپنے پیاروں کو مرتے دیکھ رہی تھیں۔

"مرنا مارنا سکھایا آپ نے ہمیشہ سب کو خانم بی۔۔دیکھیں مر گئے بابا آج اور وہ امن۔۔جسے آپ نے درندہ بنا دیا تھا اسکی حالت جا کر دیکھیں آپکا دل پھٹ جائے گا۔۔" ارحم آج خود پر ضبط نہیں رکھ پایا تھا۔

Urdu Novels Ghar

خانم بی کی آنکھ سے ایک آنسو نکلا اور پہلو میں جا گرا تھا۔وہ سالوں سے نہیں روئی تھیں۔اسی چیز نے انکے دل کو سخت بنا دیا تھا۔بہرام ملک نے خیام رانا کو دیکھ کر اپنے ہاتھ جوڑنے کی کوشش کی تھی۔لیکن وہ اپنا ایک بازو ہلا نہیں پائے تھے۔خیام رانا نے آگے بڑھ کر انکے ہاتھ تھامے۔وہ زارو زار رو رہے تھے۔بلاوجہ کی دشمنی میں اپنا بیٹا کھو دیا تھا۔ اور سالوں پہلے اپنا سب سے اچھا دوست بھی۔۔ٹھیک کہا جاتا ہے جس دشمنی کی وجہ عورت ہو وہ نسلوں تک چل کر سب کو تباہ کر دیتی ہے، اور خانم بی نے اپنا ہی گھر تباہ کیا تھا۔

"کمشنر کے سامنے امن ملک نے اپنے سارے گناہ قبول کیے تھے۔اس نے اویس سے پہلے بھی ایک شخص پر گولی چلائی تھی لیکن وہ بچ گیا تھا۔علیزے کی خودکشی کا زمے دار وہی تھا یہ بھی اس نے قبول کرلیا تھا۔خضر پر بھی گولی اس نے چلائی تھی لیکن وہ امن رانا کو لگ گئی تھی۔یہ سب وہ قبول کرچکا تھا۔خضر اسکے پاس تھا جبکہ حناوے کچھ فاصلے پر کھڑی یہ سب دیکھ رہی تھی۔وہ اپنے گناہ قبول کرچکا تھا یہی کافی تھا۔

"آپی کیا امن بھائی کو معافی نہیں مل سکتی۔۔؟ میں نے اپنے بابا کو کھو دیا میں اُنہیں نہیں کھونا چاہتی۔۔" رابیل حناوے کے پاس آکر روتے ہوئے پوچھ رہی تھی۔حناوے کا دل اسکی بات سن کر پھٹ سا گیا تھا۔وہ ویسی ہی لگ رہی تھی جیسے ساڑھے پانچ سال پہلے حناوے۔۔اس نے بےساختہ ہی رابیل کو گلے لگا لیا تھا۔

"سب ٹھیک ہوجائے گا ڈونٹ وری۔۔" حناوے نے ہولے سے اسکے کان میں سرگوشی کی تھی۔زرمینے گل اپنے بیٹے کو اپنی زبان سے گناہ قبول کرتے دیکھ کر رو رہی تھیں۔

"تم نے تو پوری کوشش ہے کہ کسی نہ کسی طرح امن کو پھانسی کے تختے پر چڑھا سکو مس حناوے رانا لیکن محبتوں میں بڑی شدت ہوا کرتی ہے یہ اپنے سے منسوب لوگوں کو مرنے نہیں دیتیں۔۔" حناوے کے عقب سے ایک تیز آواز ابھری تھی۔ اس نے پلٹ کر دیکھا تو ژالے کھڑی تھی۔وہ اسے جانتی تھی۔سفید رنگ کی پینٹ پر وہ گھٹنوں تک آتی آسمانی رنگ کی کھلی سی شرٹ پہنے ہوئے تھی۔بال جوڑے کے انداز میں اوپر بندھے ہوئے تھے۔اسکی آنکھیں سرخ تھیں۔اسکے پیچھے ایک خوش شکل سا لڑکا کھڑا تھا۔

"تمہیں کیا لگتا ہے تم مجھ سے امن کو چھین لو گی اور میں ایسا ہونے دوں گی؟" وہ مزید دو قدم کا فاصلہ مٹاتی حناوے کے عین سامنے کھڑی ہوگئی تھی۔اسکی آنکھیں شعلے اگل رہی تھیں جیسے ابھی حناوے کو بھسم کردیں گی۔

"مجھے امن ملک میں نہ کل کوئی دلچسپی تھی نہ آج ہے، میں ایک ایس پی کی منکوحہ ہوں، مجرموں میں دلچسپی نہیں رکھتی۔۔" حناوے نے بنا کسی لگی لپٹی کے کہا تھا۔ویسے بھی امن اپنے تمام گناہ قبول کرچکا تھا اب حناوے کو فرق نہیں پڑتا تھا۔

"تم سے تو میں بعد میں نبٹوں گی۔۔" وہ حناوے کو گھورتی کمرے میں داخل ہوگئی تھی۔

"کیا میں پوچھ سکتی ہوں یہاں کیا ہو رہا ہے؟" ژالے نے انتہائی سرد لہجے میں پوچھا تھا۔

"نظر نہیں آرہا محترمہ؟ ایک مجرم اپنے جرائم کا اعتراف کر رہا ہے۔۔" خضر نے سرد کا جواب دیا تھا۔

"کونسے جرائم؟ کیا آپ کسی ایک جرم کا بتائیں گے؟" وہ سینے پر ہاتھ باندھے انتہائی پرسکون لہجے میں پوچھ رہی تھی۔امن کو اس پر پاگل کا شبہ ہوا تھا۔خضر نے اچھنبے سے اسے دیکھا تھا جبکہ باقی سب خاموش تھے۔

"میں بتاتا ہوں۔میں نے اویس کا قتل کیا تھا۔۔" امن بولا تو اسکے لہجے میں ٹوٹے کانچ جیسی چبھن تھی۔

"یہ کس نے کہا کہ اویس مر چکا ہے؟" ژالے نے الٹا سوال کیا تو حناوے کی پیشانی پر شکنیں ابھریں۔وہ لڑکا داؤد ابھی بھی خاموش کھڑا تھا۔

"میں نے کہا تھا نا امن محبت میں معجزے ہوتے ہیں اور محبت تمہیں بچا لے گی۔۔تو سنو معجزہ ہوگیا ہے امن۔۔اویس زندہ ہے۔وہ مرا نہیں تھا۔۔" ژالے نے گویا دھماکہ کیا تھا۔حناوے کو اپنا سر گھومتا محسوس ہوا تھا۔امن تو ہونقوں کی طرح آنکھیں پھاڑے اسے دیکھ رہا تھا۔

"آپ ہوش میں تو ہیں محترمہ کیسی بہکی بہکی باتیں کر رہی ہیں۔۔؟" کمشنر نے سرد لہجے میں کہا تھا۔

"ایک وکیل کبھی بہکی بہکی باتیں نہیں کرتا کمشنر صاحب آپکو اندازہ ہونا چاہیے۔۔" ژالے کا لہجہ کاٹ دار تھا۔

Urdu Novels Ghar

"ابھی پانچ منٹ کے اندر راحیلہ اور اسکا منگیتر اویس یہاں پہنچ جائیں گے آپ خود بات کرلیجئے گا۔۔" بڑے ہی ٹھنڈے اور پرسکون انداز میں جواب آیا تھا۔جبکہ کمرے میں ایک گہری خاموشی چھا گئی تھی۔

"تم نے اچھا نہیں کیا اویس اگر زندہ تھے تومیرے سامنے کیوں نہیں آئے؟" راحیلہ نم آنکھو سے شکوہ کر رہی تھی۔

"میری قسمت کہ اس دن جہاں مجھے امن ملک کے گارڈز نے پھینکا تھا وہ ایک زیر تعمیر عمارت تھی۔سیٹھ کامران اس رات وہاں کام کی غرض سے گیا تھا۔اس نے مجھے دیکھا اور اٹھا لیا۔مجھے ہسپتال منتقل کردیا گیا۔میں ایک ہفتہ بےہوش رہا تھا۔جب ہوش آیا تو چلنے پھرنے تو کیا بولنے کے بھی قابل نہیں تھا۔پھر وقت گزرتا گیا میرے اپنوں نے مجھے مرا ہوا سمجھ لیا تھا۔پھر کچھ عرصے بعد جب مجھے پتا چلا کہ حناوے رانا یہ کیس اوپن کروا رہی تو میں چپ رہا۔میں چاہتا تھا تمہارے ساتھ جو زیادتی ہوئی ہے تمہیں اسکا انصاف ملے۔اس قدیر کو سزا ملے۔گنہگار تو امن ملک بھی تھا لیکن اسکی قسمت اچھی ہے شاید جو میں بچ گیا۔۔" آنکھوں پر چشمہ سجائے، دبلے پتلے سے اویس نے اپنی کہانی سنائی تھی۔

وہ اب سیٹھ کامران کے ساتھ کام کرتا تھا۔انکا کنسٹرکشن کا بزنس تھا۔اویس زیادہ تر خیبرپختونخواہ کے علاقہ میں ہوتا تھا اسی لیے اسے کوئی دیکھ نہیں پایا تھا۔اب شاید امن کی ریاضت تھی یا باقی سب کی دعائیں وہ خان کو نظر آگیا تھا۔اور پھر ژالے وہاں پہنچ گئی۔پہلے تو اویس نے ماننے سے ہی انکار کردیا کہ وہ اویس ہے پھر جب ژالے نے اسے امن کی حالت کا بتایا اسکی ویڈیو دکھائی تو اویس کا دل پسیج گیا۔وہ اسکے قدموں میں بیٹھ گئی تھی کسی بھی صورت وہ امن کو بچانا چاہتی تھی اور پھر ناچاہنے کے باوجود بھی اویس نے منظرِعام پر آنے کا فیصلہ کرلیا تھا۔

"تم خوش ہو نا۔۔؟" راحیلہ کو خاموش دیکھ کر اویس نے پوچھا تھا۔

"مجھے میری محبت مل گئی اور کچھ نہیں چاہیے۔ویسے بھی حناوے نے جو کیا ہے قانون اور اداروں کے ساتھ ساتھ مجرم بھی اسے یاد رکھیں گے۔۔" راحیلہ کی بات پر اویس نے اثبات میں سر ہلا دیا تھا۔اور سچ کہا تھا ژالے نے معجزے محبت میں ہی ہوتے ہیں، جب محبت کرنے والا اویس جیسا ہو جو اپنی محبت کیلیے جان دے دے، جب محبت کرنے والی راحیلہ جیسی ہو جو محبت کے چھن جانے پر پاگل ہوجائے تو پھر معجزے ہوتے ہیں۔

اور جب محبت طلب کی حدود سے نکل جائے تب معجزے ہوتے ہیں اور امن ملک کی محبت طلب کی حد سے نکل گئی تھی۔ اسے محبت ملتی یا نہیں ملتی اسے اب طلب نہیں رہی تھی۔

اور پھر اویس کو زندہ سلامت دیکھ کر حناوے حیران رہ گئی تھی۔

"میں امن ملک نہیں ہوں حناوے بی بی جو محبتیں چھین لوں گی، مجھے میری محبت مل گئی میں خوش ہوں۔ میں امن ملک بن کر ژالے بی بی سے اسکی محبت نہیں چھین سکتی۔۔" راحیلہ نے حناوے کے پاس رکتے ہوئے کہا تھا۔جبکہ حناوے تو ساکت تھی۔وہ پھٹی پھٹی نگاہوں سے امن ملک کو دیکھ رہی تھی جس نے غلطی سے بھی اسکی جانب دیکھنے کی کوشش نہیں کی تھی۔

زرمینے گل نے علیزے کی ماں کو فون کرکے ہسپتال بلایا تھا۔امن کی حالت دیکھ کر انہیں اس پر رحم آگیا تھا۔وہ اسے اپنی بیٹی کی تکلیف معاف کرگئی تھیں۔اویس زندہ تھا اسکے قتل کا کیس ہمیشہ کیلیے بند ہوگیا تھا۔

"کیا واقعی وہ شخص اس قابل تھا کہ اللہ نے اسے سزا سے بچا لیا؟ لیکن میرے امن کا کیا؟ اسکا حساب کون دے گا۔۔؟" حناوے کے دل میں ہوک اٹھی تھی۔وہ خاموشی سے نیچے آگئی تھی۔

جہاں اسکا امن سویا پڑا تھا۔اس میں پہلے سے کافی زیادہ بہتری آئی تھی۔لیکن وہ ابھی بھی خاموش تھا۔

ایک آنسو اسکی پلکوں کی باڑ توڑ کر نکلا اور گال پر پھسلتا چلا گیا۔اسے سمجھ نہیں آرہا تھا کہ وہ امن ملک سے نفرت کرے یا نہیں۔۔

پولیس والے واپس جا چکے تھے اور کچھ دیر بعد ہی اویس کیس کی نئی خبر میڈیا پر جاری کردی گئی تھی۔ امن ملک سنہری قسمت کا مالک نکلا تھا جو بچ گیا تھا یہ سننے والے کہتے تھے۔کون جانتا تھا وہ سیاہ قسمت لے کر در در بھٹکنے کیلیے پیدا ہوا تھا۔

"میں بہت خوش ہوں ژالے تم نے میرے بچے کو بچا لیا۔۔" زرمینے گل نے ژالے کا ماتھا چوما تھا جسکے چہرے پر ملال چھایا تھا۔ایک گھنٹے بعد اسکی اور رابیل کی حیدرآباد کی ٹکٹ تھی۔دونوں کو شہباز ملک کے جنازے پر پہنچنا تھا۔

"میں نے امن سے وعدہ کیا تھا آنٹی کہ میں اسے بچا لوں گی۔ایک بار تو میں ڈر گئی تھی مجھے سب ختم ہوتا محسوس ہوا تھا لیکن بھلا ہو اس خان کا جو مرتے مرتے بھی امن کو نئی زندگی دے گیا۔۔اگر وہ اویس کو نہ دیکھتا اور اسکا پیچھا نہ کرتا تو امن کو بچانا مشکل ہی نہیں نا ممکن تھا۔۔" ژالے نے سنجیدہ لہجے میں بتایا تھا۔اسکے چہرے پر دکھ کے آثار تو تھے ہی لیکن جینے کی امید بھی تھی۔خان کے ذکر پر امن نے اذیت سے آنکھیں میچیں تھی۔وہ خاموش تھا۔۔اتنا خاموش کہ اس پر گونگے کا گمان ہونے لگا تھا۔کتنا بدنصیب تھا وہ آخری وقت میں اسے دیکھ بھی نہیں پایا تھا۔

اسے خاموش دیکھ کر ژالے اسکی جانب بڑھی تھی۔

"امن۔۔" اس نے امن کے پاس بیٹھتے اسے پکارہ تھا۔امن نے مدھم سی آنکھیں کھول کر اسے دیکھا تھا۔

"مبارک ہو ہم جیت گئے، تم اب آزاد ہو۔۔" وہ بلا کی مضبوط لڑکی تھی۔

جیت۔۔یہ لفظ امن کے منہ پر طمانچے سے کم نہیں تھا۔کوئی اس سے پوچھتا بھلا اپنوں کو کھو کر کون جیتتا ہے؟ محبت ہار کر کون جیتتا ہے؟ اس نے حناوے کی آنکھوں میں کرب دیکھا تھا۔علیزے کو کھو دینے کا کرب، امن رانا کی تکلیف کا کرب۔۔ بھلا محبوب کو کرب دے کر کون جیتتا ہے؟ کوئی اس سے پوچھتا امن ملک سے۔۔اس سے برا کوئی بھی نہیں ہارا تھا۔حناوے خاموشی سے چلی گئی تھی۔اور اسکا ایسے جانا اسکی ہار کی نہیں بلکہ اسکی جیت کی نشانی تھا۔امن ملک جیت کر بھی کبھی سکون پانے والا نہیں تھا۔۔

"ہمیشہ خوش رہنا۔سب کا ایسے ہی خیال رکھنا۔۔" امن کی زبان سے بس دو جملے ہی ادا ہوئے تھے۔

"تم ساتھ ہو تو سب ٹھیک ہے" وہ اسکا دایاں ہاتھ تھامتے ہوئے بولی تھی۔امن نے جھٹکے اپنا ہاتھ چُھڑوایا۔ژالے نے اسکی یہ حرکت محسوس کی تھی۔

"ٹھیک ہے اب مجھے حیدرآباد جانا ہے ہم جلد ملیں گے۔۔" وہ آنکھوں میں موہوم سی امید لیے اٹھ گئی تھی۔اور پھر کچھ دیر وہ رابیل کے ساتھ ایئرپورٹ کی جانب جا رہی تھی۔اسے وقت پر حیدرآباد پہنچنا تھا۔

Urdu Novels Ghar

"اتنے خاموش کیوں ہو امن؟" زرمینے گل نے اپنے اکلوتے بیٹے سے سوال کیا تھا۔امن کی خاموشی انہیں چُبھ رہی تھی۔کچھ تھا جو انہیں کھٹک رہا تھا۔

"وہ خوش نہیں ہے مام، میں نے اسے بہت تکلیف دی ہے، اسکی دوست کو چھین لیا، اسکے بھائی کو زندگی اور موت کے درمیان لٹکایا ہوا ہے۔اسے انصاف نہیں ملا۔۔اور اسکی تکلیف مجھے کھا رہی ہے۔۔" امن نے سرخ آنکھوں سے جواب دیا تھا۔

"معافی مانگ لو اُس سے۔۔وہ معاف کردے گی۔۔" زرمینے گل نے اپنے بیٹے کے بالوں کو سہلاتے کہا تھا۔آنسو امن کی آنکھ کے کنارے سے بہتے تکیے میں جذب ہو رہے تھے۔

"ہمت نہیں ہے، معافی غلطی کی مانگی جا سکتی ہے جبکہ میں تو گنہگار ہوں۔۔اتنا گنہگار کہ خود سے نفرت محسوس ہوتی ہے۔۔" وہ جذب کی کیفیت میں کہہ رہا تھا چہرے پر تکلیف کے آثار نمایاں تھے۔وہ دونوں ماں بیٹا اور نمل اسلام آباد میں تھے۔ باقی پورا ملک خاندان حیدرآباد جا چکا تھا۔رات کے نو بجے کا وقت تھا۔

"تم اللہ سے معافی مانگ لو وہ تو ہر بڑے سے بڑا گناہ بھی معاف کردیتا ہے۔باقی حناوے سے میں بات کرکے آتی ہوں۔۔" زرمینے گل کہتی ہوئیں اسکے پاس سے اٹھ گئیں۔کمبل کو اس پر اوڑھانے کے بعد وہ اسکا ماتھا چومتی کمرے سے باہر نکل گئی تھیں۔

"امن کی حالت ایسی تھی حناوے کہ اسے سزا مل بھی جاتی تو تم پھر بھی کبھی خوش نہ رہ پاتی۔۔اور اب تو اسکی سزا بنتی ہی نہیں اویس زندہ ہے، اور جتنی تکلیف اس نے باقیوں کو دی ہے اس وقت وہ خود سہہ رہا ہے۔۔" نمل شام میں ہی ہسپتال آئی تھی۔وہ امن اور شاویز دونوں سے مل چکی تھی۔اسکے اور شاویز کے درمیان اب پہلے جیسی سردمہری نہیں تھی۔حناوے خاموشی سے سر جھکائے سن رہی تھی۔اسے آج صبح والی امن کی وہ دو آنکھیں نہیں بھول رہی تھیں جو اسکے ذہن سے چپک گئی تھیں۔کچھ تھا ان آنکھوں میں جو اسے ساکت کر گیا تھا۔وہ نفرت کرے نہ کرے محبت نہیں کر سکتی تھی یہ تو طے تھا۔

"معاف کردو اسے تاکہ وہ ایک اچھے انسان کی طرح اپنی زندگی گزار سکے۔۔" نمل نے اسکا ہاتھ دبایا تھا۔ فاریہ بیگم ہاتھ میں تسبیح تھامے دانوں پر کچھ پڑھ پڑھ کر چھوٹے امن پر پھونکیں مار رہی تھیں۔

اس سے پہلے کہ حناوے کوئی جواب دیتی کمرے کے دروازے پر دستک ہوئی تھی۔اور پھر دوپٹہ نماز کے انداز میں سر پر لپیٹے زرمینے گل کمرے میں داخل ہوئی۔۔

"ارے آنٹی آپ۔۔آئیں آئیں۔۔" نمل نے اٹھ کر انکا استقبال کیا تھا۔

"نہیں میں بس معافی مانگنے آئی ہوں۔مجھے اور میرے بیٹے کو معاف کردیں آپ لوگ۔۔مانا اس سے نادانی میں غلطیاں ہوئی ہیں لیکن اب وہ شرمندہ ہے۔خود چل نہیں سکتا ورنہ خود یہاں آجاتا۔۔" وہ ہاتھ جوڑ کر حناوے کے سامنے کھڑی ہوگئی تھیں۔

"ارے یہ کیا کر رہی ہیں آپ۔۔؟" حناوے نے تڑپ کر انکے ہاتھ تھامے تھے۔

"میں کون ہوتی ہوں معاف کرنے والی۔۔معافی مانگنی ہے تو اس معصوم سے مانگیں جو پچھلے چھ سالوں سے ایسی بے خبری کی نیند سو رہا ہے۔۔" حناوے نے امن کی طرف اشارہ کیا تھا۔امن کے بیڈ پر بیٹھیں فاریہ بیگم خاموش تھیں۔زرمینے گل دھیرے دھیرے امن کی جانب بڑھیں۔اور پھر اسکے سرہانے پہنچ کر اسکے کان میں سرگوشی کی۔

"میرے بیٹا کا نام بھی امن ہے خدا نے اسے ایک نئ زندگی دی ہے اللہ پاک تمہیں بھی امن و سکون والی اور صحت و تندرستی والی لمبی زندگی دے میرے بچے۔۔آمین۔۔"

حناوے خاموشی سے یہ منظر دیکھ رہی تھی۔وہ تھک چکی تھی اپنے آپ سے لڑ لڑ کر۔

"میں چاہتی ہوں آپ لوگ اپنے امن کے صدقے میرے امن کو معاف کردیں۔۔" زرمینے گل نے اب فاریہ بیگم کے سامنے ہاتھ جوڑے تھے۔

"ایسا مت کہیں بہن۔۔شاید میرے بیٹے کے نصیب میں یہ تکلیف لکھی ہے، اور آپ کے بیٹے کی تکلیف اس سے کہیں زیادہ بڑی ہے جو میرا بیٹا سہہ رہا ہے۔۔" فاریہ بیگم نے زرمینے گل کے ہاتھ تھام کر امن کی جانب دیکھ کر کہا تھا۔

Urdu Novels Ghar

"آپ جائیں اور اپنے بیٹے کا خیال رکھیں۔ان شاء اللہ بہتر کرے گا۔۔" فاریہ بیگم کا دل بڑا تھا۔وہ بھی ایک بیٹے کی ماں تھیں کسی ماں کو ایسے تڑپتے نہیں دیکھ سکتی تھیں۔

"میں ذرا منال کو دیکھ لوں اس نے کھانا کھایا ہے یا نہیں۔۔" نمل حناوے کا ہاتھ تھپتھپاتی جا چکی تھی۔

حناوے نے صوفے کی پشت سے ٹیک لگا کر آنکھیں موندھ لی تھیں۔

ایک طرف میرے ہاتھ میں خسارے سارے جہاں کے"

"ایک طرف میرے ہاتھ سے۔۔۔۔۔۔گنوایا ہوا تو۔۔

"میں نہیں جانتا میں کیوں زندہ ہوں میرے زندہ رہنے کی وجہ کیا ہے؟ لیکن میں اتنا کہنا چاہوں گا خدا تمہیں ہمیشہ خوش رکھے۔میں معافی کے قابل نہیں اور میں چاہتا ہوں تم مجھے کبھی معاف نہ کرو۔۔" وہ نم آنکھیں لیے بھیگے لہجے میں کہہ رہا تھا۔عجیب ٹوٹا پھوٹا سا انداز تھا۔حناوے چونک کر سیدھا ہوئی تھی۔ابھی کچھ دیر پہلے اسے موبائل پر ایک ویڈیو وصول ہوئی تھی۔حناوے نے چیک کی تو وہ امن نے بھیجی تھی۔زرینے گل ابھی کچھ سیکنڈز پہلے انکے کمرے سے اٹھ کر گئی تھی۔

"میں چاہتا تھا میرا اختتام تجھ پر ہو

سو تیرے ساتھ میں نے محبت بھی آخری کرلی"

"وقت گواہ ہے امن ملک نے اگر زندگی میں کسی سے محبت کی ہے تو وہ صرف تم ہو حناوے رانا۔۔اور میری بدنصیبی کے محبت تو کیا مجھے بدلے میں نفرت ہی ملی ہے، میں چاہ کر بھی تمہیں اپنا نہیں بنا سکا۔اور اگر خدا مجھے اختیار دے تب بھی میں تمہیں اپنا نہیں بناؤں گا کیونکہ میرا وجود اس قابل نہیں جسے تمہارے جیسی لڑکی ملے۔۔بلکہ میں تو دنیا میں موجود کسی لڑکی کے قابل نہیں۔۔مجھے معافی نہیں چاہیے تھی۔۔مجھے سزا چاہیے لیکن میری سزا شاید یہی ہے کہ سزا کی خواہش رکھتے ہوئے مجھے سزا بھی نہ ملے۔۔"

وہ سانس لینے کو رکا تھا۔شاید اسے بولنے میں تکلیف ہو رہی تھی۔

Urdu Novels Ghar

"میں تمہیں اپنی شکل دکھا کر تمہیں تکلیف نہیں دینا چاہتا لیکن میں تمہارا سامنا بھی نہیں کر سکتا اسی لیے یہ ویڈیو بھیج رہا ہوں۔میری بس ایک گزارش ہے۔میری وجہ سے ملک خاندان کے کسی شخص سے نفرت مت کرنا۔۔خانم بی کی طرح نفرتوں میں مت جینا۔۔تم بس مسکراتی اچھی لگتی ہو۔۔" وہ ہولے سے مسکرادیا تھا۔اذیت بھری مسکراہٹ۔۔جس نے اُسکے وجود کو تار تار کردیا تھا۔گہری خاموشی چھا گئی تھی۔

حناوے کا دل دھک دھک کر رہا تھا۔وہ شاید کچھ کہنا چاہتا تھا لیکن لب پھڑپھڑا کر رہ گئے تھے۔اُسکے چہرے پر زخموں کے نشان تھے۔وہ شاید جسمانی کم بلکہ زیادہ ذہنی تکلیف کے زیراثر تھا۔ایک آنسو اُسکی سحر انگیز آنکھوں سے ٹوٹ کر گرا اور گالوں پر پھسلتا چلا گیا۔اور تبھی ویڈیو ختم ہوگئی۔حناوے تو جیسے ساکت رہ گئی تھی۔

کون تھا وہ شخص؟ کیا تھا؟ اور کیوں تھا؟ حناوے کو کچھ سمجھ نہیں آیا تھا۔اسکی اپنی آنکھیں نمی سے بھرنے لگی تھیں۔تبھی باہر ایک عجیب سا شور ابھرا۔حناوے جھٹکے سے اٹھتی باہر نکلی۔

کچھ لوگ اوپر کی جانب بھاگ رہے تھے جبکہ کچھ سیڑھیوں سے نیچے اتر رہے تھے۔

"کمرہ نمبر 106 میں آگ لگ گئی ہے۔۔" کوئی زور زور سے چلا رہا تھا۔وہاں کام کرنے والے ملازم اور باقی لوگ تیزی سے نیچے اتر رہے تھے جبکہ کچھ لوگ آگ بجھانے کی غرض سے اوپر جا رہے تھے۔

حناوے کو اپنا سانس رکتا ہوا محسوس ہوا۔یہ تو امن کا کمرہ تھا۔وہ بےاختیار ہی سیڑھیوں کی جانب بڑھی اور پھر "106" بھاگتی اس راہداری میں پہنچی تھی جہاں امن کا کمرہ تھا۔

وہ مکمل طور پر آگ کی لپیٹوں میں تھا۔آس پاس کے کمروں سے مریضوں کو نکالا جا چکا تھا۔

"امن میرا بچا کوئی بچاؤ اسے۔۔" زرمینے گل چیخ رہی تھیں۔کچھ لوگوں نے اسے پکڑا ہوا تھا۔لوگ پائپ لیے آگ بجھانے کی کوشش کر رہے تھے۔حناوے کا چہرہ لٹھے کی مانند سفید پڑا تھا۔ایسے کیسے ہو سکتا تھا۔ابھی کچھ دیر پہلے وہ ٹھیک تھا۔اسے اپنی ٹانگوں سے جان نکلتی محسوس ہوئی۔

تبھی فائر بریگیڈ والے پہنچ گئے تھے۔آگ صرف ایک کمرے میں لگی تھی۔اور اسکے لپیٹے ابھی باہر نہیں نکلے تھے۔

Urdu Novels Ghar

اچانک چاروں طرف گہری خاموشی چھا گئی تھی۔حناوے کو کچھ سنائی نہیں دے رہا تھا۔کمرے کی آگ پر قابو پایا جا چکا تھا۔ حناوے کی آنکھیں لبا لب پانیوں سے بھر گئی تھیں۔کمرے کا عکس اور جلتی بجھتی آگ اسے دھندلی سی دکھائی دے رہی تھی۔

"حناوے تم ٹھیک ہو؟" اچانک خضر بھاگتا ہوا اس تک پہنچا تھا۔حناوے نے چونک کر اسے دیکھا اور پھر بےاختیار اسکے سینے سے لگ گئی تھی۔خضر تو ساکت رہ گیا تھا۔وہ رو دی تھی۔پھوٹ پھوٹ کر رو دی تھی۔خضر نے اسکے گرد اپنا گھیرا تنگ کرلیا تھا۔

ایک کمرے میں لگنے والی آگ زیادہ نہیں پھیلی تھی۔تیزی سے ہر چیز پر قابو پایا گیا تھا۔سب بچ گئے تھے۔کسی بھی ملازم یا مریض کو ذرا سی تکلیف نہیں آئی تھی بس ایک وہ ہی نہیں بچا تھا۔ہاں کمرہ نمبر 106 کا مریض ختم ہوچکا تھا۔وہ امن ملک ہمیشہ کیلیے جا چکا تھا۔زرمینے گل بار بار بےہوش ہورہی تھیں۔وہ جب امن کے کمرے تک پہنچی تو آگ نے کمرے کو اپنی لپیٹ میں لیا ہوا تھا۔سنا تھا آگ نے اسکے وجود کو جلا کر خاکستر کر دیا تھا۔کچھ بھی باقی نہیں بچا تھا۔اتنے شور کے بعد اب ہر طرف گہری خاموشی چھائی تھی۔

یوں جیسے کائنات بھی اُسکی موت پر سوگ منا رہی ہو۔

چھوٹے امن رانا کو ہوش آگیا تھا۔وہ کوما سے باہر آگیا تھا۔جہاں سب خوش تھے تو وہیں سب کی آنکھیں امن ملک کیلیے پرنم تھیں۔عجیب شخص تھا وہ زندہ رہا تو سب کو رُلاتا رہا اب جب چلا گیا تھا تو سب کی آنکھیں نم کرگیا تھا۔

حناوے نے ایک نظر امن رانا کو دیکھا جو تکیے سے ٹیک لگائے لیٹا تھا۔اُسکے گرد رانا ہاؤس کے سارے افراد جمع تھے۔اور پھر اس نے صوفے کی پشت سے ٹیک لگا کر اپنی نم آنکھیں موندھ لیں۔امن ملک کے آخری الفاظ اسکی سماعت سے ٹکرائے تھے۔اب وہ اُسے کبھی نہیں بھولنے والی تھی۔۔

"ذرا تجھے بھی تو احساس ہجر ہو جاناں

بس ایک رات میرے حال میں گزار کر دیکھ"

ڈیڑھ ماہ بعد

رانا ہاؤس میں کافی چہل پہل تھی۔رات سات بجے کا وقت تھا۔رانا ہاؤس کو کے لان کو چھوٹے چھوٹے برقی قمقموں سے سجایا گیا تھا۔

امن اب سہارا کی مدد سے چلنا شروع ہوگیا تھا البتہ اُسکے جسم میں ابھی بھی کمزوری تھی۔

لان میں ایک جانب صوفے رکھے گئے تھے جن پر رانا اور ملک خاندان کی پہلی بوڑھی نسل بہرام ملک، خیام رانا اور قدسیہ بیگم بیٹھی تھیں۔خیام رانا نے بہرام ملک کا معذور ہاتھ تھام رکھا تھا وہ انہیں اپنی اور انکی کے پرانے قصے سنا رہے تھے جبکہ بہرام ملک ٹیڑھے منہ کے ساتھ ہنسنے کی کوشش کر رہے تھے۔باقی ارباز ملک اور زرمینے گل رانا ہاؤس کی دوسری ادھیڑ عمر نسل کے ساتھ بیٹھے تھے۔جبکہ تیسری نوجوان نسل اپنی من مستیوں میں مگن تھی۔

خانم بی وہاں نہیں تھیں۔شہباز ملک اور امن ملک کی موت کے بعد وہ خاموش ہوگئی تھیں۔بس ایک جگہ خاموش بیٹھی رہتی تھیں۔کسی سے بات نہیں کرتی تھیں۔اور نہ کہیں آتی جاتی تھیں۔شاید ان کی یہی سزا تھی۔

ژالے، داؤد کے ساتھ واپس لندن جا چکی تھی۔اور اپنے ساتھ رابیل کو بھی لے گئی تھی۔ژالے کی حالت خراب تھی لیکن سب کو یقین تھا داؤد اسے ضرور سنبھال لے گا۔

خیام رانا نے قدسیہ بیگم کے کہنے پر سیاست چھوڑ دی تھی۔میر ممتاز عالم پکڑا گیا تھا۔جبکہ بہرام ملک اس قابل نہیں رہا تھا کہ الیکشن لڑ سکتا تھا اسی لیے اس دفعہ یہ الکیشن ایک چھوتی پارٹی جیت گئی تھی۔محمد صفدر سیال اب سندھ کا وزیراعلیٰ تھا۔

شاویز نے حیدرآباد میں موجود اپنی زمینیں سنبھال رکھی تھی جبکہ ساتھ ساتھ وہ حسن رانا اور عثمان رانا کا بزنس دیکھ رہا تھا۔ اسکے سر پر ابھی بھی ٹانکے لگے تھے وہ مکمل طور پر ٹھیک نہیں ہو پایا تھا۔باقی سب نفوس اپنے اپنے عہدوں پر فائز تھا۔

لان کے وسط میں ایک چھوٹا سا اسٹیج بنایا گیا تھا۔آج زیان اور سماب کا سادگی سے نکاح تھا۔

Urdu Novels Ghar

"یار آج تو بتادو تم موٹی سے پتلی کیسے ہوئی۔۔؟" نکاح کے بعد دونوں کو اسٹیج پر لا کر بٹھایا گیا تو زیان نے سماب کے کان میں سرگوشی کی۔

"منہ بند کرکے بیٹھو ورنہ پٹو گے زیان۔۔" سماب نے اسکے بازو پر ایک زور دار چٹکی کاٹی تھی۔

"آہ۔۔بدتمیز شرم نہیں آتی اپنے شوہر کو چٹکیاں کاٹتے ہوئے" زیان بلبلا اٹھا تھا۔

"ہاں تو شوہر کو بھی چاہیے کہ وہ اپنی حد میں رہے ورنہ اس سے بھی برا ہوگا۔۔" سماب نے دانت پیس کر کہا تھا۔

"تمہیں تو میں بعد میں پوچھوں گا۔۔" زیان نے منہ بناتے کہا پھر ہدی کے کہنے پر وہ دونوں سیدھے ہو کر بیٹھ گئے تھے۔وہ ہاتھ میں کیمرہ پکڑے ان سب کی تصویریں بنانے میں مگن تھی۔کچھ فاصلے پر بیٹھا بخت چمکتی نگاہوں سے اسے دیکھ رہا تھا۔

زرمینے گل سے باتیں کرتی منال اس وقت شاویز کی نظروں کے حصار میں تھی۔وہ رحمن بھائی، بخت، ارحم، خضر، امن اور حیدر کے درمیان بیٹھا چوری چوری نظروں سے منال کو دیکھ رہا تھا جو مہرون رنگ کے کامدار سوٹ میں اسکے دل کا حشر نشر کیے جا رہی تھی۔

"پھوپھو اب تو حناوے اور خضر کی رخصتی بھی ہوجانی چاہیے۔۔" نمل نے رخسار پھوپھو کے پاس بیٹھتے انتہائی نازک موضوع چھیڑا تھا۔

"میں بھی یہی چاہتی ہوں آج بات بھی کرنے والی تھی ابا جان سے پھر خضر نے منع کردیا۔وہ کہہ رہا تھا حناوے ابھی پریشان ہے اسے کچھ وقت دینا چاہیے۔۔" رخسار پھوپھو نے ایک سرد آہ بھری تھی۔

"لیکن وہ تو صبح واپس امریکہ جارہی ہے پھوپھو ایسا نہ ہو یہ انتظار طویل ہوجائے۔۔" نمل نے انجانے خدشے کے تحت کہا تھا۔

'اللہ نہ کرے کبھی ایسا ہو۔۔مجھے خضر پر پورا بھروسہ ہے وہ سب ٹھیک کردے گا۔۔" رخسار پھوپھو نے مسکرا کر اپنے شاندار بیٹے کو دیکھا تھا۔اور پھر دل ہی دل میں اسکی نظر اتاری۔

"ان شاء اللہ سب ٹھیک ہوجائے گا۔۔" نمل مسکرا دی تھی۔

Urdu Novels Ghar

"یہ آپ کیا کر رہے ہیں شاویز بھائی؟" امن سے شاویز کا منال کو چوری چوری دیکھنا برداشت نہیں ہوا تھا اور نہ اسے سمجھ آیا تھا اسی لیے وہ بول اٹھا تھا۔

"کک۔۔کیا ہوا۔۔؟" شاویز گڑبڑا گیا تھا۔

"یہ آپ بار بار منال آپی کو کیوں دیکھ رہے ہیں؟" امن نے منہ بنا کر کہا تو اسکی بات پر سب کا قہقہہ گونج اٹھا۔شاویز انہیں بس گھور کر رہ گیا تھا جبکہ منال شرم سے سرخ پڑ گئی تھی۔

"انہیں دیکھنے کا حق حاصل ہے دیکھنے دو بیٹا جی۔۔" شاویز کے پاس بیٹھے بخت نے ایک آنکھ دبا کر کہا تو شاویز نے اسے گردن سے پکڑا تھا۔

"یہ تو بہت غلط بات ہے سب کی دلہنیں ہیں یہاں ایک میری دلہن نہیں ہے۔۔" امن روہانسا ہوا تھا۔

"پہلے تم جلدی سے ٹھیک ہوجاؤ پھر ہم تمہاری دلہن لے کر آئیں گے۔۔" خضر نے امن کا کندھا تھپتھپایا تو وہ خوش ہوگیا تھا۔

سب ایک بار پھر سے خوش گپیوں میں مصروف ہوگئے تھے۔

جبکہ خضر کی بےچین نگاہیں حناوے کو ڈھونڈ رہی تھیں جو کہیں دکھائی نہیں دے رہی تھی۔

سب کی نظروں سے بچتا وہ وہاں سے اٹھا اور اندر کی جانب بڑھ گیا تھا۔لاؤنج میں داخل ہونے کے بعد وہ سیڑھیاں چڑھتا اوپر آیا تھا اور پھر دائیں جانب بنے ٹیرس پر آیا تھا۔اسے یقین تھا حناوے اسے وہیں ملنے والی تھی۔

وہ شخص جاتے جاتے اسے مزید سنجیدہ بنا گیا تھا۔وہ اب اکثر کہیں کسی کونے میں اکیلے پائی جاتی تھی۔سب کے ساتھ ہوتی تو نارمل دکھائی دیتی تھی لیکن خضر جانتا تھا امن کا انجام حناوے کے اندر کہیں کانٹا بن کر چُبھ گیا تھا۔

وہ اس وقت سرمئی رنگ کے مسوری کے چمکدار سوٹ میں ملبوس تھی۔سفید رنگ کا بنارسی دوپٹہ بائیں جانب کندھے پر ٹکا تھا۔وہ ٹیرس کی ریلنگ پر ہاتھ جمائے کھڑی تھی۔اسکے کھلے بال کمر پر بکھرے پڑے تھے۔کانوں میں ننھے ننھے سے آویزے

Urdu Novels Ghar

چمک رہے تھے۔خوشگوار اور ٹھنڈی ہوا کے باعث اسکے بال پیچھے کی جانب اڑ رہے تھے جبکہ اس روشن رات میں وہ اداس کھڑی کوئی خوبصورت مورت لگ رہی تھی۔خضر خاموشی سے اسکے قریب جا کر کھڑا ہو گیا تھا۔

"کچھ لوگوں کا ہماری زندگی سے چلے جانا ہی بہتر ہوتا ہے۔۔" خضر نے اسکے مقابل کھڑے ہوتے کہا تھا۔اسکا اشارہ امن ملک کی جانب تھا۔لیکن یہ بات کوئی حناوے سے پوچھتا وہ جا کر بھی نہیں گیا تھا۔

"جانتی ہوں اسی لیے میں کل جا رہی ہوں۔۔" حناوے نے ایک گہرا سانس لینے کے بعد نارمل انداز میں کہا تھا۔خضر نے چونک کر اسے دیکھا۔

"اور تمہیں لگتا ہے میں تمہیں جانے دوں گا۔۔؟" خضر نے اسکے چہرے پر نظریں جمائے پوچھے گا۔

"حناوے رانا کو کون روک سکتا ہے بھلا۔۔؟" حناوے نے اپنا لہجہ ہموار رکھنے کی پوری کوشش کی تھی لیکن اسکی آنکھیں ڈبڈبا گئی تھیں۔

"شاید تم بھول رہی ہو مس حناوے رانا کہ تم خضر حیات رانا کی ملکیت ہو۔۔اور خضر حیات اپنی چیزیں نہیں چھوڑا کرتا۔۔" خضر نے بےساختہ ہی اسکا ہاتھ تھام لیا تھا۔

"میں کوئی چیز نہیں انسان ہوں۔" اب کی بار حناوے نے سر اٹھا کر اسکی آنکھوں میں دیکھتے کہا تھا۔

"اسی لیے تو تمہیں اختیار دیا گیا ہے جہاں مرضی جاؤ لیکن لوٹنا تو تمہیں میرے پاس ہی ہے۔۔" وہ دوبدو بولا تھا۔حناوے کو اُس سے اِس جواب کی توقع نہیں تھی۔جانے اُسکی آنکھوں میں کیا تھا حناوے نظریں جھکا گئی تھی۔

"میں واپس نہیں لوٹوں گی۔۔" وہ اپنا ہاتھ چھڑاتے سخت لہجے میں بولی تھی۔

"میں اٹھا کر لے آؤں گا۔۔ویسے بھی پولیس والے کسی کو بھی اٹھا سکتے ہیں۔۔" وہ شریر ہوا تھا۔

"ہنہہ رشوت خور اور کر بھی کیا سکتا ہے۔۔" وہ زیرلب بڑبڑائی تھی۔آج وہ اسکی ہر بات کا جواب دے رہا تھا۔

Urdu Novels Ghar

"رشوت خور سمجھو یا کچھ اور لیکن اتنا جان لو جیسا بھی ہوں تمہارا ہوں۔۔" وہ آج سارے حساب کتاب برابر کرنے آیا تھا۔ حناوے کی دھڑکن تیز ہوئی تھی۔وہ اب مزید وہاں نہیں رک سکتی تھی۔اُسکا چہرہ سرخ ہونا شروع ہوا تھا۔

"سب انتظار کر رہے ہیں میں نیچے جارہی ہوں۔" حناوے نے وہاں سے بھاگنے میں ہی عافیت جانی تھی۔اُسکے دُم دبا کر بھاگنے پر خضر نے قہقہہ لگایا تھا۔

وہ جانتا تھا امریکہ میں اُسکے دوست جیک اور سارہ کی شادی تھی۔اسی لیے وہ جارہی تھی۔حناوے سے متعلق وہ ہر خبر اپنے پاس رکھتا تھا۔اور پھر وہ شہزادی ایسی ہی تھی کہ اسکے لیے وہ اُسے امریکہ جا کر منا کر لاتا۔جہاں اتنا انتظار کیا تھا کچھ اور سہی۔۔۔گہری مسکراہٹ نے خضر لے لبوں کا احاطہ کیا ہوا تھا۔

اب وہ کچھ قدم چلتا ٹیرس کے درمیان میں آگیا تھا یہاں سے لان کا منظر صاف نظر آرہا تھا۔

سب خوش تھے۔ہر چیز مکمل تھی۔اتنے لوگوں کے ہجوم میں اُسکی نظریں حناوے پر جا کر ٹک گئی تھیں۔وہ رخسار پھوپھو کے دائیں جانب بیٹھی تھی جبکہ بائیں جانب منال تھی۔

وہ دھیمی سی مسکراہٹ ہونٹوں پر لیے بول رہی تھی۔کتنا وقار جھلکتا تھا اب اسکی ذات سے۔۔

اور خضر کو وہ اب ہر چیز سے زیادہ عزیز تھی۔وہ بےاختیار اسے دیکھتا ہی گیا تھا جبکہ ذہن میں اپنی پسندیدہ شاعری کے چند الفاظ گونج رہے تھے۔

میں نے پوچھا کیسے ہو؟

بدلے ہو یا ویسے ہو ؟

روپ وہی انداز وہی

یا پھر اس میں کوئی کمی؟

ہجر کا کوئی احساس تو ہو گا

کوئی تمھارے پاس تو ہو گا؟

میں بچھڑا یہ مجبوری تھی

کب منظور مجھے دوری تھی

ساتھ ہمارا کب چُھوٹا ہے

روح کا رشتہ کب ٹوٹا ہے

آنکھ سے جو آنسو بہتے ہیں

تم کو خبر ہے کیا کہتے ہیں؟

میں نے کہا آواز تمھاری

آج بھی ہے ہمراز ہماری

پھول وفا کے کِھل جائیں گے

اک دن ہم پھر مل جائیں گے

پانچ سال بعد

سیاہ رنگ کی پراڈو گاڑی گاؤں جانے والے راستے پر تیزی سے بھاگ رہی تھی۔یہ ون وے راستہ تھا۔آج بھی سڑک کے دونوں جانب کھیت کھلیان تھے۔سڑک پکی تھی لیکن ہوا کے باعث کھیتوں سے اڑنے والی مٹی سڑک پر گر جاتی اور جب تیز رفتار گاڑی اس سڑک سے گزرتی تو مٹی دھول اڑاتی پیچھے ہی رہ جاتی تھی۔

"پاپا پانی۔۔" تین سالا زوہان نے پچھلی سیٹ سے آواز لگا کر گاڑی ڈرائیو کرتے اپنے بابا سے کہا تھا۔گاڑی میں اے سی کی ٹھنڈک تھی جبکہ باہر شدید گرمی پڑ رہی تھی۔

Urdu Novels Ghar

"اووہ۔۔پانی تو ختم ہوگیا۔۔" زوہان کی ماما نے کھالی بوتل دیکھتے افسوس کیا۔

"کوئی بات نہیں آگے یہاں پر پانی کا ایک ذریعہ ہے۔۔" وہ نرم لہجے میں کہہ رہا تھا۔جبکہ زوہان اب گاڑی کے شیشے پر نظریں جمائے باہر لہلاتے کھیتوں کو دیکھ رہا تھا۔اسکے لیے یہ منظر نیا تھا۔اسکی آنکھیں سیاہ تھیں جن میں ستاروں کی چمک کوٹ کوٹ کر بھری تھی۔سفید رنگت والا وہ گول مٹول سا بچہ بہت پیارا تھا اسے دیکھتے ہی پیار کرنے کو دل چاہتا تھا۔

"یہاں تو مجھے کافی گرمی لگ رہی ہے۔۔" فرنٹ سیٹ پر بیٹھی لڑکی نے گاڑی کے شیشے سے باہر تیز سنہری دھوپ کو دیکھتے کہا تھا۔ڈرائیو کرتا وہ شاندار سا مرد بےاختیار مسکرادیا تھا۔

"محترمہ یہ نہ تمہارا امریکہ ہے نہ مری۔۔یہ حیدرآباد ہے اور یہاں گرمیوں کے موسم میں شدید گرمی پڑتی ہے۔۔" اسکے اس طرح کہنے پر لڑکی نے منہ بنایا تھا لیکن کہا کچھ نہیں۔تقریباً ایک منت بعد اُنکی گاڑی برگد کے ایک درخت کے قریب رکی تھی جس کے نیچے نلکا لگا تھا جہاں تک شفاف اور ٹھنڈا پانی نکلتا تھا۔آتے جاتے راگیر یہاں سے اپنی پیاس بجھاتے تھے۔

"پاپا مجھے بھی" ان دونوں کے باہر زوہان چلایا تھا۔وہ کافی ذہین بچہ تھا جو بہت ہی صاف بولتا تھا۔

"آجاؤ تم بھی جناب۔۔" اسکے بابا نے اسے گاڑی سے نکالا تھا۔دھوپ ہونے کے باوجود ہوا چل رہی تھی۔

"خضر گرم ہوا چل رہی ہے یہ ڈائریکٹ اے سی سے باہر آئے گا تو بیمار پڑ جائے گا۔۔" وہ بے چینی سے بولی تھی۔یہ لُو چلنے کے دن تھے اور وہ اپنے بیٹے کو لے کر پریشان تھی۔شاید ساری مائیں ہی ایسی ہوتی ہیں۔

"کچھ نہیں ہوتا اسے یہ ایک پولیس والے کا بیٹا ہے شیر ہے۔۔" خضر نے اُسکا پھولا ہوا گول منہ چوم ڈالا تھا۔جبکہ زوہان نے اسکے گلے میں بازو ڈال کر اسے زور سے ہگ کرلی تھی۔

"اب تم ادھر کھڑے ہوجاؤ میں پانی بھر لوں۔۔" اسے پیڑ کے سائے میں کھڑا کرنے کے بعد خضر نے نلکے کے ٹھنڈے پانی سے منہ دھویا اور بوتل بھرنے لگ گیا۔حناوے اب آس پاس کے کھیتوں کو دیکھ رہی تھی۔گاؤں کی فضا میں عجیب سی مہک ہوتی ہے جو شہروں میں کہاں ملتی ہے۔مٹی کی خوشبو انسان کو تروتازہ کردیتی ہے۔

ان تینوں کے علاوہ وہاں کوئی اور بھی تھا۔۔

ہاں۔۔درگاہ کی کچی دیوار سے ٹیک لگائے ایک فقیر بیٹھا تھا۔۔یہ اماں ذلیخہ کی درگاہ تھی۔آج بھی ویسی ہی تھی۔خضر نے اور حناوے نے اس فقیر کو نہیں دیکھا تھا جبکہ زوہان نے دیکھ لیا تھا۔وہ اپنے ننھے منے قدموں سے چلتا اس تک پہنچا تھا جو گرمی سے بے نیاز برگد کی چھاؤں میں دیوار سے ٹیک لگائے آنکھیں موندھے جانے کس جہان میں پہنچا تھا۔

"انکل۔۔" اس نے فقیر کے قریب پہنچ کر پکارہ تھا۔آواز پر اس فقیر نے آنکھیں کھول کر دیکھا تھا اور پھر اسکی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں۔

سامنے کھڑے بچے کی شکل کسی "اپنے" سے بہت ملتی جلتی تھی۔

"زوہان۔۔" اسے فقیر کے پاس کھڑا دیکھ کر خضر اور حناوے اسکی جانب بڑھے تھے۔وہ حناوے جیسا تھا سکون سے تو ایک جگہ نہ بیٹھ سکتا تھا نہ کھڑا ہو سکتا تھا۔ہر نئی چیز کو ایکسپلور کرنا اسے ابھی سے پسند تھا۔وہ ابھی بھی دلچپسی سے اس فقیر کو دیکھ رہا تھا جسکی آنکھوں میں نمی تھی۔

فقیر نے ہاتھ بڑھا کر زوہان کے سر پر پیار دیا تھا۔"جیتے رہو اور دنیا و آخرت میں نام کماؤ۔۔" وہ اسے زیرلب دعا دے چکا تھا۔۔

"ہاں بھئی شیر یہاں پہنچ گئے اب تم۔۔" خضر نے نیچے بیٹھتے ہوئے زوہان کو کندھوں سے تھاما اور پھر فقیر کی جانب دیکھا۔

"بابا جی اسے دعا۔۔" الفاظ اسکے منہ میں ہی رہ گئے تھے۔خضر کی نظریں ساکت ہوئی تھیں۔اسکا چہرہ سفید پڑا۔بڑی داڑھی اور بڑے بالوں والا وہ فقیر کوئی عام انسان نہیں تھا۔خضر اسے پہچان چکا تھا۔فقیر نے آنکھ اٹھا کر ایک نظر خضر کے پیچھے کھڑی حناوے کو دیکھا اور پھر نظریں جھکا گیا۔حناوے نے ان آنکھوں میں دیکھا اور پھر اسکا چہرہ سفید پڑا تھا۔ان آنکھوں کو وہ کیسے بھول سکتی تھی؟ کبھی بھی نہیں۔۔

فقیر نے آنکھیں موندھیں اور درگاہ سے ٹیک لگالی۔اور پھٹی پرانی سی چادر اسکے پاس تھی جسے اس نے خود کے گرد اچھے سے لپیٹ لیا تھا یوں جیسے کہیں برف پڑ رہی ہو۔۔یا انسان آگ کی تپش سے بچنا چاہتا ہو۔

Urdu Novels Ghar

خضر نے بنا کچھ کہے زوہان کو گود میں اٹھایا اور حناوے کا ہاتھ تھامتا گاڑی کی طرف بڑھ گیا تھا۔کچھ دیر بعد ان کی گاڑی راجپوتوں کے گاؤں جانے والے راستے پر بھاگ رہی تھی۔ فقیر کی نم آنکھوں نے دور تک گاڑی کا پیچھا کیا تھا۔ گاڑی میں بیٹھنے کے بعد حناوے نے آنکھیں موندھ کر سیٹ کی پشت سے ٹیک لگا لی تھی وہ اپنی آنکھوں میں آئی نمی کو اندر ہی پی گئی تھی۔وہ خضر کے ساتھ بہت خوش تھی۔ لیکن ایک کسک سی تھی۔۔جو آج بھی قائم تھی۔ خضر اکثر و بیشتر اسے ایسے عجیب و غریب جھٹکے دیتا رہتا تھا۔حناوے نے اب اس سے سوال کرنے چھوڑ دیئے تھے وہ جانتی تھی خضر جیسا باہر سے نظر آتا وہ ویسا نہیں تھا۔۔وہ ایک پراسرار شخصیت کا مالک تھا جسے کوئی بھی نہیں جانتا تھا۔ جبکہ ڈرائیونگ کرتے خضر کا ذہن پانچ سال پرانی یادوں میں گھومنے لگا تھا۔

پانچ سال پہلے اُس رات خضر نے عادل شبیر کو ہسپتال میں دیکھا تھا۔اسے دیکھتے ہی وہ چونک گیا تھا وہ جانتا تھا حناوے سے چیچ اور امن سے مار کھانے کے بعد وہ امن کا دشمن بن گیا تھا کیونکہ اس نے ہی ہدی اور منال کو بچایا تھا۔

خضر نے ایک پولیس والے کی طرح اس پر نظر رکھی تھی یقیناً وہ وہاں کسی مقصد کے تحت آیا تھا۔اور پھر اسکے آنے کی وجہ جان کر خضر ساکت رہ گیا تھا۔وہ امن ملک کو مارنا چاہتا تھا اور اسکے لیے اس نے اپنے آدمیوں سے امن کے کمرے کو آگ لگانے کا کہا تھا۔

یہ جان کر خضر امن ملک کے کمرے کی جانب بھاگا تھا۔

"چلو یہاں سے نکلو اس سے پہلے کہ دیر ہوجائے۔۔عادل شبیر تمہیں مارنا چاہتا ہے۔" خضر نے اسے اٹھاتے ہوئے کہا۔اب خان تو تھا نہیں جو اسکی جانب آنے والی ہر مصیبت کا راستہ روک لیتا تھا۔

"مر جانے دو مجھے میں ویسے بھی جینا نہیں چاہتا۔۔ "

"پاگل مت بنو امن۔۔اٹھو یہاں سے۔۔"خضر جھنجھلا گیا تھا۔

Urdu Novels Ghar

"ٹھیک ہے میری ایک شرط ہے۔۔" امن نے سنجیدہ لہجے میں کہا تھا۔خضر نے سوالیہ نظروں سے اسکی جانب دیکھا تھا۔اور پھر جو شرط امن نے رکھی وہ یہ تھی وہ اسے دنیا کے سامنے مرجانے دے۔۔وہ اسے جیل میں بند کردے تاکہ اسے کچھ تو سزا ملے۔اسکے گناہ چھوٹے ہی سہی پر تھے تو گناہ ہی۔۔

اور شاید خضر کو امن پر ترس آگیا تھا۔باقی سب خضر کے پلین کے مطابق ہوا تھا۔اس نے شاویز کے ،دوست جو اسی ہسپتال میں ڈاکٹر تھا، اور اپنی ٹیم کے ساتھ مل کر کھیل کھیلا تھا۔امن کو اس کمرے سے نکال لیا گیا تھا البتہ اسکے بستر کو ایسے ہی سیٹ کیا گیا تھا جیسے وہ سو رہا ہو۔۔آگ بجھانے کا انتظام پہلے کرلیا گیا تھا۔لیکن آگ لگوانے والا عادل شبیر ہی تھا۔خضر نے ایک تیر سے دوشکار کیے تھے۔امن بھی بچ گیا تھا اور عادل شبیر کو وہ بعد میں گرفتار کرچکا تھا۔

وعدے کے مطابق دو سال امن خضر کی حراست میں رہا تھا۔وہ بہت بےضرر تھا۔خضر کو اس سے انسیت ہوگئی تھی۔وہ کسی سے کچھ نہیں کہتا تھا۔ کبھی آنکھیں بند کرکے اللہ کو یاد کرلیتا تو کبھی خاموش رہتا۔۔۔

جب خضر کے ہاں زوہان پیدا ہوا تو اُس روز اس نے امن کو آزاد کردیا تھا امن ایسا نہیں چاہتا تھا وہ وہیں رہنا چاہتا تھا سب سے الگ ہو کر لیکن خضر اسے مزید وہاں نہیں رکھنا چاہتا تھا۔تب امن چلا گیا اور کبھی اُسے نظر نہیں آیا۔

دنیا کیلیے امن ملک مرگیا تھا۔۔صرف کچھ لوگ یہ راز جانتے تھے کہ وہ زندہ تھا۔۔اور آج حناوے بھی جان گئی تھی۔

کہتے ہیں ہرچیز کا ردوبدل دنیا میں موجود ہوتا ہے۔درگاہ پر کوئی فقیر نہ ہو ایسا ہو نہیں سکتا تھا اگر ایک فقیر جاتا ہے تو دوسرا اسکی جگہ لینے کو آجاتا ہے۔۔درگاہ کا پرانا فقیر غائب ہوا اسکی جگہ ایک نئے فقیر نے لے لی تھی۔

یہ بھی کہا جاتا ہے داستان نفرت کی ہو یا محبت کی کبھی ختم نہیں ہوتی۔۔کوئی نا کوئی کہیں نا کہیں اس جذبے کا شکار ہوتا رہتا ہے۔۔اور اب شاید ایک اور داستان کہیں جنم لینے والی تھی۔

کچھ دیر بعد اسی برگد کے سائے میں ایک لمبی، بڑی چمکتی گاڑی آکر رکی تھی۔

Urdu Novels Ghar

سرائیکی ٹوپی سر پر اوڑھے اُس میں سے ایک بوڑھا آدمی نیچے اترا تھا۔وہ شاید پانی بھرنے رکے تھے۔ گاڑی کی پچھلی سیٹ کا شیشہ نیچے ہوا تھا۔درگاہ سے ٹیک لگائے فقیر نے آنکھیں کھول کر گاڑی کو دیکھا۔

گاڑی میں پچھلی سیٹ پر ایک انتہائی شاندار شخص بیٹھا تھا۔اُسکا چہرہ سپاٹ تھا جبکہ آنکھوں میں عجیب سا سرد پن تھا۔آنکھوں سے سیاہ چشمہ اتارے اب وہ درگاہ کو عجیب نگاہوں سے دیکھ رہا تھا۔

وہ شخص میر وہاج عالم تھا۔جامشورو کے میر ممتاز عالم کا چھوٹا بیٹا جو پانچ سال پہلے ہی بزنس کی پڑھائی کرکے لوٹا تھا اور اب اسکا نام ملک کے بڑے بزنس ٹائیکون میں لیا جاتا تھا۔پانچ سال میں اس نے اپنا ایک بڑا نام بنا لیا تھا اِس کے علاوہ وہ شوبز انڈسٹری سے تعلق رکھتا تھا۔

"سر یہ رابیل ملک ہے، شہباز ملک کی سب سے چھوٹی بیٹی، کل ہی لندن سے لوٹی ہے اپنی پڑھائی مکمل کرکے۔۔" اسکے ساتھ والی سیٹ پر بیٹھے اسکے سیکرٹری نے تصویر دکھانے کے لیے ٹیب اُسکے سامنے کیا تھا جس میں ایک خوبصورت لڑکی مسکرا رہی تھی۔وہ واقعی بہت خوبصورت تھی۔

"شہباز ملک کی بیٹی رابیل ملک۔۔" وہ زیرلب بڑبڑایا تھا۔اور پھر اُسکی رگ و پے میں نفرت کی ایک گہری لہر پھیل گئی تھی۔ شہباز ملک کی گولیوں سے اُسکا بڑا بھائی مراد عالم مرا تھا۔اُس نے جبڑے بھینچ کر اپنے غصے کو ضبط کیا تھا۔

جب وہ بوڑھا آدمی پانی لے کر گاڑی میں بیٹھ گیا تو گاڑی کا شیشہ اوپر ہوا اور گاڑی فراٹے بھرتی آگے بڑھ گئی۔برگد کے پیڑ پر بیٹھے پرندے اس شخص کے وہاں آنے کی وجہ جان چکے تھے۔

ہر طرف ایک شور اٹھا تھا۔درگاہ سے ٹیک لگائے فقیر کے لبوں پر پُراسرار سی مسکراہٹ پھیل گئی تھی۔اُس نے پھر سے آنکھیں موندھ لی تھیں۔

اور شاید امن ملک کی جگہ لینے والا بھی آگیا تھا۔۔

فضا میں ایک بار پھر سے ”عشق“ کا نکارہ بجنے لگا تھا۔

تو نگر نگر پھرا کرے

تو گلی گلی صدا کرے

تجھے عشق ہو خدا کرے

ختم شد

Urdu Novels Ghar